صائمہ اکرم

شہزاد

صائمہ اکرم چوہدری

"مجھے کچھ کہنا ہے"

"شہر زاد۔۔۔۔۔میرا پہلا طویل سلسلے وار ناول!!!"

"جسے میں نے پورا ایک سال سردیوں کی طویل راتوں اور گرمیوں کی تپتی دوپہروں میں بیٹھ کر سوچا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا پہلا سین میں نے دو سال پہلے لکھا اور پھر فائل طویل عرصے کے لیے بند کر دی۔میں نے آج تک جتنے ناول لکھے ان کا محرک کوئی نہ کوئی دل دکھاتا جملہ،سانس روکتا لہجہ،اپنی طرف متوجہ کرتا چہرہ یا کوئی تلخ منظر ہی بنا تھا۔۔۔

لیکن۔۔۔۔۔!!!!

شہر زاد میرا ایک ایسا ناول ہے جسے لکھنے کی تحریک مجھے ملکہ کوہسار "مری" شہر کے ایک خوبصورت گھر کو دیکھ کر ملی۔مال روڈ سے واک کرتے ہوئے کشمیر پوائنٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اس گھر نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔مری کی بعض سڑکیں کافی بلندی پر اور اکثر گھر ڈھلوانی سڑک سے گذر کر نیچے ہموار میدانوں میں بنے ہوئے ہیں جس وجہ سے سڑک سے گذرنے والے لوگوں کو کم از کم صحن یا لان کے مناظر دیکھنے کے لیے کسی دقت کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔۔میں بھی چلتے چلتے ایک دم رک کر اس کی چار دیواری پر اپنی کہنیاں جمائے اسے غور سے دیکھنے لگی۔

اچانک دل میں ایک سودا سمایا اور میں اپنی ہی دھن میں کھلے گیٹ سے اس خالی گھر کے اندر داخل ہو گئی اور اس کے سرسبز لان کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر میں نے ایک کہانی بنی اور پھر اسے لفظوں کی مالا میں پرونے کا عہد بھی وہیں کیا اور اسکے بعد اس گھر کی تصویر کو

محض اپنی یادداشت کے لیے سیل فون کے کیمرے میں محفوظ کر لیا۔

قارئین۔۔۔!!!میں نہیں جانتی،اس گھر کے مکین کون تھے؟ان کا ماضی،حال یا مستقبل کیا تھا لیکن اینٹوں کی اس بنی عمارت میں بہت سی کہانیاں مجھے اپنے کانوں میں سرگوشیاں کرتی محسوس ہوئیں۔یہ وہ کہانیاں تھیں جنہیں میرے ذہن نے خود تخلیق

کیا۔ان کا اس کے مکینوں سے کوئی لینا دینا نہیں۔

مجھے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ کچی پکی مٹی کی بنی اینٹوں، گارے اور سیمنٹ سے بنی عمارتیں بھی بولتی ہیں۔وہاں رہنے والوں کے دکھ اور غم ان پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور جب مکینوں کے دکھ بولتے ہیں تو یہ گھروں کے دورو بام کو وقت سے پہلے بوسیدہ کر دیتے ہیں اور وہاں رہنے والے لوگوں کی خوشیاں در و دیوار کو بھی ہمیشہ جوان اور تر و تازہ رکھتی ہیں۔

اس ناول میں ماضی کے ایک ٹریک کو چھوڑ کر باقی سارے ٹریک فرضی اور میرے اپنے ذہن کی پیداور ہیں،ان کی کسی بھی واقعے،منظر یا مشاہدے سے مماثلت محض اتفاقیہ ہو گی۔اس کے لیے میں یا ادارہ قطعاً ذمے دار نہیں۔

میں اس ناول کے ذریعے نہ تو اپنی قابلیت یا گوگل سے لی گئی معلومات کے ذریعے اپنے معصوم قارئین پر کوئی دھاک جمانا چاہوں گی اور نہ ہی میرا مقصد اپنے کرداروں کا شاہانہ قسم کا لائف اسٹائل دیکھا کر کسی کے خود ساختہ احساس کمتری کو پروان چڑھانا ہے۔کہانیوں کے کردار، کسی بھی معاشی طبقے سے ہو سکتے ہیں۔آپ ان کے رہن سہن پر غور و فکر کرنے کی بجائے،اس تحریر میں چھپے اصل مقصد کو کھوجنے کی کوشش کیجئے گا۔

آخر میں صرف اتنا کہنا ہے کہ شہرزاد میرا پسندیدہ کردار ہے اور مجھے یقین ہے اس ناول کے اینڈ تک یہ سب کے دلوں میں اپنی جگہ بنا لے گا اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو میں

پیشگی معذرت خواہ ہوں۔۔۔دعاؤں میں یاد رکھیے گا کیونکہ میرا دعاؤں پر یقین ہے۔"

والسلام

صائمہ اکرم چوہدری۔اسلام آباد

وہ شہر زاد تھی۔۔۔!!

شہر ستمگر میں پلنے والی۔۔۔

زمستان کی سنہری دھوپ جیسی لڑکی۔۔!!!

جس کی دلکش آنکھوں پر جھیل سیف الملوک کا گماں ہوتا۔۔

وہ اس ادا سے چلتی کہ زمانے کی سانس رک جاتی۔۔۔

وہ نگاہ اٹھا کر دیکھتی تو قافلے راستہ بھول جاتے۔۔۔۔

وہ الف لیلہ کی کہانیوں کا طلسماتی کردار نہیں تھی۔۔۔

لیکن۔۔۔!!!!

وہ بولتی تو، وقت کی گردشیں تھم سی جاتیں۔۔

وہ حقیقتوں کی تلخ دھوپ میں پل کر اپنی شناخت کے موسموں کی تلاش میں تھی۔۔

اس کے ارادے آہنی، نگاہیں پختہ۔۔۔

وہ اک آتش کم رو تھی۔۔۔

جس کی اسرار میں ڈوبی ہوئی خاموشی میں۔۔۔ کئی لمحے سلگتے تھے۔۔۔

اُس کے سینے میں کئی راز پلتے تھے۔۔۔!!!

وہ شہر زاد جس نے داستان ہزار میں کئی کرداروں کو زندگی بخشی اپنے لفظوں سے۔۔

وہ اپنی کہانی میں، خود کو ڈھونڈنے نکلی تو اجنبی راستوں کی مسافر بن گئی۔

وہ شہر زاد، اپنے ہی گھر کا رستہ بھول گئی۔۔۔!!!

☆☆☆☆☆☆☆☆

اوائل دسمبر کی وہ خنک رات تھی، چاند بھی کہر میں ڈوبا ہوا اونگھ رہا تھا۔ جاڑے کی سردیوں میں ہر چیز اپنے اپنے ٹھکانوں میں دبکی بیٹھی تھی۔ ایسی گھور سمے کی تاریکی میں خیبر میل ٹرین پوری رفتار سے ریل کی پٹریوں پر ایسے بھاگ رہی تھی، جیسے کوئی آسیب اسکے تعاقب میں ہو۔

اسی ٹرین کی بزنس کلاس کے ایک کیبن میں موجود دو مکینوں کو تھکن، پریشانی اور خوف نے کسی اژدہے کی مانند اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ دونوں میاں بیوی کی سوجن زدہ سرخ آنکھیں بے خوابی کی غماز تھیں۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرائے یوں بیٹھے تھے، جیسے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا بھی گناہ کبیرہ ہو۔

چھ لوگوں کے اس کیبن میں اس وقت صرف دو لوگ تھے۔ تین مسافروں کی منزل پچھلا اسٹیشن تھی، ان کے گاڑی سے اترنے کے بعد مرد نے سانس کھینچ کر افسردگی کے اس سحر سے نکلنے کی شعوری کوشش کی اور بوگی کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

کیبن میں موجود واحد کھڑکی کے پاس اسٹینڈ والا میز تھا جس پر ان کا تھرماس، پانی کی بوتل اور بچے کے دودھ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ پاس ہی کھانے کا ٹفن تھا جسے ان دونوں میں سے کسی نے بھی کھول کر نہیں دیکھا تھا حالانکہ انہیں سفر کرتے ہوئے کئی گھنٹے گذر چکے تھے۔

انہیں معلوم تھا رات کے اس پہر اب شاید ہی کوئی نیا مسافر اس ڈبے میں داخل ہو۔ لڑکی نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہی آنکھیں بند کیں اور ایک سلگتا ہوا منظر اسکے دماغ کی سلیٹ پر ابھرا۔

"مار دو، ختم کرو، اللہ کا عذاب نازل ہو ان مردود لوگوں پر، قرآن پاک کی بے حرمتی کی ہے انہوں نے۔۔۔" مسجد کے مائیک سے پورے گاؤں میں گونجنے والی مولوی صاحب کی اشتعال انگیز آواز نے معصوم لوگوں کے جسموں میں گویا کوئی بارود بھر دی تھی۔

"خداوند یسوع، رحم کر، رحم۔۔۔" بوڑھی عورت خوفزدہ آنکھوں سے بدلے کی آگ کے شعلوں میں جلتا ہوا اپنا گھر دیکھ کر بین کرنے لگی۔ اسکی آواز دل چیر دینے والی تھی لیکن وہاں موجود زمینی خدا اسکی ایک سننے کو تیار نہ تھے۔

"سب کو مار دیا، ختم کر دیا ظالمو نے۔۔" دل دہلا دینے والی آواز میں صدیوں کا کرب شامل ہوا۔ اسے لگا جیسے اس کے ذہن کی طنابیں چٹخنے لگیں ہوں۔ وہ لب بھینچ کر اپنے دل کو بکھرتا ہوا محسوس کرنے لگی۔

"خدیجہ۔۔۔!!!" اس کے شوہر کی آواز اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی۔

""ہوں۔۔۔" وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھی۔ اس نے بے اختیار اپنی نم آلود آنکھوں کو انگلیوں کی پوروں سے صاف کیا۔ وہ

شخص نظریں چرا کر اس کے سامنے والی خالی سیٹ پر بیٹھ گیا، ایسا لگتا تھا جیسے لڑکی کے آنسوئوں نے اسکی قوت گویائی سلب کر کے رکھ دی ہو۔ اس دراز قد مرد نے براؤن کلر کی جینز پر چاکلیٹ کلر کی شرٹ کے ساتھ لیدر کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ جب کہ اس کی جوان بیوی سیاہ رنگ کے عبایہ میں تھی۔ اس کا چہرہ غم کی جاگیر بنا ہوا تھا اور آنکھیں شدت گریہ کی وجہ سے سوج چکی تھیں۔

مرد کا دل تاسف کے گہرے احساس سے بھر گیا۔ اُس نے افسردہ نگاہوں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا جو نیلے رنگ کے کمبل میں لپٹا ہوا ماں کی گود میں گہری پر سکون نیند سو رہا تھا۔

''محمد احمد سو گیا کیا۔۔۔؟؟؟'' مرد نے اپنی بیوی کو مخاطب کیا جو ہونٹ کچلتے ہوئے آنکھوں میں تنی دھند کی چادر کو ہٹانے میں کوشاں تھی۔

''ہاں۔۔۔'' وہ بمشکل زور لگا کر بولی، لفظ اسکے تالو سے چمٹ گئے۔

''تم بھی سو جاؤ۔۔'' بے خوابی کے عطا کردہ بوجھل پن نے مرد کو نڈھال کر رکھا تھا لیکن اسے پھر بھی اپنی شریک سفر کی فکر تھی۔

''میں جاگ رہی ہوں، آپ برتھ پر جا کر تھوڑا ریسٹ کر لیں۔'' وہ ہاتھ میں پکڑے فیڈر کی سطح کو ناخنوں سے کھرچتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔ اُسے معلوم تھا آج کی رات رت جگا اسکا مقدر ہے۔

''ٹھیک ہے۔۔۔'' وہ فوراً ہی اسکی بات سے متفق ہوا اور کمبل اٹھا کر برتھ پر جا کر لیٹ گیا۔ ایک گھنٹہ کروٹیں بدلنے کے بعد کیبن میں اسکے خراٹے گونجنے لگے تو اسکی بیوی کا دل ایک دفعہ پھر کرب کی اتھاہ گہرائیوں میں گرنے لگا۔ وہ کھڑکی کے شیشے سے پار تاریکی میں باہر کے مناظر کو کھوجنے لگی۔ ایسی ہی تیرگی نے اسکے مقدر کو بھی اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔۔ اُسے پتا ہی نہ چلا آنسوئوں کے پر حدت قطرے مسلسل اسکے گالوں پر لڑھک رہے تھے، آج ان پر اسکا کوئی زور نہیں چل رہا تھا۔ دل و دماغ میں ایک حشر برپا تھا، ہر طرف دل کو چیر دینے والی آہیں اور سسکیاں تھیں۔۔۔ وہ رات بھی اسکا دکھ سمجھ چکی تھی۔۔۔۔ تبھی تو ایک محسوس کی جانے والی اداسی نم آلود ہوائوں کے ساتھ فضا میں بین کرنے لگی۔ بے ہنگم سوچوں نے اُس کے وجود کا حصار کر رکھا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ لامتناہی گردش کے کسی بھنور میں پھنس چکی ہو۔۔۔ اس وقت ٹرین کے اس کیبن میں بچے سمیت تین مسافر تھے اور چوتھا مسافر جسے صرف وہ لڑکی ہی دیکھ سکتی تھی اسکا نام تھا اجل۔۔۔ ہاں اجل یعنی موت۔۔۔۔ جو پر پھیلائے ان تینوں میں سے کسی ایک کو اپنی بانہوں میں سمیٹنے کو بے تاب تھی۔ ٹرین کی رفتار میں ایک دم ہی کمی آ گئی، ایسا لگتا تھا جیسے کوئی ماہر رقاصہ تھک کر آہستہ آہستہ زمین پر گرنے کی تیاری کر رہی ہو۔ اُس لڑکی نے اپنی گود میں موجود ننھے فرشتے کو دیکھا، جسے کچھ دیر پہلے ہی اس نے اپنے شوہر سے نظر بچا کر کھانسی کا شربت پلایا تھا جس کے زیر اثر وہ گہری نیند مزید کئی گھنٹے تک سو سکتا تھا۔

"آئی ایم سوری بیٹا۔۔" وہ اسکی پیشانی، آنکھوں، ہونٹوں اور رخساروں کو دیوانہ وار چوم کر آہستگی سے بولی۔ وہ نیند میں ہلکا سا کسمسایا۔ "تمہاری ماں کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔۔" بے بسی کے احساس کے زیر اثر اسکی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

گاڑی چلتے چلتے ایک جھٹکے سے رکی، اُس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا، اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی پھیل گئی۔ اسکے دماغ نے سیکنڈوں میں ایک فیصلہ کیا اور اس سوچ نے اس کے اندر توانائی کا ایک جہان بھر دیا۔ ریلوے اسٹیشن پر لگے زرد رنگ کے بلب کی روشنی میں اُس نے دیکھا، وہ کوئی بیوہ کی مانگ کی طرح اجڑا ہوا اسٹیشن تھا، جس پر اکا دکا گاڑیاں ہی رکتی ہونگیں لیکن شاید اس وقت دوسری طرف سے آنے والی گاڑی کا کوئی کراس تھا، جبھی ڈرائیور نے ٹرین یہاں روک دی تھی، اسی وجہ سے یہاں نہ تو کوئی مسافر موجود تھا اور نہ ہی کوئی نیچے اترا تھا۔ ریلوے اسٹیشن کی چھوٹی سی عمارت خاصی خستہ حال تھی اور اس کا فرش بھی جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔ کمروں کو زنگ آلود تالے لگے ہوئے تھے۔ جیسے انہیں کھولے ہوئے صدیاں گذر چکی ہوں۔ اُس لڑکی کا دل ایسے ڈوب کر دھڑکا جیسے آخری بار دھڑکا ہو، اس نے کنکھیوں سے اپنے شوہر کو دیکھا جو برتھ پر لیٹا ہوا تھا اور کمبل میں اسکے خراٹے بلند آواز میں گونج رہے تھے۔ اُس نے بچے کو ایک ہاتھ سے نرمی سے اٹھایا اور دوسرے ہاتھ میں باسکٹ پکڑی جس میں بچے کی ضرورت کا سارا سامان تھا۔ اس کے ہاتھوں کی لرزش اس کے اندرونی خلفشار کی عکاسی کر رہی تھی۔۔۔ جیسے ہی وہ ٹرین کے کمپارٹمنٹ کی گیلری میں آئی اُسے لگا جیسے وہ ایک پل میں صدیوں کا سفر طے کر آئی ہو۔ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا، سب مسافر خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے، اُس نے باسکٹ نیچے رکھ کر ٹرین کا بھاری بھر کم دروازہ زور لگا کر کھولا۔ بزنس کلاس کی وجہ سے اس بوگی میں مسافروں کی تعداد خاصی کم تھی، اکثر کیبن خالی ہی تھے۔۔ سخت سردی میں پوری ٹرین کی کھڑکیاں بند تھیں۔ وہ خوفزدہ انداز میں ٹرین سے نیچے اتری، یخ بستہ ٹھنڈی ہوا نے بدن کو چھوا تو اسے جھرجھری سی آگئی۔ اس نے ہراساں چہرے کے ساتھ دائیں بائیں دیکھا اور پھر اسکی نظر شیشم کے درخت کے نیچے رکھے سنگ مرمر کے بینچ پر پڑی۔ وہ سرعت سے اس جانب بڑھی اور چلتے چلتے رکی اور خوفزدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ دور کہیں کوئی آوارہ کتا بھونکا تھا۔ اس کا دل کانپ اٹھا لیکن جلد ہی اس نے خود کو حوصلہ دیا۔ اُسے ہر قیمت پر اپنے فیصلے پر عمل درآمد کرنا تھا۔ اُس لڑکی کی عقابی نظریں کسی محفوظ ٹھکانے کی تلاش میں تھیں، اچانک ہی اسکی نظر سنگ مرمر کے بینچ کے نیچے بنی ایک محفوظ جگہ پر پڑی، جہاں وہ اپنے جگر گوشے کو اس کہر جماتی سردی کی ٹھنڈک سے بچا سکتی تھی۔ اُس نے جلدی سے بینچ کے نیچے جھانکا اور تھوڑا سا جھک کر ٹوکری کو بینچ کے نیچے گھسایا اور سلیپنگ بیگ میں لیٹے بچے کو احتیاط سے لٹاتے ہوئے اسکا دل ایک لمحے کو ڈگمگایا۔

"مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔۔۔۔۔" وہ کسی جذباتی رو میں بہنے ہی لگی تھی کہ دماغ نے دل کو دھکا دے کر اوندھے منہ گرا دیا۔

"اپنے ہاتھوں سے مارنے سے بہتر ہے، اسے زندہ چھوڑ دو۔" دماغ نے اُسے ایک نئی راہ دیکھائی۔ اسی لمحے رات کے ہیبت ناک سناٹے میں ٹرین کی سیٹی کی آواز گونجی۔۔۔ اس کے اندر کرنٹ سا دوڑا اُس نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑا چھوٹا کمبل بھی اس سلیپنگ بیگ کے اوپر ڈال دیا تھا۔۔ پہلی نظر میں اب کسی کو بھی یہ احساس نہیں ہو سکتا تھا کہ اس بینچ کے نیچے کوئی جیتا جاگتا وجود سو رہا ہے چند ہی سیکنڈ بعد گاڑی ہلکی سی رینگی، وہ لڑکی بھاگ کر دوبارا ٹرین میں سوار ہوئی وہ اب دروازے میں کھڑی انتہائی صدمے بھرے انداز سے اپنے دل کے ٹکڑے کو خود سے دُور ہوتا دیکھ رہی تھی۔۔۔ اسکی رنگت خطرناک حد تک سپید پڑ گئی اور اسکا سارا وجود کانپنے لگا اور اسے لگا جیسے اسکی سانسیں حلق میں اٹک کر رہ گئیں ہوں۔ گاڑی پوری قوت سے ریل کی پٹریوں پر دوڑ رہی تھی۔ وہ ٹرین کے دروازے میں ایسے کھڑی تھی جیسے کسی نے وہاں کوئی سنگی مجسمہ نصب کر دیا ہو۔ جیسے جیسے ٹرین آگے بڑھ رہی تھی اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اسکا دل کسی اندھی کھائی میں ڈوب رہا ہو۔ سرد ہوا کے ٹھنڈے یخ جھونکے اسکے وجود سے ٹکرا رہے تھے لیکن وہ اس وقت موسم کی سختیوں سے بے نیاز ہو چکی تھی

اُسے دروازے میں کھڑے تقریباً بیس منٹ ہو چکے تھے اور اسکے شوہر کو ابھی تک اسکی غیر موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اس وقت وہ اذیت کی انتہا پر تھی۔ بیس منٹ کے اندر ہی پچھتاوں کے چالیس ناگ اسکے وجود کے گرد لپٹ چکے تھے۔

"یہ میں نے کیا، کیا۔۔؟" اس کا سر چکرانے لگا۔ اسکے باپ کو میں کیا جواب دوں گی کہ اسکی اولاد کو میں کس ویرانے میں پھینک آئی۔" اندر سے اٹھنے والی اس خوف کی لہر نے اسے چکرا کر رکھ دیا، وہ جذبات کی رو میں بہہ کر ایک غلط فیصلہ تو کر آئی تھی اور اب اسکے مضر اثرات اسے ساری زندگی بھگتنے تھے۔ اس گاڑی کی مخالف سمت سے دوسری پٹری پر ایک ٹرین کا انجن دُور سے کسی عفریت کی مانند آ رہا تھا۔ وہ اس وقت ہوش و حواس سے بیگانہ بس ایک ہی سوچ مین مگن تھی کہ اسے اپنے بچے کو اس ویران اسٹیشن سے اٹھا کر واپس لانا ہے۔

"مجھے زنجیر کھینچ کر گاڑی روکنی چاہیے۔۔۔۔۔" اس سوچ نے اسکے اندر توانائی کا ایک جہان بھر دیا، وہ جو دروازے کا ہینڈل مضبوطی سے پکڑے کھڑی تھی، اسکے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑی، دماغ چکرایا، اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن مخالف سمت سے آتی طاقتور ہواوں کے سامنے اس کی ایک نہ چلی اور اسکا پائوں پھسلا اور وہ چلتی گاڑی سے بہت بے رحم انداز میں گری

"محمد احمد۔۔۔۔۔" اس کے حلق سے چیخ نکلی، وہ مرنا نہیں چاہتی تھی لیکن مخالف سمت سے آتی ٹرین اس کے وجود کو روندتی چلی گئی۔ دُور کہیں ویرانے میں اجل نے حلق پھاڑ کر قہقہ لگایا اور اس لڑکی کا وجود سینکڑوں پر خچوں کی صورت فضا میں بکھر گیا۔ موت اس معصوم لڑکی کو بہت ظالمانہ انداز میں اپنے پنجوں میں دبوچ کر لے جا چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میر ہاؤس" کے ہال کمرے میں لگے گھڑیال کا گجر بلند آواز میں بجا۔۔ٹن کی آواز نے سناٹے کے تالاب میں لمحے بھر کو گرداب پیدا کیا اور پھر ایک بھید بھری خاموشی نے پورے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔طوفانی بارش رک چکی تھی لیکن درختوں کی ٹہنیوں سے الجھتی شائیں شائیں کی آواز عجیب سا تاثر دے رہی تھیرات کا پچھلا پہر تھا اور ماحول میں پر ہول سناٹا چھایا ہوا تھا۔درشہوار نے زبردستی اپنی چچازاد بہن طوبیٰ کا یخ ٹھنڈا ہاتھ پکڑا اور بالائی منزل سے گولائی کے رخ میں آتی سیڑھیاں اترنے لگی۔اس وقت مری کی فضاؤں میں سر درات تاریکی کا کمبل اوڑھے گہری نیند سو رہی تھی

"درشہوار۔۔۔پلیز۔۔۔۔"طوبیٰ نے اسکا ہاتھ دبا کر التجا کی۔وہ بادل نخواستہ اسکے ساتھ چل رہی تھی۔

"ہرگز نہیں۔۔۔"درشہوار کے انداز میں عجیب سی سرکشی اور بلا کا اعتماد تھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔"طوبیٰ کی آواز ہلکی سی کانپی۔

"""کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔"درشہوار نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ویسے بھی وہ کچھ ٹھان لیتی تو اس پر عمل درآمد کرنے سے اسے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔وہ میر ہاوس کی سب سے ضدی لڑکی مشہور تھی۔طوبیٰ دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کرتے ہوئے اس کے ساتھ گھر کے پچھلی سائیڈ پر بنے کوریڈور کی طرف نکل آئی جہاں پچھلے لان کا دروازہ تھا۔درشہوار نے چنیوٹی لکڑی کے بنے دروازے کے سنہری ہینڈل میں ہاتھ میں پکڑی چابی گھمائی اور تھوڑا سا زور لگانے سے زنگ آلود تالا ٹھک کر کے کھل گیا دونوں نے گھبرا کر اپنے لبوں پر ہاتھ رکھ لیے لیکن خیریت رہی،اس وقت میر ہاؤس کے مکین اپنے اپنے کمروں میں گہری نیند سوئے تھے۔

دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی باہر نکلیں،مری کی یخ ہوا کا ایک نم آلود جھونکا انہیں کپکپی میں مبتلا کر گیا۔رات کا آسمان بارش کے بعد اب ستاروں سے مزین تھا اور اجلی ہوئی چاندنی کی روشنی میں ہر چیز بہت پر اسرار اور کسی حد تک ہیبت ناک لگ رہی تھی۔

"درشہوار۔۔۔۔۔۔"طوبیٰ کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔

"خبردار،واپسی کی بات مت کرنا۔"درشہوار کی آنکھوں میں محسوس کی جانے والی ناراضی در آئی۔

"لیکن۔۔۔۔" طوبیٰ نے خوفزدہ نگاہوں سے میر ہائوس کے لان سے پار کچھ فاصلے پر گہرائی میں موجود گھنے جنگل کو دیکھا۔اگرچہ لان کی دیوار پر ایک اور باڑ لگا کر اسے جنگلی جانوروں سے محفوظ بنانے کی کوشش کی گئی تھی،لیکن طوبیٰ اور درشہوار نے اس کا بھی حل ڈھونڈ رکھا تھا پائن،شاہ بلوط،شیشم،صنوبر اور چیڑ کے گھنے درختوں والا یہ جنگل دن کی روشنی میں ہی خاصا خوفناک لگتا تھا اور چاندنی رات میں تو اس پر عجیب دل دہلا دینے والا رنگ چھایا ہوا تھا۔

"طوبیٰ جلدی چلو۔۔۔۔"درشہوار نے ٹارچ کی روشنی میں اپنی چچازاد کزن کو اشارہ کیا۔

"یار دفع کرو، واپس چلتے ہیں، میرا دل سخت گھبرا رہا ہے۔" طوبیٰ نے خوفزدہ نگاہوں سے سامنے لگے شیشم کے درخت کو دیکھا، جسکی ٹہنیوں کا سایہ زمین پر خوفناک قسم کے نقش و نگار بنا رہا تھا۔

"""سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔" در شہوار نے مڑ کر کھا جانے والی نگاہوں سے اُسے دیکھا۔ پھر ایک دم وہ ہو گیا، جس کی ان دونوں کو ہی توقع نہیں تھی۔ مری کی خاموش فضا میں گویا کسی نے صور پھونک دیا تھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تم دونوں کا۔۔۔" سمیر ہاؤس کا پچھلا دروازہ کھلا اور شاہ میر کا غصّے سے بھرپور چہرہ نمودار ہوا۔ آدھی رات کی خاموشی میں شاہ میر کی جھنجھلائی ہوئی آواز نے ان دونوں کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی۔ طوبیٰ کو مری کے سارے پہاڑ اپنے اوپر گرتے ہوئے محسوس ہوئے، رنگ فق تو در شہوار کا بھی ہو گیا تھا لیکن اس نے بڑی مہارت سے خود پر قابو پا لیا، ویسے بھی شاہ میر تو اس کا سگا بھائی تھا۔ اصل شامت تو طوبیٰ کی آنے والی تھی، جو اسکی چچازاد کزن ہونے کے علاوہ پکی حریف بھی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو بے عزت کروانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے

اب کیا سکتہ ہو گیا ہے تم دونوں کو۔۔؟" ان دونوں کی خاموشی پر وہ ہلکا سا چڑ کر گویا ہوا۔

"در شہوار۔۔۔۔میرو۔۔۔" طوبیٰ کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"خبردار، کچھ بھی مت بتانا۔۔" در شہوار نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تنبیہہ کی۔

"کیا بھنگ پی رکھی ہے تم دونوں نے۔؟ عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے۔؟ چلو اندر، جا کر بتاتا ہوں میں سب کو۔" شاہ میر کی دھمکی پر طوبیٰ اور در شہوار کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ وہ دونوں ہراساں نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں

"اب کیا دا جی کی مرسڈیز منگوائوں تم دونوں شہزادیوں کے لیے۔" شاہ میر انہیں اپنی جگہ کھڑے دیکھ کر سخت کوفت کا شکار ہوا۔

"آ رہے ہیں بھائی۔۔۔" در شہوار نے تھوک نگل کر اپنے خشک حلق کو تر کیا۔

"آئے دن ایڈونیچر سوجھتے ہیں مہارانیوں کو۔۔۔" وہ بالکل خواتین کی طرح طعنے دیتا ہوا ان کے آگے چل رہا تھا اور طوبیٰ اس لمحے کو کوس رہی تھی جب اس نے در شہوار کی باتوں میں آ کر "مشن امپاسیبل" پر کام کرنے کی حامی بھری تھی۔ میر ہاؤس، کشمیر پوائنٹ سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت بنگلہ تھا۔ اس کی زمین میر حاکم علی کے اباو اجداد کو انگریز حکومت نے اپنی خاص وفاداری کے انعام کے طور پر تحفتاً دی تھی، جس پر حاکم علی کے والد میر مراد علی نے گھر کی تعمیر کروائی تھی۔ بہت سال بعد جب مراد علی کا انتقال ہوا تو ان کے چالیسویں والے دن اس بنگلے میں اچانک ہی آگ بھڑک اٹھی اور کئی ملازم زندہ جل مرے۔ اُس کے بعد ان کے بیٹے میر حاکم علی نے اسے گرا کر دوبارا سے تعمیر کروایا اور اب وہاں میر حاکم کے دو بیٹوں محتشم علی اور خاقان علی کا

خاندان آباد تھا۔ جب کہ میر حاکم کی دو بیٹیاں بھی تھیں جن میں سے فوزیہ کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے دو بچے نمیرہ اور ارسل اسی گھر میں پل کے جوان ہوئے تھے، جبکہ دوسری بیٹی فائزہ اپنی فیملی کے ساتھ ملک سے باہر مقیم تھیں۔ حاکم علی کے بڑے بیٹے محتشم علی کے آگے تین بیٹے وہاج، برہان، شاہ میر اور ایک بیٹی درشہوار تھی اور ان کی بیوی تاجدار بیگم ان کی فرسٹ کزن اور حاکم علی کی سگی بھتیجی بھی تھیں۔ جب کہ محتشم سے چھوٹے خاقان علی کی دو شادیاں تھیں۔ پہلی بیوی شارقہ بیگم سے دو بیٹیاں انابیہ اور طوبیٰ تھیں، طوبی کی پیدائش پر کوئی پیچیدگی ہونے کی وجہ سے مزید اولاد نہیں ہو سکتی تھی اس لیے انہوں نے بیٹے کے لیے دوسری شادی ندرت بیگم سے کی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ان کی دوسری بیوی ندرت بیگم سے بھی ان کی کوئی بھی اولاد نہ ہو سکی۔ میر حاکم علی کی بڑی بیٹی فوزیہ اور اس کے شوہر کی اچانک فضائی حادثے میں موت کے بعد ان کے دونوں بچوں نمیرہ اور ارسل کو "میر ہاؤس" میں ندرت بیگم کی گود میں ڈال دیا گیا، ان کی پرورش انہوں نے کی تھی اس طرح اس گھر میں چار لڑکیاں اور چار لڑکے تھے جن میں سے وہاج بھائی اپنے دا.جی اور والد محتشم علی کے ساتھ سیاست میں اور برہان ڈاکٹریٹ کر کے قائد اعظم یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر اور شاہ میر پاک آرمی میں کیپٹن رینک پر آجکل اپنی یونٹ کے ساتھ کھاریاں کینٹ میں پوسٹڈ تھا، جبکہ ارسل یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا۔ برہان کا نکاح اس وقت اپنی چچازاد کزن انابیہ سے کر دیا گیا تھا جب وہ پی ایچ ڈی کرنے کے لیے ملک سے باہر جا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میر ہاؤس" کے ہال کمرے میں اس وقت ایک عدالت سجی ہوئی تھی۔۔ عدالت میں جج کے فرائض درشہوار اور شاہ میر کی والدہ تاجدار بیگم سرانجام دے رہی تھیں۔ جنہیں سب تائی امی کہتے تھے، وہ میر حاکم کی چہیتی بہو اور میر محتشم صاحب کی بیگم تھیں، میر ہاؤس میں زیادہ تر انہی کی حکمرانی چلتی تھی۔ ہال کمرے میں بہت قدیم اور قیمتی شاہ بلوط کی لکڑی کا بنا فرنیچر رکھا ہوا تھا، دیواروں پر بیش قیمت فریموں میں جڑی میر حاکم علی کے خاندان کے اباء اجداد کی شاہانہ تصویروں سے جھلکتا غرور، اس گھر کے اکثر مکینوں کی آنکھوں میں بھی نظر آتا تھا۔ برٹش انڈیا کے دور کے فوجی یونیفارم میں حاکم علی کے بزرگوں کی کچھ تصاویر بھی موجود تھیں۔ ہال کمرے کے سینٹر میں ایرانی قالین بچھا ہوا تھا اور ایک سائیڈ پر شیشے کی بڑی سی ڈائننگ میز کے ارد گرد بارہ کرسیاں ترتیب سے رکھی ہوئیں تھیں، یہ کمرہ لاونج اور ڈائننگ روم دونوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی تھا۔ ہال کے ایک سائیڈ پر چنیوٹی لکڑی کا بنا ایک بڑا شاندار سا تخت رکھا ہوا تھا جس پر ویلوٹ کی پوشنگ کی گئی تھی۔ اسی تخت پر اس وقت تاجدار بیگم اپنی دونوں دیورانیوں شارقہ بیگم اور ندرت بیگم کے ساتھ موجود تھیں، شارقہ بیگم کا انداز برہم اور ندرت بیگم کے انگ انگ سے بے چینی اور تجسس ٹپک رہا تھا۔ ایرانی قالین پر دو مجرم، درشہوار اور طوبی کی شکل میں موجود تھے اور عینی گواہ کیپٹن شاہ میر اس وقت ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر آلتی پالتی مارے مزے سے ٹھنڈا ٹھار تربوز کھاتے ہوئے طوبی کا سرخ چہرہ اپنی شوخ نظروں کے حصار میں لیے ہوا

تھا

"سچ سچ بتائو، کیا کرنے کیا گئیں تھیں وہاں آدھی رات کو۔۔؟" تاجدار بیگم نے سلگ کر اپنی صاحبزادی درشہوار کو دیکھا۔

"ذرا سوچیں امی، اگر میری آنکھ نہ کھلتی تو صبح ان کی لاشیں ہی ملتیں اس جنگل سے۔۔۔" شاہ میر کی شرارتی آنکھوں میں چمکتے جگنوؤں اگر اس سمے طوبیٰ کے ہاتھ آ لگتے تو وہ ان کی گردن مڑوڑ کر کسی گہری کھائی میں پھینک آتی۔

"اچھا ہے آپ لوگوں کا جہیز کا خرچہ بچ جاتا۔۔۔" ایسی سچوئشن میں اتنا جذباتی اور بے باک جملہ اس گھر کی ایک ہی لڑکی کی طرف سے آسکتا تھا اور وہ تھی وہاج، برہان اور شاہ میر کی اکلوتی بہن درشہوار۔۔۔اسکی بھوری آنکھوں سے جھلکتی ذہانت اور شوخی کے ساتھ ساتھ بغاوت کے رنگ تاجدار بیگم کی راتوں کی نیند حرام کرنے کے لیے کافی تھے، وہ جانتی تھیں کہ اس کا ہر معاملے میں بے دھڑک روئیہ کسی دن گھر کے مردوں کو بُری طرح کھٹکنے لگے گا۔ ابھی تک تو وہ اپنے تین بھائیوں، باپ، چچا اور داجی سب کی ہی لاڈلی تھی، اور اس چیز کا ناجائز فائدہ بھی اکثر اٹھاتی رہتی تھی۔

"اچھا تو ہمارا جہیز کا خرچہ بچانے کے لیے خودکشی کرنے جارہیں تھیں آپ، وہ بھی اپنی مشیر خاص طوبیٰ محتشم علی کے ساتھ۔" شاہ میر نے اپنا قہقہہ حلق میں دبایا کیونکہ نقصِ امن کا اندیشہ تھا۔

"آپ تو چپ رہیں، سارا فساد ہی آپکا پھیلایا ہوا ہے، ایسے ہوتے ہیں بھلا بڑے بھائی، اونہہ۔۔۔" درشہوار نے اپنے سے پانچ سال بڑے بھائی کی طبعیت صاف کی، اس کی اس بدتمیزی پر تاجدار بیگم نے بے چینی سے پہلو بدلا اور ان کی دیورانی ندرت بیگم نے طنزیہ نگاہوں سے اپنی سوتن شارقہ بیگم کو دیکھا، جو اس وقت کھا جانے والی نگاہوں سے اپنی بیٹی طوبیٰ کو دیکھ رہیں تھیں جو ہر معاملے میں درشہوار کی "کرائم پارٹنر" کہلاتی تھی۔ درشہوار اور طوبیٰ ہم عمر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ہی کالج میں پڑھتی تھیں، دونوں میں ہی بلا کی دوستی اور انڈراسٹینڈنگ تھی۔ میر ہاؤس کی خواتین کو ان کی آئے دن کی شرارتوں نے سخت بیزار کر رکھا تھا۔

"ہائے ہائے بھابھی، دیکھیں ذرا درشہوار کو، اسے تو چھوٹے بڑے کسی کا بھی لحاظ نہیں۔" خاقان علی کی دوسری بیگم ندرت چچی نے فوراً ہی لبوں پر ہاتھ رکھ کر مصنوعی حیرانگی کا اظہار کیا۔ ان کی اوور ایکٹینگ درشہوار کو سخت ناگوار گذری لیکن یہ موقع اپنی زبان کے جوہر دیکھانے کا نہیں تھا۔

"بہت زبان چلتی ہے تمہاری۔۔۔" تاجدار بیگم نے جھنجھلا کر اپنے سامنے رکھا پاندان زور سے بند کیا۔

"اب بندہ اپنے حق کے لیے بولے بھی ناں۔۔۔" اس دفعہ صاحبزادی کی آواز میں ذرا دم کم تھا۔

"یہ تقریر اپنے داجی اور باپ کے سامنے کرنا، مال روڈ پر پھانسی کے پھندے سے لٹکا دیں گے۔" وہ تڑخ کر بولیں۔

"نہیں اس کے لیے ایوبیہ، بہتر جگہ ہے، مال روڈ پر رش بہت ہوتا ہے۔" درشہوار کی زبان پھر پھسلی اور اپنی دونوں

دیورانیوں کے سامنے اکلوتی بیٹی کی زبان درازی نے تاجدار بیگم کو سخت خفت میں مبتلا کیا۔

"دیکھو شاہ میر، کیسے پٹر پٹر جواب دے رہی ہے ماں کو، یہ طوبیٰ بھی تو ہے مجال ہے بچی نے پلٹ کر ایک لفظ بھی کہا ہو۔" تاجدار بیگم کا پارہ ہائی ہوا۔ شاہ میر مسکراتا ہوا جھٹ سے طوبیٰ کے بالکل سامنے آن کھڑا ہوا۔ طوبی کا بے اختیار دل چاہا کہ وہ اس فسادی کو مکھی بنا کر دیوار پر چپکا دے۔

"خیر یہ بچی بھی کسی سے کم نہیں، یاد نہیں وہاج بھائی کے پالتو کتے کی ٹانگ زخمی کر دی تھی اس نے پتھر مار کر۔۔۔" شاہ میر نے کچھ عرصے پہلے کا واقعہ ہنستے ہوئے یاد دلایا تو طوبیٰ نے بے اختیار اسے دل میں تین چار نا قابل اشاعت گالیوں سے نوازا۔

"ہاں تو پیٹ پر چودہ ٹیکے لگوانے سے اچھا ہے، بندہ اس کتے کے ساتھ ہی کتے والی کر دے۔" در شہوار نے اپنی کزن کی بیسٹ فرینڈ ہونے کا حق ادا کیا۔

"در شہوار، زبان بند کرواپنی۔۔۔!!!" تاجدار بیگم کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا۔

"توبہ توبہ بھابھی، میں تو اس وقت سے سوچ رہی ہوں، اس جنگل میں تو کوئی دن کی روشنی میں بھی جانے کی ہمت نہیں کرتا، ان لڑکیوں کو بھلا سوجھی کیا، جو وہاں چل دیں منہ اٹھا کر۔۔۔؟ ندرت چچی نے اسٹار پلس کی کسی کٹنی ساس کی طرح ہاتھ مل کر سب کی توجہ ایک دفعہ پھر اسی جانب مبذول کروادی جہاں سے در شہوار اپنی ذہانت سے انہیں ہٹا چکی تھی۔

"اب منہ میں زبان نہیں ہے تم لوگوں کے، آخر ایسی کون سی موت پڑ گئی تھی۔؟" پان کے پتے پر چونا لگاتیں شارقہ بیگم بھی کار خیر میں اپنا حصّہ ڈالنے کو بول پڑیں، ویسے بھی جہاں ان کی سوکن ندرت بیگم اظہار خیال فرما دیتیں، وہاں ان کا بولنا بھی واجب ہو جاتا تھا

"آپ لوگ تو پیچھے ہی پڑ گئے ہیں چچی جان۔۔۔" در شہوار نے بُرا سا منہ بنایا۔

"دیکھیں لیں بھابھی۔۔۔" ندرت چچی کا انداز سر اسر آگ لگانے والا تھا۔

"اپنی اولاد تو ہے نہیں اور دوسروں کے بچوں کو ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔" در شہوار نے دل ہی دل میں ندرت چچی کو خراج تحسین پیش کیا، جبکہ طوبیٰ تو ہراساں نگاہوں سے اپنی والدہ شارقہ بیگم کے ماتھے پر پڑے بل گننے میں مصروف تھی۔

"آلینے دو ذرا تمہارے دا جی کو، تمہاری تو اچھی ٹیوننگ کرواؤں گی۔" تاجدار بیگم نے اپنے سسر کا نام لے کر ڈراوا دیا۔

"بس فیصلہ ہو گیا، ایک دفعہ انہی کے ہاتھوں بے عزت کروا لیجئے گا، ابھی تو سکون سے ناشتہ کرنے دیں۔" در شہوار بے تکلفی سے شاہ میر کا ہاتھ پکڑ کر ڈائننگ ٹیبل پر لے آئی اور مزے سے بھائی کے ساتھ مل کر تربوز کھانے لگی۔

در شہوار کی اس حرکت پر تاجدار بیگم کھسیا کر رہ گئیں، لیکن دل ہی دل میں وہ صاحبزادی کی علیحدگی میں جھاڑ پٹی کرنے کا عہد کر چکیں تھیں، اس موقعے پر اپنی دونوں دیورانیوں کے سامنے مزید تفتیش کرنا خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کا مترادف تھا، اس لیے وہ کڑوا گھونٹ بھر کر رہ گئیں۔

"بھئی میرا تو دماغ چٹ کر دیا ہے اس لڑکی نے، اسکا باپ ہی پوچھے گا اسے۔۔" انہوں نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف سے معاملے پر مٹی ڈالی اور بیزاری سے ملازمہ کو آوازیں دیتیں ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئیں، ندرت بیگم سخت بے مزا ہوئیں۔ در شہوار تو ہے ہی ازل سے لاپرواہ، کم از کم طوبیٰ تمہیں ہوش کے ناخن لینے چاہیے۔" ندرت بیگم نے اپنی سوتن کو تپانے کے لیے سارا ملبہ طوبیٰ پر ڈالا، جو کینہ طوز نگاہوں سے در شہوار اور شاہ میر کی طرف دیکھ رہی تھی، اس حملے پر بوکھلا گئی۔

"خاقان صاحب کو پتا چلا تو بہت خفا ہونگے۔۔" ان کی اگلی بات پر طوبیٰ سے زیادہ اسکی والدہ شارقہ بیگم کا رنگ فق ہوا۔

"آپکے علاوہ اور کون بتائے گا انہیں، بارہ مصالحے کی چٹ پٹی چاٹ بنا کر۔" در شہوار تربوز کھاتے ہوئے منہ میں بڑبڑائی تو شاہ میر کو ہنسی آ گئی۔ طوبیٰ کو لگا جیسے دونوں بہن بھائی اس پر ہنس رہے ہوں، وہ دل ہی دل میں در شہوار سے سخت خفا ہو گئی۔

"تم چلو ذرا کمرے میں۔۔" شارقہ بیگم کا لہجہ سخت اور آنکھوں سے ناراضی چھلک رہی تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور دل ہی دل میں آل تو جلال تو کا ورد کرنے لگی۔ اسے معلوم تھا در شہوار ہمیشہ کی طرح دودھ سے مکھی کی طرح نکل جائے گی اور حسب سابق پھندہ طوبیٰ کی پتلی گردن میں ہی پھنسے گا کیونکہ شارقہ بیگم، اپنی بیٹیوں کو کسی قسم کی رعایت دینے کے حق میں نہیں تھیں اور خاقان صاحب کی دوسری شادی کے بعد ان کا مزاج تو ویسے ہی عجیب سا ہو گیا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتیں اور پھر بلند آواز میں رونے لگتیں۔ وہی ہوا، کمرے میں پہنچتے ہی ان کا پارہ آسمان کو چھونے لگا۔

"کون سا خزانہ چھپا ہوا تھا اس جنگل میں، جسکی تلاش میں آدھی رات کو نکلیں تھیں باہر۔" انہوں نے اسکا بازو جھنجھوڑ کر ناراضی سے پوچھا۔ وہ شرمندگی سے سر جھکا کر دبک کر بیٹھ گئی، کمرے میں موجود انابیہ نے اپنی واڈروب سیٹ کرتے ہوئے گھبرا کر ماں کا مشتعل انداز دیکھا۔

"دیکھنا وہ شاطر عورت کیسے بھڑکائے گی تمہارے باپ کو، وہ تو پہلے ہی چار چار دن حال نہیں پوچھتے ہمارا۔" شارقہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ گھما کر دو چار تھپڑ رسید کر دیتیں اسے۔

"""پتا نہیں کس دن عقل آئے گی تمہیں، اللہ نے بھی بیٹیوں کی کھیپ اٹھا کر ڈال دی میری جھولی میں، کیا تھا ایک بیٹا ہی دے دیتا۔" ہمیشہ کی طرح وہ گرجتی برستی اسی تلخ موضوع کی طرف آ گئیں جو بہت سالوں سے ان کی دکھتی رگ بنا ہوا تھا۔

"ہزار دفعہ بتایا ہے، جیٹھانی صاحبہ تو سسر کی ناک کا بال بنی رہتیں ہیں اور در شہوار دادا کی چہیتی، ہمیں کون گھاس ڈالتا ہے

اس گھر میں، جس دن غصّہ آیاناں انہیں، ہاتھ پکڑ کر نکال باہر کریں گے ہم تینوں ماں بیٹیوں کو۔" شارقہ بیگم اتنی جذباتی ہوئیں کہ آنسوئوں سے انکاگلا رندھ گیا، طوبیٰ کو یوں لگا جیسے کسی نے اسکے منہ پر طمانچہ دے مارا ہو۔ انابیہ نے ایک ملامتی نگاہ چھوٹی بہن پر ڈالی اور واڈروب کا پٹ بند کر کے پریشانی سے ماں کی طرف بڑھی۔

"آپ کیوں ہلکان کر رہیں ہیں خود کو، سمجھادوں گی میں اسے۔" اس نے ہمیشہ کی طرح انہیں دلاسا دینے کی کوشش کی۔

"کچھ عقل دے دو اسے، ورنہ کہہ دوں گی میں تمہارے باپ کو، کہیں رشتہ دیکھ کر رخصت کریں اسے، میری جان کی تو خلاصی ہو۔" وہ ٹھیک ٹھاک گرج برس کر کمرے سے نکلیں تو طوبیٰ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"سچ سچ بتاؤ، وہاں جانے کا مشورہ درشہوار نے دیا تھاناں۔۔؟۔" انابیہ کے درست اندازے پر طوبی رونا بھول گئی، ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے ناک کو رگڑا دیا۔ اس وقت دنیا جہاں کی معصومیت اسکے چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔

"ہاں۔۔۔" اس کے حلق سے پھنسی ہوئی آواز نکلی۔ اسکی بے وقوفیوں کے قصّے تو پورے مری میں مشہور ہیں، تم کیوں آنکھیں بند کر کے چل پڑتی ہو اسکے پیچھے۔" انابیہ کو اس پر غصّہ آیا۔

"اب شرافت سے بتائو، کیا کرنے گئیں تھیں وہاں۔؟؟؟"

"برگد کے درخت پر منت کا دھاگہ باندھنے۔۔۔" طوبیٰ نے ہلکا سا جھجک کر بتایا۔ ویسے بھی سگی بہن سے کیا پردہ تھا اس کا۔

"اوہ میرے خدایا۔۔۔ وہ سو سالہ پرانا آسیب زدہ درخت۔۔۔؟" انابیہ کی آنکھیں خوف سے پھٹنے کے قریب آ گئیں۔

"تم لوگ آدھی رات کو وہاں جا رہیں تھیں۔۔؟" اُسے ابھی تک یقین نہیں آیا۔

مجھے تو درشہوار نے کہا تھا۔۔۔" اس نے گھبرا کر اپنی صفائی دی۔

"ہاں ناں، درشہوار کہتی ہے، چاند کی چودھویں کو وہاں دھاگہ باندھنے سے دل کی ہر مراد پوری ہو جاتی ہے۔" طوبی کا معصومانہ انداز اسے سلگا کر رکھ گیا۔

"شرم کرو، ایک مسلمان لڑکی ہو کر ایسا غلط عقیدہ، بھلا درختوں پر دھاگے ٹانکنے سے بھی دل کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، ان کو پورا کرنے والی ذات تو انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بہت افسوس ہوا، تم ایسی فضول چیزوں پر یقین کرتی ہو۔۔" انابیہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"بائی داوے، کون سی دل کی مراد تھی وہ، جس نے تمہیں جان ہتھیلی پر رکھنے پر مجبور کر دیا، اور تم اس بے وقوف کا ہاتھ پکڑ کر چل دیں۔" انابیہ نے محض اپنی معلومات میں اضافے کے لیے پوچھا۔

"پتا تو ہے، ایف ایس سی کا رزلٹ آنے والا ہے۔۔۔" اس نے نظریں چرا کر مزید کہا۔ "کیمسٹری کا پرچہ بھی تو بہت بُرا ہوا

تھا۔" اسکے رنجیدہ لہجے پر انابیہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی تھی۔

"تم نے اور درشہوار نے پڑھا بھی کب تھا۔" انابیہ نے یاد دلایا۔" یاد نہیں کیمسٹری کے پرچے سے ایک دن پہلے تو تم دونوں بندر پکڑنے کی مہم پر نکلیں ہوئیں تھیں پنڈی پوائنٹ پر۔" انابیہ کی یاداشت بہترین تھی اور اس دن کا قصہ تو اسے ازبر تھا، کیونکہ ڈرائیور نے گھر آ کر ان کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔

"وہ تو شاہ میر کے ساتھ شرط لگی تھی ہماری۔۔۔" اس نے جھٹ سے صفائی پیش کی۔

"وہ کون سا کسی سے کم ہے، اُس بندر والی بات کا جب تائی اماں کو پتا چلا تھا تو صاف مکر گیا کہ اس نے ایسی کوئی شرط لگائی ہی نہیں۔" انابیہ نے اس کے پرانے زخم تازہ کر دیئے۔

"وہ تو ہے ہی خبیث روح۔۔" طوبیٰ کو ایک دم ہی غصّہ آ گیا۔

"""دونوں بہن بھائی ہی ایک نمبر کے فسادی، اور سازشی ہیں، اب آج کا ہی واقعہ دیکھ لو، درشہوار کو کوئی کچھ نہیں کہے گا اور سارا نزلہ گرے گا تم پر، اس لیے بار بار سمجھاتی ہوں، ان دونوں بہن بھائیوں کی باتوں میں آنے کی ضرورت نہیں۔ انابیہ نے ایک دفعہ پھر اسے لمبا لیکچر دیا۔

"برہان بھائی تو ایسے نہیں ہیں۔۔" طوبی کے منہ سے نکلنے والے اس بے ساختہ جملے پر وہ ایک دم بلش ہوئی۔ طوبی نے دلچسپی سے بہن کے چہرے پر اترتی دھنک دیکھ کر شوخی سے آنکھیں مٹکائیں۔

"وہ بھی تو شاہ میر اور درشہوار کے ہی بھائی ہیں، لیکن کوئی فالتو بات نہیں کرتے۔"

وہ تو خیر "فالتو" کیا "ضروری" بات بھی نہیں کرتے کیونکہ انہیں اس گھر میں کوئی اپنے لیول کا لگتا ہی نہیں۔۔" انابیہ کو نکاح کے بعد برہان کا سرد رویئہ بہت دکھی کرتا تھا۔ اسکا اظہار وہ اکثر ہی اٹھتے بیٹھتے نادانستگی میں بھی کر جاتی۔

"تو پھر کیا خیال ہے، ایک دھاگہ ان کے لیے بھی باندھ آئیں، برگد کے درخت پر۔" طوبیٰ نے شرارتی انداز سے انابیہ کو چھیڑا۔

""فضول باتیں مت کرو طوبیٰ، میرے عقائد الحمد اللہ بالکل ٹھیک ہیں، تم اپنا قبلہ درست کرو،، ورنہ ندرت امّی، بابا کو بھڑکاتی رہیں گی اور ہماری امّی بیچاری کی شامت آتی رہے گی۔ انابیہ کی حساس طبعیت کو اپنی ماں کا دکھی ہونا گوارہ نہیں تھا۔" ہاں بابا کو بھی تو پوری دنیا میں نیک، شریف اور ستی ساوتری قسم کی مخلوق بس ندرت امّی اور ان کی لے پالک اولاد، نمیرہ ہی لگتی ہے۔" طوبیٰ اپنے مخصوص منہ پھٹ انداز میں ناک چڑھا کر بولی۔

"بہت بُری بات ہے طوبیٰ، نمیرہ ہماری بھی تو سگی پھپھو کی بیٹی ہے۔۔۔" انابیہ نے اسے یاد دلایا۔

''کاش جس حادثے میں فوزیہ پھپھو اور ان کے شوہر کا انتقال ہوا، اس جہاز میں یہ کم بخت نمیرہ بھی ساتھ ہوتی۔''اس کے حسرت بھرے انداز پر انابیہ کو ہنسی آگئی۔ وہ جانتی تھی کہ در شہوار اور طوبیٰ، دونوں کی نمیرہ سے بالکل نہیں بنتی تھی، اسکی بڑی وجہ اس کی لگائی بجھائی کی عادت تھی، اوپر سے وہ اپنے دونوں ماموں اور نانا کی بھی چہیتی تھی، یہ اور بات کہ در شہوار کے سامنے اکثر اسکا پتا بھی کٹ جاتا تھا۔

''ابھی تک پہنچی نہیں وہ ''بی بی سی مری'' چسکے لینے۔۔۔''انابیہ نے حیرانگی کا اظہار کیا ہی تھا کہ اسی لمحے ان کے کمرے کا دروازہ دھڑ کر کے کھلا اور نمیرہ کا پرجوش چہرہ سامنے دیکھ کر دونوں بہنوں کے ارمانوں پر اوس گر گئی۔

''سنا ہے، بہت بے عزتی خراب ہوئی ہے آج ''کچھ''لوگوں کی۔''نمیرہ نے چیونگم چباتے ہوئے طنزیہ انداز میں طوبیٰ کا خفت زدہ چہرہ دیکھا۔

''تمہیں کس نے کہا۔۔؟''وہ صاف مکر گئی اور فوراً وظیفوں کی کتاب کھول کر خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی۔

''شاہ میر بتا رہا تھا۔۔''نمیرہ نے کنکھیوں سے اسکے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ کر چٹخارہ لیا۔

''ایک نمبر کا جھوٹا اور فسادی ہے وہ، اسے تو انڈیا کی سرحدوں پر چھوڑ آنا چاہیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔''وہ حسب عادت بھڑک اٹھی۔

''اوں ہوں۔۔۔''انابیہ نے ہلکا سا ہنکارہ بھر کر اسے زبان بندی کا اشارہ کیا۔

''ویسے کرنے کیا گئیں تھیں تم دونوں وہاں۔۔؟''اس نے دائیں بائیں دیکھ کر رازداری سے پوچھا۔

''تمہارے لیے رنگ گورا کرنے والی جڑی بوٹیاں لینے۔۔۔۔''طوبیٰ کے بے ساختہ انداز پر نمیرہ اچھی خاصی جھینپ گئی، اسے گھر کی باقی لڑکیوں کے مقابلے میں اپنی گندمی رنگت کا کمپلیکس بہت رہتا تھا۔

''اچھا بکو مت۔۔۔''وہ ایک دم جھینپ گئی۔

''تمہارے سر کی قسم۔۔۔''طوبیٰ نے فوراً ہی جھوٹی قسم کھالی۔''خیر چھوڑو امتحان میں کامیابی کا وظیفہ ملا ہے مجھے، کرو گی۔؟''اس نے فوراً ہی نمیرہ کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور وہی ہوا، اسے اپنے آنے کا مقصد بھول کر رزلٹ کی فکر پڑ گئی۔

''قسم سے جلدی بتاؤ، میرا تو کیمسٹری کے ساتھ ساتھ پاک اسٹڈیز کا پرچہ بھی سخت بُرا ہوا تھا۔''وہ بے چینی سے اسکے بالکل پاس آکر بیٹھ گئی۔

''میں تو ابھی تک حیران ہوں، تم قائداعظم کے چودہ نکات کی بجائے اٹھارہ کیسے لکھ آئیں۔''طوبیٰ نے ہنس کر اسکا مذاق

اڑایا، وہ در شہوار اور نمیرہ تینوں کلاس فیلوز تھیں، جبکہ انابیہ ان سے دو سال سنئیر تھی۔

"مسئلہ چودہ نکات کا نہیں ان زائد چار نکات کا تھا، جو مجھے پتا ہی نہیں چل رہے تھے کہ میرے کون سے ہیں اور قائد اعظم کے کون سے۔؟" نمیرہ کے خجالت بھرے انداز پر دونوں بہنوں کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

"اچھا، اچھا، اب تم دونوں مذاق مت اڑاؤ، اور وظیفہ بتاؤ جلدی سے، آج ہی شروع کرتی ہوں۔" وہ منہ بنا کر گویا ہوئی۔

"رہنے دو، مشکل ہے، تم نہیں کر سکو گی۔" طوبیٰ کے چیلنج دلاتے انداز پر نمیرہ پر جوش ہوئی۔ "کیوں نہیں کر سکوں گی، تم بتاؤ تو سہی۔"

"درود شریف کی روزانہ پانچ سو دفعہ تسبیح، کر لو گی ایک ہی جگہ بیٹھ کر۔۔" طوبیٰ نے لاپرواہی سے بتاتے ہوئے کتاب بند کی۔

"پانچ سو تسبیح۔۔۔ روزانہ۔۔۔؟؟؟ نمیرہ کے غبارے سے ہوا نکل گئی اور اس نے بوکھلا کر اپنی کزن کی شکل دیکھی۔

"میں نے کہا تھا ناں، تم نہیں کر سکو گی۔۔۔" ایک کمینگی سے بھرپور مسکراہٹ طوبیٰ کے چہرے پر ابھری، اس نے بھی نمیرہ کی نفسیات پر پی ایچ ڈی کر رکھی تھی اور وہی ہوا جس کا اسے یقین تھا۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں، ابھی جا کر شروع کرتی ہوں میں۔" وہ پر عزم انداز کے ساتھ اٹھی اور سرعت سے کمرے سے نکل گئی، اسکے نکلتے ہی طوبیٰ نے ایک آنکھ دبا کر انابیہ کی طرف شوخی سے اشارہ کیا، جو اسکی شرارت سمجھ چکی تھی۔

"اب تم بھی یہیں وظیفہ کرو گی کیا۔۔۔؟ انابیہ پریس کیا ہوا سوٹ واڈروب میں ہینگ کرتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"جی نہیں، اپنے لیے تو کوئی آسان سا ڈھونڈوں گی۔۔" وہ مسکراتے ہوئے ایک دفعہ پھر کتاب پر جھک گئی اور انابیہ کو اسکی بات پر نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ ٹی وی لائونج میں رکھے کائوچ پر افسردہ انداز میں لیٹی ایکوریم میں گولڈ فش کو تیرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظریں ایکوریم کی لال پیلی روشنیوں پر اور دماغ کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔ گولڈن فش پر سکون ماحول میں قلابازیاں کھا رہی تھی، اور کچھ ایسی ہی اچھاڑ پچھاڑ رومی کے دماغ میں جاری تھی۔ اس کے ماتھے کی ابھری ہوئی رگ اس کی اندرونی خلفشار کی عکاسی کر رہی تھی۔ ایک بے چارگی آمیز کرب اسکی نیلگوں آنکھوں سے صاف چھلک رہا تھا۔ یہ اسلام آباد کے ایف سیون سیکٹر میں واقع ایک اسٹائلش سے بنگلے کا اندرونی منظر تھا۔ اسکا انٹرئیر منفرد، دلکش اور دوسروں کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کروانے تھا۔ لائونج کی ایک دیوار شیشے کی تھی، جس سے لان میں بنائی گئی مصنوعی آبشار، سوئمنگ پول اور بے تکلفی سے گھومتا ہوا مور ہر وقت نظر آتا تھا۔ اس بنگلے

کے سیکنڈ فلور پر رومیصہ کی ماں ٹینا بیگم کا مشہور معروف بیوٹی سیلون، سپا اور جم تھا، جسکا راستہ پچھلے لان کی جانب تھا، ساری آمد و رفت وہیں سے ہوتی تھی۔ فیشن انڈسٹری میں ٹینا بیگم کا نام کسی تعارف کی محتاج نہیں تھا، ان کے بیوٹی سیلونز کی ایک چین "ٹیناز" کے نام سے مختلف شہروں میں موجود تھی اور حال میں انہوں نے ایک ڈیزائنر لان بھی مارکیٹ میں متعارف کروا کر دھوم مچا دی تھی۔ رومیصہ نے سائیڈ میز پر رکھے فیشن میگزین کو اٹھا ایک دفعہ پھر مجروح نگاہوں سے دیکھا، اس کے ایک سیگمنٹ شوبز مصالحہ میں ٹینا بیگم اور مشہور و معروف بیوروکریٹ سیف الرحمن کے تازہ ترین اسکینڈل کو بڑا ہائی لائٹ کیا گیا تھا اور تجزیہ نگار کا کہنا تھا ٹینا بیگم عنقریب اپنے تیسرے شوہر ہارون رضا سے جان چھڑا کر سیف الرحمن سے چوتھی شادی کرنے کے چکر میں ہیں۔ اس خبر نے رومیصہ کی روح تک کو زخمی کر دیا تھا، پانچ فٹ سات انچ ہائیٹ کے ساتھ ٹینا بیگم ماڈلز والا فگر رکھتیں تھیں، چھیالیس سال کی عمر میں بھی ایک چلتی پھرتی قیامت تھیں۔ فیشن میگزین میں ان کی کچھ تصاویر کو بڑے نمایاں انداز میں شائع کیا تھا جس میں ٹینا بیگم کے سلیو لیس بلائوز اور شیفون کی ساڑھی میں جسم کے دلکش پیچ و خم بالکل نمایاں تھے۔ پہلے شوہر سے ٹینا بیگم کی دو بیٹیاں، شیری اور رومی تھیں اور اسکے بعد انہوں نے اولاد کے نام پر کوئی اور بچہ پیدا کرنے کی غلطی نہیں کی۔ ان کی بڑی بیٹی شیریا ولیولز کے بعد لاء کی ڈگری لینے ملک سے باہر چلی گئی تھی اور چھوٹی رومیصہ عرف رومی ان کے ساتھ تھی۔ جس کے ساتھ ان کے تعلقات سخت کشیدہ رہتے تھے۔ اسکا اندازہ شیری کو پاکستان سے آنے والی فون کالز سے ہوتا رہتا۔ ٹینا بیگم، رومیصہ کو بھی ہائر اسٹڈیز کے لیے باہر بھجوانا چاہتیں تھیں اور رومی پاکستان چھوڑنے کے لیے کسی قیمت پر بھی تیار نہیں تھی۔ رات اسی بات پر پھر ماں بیٹی کے درمیان سخت جھگڑا ہوا، جس کے نتیجے میں رومی نے ان کا فرانس سے لایا گیا قیمتی ڈنر سیٹ توڑ دیا اور انہوں نے غصّے میں رومی کی گاڑی کی چابی چھین لی۔ اس کے بعد جو ہنگامہ ہوا، وہ بنگلے میں موجود نوکروں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اور توبہ توبہ کی۔ اس وقت رومی انتہائی مضطرب انداز میں کائوچ پر لیٹی مختلف زہریلی سوچوں سے نبرد آزما تھی۔ اس کے اندر گویا غصّے کی آگ دہک رہی تھی۔ ٹینا بیگم کے آئے دن کے اسکینڈلز اور منفی شہرت نے اس کے مزاج پر عجیب سا اثر ڈالا تھا۔ ایک دن پہلے بھی اس کا اپنی کالج فرینڈز کے ساتھ اسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا جو اس کی مدر کے نئے اسکینڈل کو مزے سے سرعام ڈسکس کر رہیں تھیں، پچھلے کچھ دنوں سے اس خبر نے اس کا سارا سکون درہم برہم کر رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ ٹینا بیگم سے لڑنے کے بہانے ڈھونڈتی، آئے روز کی اس خانہ جنگی سے گھر کے ملازم تک بیزار ہو چکے تھے۔ رومی نے کچھ سوچ کر اپنی بڑی بہن سے صاف صاف بات کر لینے کا ارادہ کر ہی لیا۔۔ اسکائپ پر کی جانے والی یہ کال شیری نے تیسری گھنٹی پر ریسیو کر لی۔ وہ اس وقت نیلگوں پانیوں کے شہر وینس میں اپنی کچھ فرینڈز کے ساتھ لندن سے چھٹیاں گذارنے آئی ہوئی تھی اور اس وقت سان مارکو چوک میں چہل قدمی کر رہی تھی۔۔

"کہاں ہو تم۔۔۔؟" رومی کا لہجہ سپاٹ اور قدرے بے رخی لیے ہوئے تھا۔ وہ اپنے سے چار سال بڑی بہن کو یوں مخاطب

کرتی جیسے وہ اس سے آٹھ سال چھوٹی ہو۔دونوں میں بے تکلفی نہ ہونے کے برابر تھی۔شاید اسکی وجہ دونوں کے درمیان موجود ہزاروں میل کا فاصلہ تھا یا پھر شیری کی محتاط طبعیت اور کچھ خود ساختہ اصول تھے۔وہ شروع ہی سے کم گو، ریزرو، اور مضبوط اعصاب کی حامل اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی، جب کہ رومی اسکے بالکل برعکس سوشل، آئوٹ اسپوکن اور شارٹ ٹیمپرڈ تھی۔

"وینس میں ہوں میں آجکل۔۔۔"شیری نے مختصرا جواب دیا۔

"کیا تم پاکستان آسکتی ہو۔؟"رومی کی اس غیر متوقع بات پر وہ ایک دم گھبرا گئی۔

"کیوں، کیا ہوا۔؟ تم ٹھیک ہو ناں۔"؟ شیری فکرمند ہوئی۔اس کے لہجے میں چھپی محبت اور پریشانی کو محسوس کر کے رومی کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں، کچھ بھی تھا وہ اسکی سگی بہن تھی۔دونوں کا خون کا رشتہ تھا۔

"رومی، کچھ تو بولو، سب کچھ ٹھیک ہے ناں۔؟"وہ اپنی فرینڈز کے گروپ سے تھوڑا علیحدہ ہوئی۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔"رومی کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا اور وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

"کیا ہوا۔؟ مام تو ٹھیک ہیں ناں۔۔۔؟"وہ بوکھلا گئی۔

"ان کو کیا ہونا ہے، دوسروں کی زندگیاں حرام کر کے زیادہ خوش رہتی ہیں۔"رومیصہ کا لہجہ بھیگا ہوا، لیکن شکایتوں سے لبریز تھا۔شیری کو کچھ نہ کچھ معاملے کی سمجھ آگئی تھی۔

"تمہارا مام کے ساتھ کوئی جھگڑا ہوا ہے۔؟؟؟"اس نے ہزاروں میل کے فاصلے پر اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

"تم اس بات کو چھوڑو، واپس آسکتی ہو تو آجائو، ورنہ۔۔۔"اس نے ایک افسردہ سانس کھینچتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔

"ورنہ کیا۔۔۔؟"شیری کو اسکا انداز غیر معمولی محسوس ہوا۔

"میں "سوسائیڈ"(خودکشی) کرلوں گی۔۔۔"رومی کے دوٹوک انداز پر وہ دم بخود رہ گئی، اسکا دماغ مائوف ہو گیا۔

دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی تھی لیکن شیری کا سارا سکون درہم برہم ہو گیا۔وہ ایک دم ہی شہر رومان "وینس" کے حسن سے بیزار ہو گئی اور اسے اب ہر حال میں اپنا ٹرپ کینسل کر کے پہلی فلائیٹ سے پاکستان پہنچنا تھا۔وہ فیصلہ جو وہ کافی عرصے سے نہیں کر پا رہی تھی، رومی کی ایک کال نے کروا دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

بلیو جینز پر سفید رنگ کا ٹاپ پہنے کندھے پر اپنا لیپ ٹاپ بیگ لٹکائے، دوسرے ہاتھ سے بریف کیس کو گھسیٹتی ہوئی وہ بے نظیر بھٹو انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے باہر نکلی ہی تھی کہ گھنگھور گھٹائیں موتی نما بارش کے قطروں کے ساتھ چھم چھم برسنے لگیں۔اس

نے ایک لمبا سانس لے کر اپنے وطن کی مٹی کی خوشبو کو اپنے اندر سمیٹا، اور دل کے آخری کونے تک سکون اور اطمینان پھیلتا چلا گیا۔۔وہ پورے آٹھ سال بعد لندن سے بار ایٹ لاء کی ڈگری کے ساتھ واپس لوٹی تھی۔

"کیسے ہو احمد بخش۔۔۔؟" پارکنگ میں کھڑی سیاہ ہنڈا سوک کی طرف بڑھتی ہوئی وہ اپنائیت سے بولی

"بالکل ٹھیک ہوں بی بی جی۔۔۔" احمد بخش کو یقین نہیں آرہا تھا کہ شیری بی بی کو ابھی تک اسکا نام یاد تھا۔

پنڈی ائیر پورٹ سے اسلام آباد ایف سیون سیکٹر تک کے درمیانی فاصلے میں وہ ٹینا بیگم کے متوقع شدید رد عمل کے بارے میں سوچتی رہی، اور وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ گاڑی جیسے ہی "ٹینا ہاؤس" کے پورچ میں داخل ہوئی ماں کی غصّے سے چنگھاڑتی ہوئی آواز نے اس کا استقبال کیا، ان کا حسب معمول رومی کے ساتھ بلند آوزمیں کوئی جھگڑا چل رہا تھا۔ وہ دونوں ہی غصّے میں ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز ہو جاتیں اور ان کی یہ عادت شیری کو سخت ناپسند تھی۔ اس نے خفت زدہ انداز سے ڈرائیور کی طرف دیکھا، جو لاپرواہی سے کان لپیٹے اسکا سامان اتار رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ شاید ایسی آوازیں اس کی روٹین کا حصہ بن چکی تھیں۔ وہ مرے مرے قدموں سے اندر کی جانب بڑھی۔ "تمہیں کچھ احساس ہے، ماں کس طرح اپنی ہڈیاں گھسا گھسا کر تم دونوں بہنوں کی پرورش کر رہی ہے۔" ٹینا بیگم کی مشتعل آواز لائونج کے کھلے دروازے سے ہوتی ہوئی شیری کی سماعتوں سے ٹکرائی اور اس کے قدم زمین نے جکڑ لیے۔ بیٹیاں ہیں آپ کی، فرض بنتا ہے آپ کا۔۔۔" رومی نے انتہائی بدتمیزی سے جواب دیا

"یہ فرض تو تمہارے باپ کا تھا، جو تمہاری پیدائش پر تین حرف طلاق کے بھیج کر چلتا بنا۔۔" وہ تڑخ کر بولیں۔

"تو بتا دیں ان کا نام و پتا، جا کر گریبان سے پکڑ لیتی ہوں انہیں بھی۔" رومی کا لب و لہجہ شیری کے لیے اچھنبے کا باعث بنا۔ وہ تو بچپن میں انتہائی شرمیلی اور سوفٹ اسپوکن تھی۔

"ہاں، وہ خبیث تو جیسے پکڑنے دے ہی دے گا اپنا گریبان۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوئیں۔

"تو آپکو ایسے خبیث انسان سے شادی کرنی ہی نہیں چاہیے تھی۔" رومی کے بدلحاظ لہجے نے انہیں مزید اشتعال دلایا۔

"اب تم مجھے بتاؤ گی، مجھے کس سے شادی کرنی چاہیے تھی اور کس سے نہیں۔۔" وہ پھر سے بھڑک اٹھیں۔

"نہیں یہ فرض تو نانو کا بنتا تھا، جو انہوں نے بالکل بھی اچھے طریقے سے سرانجام نہیں دیا۔" رومی کے تلخ جملے پر باہر کھڑی شیری کا جو حال ہوا تھا، اس سے دگنی بُری حالت ٹینا بیگم کی ہوئی تھی۔

"شرم آنی چاہیے تمہیں اپنی ماں سے ایسی باتیں کرتے ہوئے۔" انہوں نے صدمے بھرے انداز سے اپنی سب سے چھوٹی اولاد کو دیکھا جو اس وقت لائونج کی گلاس وال کے پاس رکھے کائوچ پر بے تکلفی سے نیم دراز چیونگم چبا رہی تھی۔

شیری نے ہلکا سا جھجک کر دروازہ کھولا۔ ٹینا بیگم پنک کلر کی نائٹی میں بالوں کو رول لگائے انتہائی غیر مناسب حلیے میں لائونج

میں کھڑی تھیں۔ ایک تو وہ انتہاء کی حسین تھیں اور اوپر سے باقاعدگی سے جم اور ایکسر اسائز نے ان کے جسم کو انتہائی متناسب شیپ میں رکھا ہوا تھا۔ وہ کہیں سے بھی دو جوان بیٹیوں کی ماں نہیں لگتیں تھیں۔

"السلام علیکم۔۔۔" شیری کی خفت زدہ آواز پر ٹینا بیگم پلٹیں اور ان کے ہاتھ میں پکڑا کارڈلیس چھوٹ کر کارپٹ پر جا گرا۔ وہ منہ کھولے شاکڈ نظروں سے اپنی بڑی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں جو بغیر بتائے پاکستان آچکی تھی جبکہ رومی کا چہرہ سپاٹ تھا، وہ بڑے سکون سے چیونگم چبا رہی تھی جیسے یہی کام سب سے زیادہ اہم ہو۔

"مبارک ہو، کورم پورا ہو گیا۔ آپکی بڑی صاحبزادی بھی پہنچ گئیں۔ ویلکم شیری۔۔۔" رومی نے ماں کو چڑانے کے لیے زور دار تالی بجائی اور اٹھ کر بیٹھ گئی اور مسکرا کر اپنی ماں کا ہراساں چہرہ دیکھنے لگی۔ جیسے سرکس کا کوئی دلچسپ شو شروع ہونے والا ہو

"شیری تم، یہاں، کیسے۔۔۔؟" ٹینا بیگم ایک دم بوکھلا گئیں۔

"آئی ایم سوری مام، آپکو اور رومی کو بہت مس کر رہی تھی میں۔۔۔" شیری نے خفت زدہ انداز میں ایسے کہا جیسے وہ لندن سے نہیں راولپنڈی سے اٹھ کر اسلام آباد آگئی ہو۔

"تو بے وقوف لڑکی بتایا کیوں نہیں۔۔۔؟" ان کے لہجے میں جھنجھلاہٹ پیدا ہوئی ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں اسکی آمد پر قطعا کوئی خوشی نہ ہوئی ہو، الٹا وہ اسے دیکھ کر پریشان ہو گئیں تھیں۔

"میں نے رومی کو بتایا تھا رات۔۔۔" اُس نے سر جھکا کر شرمندگی سے اپنی صفائی دی۔ رومی کا نام سنتے ہی ٹینا بیگم جھاگ کی طرح بیٹھ گئیں۔ انہوں نے دانستہ اس بات پر تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا، ورنہ ایک اور عالمی جنگ کا آغاز ہو جاتا اور ان کے اعصاب تو آج ویسے ہی تھکے ہوئے تھے۔

"اٹس، اوکے۔۔۔۔ کتنے دن کے لیے آئی ہو۔۔" ان کے اگلے سوال پر وہ سپٹا گئی اور گھبرا کر رومی کی طرف دیکھا۔

یہ انوسٹی گیشن بعد میں بھی ہو سکتی ہے، اپنے ہی گھر میں آئی ہے وہ، آپ کا تو بس نہیں چل رہا، ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارا واپس بجھوا دیں۔" وہ اپنے مخصوص منہ پھٹ انداز میں گویا ہوئی، ٹینا بیگم نے جھنجھلا کر اسے دیکھا، جس نے انتہائی بد تمیزی سے ببل کا ایک اور غبارہ بنا کر فضائوں میں پھوڑا تھا۔

"بی ہیو یور سیلف۔۔۔۔" وہ ایک دم چڑ گئیں، جبکہ رومی نے استہزائیہ انداز سے انکی جانب دیکھا۔

"اب پتا چل گیا ناں، ڈرائیور کہاں گیا تھا، خوامخواہ سے لیکچر جھاڑ رہیں تھیں پچھلے ایک گھنٹے سے۔" وہ ایک ہوش ربا انگڑائی لے کر کائوچ سے اٹھی اور شیری سے ملے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ شیری کو ایک دم دھچکا سا پہنچا۔

"اُس وقت سے فضول بحث کیے جا رہی تھی اسٹوپڈ اور یہ نہیں بتایا کہ ڈرائیور تمہیں لینے گیا ہے۔" انہوں نے بھی شکایتوں

کی پوٹلی کھولی۔

"اٹس او کے مام، پلیز بی ریلکس۔۔۔" وہ زبردستی ان کے گلے لگی، جبکہ دوسری طرف ہنوز سرد مہری تھی۔

"اب آ ہی گئی ہو تو تھوڑا ریسٹ کرو، آئی ایم گیٹنگ لیٹ، مجھے ریڈی ہونا ہے۔" انہوں نے کھڑے کھڑے اپنے بالوں سے رول اتارے۔

"کہاں جا رہیں آپ۔۔۔؟"

"اپنے آفس۔۔۔" انہوں نے عجلت بھرے انداز سے وال کلاک کی طرف دیکھ کر شیری کو شرمندہ کر دیا۔

"جانا ضروری ہے کیا۔۔۔؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا اس کی امید بھری نگاہیں ماں کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ جو اس وقت خاصی بے چینی کا شکار لگ رہیں تھیں۔

"یس، آف کورس بیٹا، بحریہ والی برانچ میں ورکرز کا کوئی ایشو چل رہا ہے۔ تم سے رات ڈنر میں تفصیلی بات ہو گی۔" وہ رسمی سے انداز میں اس کا دایاں گال ہلکا سا سہلا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ ان کے لائونج سے نکلتے ہی شیری کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا۔۔ بہت سالوں بعد بھی وہ اپنی ضرورت سے زیادہ حساسیت کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی، اس نے بھیگی پلکوں کے ساتھ کھڑکیوں کے سلائیڈز کھولے اور ٹینا ہائوس کا آسٹریلین گھاس والا باغیچہ اس کے سامنے تھا۔ رومی کو گارڈننگ کا بے تحاشا شوق تھا اور وہ اکثر مالی کے سر پر سوار رہتی تھی۔ شیری تھکے تھکے انداز میں کائوچ پر آ کر لیٹ گئی۔ پاس رکھی سائیڈ میز پر ایک فریم میں رومی اور شیری کی اپنی ماں کے ساتھ ایک تصویر تھی، جو پچھلے سال ان دونوں کی لندن آمد کے موقعے پر بنائی گئی تھی۔ وہ فریم اٹھا کر غور سے دیکھنے لگی تھی۔ رومیصہ، شکلاً اور عادتاً بالکل اپنی ماں ٹینا بیگم کا پرتو تھی۔ انہی کی طرح دراز قد، شہابی رنگت اور براٗون سلکی بالوں کے ساتھ نیلگوں آنکھیں۔ جو بھی ایک دفعہ دیکھ لیتا تو ضرور پلٹ کر دیکھتا۔ ان دونوں کے برعکس شیری کی آنکھوں کا رنگ ہلکا سنہری تھا جن پر کسی ٹھہری ہوئی جھیل کا گماں ہوتا۔ وہ اپنی ماں اور بہن کی طرح بہت خوبصورت نہیں لیکن جاذب نظر خدوخال کی حامل تھی۔ رنگت سپید، اور بال سنہری مائل بھورے تھے، جو اکثر اسٹیپ کٹنگ کی صورت میں اسکے کندھوں پر بکھرے رہتے۔ اسکی سحر انگیز شخصیت میں ایک محسوس کی جانے والی بے نیازی اور وقار تھا۔ شیری میں اپنی نانی ماہ پارہ بیگم کی طرح ایک گریس تھی اور اسکا نام بھی انہوں نے رکھا تھا۔ وہ علی گڑھ کی پڑھی ہوئیں ایک مہذب اور نفیس خاتون تھیں۔ جبکہ رومیصہ کا نام ٹینا بیگم نے خود لڑ جھگڑ کر رکھا تھا لیکن دونوں کی پرورش بچپن میں نانی کی گود میں ہی ہوئی تھی اور ان کے مرنے کے بعد ٹینا بیگم کو احساس ہوا کہ دونوں بیٹیوں کے مزاج میں زمین و آسمان کا فرق تھا اور یہ ماہ پارہ بیگم کا ہی حوصلہ تھا جو رومی جیسی ضدی لڑکی کو سنبھالے رکھتیں تھیں۔

وہ کائوچ پر لیٹی قدرے فاصلے پر رکھے ایکوریم میں گولڈ فش کو تیرتے ہوئے دیکھنے لگی۔ اچانک اسکے بالکل پاس رکھے کارڈلیس فون کی گھنٹی بجی اور اس نے بادل نخواستہ کال اٹینڈ کی، اسکا دل اس وقت اس قدر بوجھل تھا کہ وہ کسی سے بھی بات کرنیکی ہمت نہیں پارہی تھی۔

"ہیلو۔۔۔" انتہائی بیزار لہجے میں وہ گویا ہوئی

"شہر زاد۔۔۔۔۔" ریسیور کے اندر سے نکلنے والی سرگوشی سن کر وہ یکدم نرم گداز کائوچ سے ایسے اچھلی، جیسے زوردار کرنٹ لگا ہو۔ اسے پورے بنگلے کی چھت اپنے سر پر گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"ویلکم بیک۔۔۔" مردانہ وجاہت سے بھرپور اس آواز نے اسکا سارا سکون تہس نہس کر دیا۔

"آپ کون۔۔۔؟" اُس کی آواز ہلکی سی لڑکھڑائی۔

"پوری دنیا میں صرف ایک میں ہی تو ہوں، جو تمہیں شیری نہیں، تمہارے اصل نام "شہر زاد" سے پکارتا تھا، بھول گئیں کیا۔" اس کی سحر پھونکتی آواز سن کر شیری کا ریسیور پر جما ہاتھ ہلکا سا کانپ اٹھا تھا۔

"آپ ہیں کون۔۔۔؟" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے دانستہ بے نیاز لہجے میں پوچھا۔ جیسے اسے بالکل نہ جانتی ہو۔

"تمہارا ہم زاد۔۔۔" اسکا لہجہ دل چرانے والوں جیسا تھا، شہر زاد سن ہو گئی۔

"اچھا کیا، تم واپس آ گئیں، انسان کب تک اپنی بنیادوں سے دور بھاگ سکتا ہے۔" اس نے بے تکلفی سے ایسے تبصرہ کیا جیسے دونوں کے درمیان خاصے گہرے مراسم رہے ہوں۔

"کون ہیں آپ۔؟؟؟" اس نے اس دفعہ اپنا لہجہ دانستہ سخت کیا۔

"بتایا ناں، تمہارا ہم زاد۔۔۔" وہ ابھی بھی غیر سنجیدہ تھا۔ وہ اسکو دیکھے بغیر بھی سمجھ سکتی تھی کہ اسکے لبوں پر کوئی شرارتی مسکراہٹ ہو گی۔

"کس نے بتایا، آپکو میرے آنے کا۔۔۔" وہ ہلکی سی جھنجھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"میرے دل نے۔۔۔" وہ شرارت سے قہقہہ لگا کر ہنسا اور شہر زاد کو خوفزدہ کر گیا۔ اسی آواز سے ڈر کر تو وہ یہاں سے بھاگی تھی۔

شہر زاد نے گھبرا کر کال کاٹ دی اور بے اختیار اپنے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے دل پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا، اس نے پورے آٹھ سال کے بعد یہ آواز سنی تھی، وہ آج بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کون تھا۔ جو اس سے محبت نہیں عشق کا دعویٰ کرتا تھا۔ جس کے معنی خیز جملے، چین چراتا لہجہ اور وقت بے وقت رانگ نمبرز سے آنے والی کالز نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ تبھی

ٹینا بیگم کے ایک دفعہ کہنے پر ہی وہ لندن آنے کے لیے تیار ہو گئی تھی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اس سحر انگیز آواز کا جادو اس پر نہ چل جائے۔ لیکن لندن آنے کے صرف آٹھ دن بعد ہی شہر زاد کو احساس ہو گیا تھا کہ وہ بھی اس ان دیکھے، انجان شخص کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے، جو اس کا ہم زاد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، مگر اسکے پاس اس سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

آنے والے دنوں میں وہ اپنی اسٹڈیز میں مگن ہو گئی تھی لیکن ٹین ایج کی اس محبت کی کسک کبھی نہ کبھی اسے بے چین ضرور کرتی تھی اور وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پاکستان آنے کے بعد وہ سب سے پہلی کال اسی شخص کی اٹینڈ کرے گی، جس سے خوفزدہ ہو کر وہ یہاں سے بھاگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

گہرے سبز رنگ کے قد آور، گھنے اور شاداب درختوں میں گھری ملکہ کوہسار ''مری'' کا جوبن آجکل عروج پر تھا۔ جی پی او چوک کی بیک سائیڈ پر اوپر کی طرف جاتی روڈ جو کشمیر پوائنٹ سے جا ملتی تھی، اسی روڈ پر دو ڈھائی کینال پر بنا ''میر ہاؤس'' آنے جانے والوں کی توجہ کا مرکز بنے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ سڑک پر لگے سیاہ رنگ کے گیٹ سے گھر کی طرف جاتی سڑک ڈھلوان کی صورت میں خاصی نیچے جاتی تھی، لان چونکہ سڑک سے چند فٹ نیچے اور گھر کی عمارت اس سے بھی کافی زیادہ نیچے تھی۔ اس لیے سڑک سے گذرنے والے گھر کی چھوٹی چھوٹی دیواروں کے اوپر لگی گرل سے ٹکڑیوں کی صورت میں بنے تین چار وسیع و عریض لان، صحن اور گھر کا پورچ بڑے آرام سے دیکھ سکتے تھے۔ گھر کے باہر کے صحن میں سرخ رنگ کی ٹائلیں لگی ہوئیں تھیں اور دو تین سیڑھیوں کے اسٹیپ کے بعد برآمدہ تھا جس میں دو دروازے کھلتے تھے، ایک دروازہ اندر کی طرف جانے والے کوریڈور میں اور دوسرا ڈرائینگ روم کی طرف جاتا تھا۔ سڑک پر بہت زیادہ آمدورفت ہونے کی وجہ سے اس گھر کی خواتین سامنے کا حصّہ کم اور گھر کی بیک سائیڈ پر موجود لان زیادہ استعمال کرتی تھیں، جہاں درشہوار نے ایک درخت پر جھولا بھی ڈال رکھا تھا۔ میر ہاؤس کے دائیں جانب چھوٹے چھوٹے دو سرونٹ کوارٹرز بھی بنے ہوئے تھے۔ جن میں سے ایک چوکیدار اور اس کے خاندان کے لیے تھا۔ وہ لوگ میر فیملی کے خاندانی ملازم تھے۔ آج مابدولت اپنی تین عدد کنیزوں کے ہمراہ سامنے والے لان میں شام کی چائے پئیں گے۔'' درشہوار نے کچن سے چائے کی ٹرے لاتے ہوئے شاہانہ انداز میں اعلان کیا تو کنیزوں کا تازہ تازہ خطاب ملنے والی تینوں لڑکیاں تڑپ کر اٹھ بیٹھیں۔ وہ سب اس وقت نچلے پورشن کے لائونج میں موجود تھیں اور اور ان کی مائیں دوپہر کی نیند پوری کر کے ابھی بیدار نہیں ہوئیں تھیں۔

''کیا کہا تم نے۔۔۔؟'' انابیہ کو اپنی سماعتوں پر شک ہوا۔

''مابدولت آج چائے سامنے والے لان میں بیٹھ کر پئیں گے۔'' اُس نے ایک دفعہ پھر شاہانہ انداز میں اپنے فرضی کالر اٹھائے۔

"وجہ۔۔۔؟" نمیرہ نے شیشے کے بھاری بھرکم ایش ٹرے سے اخروٹ توڑ کر منہ میں ڈالا اور بھنوئیں اچکا کر پوچھا۔

"بہت دن ہو گئے، نئے شادی شدہ جوڑوں کی چھچھوری حرکتیں نہیں دیکھیں مال روڈ پر، آج مابدولت کا فل ٹائم "بھونڈی" پروگرام ہے اور عوام الناس کو دعوت عام ہے۔۔۔" درشہوار نے کمال بے نیازی سے جواب دیا۔

"تمہیں پتا ہے ناں، سڑک سے ہمارے گھر کا پورا لان نظر آتا ہے۔۔۔" انابیہ نے اسے یاد دلایا۔

"اسی لیے تو ہم وہاں تشریف آوری کا ٹوکرا رکھیں گے، تاکہ ہر "رنگین" اور "سنگین" منظر اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے دیکھ سکیں۔" درشہوار نے شرارتی انداز میں آنکھیں مٹکائیں۔

"مجھے تو معاف ہی رکھو، ہر دفعہ مجھے پھنسوا کر خود نکل جاتی ہو۔" طوبیٰ نے کشن سر کے نیچے رکھا اور بے تکلفی سے کارپٹ پر لیٹ گئی۔

"جو ڈر گیا، وہ مر گیا۔۔۔" درشہوار نے اس کو غیرت دلانے کی کوشش کی۔

"سمجھو میں تو مر ہی گئی۔۔۔" طوبیٰ نے اپنی ٹانگیں پھیلا کر ایک کشن آنکھوں پر بھی رکھ لیا۔

"طوبیٰ ٹھیک کہہ رہی ہے، داجی اور تایا ابا کا کچھ پتا نہیں، اگر آ گئے تو بھری جوانی میں مرحوم کر دیں گے ہمیں۔" انابیہ نے اسے ڈرانے کی کوشش کی۔ ویسے بھی وہ ان سب کے مقابلے میں تھوڑا سمجھدار اور محتاط طبیعت کی حامل تھی۔

"وہ ویک اینڈ کے درمیان میں کبھی نہیں آتے۔۔۔" درشہوار کی بھی داجی کے شب و روز پر کی گئی ریسرچ مکمل تھی۔

"وہ تو شاہ میر بھی گھوڑے گدھے بیچ کر سوتا تھا، یاد نہیں کل رات کیسے آنکھ کھل گئی تھی اسکی۔" طوبیٰ نے فوراً کشن منہ سے اٹھا کر درشہوار کو یاد دلایا۔ جنگل کے ناکام مشن پر جو عزت افزائی ہوئی تھی، اس کے زخم بھرنے میں ابھی کئی دن اور لگنے تھے۔

"تو ٹھیک ہے پیاری بہنو، میں یہ فرنچ فرائز، نگٹس اور پکوڑے اکیلے ہی بیٹھ کر کھا لیتی ہوں۔۔۔۔" درشہوار کی بات پر ان تینوں کو ایک دم سکتہ ہوا، جو لان میں جا کر ہی ٹوٹا تھا۔ درشہوار بڑے مزے سے سڑک کے بالکل ساتھ والے لان میں بیٹھی چائے پیتے ہوئے وہاں سے گذرنے والے لوگوں پر دلچسپ کمنٹس پاس کر رہی تھی، جس پر نہ چاہتے ہوئے بھی ان تینوں کو بار بار ہنسی آ رہی تھی۔

"شرط لگا لو، یہ سبز رنگ کے طوطیا سوٹ والی باجی کی شادی، بڑی ہی مشکلوں سے ہوئی ہے۔" لان کی تین فٹ اونچی دیوار پر لگی گرل سے باہر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

"تم کیسے کہہ سکتی ہو۔۔۔؟" طوبیٰ نے ڈھیر سارے نگٹس اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔ وہ تو شکر ہے درشہوار کی نظریں اس کپل پر جمی ہوئیں تھیں جو اس وقت ان کے گھر کی دیوار کی گرل سے ٹیک لگائے بڑے رومینٹک انداز میں تصویریں بنوا

رہا تھا۔

"جتنے اوچھے انداز سے یہ جڑ جڑ کر اپنے زرافے کی گردن والے میاں کے گلے میں بانہیں ڈال کر فوٹو بنوا رہی ہے، اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔" درشہوار نے بڑے ماہرانہ انداز سے تجزیہ کر کے اپنی کزنز کی طرف دیکھا جو دعوت شیراز اڑانے میں مصروف تھیں۔

"ہائے اللہ، میرے نگٹس کہاں گئے۔۔۔" درشہوار کو خالی پلیٹ دیکھ کر اچھا خاصا دھچکا لگا۔

"ہمارے پیٹ میں۔۔۔" نمیرہ نے انتہائی بدتمیزی سے ڈکار لیا۔

"اور کچھ میری پلیٹ میں۔۔۔" طوبیٰ نے شرارت سے اپنی پلیٹ اسکے سامنے لہرائی۔

"اللہ کرے مر جائو، تم لوگ ساری کی ساری، تمہارے دانتوں میں کیڑا لگے۔" وہ غصّے سے کھڑی ہوئی۔

"تمہیں کس نے کہا تھا بیٹھ کر مخلوق خدا کا مذاق اڑائو۔ نابیہ نے سب سے بڑی کزن ہونے کا فائدہ اٹھا کر اسے ڈانٹنے کی کوشش کی۔

"شرافت سے میری پلیٹ واپس کرو۔۔۔" درشہوار خطرناک ارادوں کے ساتھ طوبیٰ کی طرف بڑھی، جو اس کے عزائم بھانپ کر فوراً دوسری طرف بھاگی اور ان کے لان کی دیوار ساتھ والے گھر کے لان کی دیوار کے ساتھ جڑی ہوئی تھی اور چھوٹی سی منڈیر کوئی بھی بچہ پھلانگ کر با آسانی دوسرے گھر میں جا سکتا تھا۔ طوبیٰ نے آئو دیکھا نہ تائو، اس خالی گھر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اس گھر کا لان "میر ہائوس" کے بالکل برابر میں تھا اور جہاں سے سیڑھیاں نیچے گھر کی طرف جاتی تھیں۔ یہ گھر بھی خاصی ڈھلوان پر میر ہائوس کے بالکل برابر میں بنا ہوا تھا اور پچھلے ایک ماہ سے خالی تھا۔

"میں تمہیں کہہ رہی ہوں شرافت سے واپس کر دو میرے نگٹس۔۔۔" درشہوار نے دیوار کودتے ہوئے منہ پر ہاتھ پھیر کر دھمکی دی۔

"نہیں دیتی، جو کرنا ہے، کر لو۔۔۔" طوبیٰ نے جواباً اسے منہ چڑایا اور ایک ساتھ دو نگٹس منہ میں ڈال لیے۔

"تمہاری تو ایسی کی تیسی۔۔۔" درشہوار اسکے پیچھے سیڑھیوں کی طرف بھاگی تو طوبیٰ نے سیڑھیوں سے آگے لمبی ساری روش کی طرف دوڑ لگائی اور جیسے ہی وہ گھر کے پاس پہنچیں۔ اندر کا دروازہ کھلا، بلیک جینز پر گرے رنگ کی ٹی شرٹ پہنے گھریلو سے حلیے میں محمد ہادی باہر نکلا۔ دراز قد، صاف رنگت کے ساتھ شہد رنگ آنکھوں والا یہ نوجوان اچھا خاصا ہینڈسم تھا۔ درشہوار اور طوبیٰ دونوں کو ہی حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب کہ دوسری طرف اوپر گرل سے جھانکتی نمیرہ اور انابیہ گھبرا کر مزید گرل پر جھک کر نیچے دیکھنے لگیں، وہ درشہوار اور طوبیٰ کی بے عزتی کا منظر لائیو دیکھنا چاہتی تھیں۔

"جی فرمائیے۔۔۔" ناگواری کا ایک ہلکا سا تاثر محمد ہادی کی آنکھوں میں ابھرا۔

وہ انہیں کوئی ٹورسٹ سمجھا تھا جو اکثر تصویریں بنانے کے چکر میں اکثر ہی کھلے گیٹ سے نیچے جاتی سیڑھیوں کا پر کشش منظر دیکھ کر نیچے آ جاتے تھے۔

"وہ۔۔۔ یہ۔۔۔ ہم لوگ پڑوس سے آئے ہیں۔" طوبیٰ نے بوکھلا کر اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا۔

"فرمائیے، کیسے آنا ہوا۔؟ محمد ہادی کے لہجے میں چھلکتی بے رخی پر وہ دونوں ہی سٹپٹا گئیں۔

"یہ نگٹس، میری امّی نے بجھوائے ہیں۔۔" طوبیٰ نے گڑبڑا کر ہاتھ میں پکڑی پلیٹ ہادی کی طرف بڑھائی۔

"یہ۔۔۔" اُس نے سخت حیرانگی سے پلیٹ میں رکھے چار پانچ چھوٹے چھوٹے نگٹس کو دیکھا۔

"جی۔۔۔ جی۔۔۔" طوبیٰ ڈھٹائی سے مسکرا دی۔

"تھینکس۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے پلیٹ پکڑی، در شہوار کا دل بیٹھ گیا۔

"ٹھہریئے، ابھی خالی کر کے لا دیتا ہوں ہوں آپکو۔۔" وہ سنجیدگی سے پلیٹ اٹھا کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"اللہ کرے مر جائو تم۔۔۔" در شہوار نے غصّے سے طوبیٰ کو بد دعا دی۔

"ویسے بندہ شاندار ہے۔۔۔" طوبیٰ نے شرارت سے ایک آنکھ دبا کر لوفرانہ سا اشارہ کیا۔ محمد ہادی دو ہی منٹ کے بعد باہر تھا۔

"تھینک یو سسٹر۔۔۔" اس نے خالی پلیٹ طوبیٰ کی طرف بڑھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو سسٹر کے الفاظ پر طوبیٰ کے چہرے پر پھیلنے والے تاثرات دیکھ کر در شہوار نے بمشکل پنی ہنسی کو حلق میں ہی دبایا

"کم بخت رف اینڈ ٹف حلیے میں بھی کسی ہیرو سے کم نہیں لگ رہا۔" در شہوار نے دل ہی دل میں سوچا۔

"اب میں جائوں۔۔۔؟" اسکی بات پر وہ دونوں گڑبڑا گئیں۔

"ایک منٹ پلیز، یہ بتایئے گا کہ یہ گھر تو پچھلے ایک ماہ سے خالی پڑا تھا، آپ کب آئے۔؟" در شہوار کی بات پر وہ ہلکا سا الجھا۔

"تین دن پہلے۔۔" اُس نے نپے تلے انداز میں جواب دیا۔

"تو کیا اب یہیں رہیں گے آپ۔۔۔؟" طوبیٰ نے خاصے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"ظاہر ہے، میرا گھر ہے تو یہیں رہوں گا۔۔" محمد ہادی نے بیزاری سے اپنے سامنے کھڑی دونوں لڑکیوں کو دیکھا، جن کی آنکھوں میں شرارت ٹپک رہی تھی اور ہادی کو ایسی شوخ و چنچل لڑکیوں سے بڑی الجھن ہوتی تھی۔

"میرا یہ مطلب تھا، کیا آپ یہاں سیر و سیاحت کے لیے آئے ہیں۔" طوبیٰ نے کسی ٹی وی اینکر کی طرح پوچھا۔

"نہیں، پوسٹنگ ہوئی ہے میری۔۔" محمد ہادی نے اس دفعہ ذرا روکھے لہجے میں جواب دیا۔

"کس ڈیپارٹمنٹ میں۔۔۔؟" در شہوار کی زبان پھسلی۔

"فارسٹ ڈیپارٹمنٹ میں۔۔۔" اس نے بادل نخواستہ جواب دیا، جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ اب جان چھوڑو۔

دوسری طرف خلاف توقع میر ہاؤس میں داجی کی لینڈ کروز اندر داخل ہو چکی تھی۔ جو کسی ضروری میٹنگ کے سلسلے میں اپنے پی اے کے ساتھ اچانک ہی وہاں پہنچے تھے۔ انہوں نے گھر میں داخل ہوتے ہی خاصی ناگواری کے ساتھ نمیرہ اور انابیہ کو دوسرے گھر میں جھانکتے ہوئے دیکھا۔ پورچ چونکہ نیچے تھا، اس لیے انہیں سر اٹھا کر اوپر دیکھنے میں ذرا دقت ہو رہی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔؟" وہ پورچ میں کھڑے بلند آواز میں دھاڑے اور انابیہ اور نمیرہ کی روح فنا ہو گئی۔

"مارے گئے۔۔۔" انابیہ کا رنگ فق ہو گیا۔ جب کہ نمیرہ نے بوکھلاہٹ میں ہاتھ میں پکڑا پکوڑا کھینچ کر در شہوار کے سر کا نشانہ لے کر مارا جو ایک دم ٹھک کر کے در شہوار کی گردن سے ٹکرایا۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔؟" در شہوار ایک دم اچھلی اور سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔

جب کہ محمد ہادی نے بھی اس حرکت پر ناگواری سے کھڑے کھڑے پہلو بدلا اور در شہوار کی نظروں کے تعاقب میں اوپر دیکھا، جہاں نمیرہ اور انابیہ دیوار پر لگی گرل پر جھکی ہوئیں تھیں۔

"بھاگو۔۔۔۔۔داجی آ گئے۔۔۔" نمیرہ کی آواز نے گویا مری کی فضاؤں میں صور پھونک دیا۔

"اوہ نو۔۔۔" در شہوار اور طوبیٰ دونوں کو چار سو بیس والٹ کا جھٹکا لگا۔

"اب کیا کریں۔۔۔؟" طوبیٰ نے ہراساں نگاہوں سے اپنی تایازاد کزن کو دیکھا۔ ایسی سچویشن میں در شہوار کی عقل خاصی تیزی سے کام کرنے لگتی تھی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور طوبیٰ کا ہاتھ پکڑا اور محمد ہادی کے گھر کے پچھواڑے کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ارے رے یہ کہاں جا رہی ہیں آپ۔۔۔؟" وہ ایک دم بوکھلا گیا۔

جب کہ وہ دونوں دیکھتے ہی دیکھتے چیتے کی سی رفتار سے بھاگتی ہوئیں اسکے گھر کے پچھلے لان کی طرف گئیں اور دونوں نے جمپ لگا کر مشترکہ چھوٹی دیوار عبور کی، اور چھلاوے کی طرح غائب ہو گئیں۔ جب کہ وہ اپنی جگہ پر ہکا بکا رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مری کے سرسبز پہاڑوں پر رقص کرتے بادلوں کو ایک دم ہی جوش آیا اور بارش کی بوندیں چھتوں پر جلترنگ بجانے لگیں۔ محمد ہادی کا ملازم گل خان ٹرے میں کافی کے دو بڑے کپ اور سینڈوچ رکھے لاؤنج میں داخل ہوا۔ جہاں وہ اپنے بیسٹ فرینڈ سعد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ محمد ہادی کا تعلق بہت ویل اسٹیبلش اور ویل ایجوکیٹڈ گھرانے سے تھا۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔

اس نے ایم ایس سی فارسٹری (Forestry) پاکستان فارسٹ انسٹیوٹ پشاور سے اورایم ایس کی ڈگری یوکے کی ایک مشہور یونیورسٹی سے کر کے کمیشن کا ایگزام پاس کیااور اس کی پہلی پوسٹنگ مری میں تھی جہاں اسکا بیسٹ فرینڈ سعد پہلے سے پوسٹڈ تھا۔

"بس تم اپنا بوریا بستر اٹھاؤ، اور شفٹ ہو جاؤ یہاں، میں اتنے بڑے گھر میں اکیلا نہیں رہ سکتا۔ ہادی کی بات پر وہ مسکرائی تھی

"ویسے انکل نے گھر تو زبردست بنا رکھا ہے، اور ہے بھی مین روڈ پر۔" سعد نے توصیفی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

"ہاں پچھلے کئی سالوں سے تو رینٹ پر تھا اور اب پاپا نے میرے لیے خالی کروایا ہے اسے۔" وہ لاپرواہی سے فلور کشن پر بیٹھ گیا۔

"بہت لکی ہو یار، ادھر میں ایک گندے سے ایک کمرے کے فلیٹ میں سڑ رہا ہوں۔"

"اسی لیے تو گدھے کہہ رہا ہوں، آجاؤ یہاں، تین بیڈ رومز بالکل خالی ہیں۔" محمد ہادی نے اسے کھلے دل سے آفر کی۔

"شادی کیوں نہیں کر لیتے تم، آنٹی کی بھی خواہش پوری ہو جائے گی۔" سعد ہلکے سے توقف کے بعد گویا ہوا۔

"ڈفر انسان، میں تمہیں شفٹ ہونے کا کہہ رہا ہوں اور تم الٹے مشورے دے رہے ہو مجھے۔" وہ ہلکا سا چڑ گیا۔

"یار اس مہینے کا کرایہ پورا دے چکا ہوں فلیٹ کا۔" سعد نے اپنی مجبوری بتائی۔

"تو کیا ہوا، کسی غریب کا بھلا بھی ہو جانے دیا کرو، میں بتا رہا ہوں، آجاؤ، ورنہ میں اپنی پوسٹنگ کے لیے بھاگ دوڑ کرنے لگا ہوں۔" محمد ہادی نے اس دفعہ اسے ڈاریکٹ دھمکی دی، جس کا خاطر خواہ اثر ہوا

"اچھا اچھا ویک اینڈ پر اٹھا کر لاؤں گا اپنا جہیز، ابھی تو آفس سے آنے کے بعد ہمت ہی نہیں ہوتی، اوپر سے ڈی ایف او اتنا اکھڑ مزاج ہے، اسے صبح و شام آفس وزٹ کرنے اور نئے نئے کام کرنے کے دورے پڑتے رہتے ہیں۔" سعد نے ابھی اپنی بات مکمل کی ہی تھی کہ بجلی چلی گئی اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا ویسے بھی پہاڑوں پر سورج جلد غروب ہو جاتا تھا۔

"لو پھر لائٹ چلی گئی۔۔۔" کافی پیتے ہوئے محمد ہادی ایک دم بیزار ہوا۔

"گل خان پلیز جنریٹر چلاؤ۔" اسکی آواز پر گل خان بھاگتا ہوا کچن سے نکلا۔

"جی صاحب جی۔۔۔" گل خان ادھیڑ عمر مرد تھا اور بہت سالوں سے اس گھر کی چوکیداری اور دوسرے کاموں پر معمور تھا۔

"لیکن اس سے پہلے، یہ کھڑکیاں بند کرو، بارش کی بوچھاڑ ڈاریکٹ اندر آرہی ہے۔" ہادی کو بارش سے بڑی کوفت ہوتی تھی۔

"جی صاحب۔۔۔"گل خان نے لپک کر حکم کی تعمیل کی۔

"زہر لگتی ہے مجھے جنریٹر کی آواز، پتا نہیں یہاں کے لوگ کیسے رہ لیتے ہیں ایسے موسم کے ساتھ، جب دیکھو بارش، جب دیکھو سرد ہوائیں۔"محمد ہادی کو مری کا موسم بالکل پسند نہیں تھا۔

"تو یار یو پی ایس لگوالو ناں، پرابلم کیا ہے۔"سعد نے شرارت سے ایک اخروٹ اسکی طرف اچھالا۔

"ہاں، کوئی پکا بندوبست ہی کرنا پڑے گا اس فضول جگہ پر رہنے کے لیے۔"اُس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ابھی تو میرے جگر کو یہاں آئے صرف تین دن ہوئے ہیں، کیسے گذارا ہو گا تمہارا۔"سعد نے اسے شوخ لہجے میں چھیڑا۔

"سوچ رہا ہوں پاپا سے کہہ کر واقعی پوسٹنگ کروالوں ادھر سے اپنی۔"اسکی بات پر سعد کو کرنٹ لگا۔

"خبردار ایسا سوچا بھی، اٹھا کر پھینک دیں گے تمہیں کسی اور ریجن میں۔"سعد نے اسے ڈرایا۔

"کم از کم یہاں سے تو اچھا ہو گا۔۔"وہ بیزاری سے ایک تسلسل سے برستی مینہ کی بوندوں کو دیکھنے لگا۔

"تم نے ابھی دیکھے کہاں ہیں یہاں کے دلکش نظارے، میں ایسے ہی تو نہیں ٹکا ہوا یہاں۔"سعد ایک آنکھ میچ کر شرارت سے ہنسا۔

"سخت الرجک ہوں میں ان چیزوں سے، مجھ پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا۔"ہادی نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے اسے یاد دلایا۔

"پتا ہے مجھے اسی لیے تو ڈیپارٹمنٹ میں arrogant man کا ٹائٹل ملا تھا تمہیں۔"سعد قہقہ لگا کر ہنسا، اُسے وہ منظر یاد آ گیا جب فیئرویل فنکشن پر وہ اپنا ٹائٹل لینے اسٹیج پر گیا اور بغیر تھینکس کہے واپس لوٹ آیا تھا۔"

"ساری فضول اور بے ہودا باتیں چن چن کر یاد ہیں تمہیں، یہ بتاؤ، ساتھ والے بنگلے میں کون رہتا ہے۔؟"ہادی کو ایک دم وہ اول جلول لڑکیاں یاد آئیں تو یونہی پوچھ بیٹھا۔

"دائیں یا بائیں۔۔۔؟"سعد نے شرارتی لہجے میں پوچھا اور اسی وقت لائٹ آ گئی۔

"رائٹ سائیڈ پر۔۔۔؟"اُس نے دانستہ اپنے لہجے کو انجان بنایا۔

"ادھر تو کبھی بھول کر بھی نہ دیکھنا، پتھر کے ہو جاؤ گے۔۔۔"وہ ایک دم سنجیدہ ہوا۔

"کیوں، آسیب بستا ہے وہاں یا جن بھوت رہتے ہیں وہاں۔"ہادی نے منہ بنا کر اسکی طرف دیکھا۔

"ایسا ہی سمجھو، میر حاکم علی کے دو بیٹے اور ان کا خاندان آباد ہے یہاں۔"اس نے سنجیدگی سے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔

"وہ جو ایم این اے میر محتشم کے والد ہیں اور جنوبی پنجاب کی سیٹ پر الیکشن لڑتے ہیں۔"محمد ہادی نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ہاں ہاں وہی۔۔۔" سعد نے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی کی آواز کم کی۔

"تو یہاں سے لڑیں نہ الیکشن، وہاں کی سیٹ پر کیوں قبضہ جما رکھا ہے۔" ہادی کو ویسے ہی پولیٹکس سے شدید نفرت تھی اور حاکم علی کے خاندان کی کرپشن کے قصّے بھی آئے دن سننے کو ملتے تھے۔

"یہاں سے حاکم صاحب اپنے پوتے وہاج کو لڑائیں گے اس دفعہ الیکشن۔۔۔" سعد نے سنجیدگی سے مزید بتایا۔"اور تمہیں پتا ہے، بہاولپور اور ملتان میں بے تحاشا زمینیں ہیں ان کی۔"

"جانتا ہوں سب کی سب ان کے ابائو اجداد کو انگریزوں کی غلامی اور چمچہ گیری کرنے پر ملیں تھیں اور وہی جائداد وراثت میں چلی آرہی ہے ان کے پاس" ہادی کو بھی اچھی خاصی معلومات تھیں۔

"لیکن بیٹا جی، کمیشن کا ایگزام پاس کر کے اور فارسٹ آفیسر بن کر یہ مت سمجھ لینا کہ تم پنگا لے سکتے ہو اس خاندان سے۔" سعد نے ڈھکے چھپے انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" ہادی نے الجھ کر اپنے بیسٹ فرینڈ کا چہرہ دیکھا۔

"مری میں بھی ٹمبر مافیا کے پیچھے محتشم صاحب کے چھوٹے بھائی خاقان صاحب کا نام لیا جاتا ہے، لیکن آج تک کوئی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔" سعد نے اس دفعہ ذرا کھل کر بتایا کیونکہ بات اب ان کے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی تھی۔

"اس سے پہلے کوئی میرے جیسا آفیسر پوسٹڈ بھی نہیں ہوا ہوگا یہاں۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"میری تین سالہ سروس میں کئی آئے اور کئی گئے یہاں سے۔" سعد نے بھی اس کی غلط فہمی دور کرنے میں دیر نہیں لگائی۔

"چلو دیکھتے ہیں، کس میں ہے کتنا دم۔۔۔" محمد ہادی نے اٹھ کر کھڑکیوں کے بھاری پردے آگے کیے تو وہ اسے دیکھتا رہ گیا، اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ محمد ہادی ایک دفعہ جو ٹھان لیتا تھا اس سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹتا تھا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہم چاروں ہی بہت غلط گھرانے میں پیدا ہوئیں ہیں۔" درشہوار نے دنیا جہاں کا غم اپنے لہجے میں سموتے ہوئے انتہائی مشکل سے رنجیدہ شکل بنا کر اپنی تینوں کزنز کو دیکھا۔ اس وقت وہ سب دا جی سے جھاڑ کھانے کے بعد اپنا غم غلط کرنے کے لیے ٹی وی لائونج میں موجود تھیں، جو اوپر والے پورشن میں تھا۔ اس تعزیتی اجلاس کا انعقاد درشہوار نے ہنگامی بنیادوں پر کیا تھا اور ویسے بھی ہر شرارت اور الٹے کام میں وہ سب کی لیڈر رہتی تھی اس لیے وقتاً فوقتاً دلجوئی کا اہم فریضہ بھی اسے ہی سرانجام دینا پڑتا تھا۔ اس وقت انابیہ صوفے پر نیم دراز اور نمیرہ نے کرسی سنبھال رکھی تھی جبکہ درشہوار اور طوبیٰ دونوں غم سے نڈھال فلور کشن پر بیٹھیں ہوئیں تھی، اسی کمرے کے ایک کونے میں خاندانی ملازمہ رشیدہ کی سولہ سالہ بیٹی صندل بھی موجود تھی، جسکا اہم کام، کھانے پینے کی اشیاء کی

ترسیل نچلے پورشن سے اوپر والے پورشن میں کرنا اور میر ہاؤس کی چاروں باجیوں کی دلچسپ گفتگو سننا تھا۔

"آئے ہائے بُرے نصیب ہمارے۔۔۔" در شہوار نے انگڑائی لیتے ہوئے ملازمہ صندل کو دیکھا جو مسکرا رہی تھی، اسے ایک دم تپ چڑھ گئی۔

"تمہارے بڑے دانت نکل رہے ہیں صندل صاحبہ، خیر تو ہے۔؟" اس نے طنزیہ نگاہوں سے صندل کو دیکھا، جو اسکا ہی پرانا سوٹ پہنے اسی پر ہنس رہی

تھی اور اس بات نے در شہوار کے تن بدن میں آگ لگا دی۔

"ارے نئیں نئیں بی بی جی، میں تو بس آپکی باتیں غور سے سن رہی تھی۔۔۔" اُس نے بوکھلا کر اپنے دانت چھپانے کی کوشش کی۔

"تو ہم کون سا کسی خزانے کا راز بتا رہے ہیں ایک دوسرے کو۔۔۔" طوبیٰ نے بُرا سا منہ بنا کر ناک سے مکھی اڑائی۔

"جائو اپنے ابا سے کہو گیٹ پر جیسے ہی پزا ہٹ سے ڈلیوری آئے تو وہیں سے نقارہ نہیں بجانا، بلکہ صندل شہزادی کو بلوانا ہے۔" در شہوار کی بات پر سب کزنز کے کان کھڑے ہو گئے۔ صندل کے والد اس گھر کے چوکیدار کے فرائض سر انجام دیتے تھے۔

"مجھے کیا کرنا ہو گا ابا کے پاس جا کر۔۔" صندل کے ہونق انداز پر وہ جھنجھلا گئی۔

"تمہارا کام ہے کتھک ڈانس کرنا، وہ بھی پزا سر پر رکھ کر۔" در شہوار کے چڑنے پر وہ تینوں بے ساختہ ہنس پڑیں۔

"لیکن، مجھے تو وہ نہیں آتا۔۔۔" صندل کی سادگی میں پریشانی کا عنصر نمایاں ہوا۔

"زیادہ اوور ایکٹینگ کرنے کی ضرورت نہیں، جائو اور پزا کی پیمنٹ کر کے اوپر لائو، سمجھی۔" در شہوار نے منہ بنا کر اپنا پرس اٹھایا۔

"آدھے پیسے میں ہر گز نہیں دوں گی۔۔۔" انابیہ نے فوراً لقمہ دیا۔

"اور میری طرف سے بھی انکار ہی سمجھو۔۔۔" نمیرہ کا موڈ شام والے واقعے کے بعد خاصا بگڑا ہوا تھا۔

"اور میرا تو تمہیں پتا ہی ہے آجکل ہاتھ کتنا تنگ ہے۔" طوبیٰ نے اپنے لہجے میں دنیا جہاں کا درد سمویا۔

"عوام تسلی رکھے، اس ڈلیوری کا بوجھ ہم غریب عوام پر نہیں ڈالیں گے، بلکہ شاہی خزانے سے ادا کیا جائے گا۔" در شہوار نے شاہانہ انداز سے کہتے ہوئے اپنے والٹ کی زپ بڑی ادا سے کھولی اور ہزار کا کڑکتا ہوا نوٹ باہر نکالا اور اپنے سر سے وارنے ہی لگی تھی کہ صندل ایک دفعہ پھر کفن پھاڑ کر حیران لہجے میں بولتی ہوئی ان سب کے چھکے چھڑا گئی۔

"لیکن بی بی جی، یہاں کس کی "ڈلیوری" ہو رہی ہے، آپ میں سے تو کسی کی بھی شادی نہیں ہوئی۔" ان پڑھ، سیدھی سادھی صندل کی بات پر نمیرہ کے حلق سے ایک چھت پھاڑ قسم کا قہقہہ بر آمد ہوا۔ طوبی اور انابیہ بھی ہنس پڑیں جبکہ درشہوار کا منہ سرخ ہو گیا۔

"کم بخت صندل چار جماعتیں پڑھ لیتی تو کم از کم ہم چار حسیناؤں کی زندگی تو آسان ہو جاتی ہے۔ اب مزید بونگی مارنے سے بہتر ہے، گیٹ پر جاؤ اور سنو چھاتہ ساتھ لے لینا بارش ہو رہی ہے، تمہاری تو خیر ہے ہمارا پزانہ بھیگ جائے کہیں۔" درشہوار نے اسے جھاڑتے ہوئے باہر کی طرف جانے کا اشارہ کیا جسے سنتے ہوئے اسکا منہ بن گیا۔

"بی بی جی، بڑے ہال سے چلی جاؤں، جلدی پہنچ جاؤں گی۔" صندل کو رات کے وقت پچھلے لان سے لمبا چکر کاٹ کر آگے جاتے ہوئے ہمیشہ ڈر لگتا تھا۔

"وہاں تمہارے کچھ لگتے برہان لالہ بیٹھے ہیں، پڑا دیکھ کر تمہیں جلدی پہنچا دیں گے اور وہ بھی اوپر۔ سمجھی۔" درشہوار نے کھا جانے والی نگاہوں سے چوکیدار بہادر علی کی بزدل بیٹی کو دیکھا جس کا سارا خاندان سرونٹ کوارٹر میں مقیم تھا۔

"اچھا اچھا بی بی جی، جاتی ہوں۔۔۔" صندل بادل نخواستہ پچھلے کوریڈور کی طرف جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"ہاں تو بہنو، میں کیا کہہ رہی تھی کہ ہم چاروں ہی غلط گھرانے میں پیدا ہو گئیں ہیں۔" درشہوار نے تعزیتی اجلاس دوبارا شروع کیا۔ اوپر والے پورشن کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے شاہ میر نے اپنی بہن کا یہ دکھی جملہ سن کر بمشکل اپنے قہقہے کو دبایا۔

"اگر تم "چار" کی بجائے "دو" لڑکیاں کر لو تو بات ذرا زیادہ واضح ہو جائے۔" شاہ میر کی اچانک انٹری پر وہ چاروں ہڑبڑا کر اٹھیں اور اپنے اپنے دوپٹے ڈھونڈنے لگیں جو دائیں بائیں لڑھکتے پھر رہے تھے۔

"آپ اپنے اس بیان پر روشنی ڈالنا پسند کریں گے۔" درشہوار نے ہاتھ کا مائیک بنا کر شاہ میر کے آگے کیا۔

"بیا آپی کو تو تم نکال دو اس فہرست سے، وہ بیچاری تم لوگوں کا ساتھ دینے کے چکر میں ماری جاتیں ہیں اور جہاں تک بات نمیرہ کی ہے تو وہ اس گھر میں پیدا نہیں ہوئی، اور پیچھے رہ گئیں تم اور طوبی، تم دونوں کو تو اصل میں پیدا ہونا ہی نہیں چاہیے تھا۔" شاہ میر کی بات پر وہ دونوں تڑپ اٹھیں۔

"بھائی کیا آپ بتا سکتے ہیں، کہ آپ اس گھر سے کب تشریف لے جا رہے ہیں۔؟" درشہوار کا طنز سمجھ کر وہ مسکرا دیا۔

"خیریت۔؟ کھاریاں سے کچھ منگوانا تھا کیا۔؟" اس نے انجان بن کر پوچھا۔

"جی ہاں ایلفی۔۔۔۔۔ اور وہ بھی آپ کے ہونٹوں پر لگانے کے لیے۔" طوبی نے جل کر کہا اور شاہ میر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

وہ اس گھر کا واحد مرد تھا، جسکا رویئہ سب خواتین سے بڑا دوستانہ اور شرارتی تھا، ورنہ وہاج بھائی کے ماتھے کے بل اور برہان

کی سرد مہری کبھی کم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ اس بات پر تبصرہ کرتا،دروازہ دھڑ کر کے کھلا اور صندل حواس باختہ انداز میں اندر داخل ہوئی۔

"ہائے ہائے بی بی جی،غضب ہو گیا۔۔"صندل کی سانسیں پھولی ہوئیں تھیں۔

"جب بھی آنا،کسی منحوس خبر کے ساتھ ہی آنا۔۔"نمیرہ نے بیزاری سے ناک چڑھائی۔

"فرمائیے،کون سی نیوز بریک کرنی ہے آپ نے۔"طوبی نے طنزیہ انداز سے صندل کو دیکھا جو شاہ میر کو سامنے دیکھ کر بُری طرح گڑبڑا گئی تھی۔

"وہ بی بی جی،آپ کا پزا۔۔۔۔"وہ ہلکا سا ہکلائی۔

"وہ پزا۔۔۔۔۔"شاہ میر نے "وہ" کو لمبا کیا۔

"ہاں ہاں وہی۔۔۔"چاروں یک زبان گویا ہوئیں۔

"وہ تو برہان بھائی کے کولیگس کھا گئے،کیا تم لوگوں نے منگوایا تھا۔"شاہ میر کی بات پر ان چاروں کو کرنٹ لگا۔

"اوہ نو۔۔۔۔۔۔"ان سب کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔انہوں نے صدمے بھرے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا،جیسے ان کی کوئی کمپنی تازہ تازہ ہی دیوالیہ ہوئی ہو۔

"لیکن صاحب جی۔۔۔"صندل ہلکی سی تذبذب کا شکار ہوئی۔

"کہا ناں،وہ برہان بھائی کے مہمانوں کے آگے رکھ دیا گیا تھا،چلو صندل اب کھسکو یہاں سے۔"شاہ میر نے آنکھوں ہی آنکھوں میں صندل کو کوئی بات سمجھانے کی کوشش کی جو طوبی کی زیرک نگاہوں سے چھپی نہ رہ سکی۔

"صندل جھوٹ بولنے والا سیدھا جہنم میں جاتا ہے۔"طوبیٰ نے اسے ڈرا دے کر سچ اگلوانے کی کوشش کی۔

"اور بی بی صندل یہ بھی یاد رکھنا،ایسا سچ جس سے شر پھیلنے کا اندیشہ ہو،اللہ کے ہاں اسکی بھی معافی نہیں،پورے سو سال جہنم کا عذاب بھگتو گی۔"شاہ میر کی بات پر صندل بیچاری کا رنگ فق ہو گیا۔

"جی مجھے نہیں پتا،مجھے تو ابا نے یہی کہا تھا۔۔"وہ بھی صاف مکر گئی۔

"ویسے ہیں تو برہان بھائی میرے ہی سگے بھائی،لیکن کی انہوں نے گھٹیا حرکت ہے۔۔۔۔"در شہوار جل کر بولی۔

"اچھا بابا بس کر دو،ذرا سی چیز کے پیچھے اپنے بھائی کو ایسے کہو گی کیا۔"انابیہ کے بے اختیار بولنے پر شاہ میر شرارت سے کھنکھارا،اور وہ ایک دم جھینپ گئی جب کہ باقی سب کو بھی ہنسی آ گئی،انابیہ،نکاح کے بعد برہان کی طرفداری کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔

"چلو بھئی صندل گرما گرم چائے بنا کر لائو سب باجیوں کے لیے، میں ان کے لیے فرائی فش کا آرڈر کرتا ہوں، آخر کو ان کا غم غلط کرنے میں مجھے بھی کچھ ہاتھ بٹانا چاہیے۔" شاہ میر ریموٹ اٹھا کر وہیں جم کر بیٹھ گیا۔

"میرے لیے چکن کارن سوپ کا بھی آرڈر دے دیں۔" در شہوار نے فوراً اپنی فرمائش نوٹ کروائی۔

"اور میرے لیے فرنچ فرائز کا۔۔" طوبیٰ کی بھی زبان پھسلی۔

"میرا قیمے والا نان کھانے کو دل کر رہا ہے۔۔۔" نمیرہ نے بھی شرارت سے آنکھیں مٹکائیں۔

"ایسا کرو، تم سب لوگ آج "خیالی پلائو" ہی کھالو، میں چلتا ہوں۔" شاہ میر منہ بنا کر ایک دم کھڑا ہوا۔

"اوفوہ بھائی، اتنی بھی کنجوسی اچھی نہیں، فوراً جائیں اور خود لے کر آئیں۔" در شہوار نے لاڈ سے اپنے بھائی کا بازو پکڑا تو شاہ میر کو نہ چاہتے ہوئے بھی بات ماننا ہی پڑی۔

"تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو، جا کر چائے کا پانی رکھو۔" انابیہ نے صندل کو گھورا تو وہ بوکھلا کر باہر نکلی۔

"صندل، صندل، کہاں مر گئی ہو۔۔" اپنی اماں کی پاٹ دار آواز سن کر وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگی اور سامنے سے آتے وہاج صاحب سے بُری طرح ٹکرائی جو بڑی تیزی سے اوپر والے پورشن کی طرف آ رہے تھے۔

"سنبھل کر۔۔۔" انہوں نے ایک دم ہی اسے بازوں سے پکڑ کر گرنے سے بچایا اور اس طرح نامحسوس انداز سے اپنے ساتھ لگایا کہ صندل نے خوفزدہ ہو کر سیڑھیوں پر لگی گرل کو تھام لیا۔ صندل کو گھر کے مردوں میں وہاج صاحب کی نظروں سے سخت الجھن ہوتی۔ ان کا دیکھنے کا انداز بہت عجیب تھا، ایسے لگتا جیسے آنکھوں میں کوئی ایکسرے مشین فٹ کروا رکھی ہو۔ وہ ان کی آمد پر چھپتی پھرتی تھی لیکن آج شاید اسکے ستارے گردش میں تھے

"کسی دن کوئی بچانے والا نہ ہوا تو ہاتھ پیر تڑوالو گی لڑکی۔۔۔" ان کا لہجہ معنی خیز اور بے باک نگاہیں محسوس کر کے صندل کا چڑیا جیسا دل ایک دم سہم گیا۔

"ارے وہاج بیٹا تم۔؟ فارحہ کو کیوں نہیں لائے ساتھ۔" تاجدار بیگم ہاتھ میں ایک شاپر اٹھائے اسٹور سے نکلیں تو صندل کی جان میں جان آئی، وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر کچن کی طرف بھاگی۔

"آپکی بہو صاحبہ آجکل میکے گئیں ہوئیں ہیں اور ویسے بھی میں تو چند ہی گھنٹوں کے لیے آیا تھا کسی کام سے۔" وہاج کو اس موقعے پر انکی آمد ناگوار لگی تھی لیکن انہوں نے زبردستی مسکرا کر جواب دیا۔

"کچھ دن کے لیے چھوڑ جائوں ناں اسے، بچیاں بہت یاد کرتی ہیں۔" انہوں نے محبت بھرے لہجے میں فرمائش کی۔ وہ تاجدار بیگم کی سگی بھتیجی ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی بہو بھی تھی، انتہائی سلجھی ہوئی اور محبت کرنے والی لڑکی، جو شادی کے چار سال

بعد بھی اولاد جیسی نعمت سے محروم تھی۔وہ وہاج کے ساتھ اسلام آباد والے بنگلے"نور محل"میں رہتی تھی جہاں حاکم علی،اور میر محتشم کے ساتھ خاقان صاحب اکثر ہی پائے جاتے تھے۔

"جی جی بھیجوادوں گا،لیکن آپکو پتا ہے ناں،نور محل میں بھی کسی خاتون کا ہونا بہت ضروری ہے۔"انہوں نے بادل نخواستہ حامی بھری۔

"ہاں ہاں سب پتا ہے مجھے،اب تو الیکشن کا جھنجھٹ بھی شروع ہونے والا ہے۔"وہ ہلکی سی بیزار ہوئیں۔جب کہ وہاج سر ہلاتے ہوئے اوپر والے پورشن کی طرف بڑھ گئے،لیکن وہ دل ہی دل میں تہیہ کر چکے تھے کہ کس طرح فارحہ کے اکیلے پن کا بہانہ بنا کر صندل کو یہاں سے نور محل منتقل کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج پھر اسلام آباد کے ایف سیون سیکٹر میں واقع"ٹینا ہاؤس"میں ناشتے کی ٹیبل پر ایک طوفان آیا ہوا تھا۔

ٹینا بیگم ابھی ابھی جوگنگ کر کے واپس لوٹیں تھیں۔تنگ سے ٹرائوزر میں سلیو لیس شرٹ کے ساتھ انہوں نے اپنے اسٹیپ کٹنگ بالوں کی اونچی سے پونی بنا رکھی تھی،یوگا،جم اور ایکسرسائز کی وجہ سے ان کی فٹ نس قابل رشک تھی۔رومیصہ نے ناک چڑھا کر مام کے حلیے کو دیکھا اور بیزاری سے سر جھٹک کر ہاتھ میں پکڑا سلائس کترنے لگی۔وہ آج کسی گہری سوچ میں مگن تھی۔

"شیری،کیا پروگرام ہے تمہارا۔۔۔؟"انہیں دو دن بعد شہرزاد سے بات کرنے کا ٹائم مل ہی گیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"اسکے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں۔

"واپسی کی ٹکٹ کب کی کنفرم کرواؤں تمہاری۔۔۔؟" انہوں نے تھرماس سے شوگر فری چائے اپنے کپ میں انڈیلی۔رومی نے چونک کر بہن کی طرف دیکھا جو تذبذب کا شکار لگ رہی تھی

"سوچ رہی ہوں،یہیں پر یکٹس اسٹارٹ کر دوں،میرا تو واپس جانے کا کوئی پروگرام نہیں۔"شہرزاد کی اطلاع پر ٹینا بیگم کا دماغ بھک کر کے اڑا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے،تم بار ایٹ لاء کی ڈگری لے کر یہاں پریکٹس کرو گی۔۔۔۔؟پاکستان میں۔۔؟"ٹینا بیگم کی آنکھوں میں ناگواری در آئی اور انکی خوبصورت پیشانی پر ایک شکن ابھری۔

"مام،ہرج ہی کیا ہے۔؟"اُس نے سلائس پر جیم لگاتے ہوئے خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی۔وہ لمحہ آ چکا تھا ،جس کا اسے خوف تھا۔اسے معلوم تھا ٹینا بیگم کو اپنی بیٹیوں کا پاکستان میں رہنا سخت ناپسند تھا۔اس بات کے پیچھے کیا لاجک تھی،یہ بات ان کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا،انہوں نے آنکھ کھولنے کے بعد دو ہی رشتے دیکھے تھے،ایک نانو کا اور دوسرا اماں کا۔ان کے باپ

کے متعلق بات کرنا ٹینا بیگم کو سخت ناپسند تھا اور شہر زاد نے اس معاملے میں کبھی کھوج لگانے کی ضرورت محسوس نہیں کی لیکن رومیصہ اکثر و بیشتر ماں کی اس دکھتی رگ پر ضرور ہاتھ رکھتی۔ تمہیں اندازہ ہے، تمہاری اس مہنگی ایجوکیشن پر کتنا پیسہ خرچ ہوا ہے میرا؟ ٹینا بیگم کے لہجے میں نخوت در آئی اور وہ کروفر سے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ شہر زاد نے اپنا سر شکستگی سے جھکا دیا۔ اسکی سنہری آنکھوں میں پانی تیرنے لگا۔

"تو کیا اب آپ ہم سے حساب کتاب لیں گی اپنی پرورش کرنے کا۔" رومی کے لبوں پر زہر آلود تبسم ابھرا۔

"تم چپ رہو، ہزار دفعہ کہا ہے میرے معاملات میں مت بولا کرو۔" وہ تلملا کر رومی کی طرف متوجہ ہوئیں، جسکا چہرہ ماں کی اس بات پر ایک دم سرخ ہوا اور اس نے ہاتھ میں پکڑا اسلائس بدتمیزی سے ٹیبل پر پٹخا۔

"ایکسکیوز می۔۔۔" وہ بھڑک کر کھڑی ہوئی۔

"اگر آپ کو اپنے معاملات میں دخل اندازی پسند نہیں تو فار گاڈ سیک، ہم دونوں بہنوں کو بھی چھوڑ دیں ہمارے حال پر اور جا کر ایک اور شوہر ڈھونڈیں چوتھی شادی کے لیے۔۔۔" رومی بولی نہیں متنفر لہجے میں پھنکاری تھی۔ ٹینا بیگم کا دماغ لمحے بھر کو چکرا سا گیا۔ ان کا چہرہ فق ہوا، جب کہ رومی پاؤں پٹختی ہوئی ڈائننگ روم سے نکل گئی۔ شہر زاد نے خوفزدہ نظروں سے ماں کا ہراساں چہرہ دیکھا۔ انہوں نے اپنی کرسی کے بازو کو مضبوطی سے پکڑ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"آئی ایم سوری مام۔۔۔" شہر زاد لپک کر ان کے پاس آئی اور نرمی سے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھا۔

"تم نے دیکھا، یہ مجھے کیا کہہ کر گئی ہے۔۔" وہ صدمے بھرے انداز میں گویا ہوئیں۔

"مام، پلیز ڈونٹ ٹیک ٹینشن، میں سمجھاؤں گی اسے۔۔۔" وہ یوں شرمندہ تھی جیسے بدتمیزی رومی نے نہیں اس نے خود کی ہو۔

"اتنا تو علم تھا مجھے کہ یہ نفرت کرتی ہے مجھ سے، لیکن اس حد تک کرتی ہو گی یہ اندازہ نہیں تھا۔" وہ میز کا سہارا لے کر بمشکل اٹھیں، اور مرے مرے قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل گئیں۔ جب کہ شہر زاد کو اب گھنٹوں بیٹھ کر اس بات پر کڑھنا تھا۔ وہ حیران تھی کہ رومی نے اسے پاکستان تو بلوا لیا تھا لیکن ابھی تک وہ بات نہیں کی جسکی وجہ سے وہ ڈپریس تھی کالج سے آنے کے بعد وہ اپنی فرینڈز کے ساتھ نکل جاتی اور رات گئے ہی لوٹتی تھی۔

"مجھے رومیصہ سے کھل کر بات کرنی چاہیے۔۔۔" وہ یہ سوچ کر اسکے بیڈ روم میں پہنچ گئی۔ اندر داخل ہوتے ہی اسے شاک لگا۔ رومی اپنے کمرے میں موجود نہیں تھی لیکن وہاں تو لگتا تھا جیسے بھوت ناچ کر گئے ہوں۔ ہر چیز الٹ پلٹ تھی۔

اسکی ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ کرچیوں کی صورت میں براؤن کارپٹ پر بکھرا ہوا تھا اور پاس ہی سنگ مرمر کا گلدان ٹوٹا ہوا

تھا۔ یقیناً شیشہ توڑنے کے لیے اسے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ بیڈ شیٹ آدھی زمین پر اور اسٹڈی میز کی کرسی اوندھی پڑی تھی۔ دیوار پر لگی پینٹنگ کا بھی حشر نشر کر دیا گیا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔" شہر زاد کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ نڈھال قدموں سے چلتی ہوئی اس کی اسٹڈی ٹیبل کے قریب پہنچی تو ایک اور شاک اسکا منتظر تھا۔ رومی نے بچپن کی بے شمار تصویروں کا تیا پانچہ کر دیا تھا۔

ان تصویروں میں جہاں جہاں مام ان کے ساتھ کھڑی تھیں انہیں قینچی سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا تھا۔ ہر طرف تصویروں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے کاٹنے والے نے اپنا سارا غصّہ اور نفرت بیدردی سے ان پر اتارنے کی کوشش کی ہو۔ ایک درمیانی سائز کی تصویر اسے کارپٹ پر گری ہوئی ملی، اس تصویر میں شہر زاد اور رومیصہ کے درمیان میں کھڑیں ٹینا بیگم کے چہرے پر اس نے سیاہ رنگ کے مارکر سے کالک بھر دی تھی۔ وہ سیاہی، مایوسی کے رنگ میں ڈھل کر شہر زاد کو اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی، رومیصہ کی شخصیت کا یہ منفی رخ تو آج اس کے سامنے آیا تھا اور اسے پہلی ہی دفعہ اس حقیقت کا ادراک ہوا کہ وہ مام کو ناپسند ہی نہیں کرتی بلکہ ان سے بے تحاشا نفرت کرتی ہے۔ اس سوچ نے شہر زاد کی زندگی کا رہا سہا سکون بھی غارت کر دیا۔ مام کی کچھ چیزیں اسے بھی ناگوار گزرتیں تھیں لیکن وہ شخصی آزادی کی قائل تھی۔ اس لیے اس نے ان کی پرسنل لائف میں مداخلت کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی، یہی وجہ تھی کہ اسکے ٹینا بیگم کے ساتھ تعلقات نسبتاً بہتر تھے۔

"ہمیں رومی کو کسی سائیکاٹرسٹ کو دیکھانا چاہیے۔" وہ اسکے بیڈ روم سے نکل کر سیدھی لائونج میں ٹینا بیگم کے پاس پہنچی۔ جو چہرے پر کھیرے کا ماسک لگائے کاوچ پر لیٹی ہوئیں تھیں، اسکی بات پر وہ ہلکی سی بے چین ہوئیں اور اپنا چہرہ واش کر کے واپس آئیں تو شہر زاد وہیں کھڑی تھی۔

"ایک دفعہ لے کر گئی تھی میں اسے ایک سائیکاٹرسٹ کے پاس۔۔" وہ بڑی نفاست سے ٹاول سے اپنا چہرہ صاف کر رہیں تھیں۔

"پھر، کیا کہا انہوں نے۔۔۔؟" شہر زاد حیران ہوئی۔

"نیکسٹ سیشن پر بلوایا تھا لیکن اس نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔۔" انہوں نے ٹاول لاپرواہی سے صوفے پر اچھالا۔

"آپ نے زبردستی لے کر جانا تھا۔۔" شہر زاد اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں گویا ہوئی۔

"یہ بھی کیا تھا۔۔" ٹینا بیگم طنزیہ انداز میں مسکرائیں۔

"تو۔۔؟" اس نے بھنویں اچکا کر تعجب کا اظہار کیا۔

"اس نے اپنی کلائی کی رگ کاٹ کر سوسائیڈ (خودکشی) کرنے کی ناکام کوشش کر ڈالی۔" وہ استہزائیہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"واٹ۔۔۔؟؟؟" شہر زاد کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ سخت حیرت اور بے یقینی سے ٹینا بیگم کا افسردہ چہرہ دیکھنے لگی، پہلی دفعہ اسے احساس ہوا کہ وہ اتنی بھی ینگ نہیں لگتیں، بڑھاپا تیزی سے اپنے قدم ان کی جانب بڑھا رہا تھا۔ رومیصہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی ٹینشن تھی۔

"کیوں، کر رہی ہے وہ ایسا۔۔۔؟" شہر زاد نے ان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کچھ کھوجنے کی کوشش کی۔

"مجھے لگتا ہے کہ کوئی اسے میرے خلاف بھڑکاتا ہے۔" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائیں۔

"لیکن کون۔۔۔؟" وہ تشویش میں مبتلا ہوئی۔

"ایک خوبصورت، کونفیڈنٹ اور کامیاب ورکنگ وومن کے ایک سو ایک دشمن ہو سکتے ہیں۔" انہوں نے ملازمہ کے ہاتھ سے فریش اورنج جوس پکڑتے ہوئے شہر زاد کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"لیکن اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ہونا چاہیے مام، وہ خود کو بُری طرح (تباہ) کر رہی ہے۔" وہ بری طرح پریشان تھی۔

"ہاں میں سوچ رہی ہوں اسکا کوئی روحانی علاج کرواؤں، اور تم کل میرے ساتھ چلو گی۔" انکی بات پر شہر زاد نے سوالیہ نگاہ سے انکی جانب دیکھا۔

"پیر مراد علی شاہ کے مزار پر۔۔۔" انکی اگلی بات نے شہر زاد کا دماغ بھک سے اڑا دیا، وہ سخت حیرت اور بے یقینی سے مام کی طرف دیکھنے لگی، تنگ جینز کے ساتھ سلیو لیس شرٹ پہنے اپنی بیٹی کے علاج کے لیے کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس جانے کی بجائے مزار پر جانے کی بات کر کے وہ اپنی لندن پلٹ بیٹی کو اپنی بھی ذہنی حالت کے بارے میں مشکوک کر چکیں تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح آٹھ بجے کا وقت تھا، طوبیٰ اور درشہوار گھوڑے بیچ کر سوئیں ہوئیں تھیں، ویسے بھی ان دونوں کا ایف ایس سی کا رزلٹ کچھ ہی دنوں میں متوقع تھا اور اسی وجہ سے تاجدار بیگم بھی آجکل ان پر روک ٹوک نہیں کر رہیں تھیں۔ ورنہ تائی امی کو لڑکیوں کا دیر تک سوئے رہنا سخت ناپسند تھا انابیہ نے سستی سے کمرے کے پردے ہٹائے، سامنے مری کے پہاڑوں پر ایک چمکتی ہوئی صبح طلوع ہو چکی تھی۔ ساری رات بارش برسنے کے بعد موسم اب تھوڑا کھل چکا تھا۔ انابیہ اور طوبیٰ کے بیڈ روم کی کھڑکیاں سامنے والے لان کی طرف کھلتیں تھیں۔ اس وقت وہ سب کی نظروں سے چھپ کر برہان کو یونیورسٹی جاتے ہوئے دیکھا کرتی تھی، بی اے کے رزلٹ کے بعد اسکا ارادہ بھی اسی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کا تھا۔ جہاں برہان اسسٹنٹ پروفیسر تھے۔ برہان نے دا جی اور محتشم علی کی سخت مخالفت کے باوجود یہ ملازمت جاری رکھی تھی۔ وہ مزاجاً اس گھر کے مردوں سے تھوڑا مختلف تھے۔ اسی وجہ سے انابیہ بہت سال پہلے ہی خود کو ان کی محبت میں گرفتار ہونے سے نہیں روک پائی، جبکہ اس معاملے میں برہان نے کبھی بھی اسکی پذیرائی نہیں

کی۔اس نے کھڑکی سے دیکھا،وہ اپنا لیپ ٹاپ بیگ اٹھائے پورچ میں کھڑی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔بلیک جینز پر انہوں نے ایک اسٹائلش اور اسمارٹ سی جیکٹ پہن رکھی تھی اور آنکھوں پر ان کا مخصوص سلور کلر کا چشمہ تھا۔انہیں پورچ میں بڑھتے دیکھ ایک دم اسکے ذہن میں خیال آیا اور وہ دبے قدموں سیڑھیاں اتر کر ہال کمرے میں پہنچ گئی۔چھوٹے سے کوریڈور کے اینڈ میں انکا بیڈ روم تھا۔وہ دائیں بائیں دیکھتے ہوئے دھڑکتے دل سے ان کے کمرے میں داخل ہوئی،گرے اور سفید رنگ کے کمبنیشن کے ساتھ کمرے کی سیٹنگ میں نفاست کا عنصر غالب تھا۔،جیسمین سپرے کی خوشبو پورے کمرے میں رقص کر رہی تھی۔اسے اپنے تایازاد کزن برہان شروع ہی سے اچھے لگتے تھے لیکن نکاح کے بعد تو اسکے دل میں چھپا محبت کا ننھا پودا ایک تنا آور درخت کی صورت اختیار کر چکا تھا جسے برہان نے کبھی اپنی توجہ یا چاہت کا پانی دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔وہ بے اختیار چلتی ہوئی ان کی اسٹڈی ٹیبل کے پاس آکر رک گئی۔جہاں ان کے سبجیکٹ کی کتابیں ایک ترتیب کے ساتھ رکھی ہوئیں تھیں۔دائیں طرف ایک خوبصورت قلم ہولڈر تھا اس نے پین نکال کر سامنے رکھی نوٹ بک کھولی اور مسکرا کر اپنا اور ان کا نام لکھنے لگی اچانک اس کی نظر سائیڈ میز پر رکھی ان کی کونووکیشن کی تصویر پر پڑی،کیمرے کی آنکھ میں محفوظ بے ساختہ مسکراہٹ نے ان کی اس تصویر کی دلکشی کو مزید بڑھا

دیا تھا،وہ شیشے کے نفیس سے فریم میں مقید تھی۔انابیہ نے بڑی محبت سے اپنے دوپٹے کے آنچل سے اس فریم کا شیشہ صاف کیا۔اسے علم نہیں تھا کہ برہان کسی کام سے اپنے کمرے میں واپس لوٹ آئے تھے اور اب ناگواری سے انابیہ کو دیکھ رہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔؟"ان کا ناراض لہجہ انابیہ کی سماعتوں سے ٹکرایا،اور وہ جو اس اچانک چھاپے کے لیے تیار نہیں تھی،اس آواز پر اچھلی اور اسکے ہاتھ سے فریم پھسلا اور فرش پر کرچیوں کی صورت میں بکھرتا چلا گیا۔برہان نے ناگواری سے پہلے زمین پر پھیلی کرچیوں کو اور پھر اپنی چچازاد کزن کو دیکھا جس کا چہرہ فق ہو گیا تھا اور وہ خوفزدہ انداز میں اپنے لبوں پر ہاتھ رکھے سر جھکائے کھڑی تھی،برہان کی غیر متوقع آمد نے اسکے اوسان خطا کر دیئے تھے۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟"وہ بیزاری سے گویا ہوئے۔

"وہ میں،انگلش کی ڈکشنری لینے آئی تھی۔۔۔"انابیہ نے بوکھلا کر بہانہ بنایا۔

"نہیں ہے میرے پاس،جاؤ یہاں سے،اور اس بے وقوف صندل کو بھیجو،یہ کچرا اسمیٹے یہاں سے۔۔"انہوں نے سائیڈ میز پر رکھا اپنا فولڈر اٹھایا،جسے لینے کے لیے ہی وہ آئے تھے۔انابیہ گھبرا کر ان کے کمرے سے نکلی اور باہر قدم رکھتے ہی اسکا دل دھک کر کے رہ گیا۔سامنے داجی سفید کلف لگے شلوار قمیض میں کشمیری چادر کندھے پر رکھے اپنے کمرے کے دروازے میں کھڑے،سخت ناگواری سے اسے برہان کے روم سے نکلتا دیکھ چکے تھے۔آج انابیہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا۔وہی قسمت جس پر اسے کچھ دیر

پہلے رشک آرہا تھا۔

"تم برہان کے کمرے میں کیا کر رہیں تھیں۔؟" ان کے کرخت لہجے نے انابیہ کی ٹانگوں کی جان نکال دی۔ داجی کے غصّے سے تو پورا جہان کانپتا تھا اور گھر کی خواتین میں سے سوائے تاجدار بیگم کے کوئی بھی ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا اور ویسے بھی وہ خاندان کی خواتین کو زیادہ لفٹ کروانے کے قائل نہیں تھے۔ ان کا زیادہ وقت اسلام آباد اور ملتان میں گذرتا تھا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں، کیا کر رہیں تھیں تم۔۔؟" بڑھاپے میں بھی ان کی آواز کی گرج اچھے خاصوں کا دل دہلا دیتی تھی، انابیہ دکھ اور صدمے سے رو دینے کو تھی برہان کے بھی مقدر کی خرابی، وہ بھی اسی لمحے اپنا فولڈر اٹھائے عجلت بھرے انداز میں کمرے سے نکلے اور سامنے داجی کی شکی نگاہوں سے نکلتے شعلوں نے انہیں سسپٹا کر رکھ دیا۔ میر برہان محتشم، مانا کہ نکاح ہو چکا ہے تمہارا، لیکن شریف گھرانوں کی بھی کچھ روایات اور طور طریقے بھی ہوتے ہیں۔" ان کا سفاک لہجہ برہان کو اپنی ہی نظروں میں گرا گیا ضبط کی کوشش میں ان کا چہرہ لال ہوا لیکن انہوں نے اپنے لب سی لیے۔ وہ جانتے تھے داجی اپنے سامنے کسی اور کو صفائی کا موقع ذرا کم ہی دیتے تھے اور برہان سے تو باہر جا کر پڑھنے اور سیاست میں نہ آنے کی وجہ سے پہلے ہی خفا رہتے تھے، ان کے اس سرد رویئے کی بناء پر برہان بھی ان سے دُور دُور ہی رہتا تھا۔ جو کچھ فرنگیوں کے ملک سے سیکھ کر آئے ہو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں، سمجھے، جائو دونوں یہاں سے۔" الفاظ کا یہ چابک ان کے اعصاب پر کسی بلڈوزر کی طرح گرا، داجی کا یہ انداز سراسر تضحیک آمیز تھا۔ ذلت کے گہرے احساس کے ساتھ برہان تقریباً اڑتا ہوا کمرے سے نکلا تھا، اسکا دھواں دھواں چہرہ انابیہ کو دائمی خلش میں مبتلا کر گیا۔ وہ کرب سے لب بھینچ کر رہ گئی۔ اس کی شہد رنگ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے۔ وہ نم آلود آنکھوں سے بمشکل ٹانگیں گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے میں پہنچی تو طوبیٰ کو وہاں نہ پا کر اس نے سکون کا سانس لیا۔ واش روم میں جا کر وہ اب کھل کر رو سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ماما کیا ہو گیا ہے آپ کو۔؟ اتنا تچی تو آپ اس وقت نہیں ہوئیں جب میں یو کے گیا تھا۔" ہادی نے بوکھلا کر کمبل ہٹایا اور ذرا محتاط انداز میں ماں کو دلاسا دینے کی کوشش کی، جو اس وقت اسلام آباد میں موجود اپنے گھر میں رو رو کر ایک چھوٹا سا ڈیم بنا چکیں تھیں۔ صبح صبح آنے والی ان کی کال نے ہادی کی نیند بھک کر کے اڑا دی تھی۔

"ہاں تو اس وقت تو درمیان میں سات سمندر حائل تھے، اب تو ایک گھنٹے سے بھی کم کا سفر ہے، لیکن تمہیں اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ بوڑھی ماں سے مل جائو وہ رونا بھول کر اسکی کلاس لینے لگیں تو ہادی کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"بوڑھے ہوں آپکے دشمن، آپ تو اچھی خاصی انرجیٹک اور ینگ وومن ہیں۔" اس نے ماں کو بہلانے کی کوشش کی۔

"بس بس رہنے دو۔ زیادہ مسکا بازی کرنے کی ضرورت نہیں، اپنے باپ کی طرح۔" ان کی جھاڑ سن کر ہادی کی طبعیت ایک

دم فریش ہو گئی۔

"باپ بیچارے کا تو خوامخواہ سے نام بدنام کر رکھا ہے لوگوں نے۔۔" عبداللہ صاحب کی بھی کمرے میں انٹری ہو چکی تھی، ان کی آواز ریسور میں سے ہادی کی سماعتوں تک پہنچی تو وہ مسکرا دیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب کون سی جنگ عظیم شروع ہونے والی ہے۔

"دنیا میں دو ہی تو معصوم اور بھولے بھالے ہیں، ایک آپ اور ایک آپکا بیٹا۔۔" عالیہ بیگم طنزیہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"بھئی اب تم کہیں اور کا غصّہ مجھ پر تو نہ نکالنے کی کوشش کرو۔"عبداللہ صاحب گھبرا گئے۔

"آگ لگے اس کروڑوں کی جائیداد کو، جس کے ہوتے ہوئے ماں بیٹے کے درمیان اتنی دوری ڈال دی۔" عالیہ بیگم ایک دم پھٹ پڑیں۔

"توبہ توبہ، آج تو سرحدوں پر سخت کشیدگی ہے، بیٹا جی پہلی فرصت میں سیز فائر کروانے پہنچیں یہاں۔"عبداللہ صاحب نے بیوی کے ہاتھ سے سیل فون پکڑا اور اسپیکر آن کر کے ہادی کو مخاطب کیا۔

"جی جی پاپا۔۔۔اس ویک اینڈ پر آتا ہوں۔۔"وہ خود بھی ماں کے جذباتی انداز پر بوکھلا گیا، اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس طوطے کی طرح تھا، جس میں اس کی ماں کی جان قید تھی۔

"یقین مانو بیٹا صبح وشام، نیناں بہائے جاتے ہیں، مکیش اور رفیع کے گانے سنے جاتے ہیں، ایسا کوئی دکھی قسم کا ماحول بنا ہوا ہے گھر کا کہ سارے ملازم، چرند پرند ہر کوئی صبح وشام روتا دکھائی دیتا ہے۔۔۔"عبداللہ صاحب کا شرارتی لہجہ عالیہ بیگم کو مزید تپا گیا۔

"سن رہے ہو اپنے باپ کی باتیں، ایک ماں کی محبت کا ایسا مذاق اڑاتے ہیں۔۔" عالیہ بیگم بیزاری سے گویا ہوئیں۔

"کیا ہو گیا ہے ماما، اتنا تو پیار کرتے ہیں پاپا آپ سے، اسی وجہ سے تو ایک منٹ بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل ہونے نہیں دیتے، ورنہ کتنا کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ آ کر رہیں یہاں مری میں۔۔"اسے ہمیشہ کی طرح ثالثی کا کردار نبھانا پڑا۔

"بس بیٹا، تم دنیا کے واحد شخص ہو جو میرے جذبات سمجھ سکتے ہو، کچھ اپنی ماں کو بھی سمجھا دیا کرو۔"عبداللہ صاحب ابھی بھی غیر سنجیدہ تھے۔بابا، آپ بھی ذرا کم تنگ کیا کریں ماما کو۔" ہادی نے مسکرا کر سعد کو اندر آنے کا اشارہ کیا، جو کافی کے دو بڑے مگ اٹھائے دروازے میں کھڑا تھا۔وہ کل ہی اسکے گھر میں شفٹ ہوا تھا اور آج تھکن کی وجہ سے دونوں نے ہی آفس سے چھٹی کر لی تھی۔سعد نے ٹرے ایک طرف رکھ کر بیڈ روم کی کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو سامنے میر ہاؤس کے پچھلے لان کا منظر بالکل صاف تھا۔ہادی کا بیڈ روم فرسٹ فلور پر تھا اور کمرے کے دو اطراف میں کھڑکیاں تھیں جن میں سے دو پچھلے لان کی سائیڈ پر اور دو میر ہاؤس کی گیلری کی جانب کھلتی تھی۔میر ہاؤس کے پچھلے لان میں اس وقت درشہوار اور طوبی نے خوب طوفان برپا کر رکھا تھا۔درخت کے

مضبوط تنے سے باندھے گئے جھولے پر بیٹھی درشہوار کی بلند آواز میں کی جانے والی شاعری سعد کو بغیر کسی دقت کے سنائی دے رہی تھی۔

فصل گل آئی، کھلے باغ میں خوشبو کے علم۔۔۔

دل کے ساحل پر ترے نام کا تارہ چمکا۔۔۔۔

"دومنٹ کے اندر نیچے اتر جائو جھولے سے، ورنہ دن میں تارے دیکھا دوں گی تمہیں۔" طوبیٰ نے منہ پر ہاتھ پھیر کر درشہوار کو دھمکی دی تو سعد کو ہنسی آگئی اسے ہنستا دیکھ کر ہادی بھی اسکے پیچھے آن کھڑا ہوا، وہ بابا سے بات کر کے فون بند کر چکا تھا

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔" اس کے لہجے میں ہلکی سی ناگواری جھلکی۔

"بڑی مزے کی اور زندہ دل لڑکیاں ہیں یار۔۔۔" سعد سامنے کا منظر دیکھ کر کھل کر مسکرایا، کیونکہ طوبیٰ نے ہاتھ میں پکڑا کشمیری سیب کھینچ کر درشہوار کی کمر پر دے مارا تھا اور وہ تڑپ کر جھولے سے اتری اور جوابی حملہ کرنے کے لیے دائیں بائیں سے کوئی ہتھیار ڈھونڈنے لگی۔

"بُری بات ہے یار، اپنے لان میں وہ جو مرضی کریں۔۔" محمد ہادی کو سعد کی تانک جھانک ایک آنکھ نہیں بھائی، ویسے بھی وہ میچورڈ، سلجھا ہوا اور اپنے کام سے کام رکھنے والا بندہ تھا۔

"بے فکر رہو، فوجیں اپنی حدود سے نکل کر ہماری حدود میں داخل ہو چکی ہیں۔" سعد کے شوخ لہجے پر اس نے بیزاری سے نیچے جھانکا۔ درشہوار بڑی مہارت سے درمیانی باڑ پھلانگ کر اسکے لان میں لگے خوبانی کے درخت پر چھلاوے کی طرح چڑھی اور اب وہاں سے پکی ہوئی خوبانیاں توڑ توڑ کر طوبیٰ پر حملے کرنے لگی۔

"بہت ہی ڈفر اور بد تمیز لڑکی ہے، اسکا تو میں دماغ درست کرتا ہوں۔" ہادی کا دماغ گھوما۔ وہ میزائل کی طرح اڑتا ہوا اپنے پچھلے لان میں پہنچا، تب تک درشہوار اس کے آدھے درخت کی تباہی پھیر چکی تھی۔ محمد ہادی کو سامنے دیکھ کر طوبیٰ جو خوبانیاں اپنی جھولی میں ڈال رہی تھی، ہرنی کی طرح فراٹے بھرتی اندر کی جانب دوڑ گئی، جبکہ درشہوار درخت پر ٹنگی کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا کان کھجانے لگی، یہ اسکا مخصوص اسٹائل تھا جو وہ رنگے ہاتھوں پکڑے جانے پر بناتی تھی۔

"محترمہ، ذرا نیچے اتریں شرافت سے۔۔۔" محمد ہادی کے دھمکی آمیز لہجے پر وہ ڈرتے ڈرتے چھلانگ مار کر نیچے اتری اور اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور دھڑم کر کے لان میں سجدہ ریز ہو گئی۔

"ارے رے، چوٹ تو نہیں لگی آپکو۔۔۔" سعد جو ہادی کو منع کرنے کے لیے اسکے پیچھے وہاں پہنچا تھا، سامنے کا منظر دیکھ کر بوکھلا گیا تھا درشہوار خجالت بھرے انداز سے بمشکل اٹھی اور اپنے کپڑے جھاڑنے لگی، جس پر مٹی اور گھاس کے تنکے چپک گئے تھے

جبکہ اسکی کمر علیحدہ دہائی دے رہی تھی، جس پر زمین پر پڑے کسی پتھر کی نوک ٹھیک ٹھاک چبھی تھی۔

"یہ کیا بد تمیزی ہو رہی تھی یہاں۔۔۔؟" ہادی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک آدھ تھپڑ جڑ دیتا۔

"کچھ نہیں، خوبانیاں توڑ رہے تھے۔" اسکی بے نیازی ہادی کا دل جلا گئی جبکہ سعد کے ہونٹوں پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ دوڑی۔

"کیوں، یہ میر حاکم علی کے باپ کی جاگیر ہے۔۔؟ جہاں جب چاہے منہ اٹھا کر چلی آتیں ہیں آپ۔" ہادی کا تلخ لہجہ سن کر درشہوار اور سعد کا دماغ بھک کر کے اڑا جبکہ وہ مزید کہہ رہا تھا۔ "آئندہ ایسا کیا تو میں ڈاریکٹ انہی کے پاس جائوں گا کہ اپنی زبان میں سمجھالیں اپنے گھر کی خواتین کو۔ محمد ہادی کا دھمکی آمیز انداز درشہوار کے تن بدن میں آگ لگا گیا، وہ کہاں عادی تھی اس قسم کے لہجے کی۔ تذلیل کا گہرا احساس خنجر کی طرح اسکے وجود کو کاٹنے لگا۔

"اچھا تو یہ کس کی جاگیر ہے، ذرا روشنی ڈالنا پسند کریں گے آپ۔" آگے بھی درشہوار تھی، آسانی سے ہار نہ ماننے والی۔

"جس کی بھی ہو، آپکو اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے اور برائے مہربانی اپنی آمدورفت اپنی سائیڈ پر ہی محدود رکھیں۔" خوبانیوں کا حشر نشر دیکھ کر ہادی کا خون کھول اٹھا تھا۔

"ایسا کریں، اپنی حدود کے اندر برقی رو دوڑا دیں، کیونکہ اسکے علاوہ تو کوئی اور چیز درشہوار کو یہاں آنے سے روک سکتی نہیں۔" دو قدم آگے بڑھ کر ہادی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ پاس کھڑے سعد کے تو چھکے چھڑا گئی، البتہ محمد ہادی ایک دم تلملا اٹھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا، درشہوار نے انگلی اٹھا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"اور جہاں تک بات میر حاکم علی کو بتانے کی ہے تو یہ شوق بھی پورا کر لیں، لیکن اس سے پہلے یہ ضرور دیکھ لیجئے گا کہ مری کے کس قبرستان میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔۔۔" درشہوار کی بھوری آنکھوں میں غصّہ اور تراشیدہ ہونٹوں کے خم پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری۔

"دھمکی دے رہیں آپ مجھے اس شخص کے نام کی، جسکی اوقات پورا پاکستان جانتا ہے۔" اس نے ایک دم مشتعل انداز میں بے اختیار ہی درشہوار کا بازو پکڑا جو وہاں سے جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔ اسکی مضبوط انگلیاں، درشہوار کے نرم بازو پر کسی گرم سلاخ کی مانند گھستی ہوئی محسوس ہوئیں تھیں۔ اس کی آنکھوں میں اس قدر سفاکی تھی کہ ایک لمحے کو درشہوار بھی گڑبڑا گئی۔

"کیا ہو گیا ہادی، چھوڑو ان کا بازو۔۔۔" سعد نے بوکھلا کر مشتعل ہوتے ہادی کو اپنی طرف کھینچا۔ جسکی آنکھوں سے اس وقت آگ کے گولے نکل رہے تھے جیسے سامنے والے کو زندہ جلا کر بھسم کرنے کا ارادہ ہو۔ درشہوار نے جھٹکے سے اپنا بازو اس سے چھڑایا، اور متنفر انداز میں اسکی طرف دیکھتے ہوئے بڑے سکون سے اپنے لان کی طرف چل دی، اسکے اندر ایک حشر برپا تھا لیکن وہ

اپنے اندر ہونے والی اچھاڑ پچھاڑ کو باہر کی دنیا کے لوگوں پر ذرا کم ہی ظاہر کرتی تھی، یہ اسے اپنی ذات کی سب سے بڑی توہین محسوس ہوتی تھی، لیکن اس وقت تو داجی کے بارے میں کہے ہوئے جملے نے اسے سلگا کر رکھ دیا تھا۔

"مسٹر ہادی۔۔۔ آپکو اندازہ نہیں ہے، کس طوفان کو خود سے دعوت دے چکے ہیں آپ۔" واش روم میں پورا آدھا گھنٹہ اپنی کلائی ٹھنڈے پانی کے نل کے نیچے رکھنے کے بھی وہ اپنے اندر بدلے کی آگ کو کم نہیں کر سکی۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ سڑیل، کہیں خوبانیوں کے پیسے تو نہیں مانگ لیے۔۔۔" وہ جیسے ہی واش روم سے باہر نکلی، طوبیٰ بڑے مزے سے اسکے بیڈ پر بیٹھی، وہی خوبانیاں مزے سے کھا رہی تھی۔ پاس ہی در شہوار کا لیپ ٹاپ رکھا ہوا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔" در شہوار نے بیزاری سے ہاتھ میں پکڑا ٹاول اسٹینڈ پر پھینکا اور کمرے میں آتی ہوئی دھوپ کو کم کرنے کے لیے جیسے ہی پردے کی طرف ہاتھ بڑھایا، اسے جھٹکا لگا۔

در شہوار کے کمرے کی بائیں دیوار کے عین سامنے محمد ہادی کے کمرے کی دائیں سائیڈ والی دو کھڑکیاں تھیں اور درمیانی فاصلہ صرف چند فٹ کا تھا۔۔۔ ان دونوں کمروں کے درمیاں میں چھوٹی سی گیلری اور چند فٹ کی مشترکہ دیوار تھی جو خاصی نیچے تھی۔ ہادی کے کمرے کی شیشے کی دونوں کھڑکیاں اس وقت بند تھیں لیکن پردے ہٹے ہونے کی اور لائیٹ جلنے کی وجہ سے اندر کا منظر بالکل صاف دیکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے سامنے کھڑے ملازم کے اوپر برس رہا تھا، ان دونوں کے چہروں کے تاثرات سے در شہوار کو اندازہ ہوا کہ دونوں کے درمیان گفتگو کوئی خوشگوار نہیں تھی، گرج برس کر وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ در شہوار کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ دوڑی، وہ تیزی سے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر نکلی اور عجلت بھرے انداز میں سیڑھیاں اتر کر ڈرائینگ روم کی میز پر رکھا سنگ مرمر کا بھاری ایش ٹرے اٹھا کر لے آئی۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں، کیوں شرلاک ہومز کی طرح پورے گھر میں گھوم رہی ہو۔؟ یہ ایش ٹرے کیا کرنا ہے کہیں خودنخواستہ اسموکنگ تو نہیں شروع کر دی۔" لیپ ٹاپ پر اپنا فیس بک اکاونٹ کھولے طوبیٰ نے نظریں اٹھا کر حیرت سے در شہوار کا خفا چہرہ دیکھا۔ "طبعیت سیٹ ہے تمہاری۔۔؟" اسکی معنی خیز خاموشی طوبیٰ کے لیے الجھن کا باعث بنی، وہ جانتی تھی در شہوار کے لیے خاموش بیٹھنا دنیا کا مشکل ترین کام تھا، جو وہ مشکل ہی سے سرانجام دیتی تھی۔

"میری طبعیت تو ٹھیک ہے، لیکن کسی اور کی سیٹ کرنے لگی ہوں۔" در شہوار نے غصّے سے اپنی کھڑکی کا پردہ ہٹا کر اسے کھولا اور پوری قوت سے اپنے ہاتھ میں پکڑا ایش ٹرے گھما کر ہادی کی کھڑکی پر دے مارا۔ فضا میں شیشہ ٹوٹنے کی بلند آواز گونجی، اور طوبیٰ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا۔۔؟" وہ اچھل کر بیڈ سے اتری اور متاسفانہ انداز میں کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔

سامنے محمد ہادی کا کمرہ اس وقت خالی تھا لیکن شیشہ ٹوٹنے کی آواز یقیناً نیچے موجود مکینوں تک بھی گئی ہو گی۔ طوبیٰ نے بوکھلا کر پردے برابر کیے اور در شہوار کا بازو پکڑ کر زبردستی اسے بیڈ پر بیٹھایا۔ جسکا چہرہ سرخ اور آنکھوں میں خفگی کا ایک جہان آباد تھا۔

"یہ کیا بے ہودہ حرکت کی ہے تم نے۔۔۔؟" طوبیٰ نے غصّے سے اسکا کندھا ہلایا۔

"ابھی تو آغاز ہے، بڑا دردناک انجام ہو گا۔۔۔" در شہوار کے ماتھے کی پھڑکتی رگ اسکے اندرونی خلفشار کی بھرپور عکاسی کر رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں رینگتی انتقامی مسکراہٹ دیکھ کر طوبیٰ الجھ گئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس پر مزید غور و فکر کرتی، کمرے میں اچانک ایک دھماکہ ہوا اور دونوں کا دل بھی دھک کر کے رہ گیا۔ در شہوار کی کھڑکی کا شیشہ بھی شہید ہو چکا تھا۔ اسٹیل کا ایک بھاری سا گلدان اڑتا ہوا کارپٹ پر آ گرا۔ دونوں خوفزدہ انداز میں اچھل کر پیچھے ہٹیں، اور حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات سے گولڈن کلر کے اس قدیم گلدان کو دیکھنے لگیں، جو حجم میں چھوٹا لیکن وزن میں کسی طور بھی تین چار کلو سے کم نہیں تھا۔

"یہ کیا ہوا ہے۔۔۔؟" طوبیٰ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"جوابی حملہ۔۔۔" در شہوار بڑے مزے سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔

"اس کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟" طوبیٰ جھنجھلا گئی۔

"اسکا مطلب ہے حریف، خاندانی اور ٹکر کا ہے، اور مقابلہ تو ایسے ہی لوگوں کے ساتھ جچتا ہے۔" در شہوار کے لبوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ نے احاطہ کیا اور طوبیٰ یوں تعجب سے اسے دیکھنے لگی جیسے اس کی خرابی دماغ کا یقین آ گیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آستانہ مراد علی شریف پر آج آنے والوں کا تانتا باندھا ہوا تھا۔ مزار کے احاطے میں لگے کیکر کے درخت پر منت کے رنگ برنگے کپڑوں کی ٹلیاں لٹک رہی تھیں اور ایک دو ٹہنیوں پر تو بے اولاد عورتوں نے چھوٹے چھوٹے پنگوڑے لٹکا رکھے تھے۔ مری کے اس گاؤں میں واقع اس مزار پر موجود خواتین میں تعلیم اور شعور کی کمی اور عقیدت کی فروانی تھی۔ اسی مزار کے صحن میں بنے چبوترے پر شیشم کے درخت کا گھنا سایہ تھا اور میلی سی دری پر بیٹھا سائیں بابا کا سر وقفے وقفے سے جھولتا رہتا۔ گلے میں رنگ برنگے موتیوں کی ڈھیروں مالائیں اور سبز رنگ کا چوغہ جو جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا۔

"مام کو پتا نہیں کیا ضرورت تھی یہاں آنے کی۔" شہر زاد نے کوفت بھرے انداز میں ٹینا بیگم کی طرف دیکھ کر سوچا، جو مزار کے احاطے میں رکھے لکڑی کے باکس میں اچھی خاصی رقم ڈالنے میں مصروف تھیں۔ خواتین کا ایک گروپ سائیں بابا کے اردگرد گھیرا ڈالے بیٹھا اپنے لیے دعا کرنے کی التجائیں کرنے میں مصروف تھا۔ شہر زاد کو یہاں آ کر عجیب سا احساس ہوا، وہ ٹینا بیگم کے ایک دفعہ کہنے پر ہی ان کے ساتھ چلی آئی تھی، لیکن اس قسم کی صورتحال کا اندازہ نہیں تھا اسے۔

"حق مولا۔۔۔" سائیں بابا کو ایک دم جوش آیا اور وہ بلند آواز میں نعرہ لگا کر مزار کے احاطے میں گول گول چکر کاٹنے لگا۔ جب کہ مزار میں موجود مرید نیاں عقیدت بھری نگاہ سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"بہت پہنچی ہوئی ہستی ہیں سائیں بابا۔۔۔" ایک خاتون کا جملہ شہر زاد کی سماعتوں میں پہنچا اور اس نے ناگواری سے کھڑے کھڑے پہلو بدلا۔

"مام پلیز چلیں۔۔۔" شہر زاد کی برداشت کی حد ختم ہو گئی۔

"مسز بخاری بتا رہیں تھیں، بڑی متبرک جگہ ہے، یہاں سے کوئی نامراد نہیں جاتا۔" ٹینا بیگم پسینے سے شرابور مڑ کر بولیں۔ اچھے خاصے سرد موسم میں بھی کچھ دیر دھوپ میں کھڑے رہنے کی وجہ سے دونوں کو پسینہ آ گیا تھا

"مرادیں پوری کرنے والی ذات اوپر ہے، آپ لوگ خواہ مخواہ اسے زمین پر ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔" وہ اپنے خیالات کا اظہار ذرا بلند آواز میں کر گئی، اتنے سال ملک سے باہر رہنے کے باوجود اسکے عقائد خاصے پختہ تھے۔ سائیں بابا جو وجد کے عالم میں گول گول چکر کاٹ رہے تھے، ان کو کرنٹ سا لگا اور ان کے متحرک قدموں کی گردش ایک لمحے میں رکی، اور وہ بڑی سرعت سے شہر زاد کے عین سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ وہ خوفزدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"یہ سارا ڈھونگ اوپر والے کا ہی ہے پتر، ہم تو اسکے ہاتھ کی بنائی وہ کٹھ پتلیاں ہیں جنہیں وہ آسمانوں پر بیٹھ کر انگلی کے اشارے سے چلاتا ہے۔ خود کو اسکے اشاروں پر چلنا سیکھا، ورنہ دنیا تیری ڈگڈگی بجا دے گی۔" وہ اسکے پاس آ کر پر اسرار انداز میں گویا ہوا، بدبو کا ایک بھبھوکا شہر زاد کی ناک سے ٹکرایا اور وہ بے اختیار پیچھے ہٹی۔

"منہ کی بدبو سے نہیں اندر کی غلاظت سے ڈر، جو قبر میں بچھوئوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہے۔" سائیں بابا نے پوری قوت سے ہاتھ میں پکڑا ڈنڈا زمین پر مارا اور اللہ ہو کا نعرہ لگاتے ہوئے ایک دفعہ پھر عالم وجد میں رقص کرنے لگا۔ شہر زاد کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا، وہ اڑتی ہوگی اپنی گاڑی تک پہنچی اور جھٹ سے دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ اسکے دل کی دھڑکنیں ابھی بھی بے ربط تھیں۔

"اوہ مائی گاڈ، بہت رش تھا آج۔" ٹینا بیگم بھی اسکے پیچھے ہی گاڑی تک پہنچ گئیں، انہوں نے بڑی مشکل سے لی ہوئی چادر لاپرواہی سے اتار کر سیٹ پر پھینکی اور منرل واٹر کی بوتل کھول کر پانی پینے لگیں۔

"کون سی دعا کرنے آئیں تھیں آپ۔۔۔" شہر زاد نے ہلکی سی ناگواری سے اپنا بیگ کھول کر سن گلاسز نکالے۔

"رومی کی مینٹل کنڈیشن میں بہتری لانے کی۔۔۔" انہوں نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا۔

"واٹ۔۔۔؟" شہر زاد کو جھٹکا لگا اور وہ مڑ کر مام کا چہرہ حیرانگی سے دیکھنے لگی۔

"مجھے یقین ہے، اسکا دل میری طرف پلٹ آئے گا، ماں ہوں میں اسکی، دل دکھتا ہے میرا اسکی حالت دیکھ کر۔" ٹینا بیگم کی آواز بھرا گئی۔

"آپ کو اسے کسی اور اچھے سائیکاٹرسٹ کو دیکھانا چاہیے۔۔۔" شہر زاد نے محتاط انداز میں مشورہ دیا۔

"وہ کہیں نہیں جائے گی میرے ساتھ۔" ان کی صاف گوئی میں دل دکھاتی رنجیدگی شامل تھی۔

"اوکے، میں کوشش کر کے دیکھتی ہوں۔۔" شہر زاد نے مام کو دلاسا دینے کے لیے نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑا، لیکن انہوں نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ وہ دونوں جیسے ہی گھر پہنچیں تو ایک اعصاب شکن مرحلہ ان کا منتظر تھا۔ گیٹ سے پورچ کی طرف جانے والی روش پر دو بڑے سرخ رنگ کے گملے ٹوٹے ہوئے پڑے تھے اور مالی منہ بناتے ہوئے سارا کچرا اسمیٹ رہا تھا۔

"یہ کس نے توڑے ہیں۔۔۔؟" ٹینا بیگم اپنی گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے مالی پر برسیں

"ہارون صاحب نے۔۔۔" مالی نے ہلکا سا جھجک کر جواب دیا۔

"اس باسٹرڈ کا دماغ خراب ہے کیا، آج پھر کچھ چڑھا آیا ہو گا احمق انسان۔" ٹینا بیگم سلگ کر بولیں جبکہ شہر زاد ایک متاسفانہ سانس بھر کر رہ گئی، اسکی مام کے اس شوہر کے ساتھ ایک سرسری سی ملاقات ہوئی تھی لندن میں اور وہ اسے پہلی ہی نظر میں اچھے نہیں لگے تھے۔

"اللہ نے بھی چن چن کر نمونے لکھ دیئے ہیں میری قسمت میں۔۔۔" ان کے چہرے کے زاویئے بگڑے۔ بیزار انداز سے پاؤں پٹختی ہوئیں وہ اندر کی جانب بڑھیں اور شہر زاد کو بھی مجبوراً ان کی پیروی کرنی پڑی۔ ٹینا بیگم نے جیسے ہی لاؤنج میں قدم رکھا، ہارون رضا مشتعل انداز میں ان کی جانب لپکے، وہ شہر زاد کی موجودگی سے بے خبر تھے۔ ویسے بھی ٹینا بیگم کی موجودگی میں ان کا سارا دھیان انہی کی طرف رہتا تھا۔ بلاؤ اپنی اس گندی اولاد کو، جس نے پورے شہر میں بے غیرتی اور بے حیائی کی ایک داستان رقم کر دی ہے۔" ہارون رضا نے ہاتھ میں پکڑا پیپسی کا ٹن پیک بڑے غصّے سے دروازے کی طرف اچھالا جو شہر زاد کے عین قدموں میں آن گرا۔

"کس کو رومیصہ کو۔۔۔؟" ٹینا بیگم کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ ابھی تو انہیں مزار پر چڑھاوا چڑھائے ہوئے دو گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے۔

"ظاہر ہے، وہی تو ہے جس نے تمہارا سکون برباد کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔" وہ بیزاری سے گویا ہوئے۔

"کیا، کیا ہے اس نے۔۔۔؟" ٹینا بیگم کی آواز قدرے مدھم ہوئی۔

"دیکھو ذرا، اپنی ولگر (بے حیا) بیٹی کا کارنامہ۔۔۔" ہارون رضا، شہر زاد کی موجودگی سے بے خبر اپنے ہاتھ میں پکڑی ٹیب پر

تیزی سے انگلیاں چلانے لگے۔ شہر زاد کو اپنی بہن کے لیے ہارون کا جملہ اور لہجہ سخت بُرا لگا لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہی۔

"کچھ پتا بھی تو چلے، کیا دکھانا چاہ رہے ہیں آپ۔۔۔؟" ٹینا بیگم کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا۔

"وہ دکھاؤں گا، جسے دیکھ کر ہوش اڑ جائیں گے تمہارے اور اگلے کئی سال تک تم دنیا والوں سے منہ چھپاتی پھرو گی۔" ہارون رضا کے متنفر لہجے میں کچھ تھا جو شہر زاد کا دل بھی دہلا گیا۔ وہ بھی چند قدم آگے بڑھ آئی۔ ٹینا بیگم کی نظر ٹیب پر کھلے فیس بک کے پیج پر پڑی اور ان کا دماغ بھک کر کے اڑ گیا، وہ لبوں پر ہاتھ رکھ کر خوفزدہ انداز میں ایسے پیچھے ہٹیں، جیسے کوئی بہت بڑا عفریت دیکھ لیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گھن گھرج میں دیوتاؤں کا سا غضب تھا۔ موسلا دھار بارش لگتا تھا آج اپنے ساتھ ہر چیز کو ہی بہا کر لے جائے گی۔ شہر زاد کے دل نے شدت سے تمنا کی کہ یہ طوفان اپنے ساتھ اس ساری ذلت اور رسوائی کو بھی بہا کر لے جائے، جو اسکے خاندان کا مقدر بننے والی تھی۔ وہ سر اٹھائے گلاس وال سے بارش میں شور مچاتے درختوں اور جھومتی ہوئی شاخوں کو دیکھ رہی تھی، اسکی نگاہیں باہر کے مناظر پر اور ذہن کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔ وقت جیسے ٹھہر گیا تھا۔ کمرے میں موت کا سا سناٹا تھا۔ ہر طرف خوف کے نادیدہ سائے رقصاں تھے۔ شہر زاد اور ٹینا بیگم کے وجود کو آنے والے لمحوں کا خوف کسی دیمک کی طرح چاٹ رہا تھا۔ وہ دونوں کبھی بے چین انداز سے ٹہلنے لگتیں اور کبھی سر تھام کر صوفے پر بیٹھ جاتیں۔ کلاک کی ٹک ٹک ان کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی، شام کے سات بجنے والے تھے اور رومی کا دُور دُور تک کچھ پتا نہیں تھا۔ عموماً اس کی آنے جانے کی کوئی ٹائمنگ نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ زیادہ تر گھر میں ہی پائی جاتی تھی، اور آج تو اس نے اپنا سیل فون بھی پاورڈ آف کر رکھا تھا۔

"کہاں رہ گئی ہے وہ۔۔۔" شہر زاد بے چین ہوئی۔

"کہیں بیٹھ کر پھر کوئی اور نیا بے ہودا کارنامہ سرانجام دے رہی ہو گی۔۔" ٹینا بیگم کا تلخ لہجہ، اسکی کنپٹیوں میں گرم سیال مادہ دوڑا گیا۔

"میں سمجھاؤں گی اسے۔۔۔" شہر زاد دھیمے سے شکست خوردہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"اور وہ تو جیسے سمجھ ہی جائے گی۔۔۔" انہیں رومی کے متعلق ایسی کوئی خوش فہمی نہیں تھی۔ اسی وقت ٹینا بیگم کے سیل فون کی مترنم گھنٹی بجی، وہ دونوں خوف سے ایسے اچھلیں، جیسے کمرے میں کسی نے بم کی موجودگی کی اطلاع دے دی ہو۔

"ہیلو۔۔۔" انہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی مرے مرے انداز میں کال اٹینڈ کر لی۔

"ٹینا، کہاں ہو تم۔؟ دوسری جانب مسز افتخار کے بے چین انداز پر ان کا دم بُری طرح دھڑکا۔

"یہیں ہوں، خیریت۔۔۔؟" انہوں نے دانستہ محتاط انداز اپنایا۔

"سماول تو بہت ہی عجیب بات بتا رہی ہے مجھے رومیصہ کے متعلق، سچ پوچھو مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا۔۔" دنیا کے منہ کھل چکے تھے اور مسز افتخار کی کال اس بات کا پہلا ثبوت تھی۔ ان کی بیٹی سماول، رومیصہ کی کلاس فیلو تھی اور دونوں فیملیز کا اچھا ریلیشن شپ تھا آپس میں۔

"کیا۔۔۔" اذیت سے ٹینا بیگم کا چہرہ تاریک ہوا، اسکا مطلب تھا کہ یہ بات انکے سوشل سرکل میں پھیل چکی تھی۔

"کیا تمہیں، نہیں پتا۔۔۔؟" دوسری طرف وہ حیران ہوئیں۔

"نہیں۔۔۔" انہوں نے بُری طرح دھڑکتے دل پر قابو پر کر بمشکل کہا۔

"یہی کہ رومیصہ نے فیس بک پر "رومی سہگل" کے نام سے کوئی پیج بنایا ہے اور۔۔۔" وہ ہلکا سا جھجک کر رکیں۔

"اوہ اچھا، مجھے علم نہیں۔ کیا ہوا؟" وہ صاف مکر گئیں۔

"تمہیں فوراً دیکھنا چاہیے ٹینا، وہ تو لگتا ہے اس لڑکی سے بہت انسپائر ہے، کیا نام تھا اسکا بھلا سا، جس کا اس کے بھائیوں نے مرڈر کر دیا تھا، وہ جو سوشل میڈیا کوئین بنی رہی تھی بہت عرصہ۔۔۔" مسز افتخار جسکا نام لینا چاہ رہی تھیں، ٹینا بیگم جانتے ہوئے بھی وہ نام اپنے لبوں پر لانا نہیں چاہتیں تھیں۔

"اوکے، میں دیکھتی ہوں۔۔۔" انہوں نے اپنی طرف سے بات ختم کرنی چاہی۔

"تمہیں لازمی دیکھنا چاہیے، سہگل فیملی کا ایک نام ہے شہر میں، رومی کی اس حرکت سے بہت بُرا امپریشن جائے گا۔" مسز افتخار نے اس دفعہ کھل کر کہا۔

"تمہیں پتا تو ہے وہ ہمیشہ سے پرابلم چائلڈ بنی رہی ہے میرے لیے، انتہا کی ضدی ہے۔۔" وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئیں۔

"اینی ہاؤ، وہ اگر شوبز میں آنا چاہتی ہے تو اس کو کسی اچھے پراجیکٹ کے ذریعے لانچ کر دو، تمہارے لیے تو یہ بائیں ہاتھ کا کام ہے، لیکن اس طرح کی بولڈ وڈیوز کے ذریعے دوسروں کی توجہ حاصل کرنا کسی طور بھی مناسب نہیں، اور ویسے بھی شہر میں تمہارا ایک نام ہے، بلکہ تم تو ایک برینڈ نیم بن چکی ہو۔" ان کی بات سن کر ٹینا بیگم کو یوں لگا جیسے کسی نے ان کے وجود میں چنگاریاں بھر دی ہوں۔

"جی جی۔ مسز افتخار۔۔ دیکھتی ہوں، کیا معاملہ ہے، اس وقت ایک ضروری میٹنگ کے لیے نکلنا ہے مجھے، کل کلب میں ملاقات ہوگی۔" انہوں نے بمشکل جان چھڑا کر فون بند کیا، لیکن ان کا دھواں دھواں چہرہ شہرزاد کو ساری ان کہی کہانیاں سنا گیا تھا۔

"مام، کیا ہوا۔۔؟" وہ فوراً اٹھ کر ان کے قریب آن بیٹھی۔

"مائی گاڈ۔۔۔ کیسے فیس کروں گی میں دنیا کو۔۔۔؟" اسے لگا جیسے وہ ابھی اپنے بال نوچنے لگیں گی۔

"ٹیک اٹ ایزی مام۔۔۔" شہر زاد ان کے یخ بستہ ہاتھوں کو اپنے نرم گداز ہاتھوں میں لے کر سہلانے لگی۔

"اس قدر ڈی گریڈ کر لے گی وہ خود کو، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" ٹینا بیگم کے لبوں سے ایک سلگتی ہوئی سانس نکل کر دم توڑ گئی۔

"میں نے کہا تھا ناں اسے کسی سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے۔۔۔" اس نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"اور مجھے لگتا ہے اب اس سے زیادہ مجھے ضرورت ہے، دماغ گھما دیا ہے میرا، اللہ جانے کس گناہ کی سزا ہے۔" شہر زاد کو بے ساختہ ان پر رحم آیا۔

"باپ تو مر گیا اس کا، اور عذاب ڈال گیا میرے سر پر۔۔۔" وہ سر پکڑے ایک دفعہ پھر گلاس وال کے پاس آن کھڑی ہوئیں۔

"لیکن مام اب طریقے سے ہینڈل کرنا ہو گا اسے۔۔۔"

"ایسا ہینڈل کروں گی کہ یاد رکھے گی ساری زندگی۔" وہ تلخ لہجے میں مزید گویا ہوئیں۔ "میری دی گئی ڈھیل کا ہی نتیجہ ہے یہ سب، جی چاہتا ہے ٹانگیں توڑ کر بستر پر ڈال دوں اسے، تاکہ ایسی حرکتیں کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔"

"مام پلیز۔۔۔۔" ان کے لہجے سے چھلکتی سفاکی، شہر زاد کو دہلا گئی۔ اسی وقت ٹینا ہاؤس کے گیٹ پر رومی کی گاڑی کا ہارن تیز آواز میں بجا اور بجتا ہی چلا گیا، اس کی پارہ صفت طبعیت کسی کام میں تاخیر برداشت نہیں کرتی تھی۔ چوکیدار نے بڑی مستعدی سے گیٹ کھولا اور رومی کی ہنڈا سوک میزائل کی طرح اڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی اس نے ہمیشہ کی طرح بڑی قوت سے بریک لگائی اور فضائوں میں ٹائروں کے چرچرانے کی آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔

"اُلو کی پٹھی۔۔۔" ٹینا بیگم غصّے میں وہ سارے مینرز بھول جاتیں جو وہ اکثر و بیشتر رومی کو یاد کروانے کی کوشش کرتی تھیں۔

"مام، پلیز ڈونٹ لوز یور ٹیمپر۔۔۔" شہر زاد کی سرگوشی نما آواز ابھری۔

"شٹ اپ۔۔۔" وہ اسی پر برس پڑیں۔ "دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے اس پاگل لڑکی نے میرا، اور تم کہہ رہی ہو میں نارمل رہوں، ہاؤ از اٹ پاسیبل۔؟" وہ زہر خند لہجے میں گویا ہوئیں۔

"سچویشن مزید خراب ہو جائے گی۔۔۔" وہ حتی المکان انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"سو واٹ۔۔۔؟" ان کے لہجے میں بیزاری در آئی۔ سیٹنگ روم کا دروازہ کھلا، رومی اندر داخل ہوئی، ایک لمحے کو تو دونوں کو

لگا کہ وہ اپنے حواسوں میں نہیں ہے۔ متورم، سوجی ہوئی آنکھیں، ملگجی ہوئی شرٹ کے ساتھ اس نے کئی دن پرانی جینز پہن رکھی تھی۔ ہاتھ میں قیمتی امپورٹڈ ڈن ہل (Dunhill) برینڈ کا سگریٹ تھا۔ شہر زاد کو اسکا حلیہ دیکھ کر دھچکا لگا جبکہ ٹینا بیگم کا دل چاہا کہ اسے روئی کی طرح دھنک کر رکھ دے۔ اس نے سوئی سوئی آنکھوں سے اپنی ماں اور بہن کو دیکھا اور ہاتھ میں پکڑا کی چین سامنے صوفے پر اچھال دیا۔ ٹینا بیگم کے تو گویا تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"کہاں سے آ رہی ہو۔۔۔؟" ان کا لہجہ درشت اور جھنجھلایا ہوا تھا۔

"جہنم سے۔۔" اس نے ایک گہرا کش لے کر دھواں بدتمیزی سے ٹینا بیگم کے چہرے پر پھینکا۔

"شٹ اپ۔۔۔" وہ اتنی زور سے دھاڑیں کہ ایک دفعہ تو شہر زاد کا دل بھی دہل گیا۔ جب کہ رومی بے خوفی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"آپ کا کیا خیال ہے اس طرح شاؤٹ کر کے آپ دبا لیں گی مجھے۔؟" اسکا انداز سراسر چڑانے والا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔" غصے کی شدت ان کے پورے جسم کو جھلسا رہی تھی۔

"چچ چچ۔۔۔ ایسے غصہ کریں گی تو وقت سے پہلے بوڑھی ہو جائیں گی۔۔۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی اور ٹینا بیگم کے ضبط کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ وہ تیر کی طرح رومی کی طرف بڑھیں اور ایک زوردار تھپڑ گھما کر اسکے چہرے پر رسید کر دیا۔ شہر زاد نے خوفزدہ انداز سے اپنا ہاتھ لبوں پر رکھ لیا۔ جب کہ رومیصہ پر اس تھپڑ کا ذرا برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا وہ اسے طنطنے کے ساتھ انہیں نفرت آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے تھپڑ اس کے نہیں، سامنے والی دیوار پر مارا ہو، وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلی تھی۔

"بس۔۔۔۔ یا کچھ اور۔۔۔؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"تم۔۔۔۔" ان کے لب خفیف سے انداز میں کانپے اور لفظوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔

"کوئی حسرت رہ گئی ہے تو وہ بھی پوری کر لیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔ ٹینا بیگم کو ایک دم یوں لگا جیسے کسی نے ان پر سر د پانی انڈیل دیا ہو۔ وہ سن ہو کر رہ گئیں۔ ان کے چہرے کے تنے ہوئے تاثرات اور بھینچے ہوئے لبوں کو دیکھ کر رومی کو عجیب سی خوشی محسوس ہوئی۔۔

"کیوں کر رہی ہو تم ایسا۔۔۔؟" وہ پورا زور لگا کر صدمے بھرے انداز میں گویا ہوئیں۔

"میری مرضی۔۔۔" وہ سپاٹ لہجے میں اس طرح بولی کہ شہر زاد کو اس پر سرد خانے میں رکھی کسی بے جان اور بے حس و حرکت لاش کا گمان ہوا اس لیے وہ اسے پلک جھپکے بغیر دیکھنے لگی۔

"تم شوبز میں آنا چاہتی ہو تو مجھے بتاؤ، میں تمہیں اچھے اور باوقار طریقے سے کسی مووی یا سیریل میں لے آؤں گی۔" انہوں

نے اسے لالچ دیا۔

"یہ باوقار طریقہ کیا ہوتا ہے۔۔" اس نے استہزائیہ انداز میں قہقہہ لگایا۔

"کم از کم وہ نہیں ہوتا، جو تم اپنی ولگر ویڈیوز کے ذریعے دیکھانا چاہتی ہو دنیا کو۔" وہ خود پر قابو پا کر دانستہ تحمل بھرے انداز میں بولیں، اتنا تو انہیں بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اسکی آنکھوں اور لہجے سے چھلکتی بغاوت کو غصّے کی چھڑی سے قابو نہیں کیا جا سکتا۔

"فرق کیا ہے ماما، وہی حرکتیں آپ اپنے سوشل سرکل میں کرتی ہیں، جو میں نے ساری دنیا کے سامنے کر دیں، میں آپکی طرح ڈبل اسٹینڈرڈ لائف نہیں گذار سکتی، مجھے جو اچھا لگے گا، وہی کروں گی، اگر زیادہ پرابلم ہے آپکو تو بتا دیں، میں یہ گھر چھوڑ دیتی ہوں۔"

ٹینا بیگم نے ایک دفعہ پھر خود کو ضبط کے پل صراط سے گذارا، لیکن شہر زاد کے اعصاب آج جواب دے گئے تھے۔ اسکی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔ اس نے رومیصہ کی گاڑی کی چابی صوفے سے اٹھائی اور مضبوط قدموں سے چلتی ہوئی اسکے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کا بہت اچھا طریقہ ڈھونڈا ہے تم نے، کیپ اٹ اپ۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولتی ہوئی ملامت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھ کر سیٹنگ روم سے نکل گئی۔ رومیصہ بُری طرح سے گڑبڑا گئی۔ اسے شہر زاد سے اس ری ایکشن کی ہرگز توقع نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نیلا آسمان، سرمئی بادلوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ مغرب سے آنے والی سیاہ گھٹاوں کو ایک دم ہی جوش آیا اور کالی سیاہ بدلیاں کھل کر برسنے لگیں۔۔۔ بارش کی جلترنگ، مری کی فضاوں میں کانوں میں رس گھولتی موسیقی کی صورت محسوس ہو رہی تھی۔ ہادی اور سعد موسم کی دلفریبی سے لطف اٹھانے کی بجائے پچھلے ایک گھنٹے سے ایک پراجیکٹ پر مغزماری کرنے میں مصروف تھے۔ سعد کی انگلیاں لیپ ٹاپ کے کی پیڈ پر بڑی سرعت سے چل رہی تھیں اور محمد ہادی اپنی ڈائری پر کچھ نوٹس اتارنے میں مصروف تھا۔

"گھوڑے جیسی چال، ہاتھی جیسی دُم۔۔۔" میر ہاوس کی جانب سے ایک دم میوزک بجا، اور دونوں نے کوفت بھرے انداز میں بے ساختہ کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔

یار ونڈو بند کرو لگتا ہے کسی سنی پلکس (Cineplex) "سینما میں آن بیٹھے ہیں۔۔" ہادی کے چہرے پر بیزاری ٹپکی سعد نے فوراً اٹھ کر کھڑکیاں بند کیں، لیکن دوسری طرف سے سائونڈ سسٹم کی آواز فل کر دی گئی تھی۔

"واٹ دا ہیل یار۔۔۔۔" محمد ہادی نے ہاتھ میں پکڑا بال پوائنٹ پاس رکھی ڈائری پر پٹخا۔ گانے کے بول اس کے اعصاب پر

کسی چابک کی طرح برس رہے تھے، اور اس سے بھی زیادہ جھنجھلاہٹ اسے اس وقت ہوئی جب ایک ہی گانا دوسری سے تیسری دفعہ پھر فضائوں میں گونجنے لگا۔

گھوڑے جیسی چال، ہاتھی جیسی دم۔۔۔

او ساون راجا، کہاں سے آئے تم۔۔۔؟

چک دُھم دھم۔۔۔ چک دھم دھم۔۔۔

"یار کیا مصیبت ہے۔۔۔" ہادی نے جھنجھلا کر اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

"لگتا ہے ان آفتوں نے پھر لان پر یلغار کر دی ہے۔" سعد کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔۔

"چک دھوم دھوم، چک دھوم دھوم۔۔۔" گانے کے بولوں نے ہادی کا دماغ مزید خراب کیا۔

"تم مانو یا نہ مانو، چوتھی دفعہ ایک ہی گانا لگانے کے پیچھے ان لڑکیوں کی کوئی نہ کوئی شرارت ہے۔" سعد نے اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

"یہ شرارت نہیں، خباثت ہے اس گینگ کی، قسم سے ایک سے بڑھ کر ایک چھچھوری لڑکیوں سے بھرا ہوا ہے میر ہائوس۔" محمد ہادی ضرورت سے زیادہ ہی تپا ہوا تھا لڑکیوں کی اس فوج پر۔

"اس نقار خانے میں کام تو ہونا نہیں، ذرا دیکھیں تو سہی، آخر کس ساون راجا کو بلا رہی ہیں میر ہائوس کی شہزادیاں۔۔" سعد ہنستے ہوئے اٹھا اور کھڑکیوں کے کرٹن پیچھے ہٹائے۔

"یہاں تو باقاعدہ فلم کا شوٹ چل رہا ہے، ذرا آ کر دیکھو۔۔۔" سعد منہ پر ہاتھ رکھ کر بے اختیار ہنسا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں۔۔۔" اس نے اٹھ کر الیکٹرک کیٹل جلائی، گرین ٹی کی شدید طلب ہو رہی تھی۔

"کم آن یار۔۔۔" سعد نے زبردستی اسکا بازو پکڑ کر کھڑکی کے پاس گھسیٹا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا شدت سے دل چاہا کہ وہ میر ہائوس کی لڑکیوں کو کشمیر پوائنٹ پر کھڑا کر کے زور سے نیچے دھکا دے دے، تاکہ وہ ساری لولی لنگڑی ہو کر اپنے کمروں تک محدود ہو جائیں۔ در شہوار اپنے دونوں بازو فضائوں میں پھیلائے، آسمان کی برستی بوندوں کے نیچے گول گول دائرے میں گھومتی ہوئی خود کو کسی ہیروئن سے کم نہیں سمجھ رہی تھی۔ بارش کے قطرے ایک تواتر کے ساتھ اسکے شفاف چہرے پر سفید موتیوں کی صورت میں برس رہے تھے۔ اس کی کزن طوبی اپنے سیل فون کے ذریعے اسکی وڈیو بنا رہی تھی اور نمیرہ چھتری کھولے، ایک اسٹول بیٹھی تھی اور برآمدے میں چھوٹے میز پر سائونڈ سسٹم رکھا ہوا تھا فضاوں میں بلند آواز میں بجنے والے گانے کو گویا اس وڈیو میں بیک گرائونڈ میوزک کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔

کوئی لڑکی ہے، جب وہ ہنستی ہے۔۔۔۔

بارش ہوتی ہے، چھنک چھنک چھم چھم۔۔۔

"کیا چیزیں ہیں یہ۔۔۔" محمد ہادی کی شریانوں میں خون کھولنے لگا۔

"فل ٹائم انٹر ٹینمنٹ۔۔۔۔" سعد قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"اور اس کے دادا کے بکواسی بیانات سنا کرو ذرا ٹی وی پر، جیسے شرافت اور عزت کے سارے پیمانے انہی کے خاندان سے شروع ہو کر انہی پر ختم ہو جاتے ہوں۔" محمد ہادی جل کر بولا۔

"خیر ایسا بھی کوئی حاجیوں کا خاندان نہیں، میر خاقان کی عشق و عاشقی کی داستانیں اکثر ہی میڈیا کی زینت بنتی رہتی ہیں، پچھلے دنوں ایمرٹس ایئر لائن کی ایئر ہوسٹس کی زلفوں کے اسیر ہو گئے تھے موصوف۔۔" سعد نے اسے تازہ ترین معلومات سے آگاہ کیا۔

"یہ ایف سکسٹین ان کی کیا لگتی ہے۔۔۔؟" ہادی نے بیزاری سے در شہوار کی طرف اشارہ کیا، جو اس وقت پنا سیاہ رنگ کا گھیر دار فراک لہرا لہرا کر خود کو مادھوری ڈکشت ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔

"اللہ ہی جانتا ہے یار۔۔۔" سعد نے لاعلمی سے کندھے اچکائے۔ دوسری طرف نمیرہ نے اٹھ کر میوزک کی آواز مزید بلند کر دی۔

کوئی لڑکا ہے، جب وہ گاتا ہے۔۔۔

ساون آتا ہے، گھمر گھمر گھم گھم۔۔۔

چک دھوم دھوم، چک دھوم دھوم۔۔۔

نیچے لان میں در شہوار کی پرفارمنس میں تیزی آگئی۔ وہ سب آج داجی اور میر محتشم کے ملتان جانے کی خوشی میں پچھلے لان میں جشن منا رہی تھیں، اس وقت گھر میں کوئی بڑا موجود نہیں تھا اس لیے راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔

"دل تو کر رہا ہے ویڈیو بنا کر ان کے دادا حضور کو واٹس ایپ کر دوں۔" سعد کو شرارت سوجھی اور اس نے واقعی کیمرہ آن کر لیا۔۔

"لیو اٹ یار، اچھی بات نہیں ہے یہ۔۔۔" ہادی کو بُرا لگا۔

"بے فکر رہو، نہیں بجھواتا انہیں، اب میرے کون سا والی وارث تمہارے پیرنٹس جیسے تگڑی پوسٹس پر بیٹھے ہیں، جو ان سے بغیر سوچے سمجھے ان سے پنگا لوں گا۔" وہ ہادی کے منع کرنے کے باوجود ویڈیو بنانے لگا۔ جب کہ ہادی اکتا کر گرین ٹی بنانے لگا۔ سعد کی بدقسمتی کہ اس گینگ کی ہیڈ در شہوار کی اس پر نظر پڑ گئی۔ جس کی آئی سائٹ ویسے ہی سکس بائے سکس تھی، سونے پہ

سہاگہ وہ سعد کے ہاتھ میں سیل
فون بھی دیکھ چکی تھی۔

"شیم آن یو۔۔" وہ نیچے سے چیخی تو سعد کو معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا۔

"مارے گئے یار۔۔۔" سعد اسکے دھمکی آمیز لہجے پر بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔

"ان کی تو ایسی کی تیسی میں پھیر کر آتی ہوں۔۔" اس سے پہلے کہ طوبیٰ اور نمیرہ اسے منع کرتیں، اس نے کسی چھلاوے کی طرح مشترکہ منڈیر عبور کی اور کسی میزائل کی طرح اڑتی ہوئی ہادی کے سیٹنگ روم تک پہنچ گئی۔

"شرافت سے وہ سیل فون دیں مجھے، جس میں تصویریں یا ویڈیو بنا رہے تھے ہماری۔" وہ کمر پر ہاتھ رکھے کینہ توز نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی، جو اس وقت لاونج کی سیڑھیاں اتر رہے تھے۔

"آپکو غلط فہمی ہوئی ہے، میں تو کال سن رہا تھا وہاں کھڑے ہو کر۔۔۔" سعد فوراً مکر گیا۔

"شرم آنی چاہیے، آپ لوگوں کو شریف گھرانوں میں تانک جھانک کرتے ہوئے۔" اس کا کٹیلا سا جملہ سن کر ہادی کا دماغ گھوم گیا۔

"محترمہ شریف گھرانے کی لڑکیاں کھلے آسمانوں کے نیچے فل میوزک کے ساتھ پرفارمنس نہیں دیتیں۔" ہادی کون سا کسی سے کم تھا۔ بے تحاشا غصّہ، ضبط، اشتعال، اور غصّہ پینے کی کوشش میں درشہوار کی آنکھوں میں لاوا اتر آیا۔

"ہم اپنے گھر میں اچھلیں، کودیں ناچیں، گائیں، آپ سے مطلب۔۔۔؟" وہ بے باکی سے گویا ہوئی۔

"اور ہم بھی اپنے گھر کی کھڑکی، میں کھڑے ہوں یا ٹیرس پر، آپ سے مطلب۔۔۔؟" ہادی سیڑھیاں اتر کر بالکل اسکے مدمقابل آن کھڑا ہوا۔

"کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا، یہ تانک جھانک مہنگی بھی پڑ سکتی ہے۔" اسکے دھمکی آمیز انداز پر ہادی کے کان کی لوئیں سرخ ہوئیں۔

"محترمہ، یہ دھمکیاں کسی اور کو جا کر دیجئے گا، ہمارا ٹائم ویسٹ مت کریں، باہر کا راستہ سامنے ہے۔" ہادی کا سرد انداز درشہوار کو سلگا گیا۔

"دوبارا یہ شکلیں مجھے اپنی سائیڈ پر نظر آئیں تو داجی سے کہہ کر بوریا بستر ہی گول کروا دوں گی مری سے۔۔" وہ انگلی اٹھا کر وارننگ کے انداز میں بولی۔

"مری آپکے دادا کی جاگیر نہیں ہے۔۔۔" وہ ایک دم بھڑک اٹھا۔

"لگتا ہے اس شہر میں نئے آئے ہیں آپ، ورنہ ایسی بات کرنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچتے۔" وہ طنزیہ انداز میں گویا ہوئی۔
"اور لگتا ہے آپ بھی جانتی نہیں ہیں مجھے۔ دوبارا میرے گھر میں قدم رکھنے سے پہلے انشورنس کروا لیجئے گا یا پھر اپنے ہمراہ کوئی وہیل چیئر لے آیئے گا، کیونکہ میں بھی زیادہ دیر تک لحاظ کرنے کا قائل نہیں۔۔" اس نے آگے بڑھ کر سیٹنگ روم کا دروازہ کھولا اور انتہائی بے رخی سے اُسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ توہین کے گہرے احساس سے درشہوار کا چہرہ سرخ ہوا۔
"درشہوار، دوستی نبھائے یا نہ نبھائے، دشمنی بہت اچھی طرح نبھاتی ہے۔" وہ جاتے جاتے پلٹی اور متنفر لہجے میں کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔
"یار یہ اچھی بات نہیں ہوئی۔۔۔" سعد سچ مچ پریشان ہو گیا۔
"تو تمہیں بھی وہ فضول حرکت کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔۔" ہادی نے اسکی کلاس لی۔
"مجھے کیا پتا تھا اسکی اتنی عقابی نگاہیں ہونگی۔۔۔" وہ خفت زدہ انداز میں کہتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔
"اسکی نگاہیں ہی عقابی نہیں بلکہ زبان کی دھار بھی وزیر آباد کی چھریوں کو مات دیتی ہے۔۔۔" ہادی نے مزید اضافہ کیا۔
"اگر اس نے اپنے دادا جی کو بتا دیا تو۔۔۔؟" اس کو ایک نئی فکر لاحق ہو گئی۔
"اب اتنی بھی بے وقوف نہیں ہے وہ، جو پہلے انہیں بتائے کہ وہ لان میں کیا کارنامہ سرانجام دے رہی تھی اور پڑوس کے لڑکے اس وجہ سے تانک جھانک کر رہے تھے۔ بے فکر رہو، کچھ نہیں پھوٹے گی وہ۔۔" ہادی کی بات اسکے دل کو لگی تھی، پہلی دفعہ اس کے حلق سے ایک پر سکون سانس خارج ہوئی۔
"بائی دا وے تم اتنے خلاف کیوں ہو اس کے۔۔۔" سعد مسکرایا۔
"مجھے ایسی مرد مار لڑکیاں ایک آنکھ نہیں بھاتیں، جو خوامخواہ دوسروں کے حواسوں پر سوار ہونے کی کوشش کریں۔" اس نے کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا تو سعد نے شرارتی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔۔
"خیر تم تو لڑکوں کے معاملے میں بھی ایسے ہی ہو۔۔" اس نے کشن اٹھا کر اپنے سر کے نیچے رکھا اور صوفے پر دراز ہو گیا۔
"ایسی بھی کوئی بات نہیں، اپنا تو ایک ہی نظریہ ہے۔۔" ہادی نے ہاتھ میں پکڑا کپ میز پر رکھا۔
"وہ کیا۔۔۔؟"
"ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم۔۔" اسکے ہلکے پھلکے لہجے پر سعد بے ساختہ ہنسا۔
"اور تمہارا تو حلقہ یاراں ہی مختصر ترین ہے۔۔۔" سعد نے اسے چھیڑا۔
"ہاں گنتی کے صرف تین یا چار لوگ، زیادہ بھیڑ بھاڑ سے کوفت ہوتی ہے مجھے۔۔" ہادی نے سنجیدگی سے جواب دیا، وہ واقعی

محدود حلقہ احباب رکھتا تھا اور زیادہ تر لوگ اسے کم گو، ریزور اور کسی حد تک روڈ سمجھتے تھے۔ جب کہ حقیقتاً وہ ایسا نہیں تھا۔

"ویسے تم کچھ بھی کہو، لڑکی مزے کی ہے۔۔۔" سعد کے چہرے کی معنی خیز مسکراہٹ پر محمد ہادی کے اندر خطرے کی گھنٹی بہت تیزی سے بجی اور بجتی ہی چلی گئی کیونکہ سعد سیل فون پر بنائی ہوئی وڈیو، بڑے ذوق و شوق سے دیکھنے میں مگن تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی قوس و قزح اس کے اندرونی جذبات کی بھرپور عکاسی کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات سرد اور سانپ کی طرح بل کھاتی سڑک بالکل ویران تھی۔۔۔ شہر زاد کی اسٹیئرنگ پر جمی گرفت خاصی مضبوط تھی لیکن اس کے دل و دماغ میں ایک حشر برپا تھا۔ گھر میں ٹینا بیگم اور رومیصہ کے زوردار معرکے کے بعد اسکا دل ایک دم ہی اچاٹ ہو گیا۔ وحشت اور بے چینی کسی صورت بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ دو گھنٹے بے مقصد مختلف سڑکوں پر گاڑی گھماتے گھماتے کسی لنک روڈ سے بالکل انجان راستے پر نکل آئی اور اسے پتا ہی نہیں چلا کہ ریزرو پٹرول کا اشارہ دینے والی گاڑی اب فیول ختم ہونے کے بعد احتجاجاً رک گئی تھی۔ شہر زاد کی نظر جیسے ہی فیول کی سوئی پر پڑی اسکا دل دھک کر کے رہ گیا۔ وہ گاڑی کے رکنے کی اصل وجہ سمجھ چکی تھی اور اس سڑک پر کوئی پٹرول پمپ تو دور کی بات کوئی چرند پرند بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ سردیوں کی رات کا گہرا سناٹا اور خاموشی اس ویران راستے پر کسی آسیب کی مانند پھیلی ہوئی تھی، اس نے خوفزدہ انداز سے دائیں بائیں دیکھا، سڑک کے دائیں طرف ایک چھوٹا سا قبرستان اور بائیں طرف گھنا جنگل تھا اور ٹریفک نہ ہونے کے برابر۔ چاند کی چاندنی میں ہر چیز پر اسرار لگ رہی تھی، اور دُور دُور تک نظر آتی قبریں، شہر زاد کے مضبوط اعصاب کے لیے ایک کڑا امتحان بنی ہوئیں تھیں۔

"او مائی گاڈ، اب کیا ہو گا۔۔۔" ؟ وہ گھبرا گئی کیونکہ گاڑی کی فرنٹ لائیٹ کی روشنی میں اسکی نظر ایک ٹوٹی ہوئی قبر پر پڑ گئی۔ جنگلی گھاس اور خودرو پودوں کے درمیان گھرے قبرستان میں جھینگروں اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں عجیب سا دہلا دینے والا تاثر پیدا کر رہی تھیں۔ سناٹا اس جگہ کی ہر چیز کو اپنے پنجوں میں دبائے ہوئے تھا۔ اس نے گھبرا کر اپنا سیل فون اٹھایا اور ٹینا بیگم کا نمبر ڈائل کیا، وہ پاورڈ آف جا رہا تھا۔ اس نے تیزی سے رومی کو کال ملائی اور اسکا سیل فون ناٹ ریسپینڈنگ تھا، اسکے کونٹیکٹس میں گنتی کے صرف دو چار نمبر تھے۔ وہ بُری طرح خوفزدہ ہو گئی۔ سیاہ رات کے اندھیرے میں اسکی نظر ایک ہیولے پر پڑی، اسکا دل دھک کر کے رہ گیا۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں وہ دیکھ سکتی تھی کہ ایک سادھوؤں کے سے حلیے والا شخص لالٹین اٹھائے اسی کی گاڑی کی طرف آ رہا تھا۔ وہ متوحش نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ اتنے سرد موسم میں اس نے دھوتی باندھ رکھی تھی اور اسکا اوپر والا دھڑ ننگا اور گلے میں ریٹھوں والی مالا تھی اس کے غیر معمولی لمبوترے چہرے کی ابھری ہوئی نوکیلی ہڈیاں اس کے چہرے کو عجیب سا تاثر بخش رہی تھیں۔ جبکہ سر گنجا اور آنکھوں میں بڑی پر اسرار سی چمک تھی۔ وہ چلتا چلتا شہر زاد کی گاڑی کے بالکل پاس آ کر رکا اور

اپنے گلے میں پہنی ہوئی مالا میں سے ایک ریٹھے کو ہاتھ کی انگلیوں سے گھمانے لگا۔ شہر زاد کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا، چاند کی پراسرار چاندنی میں یہ منظر خاصا دہلا دینے والا تھا۔ شہر زاد کو پہلی دفعہ یہاں کا اندھیرا اور خاموشی غیر فطری محسوس ہوئی۔ اس سادھو نے انگشت شہادت سے گاڑی کا شیشہ ناک کرتے ہوئے اس خاموشی کی چادر میں شگاف ڈالا۔ دہشت کی لہریں شہر زاد کے وجود میں سرایت کر گئیں، اس نے چیخنا چاہا مگر آواز گلے میں ہی دم توڑ گئی۔ وہ اسے کچھ کہہ رہا تھا مگر گاڑی کے شیشے بند ہونے کی وجہ سے وہ اسکی بات سمجھنے سے قاصر تھی۔ شہر زاد نے کنکھیوں سے اسکی جانب دیکھا، اسکی آنکھوں سے نکلنے والی تیز روشنی میں اسے اپنی ٹانگیں بے جان ہوتی محسوس ہوئیں۔ فضا کے گھمبیر تا، بوجھل سناٹے میں آئی فون کی گھنٹی کی آوازاسے کسی مسیحا کی مانند اپنی سماعتوں میں اترتی محسوس ہوئی۔ اس نے نمبر دیکھے بغیر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے فوراً ہی کال اٹینڈ کی، وہ شخص اب اس کی گاڑی کے شیشے پر جھکا اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ شہر زاد کو اپنے دل کے بُری طرح سے دھڑکنے کی آوازیں اپنی کنپٹیوں میں محسوس ہو رہی تھیں۔

"شہر زاد۔۔!!!" دوسری طرف وہی دل چراتا لہجہ تھا جو آج اسے زندگی بخش گیا تھا۔۔

"ہم زاد۔۔۔" اسکے منہ سے نکلنے والا یہ نام دوسری جانب موجود شخص کو ڈھیروں توانائی بخش گیا۔

"کیسی ہو۔۔؟" وہ مسکرایا۔

"میں گھر سے باہر راستہ بھول چکی ہوں اور کوئی شخص خوفزدہ کر رہا ہے مجھے۔۔" اس کے منہ سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے۔

کہاں ہو تم، لوکیشن بتائو مجھے، کون ہے تمہارے ساتھ۔۔" اسکی نرم آواز میں ایک فطری سی پریشانی چھلکی۔

"آئی ڈونٹ نو، میری گاڑی کا فیول بھی ختم ہو چکا ہے اور وہ مسلسل میری گاڑی کا شیشہ ناک کر رہا ہے۔" خوف سے اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔

"بی بریو۔۔ دروازہ مت کھولنا۔۔" وہ دوسری طرف اب ذرا بلند آواز میں بولا۔ "تم ہو کہاں۔۔؟"

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی، یہ کون سا راستہ ہے۔۔۔؟" شہر زاد کا چہرہ دہشت سے لٹھے کی طرح سپید پڑتا جا رہا تھا۔ دوسری طرف وہ اسکی سچویشن سمجھ چکا تھا۔

"ڈونٹ ووری، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اپنی گاڑی کا دروازہ کسی قیمت پر مت کھولنا، میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس نے دلاسا دیا۔

"پلیز ہیلپ می۔۔" اس کے لہجے میں خوف ہی خوف تھا۔ "مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔"

"اپنے سیل کا نیوی گیشن سسٹم آن کرو، ہری اپ۔ اسے دیکھ کر لوکیشن بتائو اپنی، اور پلیز گاڑی کا دروازہ نہیں کھولنا۔۔" وہ

فکر مند انداز میں بولا۔اس نے بڑی تیزی سے گوگل میپ آن کیا اور سامنے ہی اسکی لوکیشن کیانی روڈ کوٹ ہتھیال کے طور پر آ رہی تھی۔

"اوہ تو تم لنک روڈ پر ہو، ڈونٹ ووری میں ریسکیو کرواتا ہوں تمہیں۔" وہ سیکنڈوں میں اسکی لوکیشن سمجھا تھا۔

"فون بند کرنا پلیز۔' شہر زاد کے التجائیہ لہجے پر اسکا اپنی کال ڈسکنٹ کرتا ہاتھ رک گیا۔وہ اب شاید پی ٹی سی ایل فون پر انگلش میں کسی کو عجلت بھرے انداز میں ساری سچوئشن بتا رہا تھا۔دوسری طرف شہر زاد پر ایک ایک لمحہ قیامت بن کر گذر رہا تھا۔

"شہر زاد، ڈونٹ ووری، میرا ایک فرینڈ پولیس موبائیل بھیج رہا ہے، جسٹ ٹین منٹ لگیں گے۔" وہ اب اسے تسلی دے رہا تھا۔

"ٹین منٹ۔۔۔" شہر زاد نے خوفزدہ نگاہوں سے باہر کھڑے شخص پر نظر ڈالی، جو اس وقت انتہائی بے چین انداز میں ایک دفعہ پھر اسکی گاڑی کے شیشے پر زور زور سے ہاتھ مار رہا تھا۔۔شہر زاد کی دھڑکنوں میں ایک طوفان سا برپا ہو گیا۔

"ڈونٹ ڈسٹرب می۔۔۔" اس نے ہمت کر کے چیخ کر کہا، گاڑی کے باہر کھڑا شخص چونک گیا، جیسے اسکی بات سمجھ گیا ہو۔

"کیا ہوا شہر زاد۔۔۔؟" وہ ریسیور کے دوسری جانب پریشان ہوا۔

"کچھ نہیں، یہ شخص خوامخواہ سے میرے نروز پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔" وہ کھڑکی کی طرف سے تھوڑا رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔

"ڈونٹ ووری، پولیس آتی ہی ہو گی، بی بریو۔۔" وہ فکر مند لہجے میں اسے حوصلہ دے رہا تھا۔جب کہ شہر زاد کو اسکی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی، اسکا سارا دھیان باہر کھڑے شخص کی جانب تھا۔جسے نظر انداز کر کے وہ خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی۔

اچانک بجلی کے کڑکنے کی آواز پر اس نے دہل کر دوبارا شیشے کی طرف دیکھا اور اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا، وہ شخص جا چکا تھا۔

"چلا گیا وہ۔۔۔" شہر زاد کے حلق سے ایک پرسکون سانس خارج ہوئی۔

"جہاں "ہم زاد" آ جائے، وہاں کوئی دوسرا کتنی دیر تک ٹھہر سکتا ہے۔۔۔" اتنے اعصاب شکن لمحات میں یہ بات وہی کر سکتا تھا۔

"وہ لوگ آ کیوں نہیں رہے۔۔؟" اس نے اسکی بات سن ان سنی کر کے پوچھا، ویسے بھی اسے قبرستان اور ارد گرد کے ماحول سے وحشت ہو رہی تھی۔

"اتنے کمزور نروز کی حامل تو نہیں تھیں تم۔۔۔" اسکی بات پر وہ خفت کا شکار ہوئی۔

"تم کیسے جانتے ہو مجھے۔۔۔" یہ سوال بے ساختہ اسکے ذہن میں ابھرا اور اس سے پہلے کہ وہ اس سے استفسار کرتی۔ پولیس موبائیل کے تیز ہارن کی آواز نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔ اس نے لاشعوری طور پر کال ڈسکنکٹ کی اور اپنی گاڑی کی طرف آنے والے پولیس آفیسر کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جو اسکی گاڑی کا شیشہ نیچے کرنے کا اشارہ کر رہا تھا پولیس اسٹیشن سے گھر اور گھر سے بیڈ روم تک پہنچنے کے دوران اس کے اعصاب اچھے خاصے مضمحل ہو چکے تھے۔ گھر میں طوفان گذرنے کے بعد کی بوجھل خاموشی کا راج تھا۔ رومی کے بیڈ روم کا دروازہ بند تھا۔ وہ تھکے تھکے قدموں کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی آئی، اور ایک پین کلر کھانے کے بعد اس نے

اسٹرونگ سی کافی بنائی اور اپنے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر دن بھر کی روداد کو ذہن میں دہرانے لگی۔

"مجھے کم از کم اسکا شکریہ تو ادا کرنا چاہیے۔۔۔" اس نے جلدی سے اپنا سیل فون اٹھایا اور ریسیوڈ کالز میں اسکا نمبر تلاش کرنے لگی

آج کی تاریخ میں مطلوبہ وقت پر آنے والی کال دیکھ کر اسے جھٹکا لگا، اس وقت تو وہ سخت پریشانی میں یہ دیکھ نہیں سکی تھی لیکن اب کے نمبر کی جگہ "ہمزاد" لکھا ہوا تھا اور اس بات نے اسے اچھی خاصی الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ unknown ریسیوڈ کالز میں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کوئی دیکھے نہ دیکھے شاہ میر تو دیکھے گا۔۔۔" طوبیٰ نے ہاتھ میں پکڑا کیلا مزے سے کھاتے ہوئے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ اس وقت درشہوار کے بیڈ روم میں انتقامی ایجنڈے پر ایک گول میز کانفرنس جاری تھی جس میں ایک فول پروف پلان ترتیب دیا گیا تھا، اور اس وقت اس پر بحث جاری تھی کہ طوبیٰ کے بیان کردہ خدشے کے بعد ایک لمحے کو کمرے میں مایوسی میں لپٹی ہوئی خاموشی پھیل گئی تھی۔

"ہاں میرو بھیا کی طرف سے تو مجھے بھی خطرہ ہے۔۔۔" درشہوار نے کافی کا آخری کڑوا گھونٹ پیتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

"اس کو تو آج چائے میں کوئی ٹرینکولائزڈال کر دے آئو۔" نمیرہ نے مونگ پھلی سے انصاف کرتے ہوئے مفت مشورہ دیا۔

"کوئی فائدہ نہیں، وہ نیند میں بھی اٹھ کر چل پڑے گا کمینہ۔۔۔" طوبیٰ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اوں ہوں۔۔۔" درشہوار کے سسٹرانہ جذبات انگڑائی لے کر بیدار ہوئے۔

"مانا کہ میرا بھائی واقعی بہت کمینہ ہے لیکن پلیز اس کے بارے میں منفی رائے کا اظہار یوں منہ پھاڑ کر سرعام نہ کیا جائے تاکہ

ان کی اکلوتی بہن کے جذبات مجروح نہ ہوں۔" سیاہ کارڈیگن کے ساتھ میرون شال اوڑھے درشہوار شرارتی لہجے میں گویا ہوئی۔

"زیادہ ملکہ جذبات بننے کی ضرورت نہیں، تم اچھی طرح جانتی ہو، ہم تمہارے بھائی کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ روز ازل کی طرح روشن اور کسی بھی قسم کے شک و شبے سے بالاتر ہوتا ہے۔" نمیرہ کے طنزیہ لہجے پر درشہوار کے جذباتی غبارے سے ساری ہوا نکل گئی۔

"اسکی کمینگیوں پر تو پی ایچ ڈی کا پورا تھیسس لکھا جاسکتا ہے۔۔۔" طوبیٰ کے بھی سارے پرانے زخم ایک ساتھ جاگ اٹھے۔

"وہ تو بالکل ٹھیک ہے پیاری بہنو، لیکن تم لوگ بھی ذرا ہاتھ ہولا رکھو، میں بھی بندہ بشر ہوں اور تین بھائیوں کی اکلوتی بہن والی میری گم شدہ غیرت جاگ اٹھی تو نقصان تو ہم تینوں کا ہی ہو گاناں۔۔" درشہوار کی بات پر ان دونوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی۔

"تین سے مجھے یاد آیا، بیا آپی کہاں غائب ہیں صبح سے۔۔؟" نمیرہ نے کسی چالاک لومڑی کی طرح آنکھیں گھما کر طوبیٰ کی طرف دیکھا۔

"وہ داجی سے تازہ ترین بے عزتی کروانے کے بعد تین روزہ سوگ پر ہیں، صبح ہی یہ پریس ریلیز جاری کیا تھا انہوں نے۔" طوبیٰ نے پھلوں کی ٹوکری سے چن کر ایک موٹا تازہ کینو چھیلتے ہوئے اطلاع دی۔

"فی الحال تم یہاں سے نکلو اور جا کر میرو بھیا کے بارے میں تازہ ترین اپ ڈیٹ لے کر آئو، تاکہ مشن زیرو زیرو سیون پر کام شروع کیا جاسکے۔" درشہوار نے اس کے ہاتھ سے مالٹا چھینا اور واپس پھلوں کی ٹوکری میں رکھ دیا۔

"کیوں تمہیں جاتے ہوئے موت پڑتی ہے کیا۔۔" وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"مجھے تو اس وقت دیکھتے ہی وہ سمجھ جائیں گے کہ آج پھر کسی خفیہ مشن پر ہوں کیونکہ پوری دنیا جانتی ہے کہ مجھے نیند کتنی پیاری ہے اور میں وہ صرف اسی صورت میں قربان کرتی ہوں جب میرے اندر کوئی کھلبلی مچی ہوئی ہو۔" درشہوار اپنی ننھی سی خوبصورت ناک سکوڑ کر بولی۔

"ہاں تو میرا چہرہ مبارک دیکھ کر کون سا نہیں لگے گا کہ میں تہجد کے نفل پڑھنے کے لیے اٹھی ہوں۔" طوبیٰ کون سا کسی سے کم تھی

"نمیرہ تم چلی جائو پلیز۔۔۔" درشہوار نے دنیا جہاں کی معصومیت اپنے لہجے میں سمو کر اپنی کزن کی طرف دیکھا، جو ہنوز مونگ پھلی کے لفافے میں اس امید پر ہاتھ مار رہی تھی کہ شاید کچھ ہاتھ لگ ہی جائے۔

"توبہ کرو، ندرت امی کی نظر پڑ گئی تو اپنے گھٹنوں کی مالش کا آرڈر دے دیں گی، ویسے بھی آدھی رات کو ان کے سارے

نامعلوم درد جاگ اٹھتے ہیں۔" نمیرہ کے صاف انکار پر در شہوار کا منہ بن گیا۔

"اب یہ کسی یتیم خانے کے مینیجر جیسی شکل مت بناؤ، جاتی ہوں میں، اور یاد رکھنا نیکسٹ ٹائم میں ہر گز نہیں جاؤں گی شیر کی غار میں ہاتھ ڈالنے۔" طوبیٰ کو اس پر ترس آ گیا، اور اسے کھڑا ہوتے دیکھ کر در شہوار مسکرا دی۔

"شاباش میری بہن، تم "میر ہاؤس" کا فخر ہو، آنے والی نسلوں کے لیے "بہادری"، "بے باکی"، "ہمت" اور "جرائت" کا سمبل ہو۔" در شہوار نے لہک لہک کر اس کے گن گانے شروع ہی کیے تھے کہ نمیرہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے زبردستی روکا۔

"بس بس بہن، آدھی رات کو اتنے جھوٹ بولنے پر کہیں کوئی زلزلہ نہ آ جائے مری میں، باقی تقریر پھر کسی اور دن کر لینا۔"

"تم سب لوگ انسانوں کی طرح بیٹھ کر آیت کریمہ کا ورد کرو، میں ذرا نیچے کے حالات کا جائزہ لے کر آتی ہوں اور خبردار تم میں سے کسی نے میری پھلوں کی ٹوکری پر ہاتھ صاف کیا۔" طے شدہ پروگرام کے مطابق طوبیٰ نے پہلے سر نکال کر باہر جھانکا اور پھر دبے پاؤں در شہوار کے بیڈ روم سے نکلی۔ وہ دھڑکتے دل اور لرزتی ٹانگوں کے ساتھ دل ہی دل میں آل تو جلال تو پڑھتی ہوئی فرسٹ فلور کی سیڑھیاں اترنے لگی، اور آج تو ویسے بھی دا جی اور تایا ابا کی غیر موجودگی میں امن شانتی کا دور دورہ چل رہا تھا۔

"اُف۔۔۔" چلتے چلتے اسکا پاؤں سیڑھیوں میں رکھے آرائشی گملے سے ٹکرایا اور وہ لڑکھڑا گئی اور گرل کو پکڑ کر اس نے خود کو گرنے سے بچایا۔

"اُف یہ کم بخت در شہوار کی انٹیریر ڈیزائننگ۔۔" اس نے غصّے میں گملے کو ٹھوکر ماری، جو خاصی مہنگی پڑی۔ اس کے پیر کا ناخن ہلکا سا ٹوٹ گیا۔

"یہ تم کیا آدھی رات کو گملوں اور دیواروں سے ٹکراتی پھر رہی ہو۔" شاہ میر کی آواز نے گویا صور اسرافیل پھونک دیا تھا۔ ایک ہاتھ میں کافی کا مگ پکڑے اور دوسرے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ میں فرنچ فرائز کا پہاڑ بنائے وہ کچن سے نکلتے ہوئے اس کی یہ حرکت نہ صرف دیکھ چکا تھا بلکہ اسکے چہرے پر وہی دل جلاتی مسکراہٹ تھی جس سے طوبیٰ سخت خار کھاتی تھی۔

"خبیث، ابھی تک الوؤں کی طرح جاگ رہا ہے۔۔۔" اس نے دل ہی دل میں شاہ میر کو کوسا۔

"یہ دل ہی دل میں کون سا ڈھائی کا پہاڑا دہرا رہی ہو۔" وہ اسکی خاموشی پر اکتا کر بولا۔

"تمھیں کیا تکلیف ہے۔۔۔" طوبیٰ کے سارے موڈ کا ستیاناس ہو گیا۔

"تکلیف مجھے نہیں، تمہیں ہو رہی ہے، جو اس طرح لنگڑا لنگڑا کر چل رہی ہو۔ "حال" تو خیر پہلے ہی خراب تھا تمہارا اب تو "چال" کی بھی بُری حالت ہو گئی ہے، اف کیا بنے گا تمہارا۔۔۔" شاہ میر کی زبان پھسلی۔

”آج تک کالا باغ ڈیم کا کچھ بنا ہے پاکستان میں۔۔۔“طوبیٰ نے کھا جانے والی نگاہوں سے اپنے تایازاد کی طرف دیکھا، جس کی بولتی نگاہیں اور شرارتی لہجہ اسے سلگا کر رکھ دیتا۔

”ایک دفعہ مجھے حکم کرو، کالا باغ ڈیم کیا، طوبیٰ ڈیم بھی بنا دوں گا۔“وہ شرارتی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا چائے کا کپ سائیڈ میز پر رکھ کر خود مزے سے فرنچ فرائز کھانے لگا، گرما گرم فرنچ فرائز پر کیچپ کے نقش و نگار دیکھ کر طوبیٰ کے منہ میں بھی پانی آگیا۔

”اے طائر لاہوتی، اس رزق سے موت اچھی۔۔۔“اس نے دل ہی دل میں یہ مصرعہ یاد کر کے اپنی ہمت خود بندھائی اور منہ میں آئے پانی پر بمشکل بند باندھ ہی لیا، اگرچہ یہ انتہائی مشکل کام تھا۔

”ویسے آج کیا جنگل میں اکیلے ٹہل قدمی کا ارادہ ہے تمہارا، اگر تم کہو تو میں ساتھ دینے کو تیار ہوں۔۔“شاہ میر کے لبوں پر بڑی جاندار مسکراہٹ کھیل رہی تھی جبکہ طوبیٰ کی نظریں ہال کمرے میں لگے وال کلاک پر تھیں، ٹائم ریت کی طرح ہاتھوں سے پھسلتا ہی جا رہا تھا۔

”تمہاری یونٹ والے والے بلاتے کیوں نہیں ہیں تمہیں، عورتوں کی طرح آکر بیٹھ گئے ہو گھر میں۔“وہ تیکھے لہجے میں ابرو چڑھا کر بولی تو شاہ میر کے حلق سے نکلنے والا قہقہ خاصا بلند تھا۔

”اللہ کے فضل سے میرا اٹو آئی سی بہت مہربان ہے مجھ پر۔سوچ رہا ہوں جوائننگ دے کر پھر کسی بہانے آجاؤں واپس۔“ وہ اسے چڑانے کو بولا۔

”پتا نہیں کون سے پاک فوج کے جوان ہوتے ہیں جنہیں محاذ پر جانے کا شوق ہوتا ہے، ادھر ایک ہی نمونہ ہے ہمارے گھر میں، جو ہر وقت یہیں محاذ آرائی کھولے بیٹھا رہتا ہے۔۔“وہ بڑبڑاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف واپس بڑھی، اور شاہ میر اسکا ارادہ بھانپ کر بڑی تیزی سے اسکے سامنے آن کھڑا ہوا۔

”کیا، کہا تم نے۔۔۔؟“اس نے لاشعوری انداز میں طوبیٰ کا بازو پکڑا، وہ سپٹا گئی۔

”بازو چھوڑو میرا۔۔۔“اسکے بوکھلانے اور نظریں چرانے پر وہ ہلکی سی خوشگوار حیرت کا شکار ہوا۔

”میری طرف دیکھ کر بات کرو۔۔۔“اس کے لہجے کی تپش پر ایک پل کو طوبیٰ کا دل بھی جیسے بھنور کھا کر رہ گیا۔

”بولتی کیوں نہیں ہو اب۔۔۔“شاہ میر کے گھمبیر لہجے پر طوبیٰ کے صبیح چہرے کی رنگت ایک پل کو متغیر ہوئی۔

”ہاں بولو، میں نے کون سا قرضہ لے رکھا ہے تم سے۔۔۔“ وہ جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر اب اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسکے ضبط کا کڑا امتحان لے رہی تھی۔شاہ میر کے اندر چھن کر کے کچھ ٹوٹا۔

"کیا واقعی چلا جائوں واپس۔۔۔؟؟؟"شاہ میر نے سرگوشی کی۔

"میری بلا سے۔" اس نے بیزاری سے کندھے اچکا کر کہا۔"پہلے کون سا میں نے دعوت دے کر بلوایا تھا۔۔" اسکے ہر انداز میں اکتاہٹ تھی۔

"ایک وقت آئے گا کہ تم خود منتیں کیا کرو گی میری، کہ واپس آجائو، اور میں نہیں آئوں گا۔" وہ گہری نظروں سے اسے تکتا ہوا سنجیدہ ہوا۔

"اور یہ وقت انشاء اللہ کبھی نہیں آئے گا۔۔۔"طوبیٰ جبراً مسکرائی تو اسکے گالوں پر بڑے گہرے ڈمپل بنے اور شاہ میر کو اپنا دل ان گڑھوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا چکی تھی اور شاہ میر کا میز پر رکھا کافی کا کپ ٹھنڈا ہو کر بد ذائقہ ہو چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سرد موسم کی شدت سے زیادہ اس دن کی تلخی نے شہر زاد کو تھکا دیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے آنے والے لمحوں کا خوف کسی زہریلے سانپ کی صورت میں کنڈلی مار کر اس کے کمرے میں آن بیٹھا ہو۔ رومیصہ کے کارنامے کے اثرات پوری سہگل فیملی کو بھگتنے تھے۔ اسکے اندر حبس اور گھٹن کا احساس ایک دم ہی بڑھ گیا تھا۔ اس نے بے اختیار اٹھ کر کھڑکیوں کے بلائنڈز ہٹا کر شیشہ پیچھے کر دیا تھا۔ باہر ہلکی ہلکی کن من کے ساتھ موسم سرما کی ٹھنڈی یخ ہوائوں نے اسکا استقبال کیا۔ وہ کچھ دیر آسمان کی تاریکیوں میں اپنی قسمت کے روشن ستارے کو کھوجنے کے بعد تھک ہار کر اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی اور اسکے کرائون سے ٹیک لگالی۔۔ سائیڈ میز پر رکھا آئی پیڈ اٹھا کر اس نے اپنی فیس بک آئی ڈی آن کی اور رومی سہگل کے نام سے بنے پیج کو سرچ کیا، جو تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے مل گیا تھا۔ اس پر رومی کی پوسٹ کردہ خرافات جوں کی توں موجود تھیں، جس کے لیے وہ دل ہی دل میں ڈھیروں دعائیں کر چکی تھی کہ کاش رومی خود اسے ڈیلیٹ کر دے۔ چند گھنٹوں میں اس پیج پر ہزاروں کی تعداد میں لائیکس اور بیشمار فضول کمنٹس کی بھر مار تھی۔

"ہم بھی بیمار ذہنیت کے لوگ ہیں جن چیزوں کو اخلاقیات کے دائرے سے باہر دیکھتے ہیں اس پر غیر اخلاقی کمنٹس کرنا بھی اپنا قومی فریضہ سمجھتے ہیں۔"شہر زاد نے بیزاری سے وہ پیج بند کر کے اپنی پروفائل اوپن کر لی۔ اچانک اسکی نظر اپنی فرینڈ لسٹ پر پڑی، اس لسٹ میں ہم زاد کا نام دیکھ کر اسے شاک لگا۔، وہ رک گئی۔ یہ آئی ڈی اس نے مری کانونیٹ کے زمانے میں بنائی تھی اور لندن جانے کے بعد بند کر دی تھی، بیچ میں وہ کبھی کبھار اسے اوپن کر کے سرسری نظر ڈال لیتی لیکن اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ اس نے ہم زاد نام کی کسی آئی ڈی کو اپنے پاس ایڈ نہیں کیا تھا، اسکا مطلب تھا کہ وہ جو کوئی بھی تھا، پہلے اپنے اصل نام سے اس کی فرینڈ

لسٹ میں ایڈ ہوا تھا اور پھر اس نے اپنی پروفائل کا نام تبدیل کر دیا تھا۔اس نے جلدی سے اسکی وال چیک کی،وہ کبھی کبھار سوشل ایشوز اور ملکی حالات پر انتہائی دلچسپ اسٹیٹس لگاتا تھا اور اسکے پاس تقریباً سات سال پہلے ایڈ ہوا تھا۔اسی فرینڈ لسٹ میں اس کے سکول کے زمانے کے کئی کلاس فیلوز موجود تھے۔جن کے نام اسکے ذہن سے نکل چکے تھے لیکن کسی کسی کی شکل تھوڑی بہت یاد تھی۔

"کیا یہ لوگ جانتے ہیں کہ "ہم زاد" نام کے پیچھے کون ہے۔۔۔؟"اس کے ذہن کی سلیٹ پر ایک سوال ابھرا۔

"یقیناً جانتے ہونگے۔۔۔"اس سوچ نے اس کے اندر توانائی کا ایک جہان بھر دیا۔اس نے کچھ سوچ کر اپنی مری کانوینٹ کے زمانے کی فرینڈ رودابہ کا نمبر ملایا، جس سے اس کی کسی زمانے میں اچھی فرینڈ شپ تھی،اور لندن جانے کے بعد بھی کچھ عرصہ سوشل میڈیا پر رابطہ رہا اور پھر دونوں اپنی اپنی دنیاؤں میں مگن ہو گئیں۔

"شیری،تم زندہ ہو ابھی۔۔۔؟"دوسری طرف رودابہ اسکی آواز سن کر خوشگوار حیرت کا شکار ہوئی۔

"زندہ ہوں تو بات کر رہی ہوں ناں۔۔"وہ اسکے والہانہ انداز پر مسکرائی۔

"کب آئیں پاکستان،اور بے وقوف لڑکی، آکر رابطہ کیوں نہیں کیا۔؟"وہ اپنے ازلی بے تکلفانہ انداز میں گویا تھی۔

"ابھی آئے ہوئے ٹوٹل تین چار دن ہی تو ہوئے ہیں مجھے۔۔۔"وہ چاہ کر بھی ویسی فرینکنیس کا مظاہرہ نہیں کر پائی۔ریزرو تو وہ شروع ہی سے تھی لیکن اب ضرورت سے زیادہ محتاط ہو گئی تھی۔

"چلو پھر کل کا لنچ میری طرف،بیٹھ کر کہیں کانوینٹ دور کی یادیں تازہ کرتے ہیں۔"رودابہ نے فوراً نے ہی اسے دعوت دی جو اس نے کچھ سوچ کر قبول کر لی۔دس پندرہ منٹ پرانی یادیں دہرنے کے بعد شہر زاد نے اچانک وہ سوال پوچھ ہی لیا،جسکے لیے اس نے اسے کال کی تھی۔

"یہ فیس بک کے میچوئل فرینڈز میں "ہم زاد" کے نام کی آئی ڈی کس کی ہے۔۔؟"

"شیطان کی۔۔۔"وہ کھکھلا کر ہنسی۔

"مطلب۔۔۔؟"وہ الجھ گئی۔

"آئی ڈونٹ نو یار،کوئی کلاس فیلو لگتا ہے، سبھی کے بارے میں جانتا ہے،لیکن اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتا،بہت مزے مزے کی پوسٹس لگاتا ہے اس لیے ابھی تک ان فرینڈ نہیں کیا۔۔۔"رودابہ بڑی لاپرواہی سے بتا رہی تھی۔

"لیکن اس طرح اپنی شناخت چھپانے کا فائدہ۔۔؟"شہر زاد کو مایوسی ہوئی۔

"ہو سکتا ہے اسے ہو،ویسے بھی ہر کسی کو اپنی لائف اپنے طریقے سے گذارنے کا حق ہے،ہم کسی کو اپنے رولز اینڈ ریگولیشنز

کے پابند تو نہیں کر سکتے، تم بتاؤ، کب پریکٹس اسٹارٹ کر رہی ہو۔" رودابہ نے اپنے مخصوص لاپرواہ انداز میں بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

"ہاں، سوچ رہی ہوں کوئی فرم جوائن کر لوں۔۔۔" شیری نے سنجیدگی سے بتایا۔

"اگر ایسا کوئی پروگرام بن رہا ہے تو مجھے بتانا، ہو سکتا ہے میں تمہاری کچھ ہیلپ کر سکوں۔" رودابہ کے خلوص پر اسے کبھی کوئی شک نہیں ہوا تھا۔ اسی وقت شہر زاد کے روم کا دروازہ ہلکا سا ناک ہوا، رومیصہ تھکے تھکے سے انداز سے اندر داخل ہوئی۔

"شیور، وائے ناٹ، اوکے رودابہ، کل ملتے ہیں، پھر بات ہو گئی، ٹیک کیئر، بائے۔۔۔" اس نے جلدی سے کال ڈسکنکٹ کی۔

"کیسے آنا ہوا۔۔۔؟" شہر زاد نے دانستہ سپاٹ نظروں سے رومیصہ کی طرف دیکھا۔

"تم خفا ہو مجھ سے۔۔۔" رومی نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹخاتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں۔۔۔؟" شہر زاد کا پرسکون انداز اسے مزید اضطراب کا شکار کر گیا۔

"اسی بات پر جس پر مام خفا ہیں۔۔۔" وہ ہلکا سا جھجک کر بولی۔

"تمہیں پتا ہے رومی، میں کسی کی پرسنل لائف میں اس وقت تک انٹرفیئر نہیں کرتی، جب تک وہ چیز کم از کم میری لائف پر effect نہ کرے۔"

"تمہاری زندگی ہے، تم اگر ایسی ہی گذارنا چاہتی ہو تو ایز یو وش، میں تمہیں منع نہیں کروں گی، جیسے میں مام کو نہیں کرتی۔" شہر زاد نے اس دفعہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا، اسکا دوٹوک انداز، اور سنجیدہ لہجہ رومیصہ کے لیے خاصی مایوسی کا باعث بنا۔

"تمہیں ماما کی چیپ حرکتوں پر ہرٹ نہیں ہوتی ہو۔؟ کیا انہیں یہ سب سوٹ کرتا ہے۔۔؟" وہ متنفر لہجے میں گویا ہوئی۔

"کیا تمہیں سوٹ کرتا ہے وہ سب، جو تم کر رہی ہو۔۔؟" شیری کے الٹا سوال کرنے پر وہ سپٹا گئی۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔" وہ بُرا مان گئی۔

"انہوں نے بھی ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔" شیری نے ان کا دفاع کیا۔

"اس ایج میں آئے دن کے اسکینڈلز اور شادیاں، تمہارے نزدیک کچھ نہیں ہیں۔" وہ ہلکا سا جھنجلائی۔

"لائف پارٹنر کی ضرورت تو انسان کو ہر عمر میں رہتی ہے، اور ان کی بدقسمتی کہ ان کی پہلی اور دوسری شادی کامیاب نہیں ہو سکی، دنیا میں بہت سے لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے، تو کیا اسکا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ وہ دنیا سے کنارہ کشی کر کے ساری خوشیوں کو اپنے اوپر حرام کر لیں۔"

"وہ جان بوجھ کر ایسے کرپٹ لوگوں کا انتخاب کرتی ہیں۔۔۔" رومی تلخ لہجے میں گویا ہوئی۔

"کوئی بے وقوف انسان ہی جان بوجھ کر اپنے لیے کوئی بُرا انتخاب کر سکتا ہے اور کم از کم مام جیسی پریکٹیکل اور پروفیشنل وومن سے میں ایسی چیز کی توقع نہیں کرتی، یہ الگ بات ہے کہ اس معاملے میں ان کی قسمت ان کا ساتھ نہیں دیتی۔" شہر زاد نے اس دفعہ کھل کر کہا۔

"تم مام کو ڈی فینڈ (دفاع) کر رہی ہو۔۔" وہ بیزار ہوئی۔

"نہیں میں تمہیں حقیقت بتا رہی ہوں۔۔۔" وہ اپنے ازلی پرسکون انداز سے گویا ہوئی۔

"تمہیں نہیں پتا ان کے یہ فیصلے کتنے بُرے رہے ہیں میرے لیے۔۔۔" وہ ان سے حد درجہ خفا تھی۔

"انسان کے اپنے فیصلے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اپنے لیے۔۔۔" شیری نے اس کی تصیح کی۔

"مام نے اپنی جھوٹی سچی کہانیاں سنا کر تمہیں بھی اپنی طرف مائل کر لیا ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں، انہیں دوسروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کا فن آتا ہے۔۔" وہ اب شہر زاد کی طرف سے بھی بدگمان ہوئی۔

"تم بھی مجھ سے شئیر کر سکتی ہو، ٹرسٹ می، میں تمہیں بھی کبھی بُرا نہیں کہوں گی۔۔" شہر زاد نے اسے اب نرمی سے گھیرنا چاہا۔

"مجھے ضرورت نہیں ہے۔۔۔" وہ ناراضگی سے پاؤں پٹختی ہوئی اسکے کمرے سے نکل گئی، لیکن شہر زاد کو اس احساس نے طمانیت بخشی تھی کہ کم از کم اس کے دل میں اسکے لیے کوئی نرم گوشہ موجود تھا۔ وہ اب رومیصہ کو اپنے طریقے سے ہینڈل کرنے کا تہیہ کر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈانسنگ فلور تیز جلتی بجھتی بتیوں کے حصار میں تھا۔۔۔ انگلش میوزک کا تیز اور بے ہنگم شور، سماعتوں میں پہنچ کر ینگ جنریشن کے جوش و جنون اور ولولے میں اضافہ کر رہا تھا۔ فلور پر تھرکتی، نامناسب لباس میں موجود لڑکیاں، دیکھنے والوں کے صبر کا امتحان بن رہیں تھیں وہاں موجود سبھی لوگوں کو اپنے اندر ایک ہیجان سا برپا ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ یہاں سکون کی تلاش میں آئی تھی۔ شہر زاد کا مام کو اسپورٹ کرنا اسے بُری طرح سے چبھا تھا، اسکا ذاتی خیال تھا کہ اسکی بہن کو بھی اس معاملے میں اسی کا ساتھ دینا چاہیے، لیکن اس کے رویئے نے اسے نہ صرف مایوس کیا تھا بلکہ اچھا خاصا ڈپریشن میں مبتلا کر دیا تھا۔ تبھی وہ رات کے اس پہر اپنی فرینڈ کنزہ کے ساتھ اس کلب میں موجود تھی۔ یہاں آ کر بھی وہ انتہائی ذہنی خلفشار کا شکار تھی۔ اسکن ٹائیٹ جینز پر پنک شرٹ کے ساتھ اس نے ایک چھوٹا سا مفلر گلے میں لٹکا رکھا تھا۔ اسکی آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے، وہ پچھلے دو دن سے بالکل نہیں سو

سکی تھی، اور اس وقت کنزہ اسے چھوڑ کر فل انجوائے منٹ کے موڈ میں تھی، تبھی اسے ایک کونے میں اکیلے بیٹھنا پڑا۔

"ہائے ہنی۔۔۔" ایک چوبیس پچیس سال کا لڑکا لڑکھڑاتا ہوا اسکے بالکل پاس آن کھڑا ہوا اور اسکے چہرے پر گری لٹ کو چھو کر بدتمیزی سے بولا۔

"ہائے۔۔۔" رومی نے بیزاری سے اسے دیکھا، وہ یقیناً نشے میں تھا۔

"آئو، جوائن کرو مجھے۔۔۔" وہ زبردستی اسکا بازو پکڑ کر ڈانسنگ فلور پر لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔

"مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں۔۔۔" رومیصہ کا چہرہ سرخ ہوا اور وہ جھنجھلا کر اپنا بازو اسکی مضبوط گرفت سے چھڑانے لگی۔

"تو پھر یہاں کیا جھک مارنے آئی ہو۔۔۔" اسکا طنزیہ لہجہ رومیصہ کو آئوٹ کر گیا، اس نے گھما کر ایک تھپڑ اسکے چہرے پر دے مارا۔

"وہ لڑکا مشتعل ہوا۔ ۔۔۔(Bitch) "یو بچ"

"آئی ول کل یو۔۔۔" وہ خطرناک ارادوں کے ساتھ رومیصہ کی طرف بڑھا، لیکن اس سے پہلے ہی اسکے دو فرینڈ درمیان میں آ گئے۔

"روحیل، ڈونٹ لوز یور ٹیمپر۔۔۔" اسکے ایک فرینڈ نے زبردستی اسے پکڑا۔

"اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا، جسٹس محمود کے بیٹے پر، اوقات کیا ہے اس کی۔" اسکا لہجہ درشت اور جھنجھلایا ہوا تھا، سارا نشہ بھی ہرن ہو گیا تھا۔

"آپ پلیز جائیں یہاں سے۔۔۔" اس کے اسی دوست نے التجائیہ لہجے میں رومیصہ سے کہا۔

"نہیں جاتی، کیا کر لیں گے آپ۔۔" اس نے بھی ہٹ دھرمی دیکھائی، لیکن اس وقت کنزہ کو ساری سچویشن سمجھ میں آ چکی تھی۔

"آر یو میڈ۔۔۔؟" رومیصہ کی فرینڈ کنزا اسٹیج سے بوکھلا کر اتری اور اسکا بازو پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئی۔

"جانتی ہو، وہ جسٹس محمود کا بیٹا ہے، روحیل محمود۔۔۔" کنزہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"جسٹس کا بیٹا ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے پاس ہر بے ہودا حرکت کرنے کا پرمٹ ہے۔۔" رومیصہ کی آواز کے اتار چڑھائو سے اسکی دماغی کھولن کا اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ تیز بارش میں بغیر کسی سویٹر یا کوٹ کے پارکنگ میں کھڑی تھی۔

"میں گھر جا رہی ہوں۔۔۔" اسکا دل ایک دم ہی یہاں کے ماحول سے بھی اچاٹ ہو گیا۔

"ادھر دو گاڑی کی کیز، آدھی رات کو مار دو گی کہیں۔ ویسے بھی موسم اتنا خراب ہے۔" کنزہ نے اسے فرنٹ سیٹ کی طرف

دھکیلتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور برق رفتاری سے گاڑی مین روڈ پر لے آئی۔ تیز بارش کے تسلسل میں کچھ کمی آگئی تھی لیکن اب ژالہ باری کا سلسلہ بھی ساتھ شروع ہو گیا تھا۔ رات کی تیرگی میں ،اس موسم میں ڈرائیو کرنا واقعی مشکل تھا، لیکن کنزہ بڑی مہارت سے گاڑی چلا رہی تھی۔ موسم سرما کی سخت اور کہر جما دینے والی سردی کو انجوائے کرنے کے لیے چند منچلے بھی میدان میں اتر آئے۔ اسلام آباد ایکسپریس وے پر ون ویلینگ کا سلسلہ شروع ہو گیا، رات کے اس پہر ان منچلوں نے پٹرولنگ پر موجود پولیس والوں کو ایکدم ہی پریشان کر دیا تھا، یہ سب بڑے گھرانوں کی بگڑی ہوئی اولادیں تھیں، جن کو منع کرنا بھی ایک دردسری تھی۔ رومیصہ بیگ سے لائٹر نکال کر سگریٹ سلگانے لگی۔ اسکے اندر اپنی ہی سوچوں کا ایک جہنم آباد تھا، جس نے اسے باہر کے موسموں سے لاتعلق کر دیا تھا۔ اس نے ایک دم ہی گاڑی کا شیشہ نیچے کیا، اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کنزہ کو کپکی میں مبتلا ہو گئے۔

"پاگل تو نہیں ہو گئی ہو۔۔۔" کنزہ نے اپنی سائیڈ پر لگے بٹن سے گاڑی کا شیشہ فل اوپر کر کے ہیٹر جلایا۔

(گھٹن) فیل ہو رہی ہے مجھے۔۔۔" اسکا لہجہ تھکا تھکا سا تھا۔

"کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ رومیصہ، جو چاہتی ہو، کر لیتی ہو، پھر بھی ریلکس نہیں ہوتی ہو۔" وہ حیران ہوئی۔ کنزہ کے ساتھ اسکی فرینڈ شپ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا اور ویسے بھی رومیصہ لونگ ٹرم ریلیشنز پر یقین نہیں رکھتی تھی۔ وہ چیزوں کے ساتھ ساتھ بہت جلد لوگوں اور رشتوں سے بیزار ہو کر انہیں چھوڑ دیتی۔ یہ اس کی شخصیت کی سب سے بڑی خامی تھی۔ جو چیز اسے بہت زیادہ اٹریکٹ کرتی، وہ کچھ ہی دن کے بعد بے قدری سے اسکے کمرے میں رل رہی ہوتی۔

"پتا نہیں، کچھ کمی ہے، کچھ نہ ہونے کا احساس ہے، جو مجھے کھل کر خوش ہونے نہیں دیتا۔۔۔" اس نے پہلی دفعہ بے تکلفی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

"مثلاً۔۔۔؟" کنزہ نے جیسے ہی گردن موڑ کر رومیصہ کی طرف دیکھا، اسے جھٹکا لگا، کیونکہ اسکی نظر رومیصہ کی سائیڈ کے کھڑکی کے شیشے سے ہوتی ہوئی باہر سڑک پر جسٹس محمود کے بیٹے کی ہیوی بائیک پر پڑی۔ وہ نہ جانے کب سے ان کے تعاقب میں تھا۔ اس نے رومیصہ کو بتائے بغیر گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔ وہ اسے پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"کیا کہہ رہی تھیں تم۔۔۔" کنزہ نے خود کو نارمل ظاہر کے لیے یونہی پوچھا۔ وہ بیک مرر سے روحیل کو دیکھ رہی تھی، جو تھوڑا پیچھے رہ گیا تھا۔

"تقدیر کا ہاتھ بہت بے رحم ہوتا ہے، وہ جن لوگوں پر بے دریغ دونوں ہاتھوں سے لٹاتی ہے، ان کو بھی مکمل خوش ہونے نہیں دیتی، ان کی زندگیوں کا بھی کوئی نہ کوئی ایک کونہ تشنہ رکھتی ہے، تاکہ لوگ بھکاریوں کی طرح سر جھکائے اس کے سامنے گڑگڑاتے رہیں، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اس سے مانگتے رہیں لیکن پھر بھی خواہشوں کی تکمیل کے زم زم ہر کسی کے لیے جاری نہیں

ہوتے۔" کنزہ گاڑی چلاتے ہوئے اس کی بھڑاس سن رہی تھی۔ روحیل محمود اپنی بائیک کو دوبارا اس کی گاڑی کے عین برابر لے آیا تھا، کنزہ نے کنکھیوں سے دیکھا، وہ اپنی لیدر کی جیکٹ سے ایک چھوٹا، اور جدید قسم کا پسٹل نکال رہا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ، یہ باسٹرڈ تو وہی ہے، اور اسکے ہاتھ میں پسٹل ہے۔۔۔" رومیصہ کی بھی اچانک اس پر نظر پڑی اور وہ بوکھلا گئی۔

"ٹیک اٹ ایزی۔۔۔" کنزہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں اسے تسلی دینا چاہی۔

"گاڑی روکو۔۔" روحیل بلند آواز میں چیخا۔ وہ اپنا پسٹل والا ہاتھ فضا میں لہرا رہا تھا۔ کنزہ نے ایک دم خوفزدہ ہو کر بریک لگائی اور روحیل جو اچانک ہی اپنی بائیک انکے سامنے لے آیا تھا، تیز بارش اور پھسلن زدہ سڑک پر اس کی بائیک آوٹ آف کنٹرول ہو کر ان کی گاڑی سے ٹکرائی اور وہ اچھل کر بُری طرح سڑک پر جا گرا۔ بارش سے زیادہ تیز اس کے سر سے نکلنے والا خون کا فوارہ تھا۔ اس کا سر بہت بُری طرح زمین سے ٹکرایا تھا اور کچھ دیر تڑپنے کے بعد اسکا جسم بالکل ساکت ہو گیا۔ اسکی ہیوی بائیک بھی دور جا گری تھی ۔کنزہ اور رومیصہ کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی، اور ان کی بد قسمتی تھی کہ پولیس کی پٹرولنگ پر موجود گاڑی لنک روڈ سے اچانک ہی مین روڈ پر آن نکلی اور انہوں نے روحیل محمود کو اپنی آنکھوں سے ان کی گاڑی سے ٹکرا کر بہت بُری طرح سڑک پر گرتے دیکھا تھا۔ دو پولیس آفیسرز جلدی سے گاڑی سے اترے اور بڑی سرعت سے روحیل کی طرف پہنچے، کنزہ اور رومیصہ بھی گاڑی سے باہر نکل چکیں تھیں، ٹھنڈا یخ موسم ان کی رگوں میں خون جما رہا تھا لیکن وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہیں تھیں۔

"آئی تھنک۔۔He is no more" پولیس آفیسر کے منہ سے نکلنے والے اس فقرے کو سن کر ان دونوں کو لگا، جیسے مارگلہ کی ساری پہاڑیاں ان کے وجود سے ٹکرا کر ان کے پرخچے اڑا گئیں ہوں اور وہ دونوں منہ پر ہاتھ رکھے سخت صدمے سے روحیل کی تیز بارش میں زمین پر پڑی ڈیڈ باڈی کو دیکھ رہیں تھیں۔ وہ ان کے پیچھے تھا اور موت اسکے تعاقب میں تھی اور جیت اجل ہی کی ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مری کے بادلوں کے ساتھ فضاؤں میں رقص کرنے والے اولے، اب روئی کے گالوں کی صورت میں ہر چیز پر سفید چادر بچھا رہے تھے، ایسا لگ رہا تھا جیسے پورے شہر نے چاندی کا لباس زیب تن کر لیا ہو۔ سڑکوں، عمارتوں، درختوں اور ہر چیز پر برف ہی برف تھی۔ میر ہاؤس کا پچھلا دروازہ کھلا اور برساتیاں پہنے وہ تینوں لڑکیاں اپنے مشن کی تکمیل کے لیے باہر نکلیں، موسم کی شدت بھی ان کے آہنی ارادوں میں کوئی دراڑ نہیں ڈال سکی۔ وہ زمین پر بچھے برف کے فرش پر احتیاط سے چل رہیں تھیں۔ درشہوار کے ہاتھ میں چھاتا، جبکہ طوبیٰ نے ہاتھ میں ایک ٹارچ اٹھا رکھی تھی اور نمیرہ کے پاس ایک شاپر تھا، جس میں اس مشن کی تکمیل کا سامان موجود تھا۔ ان تینوں نے بڑی احتیاط سے محمد ہادی کے گھر کی چھوٹی سی دیوار پھلانگی، وہ تینوں اب اس کے گھر میں موجود تھیں۔

"جلدی کرو۔۔۔"سردی کی شدت سے طوبیٰ کے دانت بج رہے تھے۔

"اب کیا اڑنا شروع کر دیں۔۔۔"در شہوار جھنجھلا گئی۔

"بکو مت، جلدی لاک لگاؤ۔۔۔"طوبیٰ نے غصّے سے در شہوار کی طرف دیکھا، جو بڑی احتیاط سے محمد ہادی کے گھر کے داخلی دروازے کی کنڈی چڑھا رہی تھی اور منصوبے کے تحت اب اسے باہر اپنا لاک لگانا تھا۔ہادی کے گھر میں داخل ہونے کا واحد یہی دروازہ تھا، جس پر لگا بھاری بھر کم قفل، اب گھر میں موجود مکینوں کو اندر قید کر چکا تھا۔

"پوسٹر نکالو۔۔۔"در شہوار نے مشن کی کمانڈ سنبھالتے ہوئے اگلا آرڈر جاری کیا۔

طوبیٰ نے شاپر سے ایک درمیانی سائز کا پوسٹر نکالا اور دروازے پر چسپاں کر دیا۔ جس پر بڑے بڑے حروف میں "گوانتا ناموبے" لکھا ہوا تھا۔

"نمیرہ باہر کے گیٹ پر لگے تالے میں ایلفی ڈال کر آؤ جلدی سے۔۔۔"در شہوار نے سرگوشی میں اگلا حکم جاری کیا۔

"یار" اسنو فالنگ" بہت زیادہ ہے۔۔۔"ہادی کے برآمدے میں کھڑی نمیرہ جھجک کر بولی۔

"بے فکر رہو، یہ برف، تمہارے بھاری بھر کم جسم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، ہم لوگ اپنا کام کر چکے ہیں۔"طوبیٰ نے غصّے سے کہا۔

"بکواس مت کرو، جاتی ہوں، تم دونوں سب سے اوکھا کام مجھے دیتی ہو۔۔۔"رات کے اندھیرے میں برف کے فرش پر احتیاط سے قدم رکھتی ہوئی نمیرہ بڑی مشکل سے ہادی کے گیٹ تک پہنچی اور اندر کی طرف لگے تالے میں ایلفی ڈال کر جیسے ہی پلٹی، اسکا پاؤں پھسلا اور وہ بڑی سرعت سے لان کے نچلے حصّے میں جا گری، در شہوار اور طوبیٰ نے اپنے حلق سے نکلنے والے قہقہوں کو بمشکل لبوں پر ہاتھ رکھ کر اندر ہی دبایا۔

"ہائے منحوسو، تم لوگوں کی انتقامی کاروائیاں مروا گئیں مجھے۔۔"وہ زمین پر لیٹی دہائیاں دے رہی تھی۔۔

"ہمت کرو، ورنہ برف کی قبر میں دفن ہو جاؤ گی۔۔"طوبیٰ اور در شہوار نے بمشکل اسے اٹھایا اور کمرے تک پہنچا کر ان کی اپنی حالت بُری ہو گئی لیکن وہ منظر یاد کرتے ہی ان دونوں کے منہ سے دوبارا ہنسی کا فوارا پھوٹ پڑا، جو نمیرہ کو سخت ناگوار گذرا۔

"اللہ کرے تم دونوں کی داڑھ میں درد ہو۔۔۔"آتشدان کے عین سامنے بیٹھی نمیرہ بلند آواز میں انہیں بد دعائیں دے رہی تھی۔

"ایک تو اتنی بڑی لاش کو ہم اتنی مشکل سے گھسیٹ کر کمرے تک لائے ہیں، اوپر سے تم ہمیں ہی بد دعائیں دے رہی ہو۔"طوبیٰ نے اپنے بازو دباتے ہوئے اپنی کزن کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا۔ جو دو کمبل لیے بھی ابھی تک کانپ رہی تھی۔

"ہاں تو تم دونوں کے انتقام کی جھلستی بھٹی کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کون ساتھ دیتا ہے تمہارا۔" نمیرہ غصّے سے بولی۔

"چلو اس خوشی میں یہ گرما گرم چائے پیئو۔۔۔" در شہوار نے الیکٹرک کیٹل سے بنائی چائے کا بھاپ اڑاتا کپ اس کے سامنے رکھا۔

"میں ساتھ تین بوائل انڈے بھی کھاؤں گی۔" نمیرہ کی اگلی فرمائش پر در شہوار کا دماغ گھوما۔

"میں نے کون سی مرغیاں پال رکھیں ہیں کمرے میں۔۔۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"تھوڑا انتظار کرلو، رزلٹ آنے والا ہے، بہت انڈے مل جائیں گے فری میں۔" طوبیٰ نے چائے کی بلند آواز میں چسکی لی۔

"دوبارا چائے پیتے ہوئے یہ شوں کی آواز نکالی تو گلا دبادوں گی تمہارا۔۔۔" در شہوار جھنجھلا کر طوبیٰ کی طرف پلٹی۔

"گلا تو تمہارا صبح وہ ہیرو دبائے گا، جب "گوانتاناموبے" جیل کا دروازہ توڑ کر باہر نکلے گا۔۔" طوبیٰ نے مسکرا کر یاد دلایا۔

"ہاں تو پنگا کس سے لیا تھا اس نے۔۔۔" در شہوار اب چائے میں رس بھگو بھگو کر مزے سے کھا رہی تھی۔

"گونتاناموبے، دنیا کی خطرناک جیل۔۔۔۔" طوبیٰ یاد کر کے بلند آواز میں ہنسی۔

"ایسے انتقامی منصوبے تمہارے ذہن میں خود سے آجاتے ہیں یا کوئی اسپیشل آن لائن کورس کیا ہے تم نے۔۔" نمیرہ نے اپنی کہنی پر لگی رگڑ پر کریم لگاتے ہوئے یونہی پوچھا۔ اس سے پہلے کہ در شہوار اس کی بات کا کوئی تیکھا سا جواب دیتی۔ اس کے کمرے کا دروازہ ناک ہوا، تینوں کی روح فنا ہوگئی، وال کلاک کی گھڑی رات کے ڈھائی بجا رہی تھی۔

"کون۔۔۔؟" در شہوار نے انہیں چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے نیند بھری آواز نکالی۔

"ارسل۔۔" نمیرہ کے بڑے بھائی کی سنجیدہ آواز سن کر تینوں نے سکون کا سانس لیا۔

"توبہ ہے ڈرا ہی دیا، آپ کب آئے اسلام آباد سے۔۔؟" در شہوار نے منہ بناتے ہوئے دروازہ کھولا، اندر داخل ہوتے ہی وہ سامنے کا منظر دیکھ کر حیران ہوا، نمیرہ کارپٹ پر کمبل اوڑھے نیم دراز تھی اور اسکے ساتھ فلور کشن پر طوبیٰ براجمان تھی۔

"شام میں ہی آگیا تھا، یہ بتاؤ، میری یو ایس بی تھی تمہارے پاس۔" ارسل قائد اعظم یونیورسٹی سے فزکس میں ایم ایس کر رہا تھا اور زیادہ تر نور محل میں وہاج بھائی اور فارحہ بھابھی کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ دوستانہ مزاج کا حامل ارسل، اپنی بہن نمیرہ کے برعکس بہت نرم فطرت کا حامل تھا۔

"ہاں ہاں میرے ہی پاس ہے، لیکن آپکو کیسے پتا چلا کہ ہم لوگ جاگ رہے ہیں۔" در شہوار حیران ہوئی۔

"تم لوگوں کے کمرے سے آنے والی آوازیں سن کر اندازہ ہوگیا تھا، ساری فوجیں ہیڈ کوارٹر میں اکھٹی ہیں۔" ارسل نے در شہوار کے روم کو ہیڈ کوارٹر کا نام دے رکھا تھا، کیونکہ شرارتوں کے سارے منصوبے یہیں بیٹھ کر بنتے تھے۔

"آجائیں آپ بھی، چائے پیئیں گے۔۔۔"نمیرہ نے کہنی کے بل اٹھتے ہوئے اپنے بھائی کو دعوت نہیں۔

"نہیں، تم لوگ انجوائے کرو، مجھے اپنی ایک اسائمنٹ مکمل کرنی ہے، در شہوار کہاں ہے میری یو ایس بی۔۔"ارسل کو یاد آیا کہ وہ کس کام سے آیا تھا۔

"اس کے لیے تمہیں میرو بھیا سے کونٹیکٹ کرنا ہو گا کیونکہ انہی کے لیپ ٹاپ پورٹ میں لگی ہوئی ہے۔۔"در شہوار نے مسکرا کر بتایا۔

"اوہ نو، لیپ ٹاپ تو لے گیا وہ کھاریاں۔۔۔"ارسل ہلکا سا مایوس ہوا۔

"کھاریاں، کیا مطلب۔۔۔؟ابھی دو ڈھائی گھنٹے پہلے تو نیچے ملاقات ہوئی ہے ان کی طوبیٰ سے، کیوں طوبی۔؟"در شہوار کے ایک دم پوچھنے پر وہ ہلکا سا اگڑ بڑا گئی۔

"ہاں، ہاں بالکل۔۔۔"طوبیٰ نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا۔

"آئی ڈونٹ نو، میرے ساتھ بھی اسکی دو گھنٹے پہلے ہی بات ہوئی تھی اور تب وہ مری سے نکل رہا تھا۔"ارسل نے انکی معلومات میں اضافہ کیا۔

"لیکن اس طرح اچانک کیوں۔؟انہوں نے تو سنڈے کو جانا تھا۔۔"در شہوار پریشان ہوئی اور جسے اصل میں فکر مند ہونا چاہیے تھا وہ مزے سے بیٹھی ڈرائے فروٹس کھا رہی تھی۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے کچھ نہیں بتایا اس نے۔۔۔"ارسل نے اپنا دامن بچایا۔

"یہ کیسے ممکن ہے، آپکو نہ بتایا ہو۔۔"در شہوار کو بالکل یقین نہیں آیا کیونکہ وہ جانتی تھی شاہ میر اور ارسل ایج فیلوز ہونے کے ساتھ ساتھ بیسٹ فرینڈز بھی تھے اور ایک دوسرے کے گہرے رازدان بھی۔

"بھئی میں اسکا پرسنل اسسٹنٹ تھوڑا ہوں۔ طوبیٰ سے پوچھو، شاید اسے کچھ بتایا ہو۔۔"ارسل کے شرارتی انداز پر طوبیٰ بوکھلا گئی، اسکے ہاتھ میں پکڑی چلغوزوں کی پلیٹ چھوٹ کر نیچے کارپٹ پر جا گری۔ ارسل اور در شہوار کے ساتھ ساتھ نمیرہ نے بھی چونک کر اسکی طرف دیکھا۔ جس کے چہرے پر ایسے ہوائیاں اڑ رہیں تھیں جیسے وہ چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مری میں محمد ہادی کی صبح کا آغاز بڑے ہنگامہ خیز انداز سے ہوا تھا۔ ملازم گل خان نے انہیں بتایا کہ باہر کا دروازہ کسی نے لاک کر رکھا ہے۔ کچن کی کھڑکی کی سلاخ توڑ کر گل خان باہر نکلا تو ایک موٹا تازہ تالا اسکا منہ چڑا رہا تھا اور جب اس نے گھر کے گیٹ کو کھول کر باہر جانا چاہا تو معلوم ہوا کہ پہلے سے اندر لگے لاک کے ساتھ بھی کوئی کارستانی ہو چکی ہے۔ اس برفانی موسم میں دو دو تالوں

کو توڑنا اور پھر گیٹ کی کنڈی ہی اکھڑ گئی تھی، گل خان بڑی مشکل سے کسی بندے کو ڈھونڈ کر لایا تھا جس نے گیٹ کی کنڈی کو دوبارا اسکی اصلی حالت میں جوڑا تھا۔ دوسرا گل خان رات کو گیزر جلانا بھی بھول گیا تھا اور اس سارے چکر میں دن کے بارہ بج چکے تھے اور اس وقت آفس جانا خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا کیونکہ ڈی ایف او کے وزٹ کی اطلاع انہیں آچکی تھی۔

"تم مانو یا نہ مانو، ساری بے ہودگی اسی "درشہوار گینگ" کی ہے۔۔۔" محمد ہادی نے غصّے میں بالکل درست اندازہ لگایا۔

"ظاہر ہے اور کون کر سکتا ہے ہمارے ساتھ یہ حرکت۔؟" سعد کمبل میں بکل مارے دونوں پائوں صوفے پر رکھے بیٹھا ہاتھوں کو رگڑ کر سردی کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"خواہ مخواہ آفس سے بھی چھٹی کرنا پڑ گئی، اب منڈے کو اس ڈی ایف او کی جھاڑ سننا پڑے گی مفت میں۔" ہادی بیزاری سے گویا ہوا۔

"ویسے بڑے ہی کوئی شیطانی دماغ ہیں ان لڑکیوں کے۔۔" سعد نے مسکراتے ہوئے تھرماس سے گرما گرم چائے کپ میں انڈیلی۔

"یہ تو کھلی غنڈا گردی ہے۔۔۔" ہادی کا چہرہ غصّے کی زیادتی سے سرخ ہوا۔

"غنڈا گیری نہیں داداگیری۔۔۔" سعد نے ہنس کر لقمہ دیا۔

"ان کو ذرا بھی کسی کا خوف نہیں۔۔۔" ہادی نے غصّے میں گرما گرم چائے کا کپ منہ سے لگایا۔

"ویسے گھر کو نام بہت مزے کا دیا ہے، گو اننا مو بے۔۔۔" سعد کو ایک دم ہی یاد کر کے ہنسی آگئی۔

"میں آج ہی میر حاکم علی کو جا کر بتا کر آتا ہوں ان کے گھر کی عورتوں کی کارستانیاں۔۔" ہادی کا بلڈ پریشر ایک دفعہ پھر ہائی ہوا۔

"لیو اٹ یار، خوامخواہ سے بات بڑھ جائے گی۔۔۔" سعد نے بوکھلا کر اسکی شکل دیکھی، وہ واقعی سنجیدہ تھا۔

"اگر اس سلسلے کو یہیں نہ روکا گیا تو ان کی بے ہودگیوں کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔" ہادی نے ناشتے کی ٹرے کو اپنی طرف کیا۔ اس سارے ہنگامے میں صبح کا ناشتہ بھی خاصا لیٹ ہو گیا تھا۔

"ڈونٹ ووری، میں ارسل سے بات کروں گا، اس سے اچھی گپ شپ ہے میری۔۔۔" سعد نے اسے تسلی دی۔

"اب یہ ارسل صاحب کون ہیں۔۔۔؟" ہادی نے بیزاری سے ٹوسٹ پر جیم لگایا۔

"میر حاکم علی کا نواسا اور میر محتشم کا بھانجا، اسی گھر میں رہتا ہے اور اکثر واک پر اس کے ساتھ گپ شپ رہتی ہے میری۔" اس نے تفصیل سے جواب دیا۔

"ضرور بات کرنا، ورنہ میں زیادہ دیر تک لحاظ نہیں کروں گا۔۔" ہادی کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

"اچھا چھوڑو، ذرا ٹی وی اسکرین پر دیکھو، عالیہ آنٹی، کتنی گریس فل لگ رہی ہیں۔" سعد کے ہلکے پھلکے انداز پر اس نے ٹی وی پر نظریں دوڑائیں اور اپنے پیرنٹس کو سامنے دیکھ کر اس کا سارا اشتعال اور غصّہ جھاگ بن کر فضاؤں میں تحلیل ہو گیا۔

بیرسٹر عالیہ قریشی، گرے کلر کے سوٹ کے ساتھ نیوی بلیو شال میں ڈائس پر کھڑی انتہائی ڈیسنٹ لگ رہیں تھیں۔ اسلام آباد کریسنٹ لائنز کلب میں سیمینار کی فوٹیج چل رہی تھی۔ عالیہ قریشی کے بعد کیمرہ عبد اللہ قریشی صاحب کو بھی خطاب کرتے ہوئے دیکھا رہا تھا۔ اسٹیج کے بیک گراؤنڈ میں لگے بینر پر آج کے سیمینار کا ٹاپک تحریر تھا۔

"Role of youth in Eradication of Corruption"

سیمینار کے اختتام کے بعد بھی بے شمار ٹی وی کیمروں کی روشنیوں نے ان دونوں میاں بیوی کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ وہ دونوں ہی بڑی متاثر کن شخصیت کے حامل تھے۔ عالیہ قریشی خود تو بیرسٹر تھیں اور ان کے شوہر قومی احتساب بیورو میں ڈاریکٹر جنرل کے اہم عہدے پر فائز تھے، اور دونوں ہی کئی انسانی حقوق کی تنظیموں کے ساتھ کام کر چکے تھے۔ کیمرہ اب عبد اللہ قریشی کو فوکس کیے ہوئے تھا۔ سیاہ سوٹ میں ان کی کنپٹی سے جھانکتی سفیدی ان کے وقار میں کئی گنا اضافہ کر رہی تھی۔ ان کی گفتگو کا انداز اور لہجہ متاثر کن تھا اور ان کے دلائل میں بہتے دریا کی سی روانی ہوتی تھی، اس کی بڑی وجہ ان کا وسیع مطالعہ اور متاثر کن اکیڈمک ریکارڈ تھا۔ ہادی نے جلدی سے ٹی وی کی آواز کا والیوم بڑھایا۔ اپنے پیرنٹس کو ہمیشہ ایک ساتھ دیکھنا اس کو بڑی فطری سی خوشی کا احساس بخشتا تھا۔

"میم اینٹی کرپشن ڈے پر کیا آپ ہمارے ناضرین کو سادہ اور آسان الفاظ میں بتائیں گی کہ اصل میں کرپشن ہے کیا۔۔؟" ایک نیوز چینل کی رپورٹر کے سوال پر مسز عالیہ قریشی کے ہونٹوں پر بڑی دھیمی سی مسکراہٹ ابھری۔

"ایک مہذب معاشرے میں رہتے ہوئے آپکا ہر وہ عمل جو قانونی، اخلاقی، معاشرتی، سماجی اور مذہبی حدود سے تجاوز کر جائے، کرپشن کے زمرے میں آتا ہے۔" وہ اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ہم اپنی سوسائٹی سے آخر کیسے کرپشن کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔۔؟" ایک اور نیوز رپورٹر نے ان کے شوہر عبد اللہ قریشی کو گھیرا۔

"دیکھیں کرپشن کا خاتمہ کسی ٹارگٹ سے نہیں بلکہ ایک مسلسل عمل سے ہونا چاہیے۔" عبد اللہ قریشی کا انداز خاصا بارعب تھا، شاید اسکی وجہ وہ پوسٹ تھی جس پر وہ کافی عرصے تعینات تھے۔

"وہ کیسے۔۔۔ آپ اس پر روشنی ڈالنا پسند کریں گے۔؟"

"کرپشن کبھی بھی چند سیاست دانوں یا کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے کرپٹ لوگوں کو جیل کی سلاخوں میں ڈالنے سے ختم نہیں ہوگی،اس کے لیے ہمیں اپنی اخلاقی اقدار کو فروغ دینا ہوگا۔معاشرتی تفریق کو ختم کرنا ہوگا اور لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو سب کے لیے یکساں کرنا ہوگا۔"اس سوال کا جواب بیرسٹر عالیہ قریشی کی طرف سے بڑے تحمل اور متانت بھرے انداز میں آیا تھا۔

"یہ بات تو طے ہے کہ آنٹی عالیہ جہاں بھی ہوں،پورے ماحول پر چھا جاتی ہیں۔"سعد نے کھلے دل سے انہیں سراہتے ہوئے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی کی آواز کم کی۔"ماشاءاللہ بہت کمپوزڈ اور اسٹرونگ نروز کی حامل ہیں تمہاری مدر۔۔۔"

"یہ اپنی پروفیشنل لائف میں جتنی کمپوزڈ،اور اسٹرونگ نروز کی حامل نظر آتی ہیں،اپنی پرسنل لائف میں اتنی ہی ایموشنل ہیں۔"ہادی نے ہنس کر تصیح کی۔

"لیکن صرف تمہارے معاملے میں۔۔۔"سعد نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں میرے معاملے میں تو بہت پوزیسیو ہیں۔"وہ بڑے دل سے مسکرایا۔

"تمہیں پتا ہے،میں پری میچورڈ بے بی تھا،اور ایک ماہ مجھے نرسری میں رکھنا پڑا اور وہ ایک مہینہ ماما نے پراپر کھانا نہیں کھایا تھا اور میری پیدائش میری سگی پھپھو کے ہاتھوں ہوئی تھی جو بہترین گائناکولوجسٹ تھیں لیکن جب تک میری کنڈیشن اسٹیبل نہیں ہوئی ماما روزانہ،پھپھو سے لڑتی تھیں کہ تم نے میرا کیس خراب کر دیا۔"ہادی نے ماضی کی چند چیزوں کو پہلی دفعہ سعد سے شئیر کیا۔

"ہاں اتنا تو پتا ہے مجھے،پورے تیرہ سال بعد قدم رنجہ فرمایا تھا تم نے دنیا میں۔۔۔"سعد نے مسکراتے ہوئے ٹوسٹ پر جیم لگایا۔

"ماما نے میرے ایک ایک دن کی تصویروں کا ایک پورا ریکارڈ مرتب کر رکھا ہے۔۔"ہادی کی بات پر وہ خوشگوار حیرت کا شکار ہوا۔اسی وقت ہادی کے سیل فون کی گھنٹی بجی،دوسری طرف مناہل تھی اسکی پھپھو زاد کزن۔۔

"ہاں بھئی منو،پہنچ گئی ہو گھر۔۔۔"ہادی نے اسکی کال اٹینڈ کرتے ہی اُسے چھیڑا۔سعد نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔وہ بہت کم لوگوں کے ساتھ اتنی بے تکلفی سے بات کرتا تھا۔

"جی جناب،میں تو پہنچ گئی ہوں،تم اپنی خیر مناؤ"مناہل کھلکھلا کر ہنسی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"وہ اسکی شرارت بھری ہنسی پر الجھا۔

"عالیہ ممانی کا موڈ سخت آف ہے،پتا ہے ناں آج ویڈنگ اینورسری ہے ماموں،ممانی کی۔"مناہل کی بات پر وہ ہلکا سا بوکھلایا۔

"اوہ مائی گاڈ، میرے تو ذہن ہی سے نکل گیا تھا، ابھی پہنچتا ہوں میں گھر، تم ماں کو ذرا ریلکس کرو۔۔"

"میں تو کرلوں گی لیکن تم ان کے لیے گفٹ لینا مت بھولنا۔۔۔" اسکی اگلی بات پر وہ ہلکا سا پریشان ہوا۔

"تمہیں پتا ہے ناں، مجھے لیڈیز شاپنگ کا کوئی ایکسپیریئنس نہیں، گھر پہنچ کر میں تمہیں بیل دوں گا، فورا باہر نکل آنا، سوپر مارکیٹ سے کچھ لے آئیں گے" اس نے جلدی جلدی پلان بنایا۔

"اوکے، جلدی پہنچو، میں نے کیک بیک کر لیا ہے۔۔۔" مناہل نے مسکراتے ہوئے کال بند کی۔

"کیا ہوا۔۔؟" سعد نے پریشانی سے پوچھا۔

"یار ماما، پاپا کی ویڈنگ اینورسری تھی اور میرے ذہن ہی سے نکل گیا، اب بھی منو نہ بتاتی تو ماں تو مجھے سچ مچ قتل کر دیتیں۔"

"منو۔؟ یہ کون ہے، پہلی دفعہ سنا ہے یہ نام۔۔۔" سعد نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

"میری کویت والی پھپھو کی بیٹی ہے، اکنامکس میں ماسٹرز کر رہی ہے، اور بچپن سے ہمارے ہی گھر میں رہ رہی تھی لیکن اب کچھ عرصے سے ہوسٹل شفٹ ہو گئی ہے، لیکن آنا جانا لگا رہتا ہے۔۔" ہادی کی اطلاع پر وہ بڑے معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"خاصی فرینکنیس لگتی ہے تمہارے ساتھ۔۔" اس نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔ "کوئی چکر، وکر تو نہیں۔۔۔؟" "

"گدھے، رضاعی بہن ہے میری۔۔۔" ہادی نے اس کے سر پر بم پھوڑا۔

"رضاعی بہن، وہ کیسے۔۔۔؟"

"میری پیدائش پر ماما بہت بیمار ہو گئیں تھیں اور باہر کا دودھ سوٹ نہیں کر رہا تھا مجھے تو میری پھپھو نے پورے دو ماہ اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی فیڈ کروایا تھا اپنا۔۔" ہادی نے اس بار ذرا تفصیل سے بتایا۔۔

"اوہ سوری یار۔۔" سعد ایک دم شرمندہ ہوا۔

"اب تم بیٹھ کر شرمندہ ہوتے رہو، مجھے فورا نکلنا ہے، ورنہ ماما کا پارہ مہنگائی کی طرح بڑھتا جائے گا۔۔" وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں پہنچا، اسکے کمرے کی کھڑکی کا پردہ ہٹا ہوا تھا اور دوسری طرف درشہوار کے کمرے کی کھڑکی بھی کھلی ہوئی تھی۔ ساؤنڈ سسٹم پر بلند آواز میں پھر وہی منحوس گانا گونج رہا تھا۔ جس سے ہادی کو چڑ ہو گئی تھی۔

گھوڑے جیسی چال، ہاتھی جیسی دم۔۔۔

او ساون راجا، کہاں سے آئے تم۔۔۔؟

"مجھے روم تبدیل کر لینا چاہیے۔۔۔" اس نے بیزاری سے کھڑکی بند کرتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا اور واپسی پر اس پر

عمل درآمد کرنے کا بھی تہیہ کر لیا کیونکہ درشہوار کے کمرے کی کھڑکی سے اسے بہت سی ان کہی کہانیوں کی سرگوشیاں آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور وہ ایسی کسی داستان کا مرکزی کردار نہیں بننا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایف ایٹ سیکٹر میں واقع نور محل کے اندر کا موسم آج باہر کے موسم سے زیادہ سرد تھا۔ وہاج کا موڈ انتہائی بگڑا ہوا تھا اور فارحہ بھابھی، سہمے ہوئے انداز میں اپنی واڈروب کے اندر سے ان کی پرپل کلر کی شرٹ ڈھونڈ رہیں تھیں جس کی آج ان کے مزاجی خدا کو اچانک ہی یاد ستانے لگی تھی۔

"آج کی تاریخ میں ملے گی شرٹ یا فاتحہ پڑھ لوں اس پر۔۔۔" ان کا تلخ لہجہ فارحہ کے ہاتھ پیر پھلا رہا تھا۔

"یہیں رکھی تھی میں نے۔۔۔" وہ خوفزدہ انداز میں گویا ہوئیں۔

"پیچھے ہٹو، تم سے کوئی کام ڈھنگ سے ہوتا ہے بھلا، عجیب نحوست پھیلا رکھی ہے میری زندگی میں پچھلے چار سال سے۔۔۔" وہاج نے غصّے سے اپنی بیوی کا بازو پکڑ کر پیچھے دھکیلا اور خود واڈورب میں ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگا۔

"امی نے بھی ملازموں کی ساری فوج اکھٹی کر رکھی ہے مری میں، یہ نہیں ہوتا کہ دو چار ڈھنگ کے نوکر یہاں بھی بجھوا دیں، بہو تو ان کی دنیا جہان کی سست اور بیمار روح ہے، اس سے تو اپنا آپ نہیں سنبھالا جاتا، مجھے اور گھر کو کیا خاک سنبھالے گی۔" وہاج کا فشار خون بلند ہوتا جا رہا تھا۔

"آپ دوسری شرٹ پہن لیں۔۔۔" فارحہ نے ہلکا سا جھجک کر مشورہ دیا۔

"بکواس بند کرو اپنی، ورنہ منہ توڑ دوں گا تمہارا۔۔" انہوں نے پلٹ کر غضب ناک نظروں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا جس پر آجکل انہیں کچھ زیادہ ہی غصّہ آنے لگا تھا۔ وہ سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ فارحہ ظہیر کو چار سال پہلے جاننے والا کوئی بھی شخص اب دیکھتا تو شاکڈ رہ جاتا، پنجاب یونیورسٹی کے کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ کی گولڈ میڈلسٹ لڑکی کا سارا اعتماد اس کے شوہر وہاج نے شادی کے پہلے چار مہینوں میں ہی ختم کر دیا تھا۔ بات بے بات لڑائی جھگڑے، طنزیہ لہجہ اور چار لوگوں میں بیٹھ کر اس کی عزت نفس کو مجروح کرنا، اسکے شوہر کا مرغوب مشغلہ تھا۔ شادی کے چھے ماہ بعد ہی فارحہ کو پتا چل گیا تھا کہ اسکے ہاں اولاد نہ ہونے کی اصل وجہ وہ خود نہیں اسکے شوہر کی میڈیکل رپورٹس تھیں، اس بات کے بعد تو وہاج نے اسے اس قدر دبا دیا تھا کہ میر فیملی کی سبھی خواتین اسکی ذمے دار فارحہ کو ہی ٹھہراتی تھیں، کیونکہ اس کے بولنے سے پہلے ہی وہاج ایک ایک بندے کو پکڑ کر اپنی بیوی کو مورد الزام ٹھہرا چکا تھا، اور فارحہ کے ہونٹوں پر ٹھہری خاموشی نے خود بخود اس بات کی سچائی پر اپنی مہر ثبت کر دی تھی۔ فارحہ کی کمزوری اور خاموشی کی ایک وجہ اسکے میکے کے حالات تھے۔ اس کے والد نے بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ اپنی بیوی کو طلاق دے کر

دوسری شادی ایک ادھیڑ عمر ایکٹریس سے کر لی تھی اور وہ خاتون اپنے تین بچوں کے ساتھ اس کے گھر پر قبضہ جما چکی تھی، چنانچہ اسکے والد نے افراتفری میں اپنی دونوں بیٹیوں کو کسی بوجھ کی طرح سر سے اتار پھینکا اور بیٹے کو باہر پڑھنے کے لیے بجھوا دیا۔ اس کی دوسری بہن بھی اپنے گھر میں خوش نہیں تھیں لیکن دونوں کو گلے میں پڑا ڈھول ہر حال میں بجانا تھا، کیونکہ میکے میں واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا اور یہ بات وہاج بہت اچھی طرح سے جانتا تھا اور اسی کا فائدہ اٹھاتا تھا۔

"جاہل عورت، یہ ہے وہ شرٹ، جو تم گولا بنا کر واڈروب میں پھینک چکیں تھیں۔" وہ اپنی مطلوبہ شرٹ نکال کر سامنے لے آیا، فارحہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"کرتا ہوں تمہارا بھی علاج۔۔۔" اس نے سیل فون پر اپنی والدہ تاجدار بیگم کا نمبر ملایا۔

"امی یا تو اپنی اس پھوہڑ اور دنیا جہان کی سست بہو کو مری بلوا لیں اپنے پاس، یا پھر صندل کو شام سے پہلے بجھوا دیں یہاں۔" وہ اپنے منصوبے کی راہ کامیابی سے ہموار کر چکا تھا۔

"کیا ہوا بیٹا، کیا پھر کوئی جھگڑا ہو گیا تمہارا فارحہ سے۔۔۔" دوسری طرف وہ گھبرا گئیں۔

"اس سے پہلے کہ کوئی لمبا پنگا ہو جائے اور واپسی کی کوئی راہ نہ بچے، اس منحوس عورت کو سمجھا دیں اپنی زبان میں، اگر اس سے گھر نہیں سنبھلتا تو چلی جائے اپنے باپ کے گھر، مجھے اسکی ضرورت نہیں۔۔۔" وہاج کا مشتعل لہجہ تاجدار بیگم کے ہاتھ پیر پھلا گیا۔

"آخر ہوا کیا ہے، کچھ پتا بھی تو چلے۔۔۔۔"

"اس عورت سے میری چیزیں تک سنبھال کر نہیں رکھی جاتیں، ہر تیسرے دن کوئی نہ کوئی چیز گم کر دیتی ہے، سارا دن اسے کیبل اور ٹی وی دیکھنے سے فرصت نہیں ملتی، اور آخر کام ہی کیا ہے اسے۔۔" وہ متنفر لہجے میں مزید گویا ہوا۔

"شکر نہیں کرتی، کہ میر وہاج علی کی بیوی ہے یہ، پیر دھو دھو کر بھی پیے تو تب بھی کم ہے، ابھی تین حرف بھیج کر اسکے باپ کے گھر بجھوا دوں تو اسکی ایکٹریس ماں تین دن میں دماغ درست کر دے گی اسکا۔" اسکا زہر آلود لہجہ فارحہ کے دل کو آری کی طرح کاٹ رہا تھا۔

"اچھا اچھا، تم بھی تھوڑا تحمل سے کام لیا کرو، بجھواتی ہوں صندل کو شام تک، بہت پھرتیلی لڑکی ہے، سارا کام سنبھال لے گی۔" ارجمند بیگم کے منہ سے نکلنے والی اس بات نے وہاج کی روح کو اندر تک سرشار کر دیا تھا لیکن یہ موقع نرمی دیکھانے کا نہیں تھا۔ اس صندل کو بھی اپنی زبان میں سمجھا کر بجھوایئے گا، ذرا سی کوتاہی بھی برداشت نہیں کروں گا میں۔۔' وہاج نے ابھی بھی اپنی ٹانگ اوپر ہی رکھی تھی۔

”تم خود بھی تھوڑا سمجھ جائو تو بہتر ہے۔ ہر وقت اپنے داجی کی طرح توپ کے دہانے پر بیٹھے رہتے ہو۔“ ارجمند بیگم اپنی اولاد کی زیادہ طرفداری کی قائل نہیں تھیں۔ ”فارحہ کہاں ہے، فون دو اسے۔۔“

”بات کرو امّی سے۔۔۔“ اس نے بدتمیزی سے اپنا سیل فون بیڈ پر اسکی طرف پھینکا۔

”جی پھپھو۔۔۔“ فارحہ نے گرم گرم آنسوئوں کے گولے کو بمشکل نگلا۔ دوسری طرف ہمیشہ کی طرح تاجدار بیگم نے اسے نرمی سے سمجھانا شروع کر دیا تھا اور یہ وہی باتیں تھیں جو وہ پچھلے چار سال سے سنتی آ رہی تھی۔ ان میں کچھ بھی نیا پن نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

قریشی ولا، بوگن ویلیا کی گلابی بیلوں سے ڈھکا ایک خوبصورت بنگلہ تھا۔ جو اسلام آباد کی مارگلہ کی پہاڑیوں کے عین سامنے واقع تھا۔ اس گھر کے وسیع و عریض لان کے عین درمیان میں ایک چھوٹا سا سوئمنگ پول تھا۔ اس گھر میں مقیم تین افراد، محبت کی ایک مضبوط ڈور میں بندھے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے یہاں آنے والا کوئی بھی نیا بندہ ان کی آپس کی انڈر اسٹینڈنگ اور بے تکلفی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ سیاہ گیٹ سے باہر عبداللہ قریشی کی ہنڈا اکارڈ گاڑی کا ہارن بجا، چوکیدار نے بڑی مستعدی سے گیٹ کے دونوں پٹ وا کیے۔ گاڑی سبک رفتاری سے سرمئی تارکول کی سڑک پر گویا بہتی ہوئی پورچ تک پہنچی، اور وہاں پہلے سے موجود ہنڈا سوک کو دیکھ کر ان کے چہرے پر بڑی پدرانہ شفقت بھری مسکراہٹ دوڑی تھی۔ ان کا پی اے جلدی سے ان کا بریف کیس اور فائلیں گاڑی سے نکالنے لگا۔

”خاور، گاڑی کی بیک سائیڈ پر رکھا فولڈر بھی میری اسٹڈی میں رکھ دینا۔۔۔“ انہوں نے بغیر مڑے اپنے پی اے سے کہا اور شاہ بلوط کی لکڑی کا بنا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے، سامنے انکی بھانجی مناہل، ملازمہ سے کھانے کی ٹیبل سیٹ کروا رہی تھی۔

”السلام علیکم ماموں۔۔۔“ وہ بڑے پرجوش انداز میں انکی طرف بڑھی۔

”وعلیکم السلام، کیسی ہے میری منو۔۔؟“ انہوں نے محبت سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

”فائن، آپکو پتا ہے، محمد ہادی صاحب بھی تشریف لا چکے ہیں۔۔۔“ اس نے اپنی طرف سے انہیں اطلاع دی۔

”دیکھ چکا ہوں اس نالائق کی گاڑی، بمپر تھوڑا ٹوٹا ہوا ہے، لگتا ہے پھر کہیں سے ٹھکوا لایا ہے۔“ ان کے لہجے میں بیٹے کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ وہ تیز تیز چلتے ہوئے لائونج کی سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھے، اور جیسے ہی بیڈ روم کا دروازہ کھولا، اندر وہی منظر ان کا منتظر تھا، جو وہ پچھلے کئی سالوں سے دیکھتے آ رہے تھے۔

”جنٹل مین، خیال آ گیا تمہیں اپنی ماں کا۔۔۔“ قریشی صاحب نے کمرے میں داخل ہوئے اسے چھیڑا، ہادی کی یہ بچپن کی عادت تھی، وہ ہر وقت اپنی ماں کے ساتھ چمٹا رہتا تھا، اور وہ بھی جاب سے آنے کے بعد ایک لمحے کو بھی اسے اکیلا نہیں چھوڑتی

تھیں۔

"اپنی پیاری ماں کا خیال بھولتا ہی کب ہے مجھے۔۔۔" اس نے بھی دوبدو جواب دیا۔ ویسے بھی قریشی ولا وہ واحد جگہ تھی جہاں، محمد ہادی کو دیکھنے والے کبھی اس بات کا یقین نہ کرتے کہ وہ اس قدر ہنس مکھ، شرارتی اور نرم دل بھی ہو سکتا ہے۔ باہر کی دنیا میں اسکا امیج بہت سنجیدہ اور کسی حد تک روڈ مشہور تھا اور اس نے کبھی اس کی تصیح کرنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

"عالیہ مسکا لگا رہا ہے تمہیں، پتا ہے ناں پورے سات دن بعد آیا ہے یہ گھر۔۔۔" قریشی صاحب نے کوٹ اتارتے ہوئے شرارتی انداز سے اپنی بیگم کو بھڑ کانے کی کوشش کی۔

"بابا، ویسے، بڑے ہی کوئی افسوس کی بات ہے۔" وہ فوراً اٹھ کر تاسف بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"خود آپ اینٹی کرپشن ڈیپارٹمنٹ میں جاب کرتے ہیں، اس طرح کسی کے جذبات کو مشتعل کرنا بھی جذباتی کرپشن کے زمرے میں آتا ہے۔" اس نے سائیڈ میز پر رکھی پھلوں کی ٹوکری سے سیب نکالا اور مزے سے کھانے لگا۔

"لو میں نے کون سا غلط بات کی، آخر مری ہے ہی کتنا دور، تمہیں اپنی ماں کی فیلینگس کا خیال ہونا چاہیے، آخر کو اکلوتی اولاد ہو اسکی۔" وہ بظاہر عالیہ بیگم کی طرفداری کر رہے تھے لیکن وہ مسکراتے ہوئے ان کی شرارت سمجھ چکی تھیں۔

"ماما، آپ کو شر پسند عناصر کی باتوں میں آنے کی قطعا ضرورت نہیں، آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ "کچھ "لوگ ماضی میں بھی ایسی حرکتیں کر کے ہمارے تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔۔" اس نے ماں کا ہاتھ مضبوطی سے دبا کر شوخی سے کہا۔

"میں سب جانتی ہوں بیٹا۔۔۔" انہوں نے محبت سے اسکے ماتھے کا بوسہ لیا۔

"خواتین و حضرات، کھانا لگ چکا ہے ٹیبل پر، آپ لوگ تشریف لا سکتے ہیں۔" مناہل نے ہلکا سا اندر جھانک کر بلند آواز میں اعلان کیا۔

"دیکھ لو منو، آج اپنا بیٹا آیا ہے تو آپ کو بھی کوئی لفٹ ہی نہیں۔۔۔" قریشی صاحب کا موڈ آج خاصا فریش تھا۔

"ماما، آپ کے شوہر نامدار گھر کا ماحول خراب کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔" ہادی نے عالیہ بیگم کو بھڑکایا اور اس میں کافی کامیاب بھی رہا۔

"عبداللہ صاحب اپنی عمر دیکھیں اور حرکتیں دیکھیں۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے بیڈ سے اٹھیں۔

"کیوں، کیا ہوا ہے میری عمر کو، کل تمہارے چیمبر میں تمہارے کلائنٹ کے ساتھ آنے والی بچی بھی کتنے غور سے دیکھ رہی تھی مجھے۔"

"ماموں آپکی شکل ملتی ہو گی اسکے فادر سے۔۔۔" مناہل نے اپنا نچلا ہونٹ دبا کر شرارت سے کہا تو ہادی اور عالیہ بیگم بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"بھانجی، آپ سے مجھے اس طوطا چشمی کی امید نہیں تھی۔۔۔" وہ مصنوعی ناراضگی سے گویا ہوئے۔

"سوری ماموں۔۔۔" مناہل نے کان کھجاتے ہوئے معذرت کا اظہار کیا۔ وہ قریشی صاحب کی کویت میں مقیم اکلوتی بہن کے تین بچوں میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی تھی، اور پڑھائی کے سلسلے میں گذشتہ بہت سالوں سے پاکستان میں مقیم تھی، قریشی صاحب اور عالیہ بیگم نے پوری کوشش کی وہ انہی کے ساتھ اس گھر میں رہے لیکن وہ دونوں ہی اپنی جابز اور پروفیشنل مصروفیات کی بنا پر مصروف رہتے تھے، اس لیے کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد وہ بور ہو کر ہوسٹل میں مقیم ہو گئی تھی، اس کی ہادی کے ساتھ بے تحاشا دوستی تھی، حالانکہ وہ اس سے دو تین سال چھوٹی تھی لیکن اسے دھڑلے سے صرف ہادی کہتی تھی، اب تو اس کی والدہ نے بھی اس بات پر اسے ٹوکنا چھوڑ دیا تھا۔

"ہاں بھئی منو، کیا کیا بنایا ہے۔۔۔؟" ہادی ڈونگے اٹھا اٹھا کر اندر جھانکنے لگا۔

"تمہارا فیورٹ حلیم، قیمہ مٹر اور نہاری۔۔" مناہل کی بات پر وہ مسکرایا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ جب بھی گھر ہوتی، اسکی پسند کی کوکنگ کرنا اس پر واجب ہو جاتا تھا۔

"چلو پھر اس خوشی میں ڈنر کے بعد آئس کریم اور پھر لونگ ڈرائیو پر چلتے ہیں۔۔" ہادی نے مسکرا کر سالن اپنی پلیٹ میں ڈالا۔

"اور ہم بوڑھے لوگ۔۔۔" قریشی صاحب نے مسکرا کر بیچ میں لقمہ دیا۔

"آپ کی آج ویڈنگ اینورسری ہے بابا، لے کر جائیں ناں ماما کو کوئی مووی شووی دیکھانے یا لونگ ڈرائیو پر، کم از کم آپ کو آج کے دن تو ماما کو امپورٹینس دینی چاہیے، ویسے تو پورا سال ذرا خیال نہیں ہوتا آپکو ان کا۔" ہادی نے انہیں چھیڑا، اور وہ اسکی شرارت سمجھ کر قہقہہ لگا کر ہنسے۔

"ہاں ہنس ہنس کر ٹال دیا کریں ایسی باتوں کو، بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے وہ۔۔" عالیہ بیگم حقیقتاً بُرا مان گئیں۔

"بہت خبیث روح ہو تم۔۔۔لگا دیا ناں اپنی ماں کو میرے پیچھے۔۔۔"

"الحمد اللہ۔۔۔اپنی صلاحیتوں پر کبھی غرور نہیں کیا، آخر کو بیٹا کس کا ہوں۔" ہادی نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا، جو کھانا بھول کر اب عالیہ بیگم کو منانے میں لگے ہوئے تھے۔ جب کہ مناہل بھی مزے سے عبداللہ صاحب کو منتیں کرتا دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

طوبیٰ آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ سامنے آتشدان کے قریب رکھی راکنگ چیئر پر انابیہ اپنی گود میں مظہر السلام کی کتاب "محبت مُردہ پھولوں کی سمفنی" رکھے، آنکھیں بند کر کے کسی گہری سوچ میں گم تھی، اسے طوبیٰ کی آمد کا پتا نہیں چلا تھا۔ اس نے چپکے سے کتاب اٹھائی، سامنے چند لائنوں کو انڈر لائن کیا ہوا تھا۔ اس نے خاموشی سے انہیں پڑھنا شروع کر دیا۔

"محبت بڑی شفاف چیز ہے کسی آئینے کی طرح، اس پر ہلکا سا ناگواری کا کوئی میلا چھینٹا، بھی فوراً دکھائی پڑ جاتا ہے، ہر سچی اور خالص چیز کے ساتھ یہی مسئلہ ہے تھوڑا سا ناخالص احساس بھی یکدم بُرا لگنے لگتا ہے۔ اس لیے کسی بھی میلے لفظ، جملے، کج ادائی، یا دل کی کسی غافل دھڑکن کی وجہ سے محبت کے سیب کو کیڑا لگ جاتا ہے۔"

طوبیٰ نے سر اٹھا کر اپنی بہن کے افسردہ چہرے کو غور سے دیکھا، وہ ابھی تک آنکھیں بند کیے دنیا و مافیہا سے بے نیاز گہری سوچوں کے سمندر میں غلطاں تھی۔

"بیا۔۔۔!!!" اس نے آہستگی سے اسے پکارا۔

"ہوں۔۔۔" انابیہ نے آنکھیں کھولیں، جو دہکتے ہوئے کوئلے کی طرح سرخ تھیں۔

"یہ اتنی مشکل چیزیں کیسے سمجھ آجاتی ہیں آپ کو۔۔۔" اس نے مظہر الاسلام کی کتاب کی طرف اشارہ کیا۔

"اس میں مشکل کیا ہے۔۔۔؟" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"مجھے محبت کے اتنے پیچیدہ فلسفے سمجھ نہیں آتے۔۔۔"

"محبت جس کو سمجھ میں آجائے، اسے کچھ اور سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔۔"

"ذرا اس پر روشنی ڈالنا پسند کریں گی۔۔۔؟" طوبیٰ نے منہ بنایا۔

"محبت جب کسی دل پر وحی کی طرح اترتی ہے تو کائنات کے سارے راز اس پر آشکار ہونے لگتے ہیں۔ ان کہی کہانیوں کے رمز سمجھ میں آنے لگتے ہیں افسانوی کرداروں کی حقیقتیں کھلنا شروع ہو جاتی ہیں، محبت میں کیا، کیوں اور کب نہیں ہوتا، صرف" ہاں" اور "جی" کی گردان ہوتی ہے۔ محبت "انا"

کے مقبرے پر بیٹھ کر ہر وقت خود کو مٹانے کا نام ہے۔" وہ خلا میں کسی نادیدہ نقطے پر آنکھیں جمائے کسی اور جہان میں پہنچی ہوئی تھی

"برہان بھائی سے محبت کرتی ہیں ناں آپ۔۔۔؟" طوبیٰ نے اس دفعہ براہ راست اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

"کیا اب بھی اس سوال کے جواب کی ضرورت ہے۔۔" انابیہ نے اسے لاجواب کیا۔

"اور وہ کرتے ہیں آپ سے۔۔۔؟" طوبیٰ کا عجیب سا لہجہ اسے وہ بات سمجھا گیا، جسے وہ جان بوجھ کر سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

"مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔۔۔" اس نے نظریں چرا کر کہا۔

"کس دور میں رہتی ہیں بیا آپ، اب یکطرفہ محبتوں کا زمانہ گذر گیا، محبت کچھ دو اور کچھ لو کی پالیسی پر چلتی ہے۔" طوبیٰ اس سے چھوٹی لیکن زیادہ پریکٹیکل اپروچ رکھتی تھی۔

"کیا اب مجھے جا کر ان سے چاہت کی بھیک مانگنی چاہیے۔۔؟" ایک استہزائیہ مسکراہٹ اسکے لبوں پر ابھری۔

"بھیک کیوں، اپنا حق مانگیں، آخر کو نکاح ہوا ہے آپ کا ان کے ساتھ۔۔۔" اسے بہن کی حالت دیکھ کر برہان پر غصّہ آیا۔

"نکاح کے چند بولوں سے اگر دلوں میں چاہتوں کی فصل اگ آتی تو آج دنیا کے سارے شادی شدہ جوڑے بڑی خوشگوار زندگی گذار رہے ہوتے۔" انابیہ پھیکے سے انداز میں زبردستی مسکرائی۔

"تو پھر چھوڑ دیں انہیں، اپنی زندگی کو پرسکون بنائیں، قریب رہ کر سلگنے سے بہتر ہے بندہ کسی مقام پر بچھڑ جائے۔" طوبیٰ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، جو اسے خاصی مہنگی پڑی۔

"جب خود اس سچوئشن سے گذرو گی تو تب پوچھوں گی۔" وہ بُرا مان گئی تھی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"ترک محبت کا مشورہ دنیا بہت آسان ہوتا ہے، لیکن اس پر عمل درآمد کرنے سے پہلے ہی بندہ کوئلوں کے دہکتے فرش پر ننگے پائوں آن کھڑا ہوتا ہے، محبتسے جتنا دور بھاگو، وہ اتنا ہی آپ کے تعاقب میں آتی ہے، تھک ہار کر کہیں بیٹھ جائو، تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستی ہے، اپنے دل میں اسکی قبر بنالو، تو ہر روز پہلے خود مرنا پڑتا ہے۔" انابیہ تلخ لہجے میں گویا ہوئی۔

"بے فکر رہیں، میں ان چیزوں پر یقین نہیں رکھتی، کیا فائدہ ایسی ان دیکھی آگ میں سلگنے کا۔" وہ بے فکری سے مسکرائی۔

"تم کہہ سکتی ہو، کیونکہ تم خود ابھی اس اسٹیج سے نہیں گذریں، برہان کی طرح تم بھی کسی اور کے تڑپنے کا تماشا دیکھ رہی ہو ابھی۔" انابیہ کی بات پر اسے کرنٹ لگا۔ وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر لڑاکا انداز میں بالکل اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"کس کے تڑپنے کا تماشا دیکھ رہی ہوں میں۔۔۔؟"

"شاہ میر کے۔۔۔" انابیہ کے منہ سے نکلنے والے ان الفاظ سے طوبیٰ کو لگا جیسے میر ہائوس کی چھت اس پر آن گری ہو۔ وہ بات جو اس نے اپنی طرف سے زمانے بھر سے چھپا رکھی تھی، وہ اسکی ماں جائی کو نہ صرف معلوم تھی، بلکہ اس حوالے سے پہلا طعنہ بھی اسی کی طرف سے مل چکا تھا اسے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

خنک ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکے نے اس کے چہرے کو چھو کر طمانیت کا احساس بخشا۔ شالیمار کرکٹ گرائونڈ میں بنے

جوگنگ ٹریک پر بھاگتے ہوئے شہر زاد نے ہینڈ فری کانوں سے لگا رکھا تھا۔اس کا سیل فون اسکی جیکٹ کی جیب میں تھا۔یہ اسکا چوتھا چکر تھا جب اسے احساس ہوا کہ وہ کسی کی گہری نظروں کے حصار میں ہے۔وہ چلتے چلتے رکی اور اس نے متلاشی نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھا، صبح کے اس وقت کافی لوگ یہاں موجود تھے اور ہر کوئی اپنی دھن میں ٹریک پر بھاگ رہا تھا، اور کسی کی بھی توجہ اپنی طرف نہ پا کر وہ سنگ مرمر کے بینچ پر بیٹھ گئی۔جیکٹ کی جیب سے پانی کی چھوٹی بوتل نکال کر گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔اسی وقت اسکے سیل فون کی مترنم گھنٹی بجی۔۔۔اس نے فون نکال کر دیکھا، فیس بک میسنجر سے آنے والی ''ہم زاد'' کی کال دیکھ کر اس کے لبوں پر ایک جاندار مسکراہٹ ابھری۔اسے نہ جانے کیوں یقین تھا کہ یہ کال اسی کی ہو گی۔

''آپ تو لڑکیوں سے بھی زیادہ محتاط ہیں۔۔۔''شہر زاد نے کال اٹینڈ کرتے ہی طنزیہ لہجے میں کہا۔

''سیدھا سادا بزدل بھی کہہ دیتیں تو میں مائنڈ نہ کرتا۔۔۔''وہ قہقہہ لگا کر اپنی بات پر خود ہی ہنسا تھا۔

''ہاں وہ تو اندازہ ہو رہا ہے مجھے، ورنہ اپنے ڈاریکٹ نمبر سے کال کرتے۔''وہ مسکرائی۔

''ڈاریکٹ ڈائلنگ بھی کر لیں گے، جس دن کوئی گرین سگنل ملے گا۔''وہ معنی خیز لہجے میں گویا ہوا۔

''ہاں خوش فہمی اچھی چیز ہوتی ہے، کم از کم اسکی وجہ سے زندگی تو آسان لگنے لگتی ہے۔''

''کہہ سکتی ہیں آپ۔۔۔''وہ اسکا طنز سمجھ کر مسکرایا۔

''اچھا تو شالیمار کرکٹ کلب بھی آتے ہیں جوگنگ کرنے۔۔۔''شہر زاد نے اس دفعہ ڈاریکٹ حملہ کیا۔

''ایک باولر وہاں نہیں آئے گا تو اور کہاں جائے گا۔۔''دوسری طرف وہ اسکے اندازے کی درستگی پر دل سے مسکرایا۔

''پوچھیں گے نہیں، کہ کیسے پتا چلا مجھے۔۔۔''شہر زاد کو حیرانگی ہوئی۔

''ایک انٹیلی جنٹ، ذہین بیرسٹر سے ایسا سوال کرنے کی حماقت کم از کم میں نہیں کر سکتا۔''اس دفعہ اس نے شہر زاد کو لاجواب کیا۔

''تو کونے کھدروں میں چھپ کر گھورنے کی بجائے سامنے آ کر بات کریں، اتنی بھی خوفناک نہیں ہوں میں۔''وہ ہلکا سا چڑ کر بولی۔

''میرے فیورٹ فان کلر میں کوئی لڑکی بھلا کیسے خوفناک لگ سکتی ہے۔۔''اسکے شرارتی انداز پر شہر زاد نے چونک کر دیکھا، وہ اس وقت نیوی بلیو کلر کی جینز پر فان کلر کی جیکٹ پہنے ہوئی تھی۔

''بہت خوب، اسکا مطلب ہے کہ میرا اندازہ درست تھا۔۔۔''وہ تھوڑا سنجیدہ ہوئی۔

''جناب، آپ اندازوں کی درستگی کو چھوڑیں، اور اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹس بند کر دیں، ورنہ بیٹری ختم ہونے کے بعد پرابلم

ہو گی۔" اسکی بات پر وہ فورا بوکھلا کر کھڑی ہوئی، صبح جب وہ گھر سے نکلی تھی تو ملگجا سا اندھیرا تھا، اور گاڑی کی لائٹس جلانے کے بعد وہ شاید بند کرنا بھول گئی تھی۔

"بائی داوے، یہ میری نہیں میری ماما کی گاڑی ہے۔۔" وہ بات کرتے کرتے پارکنگ کی طرف چل پڑی۔

"جی مجھے پتا ہے، دو گاڑیاں ہیں آپکے گھر میں، ایک مسز ٹینا کے استعمال میں ہوتی ہے اور دوسری آپکی چھوٹی سسٹر رومیصہ کے پاس، اگر کہیں تو رومیصہ کی گاڑی کا نمبر بھی بتادوں۔۔۔" اسکے لہجے میں شرارت کی فراوانی تھی۔

"اسکی ضرورت نہیں، آپ صرف اپنی گاڑی کا نمبر بتادیں۔۔" شہرزاد کی فرمائش پر وہ بے ساختہ انداز میں ہنسا۔

"میں تو غریب سا بندہ ہوں، کہاں افورڈ کر سکتا ہوں گاڑی، چھوٹی موٹی بائیک ہے میرے پاس۔۔" اس نے صاف ٹالا تھا۔

وہ بات کرتے کرتے اپنی گاڑی کے پاس آن رکی، اس کے بونٹ پر ایک ایک سفید رنگ کا کھلتا ہوا گلاب پڑا تھا۔ اس نے پھول اٹھاتے ہوئے چاروں طرف گھوم کر دیکھا، پارکنگ میں کافی گاڑیاں تھیں اور زیادہ تر لوگ واپس جارہے تھے۔

"یہ پھول آپ نے رکھا ہے میری گاڑی پر۔۔؟" اسکے لہجے میں ہلکی سی ناگواری در آئی۔

"معذرت خواہ ہوں، آپکی آمد کنفرم نہیں تھی، ورنہ بکے لے کر آتا، یہ بھی یہیں سے توڑا ہے، آفٹر آل روٹین لائف کی طرف پہلا دن تھا آپکا۔" اس سے پہلے کہ وہ اسکی بات کا جواب دیتی، ٹینا بیگم کی صبح صبح آنے والی کال نے اسے حیران کیا، کیونکہ ان کی صبح بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔

"ایکسکیوزمی، میری ماما کی کال آرہی ہے، بائے۔۔۔" شہرزاد نے جلدی سے ٹینا بیگم کی کال اٹینڈ کی، جو حواس باختہ انداز میں بول رہیں تھیں۔

"شیری، تم کہاں ہو۔ فورا پہنچو گھر۔"

"ماما، خیریت تو ہے ناں۔۔۔" وہ ہلکا سا بوکھلائی۔

"تمہیں پتا ہے رومی کو پولیس نے اریسٹ کر لیا ہے بیرسٹر محمود کے بیٹے کے مرڈر کے جرم میں۔" ٹینا بیگم کی بات پر اسکا دماغ بھک کر کے اڑا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس خبر کو سننے کے بعد وہ انتہائی پریشانی سے کسی میزائل کی طرح اپنی گاڑی اڑاتی ہوئی شالیمار کلب سے نکلی۔ غائب دماغی کے عالم میں اس نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس تک آف نہیں کیں، دماغ میں بگولے کی طرح ایک ہی فقرہ گردش کر رہا تھا۔

" رومی کو پولیس نے اریسٹ کر لیا ہے مرڈر کے جرم میں۔۔۔"

"""وہ کسی کا قتل کیسے کر سکتی ہے۔۔۔؟ شہر زاد کا دل یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔

"پولیس کو یقیناً کوئی غلط فہمی تو نہیں ہو گئی، ورنہ رومی اتنی بہادر تو نہیں ہے۔" اس نے خود کو تسلی دینا چاہی۔

"لیکن پولیس شک کی بنا پر کسی لڑکی کو کیوں گرفتار کرے گی۔۔؟" دماغ میں ایک اور سوچ نے احاطہ کیا۔

"یقیناً کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہو گا۔۔" اس سوچ کے آتے ہی اس نے گاڑی کی اسپیڈ لاشعوری طور پر بڑھا دی۔

ایک سو دس کی اسپیڈ سے گاڑی چلاتی وہ ایک چوک پر پہنچی، اس نے دُور سے دیکھا سگنل کھلا ہوا تھا، اسکا خیال تھا وہ بجلی کی سی تیزی سے وہاں سے گذر جائے گی، لیکن ابھی وہ کچھ فاصلے پر ہی تھی کہ سبز سگنل، زرد ہو گیا اور اسکے آگے موجود گاڑی ایک دم رک گئی، اور وہ جو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں تھی، ایمرجنسی بریک کے باوجود اسکی گاڑی ٹھاہ کر کے اگلی گاڑی سے ٹکرائی۔

اوہ نو۔۔۔" شہر زاد نے انتہائی شرمندگی سے اپنا سر پکڑا۔

وہ جانتی تھی غلطی سراسر اسی کی اپنی تھی، زیادہ اسپیڈ کی وجہ سے وہ گاڑی پر اپنا کنٹرول نہیں رکھ پائی، جس کی وجہ سے یہ حادثہ ہو گیا۔ آگے والی گاڑی سے کوئی فکر مند انداز سے نیچے اترا، اسکی نئی کار کا بمپر ٹوٹ چکا تھا۔

"محترمہ، اپنی گاڑی ایک سائیڈ پر کریں۔۔۔" ٹریفک وارڈن بھاگ کر اس کے پاس آیا۔

"آئی ایم سوری، میں مینٹلی کچھ ڈسٹرب تھی، اس لیے بروقت بریک نہیں لگا سکی۔۔۔" اس نے نیچے اترتے ہی اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ وہ کوئی چھبیس ستائیس سال کا نوجوان تھا، اس نے بڑے تحمل سے اسکا ایکسکیوز سنا تھا۔ اس نے ایک نظر میں شہر زاد کی گاڑی کا بھی معائینہ کیا، وہاں بھی اچھا خاصا ڈنٹ پڑ چکا تھا۔

"آپ لوگ طے کر لیں، اب کیا کرنا ہے۔" پولیس کانسٹیبل اپنی جان چھڑا کر دوبارا چوک میں جا چکا تھا۔

"ایکسٹریملی سوری، میری وجہ سے آپ کی گاڑی کا بمپر ٹوٹ گیا۔" شہر زاد نے دل ہی دل میں نقصان کا تخمینہ لگایا۔

"اٹس اوکے۔۔۔" دوسری جانب کمال بے نیازی کا مظاہرہ ہوا، شہر زاد نے الجھ کا اسکا چہرہ دیکھا، وہ اسکا مطلب سمجھ نہیں پائی تھی۔

پلیز ڈونٹ ووری، آپکا جتنا نقصان ہوا ہے، میں ابھی پے کر دیتی ہوں۔ شہر زاد نے اپنی گاڑی کی اگلی سیٹ پر رکھا ہینڈ بیگ اٹھایا۔

"اسکی ضرورت نہیں، نقصان تو کسی سے، کہیں پر بھی ہو سکتا ہے۔ میں ٹھیک کروالوں گا خود ہی۔ ٹیک کیئر۔" وہ برٹش انگلش لہجے میں بڑی روانی سے انگلش بولتا ہوا اسے حیران کر گیا، اس سے پہلے کہ وہ اس سے مزید ایکسکیوز کرتی، ٹینا بیگم کی سیل فون پر آنے والی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ سیل فون کان سے لگا کر تھوڑا سائیڈ پر ہوئی۔

"شیری کہاں ہو تم۔۔۔" دوسری طرف ٹینا بیگم سخت جھنجھلائی ہوئیں تھیں۔

"مام، آئی ایم جسٹ کمنگ۔۔۔۔پلیز ویٹ۔۔۔" اپنی پیشانی مسلتے ہوئے، اس نے انہیں دلاسا دیا۔

"ہری اپ، گاڑی کی ضرورت ہے مجھے۔۔۔ان کے لہجے میں پریشانی کا عنصر نمایاں تھا۔

"ڈونٹ ووری مام، بی ریلکس، آئی ایم کمنگ۔۔" اس نے بہت دھیرج سے کہا اور کال ڈسکنکٹ کر دی۔

"دیکھیں مسٹر۔۔۔" وہ جیسے ہی کال بند کر کے مڑی، اسے دھچکا لگا، وہ اسے حیران کر کے کسی ہوا کے جھونکے کی طرح جا چکا تھا۔خفت کی ایک لہر لحظے بھر کو ابھری اور پھر فوراً ہی معدوم ہو گئی۔وہ پیشانی پر آئے پسینے کے نادیدہ قطروں کو صاف کرتی ہوئی دوبارا گاڑی میں بیٹھ گئی۔

بھلامانس انسان تھا، جو ایسے ہی چھوڑ گیا۔۔""وہ دل ہی دل میں مشکور ہوئی۔

بیس منٹ کے بعد اسکی کار اپنے بنگلے کے پورٹیکو میں داخل ہوئی جہاں پہلے سے دو گاڑیاں کھڑیں تھیں۔وہ اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے نیچے اتری اور گھر میں ہونے والی غیر معمولی ہلچل سے اسے اندازہ ہوا، گھر کے سبھی مکین، اس خبر سے آگاہ ہو چکے تھے۔ورنہ یہاں اتنی صبح سویرے جاگنے کا کوئی رواج نہیں تھا، سردیوں کی نرم دھوپ بنگلے پر پھیل چکی تھی۔

وہ لائونج کا گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوئی، کچن میں کھڑے کک نے جھانک کر باہر دیکھا اور اسے سلام کر کے واپس مڑ گیا، اسی وقت ملازمہ چائے کی ٹرالی لیے کچن سے نمودار ہوئی۔۔

"کون آیا ہے۔۔۔"شہر زاد نے لوازمات سے لدی ہوئی ٹرالی کو دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔

ہارون صاحب۔۔۔" ملازمہ کی اطلاع پر اسکے اعصاب تن گئے۔

اور دوسری گاڑی کس کی ہے۔۔؟" اسکے چہرے پر بیزاری کے تاثرات نمودار ہوئے

"کوئی وکیل صاحب ہیں شاید۔۔۔"

اچھا، ٹھیک ہے، جائو تم، مام کو بتا دینا، میں آ گئی ہوں۔" وہ مضطرب انداز میں سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا۔

اسکی پریشانی بڑھتی ہی جا رہی تھی، وہ ڈریس چینج کر کے بالوں میں برش کرنے لگی۔۔

مجھے مام سے ملنا چاہیے، پتا نہیں رومی کی کیا سچوئشن ہو گی۔"اس نے ہیر برش بیڈ پر پھینکا اور تیزی سے کمرے سے نکلی۔"

ابھی وہ لائونج کی سیڑھیوں پر پہنچی ہی تھی کہ ڈرائینگ روم کا دروازہ کھلا، ٹینا بیگم کے پریشان چہرے کے پیچھے ہارون رضا ہاتھ میں سگار پکڑے ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ برآمد ہوئے۔انہیں دیکھ کر شہر زاد کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"کہا تھا ناں، تمہاری یہ بیٹی کوئی نہ کوئی کارنامہ ضرور سر انجام دے گی، دیکھ لو ویسا ہی ہوا۔" اعصاب شکن خاموشی میں ہارون کا تمسخرانہ لہجہ، ٹینا بیگم کو بہت ناگوار گذرا، شہر زاد نے بھی انہیں سخت ناپسندیدگی سے دیکھا۔

"تو کیا کروں، شوٹ کر دوں اسے یا پھانسی پر چڑھا دوں۔" انہوں نے ضبط و برداشت کی آخری حدوں کو عبور کرتے ہوئے تلخی سے کہا۔

"جان چھڑ اؤ اپنی، شادی کر کے اسکی۔۔۔" شہر زاد کو اس بے وقت کی راگنی پر کوفت ہوئی۔

"فار گاڈ سیک ہارون، یہ کوئی موقع ہے ایسی باتیں کرنے کا۔۔۔" وہ بُری طرح جھنجھلا گئیں۔

"باتیں تو ابھی بہت ہونگیں ہمارے سوشل سرکل میں، میڈیا تک خبر پہنچنے دو ذرا۔" ان کا چہرہ اس سے پہلے اتنا بد صورت نہیں لگا تھا شہر زاد کو۔

"واٹ دا ہیل ہارون، اگر کوئی اچھی بات نہیں کر سکتے تو منہ بند رکھو اپنا۔۔۔" ٹینا بیگم نے بھی بد لحاظی کے سارے ریکارڈ توڑے۔ وہ اس سچویشن میں بھی انتہائی نک سک سے تیار تھیں۔

شہر زاد سیڑھیاں اترتے ہوئے ان کی تیاری نوٹ کر چکی تھی۔ ہارون رضا نے انہیں جواب دینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ شہر زاد کو دیکھ کر لحاظ کر گئے۔ ویسے بھی ٹینا بیگم کی اس بیٹی کا سرد انداز انہیں اپنی حد میں رہنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

"السلام علیکم۔۔۔" شہر زاد نے سر کو ہلکی سی جنبش دے کر انہیں بادل نخواستہ سلام کیا۔

"والسلام۔۔۔" وہ بھی مختصر اجواب دے کر سگار پینے لگے۔

"تھینکس گاڈ، شیری تم آ گئیں، چلو ذرا میرے ساتھ۔" انہوں نے ہینڈ بیگ سے اپنے بے حد قیمتی گوگلز نکال کر بڑی نفاست سے ٹشو پیپر سے اسکا شیشہ صاف کیا۔ ان کی بات پر ہارون رضا ایک دم بے چین ہوئے۔

"اب کہاں جا رہی ہو صبح صبح چھاپہ مارنے۔۔۔۔" ؟ ان کی مسکراہٹ طنزیہ اور لہجہ آگ لگانے والا تھا۔

قریشی لاء ایسوسی ایٹس کے آفس۔" انہوں نے بڑی تمکنت سے کسی راج ہنس کی طرح گردن اٹھا کر جواب دیا۔ اس وقت سیاہ رنگ کے سادہ سوٹ پر ہلکی بادامی رنگ کی شال اوڑھے وہ خاصی ڈیسنٹ لگ رہیں تھیں۔

"واٹ۔۔۔؟" وہ انتہائی خفگی اور بیزاری سے کھڑے ہوئے۔

"اور وہ جو بابر خاقان آیا بیٹھا ہے ڈرائینگ روم میں۔" بے حد کٹیلی نظروں کے ساتھ انہوں نے اپنی بیگم کو دیکھا، جو انہیں اس وقت جوتے کی نوک پر بھی رکھنے کو تیار نہیں تھیں اور کسی زمانے میں ٹینا بیگم کی اسی ادا پر فریفتہ ہو کر انہوں نے اپنے تین جوان بچوں کی موجودگی میں نہ صرف ان سے شادی کی بلکہ جوش جذبات میں ایک ماربل فیکٹری بھی حق مہر میں لکھ دی تھی، جس پر وہ

اب اکثر پچھتاتے تھے۔

"یہ بابر خاقان، یہ لڑے گا میری بیٹی کا کیس۔۔؟" انہوں نے سلگتی نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھا اور چیخ کر بولیں۔

"ہاں، اچھا خاصا تو ہے۔۔۔" خود پر قابو پا کر وہ ذرا تحمل سے گویا ہوئے۔

"یہ اچھا خاصا ہے۔؟" انہوں نے طنزیہ انداز میں اپنی بھنویں اچکائیں۔

"مجھ سے بات کرتے ہوئے بیس دفعہ اٹکا ہے یہ ڈفر، کورٹ میں جا کر کیا خاک دفاع کرے گا رومی کے کیس کا۔"

"تو پھر بلوایا کیوں تھا اسے۔" ہارون رضا کا مزاج بگڑا۔

"مجھے کیا پتا تھا اتنا ایڈیٹ ہو گا تمہارا بابر خاقان، چائے پلا کر فارغ کرو اسے۔" ٹینا بیگم نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"جب سبھی کچھ تم نے خود کرنا تھا تو میری نیند کیوں برباد کی صبح صبح۔۔۔" ان کے ضبط کا پیمانہ چھلک گیا اور ویسے بھی وہ مزاجا خاصے شارٹ ٹیمپرڈ تھے تبھی تو ان کی اور ٹینا بیگم کی ہر وقت ٹھنی رہتی تھی۔

"مجھے کیا پتا تھا، تم اپنے جیسا نمونہ اٹھا کر لے آئو گے میرے پاس۔" شہر زاد نے اس فضول بحث پر کوفت بھرے انداز میں وال کلاک کی طرف دیکھا۔ ٹائم تیزی سے گذرتا جا رہا تھا۔

"اب سیف الرحمن جیسے اسٹرونگ سورسز تو ہیں نہیں میرے پاس۔۔" ان کے طنزیہ انداز پر ٹینا بیگم کے چہرے پر خون چھلکا۔

"وہ تو پوری ایک لاء فرم ہائر کر لے گا کھڑے کھڑے تمہاری بیٹی کے لیے۔" ہارون کی طرف سے اس قدر براہ راست حملے کی توقع نہیں تھی انہیں اور شہر زاد کی موجودگی میں تو یہ فقرہ ایک کوڑے کی طرح ان کے اعصاب پر برسا تھا۔

میرا خیال ہے مجھے بھی کسی "کام" کے بندے سے ہی رابطہ کرنا چاہیے، تم جیسے تو محض اپنا اور دوسروں کا ٹائم ہی ویسٹ کر سکتے ہیں۔ ان کی جوابی کاروائی نے ہارون رضا کو مشتعل کیا۔

""شٹ اپ۔۔۔۔" وہ ایک دم دھاڑے۔ شہر زاد نے ناگواری سے ہارون رضا کی طرف دیکھا، انکی خوابیدہ آنکھیں غصّے کی زیادتی سے مزید سرخ ہوئیں اور ویسے بھی "عادی" پینے والوں کی طرح ان کی آنکھوں میں ہر وقت ہی گلابی پن تو ویسے ہی جھلکتا تھا۔ اس وقت تو وہ کسی کوئلے کی طرح دہک رہے تھے۔

"یوٹو شٹ اپ۔۔" وہ اسی طنطنے سے گویا ہوئیں، جو ان کے مزاج کا حصّہ تھا۔

"گوٹو دا ہیل۔۔۔" وہ بیزاری سے ڈرائینگ روم کی طرف بڑھے۔

"اپنے اس گدھے کو بھی لے جائو ساتھ، جسے ہانکنے کے لیے لے آئے تھے صبح صبح۔" ٹینا بیگم نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"مام پلیز۔۔۔کول ڈائون۔۔۔" شہر زاد نے بے تاثر انداز میں انہیں مخاطب کیا،وہ لاپرواہی سے کندھے اچکا کر گلاس ڈور کھول کر باہر نکلیں۔پورٹیکو میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھیں،ابھی ان کی نظر اس "ڈنٹ" پر نہیں پڑی تھی،جو آج ہی شہر زاد باہر سے تمغے کی طرح سجا کر لائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مری ایکسپریس وے پر اس وقت بے تحاشارش تھا۔ایک گھنٹہ ٹریفک جیم میں پھنسنے کے بعد محمد ہادی کی گاڑی جیسے ہی شہر میں داخل ہوئی اس نے سکون کا سانس لیا۔مری میں عام دنوں میں ہی گاڑیوں کا کافی ہجوم رہتا تھالیکن ویک اینڈ پر تو یہ صورتحال خاصی گھمبیر ہو جاتی تھی۔اس کے سیل فون کی گھنٹی بجی،

دوسری طرف مسز عالیہ قریشی تھیں۔

"جی ماما۔۔۔"اس نے فوراً ہی کال اٹینڈ کی۔

"گھر پہنچ گئے ہو تم۔۔؟"

"نہیں،پندرہ سے بیس منٹ لگیں گے مزید۔"اس نے رسٹ واچ دیکھ کر اندازہ لگایا۔

"دیکھو،گھر پہنچتے ہی گل خان کو کہنا،لنچ باکس سے سارے سالن نکال کر فریز کر دے۔"ان کے محبت بھرے انداز پر وہ مسکرایا۔

"اور کوئی حکم۔۔۔؟؟؟"وہ شرارتی انداز سے گویا ہوا۔

"نیکسٹ ویک اینڈ بھی ضرور آنا،میں اپنے ہاتھوں سے کوکنگ کر کے دوں گی تمہیں۔"

"انشاء اللہ،اب فون بند کریں،سامنے ٹریفک وارڈن کھڑا ہے،چالان کر دے گا میرا۔"اس نے جلدی سے فون بند کیا اور سی ڈی پلئیر چلایا۔اپنی پسند کا میوزک سنتے ہوئے وہ جیسے ہی اپنے گھر کے سامنے پہنچا،اسکا دماغ بھک کر کے اڑ گیا۔

کوئی سیاح اپنی گاڑی عین اسکے گیٹ کے سامنے پارک کر کے جا چکا تھا۔کوفت اور بیزاری کا اس پر بڑا بھرپور حملہ ہوا تھا۔

اس نے ایک سائیڈ پر گاڑی کھڑی کی اور سامان باہر نکالا،ماما نے اچھا خاصا بڑا ٹفن اسکے ہمراہ کر دیا تھا۔

وہ جیسے ہی اپنے گھر کے چھوٹے گیٹ سے سیڑھیاں اتر کر نیچے جانے لگا اسکی نظر میر ہائوس پر پڑی،جہاں کرکٹ کا میچ زوروں پر تھا۔در شہوار گینگ نے ایک طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا تھا۔وہ اتنا کھیل نہیں رہیں تھیں جتنا شور مچا رہیں تھیں۔

"ان لڑکیوں کو بھی سکون نہیں ہے۔۔۔"وہ بیزاری سے سیڑھیاں اترنے لگا۔

اوہ چھکا۔۔۔!!!"ساتھ والے لان سے ایک دم شور برپا ہوا۔"

اس سے پہلے کہ ہادی سر اٹھا کر شاہد آفریدی کی جانشین کو دیکھتا، ایک بھاری بھر کم سی گیند اڑتی ہوئی آئی اور میزائل کی طرح اسکے ہاتھ میں پکڑے ٹفن سے ٹکرائی اور ٹفن ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے لان میں جا گرا۔ سرسوں کا سگ، کھیر اور حلیم تینوں کے ڈبے زمین بوس ہو کر اب آپس میں شیر و شکر ہو چکے تھے۔

"اوہ نو۔۔۔" ہادی کا صدمے سے بُرا حال ہوا۔ ماما کی سارے دن کی محنت اس وقت مٹی میں مل چکی تھی۔

"مارے گئے۔۔۔" درشہوار، طوبیٰ اور نمیرہ دیوار سے جھانکتے ہوئے یہ منظر دیکھ چکیں تھیں۔ اسی لمحے ہادی نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔

"ذرا نیچے تشریف لائیں۔۔۔" اسکی پیشانی کی عمودی لکیریں گہری ہوئیں۔ اس نے اپنے اندر کے ابلتے ہوئے لاوے کو بمشکل دباتے ہوئے ہاتھ سے درشہوار کو نیچے آنے کا اشارہ کیا۔

"سوری، ٹائم نہیں ہے ہمارے پاس۔۔۔" وہ منڈیر سے جھانکتے ہوئے شوخی سے گویا ہوئی۔

ایک ان دیکھی غصّے کی آگ نے ہادی کے وجود کا احاطہ کیا۔ اسے لگا جیسے اس نے مزید ضبط کی کوشش کی تو یہ آگ اس کے سارے وجود کو جلا کر بھسم کر دے گی، وہ کچھ سوچ کر پلٹے اور اب تیز تیز چلتے ہوئے ان کے قدم میر ہاؤس کی طرف تھے۔

درشہوار کو پہلے تو سمجھ ہی نہیں آئی اور جیسے ہی اس نے ہادی کو اپنے گیٹ کی طرف جاتے دیکھا، اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی۔ وہ ہرنی کی سی تیزی سے قلانچیں بھرتی ہوئی نیچے اتری۔

"بھاگو، وہ سڑیل آ رہا ہے اپنے گھر۔۔۔" درشہوار کی بات پر ان دونوں کو کرنٹ لگا اور اگلے ہی لمحے وہ بجلی کی سی سرعت سے اندر کی طرف بھاگیں لیکن آج شاید ان کے ستارے گردش میں تھے۔

محمد ہادی جیسے ہی ان کے گیٹ پر پہنچا، برہان کی لینڈ کروزر وہاں آ کر رکی، انہوں نے حیرانگی سے سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا، جسکا چہرہ غصّے کی زیادتی سے تمتما رہا تھا۔ وہ انتہائی مناسب لفظوں میں اپنا شکایت نامہ جما کروا کر دوبارا گھر پہنچا، تو سامنے ٹفن کی بربادی کا منظر دیکھ کر اسکا خون دوبارا سے کھول اٹھا لیکن اب وہ مطمئن تھا کہ اسکی کاٹی ہوئی ایف آئی آر پر کوئی نہ کوئی عمل درآمد ضرور ہو گا۔

ہال کمرے میں تاجدار بیگم نے ایک دفعہ پھر عدالت سجا رکھی تھی، درشہوار، طوبیٰ اور نمیرہ ایک لائن میں سر جھکائے کھڑی تھیں اور تاجدار بیگم کے ساتھ بیٹھے برہان لالہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان تینوں کو پنکھے سے لٹکا دیتے۔

"توبہ توبہ قربِ قیامت کی نشانیاں ہیں، اب گھر کی جوان جہان بچیوں کی شکایتیں لے کر لڑکے آئیں گے اڑوس پڑوس سے۔" تاجدار بیگم انتہائی غصّے سے انہیں گھورتے ہوئے بولیں۔

"پرابلم کیا ہے، تم لوگوں کے ساتھ۔۔۔؟" برہان دبی آواز میں غرائے۔

"آئی ایم سوری لالہ، ہم نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا ایسا۔۔۔" در شہوار نے ان کی ملامتی نظروں سے گھبرا کر جواب دیا۔

"ضرورت کیا تھی بھلا، مسٹنڈوں کی طرح یہ گیند بلا کھیلنے کی۔۔۔" تاجدار بیگم چڑ کو بولیں۔

"اتنی شرم آرہی تھی مجھے، اپنے گھر کی خواتین کا ذکر کسی غیر مرد کے منہ سے سن کر۔۔" برہان غصّے سے ٹہلنے لگے۔

"منہ توڑ دینا تھا اس شکایتی ٹٹو کا۔۔۔" در شہوار کی زبان پھسلی۔

"تم تینوں کی ٹانگیں نہ توڑ دوں، تاکہ ارد گرد کے لوگوں کی زندگیاں سکون سے گذریں۔" وہ اپنے غصیلے جذبات پر قابو پا کر ٹھہر ٹھہر کر بے لچک لہجے میں بولتے ہوئے ان تینوں کی روح فنا کر گئے۔

"میری تو زندگی عذاب کر رکھی ہے ان لڑکیوں نے ، آج تو صاف صاف بات کروں گی ان کے دا جی سے، نور محل میں رکھیں انہیں پاس، پتا چلے انہیں بھی انسانوں کی طرح کیسے رہتے ہیں۔" تاجدار بیگم کی دھمکی نے ان تینوں کا رہا سہا سکون بھی برباد کر دیا۔

"کیا سوچتا ہو گا وہ بھلا مانس، شتر بے مہار کی طرح چھوڑ رکھا ہے اپنے گھر کی خواتین کو۔" برہان غصّے سے ٹہلنے لگا۔

"اور جو ہم سوچتے ہیں اس کمینے کے بارے میں، اسے یہ پتا چلے تو گولی مار لے خود کو۔" در شہوار نے دل میں سوچا۔ یہ شر انگیز جملہ وہ کم از کم رہان لالہ کے سامنے بولنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی، اتنی تو عقل تھی اس میں۔

"دوبارا تم تینوں میں سے کوئی مجھے سامنے والے لان میں نظر آیا تو نور محل نہیں بڑی حویلی بجھوا دوں گا بابا سے کہہ کر۔" برہان کے دھمکی آمیز انداز پر ان تینوں نے دہل کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، بڑی حویلی جانے کا تصور ہی ان تینوں کے لیے بڑا خوفناک تھا۔ ایک تو ملتان کی گرمی اور اوپر سے اپنے فارم ہائوس کے پاس بنی حویلی کے آس پاس کوئی چرند پرند نظر نہیں آتا تھا۔ اس لیے بڑی حویلی ان سب کے لیے کسی قید خانے سے کم نہیں تھی۔

اسی وقت انابیہ چائے کی ٹرے لیے ہال کمرے میں داخل ہوئی، اس نے کنکھیوں سے سامنے کرسی پر بیٹھے برہان کو دیکھا، سرمئی کلر کے کرتا شلوار میں، وہ قمیض کی آستینوں کو کہنیوں تک موڑے، گھنی مونچھوں کے نیچے خفا خفا سے لبوں کے ساتھ بہت شاندار لگ رہے تھے۔

"چائے۔۔۔" وہ اتنی آہستگی سے بولی تھی کہ برہان بمشکل ہی سن پائے۔

"میرا موڈ نہیں ہے۔۔۔۔" وہ درشتی سے کہتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کسی سے بھی مخاطب ہوئے بغیر کمرے سے نکل گئے۔ اس بے رخی پر انابیہ کا دل ایک دم ٹوٹا اور آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

"بیدردی پیا، بڑا ظلم کیا۔۔۔" در شہوار نے ہلکا سا گنگنا کر چائے کا کپ اٹھایا۔

"الائچی نہیں ڈالی اس میں ۔۔۔" اس نے پہلا گھونٹ بھرتے ہی بُرا سا منہ بنایا۔ طوبیٰ اور نمیرہ نے بمشکل اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا۔

"چٹکی بھر زہر ڈال دو اس میں، ہماری تو جان چھوٹے اس سے۔۔۔" تاجدر بیگم گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھیں اور کھا جانے والی نگاہوں سے اپنی اکلوتی دختر نیک اختر کو گھورتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئیں، ان کے جانے کے بعد وہ تینوں کھکھلا کر ہنسیں۔

"اس شکایتی ٹٹو کو تو نہیں چھوڑوں گی میں۔۔۔" در شہوار نے بلند آواز میں اپنے عزائم سے آگاہ کیا۔

"چغل خور نہ ہو تو۔۔۔" طوبیٰ نے تاجدار بیگم کا چائے کا کپ اٹھایا۔

"ویسے چھکا شاندار لگایا تھا تم نے، اس کے لنچ باکس کے تو بخیے ادھڑ گئے۔" نمیرہ گلا پھاڑ کر ہنسی۔

"شرم کرلو تم تینوں۔۔۔" انابیہ نے خود کو سنبھال کر ملامتی نگاہوں سے ان تینوں کی طرف دیکھا۔

"اب نہیں آتی تو کیا کریں۔۔۔" نمیرہ، طوبی کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسی۔

"ویسے پیا آپ سوچیں، اس بیدردی پیا کے ساتھ گذارہ کیسے کرنا ہے۔" در شہوار نے شرارتی نظروں سے اسے اپنے بھائی کے حوالے سے چھیڑا۔ انابیہ کا چہرہ شرم سے گلابی ہوا۔

"فضول باتیں، جتنی مرضی کروالو تم لوگوں سے۔۔۔" انابیہ نے ہنس کر بات ٹالی۔

اسی لمحے برہان دوبارا کمرے میں داخل ہوئے، ایسا لگا جیسے کسی نے پھونک مار کر ہر چیز کو پتھر کا کر دیا ہو۔ ان تینوں کی مسکراہٹیں گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوئیں۔ انہوں نے اندر داخل ہوتے ہی تینوں کو سخت نظروں سے گھورا۔

"رزلٹ آگیا ہے تم تینوں کا۔۔۔" در شہوار کو ایسے لگا جیسے کسی نے کمرے میں صور پھونک دیا ہو۔

"اچھا، کب۔۔۔؟؟؟" در شہوار نے خشک حلق کو تر کر کے پوچھا۔

"جس وقت آپ دوسروں کے چھکے اڑا رہی تھیں، شاہ میر کی کال آئی ہے ابھی۔" ان کے طنزیہ انداز پر ان تینوں سے سر جھکا لیا۔

"کیسا رہا۔۔۔؟" نمیرہ نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا، حالانکہ برہان کے چہرے پر چھائی ناراضگی کے بعد اس سوال کی کوئی تک نہیں بنتی تھی۔

جیسے پیپرز دیئے تھے، ویسا ہی رہا۔۔۔" برہان تلخ انداز میں گویا ہوئے۔

لالہ، پلیز بتائیں ناں۔۔۔" در شہوار نے بے صبری سے انکی بات کاٹی۔

"الحمدللہ تم نے اور طوبیٰ نے کیمسٹری میں اور نمیرہ صاحبہ نے پاک اسٹڈیز میں جھنڈے گاڑ دیئے ہیں، مبارک ہو، بڑا شاندار رزلٹ آیا ہے۔" برہان کے طنزیہ لہجے پر انہیں لگا جیسے میر ہاؤس کی چھت ان کے سر پر آن گری ہو۔ وہ سب اپنی جگہ پر منجمند ہو گئیں۔ ان سب کو شدید صدمہ پہنچا تھا۔

"اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔۔" انابیہ نے مسکراتے ہوئے ان کے زخموں پر مزید نمک چھڑکا، وہاں رکھی چائے کی ٹرے اٹھائی اور کمرے سے
نکل گئی، جب کہ وہ تینوں حواس باختہ چہروں کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ نے چوبیس گھنٹوں میں زندگی کا انتہائی تلخ، اور رونگھٹے کھڑے کر دینے والا روپ دیکھا تھا۔

حوالات کے پیچھے کھڑے اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے اسکے اعصاب شکنجے میں کس دیئے ہوں، اس غیر متوقع خوفناک واقعے نے اس کے حواس شل کر دیئے تھے۔ وہ شدید قسم کی ذہنی پژمردگی کا شکار تھی۔ اس حادثے نے اسکے سارے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

وہ تو آزاد فضاؤں کا پرندہ تھی، جسمانی قید تو دور کی بات وہ تو اپنے خیالات پر بھی کسی قسم کی بندش پسند نہیں کرتی تھی، لیکن قسمت نے اسے عجیب طریقے سے سلاخوں کے پیچھے لا پٹخا تھا۔ وہ شدید پریشانی میں ہیجانی انداز کے ساتھ مسلسل ٹہل رہی تھی۔

آنکھوں میں پھیلی سرخی اور وحشت اسکی بدترین ذہنی کیفیت کی غماز تھی، خشک ہونٹ، بے رونق جلد اور لب بھینچے، سر جھکائے وہ ایسے کھڑی تھی جیسے اسکا سارا
طنطنہ اور سارا غرور چند گھنٹوں میں ختم ہو گیا ہو۔

اس کے لیے سب سے بڑی صدمے کی بات یہ تھی کہ اس حادثے میں موجود اسکی دوست کنزہ کو اسکے والد بریگیڈیئر وقار درانی نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے نہ صرف چند گھنٹوں میں ضمانت پر رہا کروالیا تھا بلکہ ایف آئی آر سے اسکا نام تک نکلوالیا تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ ٹینا بیگم کے تعلقات بھی خاصے ہائی لیول پر تھے لیکن جسٹس محمود کی فیملی کے ساتھ پنگا لینا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔

ٹینا بیگم ابھی ابھی شہر زاد کے ہمراہ پولیس اسٹیشن پہنچی تھیں، اگرچہ ایس پی نیاز جنجوعہ کی کال کی وجہ سے انہیں بھی اسپیشل پروٹوکول دیا جارہا تھا اور پھر اس تھانے کے انچارج کے پاس آنے والی فون کالز سے ڈیوٹی پر موجود آفیسرز کو اندازہ ہو گیا تھا کہ دوسری طرف بھی خاصی تگڑی پارٹی تھی۔ ٹینا بیگم کا بات کرنے کا انداز بھی کچھ ایسا تھا کہ اگلا ایک لمحے کو جواب دینے سے پہلے

ضرور سوچتا تھا۔

سیاہ رنگ کے تنگ ٹراوزر کے ساتھ شارٹ شرٹ پہنے انہوں نے ہلکا سا اسکارف گلے میں لٹکا رکھا تھا، سر پر قیمتی گاگلز ٹکائے، ہائی ہیل کے ساتھ ٹک ٹک کرتی وہ جب سیف الرحمن سے گفتگو کرتے وہ پولیس اسٹیشن کے اس حصّے کی جانب آئیں جہاں رومیصہ قید تھی۔ انہیں اپنی بیٹی کا اجڑا حلیہ، زرد رنگت اور وحشت زدہ آنکھیں دیکھ کر ایک دم دھچکا لگا۔

"واٹ دا ہیل یار، نکالو اسے باہر، یہ کیا حالت کر رکھی ہے میری بیٹی کی۔۔۔"وہ دبنگ لہجے میں ایک دم چیخیں۔

"مام۔۔۔فار گاڈ سیک، مجھے بچا لیں۔۔" رومیصہ کی آنسوئوں میں ڈوبی نمکین آواز انکی سماعتوں سے ٹکرائی، ٹینا بیگم کے مضبوط اعصاب ایکدم ڈھے گئے

رومیصہ کے ساتھ ان کے لاکھ اختلافات سہی لیکن اسے اس حالت میں دیکھنا ان کے لیے کسی بڑے امتحان سے کم نہیں تھا۔

""سیفی فوراً پہنچیں آپ، ان باسٹرڈ نے میری بیٹی کو اتنی گندی جگہ پر قید کر رکھا ہے، ان کی ہمت کیسے ہوئی۔" ان کے لہجے میں چھپی صدمے کی کیفیت اب غم و غصّے میں تبدیل ہو گئی تھی۔

اگلے ایک گھنٹے میں ٹینا بیگم اپنا سارا اثر و رسوخ استعمال کر کے رومیصہ کی ضمانت کروانے میں تو کامیاب ہو گئیں تھیں لیکن اس عرصے میں انہیں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کیس انکی بیٹی کے گلے پڑنے والا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ رومیصہ کی گاڑی تھی، جس کے ساتھ ٹکرا کر روحیل محمود کو حادثہ پیش آیا تھا اور جسٹس محمود کی فیملی یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھی کہ اس وقت گاڑی رومی نہیں کنزہ جبار چلا رہی تھی۔

"آپ لوگوں نے کنزہ وقار کا نام کیوں نکالا ہے ایف آئی آر سے۔۔۔"ٹینا بیگم درشتی سے گویا ہوئیں۔

انہوں نے ایف آئی آر میں صرف آپ کی بیٹی کا ہی نام لکھوایا تھا۔"ایس ایچ او نے نظریں چرا کر دیکھا۔

"چلیں ٹھیک ہے یہ مان لیا، لیکن اس وقت پیٹرولنگ پر موجود پولیس آفیسرز یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ گاڑی کون ڈرائیو کر رہا تھا۔"

دیکھیں، وہ کہتے ہیں، انہوں نے اس چیز کی طرف دھیان نہیں دیا۔"ایس ایچ او کی بات پر ٹینا بیگم جھنجھلا سی گئیں۔

"ان سے کہیں پولیس ڈیپارٹمنٹ چھوڑ کر کوئی ٹھیلہ لگا کر بیٹھ جائیں، اگر وہ ان چیزوں پر دھیان نہیں دیں گے تو کون دے گا۔۔۔"

دیکھیں مسز سہگل، آپ اچھی طرح جانتی ہیں، ہم لوگ بے بس ہیں، اور وہی کرنا ہوتا ہے جسکے آرڈرز ملتے ہیں، آپ پلیز کوئی اچھا وکیل ہائر کر کے اپنی بیٹی کا دفاع کر لیں۔۔"ایس ایچ او نے نرمی سے انہیں مشورہ دیا، ویسے بھی ٹینا بیگم کے اختیارات کا

اندازہ انہیں بھی ہو گیا تھا۔

"مام، یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، ہمیں نکلنا چاہیے۔۔۔" شہر زاد نے میز پر رکھا اپنا سیل فون اٹھایا اور فیصلہ کن انداز میں کھڑی ہوئی۔

ٹینا بیگم پولیس اسٹیشن سے نکلیں تو اچھی خاصی فکر مند تھیں۔ شہر زاد نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی بیک مرر سیٹ کیا، رومیصہ خوفزدہ انداز میں بالکل سکڑی ہوئی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔

مام کو کافی کالز آ رہی ہیں اور چونکہ شہر زاد انہیں اچھی طرح سمجھا کر لائی تھی اس لیے ان کا رومی کے ساتھ انکا رویہ خاصا بہتر تھا۔ انہوں نے جیسے ہی اپنی کال بند کی، شہر زاد نے رومیصہ کو مخاطب کیا۔

"تم کیا پہلے سے جانتی ہو روحیل محمود کو۔۔۔"؟

"نہیں۔۔۔" وہ اضطراری کیفیت میں اپنے ہاتھوں کے ناخن چبا رہی تھی، شہر زاد کو ہلکی سی گھن محسوس ہوئی۔

"پھر، وہ تمہارے پیچھے کیوں آیا۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی۔

"میرا جھگڑا ہو گیا تھا اس کے ساتھ کلب میں۔" اس نے سر جھکا کر شرمندگی سے کہا۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی کلب جانے کی۔۔" ٹینا بیگم نہ چاہتے ہوئے بھی بول پڑیں اور ان کی دخل اندازی شیری کو سخت ناگوار گذری تھی۔

"مام پلیز۔۔۔" شہر زاد کے تنبیہی لہجے پر وہ سنبھل کر بیٹھ گئیں۔

"جھگڑا کس بات پر ہوا تھا۔۔؟" اس نے اگلا سوال کیا۔

"وہ بدتمیزی کر رہا تھا میرے ساتھ۔"

"پھر تم نے اسے کیا کہا۔۔۔۔؟"

"غصّے میں آ کر تھپڑ مار دیا تھا۔۔۔" اس نے ہلکا سا جھجک کر کہا اور ٹینا بیگم نے غضب ناک نگاہوں سے اسے گھورا لیکن منہ سے خاموش رہیں۔

"اس کے بعد کیا ہوا۔۔؟" شہر زاد بالکل پر سکون انداز میں اس طرح پوچھ رہی تھی جیسے وہ اسے کسی فلم کی کہانی سنا رہی ہو۔

"پھر وہ ہمارے پیچھے آ گیا، اسکے ہاتھ میں پسٹل تھا اور اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی۔" رومی کا لہجہ بھرا گیا۔

"اوہ نو۔۔۔ پھر۔۔؟" وہ ہلکی سی بے چین ہوئی۔

"وہ مجھے اور کنزہ کو فالو کرتے ہوئے اچانک ہی ہماری گاڑی کے سامنے آ گیا اور ٹرسٹ می شیری، ہم نے جان بوجھ کر ہٹ

نہیں کیا اسے، وہ خود اپنی غلطی سے ٹکرایا تھا۔" رومیصہ نے گھبرا کر اپنی بہن کو صفائی دی۔

"کنزہ، جانتی ہے اسے پہلے سے۔۔۔" اس نے کچھ سوچ کر اگلا سوال کیا۔

"ہاں۔۔۔بیکن ہاؤس میں کلاس فیلو رہ چکا ہے وہ اس کا۔" رومیصہ نے سر جھکا کر شرمندگی سے کہا۔

"اور تم اس کے باپ کی کمینگی دیکھو، کیسے اپنی بیٹی کو مکھن میں سے بال کی طرح نکال کر لے گیا۔" ٹینا بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کنزہ اور اسکے باپ کو شوٹ کر دیتیں، جن کی اس حرکت نے رومیصہ کا کیس خاصا کمزور کر دیا تھا۔ دوسری صورتحال میں کوئی نہ کوئی بچ نکلنے کی راہ نکل ہی آتی۔

"اب تم کیا کہتی ہو۔۔۔؟" ٹینا بیگم نے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

"ڈونٹ ووری مام، انشاء اللہ کوئی نہ کوئی راہ نکل آئے گی۔" شہر زاد کے پر سکون انداز پر ٹینا بیگم کے اعصاب بھی کچھ ریلکس ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سرمئی بادلوں کی ٹولیاں، بڑے مست انداز سے مری کے پہاڑوں پر رقص کرتی پھر رہی تھیں۔ قدرے تیز اور خنک ہوا انہیں اپنے بانہوں میں لیے ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ لان کی باؤنڈری وال کے ساتھ لگے پودے عجیب سرمستی کے عالم میں جھوم رہے تھے۔ میر ہاؤس میں اس وقت خلاف معمول بڑی خاموشی طاری تھی۔ تاجدار بیگم اپنی ملازمہ صندل کو چھوڑنے نور محل گئی ہوئیں تھیں اور شارقہ بیگم صبح سے انابیہ کے ہمراہ ملازمین سے اسٹور کی تفصیلی صفائی کرنے میں مگن تھیں۔ اس وقت سبھی کی شامت آئی ہوئی تھی، پرانا کاٹھ کباڑ، غیر استعمال شدہ برتن، اور پرانے اخبارات کے بنڈل سبھی کچھ وہاں بکھرا ہوا تھا۔

"اللہ معاف کرے دنیا جہان کا گند کر رکھا ہے یہاں۔" شارقہ بیگم نے گرد سے بچنے کے لیے دوپٹہ ناک پر رکھا ہوا تھا۔

"آدھا گند تو ان رسالوں اور اخباروں کا ہے۔۔" ملازمہ رشیدہ نے ایک بنڈل لا کر زمین پر رکھا۔

"استغفر اللہ۔۔۔۔یہ کیا ہے۔؟" شارقہ بیگم منہ بنا کر پیچھے ہٹیں۔

"در شہوار، اور طوبی کے ڈائجسٹ اور فیشن میگزین۔۔" انابیہ نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"شکر ہے میری نمیرہ کو ایسا کوئی چسکا نہیں۔ ویسے تو ساری بات تربیت کی ہوتی ہے۔" ندرت امّی اللہ جانے کس کونے سے نکل کر سامنے آگئیں تھیں۔

"ہاں تبھی پوزیشنیں لے لے کر پنڈی بورڈ کی چھت پھاڑ رکھی ہے اس نے۔" ان کی سوکن جل کر بولیں۔

"انشاء اللہ رزلٹ آنے والا ہے، دیکھ لیجئے گا، اچھے نمبروں سے پاس ہو گی۔" انابیہ کو ندرت امّی کی لاعلمی پر رشک آیا۔ وہ

چاہتے ہوئے بھی انہیں نہیں بتا سکی کہ رزلٹ آچکا ہے کیونکہ اسکی اپنی بہن ای مضمون میں اڑ گئی تھی۔

"رشیدہ، اٹھاؤ یہ سب، اور پھینکو ردی میں۔۔" شارقہ بیگم کے اگلے حکم پر انابیہ بوکھلا گئی۔ وہ جانتی تھی کہ درشہوار اور طوبیٰ کی ان رسالوں میں جان تھی اور انہوں نے اپنی پسندیدہ تحریروں والے شمارے سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔

"امّی، درشہوار بہت شور مچائے گی۔۔" انابیہ نے محتاط انداز میں کہا۔

"مچاتی رہے۔۔۔" انہوں نے کمال بے نیازی کا مظاہرہ کیا۔ "ویسے خیر ہے یہ لڑکیوں کی بولتی کیوں بند ہے آج۔۔۔" انہیں گھر میں پھیلے غیر معمولی سناٹے کا احساس ہوا۔

درشہوار کے روم میں ہیں شاید۔۔۔" "

"پھر کوئی نئی کھیر پک رہی ہوگی وہاں، ان کو کون سا سکون ہے۔" ان کے جل کر بولنے پر انابیہ کو ہنسی آگئی۔

"میں ذرا دیکھوں، خاقان صاحب نے دوپہر میں فون کرنے کا کہا تھا۔" ندرت امّی، اپنی سوکن شارقہ بیگم کو سنانے کے لیے دانستہ اونچی آواز میں بولتی ہوئیں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"اس عورت کا گھٹیا پن ساری زندگی ختم نہیں ہوگا۔۔" شارقہ بیگم کو غصّہ آگیا۔

"آپ چھوڑیں انہیں، جا کر کچن دیکھیں، تائی اماں آنے والی ہونگیں۔" انابیہ نے ان کی توجہ دوسری جانب مبذول کی۔

"تم یہ سارا گند اٹھواؤ، ورنہ گھر آتے ہی جیٹھانی صاحبہ کا موڈ آف ہو جائے گا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی سیڑھیاں اتر کر نیچے چلی گئیں۔ انابیہ نے سکون کا سانس لیا اور سب سے پہلے ان ڈائجسٹوں کے لیے ایک محفوظ ٹھکانہ تلاش کرنے کے لیے ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ اس کے بعد اسے تعزیاتی اجلاس میں شرکت کرنا تھی جو اس وقت درشہوار کے کمرے میں بڑی دھوم دھام سے منایا جا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میر ہاؤس کے فرسٹ فلور پر واقع درشہوار کے کمرے میں اس وقت واقعی۔"شام غریباں" منائی جا رہی تھی۔ کمرے میں زیرو واٹ کا زرد بلب جل رہا تھا اور کارپٹ پر سفید چادریں بچھا کر ان پر گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ سائیڈ میز پر اگر بتی دہک رہی تھی، جس نے کمرے کی فضائوں کو اپنی خوشبو سے معطر کر رکھا تھا۔ گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے وہ تینوں سیاہ رنگ کے سوٹ پہنے غم کا اشتہار بنی بیٹھیں تھیں۔ سی ڈی پلئیر میں حامد علی بیلا کی آواز میں "کافی" کے بول کمرے کے ماحول میں اداسی کے مزید رنگ بھر رہے تھے۔

مائے نی میں، کنوں اکھاں۔۔۔۔

دردو چھوڑے دا حال نی۔۔۔۔

دھواں دکھے، میرا مرشد والا۔۔۔

جاں پھولاں تاں لال نی۔۔۔۔۔

مائے نی، میں کنوں اکھاں۔۔۔۔

دردو چھوڑے دا حال نی۔۔۔۔۔

دُکھاں دی روٹی، سولاں دا سالن۔۔

آہیں دا بالن، بال نی۔۔۔۔

مائے نی میں، کنوں اکھاں۔۔۔۔

سفید رنگ کی چاندنیوں کے عین درمیان میں درشہوار کے لیپ ٹاپ پر ایف ایس سی کے رزلٹ کی ویب سائٹ کھلی ہوئی تھی، جسے وقفے وقفے سے اس امید پر چیک کیا جا رہا تھا کہ شاید امتحانی نتائج میں کوئی معجزانہ تبدیلی آ جائے۔ یہ "شام غریباں" ان تینوں کی کمپارٹ آنے کے غم میں منعقد کی گئی تھی۔

"تم مانو یا نہ مانو، اس کمینے کی بد دعا لگی ہے ہمیں۔۔۔" درشہوار نے رنجیدہ لہجے میں انکشاف کیا۔

"کس "کمینے" کی۔۔۔" نمیرہ نے منہ بنا کر ایسے پوچھا، جیسے ان کے پاس کمینوں کی پوری لسٹ موجود ہو۔

"ایک ہی تو ہے وہ خبیث، ہمارا ہمسایہ، چغل خور۔۔۔" درشہوار تڑپ کر بولی۔ برہان لالہ کی شام میں کی ہوئی بے عزتی کا دکھ بھی تازہ تھا۔

"اللہ کرے وہ بھی فیل ہو جائے اپنے سارے سبجیکٹس میں۔۔۔" طوبیٰ نے دکھی دل سے بد دعا دی۔

"بے وقوف لڑکی وہ اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کر کے آیا ہے جاب میں، بد دعا تو کوئی ڈھنگ کی دے دو۔۔" نمیرہ نے منہ بناتے ہوئے تصحیح کی۔

"اللہ کرے اسکی شادی ہو جائے کسی بھینگی لڑکی سے، اور وہ ساری زندگی یہی سمجھتا رہے کہ وہ اسے دیکھ رہی ہے جبکہ وہ اسکے دوست کو لائن مار رہی ہو۔" طوبیٰ کی اگلی بد دعا پر نمیرہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

"دانت تو ایسے نکال رہی ہو جیسے بورڈ ٹاپ کیا ہو۔۔" طوبیٰ نے جل کر بالکل تائی اماں کے اسٹائل میں طعنہ دیا۔

"تم اپنے کمپیوٹر کا" کی بورڈ "رکھو یہاں، میں ابھی "ٹاپ" جاتی ہوں۔۔" نمیرہ اپنی جگت پر خود ہی ہنسی۔ کسی نے بھی اسکا ساتھ نہیں دیا۔

"ایسے تھرڈ کلاس جوک کرنے کی بجائے اپنے فیل ہونے کی وجوہات ڈھونڈو۔"

"سچی بات تو یہ ہے، مجھے تو بابائے قوم قائد اعظم کی آہ لگی ہے، وہ جو چودہ کی بجائے اٹھارہ نکات لکھے تھے ناں، وہ ہی کم بخت گلے پڑ گئے میرے۔" نمیرہ نے اپنے فیل ہونے کی سب سے بڑی وجہ ڈھونڈ ہی لی۔

"اور مجھے کیمسٹری کی میم ذکیہ کی، جن کی پورا سال نقلیں اتاری تھیں میں نے عینک پہن پہن کر۔" طوبیٰ نے بھی رنجیدگی سے اپنے گناہ ااعتراف کیا۔ ان دونوں کی دیکھا دیکھی، در شہوار بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپس کی بات ہے، تم لوگ مانو یا نہ مانو، مجھے اس خبیث ہادی کی آہیں لے ڈوبی ہیں۔" در شہوار نے اپنا ہاتھ ماتھے پر رکھ کر بالکل شمیم آراء اسٹائل میں آہ بھر کر مزید اضافہ کیا۔

"کتنا سوچا تھا یونیورسٹی جائیں گے، ڈیشنگ اور اسمارٹ لڑکوں کے ساتھ پڑھ کر اپنے خاندان کا نام روشن کریں گے، لیکن افسوس صد افسوس دل کے ارمان آنسوئوں میں بہہ گئے۔۔۔" در شہوار کی ایکٹینگ عروج پر تھی۔

"پیاری بہن، اتنے سرد موسم میں ٹھنڈی آہیں بھر کر مزید ٹھنڈک میں اضافہ مت کرو۔ میری تو پہلے ہی چار پسلیاں ہیں، خدانخواستہ نمونیا نہ ہو جائے۔" طوبیٰ نے منہ بناتے ہوئے در شہوار کی واڈروب سے ایک شال نکال کر اوڑھی۔ دروازے پر ہلکی سی دستک نے اس لمحے ان تینوں کو بیزار کیا۔ آہستہ سے دروازہ کھول کر ارسل اندر داخل ہوا۔ ٹرائوزر کی جیب میں ہاتھ ڈالے اس نے انتہائی حیرانگی سے کمرے کا ناقدانہ انداز میں جائزہ لیا۔

"یہ کس فلم کا سیٹ لگا رکھا ہے یہاں۔۔۔" اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"دل جلے کا۔۔۔" طوبیٰ نے جل کر جواب دیا۔

"چلو پھر اس خوشی میں شاہ میر سے بات کرو، کیونکہ تم تینوں کے نمبر بند جا رہے ہیں۔" ارسل نے اپنا سیل فون اسکی طرف بڑھایا۔ طوبیٰ کو کرنٹ لگا، وہ جانتی تھی کہ اس موقعے پر اسکا فون زخموں پر مزید نمک چھڑکنے کے لیے آیا ہو گا۔

"بھئی بات کرو ناں، سکتہ کیوں ہو گیا ہے۔۔۔" ارسل کی آنکھوں کی شوخی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ اس کال کے سیاق و اسباق سے واقف تھا۔

"ہاں، ہاں بات کرو طوبیٰ، میرا پوچھیں تو کہہ دینا، ٹرینکولائز لے کر سو گئی ہے۔" در شہوار نے جلدی سے کشن آنکھوں پر رکھ لیا۔ اس نے دل ہی دل میں اسے سو گالیاں دیتے ہوئے کال اٹینڈ کی۔

"فرمائیے۔۔۔؟" وہ منہ کر بولی۔

"سنا ہے تندی باد مخالف نے سارے ہی عقاب اڑا دیئے ہیں۔۔۔" دوسری طرف وہ بڑے معنی خیز انداز میں قہقہ لگا کر ہنسا۔

”گرتے ہیں شاہ سوار ہی میدان جنگ میں۔۔۔“طوبیٰ نے بھی ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔

”لیکن یہ شاہسوار تو ایسے گرے ہیں کہ گوڈے گٹے ہی تڑا و لیے۔۔۔ چچ چچ چچ۔۔۔“شاہ میر کی شرارتی آواز اسکے تن بدن میں آگ لگا گئی۔

”تمہیں کیا تکلیف ہے۔۔۔؟“اس کے ضبط کا بندھن ٹوٹا۔

”میں نے تو افسوس کے لیے فون کیا ہے اور ایک درخواست بھی دی ہے اپنے ”ٹو آئی سی“کو کہ میرے گھر میں خواتین کی ایک کثیر تعداد باجماعت فیل ہو گئی ہے،اس سلسلے میں ایک تعزیتی اجلاس میں شرکت کے لیے مجھے تین دن کی چھٹی دے دی جائے۔“دوسری طرف اسکا موڈ خاصا خوشگوار تھا۔

”اللہ کرے چھٹی کی بجائے تمہیں انڈیا کے بارڈر پر بجھوا دیں۔“طوبیٰ جل کر بولی۔

”تم اگر ساتھ دینے کا وعدہ کرو،تو یقین مانو سات سمندر پار تیرتا ہوا چلا جائوں۔“شاہ میر نے اسے شوخی سے مزید چڑایا۔

”دفع ہو جائو تم،اپنی منحوس شکل لے کر۔۔۔“اس نے غصّے میں فون بند کر دیا۔

”کیا ہوا۔؟کیا کہہ رہا تھا۔۔۔؟“ارسل نے انجان بن کر پوچھا۔

”ایک خبیث انسان اپنی خباثت ہی دیکھا سکتا ہے۔بائے گاڈ،درشہوار،اتنا کمینہ اگر میرا بھائی ہوتا تو میں پہلی فرصت میں خود کشی کر لیتی۔“طوبی نے کہیں کا غصّہ کہیں اتارا۔

”میں بھی سیریسلی یہی سوچ رہی ہوں،آج برہان لالہ نے اور اب میرو بھیا نے بہت مایوس کیا ہے مجھے۔“اس نے اپنی تیکھی ناک چڑھا کر طوبی کے ساتھ یک جہتی کا عظیم مظاہرہ کیا۔

”سنا ہے،رزلٹ آ گیا ہے تم لوگوں کا۔۔۔“ارسل کے لبوں پر پھیلی جاندار مسکراہٹ ان تینوں کا دل جلا گئی۔

”ہاں آپکی کسر رہ گئی تھی،آپ بھی پوری کر لیں،فیل بھی تو انسان ہی ہوتے ہیں،ایسا کون سا گناہ کر دیا ہے ہم نے،جو آپ لوگ ہاتھ منہ دھو کر باجماعت پیچھے پڑ گئے ہیں ہمارے۔۔“درشہوار بازو چڑھا کر میدان میں اتر آئی۔

”ارے رے۔۔۔۔میں نے تو کچھ نہیں کہا۔۔۔“ارسل ایکدم بوکھلا گیا۔

”ارادہ تو یہی لے کر آئے تھے ناں۔“درشہوار نے ناک چڑھا کر کہا تو وہ ہنس پڑا۔

”ارادہ تو میرا یہ تھا کہ دکھی لوگوں کا غم غلط کرنے کے لیے مال روڈ سے جا کر گرما گرم ہاٹ اینڈ سار سوپ پیا جائے۔“ارسل کی بات پر ان تینوں نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔

”کیا ہو گیا ہے،ایک ہینڈ سم بندے کو اتنا گھور کیوں رہی ہو۔۔“اس نے مصنوعی پریشانی سے پوچھا۔

"یقین نہیں آ رہا، اتنا رحم دل، فیاض اور کھلے دل کا بندہ میر ہائوس میں ہی رہتا ہے۔" در شہوار کی بات پر وہ بے ساختہ مسکرایا۔

"میرا بھائی ہے تو ادھر ہی رہے گا ناں میرے ساتھ۔ ویسے اللہ کا شکر ہے، میرے بھائی میں دکھی انسانیت کا خاصا جذبہ ہے میری طرح۔" نمیرہ نے ہمیشہ کی طرح دوسروں کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی جو اسے اچھی خاصی مہنگی پڑی کیونکہ در شہوار کا کشن اس کا دماغ اچھا خاصا ہلا کر اپنے ٹھکانے پر واپس لا چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بڑی دیر کی مہربان آتے آتے۔۔۔"

وہاج بڑے معنی خیز انداز میں سیل فون پر بات کرتے ہوئے کچن میں داخل ہوئے، برتن دھوتی صندل کا دل بُری طرح سے دھڑکا، اس نے لاشعوری طور پر اپنا دوپٹہ ٹھیک کیا اور بظاہر خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے پانی کا نل چلا دیا اور جلدی جلد پلیٹیں واش کرنے لگی۔ وہ نور محل ہر گز نہیں آنا چاہتی تھی لیکن اس کی مجبوری تھی کہ اسکے والدین اور باقی بہن بھائی بھی میر ہائوس کے خاندانی ملازم تھے اور وہاں انکار کی تو قطعاً کوئی گنجائش نکلتی ہی نہیں تھی۔

"ابھی ڈھونڈ ہی رہی تھی، تمہیں یہ نظر ہماری۔۔۔" وہ ہلکا سا گنگناتے ہوئے فریج کھول کر کھڑے ہو گئے لیکن صندل کو ان کی نظریں اپنے وجود کے آر پار اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

"یہ ایپل دھو دو۔۔۔" وہ غیر محسوس انداز میں اسکے بالکل پاس آن کھڑے ہوئے۔ صندل گھبرا کر پلٹی اور ان کے چوڑے سینے سے ٹکرا گئی۔

"ارے رے سنبھل کر۔۔۔"

صندل نے بوکھلا کر ان کے ہاتھ سے سیب پکڑا اور جلدی جلدی دھونے لگی۔ وہاج نے بڑی گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیا۔ اسکا گھبرایا ہوا روپ ان کی نہ جانے کون سی حس کی تسکین کرتا تھا۔

"بہت خوبصورت ہاتھ ہیں تمہارے، روئی کے گالوں کی طرح نرم۔۔" ان کے ذو معنی انداز پر صندل کے تن بدن میں آگ لگ گئی ان کا شمار اگر اس کے مالکوں میں نہ ہوتا تو شاید وہ اب تک ان کا منہ توڑ چکی ہوتی۔

"یہ لیں۔۔۔" اس نے سیب دھو کر پلیٹ میں رکھے اور انتہائی بیزاری سے انکی طرف بڑھائے۔

"دیکھ مگر پیار سے۔۔۔" وہ ہلکا سا گنگنائے، اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتے، تاجدار بیگم بڑے عجلت بھرے انداز میں اندر داخل ہوئیں۔

تم یہاں ہو اور میں پورے گھر میں تلاش کر رہی ہوں تمہیں۔۔"""

"آپ یہ خالی برتن اٹھائے کیوں لا رہی ہیں، فارحہ مر گئی ہے کیا، اور باقی ملازمیں کہاں ہیں۔؟" ان کا موڈ ایک دم خراب ہوا۔

"وہی بیچاری لا رہی تھی لیکن مجھے کچھ کام تھا صندل سے۔۔" انہوں نے لاپرواہی سے کہتے ہوئے ٹرے شیلف پر رکھ دی۔

"جی بی بی جی۔۔۔"صندل فوراً مڑی تو اس کا ہراساں چہرہ تاجدار بیگم سے چھپا نہ رہ سکا۔

"یہ تمہیں کیا ہوا ہے۔؟ ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں تمہارے چہرے پر۔۔۔" ان کے مشکوک انداز پر وہاج ہلکا سا گڑبڑا گئے۔

"ہوائیاں تو اڑیں گی، ہڈحرام کی عادتیں جو پڑی ہوئی ہیں ان لوگوں کو، وہاں تو نوکروں کی ایک فوج ہے اور یہاں کام کرنا پڑے گا۔" وہاج نے منہ بناتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"خیر بہادر علی کا خاندان کام چور تو نہیں، سارا گھر سنبھالا ہوا ہے انہوں نے۔۔" تاجدار بیگم نے کھلے دل سے تعریف کی۔

"اچھا، اچھا، زیادہ سر نہ چڑھائیں انہیں، اچھی طرح سے سمجھا دیا ہے ناں اسے، میری چیزوں کا کیسے خیال رکھنا ہے۔" وہ معنی خیز لہجے میں گویا ہوا۔

"ہاں ہاں سمجھا دیا ہے، تم بھی تھوڑا ہاتھ ہولا ہی رکھنا، بچی ہے، جلدی گھبرا جاتی ہے۔۔" وہ لاپرواہ انداز میں کچن کے کیبنٹ کھولنے لگی۔

"بے فکر رہیں، ایسا خیال رکھیں گے کہ میر ہاوس کو بھول جائے گی یہ۔۔" وہ مزے سے سیب کھانے لگے۔ اسی وقت کچن کا دروازہ کھلا اور دا جی کی شکل دیکھ کر فرہاج نے ہاتھ میں پکڑا سیب جلدی سے پلیٹ میں رکھ دیا۔

"تم عورتوں کی طرح کچن میں گھسے کیا کر رہے ہو۔۔۔" دا جی کا سخت لہجہ ان کے ہاتھ پیر پھلا گیا۔

"کچھ نہیں دا جی، تھوڑا امّی سے بات کر رہا تھا۔۔" انہوں نے بوکھلا کر صفائی دی، ویسے بھی دا جی کے سامنے تو وہ بھی بھیگی بلی بن جاتے تھے۔

"ساری باتیں چھوڑو اور حویلی پہنچو، تھوڑی گڑبڑ چل رہی ہے وہاں۔۔۔"

"ملتان۔۔۔؟" انہوں نے تصدیق کے لیے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔۔۔ بڑی حویلی ملتان ہے تو وہیں جانا ہو گا یا اسے اٹھا کر لے آئو گے ادھر۔۔۔" دا جی کی جھاڑ نے ان کی طبعیت ایک لمحے میں درست کر دی کچھ دیر پہلے کا سارا نشہ اڑنچھو ہو گیا۔

"آپ بے فکر رہیں، کل چلا جائوں گا۔" انہوں نے اپنی طرف سے پھرتی دیکھائی۔

"کل نہیں، آج اور ابھی جانا ہو گا۔۔۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ میں ذرا ٹکٹ کنفرم کروالوں۔۔۔" انہوں نے وہاں سے کھسکنا چاہا۔

"سب کچھ کنفرم ہو چکا ہے، منشی ٹکٹ لے کر ائیر پورٹ پہنچ جائے گا، کچھ ضروری ڈاکومنٹس بھی ہیں اسکے پاس۔" انہوں نے سنجیدگی سے مزید کہا۔

"اور سنو، سارے معاملات نبٹا کر آنا، یہاں کوئی آگ نہیں لگی ہوئی، جسے بجھانے کو اگلے ہی دن دوڑے آئو۔" دا جی کی بات پر صندل کے حلق سے ایک پر سکون سانس خارج ہوئی۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

"جی ٹھیک ہے۔۔۔" انہوں نے خفت زدہ انداز میں سر جھکایا۔

"اور تاجدار تم ذرا آئو میرے کمرے میں، کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔" انہوں نے تاجدار بیگم کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں نہیں بابا جان۔۔" انہوں نے فوراً تابعداری کا مظاہرہ کیا اور ان کے پیچھے چل پڑیں۔۔ میر وہاج نے مڑ کر صندل کی طرف دیکھا، جو اس وقت خاصی پر سکون انداز میں کھڑی تھی، وہاج کے اس طرح گھورنے پر وہ بوکھلا کر واش بیسن میں پڑے برتن دھونے لگی۔

"ذرا آکر پیکینگ کرو، باقی کام بعد میں کر لینا۔" ان کے اگلے حکم پر صندل کی روح فنا ہوئی۔

"جی اچھا۔" وہ دل ہی دل میں آل تو جلال تو پڑھتی ہوئی ان کے بیڈ روم میں داخل ہوئی، سامنے فارحہ بھابھی کو دیکھ کر اس نے سکون کا کلمہ پڑھا اور جلدی سے میر وہاج کی واڈروب سے کپڑے نکال کر اٹیچی میں رکھنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تم بڑی بھابی ہو اسکی۔ سمجھائو بے وقوف کو، دو دو جوان بیٹیوں کا باپ ہے وہ۔۔۔"

میر حاکم علی کے منہ سے نکلنے والے اس فقرے کو سن کر تاجدار بیگم پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ ان کی تو گمان کی آخری سرحدوں پر بھی نہیں تھا کہ وہ ان سے کیا بات کرنے کے لیے اپنے کمرے میں بلا کر لائے ہیں۔ نور محل کا سب سے بہترین کمرہ ان کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ شاہ بلوط کی لکڑی کا بھاری فرنیچر، ایرانی قالین، دیواروں پر خوبصورت پینٹنگس اور چھت پر لگے قیمتی فانوس ان کے کمرے کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہا تھے۔ اس وقت وہ آج کا تازہ اخبار پکڑے بھاری بھر کم صوفے پر بیٹھے تھے، جب کہ تاجدار بیگم ان کے سامنے والے سنگل صوفے پر سر جھکائے بیٹھی تھیں، وہ میر حاکم کی سگی بھتیجی تھیں اسی لیے سب سے زیادہ ان کے قریب بھی تھیں۔

"بابا جان آپ کیوں ٹینشن لے رہے ہیں۔؟" وہ ہلکا سا جھجک کر گویا ہوئیں۔

"تنگ آگیا ہوں میں اس کے آئے دن کے اسکینڈلز سے، بندہ اپنی عمر اور جوان اولاد کا ہی لحاظ کرتا ہے، گھر میں دو دو بیویاں ہیں اسکی۔" ان کی پیشانی کی لکیریں گہری ہوئیں۔

"ہاں خاقان کو سوچنا چاہیے اس بات پر، ساری زندگی یہی طور طریقے تو نہیں رہ سکتے۔۔۔" انہوں نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"اس کے سوچنے سمجھنے والی حس تو عورتوں کے معاملے میں آکر ختم ہو جاتی ہے، ایسی بھی کیا شوقین مزاجی، بندہ اپنے خاندان کی عزت اور وقار کو ہی داؤ پر لگا دے۔" وہ غصّے میں آکر ٹہلنے لگے۔

"تمہیں اس لیے کہا ہے کہ تمہاری بات پھر بھی سنتا ہے اور تھوڑی بے تکلفی بھی ہے، تم بڑی بھابی اور ماں کی جگہ پر ہو، میں اس لیے بات نہیں کرنا چاہتا کہ ہمارے درمیان جو لحاظ کا پردہ ہے وہ سلامت رہے۔" انہوں نے قدرے خشک انداز سے اپنی بات کی وضاحت کی۔

"جی بابا جان، میں کوشش کروں گی اس سے بات کرنے کی۔۔" تاجدار نے انہیں تسلی دینے کی ناکام کوشش کی۔

"کوشش نہیں کرنی، سمجھانا ہے اس بے وقوف کو، تھوڑا عقل سے کام لے، اب دیکھو ذرا یہ اخبار بھرا پڑا ہے اسکی رنگین داستان سے، استغفر اللہ، اب یہ وقت بھی آنا تھا کہ میر حاکم کا بیٹا، ایک تھرڈ کلاس گلوکارہ کی زلفوں کا اسیر ہو جائے۔۔۔" ان کا چہرہ غصّے کی زیادتی سے سرخ ہوا۔

"واقعی، یہ تو بڑی غلط بات ہے۔۔" تاجدار بیگم اپنے سسر کی نبض شناس تھیں اور ان کے موڈ دیکھ کر ہی بات کرتی تھیں۔

"اور کہو اس سے انابیہ کی رخصتی کا کچھ سوچے اور تم بھی بات کرو برہان سے، کیا ٹھان کر بیٹھا ہے وہ دل میں۔" وہ اپنے مخصوص دوٹوک انداز میں گویا ہوئے۔

"برہان ابھی دو سال کی مہلت مانگ رہا ہے۔" انہوں نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"دو سال بعد کون سے سینگ اگ آئیں گے اس کے سر پر، "تب" بھی تو شادی کرنی ہے تو "اب" کیوں نہیں۔؟" وہ ایک دفعہ پھر ٹہلنے لگے، تاجدار بیگم نے دیکھا، اس بڑھاپے میں بھی ان کی چال میں خاصی مضبوطی تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں، میں بات کروں گی برہان سے۔" انہوں نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔ اتنا تو وہ بھی جانتی تھیں کہ برہان کو سمجھانا کوئی آسان کام نہیں تھا، وہ ضد اور ہٹ دھرمی میں بالکل اپنے دادا جی پر تھا۔ تبھی تو دونوں کی آپس میں نہیں بنتی تھی۔ اسی وقت میر حاکم کے سیل فون پر کال آگئی۔

"تم جائو، اس ٹاپک پر پھر بات کریں گے۔۔" ان کے اگلے حکم پر تاجدار بیگم نے سکون کا سانس لیا، ورنہ آج تو سسر جی کے تیور ان کے بھی ہاتھ پیر پھلا رہے تھے۔ وہ جلدی سے ان کے کمرے سے باہر نکل آئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ٹینا ہائوس" پر لگتا تھا کسی آسیب کا سایہ ہو گیا تھا۔ نیند اس گھر کے مکینوں سے روٹھ گئی تھی اور در و بام پر وحشت میں مبتلا کر دینے والے سناٹے کا راج تھا۔ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔۔۔ شہرزاد کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی تھی لیکن نیند آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

جسٹس محمود کے بیٹے کی اس اچانک موت نے دونوں گھروں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ روحیل کا خاندان کسی صورت بھی انہیں بخشنے کو تیار نہیں تھا۔ آنے والے لمحوں کا خوف کسی آکاس بیل کی طرح سب کو جکڑنے کے لیے تیار تھا۔ شہرزاد ٹہلتی ہوئی لائونج کی طرف نکل آئی، کائوچ پر نیم دراز ٹینا بیگم کسی سے فون پر بات کر رہیں تھیں۔ ان کے چہرے پر پھیلی پریشانی کو اس نے دُور ہی سے بھانپ لیا تھا۔ وہ جلدی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی، ٹینا بیگم نے اسے دیکھ کر فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا اما۔۔؟" شہرزاد کو ان کی آنکھیں گیلی ہوتی محسوس ہوئیں۔

محمود احمد تو زخمی شیر کی طرح پورے شہر میں دندناتا پھر رہا ہے اور کسی کی بات سننے کو تیار نہیں۔۔۔" "

"ظاہر ہے مام، ان کے ینگ بیٹے کی اچانک ڈیتھ ہوئی ہے، اور یہ بڑا نیچرل ساری ایکشن ہے۔" شہرزاد خاصی حقیقت پسند تھی، اپنی رائے کا اظہار وہ بڑے مضبوط اور ہموار انداز میں کرتی تھی۔

"میں مانتی ہوں، لیکن یہ ایک حادثہ تھا، اور وہ یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں۔" انہوں نے اسی بگڑے بگڑے انداز میں کہا۔

"ہمیں کورٹ میں یہ بات ثابت کرنا ہو گی۔۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"اس بے وقوف لڑکی نے تو اچھی خاصی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔۔۔" ٹینا بیگم ٹھیک ٹھاک آزردہ تھیں۔

"ہمیں کنزہ کے فادر سے بات کرنی چاہیے۔۔۔" شہرزاد نے محتاط انداز میں کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے وہ ہماری بات سنے گا، اسی کی کمینگی کی وجہ سے سارا الزام میری بیٹی پر آ رہا ہے، ایک نمبر کا خبیث انسان ہے وہ۔" انہوں نے غصے میں ایک گھٹیا قسم کی گالی دی۔

"ہمیں کنوینس کرنا چاہیے انہیں، اس طرح تو رومی بُری طرح سے پھنس جائے گی۔" شہرزاد کی بات پر وہ تلخ انداز میں مسکرائیں۔

"تمہارا کیا خیال ہے وہ الو کا پٹھا مان جائے گا، جبکہ اسے پتا بھی ہے کہ گاڑی اسی کی بیٹی ڈرائیو کر رہی تھی۔" "

"لیکن وہ اتنا بڑا کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں۔۔۔؟" وہ تنک کر گویا ہوئی۔

"جھوٹ بولنے کے لیے کون سا ہل جوتنے پڑتے ہیں اس نے تو پولیس کی نفری تک تو چند گھنٹوں میں اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ پتا نہیں کیا بنے گا اس کیس کا، سچ پوچھو تو مجھے سخت ٹینشن ہو رہی ہے۔" شہر زاد کو ان سے بے تحاشا ہمدردی محسوس ہوئی۔ اسے پہلی دفعہ احساس ہوا، وہ رومیصہ کے معاملے میں کتنی فکر مند تھیں۔

"آپ نے کسی سے بات کی۔۔۔؟" شہر زاد چاہتے ہوئے بھی سیف الرحمن کا نام اپنے لبوں پر نہیں لا سکی۔

"ہاں۔۔۔" انہوں نے تھکے تھکے انداز سے اپنے بالوں کا گول مول سا جوڑا بنایا۔

"پھر۔۔۔؟" شہر زار نے سوالیہ نگاہوں سے انکی طرف دیکھا۔

لیکن جسٹس محمود کے ہاتھ بھی چھوٹے نہیں ہیں۔ مجھے تو ڈر ہے رومی کی ضمانت بھی کینسل نہ ہو جائے۔" "

"بی ریلکس، انشاء اللہ ایسا نہیں ہو گا، آپ جائیں اور تھوڑا ریسٹ کریں، اس معاملے کو صبح دیکھتے ہیں۔" شہر زاد نے نرمی سے ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا، وہ بھی شاید ذہنی طور پر بُری طرح سے تھک چکیں تھیں۔ اس لیے اسکی بات مان کر اپنے بیڈ روم کی طرف چلی گئیں۔ کچھ دیر وہ یونہی لائونج میں ٹہلتی رہی۔ اس کے اپنے اعصاب بُری طرح تھک چکے تھے۔ وہ اس کیس کے تمام پہلوئوں پر غور و فکر کر چکی تھی۔ کہیں سے بھی نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کائوچ پر لیٹ گئی، دماغ میں لامتناہی سوچوں کا ہجوم تھا۔ اچانک سیل فون کی گھنٹی کے ساتھ ہی اسکا دل بھی بے ہنگم انداز میں دھڑکا۔ "ہم زاد" کالنگ کے الفاظ کم از کم اس وقت بُرے نہیں لگے تھے اسے۔

"کیسی ہیں آپ۔۔۔؟" وہ اپنے مخصوص بھاری مگر اپنائیت سے بھرپور لہجے میں اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔" اس نے ایک لمبا سانس کھینچ کر کہا۔

"آپ کو اگر پتا چل جائے کہ آپ جھوٹ بولتے ہوئے کتنی ہونق لگتی ہیں، تو یقین مانیں، آپ زندگی میں کبھی ایسی کوشش نہ کریں۔" اسکے ہلکے پھلکے انداز پر شہر زاد کے ہونٹوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ ابھری۔

"چلیں، آئندہ کوشش کروں گی کہ ایسا نہ کروں۔۔۔" اس نے بھی فوراً ہی ہتھیار ڈال دیے، ویسے بھی وہ اس وقت بحث کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"اس گاڑی والے کو ٹکر تو بہت زور سے ماری تھی آپ نے۔" اسکی اگلی بات پر شہر زاد کو کرنٹ لگا، اور وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپکی گاڑی تھی کیا وہ۔۔؟"

"ہماری ایسی خوش قسمتی کہاں۔۔۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں ہنسا۔

"اسکا مطلب ہے کہ آپ بھی وہیں کہیں آس پاس تھے۔۔۔" اس نے فوراً اندازہ لگایا۔

ہم زاد تو ہمیشہ انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔۔" اسکا معنی خیز انداز شہر زاد کو ہلکی سی کوفت میں مبتلا کر گیا۔"آپ ہیں کون آخر۔؟"

"اس بات کو کبھی فارغ ہو کر ڈسکس کریں گے یہ بتائیں رومیصہ والے پرابلم کا کیا بنا۔؟" اسکی اگلی بات پر اسے پھر شاک لگا۔

"آپکو کس نے بتایا۔۔؟" اس کے منہ سے پھسلا۔

"آپ نے شاید ٹی وی نہیں دیکھا، جسٹس محمود کی فیملی سارے چینلز پر یہی تو رونا رو رہی تھی۔" اسکی اطلاع شہر زاد کو دہلا گئی ۔

"کیا کہہ رہے تھے وہ لوگ۔۔۔؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"اپنے دنیا جہاں کے کرپٹ بیٹے کی موت کو کیش کروانے کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں وہ۔" ہم زاد کے منہ سے نکلنے والی اگلی بات پر وہ بُری طرح چونکی۔

آپ جانتے ہیں روحیل محمود کو۔۔۔؟"""

"کون نہیں جانتا۔۔۔؟" وہ طنزیہ انداز میں گویا ہوا۔

"بہت نیگٹو ریپوٹیشن تھی اس کی اپنے سوشل سرکل میں، ایک نمبر کا ڈرنکر، جوئے باز، فلرٹ، اور اپنے باپ کے سورسز کا منفی استعمال کرتا تھا، ساری دنیا جانتی ہے یہ بات۔۔۔" وہ شہر زاد کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے اسے مزید پریشان کر گیا۔

"لیکن، رومی نے اسکا مرڈر نہیں کیا، وہ ایک حادثاتی موت تھی۔۔۔" اس نے ہلکا سا جھجک کر اپنی بہن کی صفائی دی۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔" اسکے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ شہر زاد کے اندر توانائی کا ایک جہان بھر گئے۔

"لیکن دنیا نہیں جانتی۔۔" وہ مایوسی سے گویا ہوئی۔

"تو یہ ثابت کرنا تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کام ہونا چاہیے، رومیصہ سہگل، بیرسٹر شہر زاد کی چھوٹی بہن ہے، کسی عام لڑکی کی نہیں۔" وہ اسے شہہ دینے والے انداز میں بولا تھا۔

"مطلب۔۔۔؟" وہ سمجھ تو گئی تھی لیکن پھر بھی انجان بن گئی۔

"یہ کیس تو آپ کے کیئریئر کا اسٹارٹ ہے، آ جائیں میدان میں، بہت سی چیزیں مل جائیں گی۔۔۔" وہ اسے ایک نئی راہ سجھا رہا تھا۔

لیکن، میں نے ابھی لائسنس کے لیے اپلائی نہیں کیا۔" "

"کیا مشکل ہے، اپنے ڈاکومنٹس اسکین کر کے بھیجیں مجھے، ایک ہفتے میں مل جائے گا۔" وہ ہنسا۔

"لیکن اسکا تو ایک باقاعدہ پروسیجر ہوتا ہے، ایک مہینے کا ٹائم لگتا ہے شاید۔"

"جب پاکستان میں، ایک بندہ اپنے سورسز استعمال کر کے ایک اہم کیس میں سے اپنی بیٹی کا نام نکلوا سکتا ہے تو شہر زاد سہگل اپنا ایک لائسنس کیوں نہیں بنوا سکتی، جبکہ اس سے کسی کو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچے گا۔" شہر زاد کو پہلی دفعہ اندازہ ہوا کہ اسکی معلومات بالکل پکی اور ہوم ورک مکمل تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ، صبح مام سے بات کروں گی۔" وہ کافی حد تک متفق ہو گئی تھی۔

"میری آفر صبح تک برقرار ہے۔۔" وہ خوشدلی سے مسکرایا۔

"پہلے، اپنے سیل فون سے بات کرنے کا حوصلہ تو پیدا کر لیں، پھر آفرز بھی دے دیجئے گا۔" شہر زاد کے اس طنز پر وہ ہنسا۔

"اگر اپنے نمبر سے بات کرنے سے آپکو خوشی ہو سکتی ہے تو نیکسٹ کال اسی سے کر لیں گے۔۔"

"اس کا مطلب ہے نیکسٹ کال کبھی نہیں آئے گی۔۔" شہر زاد کے جوابی حملے پر اس کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔

"ہم زاد، سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن بزدل نہیں۔۔۔" وہ بڑے مزے سے بولا۔

"چلیں اگلی کال بتا دے گی۔۔۔" شہر زاد نے مسکراتے ہوئے کال ڈسکنکٹ کر دی، وہ اسے جو نئی امید دلا چکا تھا، اسے آج رات اس پر تفصیل سے سوچنا تھا۔ کم از کم اسے یہ مشورہ خاصا معقول اور مناسب لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہادی یار، اچھا نہیں کیا تم نے اس گینگ کے ساتھ۔۔۔"

سعد رات کے اس وقت محمد ہادی کے ساتھ مال روڈ پر مٹر گشت کر رہا تھا، دونوں کے ہاتھوں میں کشمیری چائے کے ڈسپوزیبل کپ تھے۔ ہادی اسے اپنی صبح کی کاروائی بتا چکا تھا جو سعد کو بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔

"تمہیں کس چیز کا غم ستا رہا ہے۔۔؟" ہادی نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے چھیڑا۔

"اچھی خاصی زندگی رنگین بنی ہوئی تھی، نسوانی ہنسی کی آوازیں، جیسے کلیسائوں میں گھنٹیاں بج رہی ہوں۔ دل کو چھو لینے والی شرارتیں جس سے کم از کم مجھے تو زندگی حسین لگنے لگی تھی۔" سعد چلتے چلتے رکا اور ٹھنڈی آہ بھر کر بولا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے، اتنی سی شکایت پر باز آجائیں گی وہ۔۔۔۔" ہادی استہزائیہ انداز میں گویا ہوا۔

"تم نہیں جانتے ہو میر ہائوس کے مرد کتنے کھڑوس ہیں سوائے ارسل کو چھوڑ کر، اس میں پھر بھی کچھ انسانیت نظر آتی ہے

مجھے۔" سعد کی معلومات پر اسے حیرانگی ہوئی۔

"تم نے تو لگتا ہے میر ہائوس کے مردوں پر تھیسس لکھ رہا ہے۔" ہادی ایک دفعہ پھر چلنے لگا، مال روڈ پر رات کے اس وقت بھی خاصا رش تھا، باربی کیو، آئس کریم، کافی اور فرنچ فرائز کی دکانوں پر لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔

"تمہاری اس شکایت پر ان بیچاریوں پر اچھا خاصا بین لگ چکا ہو گا اور کیا پتا گھر میں نظر بندی کے احکامات بھی آ گئے ہوں، تبھی تو شام میں اتنی ویرانی تھی لان میں۔" سعد نے منہ بنا کر چائے کا خالی کپ ڈسٹ بن میں ڈالا۔

"مبارک ہو، ایسا کچھ نہیں ہوا۔" ہادی کی طنزیہ مسکراہٹ پر اس نے الجھ کر اسکی طرف دیکھا۔

"تینوں محترمائیں، ایک جلوس کی شکل میں آ رہیں ہیں سامنے سے۔ یہ شکلیں تمہیں لگتی ہیں گھر میں ٹک کر بیٹھنے والی۔" ہادی کی بات پر اس نے بے تابی سے سامنے دیکھا، وہ واقعی ارسل کے ساتھ ہنستی مسکراتی ادھر ہی آ رہیں تھیں اور ہاتھوں میں بڑے بڑے آئس کریم کے کپ پکڑ رکھے تھے، ارسل کی بھی ان پر نظر پڑ گئی تھی اور اس نے سعد کو دیکھ کر خوشدلی سے ہاتھ ہلایا۔

"کیسے ہو سعد۔۔؟" ارسل نے آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا تھا جبکہ ان تینوں کے چہروں پر بڑی واضح بیزاری پھیلی تھی۔

"فائن، آجکل نظر نہیں آ رہے جوگنگ پر۔۔" سعد ایک دم باچھیں پھیلا کر بولا۔ ارسل کا والہانہ انداز اسے بتانے کے لیے کافی تھا کہ ہادی کی شکایت کے اثرات اس تک نہیں پہنچے۔

"آجکل ایگزامز کی وجہ سے اسلام آباد والے گھر میں ہوں۔" اس نے مسکرا کر وضاحت کی۔

"اس سے ملو، یہ میرا بیسٹ فرینڈ ہے ہادی، فاریسٹ آفیسر کے طور پو جوائننگ دی ہے اس نے میرے ہی آفس میں۔" سعد نے جھٹ سے تعارف کی رسم نبھائی، ارسل بڑی خوشدلی سے ہادی سے ملا تھا۔

"تم لوگ چلو، میں آ رہا ہوں۔۔۔" اس نے پیچھے مڑ کر ایک سائیڈ پر کھڑی در شہوار، طوبیٰ اور نمیرہ سے کہا، جو اسکی بات مان کر فوراً ہی چل پڑیں تھیں لیکن جاتے جاتے در شہوار، ہادی کو گھورنا نہیں بھولی تھی۔

"آئیں ناں، کہیں بیٹھ کر کافی پیتے ہیں۔۔" ارسل نے آفر کی۔

"میرا خیال ہے یہ مناسب نہیں ہے، آپ خواتین کو چھوڑ آئیں گھر، پھر کسی دن بیٹھتے ہیں کہیں۔" ہادی کا مہذب انداز ارسل کو اچھا لگا تھا، تبھی تو وہ جلدی سے اختتامی کلمات کہہ کر ان تینوں کے پیچھے چل پڑا۔

"تمہیں کیا تکلیف تھے، بیٹھنے دیتے، بندے کے تعلقات بڑھتے ہیں۔" اسکے جاتے ہی سعد اس پر برس پڑا۔

"یار اچھا تھوڑی لگتا ہے رات کے اس وقت خواتین اکیلے جائیں اپنے گھر۔۔" ہادی کی بات پر سعد نے مشکوک نظروں سے

اسکی طرف دیکھا۔

"ویسے تم ان کی شرارتوں پر شکایتیں لگانے پہنچ جاتے ہو، اب بڑی پریشانی ہو رہی ہے تمہیں۔"

"وہ الگ بات ہے لیکن یوں آدھی رات کو گھر کی عورتوں کو اکیلے بجھوانا کہاں کی عقلمندی ہے، کم از کم میں تو ایسا نہیں کر سکتا، تمہارے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔۔۔" وہ بے نیازی سے اسے چھیڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"بہت ہی عجیب انسان ہو تم۔۔۔" سعد تیز تیز چلتا ہوا اسکے برابر آن پہنچا۔

"کہہ سکتے ہو۔۔۔" اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"کبھی محبت کی ہے کسی سے۔۔۔" سعد نے سردی کی شدت کو کم کرنے کے لیے ہاتھ رگڑے۔ ہادی چلتے چلتے رکا اور حیرانگی سے اسے یوں دیکھا، جیسے اسکی خرابی دماغ کا یقین آ گیا ہو۔

"نہیں۔۔۔" اس نے نظریں چرا کر جواب دیا اور تیز تیز چلنے لگا، جیسے اس موضوع پر مزید بات نہ کرنا چاہتا ہو۔ وہ دونوں مال روڈ کی خاک چھان کر دو گھنٹے کے بعد گھر پہنچے تو رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ انہوں نے جیسے ہی داخلی دروازے کو کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا سامنے لگا پرچہ ان کا منہ چڑا رہا تھا۔

"یہ کیا ہے۔۔۔؟" سعد نے حیرانگی سے ہادی کی طرف دیکھا، جو آگے بڑھ کر اس پر لکھی تحریر پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شاید کوئی حدیث ہے۔۔۔" ہادی نے کاغذ پر نظریں دوڑائیں۔

"کیسی حدیث۔۔۔؟" سعد حیران ہوا۔

"رسول پاک ﷺ نے فرمایا، چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو گا۔" (بخاری، مسلم) اُس نے مسکراتے ہوئے بلند آواز میں پڑھتے ہوئے وہ پرچہ دروازے سے اتارا جو کہ ٹیپ سے چپکایا گیا تھا۔

"اس کا مطلب۔۔۔؟" سعد نے الجھن بھرے انداز میں اسکی طرف دیکھا، وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا۔

"مطلب یہ ہے کہ شکایت لگانا بھی چغل خوری کے زمرے میں آتا ہے۔" ہادی کی وضاحت پر سعد کو ساری بات سمجھ میں آ گئی، وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"میں نے کہا تھا ناں یہ گینگ کبھی باز نہیں آئے گا۔۔۔" ہادی منہ بناتے ہوئے لائونج میں داخل ہوا۔

"ویسے کہا تو بالکل ٹھیک ہے ان بیچاریوں نے، چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔۔۔" سعد نے جھٹ سے ان کی سائیڈ لی۔

"کسی دن یہ بیچاریاں ایسا سبق سکھائیں گی تمہیں، لگ پتا جائے گا۔۔۔" ہادی کے منہ بنانے پر وہ مسکرایا۔

"اچھا اب اپنا دل مت جلائو، جا کر سو جائو، پہلے ہی رات بہت ہو گئی ہے۔ سب بخیر۔۔" سعد مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

انابیہ کی زندگی عجیب دوراہے پر آن کھڑی ہوئی تھی۔۔۔ اسے اپنی زندگی میں دو مردوں سے بے تحاشا محبت تھی اور اسکی بدقسمتی تھی کہ اسے دونوں کی ہی چاہت اور توجہ حاصل نہیں ہو پائی، پہلا مرد اس کا باپ میر خاقان علی تھا جس نے ساری زندگی اپنی پہلی بیوی اور دونوں بیٹیوں کو اپنی توجہ کے قابل نہیں سمجھا، انکی دلچسپیاں ہمیشہ گھر سے باہر ہی رہیں تھیں، ندرت بیگم سے دوسری شادی کرنے کے بعد بھی ان کے مزاج میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ دوسرا شخص اسکا تایا زاد کزن برہان محتشم تھا، جس کی محبت اسکے ساتھ ہی پل کر جوان ہوئی تھی، لیکن اسے برہان کی طرف سے ہمیشہ بے رخی کا تحفہ ہی ملا تھا۔ اسکی بے تحاشا چاہت بھی برہان کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکی۔

"شاید تمہیں اس بات کا احساس ہی نہیں، کوئی چوبیس گھنٹوں میں، چوبیس ہزار دفعہ تمہارا نام محبت کی تسبیح کے دانوں پر پڑھتا ہے تمہاری ایک نظر اسکے اندر سرشاری کا ایک جہان بھر دیتی ہے، اسکی آنکھوں میں امیدوں کے جگنوئوں کے قافلے آن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ تمہاری بے رخی میں لپٹی ایک نظر کسی کو اندیکھی دلدل میں دھنسا کر اس کی زندگی کو بدصورت بنا دیتی ہے۔ کاش تم جان سکو، محبت کے سفر میں اکیلا ہونے کا احساس دنیا کے ہر احساس سے زیادہ جان لیوا ہوتا ہے لیکن شاید تم اس بات کو کبھی نہ جان سکو۔۔۔" انابیہ نے ایک لمبا سانس بھر کر اپنی ڈائری بند کر دی۔ محبت کے سفر میں یہ ڈائری اسکی بہترین دوست تھی، اسکے سینے میں اس کی ساری خوشیاں اور سارے دکھ سموئے ہوئے تھے۔ وہ بڑی اعلیٰ ظرفی کے ساتھ اسکے سارے کمزور لمحوں میں بیان کی گئی سچائیوں کو اپنے اندر دفن کیے ہوئے تھی۔

"بھائی کو بلیو کلر بہت اچھا لگتا ہے۔۔۔" درشہوار کے منہ سے نکلنے والے اس جملے کے بعد انابیہ کی واڈروب نیلے رنگ سے بھر گئی تھی

"خدا کا خوف کرو بیا، کبھی کبھی تو تمہیں دیکھ کر میرا دل کرتا ہے ایک گانا زور زور سے گائوں۔" ایک دن طوبیٰ غصّے سے واڈروب بند کر کے اسکے بالکل عین سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"کون سا۔۔۔؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

"میں نیل کرائیاں نیلکاں، میرا تن من نیلو نیل۔۔۔" طوبیٰ کے ایک دم جل کر بولنے پر وہ بے ساختہ قہقہ لگا کر ہنسی تھی۔

"جب تمہیں محبت ہو گی تو پھر پوچھوں گی۔۔۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی "عشق کا عین" کتاب بند کرتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"اللہ بچائے ایسی محبت سے۔۔۔" اس نے شرارت سے کانوں کو ہاتھ لگایا، جلدی سے انابیہ کا سوٹ نکالا اور واش روم کی طرف بڑھی۔

"یہ میرا سوٹ کس خوشی میں پہن رہی ہو۔۔" اس نے منہ بنا کر پوچھا۔

"ویسے ہی، میرا بھی دل کر رہا تھا آج نیلو نیل ہونے کو۔۔" وہ شرارتی انداز میں گویا ہوئی۔ انابیہ ماضی کی خوشگوار یادوں کو جھٹک کر کھڑی ہوئی۔ رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا اور طوبیٰ کیمسٹری کی کتاب منہ پر رکھے گہری نیند سوئی ہوئی تھی، کمپارٹ آنے کے بعد وہ اور در شہوار اکثر ہی رٹے لگانے میں مگن نظر آتی تھیں۔ انابیہ کو اچانک یاد آیا، دوپہر میں اسکی ایک فرینڈ نے بڑے محتاط انداز میں اسے آج کا نیوز پیپر دیکھنے کی تلقین کی تھی۔ اس سوچ کے آتے ہی وہ بے چین ہوگئی اور دبے قدموں کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر ہال کمرے میں آگئی۔ سامنے لکڑی کے بنے ریک میں صبح کے اخبارات ایک ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک نیوز پیپر بڑی احتیاط سے نکالا اور سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ سامنے کے صفحات میں اسے کوئی خاص خبر نظر نہیں آئی تھی، اس نے درمیان کے صفحات پر سرسری نگاہ ڈال کر جیسے ہی اسے پلٹا۔ اسکا دل دھک کر کے رہ گیا آنکھوں کے گرد جالا سا بن گیا۔ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے وہ اس خبر کو پڑھنے لگی۔

"کیوں کرتے ہیں آپ ایسا۔؟" انابیہ آنسوئوں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ اس اخبار میں چھپنے والی اپنے والد میر خاقان علی کی تصویر کو دیکھنے لگی، جس میں وہ بڑے بے تکلفانہ انداز سے ایک ابھرتی ہوئی گلوکارہ کے ساتھ کسی فنکشن میں بیٹھے تھے۔

وہ بہت سالوں سے ان کی اس قسم کی دلچسپیوں کے بارے میں سنتی آرہی تھی لیکن اس کے باوجود اسے ہر دفعہ پہلے سے بڑھ کر ہی تکلیف ہوتی۔ میر خاقان علی

حکومت میں ہوں یا نہ ہوں لیکن ان کی چھوٹی سے چھوٹی خبر بھی میڈیا میں خاصی ہائی لائٹ کی جاتی تھی۔ انہیں خبروں میں رہنے کا فن آتا تھا۔ اس عمر میں بھی ڈیشنگ پرسنالٹی کے حامل تھے، باقاعدگی سے جم جانے ایکسرسائز کرنے کی وجہ سے وہ اپنی عمر سے کئی سال چھوٹے ہی لگتے۔ انہیں اچھی ڈریسنگ کا کریز تھا، انکی واڈروب برینڈڈ کپڑوں سے لدی ہوئی تھی۔ دراز قد، متناسب جسم اور کنپٹیوں پر ہلکی ہلکی سفیدی کے ساتھ ساتھ ان کے بولنے کا انداز اتنا دلکش تھا کہ کوئی بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

اخبار کی اس خبر میں میر خاقان کے سابقہ اسکینڈلز کو بھی کافی ہائی لائٹ کیا گیا تھا۔ انابیہ کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا، اسے پہلی دفعہ اپنی والدہ شارقہ بیگم اور ندرت امّی کی لاعلمی پر رشک آیا۔ وہ دونوں ہی زیادہ سوشل نہیں تھیں اور سونے پہ سہاگہ انہیں ٹی وی اور پرنٹ میڈیا سے بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ اسی وجہ سے یہ خبر ابھی تک ان کی سماعتوں تک نہیں پہنچی تھی۔

"میری ایج فیلو تو ہو گی یہ لڑکی۔۔" انابیہ دل ہی دل میں اس گلوکارہ کی عمر کا تعین کرنے میں مگن تھی، اسے پتا ہی نہیں چلا، کب دروازہ کھول کر برہان اندر داخل ہوئے اور انہوں نے اپنا لیپ ٹاپ کا بیگ میز پر رکھتے ہوئے وال کلاک پر ٹائم دیکھا۔

"یہ نیوز پیپر پڑھنے کا کون سا ٹائم ہے۔؟" انکے طنزیہ انداز پر وہ بوکھلا کر کھڑی ہوئی اور گود میں رکھا اخبار اچھل کر برہان کے قدموں میں جا گرا۔ برہان کی نظر میر خاقان کی تصویر پر پڑی اور انہوں نے فوراً عجلت بھرے انداز میں اخبار اٹھایا۔

"ویسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔" انابیہ نے بڑی مہارت سے اپنے آنسوؤں اندر دھکیلے۔ برہان نے تاسف بھرے انداز میں اس خبر کو پڑھتے ہوئے دوسری نظر انابیہ پر ڈالی وہ سر جھکائے اپنے جوتے کی نوک سے کارپٹ کو رگڑتے ہوئے انہیں ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب لگی اور یہ بالکل فطری بات تھی۔ کسی بھی بیٹی کے لیے اپنے والد کے رنگین معاشقے کی خبر کو ہضم کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔

"جن چیزوں کو ہم بدل نہیں سکتے، ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنے میں ہی عافیت ہوتی ہے۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑا نیوز پیپر میز پر رکھتے ہوئے قدرے نرمی سے کہا، انابیہ کو جھٹکا لگا، وہ ان سے اس انداز کی توقع ذرا کم ہی رکھتی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر انکی طرف دیکھا، وہ ہمدردانہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔ انابیہ کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں۔ اپنے والد کے حوالے سے پہنچنے والی آدھی تکلیف تو برہان کے نرم لہجے نے ہی کم کر دی تھی۔

"سمجھوتہ کرنے کے لیے بھی تو پہاڑ جتنا حوصلہ چاہیے۔۔۔" اس کے منہ سے بلا ارادہ ہی پھسلا۔

"میرا نہیں خیال، پہاڑوں پر رہنے والی کوئی لڑکی کم ہمت یا کم حوصلہ ہو سکتی ہے۔" انکی اگلی بات نے انابیہ کو ایک دم ہی آسمان پر پہنچایا۔

"میں اتنی بھی بہادر نہیں ہوں، جتنا آپ سمجھتے ہیں۔۔۔" انکی اپنے اوپر جمی نظروں کی تاب نہ لا کر اس نے سر جھکا دیا اور محبوب کے سامنے سر جھکانے میں کتنا لطف آتا ہے وہ ابھی ڈھنگ سے اس محظوظ ہو بھی نہ پائی تھی کہ برہان کے سیل فون کی گھنٹی نے سارا مزا کرکرا کر دیا۔

"ہیلو۔۔۔" انہوں نے بڑے محتاط انداز میں کال اٹینڈ کی۔

"السلام علیکم، کیسے ہیں آپ۔۔؟" رات کے سناٹے میں سیل فون کے تیز والیوم کی وجہ سے باہر آنے والی کھنکتی آواز نے انابیہ کے کان کھڑے کر دیئے۔ اس نے برہان کے چہرے پر پھیلی بے ساختہ مسکراہٹ سے بمشکل نظریں چرائیں۔

"فائن، کیسی ہیں آپ۔؟ واپسی ہو گئی آپ کی۔۔؟" وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھے، ساتھ ہی وہ انابیہ کے دل کا سارا سکون بھی اپنے ساتھ چرا کر لے گئے۔ انابیہ نے بے ساختہ وال کلاک کی طرف دیکھا، رات کے دو بجے آنے والی یہ کال

کتنی اہم تھی، اسکا اندازہ اسے برہان کے چہرے پر پھیلی جگمگاہٹ سے ہو گیا تھا اور دل کی اس ویرانی میں اندیشوں کے کئی ناگ نہ جانے کن کونے کھدوروں سے نکل کر سامنے آ گئے۔ انابیہ کے وجود پر ایک مکمل سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے میر خاقان کے حوالے سے چھپنے والی اس تلخ خبر کو بھول کر اب اس انجان کھنکتی آواز کے زہریلے پن کو اپنے اندر اترتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دور تا حد نگاہ کسی ذی روح کا نام و نشان نہیں تھا، جنگل کی اس رات پر دل دہلا دینے والا سناٹا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ دور آسمانوں پر چاند کی مدھم روشنی درختوں کے پتوں سے چھن چھن کر زمین پر عجیب و غریب سے نقش و نگار بنا رہی تھی۔۔ وہ جنگل میں راستہ بھول چکی تھی اور اس وقت خوفزدہ انداز میں دائیں بائیں گھوم رہی تھی۔ اسے یوں لگا جیسے کوئی ہیولہ اسکے تعاقب میں ہو اور ذہن میں اس سوچ کے ابھرتے ہی ریڑھ کی ہڈی میں خوف سرائیت کرنے لگا۔

"مجھے یہاں سے بھاگنا چاہیے۔۔۔" اس سوچ کے آتے ہی وہ ننگے پائوں اندھا دھند بھاگنے لگی۔ اسی وقت ویران جنگل میں ایک الو کی کریہہ چیخ کی آواز سن کر اسکے سارے وجود میں سنسناہٹ پھیل گئی۔ اسے لگا جیسے اسکا دل پسلیاں توڑ کر سینے سے باہر نکل آئے گا۔ اسکا گلا خشک ہو گیا اور پیٹ میں اینٹھن ہونے لگی۔ اسی وقت درختوں کے جھنڈ سے ایک بڑے پرندے کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ پر اس نے بوکھلا کر مڑ کر دیکھا، وہ ایک موٹا تازہ کریہہ شکل کا الّو تھا جو بجلی کی سی تیزی سے اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔

اسکی اوپر کی سانسیں اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئیں۔ فضائوں میں عجیب سا شور بلند ہوا اور اسے لگا جیسے اسکے کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے، وہ اپنی جان بچانے کے لیے پاگلوں کی طرح بھاگی۔

"رک جائو۔۔۔" اس خوفناک آواز کے تعاقب میں اس نے بے اختیار اوپر کی طرف دیکھا، جنگل میں موجود درختوں کی شاخوں سے کئی رنگ برنگی کھوپڑیاں لٹک رہیں تھیں۔ یہ آواز انہی میں سے کسی ایک کی تھی۔

"کون ہو تم۔۔۔؟" اسکے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔

"روحیل محمود، جسے مار دیا تھا تم نے۔۔۔۔" کوئی بلند آواز میں دھاڑا تھا۔ اس نے بے ساختہ مڑ کر دیکھا، وہ خوفناک قسم کا پرندہ منظر سے غائب ہو چکا تھا اور اب اسکی جگہ پر روحیل محمود اسکے تعاقب میں تھا، اسکا دل دھک کر کے رہ گیا، سفید رنگ کے کفن میں اسکی زندہ لاش دیوانہ وار اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ اسکی گردن باہر نکلی ہوئی تھی اور سر سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔

"ہائے گاڈ، میں نے تمہیں نہیں مارا۔۔۔" وہ بھاگتے بھاگتے ٹھوکر کھا کر بُری طرح گری اور تب تک وہ اسکے سر پر پہنچ چکا تھا۔

"لیکن تمہاری وجہ سے وہ حادثہ ہوا، اب میں تمہیں بھی ویسے ہی ماروں گا۔" اس نے بہت بُرے طریقے سے رومیصہ کو

بالوں سے پکڑا اور اسکا سر پٹخ پٹخ کر زمین پر مارنے لگا، رومیصہ کے حلق سے نکلنے والی چیخوں نے "ٹینا ہاؤس" کے در و بام کو دہلا دیا۔ پورے گھر میں بھاگنے دوڑنے کی آوازیں سن کر رومی کی آنکھ کھلی۔

"کک کیا ہوا رومی۔۔۔؟" سب سے پہلے شیری اسکے کمرے کا دروازہ کھول کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوئی۔ اتنے سرد موسم میں بھی رومی کا سارا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ وہ خوفزدہ انداز میں شیری کے ساتھ آ کر لپٹ گئی اور بلند آواز میں رونے لگی۔ "خدا کی قسم میں نے اسے نہیں مارا۔۔" کانپتی ہوئی آواز میں وہ ایک ہی فقرہ دہرائے جا رہی تھی۔

"ٹیک اٹ ایزی، میری جان، کچھ نہیں ہوا۔۔" شیری نے اسے اپنے ساتھ لگا کر دلاسا دینے کی کوشش کی۔ ٹینا بیگم سیاہ رنگ کے نائیٹ ڈریس میں گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئیں، انہوں نے سخت پریشانی سے اندر کا منظر دیکھا، انہیں ایک لمحے میں سمجھ آ گئی تھی کہ رومیصہ خواب میں ڈر گئی ہے اور اسکی چیخوں نے سبھی کو دہلا دیا تھا۔۔

"مام، ٹرسٹ می، میں نے نہیں مارا اسے۔۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی، ایک آنسو اسکی پلک سے ٹوٹ کر رخسار پر کسی موتی کی طرح ٹھہر گیا۔ ٹینا بیگم نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔ ان کا دل تاسف کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

"میں جانتی ہوں سویٹ ہارٹ، تم ایسا نہیں کر سکتیں۔" وہ شل ہوتے ہوئے دماغ کو سنبھالتے ہوئے اسے دلاسا دینے لگیں۔ ماں بیٹی کے درمیان پھیلی سرد مہری کی برف بڑی تیزی سے پگھلنے لگی۔ وہ اپنی ماں سے لپٹی بالکل ننھے بچوں کی طرح رو رہی تھی، ٹینا بیگم کی آنکھیں بھی نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

"رومی یہ پانی پیو، اور آیت الکرسی پڑھ کر سو جاؤ۔۔۔" شہر زاد خود کو سنبھال چکی تھی۔ اس نے گلاس میں پانی ڈال کر اسکی طرف بڑھایا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔" اسکا وجود ابھی بھی ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا، ہم سب تمہارے ساتھ ہیں، کوئی بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" وہ تسلی دینے کے انداز میں بولی۔

"وہ لوگ مجھے جیل میں ڈال دیں گے۔۔۔" رومیصہ شدید قسم کے خوف میں مبتلا کر چکی تھی۔

"ایسا نہیں ہو گا، رومی، ہم سب لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ بی بریو۔۔۔" ٹینا بیگم نے بھی اسے دلاسا دیا۔

"مام، بائے گاڈ، ہم نے اسے نہیں مارا، وہ خود گاڑی سے ٹکرایا تھا، اسکے ہاتھ میں پسٹل بھی تھا، وہ مجھے مارنا چاہتا تھا۔" وہ بے ربط انداز میں اپنی صفائی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

"رومیصہ بس کر دو، سب پتا ہے ہمیں، بس آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو۔" شہر زاد نے اسکا کمبل ٹھیک کرتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"آپ لوگ چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے مجھے۔" وہ ہراساں نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ روحیل محمود کی موت نے اسے اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا، وہ آنکھیں بند کرتی تو اسکا خون میں لت پت چہرہ اسکی نظروں کے سامنے آجاتا۔ اس واقعے نے

اسے ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب کر دیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں اکیلے لیٹنے سے ڈرنے لگی تھی۔

"آئی تھنک شیری، ہمیں یہیں سو جانا چاہیے آج۔۔۔" ٹینا بیگم کے سنجیدہ انداز پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور کشن اٹھا کر سامنے صوفے پر لیٹ گئی جبکہ مام نے رومی کا بیڈ شئیر کر لیا تھا۔ ان تینوں کی ہی آنکھوں سے نیند غائب ہو چکی تھی۔ جسٹس محمود نام کا جن ان سب کے حواسوں پر سوار تھا۔ وہ مشکل رات ان تینوں نے بڑی مشکل ہی سے کاٹی تھی۔ صبح چار بجے کے قریب شہر زاد کی آنکھ لگی اور پھر دس بجے جا کر کھلی، روم خالی تھا۔ وہ اپنے کمرے میں جا کر فریش ہو کر نیچے آئی تو ملازمہ ڈائننگ روم میں ناشتہ لگا رہی تھی اور وہ دونوں وہیں موجود تھیں۔ رات بھر کی بے خوابی، ٹینا بیگم اور رومیصہ کی سرخ آنکھوں اور مضمحل انداز سے ظاہر تھی۔

"ہیلو مام، ہائے رومی۔۔۔" وہ دانستہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"کیسی ہو۔؟ میں تو ساری رات نہیں سو سکی۔" مام کی تھکی تھکی آواز اس بات کی گواہ تھی کہ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔

کیوں ٹینشن لیتی ہیں، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"""

"پتا نہیں، کیسے ہو گا۔۔۔" وہ اچھی خاصی مایوس تھیں۔

"میں نے بہت سوچنے کے بعد ایک فیصلہ کیا ہے مام۔۔۔" توس پر جیم لگاتے ہوئے وہ آج اپنے مخصوص پر اعتماد انداز میں گویا تھی۔

دونوں نے ہی چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

"کیسا فیصلہ۔۔؟" ٹینا بیگم نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

"یہی کہ رومی کا کیس میں خود لڑوں گی۔۔۔" اسکی بات پر رومی کی آنکھوں میں ہلکا سا استعجاب ابھرا۔

"لیکن میں تو بیرسٹر عالیہ سے بات کر چکی ہوں۔" ٹینا بیگم نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔ اٹس اوکے لیکن میں ان کے ساتھ انکی اسسٹنٹ کے طور پر ضرور ورک کروں گی۔" اس نے تھرماس سے اپنے کپ میں چائے انڈیلی۔

"ہاں، اور اس کیس کا فیصلہ آتے ہی میں رومی کو لندن بجھوا دوں گی۔" ان کی اگلی پلاننگ سنتے ہی شہر زاد نے بلا ارادہ رومیصہ کی طرف دیکھا، اسے یقین تھا وہاں سے صدائے احتجاج ضرور بلند ہو گی لیکن اس سے پہلے ہی ایک اور جگہ سے اعتراض آ گیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، محمود احمد، اتنا گدھا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی قاتلہ کو ملک سے باہر جانے دے دے گا۔" ہارون رضا کی

اس موقعے پر آمد ان تینوں کو ہی سخت ناگوار گذری، وہ شاید نہیں یقیناً اندر داخل ہوتے ہوئے ان کی گفتگو کچھ حصہ سن چکے تھے۔

"میری بیٹی نے مرڈر نہیں کیا۔۔۔" ٹینا بیگم ایک دم تپ کر بولیں۔

"یہ فیصلہ کرنا، تمہارا نہیں کورٹ کا کام ہے۔۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوئے۔

"پھر تم بھی اپنی زبان بند رکھو اور عدالتی معاملات میں گھسنے کی کوشش مت کرو۔۔" ٹینا نے بھی بد لحاظی سے انہیں مشورہ دیا۔

"جانتا ہوں کس کی شہہ پر اتنا اچھل رہی ہو تم۔۔" ہارون کی بد تمیزی پر رومی اور شیری دونوں کا چہرہ سرخ ہوا۔

"فضول کے اندازے مت لگایا کرو۔۔" ٹینا بیگم نے بھنوئیں اچکا کر کوفت بھرے انداز سے کہا۔

"سیف الرحمن۔۔۔ وہی ہے ناں جو آجکل "اوپر" بیٹھا تمہاری ساری ڈوریں ہلا رہا ہے۔" اپنی بیٹیوں کے سامنے ہارون رضا کا استہزائیہ لہجہ انہیں مشتعل کر گیا۔

"شٹ اپ۔۔۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑا جوس کا گلاس ایک دم ہی ٹیبل پر پٹخا، جوس چھلک کر میز کی سطح پر پھیل گیا۔

"کیا انٹرسٹ ہے اسکا اس معاملے میں۔؟ کیوں بھاگتا پھر رہا ہے وہ تمہارے لیے۔۔۔" ہارون رضا کا زہر آلود لہجہ شہر زاد کو سخت ناگوار گذرا۔

"تمہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے تو ڈائیورس دے دو مجھے۔۔۔" وہ ایک دم چیخیں۔

"اتنی آسانی سے جان نہیں چھوڑوں گا تمہاری، یہ بات یاد رکھنا تم۔۔۔" انہوں نے انگلی اٹھا کر ٹینا بیگم کو دھمکی دی۔ اس کے ساتھ ہی شہر زاد کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"آپ دونوں کو جو بھی پرابلم ہے جا کر اپنے بیڈ روم میں حل کریں، یہاں پر خواہ مخواہ کا تماشا مت لگائیں۔" شہر زاد کے سرد لہجے پر ہارون رضا کو ایک دم جھٹکا لگا۔ انہوں نے بے یقینی سے اسکی طرف دیکھا۔

"چلو رومیصہ۔۔۔!!!" شہر زاد نے بالکل بے جان انداز میں بیٹھی رومی کا بازو پکڑا تو اسے احساس ہوا وہ بالکل ٹھنڈی ہو چکی ہے۔ وہ اسے زبردستی گھسیٹتی ہوئی لائونج میں لے گئی۔ وہ دل ہی دل میں سوچ چکی تھی کہ اسے ہارون رضا کے معاملے میں اب کھل کر مام سے بات کر لینی چاہیے، وہ اس شخص کو اب مزید ڈھیل دینے کے چکر میں نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا مصیبت ہے، پریکٹیکل کی کاپی لینے کے لیے خود جانا ضروری تھا کیا۔۔" مری کے اونچے نیچے راستوں پر چلتے ہوئے طوبیٰ کا سانس پھول چکا تھا جبکہ درشہوار کینوس شوز پہنے بڑے مزے سے چل رہی تھی۔

"مانو یا نہ مانو، تمہارا وزن بڑھ چکا ہے تبھی تو اتنا سانس پھول رہا ہے تمہارا۔" در شہوار کے فتوے پر طوبیٰ نے تپ کر اسے دیکھا، جسکا چہرہ اس وقت اسے سخت منحوس لگ رہا تھا، ویسے بھی وہ اپنی اسمارٹینس کے معاملے میں خاصی حساس تھی۔

"یہ بات اگر تم اس موٹی بھینس نمو کے بارے میں کہتیں تو شاید کوئی یقین کر بھی لیتا۔" طوبی نے نمیرہ کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"وہ موٹی، اگر اس وقت ساتھ ہوتی تو، تمہارے اگلے دو دانت تو ضرور توڑ چکی ہوتی۔۔۔" در شہوار چلتے چلتے رکی۔ وہ دونوں اس وقت اپنی ایک مشترکہ فرینڈ کے گھر سے کیمسٹری کی پریکٹیکل کاپی لے کر واپس آ رہیں تھیں۔ اسی وقت فضاؤں میں مغرب کی اذانیں گونجنے لگیں۔

"نمیرہ تو دانت بعد میں توڑے گی، تائی اماں آج ہماری ایک آدھ ٹانگ ضرور توڑ دیں گی۔۔۔" طوبیٰ نے پہاڑوں پر اترتی تاریکی کو دیکھتے ہوئے خوفزدہ انداز میں کہا، نہ چاہتے ہوئے بھی دونوں خاصی لیٹ ہو چکیں تھیں۔

"تم ہی شامی کباب کھانے بیٹھ گئیں تھیں، ورنہ میں تو کافی دیر سے کہہ رہی تھی کہ گھر چلتے ہیں۔۔۔" در شہوار نے سارا الزام اسکے سر پر رکھ دیا۔

"ایسی کوئی بکواس تم نے تائی اماں کے سامنے کی تو یقین مانو اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد سے عاق کر دوں گی۔" طوبیٰ تڑپ کر بولی۔

"اچھا اچھا، بعد میں عاق کر دینا، ذرا ادھر دیکھو۔۔۔" در شہوار نے خوبانیوں کے ایک درخت کی طرف مسکراتے ہوئے اشارہ کیا۔

"خبردار، ان پر بُری نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں، ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔۔۔" اس نے فوراً ہی آنکھیں ماتھے پر رکھیں۔

"تمہیں پتا تو ہے خوبانیاں میری کمزوری ہیں۔۔۔" در شہوار نے پریکٹیکل کی کاپی اسے پکڑا کر کسی پتھر کی تلاش میں دائیں بائیں دیکھا۔

"در شہوار، بس کر دو، ہم لوگ لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔" وہ جھنجھلا گئی۔

"لو دو منٹ کا تو کام ہے، راستے میں مزے سے کھاتے جائیں گے۔"

اس نے ایک بڑا سا پتھر گھما کر درخت کی ایک پھل دار ٹہنی پر دے مارا۔ در شہوار کا نشانہ تو بالکل ٹھیک تھا لیکن اسکی بدقسمتی کہ وہ بھاری پتھر موٹے تنے کو چھوتا ہوا، درخت سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھے ایک باولے کتے کو جا لگا۔ وہ کتا مشتعل ہو کر اٹھا اور بھونکتے ہوئے در شہوار پر حملہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا۔ در شہوار کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی۔

"اوہ میرے خدا۔۔۔طوبیٰ بھاگو۔۔" اس نے ناگہانی آفت پر بوکھلا کر سڑک پر بھاگنے کی بجائے دائیں طرف بنے واقع جنگل کی طرف دوڑ لگائی۔

"بے وقوف لڑکی، ادھر کہاں جا رہی ہو۔۔" طوبیٰ نے خوفزدہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا، جو تیزی سے ڈھلوانی سطح پر پھسلتی ہوئی نیچے کو جا رہی تھی جبکہ وہ کتا ابھی تک اسکے تعاقب میں تھا۔ در شہوار تیزی سے دوڑنے لگی، اچانک اسکا پائوں پھسلا اور وہ سیکنڈوں میں جنگل کی ڈھلوان سطح سے پھسلتے ہوئے ہموار زمین پر جا گری، اسکے گھٹنے اور بازو پر خاصی چوٹ لگی تھی۔ وہ اچھل کر کھڑی ہوئی اور اس نے بوکھلا کر اپنے پیچھے دیکھا، وہ کتا لمبی لمبی چھلانگیں لگاتا ہوا اسکے پیچھے تھا۔ در شہوار کو اپنی موت بہت قریب آتی ہوئی محسوس ہوئی اس نے آناً فاناً فیصلہ کیا اور پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ ایک اور پتھر اٹھایا اور اپنے دفاع کے لیے گھما کر دے مارا، جو کتے کی ٹانگ پر جا لگا اور وہ مزید غصّے میں آ کر اسکے پیچھے دوڑنے لگا، در شہوار کا رنگ فق ہو گیا۔

"یا اللہ بچانا۔۔۔" اس نے پھر نیچے کی جانب دوڑ لگائی، وہ کتا ہانپتا کانپتا اس کے پیچھے تھا۔ اسی دوران در شہوار کے جوتے کا ایک پائوں بھی وہیں گر گیا تھا اور وہ اب ایک عدد ننگے پیر کے ساتھ ہی بھاگ رہی تھی۔ اسے لگا اسکے بدن سے روح پرواز کرنے لگی ہے۔

"کمینے انسان رکو۔۔۔" وہ کتے کو دھمکیاں دیتے ہوئے ایک بھاری قسم کے درخت کے پیچھے سے نکلتے محمد ہادی سے بُری طرح ٹکرائی، جو اس وقت اپنے آفس کے کام سے فیلڈ میں نکلا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، اس کتے نے چھلانگ لگا کر در شہوار پر حملہ کیا، وہ سراسیمگی انداز میں ایک دم زمین پر بیٹھ گئی، وہ کتا اچھل کر اسکے اوپر سے ہوتا ہوا دُور جا گرا۔ در شہوار حواس باختہ انداز میں اٹھی، اسکا دوپٹہ ایک جھاڑی سے الجھا اور وہ اسے چھوڑ کر بوکھلا کر ہادی کے پیچھے جا کھڑی ہوئی، اب سین کچھ یوں تھا کہ ہادی کے سامنے وہ جنونی کتا اور پیچھے در شہوار تھی، جسکا سانس پھولا ہوا اور آنکھوں سے آنسو قطار کی صورت میں بہہ رہے تھے۔ اس صورتحال نے اسے سخت خوفزدہ کر دیا تھا، اوپر سے سورج کے ڈوبتے ہی چاروں طرف ملگجا سا اندھیرا پھیل گیا تھا۔

"پلیز بچائیں مجھے۔۔۔" وہ ہذیانی انداز میں کہتی ہوئی خود پر قابو نہ پا کر رو پڑی۔ وہ کتا ذرا فاصلے پر کھڑا بھونک رہا تھا، ہادی کو ایک نظر دیکھنے سے ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ اتنی آسانی سے جان چھوڑنے والا نہیں ہے، وہ آہستہ آہستہ پھر ان دونوں کی طرف بڑھ رہا تھا، ہادی نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور اپنی جیکٹ کی جیب سے پسٹل نکالا، جو وہ فیلڈ پر جاتے ہوئے جنگلی جانوروں سے بچائو کے لیے اپنے پاس رکھتا تھا۔ وہ پاگل کتا، اب ہادی پر حملہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا۔ اس نے فوراً ہی نشانہ باندھ کر گولی اسکی ٹانگ میں دے ماری، وہ تڑپ کر زمین پر گرا اس نے ایک دفعہ پھر اٹھ کر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن اگلے فائر سے وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا جب کہ در شہوار آنکھیں بند کیے بُرے طریقے سے رو رہی تھی۔ ہادی کو ہلکی سی بیزاری ہوئی۔

"مر گیا ہے وہ۔۔۔" ہادی نے سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے جھاڑیوں میں الجھا ہوا اسکا دوپٹہ اٹھایا۔ وہ سپید پڑتی رنگت کے ساتھ ساکت و جامد تھی۔ "یہ دوپٹہ لیں اپنا۔۔۔" ہادی کے سنجیدہ انداز پر اس نے فوراً چونک کر دیکھا تو اسے احساس ہوا وہ بغیر دوپٹے کے تھے۔ اس نے بوکھلا کر دوپٹہ پکڑا اور فوراً اوڑھ لیا۔ زمین پر گرنے کی وجہ سے اسکی قمیض کا بازو ایک جگہ سے پھٹ چکا تھا اور جلد پر کئی خراشیں آچکیں تھیں۔ دُور کہیں بلی کے رونے کی آواز نے جنگل میں عجیب سا ماحول طاری کر دیا۔ اس وقت وہ سرخ آنکھوں، بکھرے بالوں اور گرد آلود کپڑوں کے ساتھ انتہائی خوفزدہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

"نکلیں یہاں سے۔۔۔" وہ نظریں چرا کر آگے چلنے لگا، یہ موقع کوئی طعنہ دینے کا نہیں تھا ورنہ اسکا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ دو چار کھری کھری تو ضرور سنا دے اس لڑکی کو، جو اپنے گھر میں ٹارزن تھی اور اس وقت بھیگی بلی بنی اسکے پیچھے چل رہی تھی۔

"آہستہ چلیں۔۔۔" در شہوار کے حواس شل ہو گئے تھے۔

"اس سے پہلے کہ کوئی اور جانور کہیں سے نکل آئے، آپ برائے مہربانی تیز قدم اٹھائیں۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تھوڑا تلخ ہوا۔ در شہوار سنبھل سنبھل کر چڑھائی چڑھ رہی تھی، ایک پیر میں جوتا نہ ہونے کی وجہ سے اسے چلنے میں مشکل پیش آ رہی تھی، اچانک چلتے چلتے ایک نوکیلا پتھر اس کے پاؤں کے ناخن سے ٹکرایا اور در شہوار کے منہ سے نکلنے والی بے ساختہ چیخ پر وہ ہلکا سا بوکھلا کر مڑا۔

"وہ اپنے پیر پر جھکی تکلیف سے کراہ رہی تھی، ہادی نے سیل فون میں موجود ٹارچ آن کر کے تھوڑا جھک کر دیکھا، اسکے پاؤں کا ناخن آدھا ٹوٹ چکا تھا اور نوکیلا پتھر اندر گھسنے کی وجہ سے اب خون نکل رہا تھا۔

"اوہ نو۔۔۔" وہ فوراً زمین پر بیٹھا، اور بڑی احتیاط سے اس نے انگوٹھے کے آدھے ناخن میں پھنسے ایک چھوٹے سے پتھر کو باہر نکالا، درد کی ایک بے ساختہ لہر در شہوار کے وجود میں دوڑی اور اس نے لاشعوری طور پر ہادی کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ آنکھیں بند کیے ضبط کے کڑے مراحل سے گذر رہی تھی۔

"ریلیکس، پٹی باندھنے دیں مجھے۔۔" ہادی نے اپنی جیکٹ سے رومال نکالا اور کس کر اسکے انگوٹھے پر باندھ دیا، جس سے خون بہنا تو رک گیا تھا لیکن تکلیف کے گہرے احساس کو ضبط کرنے کی کوشش میں در شہوار کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"مجھ سے چلا نہیں جا رہا۔۔" آنسوؤں میں بھیگی اس آواز نے ہادی کے قدم روک دیئے۔

"تھوڑی ہمت کریں، روڈ پر گاڑی کھڑی ہے میری۔۔" ہادی کو اس کے مسلسل رونے پر ترس آ ہی گیا۔

"اتنا درد ہو رہا ہے مجھے۔۔۔" وہ گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر بمشکل کھڑی ہوئی۔

"ادھر دیں اپنا ہاتھ۔۔۔" ہادی نے نظریں چرا کر اپنا بازو اسکی طرف بڑھایا جو اس نے ہلکا سا جھجک کر تھام لیا، اب وہ اسے

پکڑے انتہائی احتیاط سے اوپر چڑھ رہا تھا۔ در شہوار کو یوں لگا جیسے اسکے دل کی دھڑکنوں نے ایک اور ہی راگ الاپنا شروع کر دیا ہو۔ در شہوار کے اندر کی دنیا سیکنڈوں میں بدلی تھی۔ اسکی ساری شوخی اور شرارت یہیں کہیں اس جنگل میں کھو گئی۔ وہ اس سے نظریں چرائے بس سر جھکائے اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ ہادی کو یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ محسوس ہوئی۔ جیسے ہی وہ دونوں تھوڑا اوپر پہنچے، طوبیٰ حواس باختہ انداز میں در شہوار کی تلاش میں نیچے اتر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔

"تھینکس گاڈ، تم زندہ ہو، یقین مانو ایک سو ایک دفعہ آیت الکرسی پڑھ کر پھونک چکی ہوں تم پر۔" طوبیٰ بے چین انداز میں اس کی طرف بڑھی۔

"شکر کریں فاتحہ نہیں پڑھنی پڑی، ورنہ آپکی کزن نے آج ارادے تو ایسے ہی تھے۔" ہادی سنجیدگی سے بولا تھا۔

"آپ کہاں سے آ گئے اچانک۔۔۔؟" طوبیٰ حیران ہوئی۔

"اپنی روزی روٹی کے چکر میں گھوم رہا تھا جنگل میں، مجھے کیا پتا تھا آپ لوگوں نے اب انسانوں کو چھوڑ کر جانوروں کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔" اس نے سائیڈ پر کھڑی اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا، سڑک پر لگی روشنیوں میں طوبی کی نظر در شہوار کے پاؤں پر پڑی۔

"اوہ مائی گاڈ، یہ تمہارے پاؤں کو کیا ہوا، کیسے چوٹ لگ گئی۔۔۔" وہ بوکھلا کر اسکے پاؤں پر جھکی اور اسکا جائزہ لینے لگی۔

"خدانخواستہ، تمہاری زبان پر تو چوٹ نہیں لگ گئی۔۔" طوبی اسکی غیر معمولی خاموشی پر گھبرا کر بولی تو ہادی کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"محترمہ، یہ تفتیش آپ گھر جا کر، کر لیجئے گا، اس وقت ٹائم کافی ہو گیا ہے۔" اس کی بات پر طوبیٰ نے گھبرا کر رسٹ واچ سے ٹائم دیکھا، ساتھ ہی اسکے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے جلدی سے کال اٹینڈ کی۔ دوسری طرف انابیہ تھی۔

"کہاں ہو تم دونوں، ٹائم دیکھا ہے، دا جی گھر آ چکے ہیں۔" انابیہ کی اطلاع نے اس کی روح فنا کر دی۔

"تم پلیز کوئی بہانہ بنائو، ہم لوگ پچھلے لان کی طرف سے آ رہے ہیں۔" طوبی نے جلدی سے فون بند کیا۔

"پلیز ہمیں گھر تک ڈراپ کر دیں۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا، وہ در شہوار کا بازو پکڑ کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ میر ہاؤس کے قریب پہنچا ہی تھا کہ طوبی بول پڑی۔

"پلیز، گاڑی اپنے گھر لے جائیں۔" اس کی اگلی فرمائش پر ہادی کا دماغ بھک کر کے اڑا۔

"وہ کس خوشی میں۔۔؟"

"ہمارے سامنے والے لان میں دا جی کے روم کی کھڑکیاں کھلتی ہیں، اور اس وقت وہاں سے گذرنا خطرے سے خالی نہیں۔"

اس نے ہلکی سی خجالت کے ساتھ اپنی بات کی وضاحت کی،ہادی کو نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی بات ماننا پڑی۔گاڑی جیسے ہی رکی ،درشہوار ہلکا سا لنگڑاتی ہوئی نیچے اتری۔طوبیٰ نے آگے بڑھ کر اسکو سہارا دیا۔وہ خاصی نڈھال لگ رہی تھی اور اسکا حلیہ خاصا مشکوک لگ رہا تھا اور ایسی حالت میں واقعی کسی بڑے کے سامنے جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

"یار جلدی چلو۔۔"طوبیٰ اسکا بازو پکڑ کر لان کی پچھلی سائیڈ کی طرف چل دی۔ہادی بھی بلا ارادہ ان کے پیچھے چلا آیا۔طوبیٰ نے جلدی سے منڈیر پر چڑھ کر چھلانگ لگائی اور اگلے ہی لمحے وہ دوسری سائیڈ پر تھی۔ درشہوار چلتے چلتے رکی۔اسکا پائوں سوج چکا تھا اور اتنی تکلیف کے ساتھ اچھل کر منڈیر پر چلنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ہادی کو اسکی مشکل سمجھ آگئی تھی۔اس نے دوسری دیوار کے پاس رکھی دو اینٹیں اٹھائیں اور خاموشی سے منڈیر کے پاس رکھ دیں۔

"اس پر پائوں رکھ کر چڑھیں۔۔"ہادی کے نرم لہجے پر درشہوار نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔اسکی مہربان آنکھوں میں پھیلی نرم جگمگاہٹ اسے اپنے دل کے اندر اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔دور کہیں ویرانوں میں گھنٹیاں بجی تھیں۔

"فار گاڈ سیک یار،جلدی کرو،کن سوچوں میں گم ہو۔۔"طوبیٰ کی جھنجھلاہٹ پر وہ ہلکا سا بوکھلائی۔اس نے بمشکل اپنا پیر ہادی کی رکھی ہوئی اینٹوں پر جمایا اور ساتھ ہی اسکی چاہت نے دل کے کسی کونے میں مضبوطی سے ڈیرہ لگا لیا۔محبت ایک تیز رفتار زلزلے کی صورت میں اس پر حملہ آور ہوئی تھی اور اس نے سیکنڈوں میں درشہوار کے سارے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔وہ گھبرا کر منڈیر پر بیٹھی اور ساتھ ہی اس نے سوچے سمجھے بغیر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح سے ہونے والی موسلا دھار بارش نے اسلام آباد کے مکینوں کو عجیب سی بیزاری اور کوفت میں مبتلا کر دیا تھا۔اتنی سردی میں صبح دس بجے سے ہونی والی مسلسل بارش رات کے بارہ بجے بھی جاری تھی۔آج نور محل میں عجیب سی وحشت طاری تھی،گھر کے سبھی ملازمین شام ہوتے ہی اپنے کوارٹروں میں دبک گئے تھے۔اتنے بڑے بنگلے میں آج فارحہ بھابھی اور انکی ملازمہ صندل ہی تھیں داجی اور میر محتشم بھی شام کو مری کے لیے نکل گئے تھے۔میر وہاج کو ملتان گئے ہوئے پانچ روز گذر چکے تھے اور ابھی ان کی واپسی کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔صندل نے آج جلدی جلدی سارا کام سمیٹ لیا تھا۔اس وقت وہ دودھ کا گلاس رکھنے فارحہ بی بی کے کمرے میں آئی۔جن کی پچھلے دو دن سے خاصی طبعیت خراب تھی۔وہ سارا سارا دن اندھیرا کیے اپنے روم میں لیٹیں رہتیں۔

"صندل،ساری کھڑکیاں،اور دروازے اچھی طرح بند کر دیئے ہیں ناں۔۔"فارحہ بھابھی نے نڈھال انداز میں اس سے پوچھا۔

"جی بی بی جی۔۔۔"اس نے جھٹ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"سائیڈ ٹیبل کی دراز سے نیند کی ٹیبلٹ نکال کر دو مجھے۔۔" ان کے رنجیدہ لہجے پر صندل کا دل تاسف کے احساس سے بھر گیا۔

"بی بی جی اتنی گولیاں مت کھایا کریں۔۔۔"صندل کو فارحہ بی بی پر خاصا ترس آتا تھا، گھر کے باقی ملازمین کی طرح وہ بھی ان کی ازدواجی زندگی کی تلخیوں سے بخوبی واقف تھی۔اپنے میاں وہاج کے برعکس فارحہ بھابھی کا رویئہ ملازمین کے ساتھ بہت اچھا تھا۔

"کیا کروں، اسکے بغیر نیند نہیں آتی۔۔۔"انہوں نے افسردہ انداز میں کہتے ہوئے پانی سے گولی نگلی۔دُور کہیں آسمانوں پر بادل گرجے تھے۔ساتھ ہی آسمانی بجلی کی کڑک نے ان دونوں کا دل دہلا دیا۔

"آج تو موسم بہت ہی خراب ہے۔۔۔؟"صندل نے فکر مند انداز میں کہتے ہوئے کمرے کے بھاری پردے آگے کیے۔

"تم بھی لائیٹ بند کر کے سو جائو اپنے کمرے میں۔۔"فارحہ نے نرمی سے اسے کہا تو وہ جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ آئی جو اسٹور روم کے ساتھ تھا۔ درشہوار سے مانگے گئے ڈائجسٹوں میں سے ایک ڈائجسٹ نکال کر اس نے پڑھنا شروع کر دیا اور وہ کہانی میں ایسی گم ہوئی کہ ایک دم لائیٹ کے جانے پر ہی اسے ہوش آیا، اسوقت رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔چوکیدار نے ابھی تک جنریٹر نہیں چلایا تھا، وہ کچھ دیر انتظار کر کے اٹھی اور موبائیل فون کی روشنی میں اس نے اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھولا اور موم بتی کی تلاش میں کچن کی طرف قدم بڑھائے۔اپنی دھن میں جیسے ہی وہ باہر نکلی، سیٹنگ روم کا دروازہ باہر سے کھلا اور بڑی تیزی سے میر وہاج اندر داخل ہوئے۔صندل کو سامنے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں عجیب سی پراسرار چمک ابھری۔صندل کا دل بُری طرح دھڑکا۔اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے آگے بڑھے اور اس سے پہلے کہ صندل ان کے ارادوں کو سمجھتی، انہوں نے اچانک اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے زبردستی گھسیٹتے ہوئے ساتھ والے کمرے میں لے جا کر پٹخا۔صندل نے چیخنا چاہا مگر اسکی آواز گلے میں ہی دم توڑ گئی۔بہت سرعت کے ساتھ وہاج صاحب نے کمرہ اندر سے لاک کیا۔باہر چوکیدار نے جنریٹر چلا دیا تھا، اس کے شور میں صندل کی گھٹی گھٹی سی چیخیں کمرے میں ہی دم توڑ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کس قدر عجیب ہوگئی ہے یہ صندل۔۔۔"انابیہ شاہ بلوط کی لکڑی کا بنا بھاری بھرکم دروازہ کھول کر پچھلے لان میں نکلی تو اس کی پہلی نظر اسی پر پڑی تھی۔پچھلے لان میں تاجدار بیگم نے آج اپنا مخصوص تخت پوش نکلوا کر باہر رکھا ہوا تھا اور اس پر وہ اپنی دیورانی شارقہ بیگم کے ساتھ براجمان تھیں۔ان سے کچھ فاصلے پر سردیوں کی جاتی ہوئی تیز اور چمکیلی دھوپ میں صندل کیاری کے پاس بیٹھی

ہوئی تھی۔انابیہ نے چائے کی ٹرے تاجدار بیگم کے پاس رکھی اور اپنا کپ اٹھا کر ان کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔اس نے بغور صندل کو دیکھا،اس کا جسم انتہائی کمزورآنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی،رنگ وروپ اجڑا ہوا،وہ بالکل اس خزانے کی مانند لگ رہی تھی ،جسے کسی نے سرعام لوٹ لیا ہو۔ایک ہفتہ پہلے جب وہ ایک سو تین بخار کے ساتھ "میر ہاؤس" پہنچی تو اس کے والدین کے ساتھ ساتھ گھر کے مالکوں کے بھی ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔وہ بالکل بھی اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"ہائے ہائے دیکھو، کہیں مر مرا تو نہیں گئی۔۔۔"ندرت امّی نے دہل کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"نہیں نہیں چھوٹی امّی، سانس لے رہی ہے۔۔"طوبیٰ نے فوراً کان لگا کر اسکی سانسوں کے زیرو بم کو محسوس کر کے انہیں تسلی دی۔

"لیکن کیسے بے سدھ ہے یہ۔۔۔"شارقہ بیگم کو بھی پریشانی لاحق ہوئی۔

"مجھے لگتا ہے بیگم صاحبہ، نمانی کا دل نہیں لگا اُدھر۔۔۔"صندل کی والدہ رشیدہ بیگم دوسروں سے زیادہ خود کو تسلی دینے کے انداز میں بولیں۔

"کم بخت کو دل لگانے کے لیے تھوڑا بھیجا تھا وہاں۔۔"تاجدار بیگم نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"لگتا ہے کسی چیز سے ڈر گئی ہے یہ۔۔۔"رشیدہ بیگم نے بوکھلا کر صفائی دی۔

"لو وہاں کون سا جن بھوت بستے ہیں، انسانوں میں ہی تو گئی تھی۔۔۔"ندرت امّی کے طنزیہ لہجے پر صندل کی ماں گڑبڑا سی گئی

۔

"لیکن پھر بھی اکثر چیخیں مارتی ہے رات کو نیند سے اٹھ کر۔۔۔"اسکی ماں نے فکر مند انداز سے انکی معلومات میں اضافہ کیا۔

"اچھا۔۔۔؟؟؟"یہ بات گھر کی باقی خواتین کے لیے تشویش کا باعث بنی۔

"اسے دم کروا کر لاؤ کیکر والے بابے سے۔۔۔"تاجدار بیگم کے مشورے پر رشیدہ بیگم اگلے دن ہی اپنی بیٹی کو لے کر پیر مراد علی شاہ کے آستانے پر پہنچ گئیں، لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔صندل کو"میر ہاؤس" آئے ہوئے پورے پندرہ بیس دن ہو چکے تھے، لیکن اسکے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر جو پہلے دن سے ثبت ہو چکی تھی وہ کسی صورت بھی ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔بخار تو جلد ہی اتر گیا تھا لیکن اسکے ہونٹوں کی ہنسی، آنکھوں کی شرارت اور سارا لاابالی پن بھی ساتھ ہی لے گیا تھا،اور یہ بات گھر کے سبھی مکینوں کے لیے باعث تشویش تھی کیونکہ اسکے ہونٹوں سے تو بات بات پر ہنسی کے جھرنے پھوٹتے تھے اور اس بات پر اسے اکثر ہی تینوں خواتین سے جھاڑ بھی پڑتی تھی۔

"بی بی جی سارے لحاف نکال کر دھوپ میں پھیلا دیئے ہیں۔۔" ایک ملازمہ نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اطلاع دی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے اور دو گھنٹے کے بعد ان کو اندر بھی رکھنا ہے۔۔۔" تاجدار بیگم کے اگلے حکم پر ملازمہ نے جھٹ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ شارقہ بیگم جو کہ کروشیے میں الجھی ہوئیں تھیں، ان کی نظر اچانک صندل پر پڑی۔

"بھابھی مجھے تو لگتا ہے اس کم بخت صندل پر کوئی سایہ وایہ ہو گیا ہے۔" شارقہ بیگم نے پاس بیٹھیں اپنی جیٹھانی کو مخاطب کیا۔

"کیوں، کیا ہوا۔۔؟" تاجدار بیگم نے بے ساختہ ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا، سامنے بیٹھی صندل پچھلے کئی منٹوں سے ایک ہی نقطے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی، جاتی ہوئی سردیوں کی تیز دھوپ میں بیٹھنا کوئی آسان کام نہیں تھا، دس منٹ میں ہی بندے کو ٹھیک ٹھاک پسینہ آجاتا، لیکن صندل تو لگتا تھا سارے ہی موسموں سے بے نیاز ہو گئی تھی۔

"جب سے نور محل سے ہو کر آئی ہے، لگتا ہے اپنی زبان بھی وہیں چھوڑ آئی ہے۔" شارقہ بیگم نے منہ بنا کر کہا۔

"اگر یہ نور محل کا کمال ہے تو میرا خیال ہے اس گھر کی ساری لڑکیوں کو دو چار مہینوں کے لیے چھوڑ آتے ہیں وہاں۔" تاجدار بیگم کے جلے کٹے انداز پر انابیہ کو ایک دم ہنسی آگئی۔

"یہ تمہارے کیوں دانت نکل رہے ہیں۔۔۔؟" شارقہ بیگم نے اپنی بڑی صاحبزادی کو آڑے ہاتھ لیا۔

"کک کچھ نہیں۔۔۔" وہ ہلکا سا ہکلا کر سنجیدہ ہوئی۔

"ادھر آئو رشیدہ۔۔۔" تاجدار بیگم نے اندر جاتی صندل کی ماں کو پکارا۔

"جی بی بی جی۔۔۔"

"یہ مسئلہ کیا ہے تمہاری بیٹی کے ساتھ، ایسے صم بکم کیوں ہو گئی ہے۔۔۔" انہوں نے اس دفعہ قدرے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں بی بی جی، آپکے سامنے ہی تو واپس آئی ہے نور محل سے، تبھی سے یہی حالت ہے اسکی۔" صندل کی ماں نے گڑبڑا کر اپنی صفائی پیش کی جو کہ باہر آتے برہان نے بڑی توجہ سے سنی تھی۔

"میرا تو خیال ہے، اسے کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھائیں۔۔۔" برہان کے سنجیدہ انداز پر انابیہ کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں، اس نے تھوڑا سا چہرہ موڑ کر کنکھیوں سے اسکی طرف دیکھا، سیاہ پینٹ کے ساتھ براؤن کلر کی شرٹ میں وہ کافی جاذب نظر لگ رہا تھا، سیاہ گھنی مونچھوں کے نیچے موجود لبوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ تھی، انہوں نے شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئیں تھیں۔ نہ جانے کیوں اس شخص کو دیکھ کر انابیہ کو اپنا سارا وجود مجسم سماعت بن جاتا تھا۔ اسے لگتا تھا جیسے پوری دنیا ایک نقطے

میں سمٹ گئی ہو۔

وہ محبت کے نہ جانے کس مقام پر تھی، جہاں اسے، اس شخص کی ہر بات، کسی خوبصورت ادا کی صورت بھاتی تھی۔

"کس کے پاس لے کر جائوں صاحب جی۔۔۔؟" رشیدہ کو سائیکاٹرسٹ کی سمجھ نہیں آئی۔۔

"ڈاکٹر کے پاس۔۔۔" انابیہ کی زبان پھسلی اور برہان نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

"تمہارا رزلٹ آ گیا ہے گریجویشن کا، اچھی پرسنٹیج بنی ہے، مبارک ہو۔۔" برہان کے منہ سے نکلنے والی اس خلاف توقع بات نے انابیہ کے دل کا موسم ایکدم ہی دلکش کر دیا، اسے قطعاً امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح مبارکباد بھی دے سکتے ہیں۔

"تمہیں آج پتا چلا ہے، رزلٹ آئے ہوئے تو تین دن ہو گئے۔۔" تاجدار بیگم نے اپنے بیٹے کی کلاس لی۔

"پتا تو تھا، لیکن ذہن سے نکل گیا تھا۔۔۔" وہ انابیہ اور اسکی والدہ کے سامنے ایکدم خجالت کا شکار ہوئے۔ "ویسے اب کیا سوچا ہے تم نے۔؟" انہوں نے فوراً ہی بات کا رخ بدلا۔

"پراسپیکٹس چاہیے تھا یونیورسٹی کا۔۔۔" انابیہ نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"ایڈمیشن لینا ہے کیا۔۔۔؟" وہ خوشگوار حیرت کا شکار ہوئے۔

"کیا ضرورت ہے، گھر داری سیکھو، ساری زندگی ماں باپ کے گھر تھوڑا رہنا ہے تم نے۔" شارقہ بیگم نے اس کے ارمانوں پر اوس ڈالی

"چچی جان، کم از کم ماسٹرز تو کرنا چاہیے ہر لڑکی کو، اور آپ ایڈمیشن لینے دیں اسے۔" برہان کے دوٹوک سنجیدہ انداز پر ایک لمحے کو تو شارقہ بیگم کو بھی چپ لگ گئی اور انابیہ کے دل میں کئی کلیاں ایک ساتھ چٹکیں تھیں۔

"آپ کیا کہتی ہیں امّی۔۔۔؟" برہان کے سوالیہ انداز پر وہ فوراً بھانپ گئیں کہ وہ کیا چاہتا ہے، ظاہر ہے زمانہ شناس عورت تھیں اور جانتی تھیں کہ ان کا پی ایچ ڈی بیٹا، اپنی بیوی کی صرف گریجویشن کی ڈگری پر کہاں سمجھوتہ کر سکتا ہے۔

"ہاں ہاں لا دو تم اسے داخلہ فارم، اچھا ہے تمہارے ساتھ آ جائے گی۔" تاجدار بیگم کی بات پر برہان کے چھکے چھوٹے۔

"کیا مطلب۔۔؟ میرے ساتھ کیوں۔؟" وہ ہلکا سا سنبھل کر گویا ہوئے۔

"ظاہری سی بات ہے، جس یونیورسٹی میں تم پڑھاتے ہو، وہیں جائے گی ناں یہ۔۔۔" وہ لاپرواہی سے سر جھٹک کر بولیں۔۔

"جس نے ایڈمیشن لینا ہے اس سے تو پوچھ لیں۔۔۔" وہ ہلکی سی کوفت کا شکار ہوئے۔

"ہاں ہاں بتائو انابیہ۔۔۔" تاجدار بیگم بیٹھے بیٹھے سارے معاملات نبٹا لینا چاہتی تھیں۔

"جیسا آپ کہیں بڑی امّی۔۔"

"کس سبجیکٹ میں لینا ہے ایڈمیشن۔۔۔؟" اس دفعہ سوال انکی طرف سے آیا تھا۔

"اکنامکس میں۔۔۔" انابیہ نے سر جھکائے آہستگی سے جواب دیا۔

"پڑھ لو گی۔۔۔؟" وہ تھوڑا تذبذب کا شکار ہوئے۔

"کیوں نہیں پڑھ سکتی۔۔۔" انابیہ کے پر اعتماد انداز پر وہ ہلکا سا گڑبڑائے۔ اس سے جوابی شکوئے کی کہاں امید تھی۔

"اٹس، اوکے، پر اسپیکٹس لا دوں گا۔۔۔" انہوں نے اپنی طرف سے بات ختم کی اور تاجدار بیگم کی طرف متوجہ ہوئے۔

"فارحہ بھابھی کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے، آپکو بلوا رہیں تھیں نور محل۔۔۔"

"کیا ہوا۔۔۔؟" وہ ہلکا سا پریشان ہوئیں۔

"پتا نہیں، میں نے پوچھا نہیں ڈیٹیل سے، آپ خود بات کر لیجئے گا۔"

"اچھا، اچھا کر لوں گی، اللہ جانے کون سا آسیب بستا ہے نور محل میں، جو جاتا ہے، بیمار ہی رہتا ہے۔" وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اٹھیں اور ایک گہری نظر سامنے کیاری کے پاس بیٹھی صندل پر ڈالی، جو ابھی تک گم صم حالت میں تھی۔

"انابیہ بیٹا، دیکھو اسے، کہیں سکتہ تو نہیں ہو گیا بے وقوف کو۔۔۔" انابیہ نے دہل کر ان کی نظروں کے تعاقب میں صندل کی طرف دیکھا۔۔

"میرا تو خیال ہے اسے لے چلیں کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس۔۔۔" برہان کا لہجہ بھی ہمدردی میں ڈوبا ہوا تھا۔۔

"خود ہی لے چلنا، اور کس کے پاس ٹائم ہے یہاں۔۔۔" تاجدار بیگم کی پریشانی محسوس کر کے برہان نے فوراً سنجیدگی سے سر ہلا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ تاجدار بیگم اس گھر کے ملازمین پر جتنی سختی کرتی تھیں اس سے زیادہ ان کی غمی، یا پریشانی میں ان کا ساتھ دیتی تھیں۔

"کب چلنا ہے صاحب جی۔۔" صندل کی ماں نے بے چینی سے پوچھا۔

"آج ٹائم لیتا ہوں ڈاکٹر سے، کل یا پرسوں لے چلیں گے۔۔۔" وہ لاپرواہی سے کہتے ہوئے اپنے سیل فون پر آنے والی کال کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جب کہ انابیہ کے دل کی دنیا ایک دم ہی رنگین ہو گئی تھی وہ خیالوں ہی خیالوں میں خود کو برہان کے ساتھ کیمپس میں گھومتے پھرتے دیکھ رہی تھی۔ اس کے خوش ہونے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ برہان نے اس معاملے میں اسکا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"دماغ خراب ہو گیا ہے اس چیف کنزرویٹو کا۔۔۔۔"

محمد ہادی، اپنے دوست سعد کے ساتھ انتہائی غصّے سے آفس میں داخل ہوا، اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل بیزاری سے میز پر پٹخی اور تپے تپے انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھ گیا، اسکا ماتھا شکنوں سے پر تھا۔ وہ سعد کے ساتھ میٹنگ اٹینڈ کر کے ابھی ابھی لوٹا تھا۔

"اور اس خبیث ڈی ایف او کو دیکھا تھا۔۔۔" سعد نے منہ بنا کر اپنے باس کی بات یاد دلائی۔

"کمینہ بات تو ایسے کر رہا تھا جیسے ہم نے خود ساری لکڑی کاٹ کر پکڑائی ہو اس ٹمبر مافیا کو۔۔۔"

"دو نمبر انسان کو ساری دنیا دو نمبر ہی لگتی ہے۔۔۔" محمد ہادی نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"اس میں تو کوئی شک نہیں۔۔۔" سعد نے فوراً اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"مجھے پتا تھا، یہ میٹنگ، بس ہم لوگوں کو ذلیل کرنے کے لیے رکھی گئی ہے۔" ہادی غصّے سے ٹہلنے لگا۔

"الو کا پٹھا کہہ رہا تھا، گذشتہ دو دہائیوں سے محکمہ جنگلات میں کوئی ایسا آفیسر نہیں آیا، جس نے جنگلات کی ترقی یا اس کو بچانے کے لیے کوئی قابل فخر کارنامہ سرانجام دیا ہو۔۔" سعد نے بھی بھڑاس نکالی۔

"جب چیف کنزرویٹو سے لے کر، ڈی ایف او، رینج آفیسر، بلاک آفیسر، اور فارسٹ گارڈ تک حرام کا مال بحفاظت اوپر تک پہنچائیں گے، وہاں ہرے بھرے جنگلات چیٹل میدانوں کا روپ نہیں دھاریں گے تو اور کیا کریں گے۔" ہادی کی زبان سے گویا انگارے جھڑ رہے تھے۔

"ویسے آپس کی بات ہے جنگلات کے فروغ کے لیے جتنی بھی اسکیمیں گذشتہ کئی سالوں سے شروع ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی آج تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی۔" سعد نے سائیڈ میز پر رکھی الیکٹرک کیٹل آن جلائی، اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔ چائے کی شدید طلب جاگی تھی۔

"ان اسکیموں نے افسران کی دولت میں تو خاطر خواہ اضافہ کیا ہے اور لاکھوں روپے کی ریکوریاں، خوامخواہ بیچارے فارسٹ گارڈز، اور فارسٹرز وغیرہ پر ڈالی جا رہی ہیں۔" ہادی کے اکتائے ہوئے انداز پر سعد تیزی سے اٹھا اور آفس کا دروازہ اچھی طرح سے بند کیا۔

"ابے آہستہ بول، کیوں مروائے گا۔۔۔" اس کے چہرے پر ہلکی سی جھنجھلاہٹ ابھری۔

"تو میں کون سا ڈرتا ہوں کسی سے، یہ فضول میٹنگ کرنے کی بجائے یہ گھٹیا لوگ، کسی غیر جانبدار اور ذمہ داران اتھارٹی سے انوسٹی گیشن کیوں نہیں کرواتے، ہمیں کیوں اپنی تھرڈ کلاس باتیں سنانے کے لیے بلوا لیتے ہیں۔۔۔" دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسائے وہ ناراضی سے گویا ہوا۔

"انوسٹی گیشن کون کروائے گا، یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، اس حمام میں سبھی ننگے ہیں میرے پیارے دوست۔ ۔"اس نے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے ڈرائی ملک قہوے میں مکس کرنا شروع کیا۔

"دل تو کرتا ہے ایک رپورٹ بنا کر میں ہی بجھوا دوں، اینٹی کرپشن ڈیپارٹمنٹ میں۔" اسکی بات پر سعد کو کرنٹ لگا۔

"اوئے بیٹا، بریک پر پیر رکھ، کیوں اپنے ساتھ مجھے بھی مروائے گا۔" وہ تڑپ کر بولا۔

"مرنا تو تم نے ویسے بھی ہے، اپنے ڈیپارٹمنٹ کے ہاتھوں سے بچے گا تو ٹمبر مافیا اڑا دے گا تجھے، یاد نہیں وہ شاہد رضوی، انہی جنگلات سے ملی تھی ناں اسکی لاش، جس کو ایمانداری کے دورے پڑتے تھے۔۔۔" ہادی کی بات پر سعد بے چین ہوا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں آج۔۔۔" وہ خوفزدہ ہوا۔

"صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے، اس خبیث کی باتوں نے دماغ گھما کر رکھ دیا ہے آج میرا۔" وہ بیزاری سے ریوالونگ چیئر گھمانے لگا۔

"میری توکل والے کیس نے نیندیں اڑار کھی ہیں، تم جرائت دیکھو خاقان علی کے بندوں کی، اتنی قیمتی لکڑی دن دیہاڑے سمگل کر رہے تھے مری سے۔" سعد کے پریشان لہجے پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر بھی دوڑ گئی۔

"میر خاقان کے خاندان کو عادت پڑ گئی ہے حرام کھانے کی۔۔۔" وہ زہر خند لہجے میں گویا ہوا۔ ایک دن پہلے ہی پنجاب پولیس نے ایک گاڑی کو پکڑا تھا، جس کے ذریعے عمارتی لکڑی کو پنڈی منتقل کیا جا رہا تھا اور جس شخص کے زمینوں سے اسے چرایا گیا تھا۔ اسکی شکایت پر پولیس پہلے سے الرٹ تھی، یہی وجہ تھی کہ انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا۔

"تم نے مخالف پارٹی کو کیس کرنے کا مشورہ دے کر اچھا نہیں کیا۔۔۔" سعد نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"اچھا ہے یار، کوئی تو ہو جو میر فیملی کو بھی لگام ڈالے، ان کی غنڈا گردی بڑھتی ہی جا رہی ہیں دن بہ دن، میں نے تو ماما کی فرم میں بجھوا دیا ہے ان لوگوں کو، یقیناً کوئی اچھا وکیل ناکوں چنے چبوائے گا ان لوگوں کو۔۔۔" ہادی اچھا خاصا مطمئن تھا۔

"میری مانو، مٹی ڈالو اس قصّے پر، جن کا نقصان ہوا ہے، وہ جانیں اور میر خاقان جانے۔۔" سعد دل ہی دل میں ڈرا ہوا تھا۔

"سوری یار، یہ کیس ڈائریکٹ آیا تھا میرے پاس اور اس شخص کا ایریا بھی میرے ہی انڈر آتا ہے، اس لیے میں تو کسی کو پیچھے ہٹ جانے کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔" ہادی چائے کا خالی کپ میز پر رکھ کر کھڑا ہوا۔

"کدھر کے ارادے ہیں اب۔۔۔؟" سعد نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

"گھر چلو، ذہن کچھ ڈسٹرب سا ہے آج، جا کر تھوڑا ریسٹ کرتے ہیں۔۔۔" ہادی نے میز پر رکھا اپنا لیپ ٹاپ بیگ میں ڈالا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم، آجکا دن ہی منحوس تھا۔۔" وہ بھی میز پر رکھا اپنا سیل فون اٹھا کر کھڑا ہوا۔

"میں تو گھر جاتے ہی شاور لوں گا اور لمبی تان کر سو جاؤں گا۔" ہادی نے اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔ دونوں باتیں کرتے ہوئے گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے تھے۔ ہادی نے تھکے تھکے انداز میں ڈرائیور سیٹ سنبھالی اور سعد نے میوزک آن کر کے خود کو تھوڑا فریش

کرنے کی کوشش کی اور جیسے ہی گاڑی میر ہاؤس کے پاس پہنچی، سامنے کھڑے ارسل نے انہیں دیکھ کر بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ہلایا۔

"مارے گئے۔۔۔" سعد نے بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔۔" ہادی زیر لب بڑبڑایا، اس وقت وہ کسی بھی قسم کی مروت کا مظاہرہ کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"تم آجکل ہوتے کہاں ہو، شام کی واک تک چھوڑ رکھی ہے، یقین مانو، تمہارے بغیر بالکل مزا نہیں آتا۔۔۔" ارسل بڑی بے تکلفی سے سعد کی طرف کے شیشے پر جھکا اسکی کلاس لے رہا تھا۔

"بس یار، آجکل کام کا کافی پریشر ہے، ایک دفعہ گھر آ کر دوبارا نکلنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی۔۔۔" سعد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"چلو، آج تھوڑی سی ہمت تو کرنی پڑے گی۔۔۔" وہ دوستانہ انداز میں مسکرایا۔

"مطلب۔۔۔؟" وہ دونوں ہی نہیں سمجھے تھے۔

"گھر میں بڑے مزے کے چائینز سموسے اور رول بنے ہیں، اس لیے آج تو چائے پئیے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ ارسل نے بے تکلفی سے اسکی طرف کا گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آنے کا اشارہ کیا۔ ہادی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"نہیں یار، پھر سہی۔۔۔" سعد نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

"آج تو بالکل نہیں سنوں گا، فوراً نکلیں آپ لوگ۔۔۔" ارسل ان دونوں کے بار بار منع کرنے کے باوجود وہ زبردستی انہیں میر ہاؤس کے اندر لے آیا تھا۔ اس وقت وہ دونوں میر ہاوس کے شاندار انٹریر والے ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے کا فرنیچر خاصی قیمتی لکڑی کا بنا ہوا تھا اور سینٹر میں ایرانی قالین بچھا ہوا تھا۔ دائیں طرف کی دیوار پر اس گھر کے مکینوں کے آباؤ اجداد کی تصویریں بڑے قیمتی اور نازک فریموں میں آویزاں تھیں۔ ڈرائینگ روم کی بائیں دیوار پر صادقین کی ایک خوبصورت پینٹینگ اور کارنر ریک میں کرسٹل اور ہاتھی دانت کی بنی نازک اشیاء رکھی ہوئیں تھیں۔

"تم مانو یا نہ مانو، یہ سارا فرنیچر، چوری کی لکڑی کا بنایا ہوا لگ رہا ہے مجھے۔۔" ارسل جیسے ہی اندر چائے کا کہنے کے لیے گیا، ہادی نے نسبتاً ہلکی آواز میں بے لاگ تبصرہ کیا، جسے سن کر سعد نے دہل کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"آہستہ بکواس کرو، کسی نے سن لیا، تو یہیں پھانسی گھاٹ بنا دے گا ہمارا۔۔۔"

"ہاں، ان کے باپ کا راج ہے ناں۔۔۔" ہادی نے طنزیہ انداز میں سر جھٹکا۔

"باپ کا نہ سہی، دادا کے پاس تو اچھی خاصی منسٹری ہے، اس لیے زبان دانتوں کے نیچے ہی رکھو۔۔۔" سعد نے تنبیہی نظروں سے اسے گھورا۔ اسی وقت دروازہ دھڑ کر کے کھلا اور در شہوار، اپنی کزن انابیہ کے ساتھ منہ بناتی ہوئی اندر داخل ہوئی، اس نے ہاتھ میں نوٹس اٹھا رکھے تھے اور وہ ڈرائینگ روم کے بالکل ساتھ بنے ڈائننگ روم والے دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی، درمیان میں ویلوٹ کا پردہ تھا۔ اس لیے وہ دونوں سعد اور ہادی کی موجودگی سے بے خبر تھیں، در شہوار نے ہاتھ میں پکڑے نوٹس لا کر ڈائننگ ٹیبل پر پٹخے۔

"ایک تو اس گھر میں کوئی سکون کی جگہ بھی نہیں ہے، جہاں بیٹھ کر انسان ڈھنگ سے دو چار رٹے ہی لگا سکے۔۔۔"

"تو کس نے کہا تھا فیل ہونے کو، پہلی دفعہ ہی نکل جانا تھا محنت کر کے۔۔۔" انابیہ ہنسی۔

"ویسے بیا، آپ سے توقع نہیں تھی مجھے، اس گھٹیا بات کی، پہلے کیا اس گھر کی خواتین کم تھیں، جو آپ بھی اتر آئیں ہیں میدان میں طعنے دینے کے لیے۔" وہ ٹھیک ٹھاک بُرا مان گئی۔

"نہیں، نہیں میں کیوں طعنہ دوں گی بھلا، اچھی طرح جانتی ہوں، علم کی تلاش میں تو تم جنگلوں کی خاک تک چھان آئی ہو اور آوارہ کتے تک پیچھے لگوا لیتی ہو، پیر تک زخمی کروا لیتی ہو۔۔۔" انابیہ کا موڈ خاصا اچھا تھا اس لیے وہ ایک دفعہ پھر شرارت کر گئی۔

"خدا کا نام لیں بیا، کیوں وہ خوفناک واقعہ یاد کرواتی ہیں، وہ سڑیل ہمسایہ نہ ہوتا وہاں تو قسم اللہ پاک کی، مزار بن چکا ہوتا میرا یہیں کہیں، اوپر سے میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی، پتا ہے ناں کتنا شوق ہے مجھے شادی کا۔" در شہوار کی بات پر ہادی نے بیزاری سے پہلو بدلا اور سعد نے بمشکل اپنے قہقے کو حلق میں دبایا۔

"شرم کرو، ایک تو اس نے تمہاری جان بچائی اور اوپر سے تم اس بیچارے کو سڑیل کہہ رہی ہو۔۔۔"

"بھئی فرض بنتا تھا اس کا، آخر کو ہمسائی ہوں میں اس کی، اور پتا ہے ناں، اسلام میں ہمسایوں کے کتنے حقوق ہیں۔" در شہوار کو باتوں میں ہرانا کون سا آسان کام تھا لیکن بُرا ہو، ارسل کا، جو ایکدم ہی کمرے میں آیا تھا۔

"ارسل کے بچے، کہاں غائب ہو تم صبح سے۔۔۔" وہ بے تکلف انداز سے گویا ہوئی

"آہستہ بولو، ڈرائینگ روم میں گیسٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔" ارسل کی دبی دبی سی جھنجھلائی ہوئی آواز پر در شہوار اور انابیہ کا سانس حلق میں اٹک گیا۔

"اوہ مائی گاڈ، کون آیا ہے۔۔۔" اسکی سرگوشی بھی پردے کے دوسری طرف سعد اور ہادی کی سماعتوں تک آسانی سے پہنچی

تھی۔

”سعد اور ہادی، جو پڑوس میں رہتے ہیں۔۔۔“ ارسل کی اطلاع پر در شہوار کا رنگ فق ہوا۔

”کوئی شکایت لے کر آئے ہیں کیا۔۔۔“ در شہوار کی زبان پھسلی، اور اگلے ہی لمحے اس نے دانتوں تلے دبالی۔

”کیسی شکایت۔۔۔؟“ ارسل مشکوک ہوا۔

”انکے لان سے خوبانیاں توڑ کر کھائیں تھیں ناں، اور پکڑی بھی گئیں تھیں یہ سب۔۔۔“ انابیہ نے بات سنبھالی۔

”کبھی انسانوں والے کام بھی کر لیا کرو، کیا سوچتا ہو گا وہ۔۔۔“ وہ خفا ہوا۔

”سوچنے تو، وہ کون سا منسٹر لگا ہوا ہے ہمارے اوپر۔۔۔“ در شہوار نے ناک چڑھائی۔

”فضول باتیں مت کریں آپ لوگ، اور نکلیں یہاں سے، بیا، چائے کی ٹرالی اچھی طرح سیٹ کر کے بجھوایئے گا۔“ ارسل جھنجھلایا۔

”اچھا اچھا، تم جاؤ، بجھوا دیتے ہیں چائے وائے۔۔۔“ انابیہ نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ ارسل نے بیزاری سے سر ہلایا اور ہلکا سا گلا کھنکھار کر ڈرائینگ روم میں داخل ہوا۔ سعد اور ہادی دونوں سنبھل کر بیٹھ گئے۔ در شہوار کی گفتگو نے ہادی کا موڈ تھوڑا سا خراب کر دیا تھا اور رہی سہی کسر اندر سے آنے والی چائے نے پوری کر دی تھی۔

چائے کی ٹرالی لے کر صندل کا چودہ سالہ بھائی آیا تھا، جس نے در شہوار کی خاص ہدایت پر ایک طرف رکھا چائے کا کپ ہادی کی طرف بڑھایا تھا، جس کا پہلا سپ لیتے ہی ہادی کا دل چاہا کہ وہ کہیں جا کر الٹی کر آئے، چائے میں بے تحاشا نمک نے طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا تھا، ہادی نے کنکھیوں سے سعد کی طرف دیکھا، جو بڑے مزے سے چائے پی رہا تھا۔ ہادی کو سمجھ آ گئی تھی کہ وہ ایک دفعہ پھر ان کی تخریبی کاروائی کا شکار ہو چکا ہے۔ اس نے وہ کپ جس طرح سے ختم کیا، وہ جانتا تھا یا اس کا دل، یہی وجہ تھی کہ جب وہ سعد کے ساتھ گھر لوٹا تو حلق تک بدمزا ہو چکا تھا۔ اس کے برعکس سعد کی باچھیں کھلی ہوئیں تھیں۔

”مزا آ گیا یار، چائینز سموسے تو کمال کے تھے۔۔۔“ سعد نے لائونج میں داخل ہوتے ہوئے باقاعدہ چٹخارہ بھرا۔

”اور چائے۔۔۔؟“ ہادی نے انجان بن کر پوچھا۔

”اچھی بنی ہوئی تھی، سبز الائچی والی۔۔۔“ وہ سادگی سے مسکرایا۔ ”لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو۔؟“““

”اس لیے کہ میری بھی اچھی بنی ہوئی تھی لیکن سفید نمک والی۔۔۔“ ہادی کے لہجے میں ناگواری در آئی۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“ سعد حیران ہوا۔

”مطلب یہ کہ میں ایک دفعہ پھر ان کی غنڈا گردی کا شکار ہو گیا۔“ اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!!" سعد اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔ اسے درشہوار گینگ کی یہ حرکت مزے کی لگی تھی۔ جب کہ ہادی اسے غصّے سے گھورتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!!" طوبیٰ کا منہ حیرانگی کے اظہار کے طور پر کھلا۔

"تم نے ہادی کے ساتھ یہ بد تمیزی کی، شرم نہیں آئی تمہیں۔" طوبی کو سارا قصّہ سنتے ہی غصّہ آ گیا۔

"نہیں۔۔۔" اس نے چکن رول پر ڈھیر سارا کیچپ ڈالا اور مزے سے کھانے لگی۔

"بہت ہی احسان فراموش ہو تم، افسوس ہوا تمہارے اس گھٹیا پن پر۔۔۔" طوبیٰ نے اسے لتاڑا۔

"تھینک یو۔۔۔" اس نے ڈھٹائی کے سارے ریکارڈ توڑے۔

"اور اگر امجد کا بچہ وہی پیالی، ارسل بھائی کو دے دیتا تو۔۔۔؟" طوبیٰ نے اسے ڈرایا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ بچہ صندل کا بھائی ہے، اسی گھر میں ہماری چالاکیاں اور مکاریاں دیکھ دیکھ کر تو جوان ہوا ہے، اوپر سے پورے پانچ سو کا کڑکتا نوٹ دیا تھا اُسے رشوت میں، کام تو پکا ہونا ہی تھا۔" درشہوار نے تفصیل سے اپنا کارنامہ بتایا۔

"کیا سوچتا ہو گا وہ۔۔۔؟" وہ تاسف کا شکار ہوئی۔

"یہی سوچتا ہو گا لڑکی "دلیر" اور "بہادر" ہے۔۔۔" وہ ایک آنکھ کا کونا دبا کر شرارت سے ہنسی اور مزید گویا ہوئی۔ "قسم سے کیا کروں، اسے دیکھ کر میری زبان اور ہاتھ پیروں میں کوئی نہ کوئی کھجلی ہونے لگتی ہے۔۔" درشہوار نے انگلی پر کیچپ لگا کر مزے سے چاٹا۔

"سچ سچ بتاؤ، تمہیں مسئلہ کیا ہے اس سے۔۔۔؟" طوبیٰ کمر پر ہاتھ رکھ کر عین اسکے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"کیا کہوں، ہائے، کچھ کچھ ہوتا ہے۔۔" اس نے ایک ہوش ربا انگڑائی لے کر طوبیٰ کو اپنی طرف سے مکمل مشکوک کیا۔ وہ دونوں اس وقت درشہوار کے کمرے میں موجود تھیں اور صبح ان کا کیمسٹری کا پرچہ تھا۔

"انسان بن جائو تم۔۔۔"

"اب تو بس دلہن بننے کو دل چاہتا ہے۔۔۔" وہ شرارتی لہجے میں ہنسی تو طوبیٰ نے ٹھٹک کر اسکی طرف دیکھا۔

"کوئی محبت وحبت کا سین تو آن نہیں کر لیا تم نے۔۔۔" وہ اس طرح جھک کر درشہوار کی آنکھوں میں جھانکنے لگی جیسے دل کا راز بھانپ لینا چاہتی ہو۔

"جان من وہ جو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

ابھی تو دل میں ہلکی سی خلش محسوس ہوتی ہے۔۔۔
بہت ممکن ہے کل اس کا محبت نام ہو جائے۔۔۔

درشہوار نے لہک لہک کر شرارت سے شعر پڑھا، اور اس سمے اس کی آنکھوں میں کچھ تھا، طوبیٰ کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی، اس نے اپنی انگلی سے اسکی ٹھوڑی کو گھما کر درشہوار کا چہرہ اپنی جانب کیا اور جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔۔

"کیا ایکسرے مشین فٹ کروالی ہے اپنی آنکھوں میں۔۔۔" درشہوار نے ہلکا سا گھبرا کر اپنی نظریں چرائیں اور وہیں سے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی۔

"اٹس ناٹ فیئر۔۔۔۔۔" طوبیٰ ہلکا سا خوفزدہ ہوئی۔ وہ اسکے دل کا راز جان چکی تھی۔

"کیوں۔۔۔؟" اسکی آنکھوں میں بغاوت کا رنگ ابھرا۔

"ہمارے خاندان میں ایسی محبتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے درشہوار۔۔۔" طوبیٰ نے اسکے جذبات پر بند باندھنا چاہا۔

"گنجائش نکالی بھی تو جا سکتی ہے۔۔۔"

"درشہوار ہوش کے ناخن لو، یہ ناممکنات میں سے ہے۔۔۔" مارے گھبراہٹ کے وہ بے ربط ہوئی۔

"دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہوتی۔۔۔۔" آگے بھی درشہوار تھی، ہر چیز کو چٹکیوں میں اڑانے والی۔

"داجی، تایا ابا، بلکہ کوئی بھی نہیں مانے گا۔۔۔" اس کے پریشان انداز پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ درشہوار کے چہرے پر ابھری۔

"تمہیں پتا ہے ناں اپنی ضد کی تو غلام ہوں میں، اس گھر کے مردوں سے ایک ہی چیز تو وافر مقدار میں لی ہے میں نے، جو دل چاہے وہ کرو، چاہے اس کے لیے کتنی ہی قیمت کیوں نہ چکانی پڑے۔" اسکا لہجہ پراسرار ہوا۔

"ہو سکتا ہے، ہادی کسی اور سے۔۔۔۔" طوبیٰ کا باقی فقرہ ابھی منہ میں ہی تھا، اس نے جلدی سے اسکی بات کاٹی۔

"جہاں درشہوار آجائے، وہاں کسی اور کی گنجائش نہیں رہتی، یہ بات تو سارا خاندان جانتا ہے ہمارا۔" اسکی خود پسندی طوبیٰ کو خوفزدہ کر گئی۔

"لیکن وہ ہمارے خاندان کا حصّہ نہیں ہے۔۔۔"

"تو بن جائے گا، آخر کو تین بول پڑھنے میں دیر کتنی لگتی ہے۔۔۔" وہ خوش فہمی کی آخری سیڑھی پر تھی۔

"فی الحال تو تم اس کیمسٹری کی کتاب کو رٹا لگاؤ، اس ٹاپک پر پھر بات کریں گے۔۔۔" طوبیٰ نے پریشانی سے موضوع تبدیل کیا، لیکن اس کے دل میں اندیشوں کی کئی کونپلیں ایک ساتھ پھوٹ چکیں تھیں۔ وہ آنے والے وقت سے ابھی سے خوفزدہ ہو گئی

تھی۔

"بھئی تم نے رٹے لگانے ہیں، شوق سے لگائو، مابدولت تو سوفٹ سا میوزک سنیں گے۔۔۔" درشہوار نے اٹھ کر اپنے لیپ ٹاپ پر آن کر کے اسکا والیوم فل کیا۔

تم کو دیکھا تو یہ خیال آیا۔۔۔

زندگی دھوپ، تو گھنا سایہ۔۔۔

آج پھر دل نے اک تمنا کی۔۔۔

آج پھر دل کو ہم نے سمجھایا۔۔۔

جگجیت کی خوبصورت آواز میں پورے کمرے میں گونجنے لگی، درشہوار نے اٹھ کر ہادی کے کمرے کی طرف کھلنے والی کھڑکی کھولی اور پردہ پیچھے کیا، اسکے چہرے پر بڑی دلکش سی مسکراہٹ تھی، طوبی کو اپنا دل مزید ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ کے کمرے میں تاریکیوں کا بسیرا تھا، ویسے ہی تیرگی اسکے پورے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ اس شکنجے میں پھنس چکی تھی، جس سے نکلنے کا اسے فی الحال کوئی بھی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ ٹینا بیگم اور شہر زاد کی خصوصی تلقین کی وجہ سے اس نے خود کو اپنے کمرے تک محدود کر لیا تھا۔ ویسے بھی روحیل محمود کیس کا پرنٹ میڈیا اور الیکٹرنک میڈیا میں اتنا چرچا تھا کہ وہ باہر جانے کا رسک لے ہی نہیں سکتی تھی کیونکہ میڈیا کے نمائندے اسے گھر کے آس پاس ہی منڈلاتے نظر آتے تھے، اسی وجہ سے ٹینا بیگم نے پرائیوٹ سیکورٹی کمپنی کے دو گارڈز بھی ہائر کر لیے تھے۔ وہ منہ پر کشن رکھے آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹی تھی جب اس کے سیل فون کی مترنم سی گھنٹی بجی، اسکا دل اچھل کر حلق میں آگیا، اس نے ڈرتے ڈرتے سیل فون کی اسکرین پر دیکھا، سامنے "کنزہ کالنگ" کے الفاظ ابھر رہے تھے۔

"ہیلو۔۔۔" اس نے جیسے ہی کنزہ کی آواز سنی، آنسوئوں کا ایک گولا اسکے گلے میں امنڈ آیا۔

"آئی ایم سوری رومی۔۔۔" دوسری طرف اسکا لہجہ شرمندگی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"سوری، فار واٹ۔۔۔؟" وہ بے رخی سے گویا ہوئی۔

"پلیز رومی، اس طرح بات مت کرو مجھ سے۔۔" دوسری طرف کنزہ بھی رندھی ہوئی آواز میں بولی، شاید اس حادثے نے اس کو بھی ذہنی طور پر کافی زیادہ ڈسٹرب کرر کھا تھا۔ اس کی صدمے سے چور آواز سن کر رومیصہ کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

"تم نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ، دوست ایسے ہوتے ہیں بھلا۔۔۔" اپنی بے بسی کے احساس سے رومیصہ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔

"میں بہت شرمندہ ہوں تم سے۔۔۔" کنزہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کنزہ، گاڑی میں نہیں، تم ڈرائیو کر رہیں تھیں، پھر تم نے اس بات سے انکار کیوں کیا۔" رومی کی حالت پھانسی گھاٹ پر پہنچنے والے اس قیدی کی سی تھی۔ جو کسی اور کے کیے کی سزا بھگتنے جا رہا ہو اور دوسروں کو چیخ چیخ کر اپنی بے گناہی کا یقین دلانا چاہتا ہو۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو رومی، لیکن ٹرسٹ می، میں نے جان بوجھ کر ہٹ نہیں کیا تھا روحیل کو، خود گاڑی سے ٹکرایا تھا وہ، یہ بات تو تم بھی بہت اچھی طرح جانتی ہو۔۔" اس نے بوکھلا کر صفائی دی۔

"میں جانتی ہوں کنزہ، لیکن دنیا کو نہیں معلوم اور تمہارے فادر تو جانتے بوجھتے ہوئے بھی انجان بن رہے ہیں۔۔" وہ تلخ لہجے میں بولی۔

"ہزار دفعہ بتا چکی ہوں انہیں لیکن۔۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑی۔

"لیکن وہ جانتے ہیں روحیل کی فیملی کو ہینڈل کرنا اتنا ایزی نہیں ہو گا، اس لیے انہوں نے تمہیں اپنا بیان بدلنے پر مجبور کر دیا ، ہے ناں۔" رومیصہ نے اسے مزید شرمندہ کیا۔

"میں کیا کروں، تم بتاؤ مجھے۔۔۔"؟ رومیصہ کو وہ اس لمحے بہت بے بس لگی۔

"مجھے تو خود نہیں معلوم، کیونکہ تمہاری اس بزدلی نے میری لائف کو مشکل میں ڈال دیا ہے کنزہ، اور مجھے اس میں سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا، سمجھ نہیں آتی کہ اب کیا ہو گا، روحیل کی فیملی تو نہیں چھوڑے گی مجھے۔۔۔" وہ آزردگی سے گویا ہوئی۔

"میرے پاس کچھ ایسے پوائنٹس ہیں، اگر تمہاری فیملی ان پر کام کرے تو یہ کیس تمہارے حق میں ہو سکتا ہے۔" کنزہ کی بات پر اس کا دل بے اختیار دھڑکا اور اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"کیسے پوائنٹس۔۔۔؟"

"اسی سلسلے میں تم سے ملنا چاہتی ہوں میں ، کیا تم "ہارڈیز" پر آ سکتی ہو۔۔۔؟" کنزہ نے اس کے سیکٹر میں واقع ایک ریسٹورنٹ کا نام لیا۔

"نہیں، تم گھر آ جاؤ میرے۔۔" اس نے فوراً انکار کیا۔

"یہ ممکن نہیں ہے میرے لیے، ڈیڈی کو پتا چل گیا تو شوٹ کر دیں گے مجھے۔۔۔" اس نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"لیکن، میں کیسے آسکتی ہوں کنزہ، میرے لیے حالات زیادہ مشکل ہیں۔۔۔"

"پلیز تم کوشش کر کے دیکھو، انشاء اللہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہو گا، ورنہ بعد میں پچھتاتی رہو گی، کیونکہ روحیل کی فیملی ، کسی صورت بھی کوئی کمپرومائز کرنے کو تیار نہیں ہے۔" کنزہ نے اسے الجھن میں ڈال دیا۔

"لیکن۔۔۔؟؟؟؟" وہ شش و پنج کا شکار ہوئی۔

"پلیز رومی، یہ لیکن ویکن چھوڑو، فوراً آجاؤ، ٹرسٹ می، کوئی نہ کوئی سلوشن نکل آئے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں مام سے پوچھ کر بتاتی ہوں تمہیں۔۔" رومی کی اس بات پر کنزہ ایک دم بوکھلائی۔

"فار گاڈ سیک رومی، آنٹی تمہیں کبھی بھی مجھ سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گی، کبھی تو عقل کا استعمال کر لیا کرو۔" اسکے بُری طرح جھنجھلانے پر رومیصہ ہلکی سی خفت کا شکار ہوئی۔

"اوکے، کب آنا ہے۔۔۔؟" اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"میں گھر سے نکل رہی ہوں، بس دس منٹ میں وہیں ہونگیں۔۔" کنزہ نے اسے اپنا پروگرام بتایا۔

"اوکے۔۔۔ آئی ایم کمنگ۔۔۔" رومیصہ نے جلدی سے سیل فون بند کیا۔ وہ سستی سے ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ کئی دن پرانی جینز کے ساتھ اس نے بے بی پنک کلر کی ملگجی سی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی، بالوں میں جلدی جلدی برش کر کے اس نے ایک اونچی سی پونی بنا کر ربڑ بینڈ ڈالا اور اپنا سیل فون اٹھا کر کمرے سے نکل آئی۔ اس وقت ٹینا بیگم اور شہزاد دونوں ہی گھر

میں نہیں تھیں۔ اس لیے راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔

"آخر ایسے کون سے ثبوت ہیں، جو کنزہ اسے دینا چاہتی ہے۔۔" مختلف سوچوں میں غلطاں وہ جلدی سے لاونج کی سیڑھیوں کی طرف بڑھی، اس کے دماغ میں مختلف سوچین اودھم مچا رہیں تھیں۔ جیسے ہی وہ لائونج میں پہنچی، سامنے کائوچ پر ہارون رضا، گھٹنوں تک آتی بلیک شارٹس کے ساتھ وائٹ ٹی شرٹ پہنے، انتہائی بے ہودا انداز میں نیم دراز تھے اسے دیکھ کر ہارون نے ہاتھ میں پکڑے لائٹر سے سگار کر شعلہ کو دیکھایا، رومیصہ نے سرد مہری سے انکی طرف دیکھا، جو بڑی وارفتہ نظروں سے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تول رہے تھے۔

"ویلکم سویٹ ہارٹ۔۔۔" وہ تھوڑا قریب ہوئے، ان کے لباس سے اٹھتی قیمتی کولون کی مسحور کن مہک کو محسوس کر کے وہ خوفزدہ انداز سے دو قدم پیچھے ہٹی ان کی بے باک نظروں سے اسے گھن سی محسوس ہوئی۔

"ڈارلنگ، کہاں اڑان بھرنے کے ارادے ہیں۔۔۔" ان کے ہونٹوں پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ تھی۔

"آپ سے مطلب۔۔۔؟" رومیصہ نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا، اسکی ہتھیلیاں پسینے میں بھیگ گئیں۔روحیل محمود والے واقعے نے اس کا سارا اعتماد ختم کر دیا تھا۔

"کبھی کوئی بات خود بھی سمجھ لیا کرو سویٹی۔۔۔" انہوں نے آگے بڑھ کر سگار کا سارا دھواں بدتمیزی سے اسکے چہرے پر پھینکا۔

"شٹ اپ۔۔۔" اس کی آواز میں لرزش محسوس کر کے ہارون کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ ابھری۔

"وہ دن یاد ہے ناں تمہیں جب۔۔۔" ہارون نے فقرہ ادھورا چھوڑا، لیکن وہ اس ان کہے فقرے کا پورا مطلب جانتی تھی، رومیصہ کا دل ڈوبنے لگا۔ہارون نے آہستگی سے اپنا ہاتھ رومی کے شانے پر رکھا، رومیصہ کو لگا جیسے کسی نے سلگتا ہوا کوئلہ اسکے کندھے پر رکھ دیا ہو۔

"شرم آنی چاہیے آپ کو۔۔۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔۔۔

"اس خوفزدہ ہرنی کی مانند لگ رہی ہو، جو پورے جنگل میں ظالم شکاری سے اپنی جان بچاتی بھاگتی پھر رہی ہو، لیکن تم جانتی ہو، میں اتنا بھی ظالم نہیں، ہے ناں۔۔۔" انہوں نے بڑی گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیا۔

"پیچھے ہٹیں، میرے راستے سے۔۔۔" اس نے بددقت اپنے اشکوں کو قابو کیا۔

"اور اگر نہ ہٹوں تو۔۔۔؟" انہوں نے اسکی بے بسی سے حظ اٹھاتے ہوئے رومی کے بالوں کی جھولتی لٹ کو اپنی انگلی میں لپیٹنے کی کوشش کی، اور اس کے ساتھ ہی رومی کے ضبط کی طنابیں چھوٹ گئیں۔اس نے گھما کر ایک زوردار تھپڑ ہارون کے چہرے پر رسید کیا، وہ جو اس حملے کے لیے تیار نہیں تھے، ہلکا سا لڑکھڑا کر رہ گئے، جبکہ رومی میزائل کے گولے کی طرح اڑتی ہوئی اپنی گاڑی تک پہنچی اور جب تک ہارون سنبھلتے، وہ گھر سے نکل کر جا چکی تھی۔ جیسے ہی وہ مین روڈ پر آئی، اسکا دل بید کی طرح لرز رہا تھا۔ہارون رضا کی اس کمینگی نے اس کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے تھے، تبھی تو اسے اندازہ نہیں ہو سکا کہ جیسے ہی وہ گھر سے نکلی تھی، سیاہ رنگ کی ایک پراڈو، اس کے تعاقب میں تھی۔رومیصہ نے جیسے ہی اپنی گاڑی، سروس روڈ پر ڈالی، وہی پراڈو، بہت تیزی سے ٹیک اوور کرتی ہوئی، اچانک اسکے سامنے آن کھڑی ہوئی، رومیصہ نے بڑی قوت سے بریک لگائی، ٹائروں کے چرچرانے کی آواز فضاؤں میں گونج کر رہ گئی۔پراڈو سے دو نوجوان لڑکے بجلی کی سی سرعت سے اترے اور انہوں نے پسٹل دیکھا کر رومیصہ کی گاڑی کا دروازہ کھلوایا، گھبراہٹ اسکے چہرے پر مترشح تھی، اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی، انہوں نے بیدردی سے اسے گھسیٹا، اپنی گاڑی میں پھینکا، اور ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر پاؤں جمائے، آناً فاناً گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی گلیوں میں گم ہو گئی۔

"کک۔۔۔کون لوگ ہیں آپ۔؟ کہاں لے کر جا رہے ہیں مجھے۔۔۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"چپ کر کے بیٹھی رہو، ورنہ گولی مار کر بھیجا خالی کر دوں گا۔۔۔" سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس نوجوان غرایا، اس کے اوسان خطا ہو گئے۔

"میں نے کیا، کیا ہے۔۔۔؟" رومیصہ کے اعصاب جواب دینے لگے، اسے لگا جیسے وہ بے ہوش ہو جائے گی۔

"جلدی کا ہے کی ہے، ساری باتیں بتا دیں گے، اور بہت اچھے ماحول میں بیٹھ کر بتائیں گے" اس کے پاس بیٹھے لڑکے نے عامیانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا، رومیصہ کے حلق میں کانٹے اُگ آئے۔

"پلیز مجھے جانے دو، میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا۔۔۔" وہ رو دی۔

"استاد، یہ تو بہت بولتی ہے۔۔۔" اسکے پاس بیٹھا لڑکا بیزاری سے گویا ہوا۔

"اب بولے، تو بینڈ بجا دینا اسکی یہیں سڑک پر۔۔۔" اگلی سیٹ پر بیٹھا لڑکا سفاکی سے مسکرایا۔ رومیصہ نے بیدردی سے اپنے لب سی لیے۔ دہشت اور خوف نے اس کے پورے وجود کا احاطہ کر لیا تھا۔ اس کو چند ہی لمحوں میں سمجھ آ گئی تھی کہ وہ کسی بڑی سازش کا شکار ہو چکی ہے اور اس بار بھی اسے پھنسانے والی اس کی فرینڈ کنزہ وقار ہی تھی۔ رومیصہ کو مارگلہ کی ساری پہاڑیاں اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

قریشی ایسوسی ایٹس کا پورے ملک میں ایک نام اور مقام تھا، اس لاء فرم میں چوٹی کے وکیل شامل تھے، بیرسٹر عالیہ قریشی نے اپنا سارا سیٹ اپ ہی بہت شاندار بنا رکھا تھا۔ وہ، ٹینا بیگم کی مستقل کسٹمر تھیں اور ہمیشہ انہی کے بیوٹی سیلون کی خدمات حاصل کرتیں تھیں، اس لیے دونوں کے درمیان اچھی خاصی فرینڈ شپ تھی۔ شہر زاد اپنی مام ٹینا بیگم کے ریفرنس سے وہاں پہنچی تھی لیکن کچھ ہی دنوں میں اس نے اپنی ذہانت اور محنت سے عالیہ قریشی کی نظروں میں اپنا ایک مقام بنا لیا تھا اور عالیہ مختلف کیسز پر اسکی رائے کو بہت غور اور دلچسپی سے سنتیں تھیں۔ اس دن موسم صبح ہی سے خاصا خراب تھا، رات سے ہونے والی بارش رک تو گئی تھی لیکن وقفے وقفے سے ہونے والی بوندا باری پھر بھی جاری تھی۔

شہر زاد صبح نو بجے سے اپنے لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھی، وہ رومیصہ کیس کے سارے کمزور پہلوئوں پر ایک دفعہ پھر غور و فکر کرنا چاہتی تھی۔

"اوہ شٹ۔۔۔۔" لیپ ٹاپ کی بیٹری بالکل ختم ہونے کے قریب تھی، اور وہ اپنا چارجر بھی گھر بھول آئی تھی۔ اس نے جلدی جلدی اپنی مطلوبہ فائل اپنی ای میل آئی ڈی میں محفوظ کی، اور ساتھ ہی لیپ ٹاپ بند کر کے مسز قریشی کے آفس میں آکر کونے میں رکھے سسٹم پر کام کرنے لگی، اسے مسز قریشی کی طرف سے کھلی اجازت تھی جبکہ وہ خود کسی کیس کی پیروی کے لیے کورٹ

گئیں ہوئیں تھیں۔

"مجھے اس کلب کے مالک سے بھی ملنا چاہیے، جہاں رومی اور روحیل کا جھگڑا ہوا تھا۔۔" وہ دل ہی دل میں اپنے کاموں کی فہرست بنانے لگی، اسی وقت اس کے سیل فون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف ٹینا بیگم سخت غصّے میں تھیں۔

"یہ لڑکی تو مجھے پاگل کر کے ہی دم لے گی، ایک تو حالات اتنے خراب ہیں، اوپر سے پھر گاڑی لے کر نکل گئی ہے۔"

"آپ کو کس نے بتایا۔۔؟" شہر زاد چونکی۔

"ہارون کی کال آئی تھی، اس نے منع کیا تھا باہر جانے سے، لیکن وہ کہاں سنتی ہے کسی کی، الٹا اسکے ساتھ بھی بدتمیزی کی اور خود سیر سپاٹے کے لیے نکل گئی۔۔" ٹینا بیگم کے بیزار لہجے پر شہر زاد ایکدم کوفت کا شکار ہوئی۔

"یہ ہارون صاحب کیوں اتنے زیادہ چکر لگا رہے ہیں آجکل گھر کے۔۔۔"

"اللہ جانتا ہے، کون سی فلم چل رہی ہے اسکے دماغ میں۔۔۔" وہ خود بھی اپنے میاں پر ٹھیک ٹھاک تپی ہوئیں تھیں۔

"آپ نے کال کی رومی کو۔۔؟" شہر زاد سابقہ موضوع پر آ گئی۔

"کی تھی، لیکن میڈم صاحبہ نے اٹینڈ نہیں کی، اللہ جانے کہاں کی خاک چھاننے گئی ہے، اب تو اس کے باہر جانے کا سن کر ہی ہول اٹھنے لگتے ہیں۔" وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ڈونٹ ووری، آجائے گی، آپ ٹینشن نہ لیں۔۔۔" شہر زاد نے انہیں تسلی دی۔

"اوکے، تم جلدی آجانا گھر، تھوڑا کام ہے مجھے۔۔۔" ٹینا بیگم نے جیسے ہی فون بند کیا، وہ ایک دفعہ پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہوگئی۔ وہ بڑی پھرتی اور تندہی سے اپنا کام نبٹا رہی تھی، جب کوئی آفس کا دروازہ کھول کر بڑے عجلت بھرے انداز میں اندر داخل ہوا۔ شہر زاد نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا، سیاہ پینٹ کے ساتھ گرے رنگ کی شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک موڑے، وہ ہاتھ میں ایک فائل اٹھائے مسز قریشی کی پرسنل کیبنٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شہر زاد نے ناگواری سے اسکی طرف دیکھا، وہ کیبنٹ کھول کر اس میں سے فائلوں کا ایک پلندہ نکال چکا تھا اور اب بڑے غور سے ان کو ایک ایک کر کے دیکھ رہا تھا، اسے علم نہیں تھا کہ اس کمرے کے ایک کونے میں شہر زاد بھی موجود ہے۔۔

"ایکسکیوز می۔۔۔۔" شہر زاد کی بلند آواز پر وہ ایک دم اچھلا، اور مڑ کر دیکھا۔

"اوہ آئی سوری، میں نے آپ کو دیکھا نہیں۔۔۔" وہ بہت سلجھے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

"مسز قریشی، آفس میں نہیں ہیں، آپ کو کوئی کام ہے ان سے۔؟" شہر زاد نے اس کے سوال کا جواب دیئے بغیر قدرے رکھائی سے پوچھا۔

"جی، بہت ضروری کام ہے ان سے۔۔۔" وہ اس کے قریب سے گذر کر دائیں طرف والی دیوار پر بنے ریک کی طرف بڑھا، اس کے وجود سے اٹھنے والی خوشبو نے پورے کمرے کا احاطہ کیا، وہ شاید پرفیوم کا بے دریغ استعمال کرنے کا عادی تھا۔

"کب تک آجائیں گی وہ۔۔۔" وہ ایک کیبنٹ کھول کر بے تکلفی سے فائلیں نکالنے لگا جبکہ شہرزاد نے ناگواری سے اسکے بے تکلف انداز کو دیکھا۔ وہ شاید کسی خاص فائل کی تلاش میں تھا۔

"میں پرسنل اسسٹنٹ نہیں ہوں ان کی۔۔۔"

"جانتا ہوں میں۔۔۔" بڑی سادہ سی مسکراہٹ اسکے چہرے پر ابھری جسے شہرزاد سمجھنے سے قاصر تھی۔

"کسی کی غیر موجودگی میں انکی چیزوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا، مینرز کے خلاف ہے۔" شہرزاد کے ٹوکنے پر وہ ہلکا سا ٹھٹکا۔

"سوری، آپ کو بُرا لگا شاید۔۔۔" اس کے مفاہمت آمیز رویئے پر وہ چونکی، اسی وقت آفس کا دروازہ کھلا اور مسز قریشی بڑے مصروف انداز میں اندر داخل ہوئیں۔

"السلام علیکم ماما۔۔۔" اس کے لہجے میں ایک جتاتی ہوئی شوخی تھی، شہرزاد پر گھڑوں پانی پھر گیا۔

"اوہ مائی گاڈ، ہادی تم۔۔۔" مسز عالیہ قریشی کے چہرے پر بڑی بے ساختہ سی مسرت چھلکی۔ "اپنے باپ کی طرح سرپرائز دینے کی عادت کب بدلے گی تمہاری۔" انہوں نے انتہائی محبت سے اسے اپنے ساتھ لگا کر اسکے ماتھے کا بوسہ لیا۔

"آپ ساری باتوں کو چھوڑیں، یہ بتائیں، ملک شاہنوز کی فائل کہاں رکھی ہے آپ نے، وہی لینے کے لیے ہنگامی دورہ کرنا پڑا ہے مجھے"

"وہ بھی مل جائے گی، پہلے شہرزاد سے تو ملو۔۔۔" وہ رسانیت سے گویا ہوئیں۔ "شیری، یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے محمد ہادی۔۔۔

"ماما، پلیز اب یہ مت بتایئے گا کہ یہ شادی کے پورے تیرہ سال بعد پیدا ہوا تھا اور آپ نے کہاں کہاں منت مانی تھی اور کس کس ڈاکٹر سے ٹریٹمنٹ کروایا تھا۔۔" اسکے شرارتی انداز پر شہرزاد نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی کیونکہ مسز قریشی اسے مصنوعی ناراضی سے گھور رہیں تھیں۔

"میں نہ بھی بتاؤں تو وہ میرے چہرے پر پھیلی خوشی کو دیکھ کر خود ہی بھانپ چکی ہو گی۔۔" انہوں نے مسکرا کر اپنی سیٹ سنبھالی۔

"میرا کام کر دیں پلیز، صرف دو گھنٹے کی چھٹی لے کر آیا ہوں اسلام آباد۔" وہ شہرزاد کو نظرانداز کر کے سامنے میز پر رکھی فائلوں کو دیکھنے لگا۔

"اب اسکی ضرورت کیوں آن پڑی۔۔۔" انہوں نے دراز کھول کر اس کے مطلوبہ ڈاکومنٹس نکالے۔

"اپنے اسٹوپڈ باس کو ایک دوڈا کومنٹ دیکھانے تھے۔۔" وہ جلدی جلدی صفحات پر نظریں دوڑا رہا تھا۔

"یہ کیس میں نے شیری کو دے دیا، وہ ہی دیکھے گی اسے۔۔۔" مسز قریشی کی بات پر ہادی نے چونک کر شہر زاد کی طرف دیکھا، جو سامنے رکھے کمپیوٹر پر ایک دفعہ پھر اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔

"دیکھ لیں۔۔۔" ہادی کے اس جملے میں کچھ تھا جو شہر زاد کو سخت بُرا لگا۔ وہ اپنا کام چھوڑ کر فورا کھڑی ہوئی۔ "آپ کسی اور اچھے اور قابل وکیل کو بھی ہائر کر سکتے ہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔" اس نے اپنے ڈاکومنٹس اٹھائے اور جلدی سے آفس سے نکل گئی۔

ہادی پر گھڑوں پانی پھر گیا۔

"انہوں نے شاید مائنڈ کر لیا ہے۔۔۔"

"کرنا بھی چاہیے، تم نے بھی توڈائریکٹ اسکی قابلیت پر شک کیا تھا۔۔۔" مسز قریشی نے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا۔

"آئی ایم سوری، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔۔" اس نے اپنے کان کھجاتے ہوئے شرمندہ لہجے میں وضاحت دی۔

"اینی ہائو، تمہارا جو بھی مطلب تھا، جاتے ہوئے اس سے ایکسکیوز کر کے جانا، کافی منگوائوں تمہارے لیے۔۔۔"

"نہیں ماما، دیر ہو رہی ہے مجھے۔۔۔" اس نے جلدی سے اپنی مطلوبہ فائل نکالی۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ باہر نکلا تو اسے معلوم ہوا وہ اپنے گھر جا چکی ہے، ہادی کو ایک لمحے کو افسوس ہوا اور اگلے ہی منٹ وہ سر جھٹک کر ایک دفعہ پھر مری کے لیے نکل چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بڑی پر اسرار سی رات تھی اور چاند بھی اپنے پورے جوبن پر تھا، شاہ میر ایک دن کی چھٹی پر کھاریاں سے گھر پہنچا تھا، اگرچہ وہ نور محل سے گاڑی لے کر ہی مری کے لیے نکلا تھا لیکن اسے گھر پہنچتے پہنچتے بھی رات کا ڈیڑھ بج چکا تھا۔ احمد بخش چوکیدار نے گیٹ کھولا اور وہاں میر خاقان کی سیاہ پراڈو پہلے سے کھڑی تھی، جس سے اسے اندازہ ہوا کہ خاقان چچا پورے ایک مہینے بعد گھر پہنچ چکے تھے وہ اپنی سیاسی مصروفیات کی بناء پر زیادہ تر ملتان اور لاہور میں پائے جاتے تھے۔ شاہ میر نے اپنا لیپ ٹاپ بیگ اٹھایا اور جلدی سے اندر کی جانب بڑھا، پورے گھر کی لائٹیں بند تھیں اور یقینا سبھی اپنے اپنے کمروں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔۔ اس نے جیسے ہی ہال میں قدم رکھا، سامنے سے طوبیٰ لمبی لمبی جمائیاں لیتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ شاہ میر کی آنکھوں میں ایک ساتھ کئی جگنو چمکے۔ طوبیٰ اس کی آمد سے بے خبر تھی۔ اس کا دوپٹہ اسکے پیروں میں جھول رہا تھا۔ شاہ میر کو شرارت سوجھی، اس نے اپنا بیگ خاموشی سے زمین پر رکھا اور ایک دم اچھلکر طوبیٰ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ طوبیٰ کے حلق سے چیخ نکلی، اور اس کے ساتھ ہی شاہ میر نے بوکھلا کر اپنا ہاتھ اسکے منہ پر رکھا، وہ اسکی گرفت میں کسی مچھلی کی طرح تڑپی۔

"خدا کا خوف کرو طوبیٰ، کیوں پورے گھر کو اٹھانا ہے۔۔۔" اس نے ہلکا سا جھنجھلا کر اسے چھوڑا۔ طوبیٰ کے چہرے پر ابھی بھی ہوائیاں اڑ رہی تھیں، جبکہ شاہ میر کے چہرے پر ایک مدھم سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"انسانوں کی طرح نہیں آسکتے تم۔۔۔" وہ ہلکا سا چڑ کر بولی۔

"نہیں۔۔۔" وہ مزے سے مسکرایا۔ "ویسے تم کیوں آدھی رات کو بدروح بن کر گھوم رہی ہو، یا پھر تمہارے دل نے بتا دیا تھا تمہیں کہ میں پہنچنے والا ہوں" اس نے شوخ نظروں سے طوبیٰ کے چہرے کا احاطہ کیا۔

"ہمیشہ خوش فہمیوں میں ہی رہنا، پیپر ہے صبح میرا اور درشہوار کا، چائے بنانے آئی تھی میں۔۔" وہ خفا خفا سی شاہ میر کو اپنے دل کے بہت قریب محسوس ہوئی۔

"میں چلوں تمہارے ساتھ کچن میں۔۔۔" وہ شوخ ہوا۔

"شکریہ، کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔" اس نے منہ بنایا۔

"اچھا، پھر ایک کپ میرے لیے بھی بنا کر لے آنا، یقین مانو، دل سے دعا کروں گا تمہاری کامیابی کی۔۔" اس نے شرارتی نگاہوں سے اس کا تپا تپا سا چہرہ دیکھا، وہ بھی شاید کسی اچھے موڈ میں تھی۔

"اچھا، اچھا بنا دوں گی، لیکن خبردار، کچن میں آکر میرے سر پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔" طوبیٰ نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی اور جلدی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ وہ کچھ لمحے تو مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا اور پھر سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، اس کے دل کی دنیا ایک دم ہی روشن ہو چکی تھی۔ وہ ہلکا سا گنگناتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں داخل ہوا، جیسے ہی اس نے سوئچ بورڈ سے کمرے کی لائیٹ کا بٹن نیچے کیا، بھک کر کے اس کا دماغ اڑ گیا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے کا منظر دیکھنے لگا، اگرچہ پاک آرمی کی ٹریننگ نے اس کے حواس خاصے مضبوط بنا دیئے تھے لیکن اندر کا ماحول ہی کچھ ایسا تھا کہ ایک لمحے کو اسے بھی اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اوہ میرے اللہ۔۔۔!!!"

شاہ میر نے پریشان نظروں سے پنکھے سے لٹکی صندل کی ڈیڈ باڈی دیکھی اور اس کی پیشانی پر لکیروں کا ہلکا سا جال گہرا ہوتا گیا۔ وہ ایک نظر میں ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ سانسوں کا زندگی سے رشتہ ختم ہوئے کافی وقت گذر چکا ہے۔

اس نے تاسف بھری نظروں سے اپنے کمرے کا مکمل جائزہ لیا، صندل نے بڑے منظم طریقے سے اس کام کی منصوبہ بندی کی تھی، کہیں پر بھی کوئی جھول نظر نہیں آرہا تھا، وہ بڑے مضبوط اعصاب کا حامل تھا، تبھی تو ایسے ماحول میں بھی پرسکون انداز میں

کھڑا تھا۔اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اس وقت چیخیں مارتا ہوا وہاں سے نکل چکا ہوتا۔

طوبیٰ، جو کسی کام سے شاہ میر کے پیچھے آئی تھی اب دروازے میں کسی بت کی طرح ایستادہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔اسکا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو چکا تھا اور دل کو تو گویا پنکھے لگ گئے تھے۔۔

"یہ کیا، کیا اس بے وقوف لڑکی نے۔۔۔"طوبیٰ کے چہرے پر خوف اور بوکھلاہٹ مترشح تھی۔

"کسی بھی چیز کو ہاتھ مت لگانا۔۔۔"شاہ میر نے بڑی سرعت سے اسکا بازو پکڑ کر پیچھے کو کھینچا۔

"یہ سب کیا ہے شاہ میر، یہ تو بالکل ٹھیک تھی شام میں۔"مارے گھبراہٹ کے وہ بے ربط ہونے لگی۔

"دماغ خراب ہونے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔"اس نے بید کی طرح لرزتی طوبی کا ہاتھ نرمی سے پکڑا۔

"بی ریلکس یار۔۔۔"

"بہت ظلم کیا اس نے اپنے ساتھ۔ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اسے۔۔۔"طوبیٰ کی سانسیں ہموار ہونے کا نام ہی نہیں لے رہیں تھیں۔اس کی آنکھوں سے

آنسو ایک قطار کی صورت میں بہنے لگے۔

"میں بابا اور باقی لوگوں کو انفارم کرتا ہوں، تم پلیز جائو اپنے روم میں۔۔۔"وہ اسے تسلی دیتا ہوا فوراً کمرے سے نکلا۔

"اوکے۔۔۔"طوبیٰ نے دوپٹے سے اپنی نم آنکھیں رگڑیں، اچانک اسکی نظر گلابی رنگ کے کاغذ پر پڑی، جو بیڈ کے پاس کارپٹ پر گرا ہوا تھا۔اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی۔

"یہ کیا ہے۔۔۔؟"وہ تیر کی طرح اس جانب لپکی اور بڑی سرعت سے پرچہ اٹھایا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے کھول کر دیکھتی، کمرے کے باہر قدموں کی چاپ سن کر اس نے فوراً وہ صفحہ اپنی مٹھی میں بند کر کے ہاتھ دوپٹے کے نیچے کر لیا تھا۔

"تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو، جائو یہاں سے۔۔۔"شاہ میر ایک دم ہی واپس آیا، لیکن اس بار اس کے ساتھ ہانپتی کانپتی تاجدار بیگم تھیں جنہوں نے

کمرے میں داخل ہوتے ہی دہل کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"یا اللہ رحم، کیا، کیا اس پاگل لڑکی نے، میری چھٹی حس ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔"تاجدار بیگم نے ایکدم ہی دہائی ڈال دی۔

"اس کے ارادے تو مجھے بہت دنوں سے خطرناک لگ رہے تھے۔۔۔"انہوں نے مزید کہا۔

"استغفر اللہ، استغفر اللہ۔۔۔"ندرت امّی بھی آنکھیں ملتی ہوئی پیچھے پہنچ گئیں۔

"توبہ توبہ قربِ قیامت کی نشانیاں ہیں۔۔"شارقہ بیگم کون سا کسی سے کم تھیں وہ بھی فوراً ہی جائے واردات پر

پہنچیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کمرے میں خواتین کا جھمگٹا سا لگ گیا تھا۔ اس وقت سب صندل کی طرف دیکھنے سے دانستہ گریز کر رہیں تھیں لیکن جائے وقوعہ کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہو رہیں تھیں۔ شاہ میر فوراً بھاگ کر میر خاقان علی کو بلا لایا۔

"میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔۔۔" ندرت بیگم نے خاقان علی کی کمرے سے باہر جھلک دیکھتے ہی باہر کی راہ پکڑی، ویسے بھی وہ سب سے تیز خاتون تھیں اور جانتی تھیں کہ اب اگلا حکم کون سا جاری ہونے والا ہے۔

"یہ کیا کوئی سرکس کا شو ہے، جو سب میدان سجا کر بیٹھ گئیں ہیں، نکلیں یہاں سے۔۔" وہ ایک دم ہی اندر داخل ہو کر دھاڑے۔

"میں تو خود انہیں یہی کہہ رہی تھی۔۔۔" تاجدار بیگم نے فوراً ہی اپنا بیان بدلا۔

"بھابھی پلیز، آپ سب لوگ جائیں یہاں سے۔۔۔" انکے لہجے میں چھپی برہمی کو بھانپ کر سبھی خواتین نے باہر کی طرف دوڑ لگائی، اور پھر ہال کمرے میں جا کر ہی سکون کا سانس لیا، لڑکیاں تو بے تحاشا خوفزدہ تھیں۔

"شاہ میر، بات سنو میری، یہ نیوز گھر سے باہر نکلنے نہ پائے۔۔۔" خاقان علی نے معاملے کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے اگلا آرڈر جاری کیا۔

"لیکن صندل کی فیملی۔۔۔" وہ ہلکا سا جھجک کر چپ ہوا۔

"اگر شور مچائیں تو بجھوا دو انہیں ملتان، بڑی حویلی میں، ورنہ چپ چاپ پڑے رہیں یہاں۔۔" ان کا لہجہ خاصا سفاک تھا۔

"جی چچا جان۔۔۔۔" شاہ میر نے تابعداری سے سر جھکایا۔

میر خاقان علی نے اپنے سیل فون پر میر حاکم کا نمبر ملایا جو پاورڈ آف جا رہا تھا، انہوں نے عجلت بھرے انداز میں اپنے بھتیجے وہاج کو کال کی جو تیسری بیل پر اٹینڈ کر لی گئی تھی۔

"کہاں ہو تم۔۔۔؟" میر خاقان علی کے لہجے کی سنگینی پر وہ بوکھلا سے گئے۔

"نور محل میں ہوں، کیا ہوا چچا جان۔۔۔؟"

"فوراً پہنچو میر ہاؤس، اور بابا جان کو بھی ساتھ لے کر آنا۔۔۔" خاقان علی کے دوٹوک انداز پر وہاج ہڑبڑا کر اٹھے اور اگلے ایک ڈیڑھ گھنٹے میں وہ اپنی گاڑی اڑاتے ہوئے مری پہنچے تو ہال کمرے میں خواتین کی محفل سجی ہوئی تھی۔

"بی بی جی آپ مانیں یا نہ مانیں، اس کڑی پر جنات کا سایہ ہو گیا تھا۔" گھر کی ملازمہ اکبری نے دائیں بائیں دیکھ کر اپنی طرف سے بڑی نیوز بریک کی تھی، جبکہ ندرت بیگم نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اپنی زبان بند ہی رکھو تو بہتر ہے، ایسا نہ ہو وہی جنات تمہیں بھی اٹھا کر کسی جنگل میں پھینک آئیں۔' ندرت بیگم کے طنزیہ

اندازپر اکبری نے خوفزدہ انداز میں اپنے دل پر ہاتھ رکھااور اب کہ اس کے ہونٹوں پر خاموشی کی گہری مہر ثبت ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟' وہاج کو اپنا دل سینے کی پسلیاں توڑ کر باہر نکلتا ہوا محسوس ہوا۔

"صندل نے خودکشی کرلی۔۔۔" اس خبر نے ان کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی۔انہوں نے بے ساختہ ہی نظریں چرائیں۔

"لیکن، کیوں۔۔۔؟" ان کا رنگ فق ہوا۔

"یہی تو پتا نہیں چل رہا۔۔۔" تاجدار بیگم کی بات پر ان کی سانسیں بحال ہوئیں۔

"وہاج بھائی، آپکو خاقان چچا بلارہے ہیں۔۔"

شاہ میر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنے چچا کا پیغام دیا، داجی تو سیدھے میر محتشم کے کمرے میں چلے گئے تھے۔جہاں ان سب نے مل کر اگلی حکمت عملی وضع کرنی تھی۔اتنے ٹھنڈے موسم میں بھی وہاج کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

"یہ کیا، کیا اس پاگل لڑکی نے۔۔۔"وہ دل ہی دل میں اسے کوستے ہوئے اپنے والد کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

صندل کے پورے خاندان پر تو لگتا تھا قیامت ٹوٹ گئی تھی،اسکی ماں کو کو غشی کے دورے پڑ رہے تھے اور اسکا باپ صدمے کے عالم میں بس اپنی بیٹی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا، جس پر موت کی زردی چھاچکی تھی۔اس کے چہرے پر اس قدر ویرانی اور وحشت تھی کہ کوئی بھی زیادہ دیر تک اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا۔۔۔"

ٹینا ہاؤس میں عجیب سی بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔اس سارے ہنگامے سے بے نیاز، ہارون رضا گھٹنوں تک آتی شارٹس میں ملبوس صوفے پر نیم دراز سگار سے دھوئیں کے بادل بنا رہے تھے۔

بظاہر ان کی نگاہیں اپنے آئی فون کی اسکرین پر جمی ہوئیں تھیں لیکن پورا وجود مجسم سماعت بنا ٹینا بیگم کی طرف متوجہ تھا۔ٹخنوں سے تھوڑا اوپر آتے سیاہ رنگ کے اسکرٹ پر وہ سرمئی رنگ کا ٹاپ پہنے خود ایک چلتی پھرتی قیامت بنی اضطراری انداز میں لائونج میں ٹہل رہیں تھیں۔ان کے سیل فون کی مترنم گھنٹی بار بار بج رہی تھی لیکن وہ اس وقت صرف خاص اور کام کی کالز ہی اٹینڈ کر رہیں تھیں۔

رومیصہ کی گمشدگی کی اطلاع پورے شہر میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔اس وقت بنگلے کے باہر پولیس ہی پولیس تھی ۔ٹینا بیگم نے اپنے تمام اثرورسوخ کا استعمال کر لیا تھا لیکن اس کے باوجود رومیصہ کے بارے میں ایک کوئی سن گن نہیں مل پا رہی

تھی۔

"تم نے آخر جانے ہی کیوں دیا اسے۔۔" وہ ہارون رضا پر برس پڑیں، جو سگار منہ میں دیئے ایک سائیڈ پر بیٹھے، پوری سچویشن سے دل ہی دل میں لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ رومی اب زندہ حالت میں گھر واپس نہ آئے۔

"وہ سنتی ہے کسی کی۔۔۔" انہوں نے طنزیہ نگاہوں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے سگار کا دھواں اڑایا۔

"سات گھنٹے گذر چکے ہیں، آخر گئی کہاں وہ۔۔۔" وہ سر پکڑ کر کاؤچ پر بیٹھ گئیں۔

"شاید کلب گئی ہو۔۔" ہارون رضا نے لقمہ دیا۔

"ہر جگہ پتا کروا چکی ہوں، کلب، ہوسپٹل، جم، ائیر پورٹ، یونیورسٹی اور اسکی فرینڈز سے۔۔" پریشانی ان کے ہر انداز سے ہویدا تھی۔

"ایک جگہ تو رہ گئی۔۔۔" ہارون کے چہرے پر ایک دل جلاتی مسکراہٹ ابھری۔

"کون سی۔۔۔؟" وہ بے چین ہوئیں۔

"ہوسپٹل کے مردہ خانے (Mortuary) میں۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔۔" ٹینا بیگم خونخوار انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئیں چلائیں، کچھ بھی تھا، ہارون نے اس دفعہ ڈاریکٹ ان کے کلیجے میں ہاتھ ڈالا تھا، وہ رومیصہ سے جتنی بھی خفا ہوں لیکن تھی تو وہ ان کی ہی اولاد۔

وہ کھا جانے والی نگاہوں سے اپنے شوہر کو دیکھنے لگیں، جو ایک دم ہی ان کے دل سے اتر چکا تھا۔

"آئی ایم مچ سیریس۔۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائے۔

کارڈلیس اٹھائے، لائونج کی سیڑھیاں اترتی شہر زاد نے ان کے دونوں جملے بقائمی ہوش و حواس سنے تھے اور اس کے پورے وجود کا لہو سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا تھا۔ وہ جو پہلے ہی رومیصہ کی وجہ سے سخت ٹینشن میں تھی، ہارون رضا کے اس جملے نے اسکے ضبط کی ایسی کی تیسی پھیر دی تھی۔

"ایکسکیوز می۔۔۔"

وہ ایک دم ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور انگلی کے اشارے سے انہیں کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ ہارون اسکے چہرے پر پھیلی غضب ناکی سے بوکھلا کر فوراً کھڑے ہوئے۔ ٹینا بیگم نے بھی ہڑبڑا کر اسکی طرف دیکھا۔

"یو کین گو نائو۔۔۔" شہر زاد کے سرد انداز پر وہ بھونچکا کر رہ گئے۔ اس قدر رکھائی کی انہیں کہاں توقع تھی۔

"آئندہ یہ شخص اس گھر میں نظر آیا تو اچھا نہیں ہو گا۔۔" شیری کے جارحانہ انداز پر ٹینا بیگم بھی سسپٹا سی گئیں۔

"کم آن شیری، لیو اٹ، عادت ہے اسے، فضول بولنے کی۔" انہوں نے ماحول کا تناؤ کم کرنے کی ناکام کوشش کی، لیکن آج شاید ہارون رضا کے ساتھ ساتھ ان کے بھی ستارے گردش میں تھے۔

"لیکن، مجھے عادت نہیں ہے اپنے گھر میں کسی بھی قسم کی، چیپ گفتگو سننے کی۔۔۔" وہ شعلہ بار نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتی ہوئی ان کے چھکے چھڑا رہی تھی۔ ہارون کو یوں لگا جیسے کسی نے انہیں اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا ہو۔

"اٹس ٹو مچ ٹینا۔۔۔" ہارون نے تلملا کر ٹینا بیگم سے اس طرح شکایت کی۔ جیسے دونوں کے درمیان بڑے خوشگوار تعلقات رہے ہوں۔

"مام ان سے کہیں، جائیں یہاں سے، یا پھر میں گارڈ کو بلائوں۔۔۔" شہر زاد نے بے رخی کے سارے ریکارڈ توڑے۔

ہارون رضا نے سائیڈ میز پر رکھا اپنا والٹ، سیل فون اور گاڑی کی کیز جھٹکے سے اٹھائیں اور غصّے سے پائوں پٹختے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔

"خس کم جہاں پاک۔۔۔" اپنی لندن پلٹ بیٹی کے منہ سے یہ جملہ سننا ٹینا بیگم کے لیے کسی بڑے اچھنبے سے کم نہیں تھا۔

"شیری، یہ اچھا نہیں کیا تم نے۔۔۔۔" وہ ہلکا سا جھجک کر زبردستی مسکرا کر بولیں۔

"مام، آج آپ کو ایک فیصلہ کرنا ہی ہو گا۔۔۔"

وہ ترشی سے گویا ہوئی، ٹینا بیگم نے سوالیہ نگاہوں سے اپنی اس بیٹی کی طرف دیکھا، جو ماحول پر چھا جانے کی فطری صلاحیت سے مالا مال تھی۔

"اپنا ڈائیورس کیس آپ خود فائل کریں گی یا یہ کام بھی مجھے ہی کرنا ہو گا۔" شہر زاد کے اگلے جملے پر ٹینا بیگم ایک دم خفت کا شکار ہوئیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اس بات پر کوئی تبصرہ کرتیں، شہر زاد کے سیل فون پر آنے والی کال نے ان دونوں کی توجہ اس موضوع سے ہٹا دی۔

"ہیلو۔۔۔" شہر زاد نے بے تابی سے اس انجان نمبر کو اٹینڈ کیا۔

"شہاب بات کر رہا ہوں میم۔۔۔" دوسری طرف مسز قریشی کا پرسنل اسسٹنٹ تھا۔

"کچھ پتا چلا رومی کا۔۔۔" اس نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

"رومیصہ کی گاڑی مل گئی ہے، جناح سپر مارکیٹ سے۔" اگلی اطلاع نے شہر زاد کو بے چین کیا۔

"آپ کو کس نے بتایا۔۔۔؟"

"اے ایس پی ارتضی حیدر صاحب کی کال آئی تھی میڈم قریشی کو۔۔۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اور رومیصہ کا کچھ پتا چلا۔۔۔؟؟؟" اس کا لہجہ پریشانی سے بوجھل ہوا۔

"ان کے بارے میں ابھی کوئی اطلاع نہیں۔۔" شہاب نے مزید مختصر ابات کر کے فون بند کر دیا۔

شہر زاد نے فورا اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی، وہ اس سلسلے میں مسز قریشی سے تفصیلی میٹنگ کر کے بیرسٹر محمود کے خلاف ایف آئی آر کٹوانا چاہتی تھی، نہ جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ اس سارے قصّے کے پیچھے اسی کی فیملی کا ہاتھ ہے۔ ایک لمحے کو ہارون رضا اور اسکی ساری باتیں اس کے ذہن سے نکل گئیں تھیں رومی کا مسئلہ ہر چیز پر حاوی ہو گیا تھا۔

ٹینا بیگم کو پریشانی میں چھوڑ کر وہ اپنی گاڑی لیے باہر نکلی تو پولیس کی دو گاڑیاں ان کے گھر کے عین سامنے کھڑی تھیں۔ یقینا ٹینا بیگم اپنے سورسز کا استعمال کر چکیں تھیں۔ جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا، شہر زاد کا دل بیٹھتا جا رہا تھا۔

ان دونوں بہنوں کے درمیان میں بہت زیادہ دوستی تو کبھی بھی نہیں رہی تھی لیکن، خون کے رشتے کی کشش نے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ رکھا تھا، پہلی دفعہ شہر زاد کو اندازہ ہوا، کہ رومیصہ خاصی متلون مزاج لڑکی تھی، اس کا موڈ لمحہ بہ لمحہ بدلتا تھا اور مزے کی بات یہ تھی کہ وہ اپنی ہی کی ہوئی باتوں اور چیزوں کو بھول جاتی، اس نے ضد کر کے شہر زاد کو پاکستان بلوایا اور اس کے بعد نو لفٹ کا بورڈ لگا دیا۔

اس سلسلے میں شہر زاد کی تمام کوششیں بے سود رہیں اور دوسرے وہ جس کلاس سے تعلق رکھتی تھیں، وہاں ہر کسی کو اپنے رشتوں سے زیادہ اپنی پرائیویسی عزیز تھی۔ اسی وجہ سے اس نے بھی رومیصہ کے معاملات میں زیادہ گھسنے کی کوشش نہیں کی، جسکا خمیازہ اسے اب بھگتنا پڑ رہا تھا۔

وہ جیسے ہی اپنی گاڑی مین روڈ پر لے کر آئی، سیل فون پر ایک دفعہ پھر ایک نا آشنا نمبر بلنک ہوا۔ اس نے عجلت بھرے انداز میں کال اٹینڈ کی۔

"شہر زاد، کہاں ہو تم۔۔۔؟" ہم زاد کی آواز سن کر اس کے حلق سے ایک لمبی سانس خارج ہوئی۔

"آفس جا رہی ہوں۔۔" اس نے بھی کسی بھی قسم کی بحث کیے بغیر جواب دیا۔

"اوکے، میں تمہارے آفس ہی میں ہوں۔۔۔" اس نے شہر زاد کی سماعتوں میں گویا بم پھوڑا۔

"کیا۔۔۔؟" اسٹیرنگ پر اسکی گرفت مضبوط ہوئی۔

"کیوں، میں نہیں آسکتا کیا۔۔۔" وہ محتاط انداز میں گویا ہوا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا، میں بس پہنچ رہی ہوں آفس۔۔" اس نے بوکھلا کر وضاحت دی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ایک لفافہ چھوڑے جا رہا ہوں تمہاری ٹیبل پر، شاید کچھ ہیلپ کر سکے۔۔۔" وہ اس وقت

خاصی عجلت میں تھا۔

''لیکن، میں رومیصہ کے سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔۔۔''اس نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

''لیکن میں اس سلسلے میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا۔۔۔''اس کے صاف انکار کر اسے دھچکا سا لگا۔

''لیکن، کیوں۔۔۔؟''اسکی آواز احتجاجاً بلند ہوئی۔

''میں آپ سے صرف آپ ہی کے سلسلے میں ملنا چاہتا ہوں۔۔۔''اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''اٹس ناٹ فیئر۔۔۔''شہرزاد کو بُرا لگا۔

''آپ اپنے سیل فون میں میرا نمبر محفوظ کر لیں، جب کبھی میرے نام پر آپ کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں گی، میرا وعدہ ہے میں اس دن سرخ گلابوں کے ساتھ آپ کو ملنے آئوں گا۔۔۔''وہ اپنے مخصوص دل چراتے لہجے میں اپنی بات مکمل کر کے فون بند کر چکا تھا۔

شہرزاد کو اچھی خاصی مایوسی ہوئی، لیکن جلد ہی اس نے مختلف سوچوں کو اپنے ذہن سے جھٹکا اور پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے باہر نکلی۔ آفس کی ریسیپشن پر موجود لڑکی گھر جا چکی تھی، اور وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر فرسٹ فلور پر آئی، کوریڈور سنسان تھا، صرف اس کے ایک دو کولیگس کے آفس اوپن تھے۔ وہ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اپنے آفس میں داخل ہوئی۔

کمرے میں کریڈ(Creed) پرفیوم کی بھینی بھینی سی مہک نے اس کا استقبال کیا، اس کی میز پر کافی کا ایک خالی مگ تھا۔ وہ واقعی یہاں سے ہو کر واپس جا چکا تھا لیکن اسکی خوشبو ابھی بھی کمرے میں رقص کرتی پھر رہی تھی۔

اس نے گردن گھما کر کارنر ٹیبل کی طرف دیکھا، جہاں کافی کا سامان کھلا ہوا تھا، یقیناً اس نے کافی بنانے کا فریضہ بھی خود ہی سرانجام دیا تھا۔ سامنے میز پر ایک براؤن کلر کا لفافہ تھا، شہرزاد نے عجلت بھرے انداز میں اسے کھولا، اور ساتھ ہی اس کا دماغ بھک کر کے اڑ گیا۔

وہ سی سی ٹی وی سے لی گئی کچھ تصاویر تھیں، اس لیے کچھ دھندلی سی تھیں لیکن ان تصاویر سے وہ بخوبی اندازہ لگا سکتی تھی کہ رومی کس حادثے کا شکار ہو چکی ہے۔ سیاہ رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس دو ینگ لڑکے رومی کو گھسیٹ رہے تھے، سامنے ان کی گاڑی کھڑی تھی لیکن بدقسمتی سے وہ اس اینگل سے کھڑی تھی کہ اسکا کوئی نمبر اور شناختی چیز سامنے نہیں آ رہی تھی۔ ان لڑکوں کا بھی صرف سائیڈ پوز تھا۔

''اوہ نو۔۔۔''شہرزاد کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

وہ دھپ کر کے اپنی کرسی پر بیٹھی، اس نے جلدی سے اپنا سیل فون نکالا، اور ریسیوڈ کالز میں ہمزاد کا سیل نمبر موجود تھا، وہ

واقعی وعدے کا پکا تھا اور اس بار اس نے شہر زاد کو شاید اپنے ہی نمبر سے کال کی تھی۔ شہر زاد کی کال تیسری بیل پر ریسیو کر لی گئی تھی۔

"تصاویر دیکھ لیں تم نے۔۔۔" وہ خاصا ذہین تھا اور اندازہ کر چکا تھا کہ شہر زاد نے اسے فوراً ہی کال کیوں کی۔

"یہ کہاں سے لی ہیں آپ نے۔۔۔؟"

"اسی ریسٹورنٹ سے، جس کے پاس رومی کی گاڑی کھڑی تھی۔۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"آپ کو کس نے بتایا رومی کے اغوا کا۔۔۔"

"کم آن شہر زاد، ایک ذہین و فطین بیرسٹر کو ایسے بچگانہ سوالات سوٹ نہیں کرتے، تمہیں بارہا بتا چکا ہوں، تمہارے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں میں۔" اس کی بات نے شہر زاد کو ہلکی سی خفت میں مبتلا کیا۔

"آپ کے خیال میں کون لوگ ہیں یہ۔۔۔"؟ اس نے فوراً موضوع گفتگو بدلا۔

"کچھ کنفرم نہیں کہہ سکتا۔۔۔"

"بیرسٹر محمود کی فیملی۔۔۔؟" شہر زاد نے اپنا خدشہ اس کے سامنے ظاہر کیا۔

"آئی ڈونٹ تھنک سو۔۔" اسکی بات نے شہر زاد کو حیران کیا، اتنا تو وہ بھی جان گئی تھی کہ اسکی باتوں میں دم ہوتا تھا۔

"دیکھو شہر زاد، بیرسٹر محمود کا کیس بہت اسٹرونگ ہے، اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر ایسی بے وقوفانہ حرکت کرے۔" وہ کچھ معاملات میں خاصی پریکٹیکل اپروچ کا حامل تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ، لیکن کون لوگ ایسی حرکت کر سکتے ہیں۔۔۔" وہ پریشان ہوئی۔

"اسی سوال کا جواب تو ہم دونوں نے مل کر ڈھونڈنا ہے، لیکن اطمینان رکھو میں ہر جگہ پر تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔" دھیمے لہجے میں بولتا ہوا وہ اسے تسلی تو دے گیا تھا لیکن شہر زاد، دل ہی دل میں رومی کے لیے سخت پریشان ہو چکی تھی۔

وہ جیسے ہی فون بند کر کے اپنی فائل کی طرف متوجہ ہوئی، آفس بوائے ہلکا سا دروازہ ناک کر کے کمرے میں داخل ہوا۔ شہر زاد نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میم عالیہ آپ کو اپنے آفس میں بلا رہی ہیں۔"

"اوکے۔۔۔" اس نے فوراً تصاویر کا لفافہ اٹھایا اور ایکدم ایک خیال اس کے ذہن میں ابھرا۔ "عبدالشکور میری بات سنو۔۔"

"جی میڈم۔۔۔" وہ مودبانہ انداز میں پلٹا۔

''آج شام چھے بجے کوئی میرے آفس میں آیا تھا کیا۔۔۔''اس نے دانستہ لاپرواہ لہجے میں پوچھا۔

''میری موجودگی میں تو کوئی نہیں آیا تھا،ہاں ایک گھنٹے کے لیے میں کچھ ضروری ڈاکومنٹس لینے ضرور گیا تھا بڑی میڈم کے ہاں۔''اس نے فوراً گھبرا کر صفائی دی تو شہر زاد کو اسکے لہجے سے اندازہ ہو گیا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا، تبھی اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کوئی بات ہوئی ہے کیا۔۔۔؟''وہ پریشان ہوا۔

''نہیں۔۔تم یہ فائلیں مسز قریشی کے آفس میں پہنچاؤ، میں پانچ منٹ میں آ رہی ہوں۔۔'' شہر زاد نے ٹیبل پر موجود فائلوں کی طرف اشارہ کیا اور خود فریش ہونے کے لیے اپنے آفس سے ملحقہ واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر واش بیسن پر رکھی راڈو کی مردانہ گھڑی پر پڑی، اس نے فوراً اٹھائی اور حیرانگی سے اسکا جائزہ لیا، وہ یقیناً اسی کی واچ تھی جو وہ یہاں بھول گیا تھا۔ شہر زاد کے لیے تعجب کی بات اس کا آفس میں آنا نہیں، بلکہ اتنے اطمینان سے وہاں بیٹھ کر کافی پینا اور اسے کال کرنا تھا، وہ یقیناً کوئی بہت پر اعتماد اور مضبوط اعصاب کا حامل شخص تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صندل کی تدفین انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ کر دی گئی تھی۔

اگلے کئی روز تک میر ہاؤس پر ایک محسوس کیے جانے والی بوجھل سناٹے کا راج رہا، ہر کوئی ایک دوسرے سے آنکھیں چرا رہا تھا، صندل کی موت کا معمہ اس کے ساتھ ہی مٹی میں دفن ہو گیا تھا۔

شروع شروع میں داجی نے اس کے سارے خاندان کے لوگوں کو کریدنے کی کوشش کی، لیکن سب کا یہی کہنا تھا کہ وہ یہاں سے جانے سے پہلے بالکل ٹھیک تھی، لیکن داجی چونکہ خود بھی نور محل میں ہی رہتے تھے، اس لیے وہ وہاں کے حالات سے بالکل مطمئن تھے، پھر بھی انہوں نے فارحہ بھابی سے بھی گھما پھرا کر پوچھنے کی کوشش کی، لیکن ان کے پاس بھی کوئی ایسی معلومات نہیں تھیں، جو ان کے لیے سودمند ثابت ہوتیں۔

میر ہاؤس کی لڑکیوں کے ہونٹوں پر بھی خاموشی کی مہر ثبت ہو چکی تھی، ہر کوئی ایک اس واقعے کے بعد عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے صندل جاتے جاتے ساری لڑکیوں کے قہقہے بھی اپنے ساتھ قبر میں لے گئی ہو۔

وہ تینوں اس وقت پچھلے لان میں موجود تھیں اور خلاف توقع وہاں کسی بھی قسم کا ہنگامہ نہیں تھا، درشہوار کے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس میں کافی ساری کچی کیریاں رکھی ہوئی تھیں۔ نمیرہ درخت کے ساتھ لگے جھولے پر اور طوبی درشہوار کے ساتھ لان کی گھاس پر براجمان تھی۔

''تمہارے خیال میں اس نے کیوں خود کشی کی ہو گی۔۔۔؟'' نیمرہ نے جھولے پر بیٹھے ہوئے افسر دگی سے پوچھا۔

''مجھے لگتا ہے اسے کسی سے محبت ہو گئی تھی۔۔۔'' درشہوار نے ہاتھ میں پکڑی کیری پر نمک نہیں چھڑکا تھا بلکہ بالکل سامنے بیٹھی طوبیٰ کے سارے زخم ہرے کر دیئے تھے۔ وہ صندل کے ہاتھ کا لکھا ہوا رقعہ پڑھ چکی تھی اور اس میں موجود لفظوں نے طوبیٰ کی زندگی کا سارا سکون برباد کر دیا تھا۔

''محبت۔۔۔ لیکن کس سے۔۔؟'' نیمرہ چھلانگ مار کر جھولے سے اتری۔

''یہ ساتھ والے پڑوسی ہادی سے۔۔۔'' طوبیٰ نے جل کر لقمہ دیا، درشہوار کا رنگ ایک لمحے کو فق ہوا، وہ اس مذاق کو حقیقت سمجھی تھی۔

''سیریسلی۔۔۔؟'' نیمرہ کی آنکھیں تعجب کے اظہار کو پوری کھل گئیں۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔۔؟'' طوبیٰ بیزاری سے مزید گویا ہوئی۔ ''محبت ہو گئی تھی، ہونہہ۔۔۔''

''کیوں، غلط کہا میں نے۔۔۔'' درشہوار نے بُرا سا منہ بنایا۔

''ہاں، اس لیے کہ یہ سراسر ایک فضول اور من گھڑت بات ہے، بندہ بات تو وہ کرے، جس پر یقین آ جائے۔'' ایک عجیب سی طنزیہ مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر در آئی۔ درشہوار اور نیمرہ کا مشترکہ قہقہہ فضائوں میں گونجا۔

طوبیٰ نے چونک کر ان دونوں کی طرف دیکھا اور پہلی دفعہ اسے ان کی لاعلمی پر رشک آیا۔ اس کا دل بھر آیا، وہ چیخ چیخ کر رونا چاہتی تھی۔ اس کے دل و دماغ میں جھکڑ چلنے لگے۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی اور پھر اگلے کئی گھنٹے باہر نہیں نکلی۔ اس کی نیند، بھوک اور سکون سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ ہر لمحہ اسے صندل کی آہیں، مری کی تیز ہوائوں کی شائیں شائیں کے ساتھ بین کرتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔۔

وہ اکثر رات گئے، اس کاغذ کو باہر نکالتی، جو اس کے لیے ایک جلتا ہوا انگارہ بن چکا تھا۔ اس پر لکھا ہوا ایک ایک لفظ اس کے دل پر تحریر تھا، وہ چاہتے ہوئے بھی یہ بات کسی سے شئیر کرنے کی جرائت نہیں کر سکتی تھی۔

صندل کا سارا خاندان وہیں تھا اور وہ لوگ خود شرمندگی سے نظریں چرائے پھرتے تھے۔ انہیں لگتا تھا کہ ان کی بیٹی نے یہ قدم اٹھا کر مالکوں کی نظروں میں ان کی وقعت کم کر دی ہے۔

اس دن طوبیٰ اپنے اور انابیہ کے مشترکہ کمرے میں موجود تھی۔ رات کے دو بج رہے تھے اور نیند اس کی آنکھوں سے روٹھ چکی تھی۔ انہی دنوں شاہ میر اپنی یونٹ کے ساتھ نیا نیا کھاریاں سے پوسٹڈ ہو کر مری آ چکا تھا اور آجکل آئوٹ لیونگ اسٹیشن پرمیشن کے تحت گھر میں ہی رہ رہا تھا۔ طوبیٰ نے سونے کی ہر ممکن کوشش اور تنگ آ کر سائیڈ میز پر رکھا انابیہ کا ناول اٹھا لیا۔

جیسے ہی اس نے ناول کھولا، اس میں سے ایک تصویر نکل کر طوبیٰ کی گود میں آن گری، وہ برہان کی کونوکیشن کے موقعے پر کھینچی ہوئی ایک خوبصورت تصویر تھی، طوبیٰ نے بیزاری سے سر جھٹک کر وہ دوبارا ناول میں رکھ دی، اسے اپنی بہن سے بے تحاشا ہمدردی محسوس ہوئی۔

نہ جانے کیوں میر ہائوس کے سارے ہی مرد اس کے دل سے اتر گئے تھے۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھی، وہ یہ راز کسی اور سے شئیر کرنا چاہتی تھی، اچانک اسے کمرے کے باہر چھن چھن کی آواز محسوس آئی۔

طوبیٰ کا دل دھک کر کے رہ گیا، یہ آواز اسکی سماعتوں میں اچھی طرح محفوظ تھی، کیونکہ سب جانتے تھے صندل کو پاذیب پہننے کا خاصا شوق تھا، جس کی وجہ سے وہ میر ہائوس کی خواتین سے کئی دفعہ عزت افزائی کروا کر اتار دیتی، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد وہ ڈھیٹ بن کر دوبارہ پائل پہن لیتی۔

''چھن چھن چھن۔۔۔'' یہ آواز طوبیٰ کے دروازے پر آکر تھم سی گئی، اسے اپنی دھڑکنوں میں ایک طوفان سا آتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے ہراساں نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔

''صندل کی پاذیب، لیکن کس نے پہنی ہے۔۔'' اس سوچ نے اسے بے چین کیا۔ اس نے کنکھیوں سے انابیہ کی طرف دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی، اس لیے اس نے اسے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا، باہر ایک دفعہ پھر پائل چھنکی۔

''مجھے دیکھنا چاہیے۔۔۔'' وہ بڑی سرعت سے اٹھی، اور جیسے ہی دروازے کے پاس پہنچی، پائل کی آواز اسے دروازے سے دور جاتی ہوئی محسوس ہوئی، اس نے بڑی تیزی سے دروازہ کھولا، باہر کوریڈور سنسان تھا۔

وہ الجھن بھرے انداز میں ٹی وی لائونج کی طرف بڑھی، شاہ میر کے کمرے کا دروازہ کھلا، اور اس نے نیند بھری آنکھوں سے اسکی طرف چونک کر دیکھا۔

''یہ آدھی رات کو تم کیا چھن چھن کرتی پھر رہی ہو۔۔۔'' اس جملے نے طوبیٰ کا رہا سہا سکون بھی غارت کر دیا۔۔

''کیا وہ آواز تم نے بھی سنی تھی۔۔۔؟'' اس نے ہراساں نگاہوں سے شاہ میر کی طرف دیکھا۔

''ہاں، تبھی تو باہر نکلا ہوں میں۔۔۔'' اس نے گویا دھماکہ کیا۔ وہ ایک گہرے خوف کے زیر اثر بالکل اسکے قریب آ گئی، جیسے ڈر گئی ہو۔

''ایسی پائل تو صندل پہنا کرتی تھی۔۔۔'' طوبیٰ کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی، شاہ میر نے بے یقینی سے اسکی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب۔۔۔؟''

"بائے گاڈ، صندل کی پائل کی بھی ایسی ہی آواز تھی۔۔۔" اس نے نظریں چرا کر اپنی بات کو دوبارا دہرایا۔

"اچھا، چلو باہر دیکھ کر آتے ہیں۔۔۔" شاہ میر نے لاشعوری طور پر اسکا بازو پکڑا، طوبیٰ کو کرنٹ لگا اور وہ بدک کر دو قدم پیچھے جا کھڑی ہوئی، شاہ میر نے ذرا سی آنکھیں سکیڑ کر اسکی طرف دیکھا۔ طوبیٰ کی آنکھوں میں اسکے لیے حد درجہ بیزاری اور بیگانگی تھی۔

"کیا ہوا طوبی۔۔۔؟" وہ اس کے صبیح چہرے کو جانچتے ہوئے نرمی سے گویا ہوا۔

"ہاتھ کیوں لگایا ہے تم نے مجھے۔۔۔" وہ ہذیانی انداز میں پھنکاری۔

"طوبیٰ۔۔۔" شاہ میر کو دھچکہ سا لگا۔ "کیا اعتبار نہیں ہے مجھ پر۔۔۔؟" وہ متحیر ہوا۔

"نہیں۔۔۔" اس کا لہجہ سرد تھا، اور شاہ میر کو لگا جیسے میر ہاؤس کی چھت کے سارے گارڈر اس پر آن گرے ہوں۔

"وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔" اس نے زخمی نگاہوں سے اس دشمن جاں کی طرف دیکھا۔

"تم سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہو۔۔۔" وہ سلگ کر تمسخرانہ انداز میں بولی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھی، شاہ میر کو لگا جیسے اس کے وجود کے اندر بھونچال سا آ گیا ہو۔

"مطلب کیا ہے تمہارا اس بات سے۔۔۔؟" وہ اپنا برہم انداز چاہ کر بھی نہیں چھپا پایا۔

"کوئی مطلب نہیں ہے میرا۔۔۔" وہ اس وقت ساری ہی دنیا سے خفا تھی۔

"تمہیں کس نے حق دیا ہے میری محبت کی توہین کرنے کا۔۔۔" وہ تو گویا انگاروں پر جا کھڑا ہوا تھا۔

"مرد کو محبت صرف عورت کے وجود کے ساتھ ہوتی ہے اور کسی سے نہیں۔۔۔" وہ حد درجہ بدگمانی سے بولتی ہوئی ایک دفعہ پھر اس پر قیامت ڈھا گئی۔

شاہ میر کو لگا جیسے اس کے جسم پر کسی نے چابک برسا دیا ہو، یہ وہ پہلی لڑکی تھی، جسے دیکھ کر اس کے دل کی دنیا آباد ہوئی تھی ،وہ اس کے بارے میں ایسا سوچتی تھی یہ اس کے لیے ڈوب کر مر جانے کا مقام تھا۔

"کہاں سے سیکھی ہیں یہ فضول باتیں۔۔۔؟" وہ جھنجلا کر مزید بولا۔ '

' دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تمہارا، کیا اتنا چیپ لگتا ہوں میں تمہیں، شرم آنی چاہیے ایسی باتیں کرتے ہوئے۔" وہ سخت بُرا مان چکا تھا۔

"میرے راستے سے ہٹو۔۔۔" اس پر کوئی اثر نہیں ہوا، تبھی وہ درشت لہجے میں بولی۔

"پرابلم کیا ہے تمہارے ساتھ، کیوں اس طرح سے بی ہیو کرتی ہو میرے ساتھ۔۔؟" وہ انگشت شہادت اٹھا کر غصّیلے لہجے

میں بولتا ہوا طوبی کو مزید سلگا گیا۔

"مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے تم میں، سمجھے۔۔۔" طوبی بدلحاظ ہوئی اور شاہ میر کے چہرے کی جوت اس سرد انداز پر بالکل ہی بجھ گئی۔

"یاد رکھنا طوبیٰ خاقان۔۔۔" وہ اسکے پاس آ کر ناراضی سے گویا ہوا۔

"محبت کو بار بار دھتکارا جائے تو وہ آکاس بیل کی طرح پورے وجود کو جکڑ لیتی ہے اور پھر نیم جاں کر کے ہی چھوڑتی ہے، اسکے بعد انسان کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں رہتا۔۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر خود پر ضبط کرتا ہوا بمشکل بولا، اسکی آنکھوں سے نکلنے والے شراروں سے طوبی کو اپنا آپ جھلستا ہوا محسوس ہوا، وہ فوراً اپنے کمرے کے دروازے کی طرف لپکی۔

اسی لمحے پائل کی آواز ایک دفعہ پھر گونجی، اس دفعہ اس آواز میں صدیوں کا کرب پوشیدہ تھا، شاہ میر اور طوبی نے بوکھلا کر کوریڈور کے اختتام کی طرف دیکھا، کیونکہ یہ آواز وہیں سے ابھری اور ایک دم ہی ڈوب گئی، بالکل ایسے ہی طوبی کو بھی اپنا دل خوف کے سمندر میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ اس نے شاہ میر کو اس آواز کے تعاقب میں جاتے دیکھا تھا۔

"لکھوا لو مجھ سے، تمہیں وہم ہوا ہو گا۔۔۔" انابیہ نے صبح اپنے کپڑے پریس کرتے ہوئے سارا قصّہ لاپرواہی سے سن کر کہا۔

"ایسا نہیں ہے، میں نے خود سنی تھی آواز۔۔۔"

"یہ کیسے ممکن ہے طوبی۔؟ ہو سکتا ہے، تمہارے لاشعور میں کوئی ایسی چیز موجود ہو جسے تم کسی خوف کی وجہ سے سامنے لانا نہ چاہتی ہو۔" وہ استری بند کر کے اس کے عین سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"رہنے دو تم، بڑی آئیں سگمنڈ فرائیڈ کی بھتیجی۔۔۔" وہ ایک دم چڑ گئی تھی۔

"کیوں بات بات پر اری ٹیٹ ہو رہی ہو تم۔۔۔" انابیہ کی نرم آنکھوں سے پریشانی چھلکی۔

"اس لیے کہ تم میری بات کا یقین نہیں کر رہی ہو، چلو مجھے تو وہم ہوا تھا تو کیا شاہ میر کے بھی کان بج رہے تھے۔" اس نے اپنی طرف سے ایک مضبوط دلیل پیش کی جسے انابیہ نے پھر چٹکیوں میں اڑا دیا۔

"تمہاری کسی بات سے اختلاف کر کے اس بیچارے نے مرنا تھوڑی تھا۔۔" وہ شرارتی لہجے میں ہنسی۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے، میں کون سا ہر وقت لٹھ لے کر اس کے پیچھے بھاگتی رہتی ہوں۔" وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"بس کر دو طوبی، تم نے تو صندل کی موت کو اپنے حواسوں پر ہی سوار کر لیا ہے۔۔۔" انابیہ کا لہجہ کافی سرسری تھا لیکن اسے بہت بُرا لگا۔

''تو کیا نہیں کرنا چاہیے، وہ ایک جیتی جاگتی، ہنستی مسکراتی لڑکی تھی، آخر کس نے اس کے چہرے سے مسکراہٹ چھینی اور اس حد تک اسے مجبور کر دیا کہ وہ موت کو اپنے گلے لگا بیٹھی۔۔۔'' تلخ لہجے میں بولتی ہوئی وہ انابیہ کو پریشان کر گئی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے طوبیٰ، وہ حد درجہ جذباتی اور بے وقوف لڑکی تھی، اس نے کسی چھوٹی سی بات کو بنیاد بنا کر یہ قدم اٹھالیا ہو گا۔'' انابیہ نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی تو ایک استہزائیہ مسکراہٹ طوبیٰ کے ہونٹوں پر ابھری۔۔

''تم خود دل پر ہاتھ رکھ کر انصاف کو آواز دو، کیا وہ بات اتنی چھوٹی ہو سکتی ہے، جس کی بنیاد پر کوئی انسان زندگی سے اپنی سانسوں کا رشتہ توڑ لے۔'' وہ اسے ہکا بکا چھوڑ کر ناراضگی سے کمرے سے نکلی اور سامنے سے آتے وہاج سے ٹکرائی۔ طوبیٰ کے دل کی دھڑکنیں ایکدم تیز ہوئیں۔

''دھیان سے نہیں چل سکتیں کیا۔۔۔'' ان کا لہجہ تھکا تھکا سا تھا۔

''دھیان سے چلنے والوں کے سامنے بھی کبھی کبھی کوئی ایسی چٹان آجاتی ہے، جس سے ٹکرا کر انسان پاش پاش ہو جاتا ہے۔'' وہ وہاج کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے متنفر لہجے میں بولی۔ اس کے چہرے کے غیر معمولی تاثرات نے انہیں چونکا دیا۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔'' ان کے ماتھے کی رگ پھڑ پھڑانے لگی۔

''کچھ نہیں۔۔۔'' وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

''میری بات سنو طوبیٰ۔۔۔'' انہوں نے پریشانی سے اسکا بازو پکڑا، جو طوبیٰ نے غصّے سے ایک جھٹکے سے چھڑایا۔

''کیا ہوا۔۔۔؟'' وہ حقیقتاً بوکھلا گئے۔

''دوبارہ میرا ہاتھ پکڑ کر بات مت کیجئے گا۔۔۔'' وہ انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولتی ہوئی ان کے چھکے چھڑا گئی۔

''تم میرے لیے درشہوار کی طرح ہو۔۔'' انہوں نے گھبرا کر صفائی دی۔

''میر ہاؤس میں موجود ہر لڑکی آپ کے لیے درشہوار کی طرح ہی ہونی چاہیے، چاہے وہ مالک ہو یا ملازم۔'' اس کا طنزیہ انداز وہاج کو جو کچھ باور کروا رہا تھا، وہ یہ بات مر کر بھی تسلیم نہیں کر سکتے تھے، لیکن طوبیٰ کا ہر انداز انہیں باور کروا رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہوئی ضرور ہے۔۔ تبھی وہ میر ہاؤس میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکے اور فوراً ہی فارحہ کے ساتھ نور محل واپس آگئے تھے، لیکن طوبیٰ کا طنزیہ لہجہ یہاں بھی انہیں سکون سے رہنے نہیں دے رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نرسنگے کی آواز کے ساتھ حمد کرو۔۔۔۔۔

بربط اور ستار پر اس کی حمد کرو۔۔۔۔

دف بجاتے ہوئے اور ناچتے ہوئے اس کی حمد کرو۔۔

تار دار سازوں اور بانسلی کے ساتھ اس کی حمد کرو۔۔

بلند آواز اور جھانجھ کے ساتھ اس کی حمد کرو۔۔۔

ہر متنفس اسکی حمد کرے، خداوند کی حمد کرو۔۔۔۔

شہر کے سب سے مشہور "سینٹ میری" گرجاگھر کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اسکی ماں کی آواز میں گایا ہوا مقدس گیت اس کی سماعتوں میں گونجا۔زندگی میں پہلی دفعہ اس گیت نے اسے کوئی خوبصورت احساس نہیں بخشا تھا۔

وہ لرزتے قدموں اور بے ہنگم انداز میں دھڑکتے دل کے ساتھ چرچ میں داخل ہوئی اور مختلف لوگوں سے نظریں چراتی ہوئی آخری لائن میں جاکر بیٹھ گئی۔

سامنے اسٹیج پر سفید چغے میں ملبوس فادر جوزف اسمتھ بائبل کھولے اس میں سے کچھ پڑھ کر سنا رہے تھے۔اس وقت وہاں عبادت کی غرض سے آنے والے چالیس پچاس لوگوں میں ہر عمر اور ہر طبقے کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

مونیکا نے ایک لمبا سانس لے کر گرجاگھر کی چھت کو لاتعلقی سے دیکھا، وہ یہاں بچپن سے آرہی تھی، یہاں کی ایک ایک چیز کے ساتھ اس کی بے شمار خوشگوار یادیں وابستہ تھیں، لیکن آج طلوع ہونے والا سورج اسکے اندر ہدایت کی روشنی بھر چکا تھا۔

"تم آخری دفعہ چرچ جاکر تو دیکھو، اور پھر آکر فیصلہ کرنا۔۔" اسکے کلاس فیلو ذوالکفل کی سنجیدہ آواز ذہن کے کسی گوشے سے ٹکرائی۔

"یقین مانو، میرا اب دل نہیں کرتا۔۔" مونیکا بے بسی کے گہرے احساس کے زیر اثر بولی۔

"میری خاطر۔۔" ان دو لفظوں میں محبت اور چاہت کا ایک جہان آباد تھا۔

"تم مجھے بے بس کر دیتے ہو۔۔" اس نے فوراً ہتھیار پھینک دیئے اور آج وہ وعدے کے مطابق پھر یہاں موجود تھی۔

"یسوع نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا، "اے باپ اب وقت آن پہنچا ہے، اپنے بیٹے کو شاندار رتبہ عطا کر، تاکہ وہ تیری بڑائی کرے، کیونکہ تو نے اپنے بیٹے کو سب لوگوں پر اختیار دیا ہے تاکہ وہ ان کو ہمیشہ کی زندگی دے سکے، جو تو نے اس کو دیئے ہیں۔"" فادر کی بات پر وہ بے چین ہوئی۔

"آپ کہہ دیجئے، اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔۔" اسی لمحے ایک اور آواز اس کے دل سے ابھری اور اس کی روح تک میں طمانیت کا احساس بھر گئی۔

"تثلیث کو ماننے والے زیادہ تر لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اس عقیدے کی وضاحت نہیں کر سکتے۔اس کے

باوجود انہیں یقین ہے کہ خدا کا کلام اسی عقیدے کی تعلیم دیتا ہے، تم بھی یہی سمجھتی ہو ناں۔۔" وہ بہت نرم انداز میں اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔" اس نے کسی معصوم بچے کی طرح سر جھکا لیا۔

"تو پھر تم ان سوالوں کے جواب ڈھونڈو، یقین مانو، یہ تمہیں حق اور سچائی کے راستے پر لے جائیں گے۔" ذوالکفل نے اسے ایک نئی راہ سلجھائی۔ وہ اور مونیکا دونوں این سی اے میں فائن آرٹس ڈیپارٹمنٹ کے اسٹوڈنٹس تھے۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی، میں کیا کروں۔؟ کچھ نہ کچھ ہے سہی جس کو ماننے سے میرا دل انکاری ہے، ایک خلا ہے، جو مجھے کہیں بھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتا۔"

وہ اس روز ذوالکفل کے سامنے بے اختیار رو پڑی تو وہ کچھ سوچ کر اسے مفتی عبد الباری کے پاس لے آیا۔

انہوں نے بہت تفصیل سے اس کے خیالات پوچھے اور جب ہر طرح کا اطمینان حاصل ہو گیا تو قرآن پاک کی آسان فہم تفسیر اسکے ہاتھ میں تھما دی، اگلی صبح مونیکا نیشنل کالج آف آرٹس کی ظہور الاخلاق گیلری میں اپنی کچھ فرینڈز کے ساتھ موجود تھی۔

ذوالکفل کو سامنے دیکھ کر وہ لپک کر اسکے پاس پہنچی، اس کی آنکھیں رتجگے کی عکاسی کر رہیں تھیں اس نے ذوالکفل کا بازو پکڑا اور پھر لان میں سفید سنگ مرمر والے فوارے کے پاس آ کر ہی چھوڑا تھا۔

"مونیکا، کیا بات ہے۔۔۔؟" وہ متحیر تھا۔

"مجھے اسلام قبول کرنا ہے۔۔۔" مونیکا رندھی ہوئی آواز میں گویا ہوئی۔ وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"سوچ لو۔۔۔"

"اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد مزید کسی چیز کو سوچنے کی گنجائش نہیں رہتی۔۔" اس کی آنکھوں سے چھلکتا اعتماد ذوالکفل کے اطمینان کے لیے کافی تھا۔

"تمہارے پیرنٹس بہت خفا ہونگے تم پر۔۔" وہ آہستگی اور رسانیت سے بولا۔

"میرے لیے اللہ کی ناراضگی زیادہ اہم ہے۔۔۔" اس کے انداز میں چٹان کی سی سختی تھی۔

"وہ تمہیں گھر سے نکال دیں گے، تمہیں پتا ہے ناں وہ اس معاملے میں کوئی بھی کمپرومائز نہیں کریں گے۔" ذوالکفل نے اس کو سمجھانے کی آخری کوشش کی تو وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

"میرے لیے میرا اللہ ہی کافی ہے۔۔۔" وہ ایک ہی رات میں ہدایت کا سفر طے کر چکی تھی۔

"تو ٹھیک ہے، پھر میں کون ہوتا ہوں تمہارے اور اللہ کے بیچ میں حائل ہونے والا۔۔" ذوالکفل نے مسکرا کر اس کے

چہرے کی طرف دیکھا، جو اطمینان اور سکون کی روشنی سے جگمگا رہا تھا، ذوالکفل زیادہ دیر تک اس کے چہرے کی طرف نہ دیکھ سکا، آج وہاں ایک الوہی سی چمک تھی۔

اس نے بے ساختہ اپنی نظریں چرائیں، اسے لگا جیسے وہ ایک دم ہی بلندیوں پر آن کھڑی ہوئی تھی۔ ایک آسودہ سی مسکراہٹ ذوالکفل کے چہرے پر بھی در آئی۔ اس کی مونیکا کی ہدایت کے لیے مانگی ہوئی دعا پوری ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے اس پہر محمد ہادی کے کمرے کی لائیٹ جل رہی تھی۔

وہ مسلسل لیپ ٹاپ پر اپنا کام کرنے میں مگن تھا، کل صبح اسے خاقان علی کے خلاف پوری چارج شیٹ تیار کر کے شہر زاد کو دینی تھی، تاکہ وہ اپنا کیس بھرپور طریقے سے تیار کر سکے۔

اسی لمحے اس کے سیل فون کی ٹیکسٹ ٹون بجی، اس نے بے دھیانی میں فون اٹھایا، کسی انجان نمبر سے کوئی میسج آیا تھا۔ اس نے سرسری نگاہ سیل فون کی اسکرین پر ڈالی، اور ساتھ ہی وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"جب کسی کا نام، دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ رقص کرنے لگے تو کیا کرنا چاہیے۔۔۔"

ہادی نے بیزاری سے وہ ٹیکسٹ پڑھا اور نیچے در شہوار کا نام دیکھ کر اس کا دماغ کھول اٹھا، اس لڑکی کی جرائتیں دن بہ دن بڑھتی ہی جا رہیں تھیں، اس نے فوراً ہی ٹیکسٹ ڈیلیٹ کیا اور اپنا کام کرنے لگا۔

دو منٹ اور پندرہ سیکنڈ کے بعد دوبارا سیل فون کی ٹوں ٹوں اسکے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برسی، اس نے بیزاری سے ایک دفعہ پھر اسکرین پر نظریں دوڑائیں، اس دفعہ شاعری کی زبان میں اپنا مدعا بیان کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

آپ بر ہم ہی سہی، بات تو کر لیں ہم سے
کچھ نہ کہنے سے، محبت کا گماں ہوتا ہے

ہادی نے انتہائی غصّے سے در شہوار کا نمبر ملایا، جو پہلی ہی بیل پر ریسیو کر لیا گیا تھا، دوسری طرف اسکا نقرئی قہقہ فضائوں میں گونجا۔ اس کے اعصاب تن گئے۔

"کوئی پرابلم ہے آپکے ساتھ، تو کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس جائیں۔۔۔" اس نے طنزیہ انداز میں اسے مشورہ دیا۔ آگے بھی در شہوار تھی جس نے ڈھٹائی کے اپنے ہی بنائے ہوئے کئی ریکارڈ توڑے تھے۔

"گئی تھی، انہوں نے کارڈیالوجی سینٹر بجھوا دیا اور کہا آپ کو دل کی بہت خطرناک بیماری لگ گئی ہے۔۔" وہ شرارتی لہجے میں بولتی ہوئی ہادی کی کنپٹیاں سلگا گئی تھی۔

"آپ کو کسی کارڈیالوجسٹ کی بجائے کسی نیورو فزیشن کے پاس جانا چاہیے۔" وہ سلگ کر گویا ہوا۔

"تو کیا خیال ہے، ہادی کا ٹیج میں آجائوں۔۔۔" در شہوار دوبارا شرارت سے ہنسی۔

"میرے گھر میں یا میری زندگی میں ایسی ویسی لڑکیوں کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔۔" اس کی رکھائی، ایک لمحے کو در شہوار کو چپ کروا گئی۔

"گنجائش نکلنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔۔۔" اس نے بہت جلدی خود کو سنبھال لیا تھا۔

"آئی ایم سوری، لگتا ہے آپ کسی بہت بڑی خوش فہمی کا شکار ہیں، پہلی فرصت میں اپنے ذہن پر لگے جالے صاف کر لیں تو بہتر ہو گا، ورنہ مجھے یہ کام کرنا بہت عمدگی سے کرنا آتا ہے۔" وہ ہنوز سابقہ انداز میں گویا ہوا۔

"ذہن میں خوش فہمیوں کا جالا سہی، لیکن دل تو محبت کے جال میں پھنس چکا ہے، اس کا کیا کروں۔؟" وہ بلا کی پر اعتماد تھی اور لڑکیوں کی ایسی بے باکی، ہادی کو سخت ناگوار گذرتی تھی، اسے در شہوار کا مقام پستیوں میں گرتا ہوا محسوس ہوا۔

"یہ میرا نہیں آپ کا پرابلم ہے۔۔۔" اسکی بیزاری، اس دفعہ در شہوار کا دل دکھا گئی۔

"آپ مجھ سے ایسے بات کیوں کرتے ہیں۔۔۔؟"

"مجھے ایسے بے تکے رابطے، بلاوجہ کی شوخیاں اور فضول کی بے تکلفی قطعاً پسند نہیں، اس لیے برائے مہربانی مجھے دوبارا کال مت کیجئے گا، ورنہ مجھے ایک دفعہ پھر میر ہائوس کے کسی مرد سے رابطہ کرنا پڑے گا۔۔" وہ ایک دم پھٹ پڑا۔

"سوری۔۔۔" در شہوار نے افسردگی کے عالم میں فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا۔۔؟" کمرے میں داخل ہوتے سعد نے الجھ کر اسکا سرخ چہرہ دیکھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے میر ہائوس کی لڑکیوں کا۔۔۔"

"کیا در شہوار تھی۔۔؟" سعد نے بلیک کافی کا مگ اس کی طرف بڑھایا۔

"ہاں رات کے اس پہر اسی کا دماغ خراب ہو سکتا ہے۔ زہر لگتی ہیں مجھے ایسی لڑکیاں، جنہیں اپنی عزت، انا اور وقار کی پرواہ نہیں ہوتی۔" اسکا بے لاگ تبصرہ سعد کو اچھا نہیں لگا۔

"کیا کہہ رہی تھی۔۔۔" اس نے نظریں چرا کر پوچھا۔

"محبت ہو گئی ہے جناب کو۔ لینڈ مافیا کی طرح میرے دل پر بھی قبضہ کرنا چاہتیں ہیں محترمہ، آخر بھتیجی کس کی ہیں میر خاقان علی کی، جنھوں نے مری کو اور یہاں رہنے والوں کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ رکھا ہے۔۔" ہادی کے تمسخرانہ انداز پر سعد کے اندر چھن کر کے کچھ ٹوٹا۔

"محبت تو بے اختیاری جذبہ ہے، اور کسی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔۔" اس نے لاشعوری طور پر درشہوار کا دفاع کیا۔

"ہو سکتا ہے، مجھے اس نے پہلے سے اپنے سحر میں جکڑ رکھا ہو۔" ہادی کی زبان پھسلی۔

"کس نے۔۔۔؟" وہ بُری طرح چونکا۔

"محبت نے۔۔۔" وہ ایک دم شکست خوردہ نظر آنے لگا۔

"پوچھ سکتا ہوں کہ کون ہے وہ خوش قسمت۔۔۔؟" سعد کی آنکھوں میں تحیر کی فروانی تھی۔

"کیا کرو گے جان کر۔۔۔؟" ہادی کا لہجہ پست ہوا۔

"پتا تو چلے کس نے، کتنے حملوں میں تمہارے دل کے سومنات مندر کو ڈھایا۔" سعد نے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

"میں چاہ کر بھی اسکا نام اپنے لبوں پر لانے کی جرائت نہیں کر سکتا۔۔۔" اس نے نظریں چرائیں۔

"وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔" سعد کو وہ آج لمحہ بہ لمحہ حیران کر رہا تھا۔

"میں محبت کرتا ہوں اس سے اور جس سے محبت کی جائے اسکا نام صرف دل کی دیواروں پر لکھا جاتا ہے، شہر کے در و بام پر تو صرف اشتہار لگائے جاتے ہیں اس لیے جب تک اسے اپنا محرم نہیں بنالیتا، کسی نا محرم کے سامنے اس کا ذکر بھی نہیں کر سکتا۔" ہادی نے اسے لاجواب کیا۔

"بہت عجیب سی محبت نہیں ہے تمہاری۔۔۔۔" کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد سعد نے لب کشائی کی۔

"ہاں کہہ سکتے ہو تم۔۔۔" اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا تھا۔ وہ اب اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ کسی بھی قسم کا ذہنی کام کر سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"سمجھتا کیا ہے خود کو، یہ ہادی کا بچہ۔۔۔۔"

درشہوار کے انداز میں عجیب سی خود اعتمادی اور خدوخال میں عجیب سی سرکشی جھلک رہی تھی۔ وہ فون بند کر کے مسلسل غصّے سے ٹہل رہی تھی۔

"ایسا کرو، مکھی بنا کر سامنے کی دیوار سے چپکا دو اسے۔۔۔" طوبیٰ نے اسے مزید چڑایا۔

"میری محبت میں اتنی طاقت ہے کہ میں ایسا بھی کر سکتی ہوں۔" وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"تو پھر اسی طاقت کے بل بوتے پر اٹھا کر لے آؤ اسے میر ہاؤس میں، ویسے بھی تم سارے بہن بھائی محبت میں دھونس اور

زور زبردستی کے ہی قائل ہو۔" طوبیٰ نے طنزیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا، اسے آجکل نہ جانے کیوں درشہوار کی ساری ہی فیملی پر سخت غصّہ آنے لگا تھا۔

"تم کس پرانی بات کا غصّہ نکال رہی ہو مجھ پر۔۔۔" درشہوار کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔

"مجھے پرانے حساب کتاب دل میں رکھنے کی عادت نہیں۔۔۔" وہ اسی خشک انداز میں گویا ہوئی۔

"تو پھر پچھلے کچھ دن سے یہ تاک تاک کر تیر کیوں برسا رہی ہو۔" درشہوار کے کھوجتے لہجے پر وہ دل ہی دل میں اپنی جذباتیت پر تھوڑا خفیف ہوئی۔ درشہوار اتنی بھی انجان اور بے خبر نہیں تھی جتنا طوبی نے اسے سمجھ لیا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، بس صندل کی موت نے تھوڑا ڈسٹرب کر رکھا ہے مجھے۔۔۔" طوبیٰ نے زبردستی مسکرا کر کہا۔

"تم تو ایسے طنز کرنے لگی ہو جیسے اسکی موت کے پیچھے میرا یا میرے بھائیوں کا ہاتھ ہو۔" درشہوار کے تلخ انداز پر وہ اپنے اندر کی اٹھتی ٹیس کر دبا کر پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"تم چھوڑو اس ٹاپک کو یہ بتائو، کیا کہا ہے ہادی نے تم سے۔۔۔؟" اس نے فوراً ہی موضوع گفتگو بدلا۔

"موصوف کو مجھ جیسی بولڈ لڑکیاں پسند نہیں، میرا اس سے رابطہ کرنا اسے اری ٹیٹ کرتا ہے۔۔" وہ استہزائیہ لہجے میں بولی۔

"ہو سکتا ہے وہ کسی اور سے محبت کرتا ہو۔۔۔" طوبی نے اسکی توجہ دوسری جانب مبذول کروائی۔

"سو واٹ۔۔۔؟" وہ ابرو چڑھا کر تیکھے لہجے میں بولی۔

"تو کیا کرو گی تم۔۔۔؟"

"گولی مار دوں گی اسے، ویسے بھی جہاں درشہوار آ جائے، وہاں کسی اور کی گنجائش بنتی نہیں ہے۔۔۔" اس کی سرکشی پر طوبی کو خوف محسوس ہوا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟

"میری محبت میں کسی پہاڑی چشمے کی طرح بے خوفی اور دلیری ہے اور وہ اپنے راستے خود بنانا جانتی ہے۔" درشہوار ایک دفعہ پھر بے چینی سے ٹہلنے لگی۔

"تمہیں ڈر نہیں لگتا کسی بھی چیز سے۔۔۔" طوبیٰ کی تفکر میں ڈوبی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"جب پیار کیا تو ڈرنا کیا، جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔۔۔" وہ بلند آواز میں گنگناتے ہوئے اپنے کمرے کی اس کھڑکی کے پاس آ گئی تھی جو ہادی کے کمرے کی طرف کھلتی تھی۔

پردہ پیچھے ہٹا کر وہ کہنیاں جما کر تھوڑا جھک کر کھڑی ہو گئی،رات کے اندھیرے میں ہادی کے کمرے میں جلتی لائیٹ کی وجہ سے اندر کا منظر بالکل واضح تھا،وہ اپنے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے سیل فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

در شہوار نے چونک کر وال کلاک پر ٹائم دیکھا،رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ہادی کے چہرے پر پھیلی نرم سی مسکراہٹ نے اسے چونکا دیا،رات کے اس پہر انسان خوشگوار موڈ میں کسی سے بات کر سکتا ہے،اس سوال کا جواب وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی،اس لیے اس نے خوفزدہ ہو کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں اور چپ چاپ طوبیٰ کے برابر آکر لیٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پچھلے دس دن سے وہاج کی حالت سخت بُری تھی،وہ ہلکی سی آہٹ پر چونک جاتے اور ایک لمحے میں ان کی رنگت متغیر ہو جاتی۔بے چینی اور خوف ان کے پورے وجود میں لہو کے ساتھ گردش کرنے لگا تھا۔

”آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔؟“اس دن فارحہ نے گرین ٹی کا کپ ان کو پکڑاتے ہوئے فکر مند انداز میں دیکھا۔

”کیوں،مجھے کیا ہوا ہے۔۔؟“انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنی طرف سے بے ساختگی کا مظاہرہ کیا۔

”کچھ دن سے ٹینشن میں لگ رہے ہیں آپ۔۔“وہ ہلکا سا جھجک کر بولی۔

”دماغ ٹھیک ہے تمہارا،تم سے انسانوں کی طرح بات کیا کر لی،تم تو سر پر ہی کھڑے ہو کر ناچنے لگی ہو۔“ان کے لہجے کی غراہٹ پر فارحہ گھبرا سی گئیں۔

”نہیں میرا مطلب تھا کہ کوئی پریشانی والی بات تو نہیں۔۔۔“وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔

”کیوں،میں نے کیا،کیا ہے،جس سے پریشانی لاحق ہو مجھے۔۔۔“وہ خوامخواہ اپنی صفائی دینے لگے۔

”ویسے ہی پوچھ رہی تھی کیونکہ میں میں تو خود بہت اپ سیٹ ہوں صندل کی وجہ سے۔“فارحہ کی بات پر اس کا دل بُری طرح سے دھڑکا۔

”صندل کی وجہ سے۔؟وہ کیوں۔۔۔“انہوں نے انجان بن کر پوچھا

”میر ہائوس میں سبھی کہہ رہے تھے کہ وہ نور محل میں آنے کے بعد بہت چینج ہو گئی تھی۔“فارحہ کا لہجہ سادہ تھا لیکن وہاج کا رنگ اڑ گیا۔

”مطلب کیا ہے اس بات سے ان لوگوں کا۔۔۔“وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے۔

”یہی بات تو سمجھ نہیں آ رہی مجھے،یہاں تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔“فارحہ اپنی پیشانی پر آئی لٹوں کو سنبھالتے ہوئے سادگی سے بولی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے ان لوگوں کا، بھلا یہاں اسے کیا ہونا تھا، میں بات کروں گا دا.جی سے۔" وہاج کی بات پر وہ بُری طرح گڑبڑا گئی۔

"نہیں، نہیں پلیز ان سے کوئی بھی بات مت کیجئے گا۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"یہ تو گھر کی خواتین کی بات ہے، اور اچھا نہیں لگتا کہ دا.جی تک پہنچے، وہ کیا سوچیں گے۔" فارحہ کی بات پر وہ تھوڑا پر سکون ہوئے۔

"ویسے کیا کہہ رہے ہیں میر ہاؤس والے، کیوں کیا اس نے ایسا۔۔۔؟" انہوں نے نظریں چرا کر آہستگی سے پوچھا۔

"کسی کو بھی اصل وجہ نہیں معلوم، پتا نہیں کیا چل رہا تھا اس کے ذہن میں۔۔۔"

"چلنا کیا ہے، مجھے تو پہلے دن سے وہ کچھ پاگل سی لگی تھی، کھڑے کھڑے سوچ میں گم ہو جانا، اور الٹے سیدھے کام کرنا۔"

"اچھا، مجھے تو کبھی ایسا نہیں لگا۔۔۔" اس کا سادہ سا لہجہ، وہاج کو تڑپا گیا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے، میں جھوٹ بول رہا ہوں۔۔" ان کا مزاج برہم ہوا۔

"نن نہیں۔۔۔۔" وہ بوکھلا کر اپنے مجازی خدا کا خفا خفا سا چہرہ دیکھنے لگی۔ "میں تو ویسے ہی بات کر رہی تھی۔۔"

"اب زبان بند کرو اپنی اور لائیٹ آف کرو، سونا ہے مجھے۔۔۔" وہ اپنے سابقہ اکھڑے ہوئے لہجے میں گویا ہوئے۔

"جی۔۔۔۔" فارحہ سستی سے اٹھی اور اس نے جیسے ہی سوئچ آف کیا، پورے کمرے میں تیرگی کا راج ہو گیا، وہاج کا دل گھبرانے لگا۔

"سنو لائیٹ جلا دو۔۔۔۔" وہ جو اپنے بیڈ پر آ کر بیٹھی ہی تھی اس نئی فرمائش پر حیران ہوئی۔ "وہ کیوں۔۔۔؟"

"گھٹن سی محسوس ہو رہی ہے مجھے۔۔۔" وہ اٹھ کر اپنا سینہ سہلانے لگے، فارحہ نے جلدی سے ساری لائٹیں جلا دیں اور تفکر کے عالم میں ان کا چہرہ دیکھنے لگی، ماتھے پر پسینے کی ننھی بوندیں اس بات کی گواہ تھیں کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں۔

"وہاج آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔۔۔"

"ہاں، اور پلیز مجھے گھورنا بند کرو اور چپ کر کے سو جاؤ۔۔۔" وہ خاصی بدلحاظی سے بولے تو فارحہ خفت کا شکار ہوئی۔

وہاج کی کسی بھی بات سے اختلاف کرنا فارحہ نے بہت سالوں سے چھوڑ دیا تھا اس لیے وہ چپ چاپ لیٹ گئی۔ جب کہ وہاج نے وہ ساری رات بیڈ پر کروٹیں بدلتے ہوئے گذاری تھی اور وہ جانتے تھے کہ ان کی زندگی کا سارا سکون اور چین صندل اپنے ساتھ چرا کر لے گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جس وقت وہ گھر داخل ہوئی شام کے سرمئی سائے مارگلہ کی پہاڑیوں پر اپنا مسکن بنا چکے تھے۔ دن بھر کی ناکام کوششوں کی تھکن نے اسے کافی حد تک نڈھال کر دیا تھا۔ سامنے ٹینا بیگم انتہائی پژمردہ انداز میں صوفے پر نیم دراز تھیں۔ اسے دیکھتے ہی وہ بجلی کی سی سرعت سے اٹھیں۔

"کچھ پتا چلا رومی کا۔۔۔" انہوں نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔۔۔" اس کے منہ سے نکلنے والے ایک لفظ نے ٹینا بیگم کے ارمانوں پر مایوسی کی اوس گرا دی۔

"تین دن ہو چکے ہیں، سمجھ نہیں آتی، زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔۔" شہر زاد نے بلند آواز میں تبصرہ کیا۔

"سیفی نے بھی اپنے ذرائع سے پتا کروایا ہے، اس سارے قصے میں جسٹس محمود کی فیملی کا کوئی ہاتھ نہیں۔" وہ اپنی کنپٹیاں دباتے ہوئے پریشانی سے بولیں۔

"آخر کون لوگ ہو سکتے ہیں وہ۔۔۔؟"

"یہی تو سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔" وہ اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے افسردگی سے گویا ہوئیں۔

"مام، آپ کا کوئی کاروباری حریف تو نہیں۔۔۔؟" شہر زاد نے بجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ناٹ ایٹ آل، کوئی بھی اتنی چیپ حرکت نہیں کر سکتا۔۔۔" انہوں نے فوراً نفی کی اور ایک دفعہ پھر بے چینی سے ٹہلنے لگیں۔ شہر زاد کو دیکھ کر ملازم ایک ٹرے میں کافی کا مگ رکھ کر لے آیا تھا، وہ جانتا تھا کہ چھوٹی بی بی گھر آتے ہی سب سے پہلے کافی پیتی تھیں۔

"سارا دن خواری میں گذر گیا۔۔۔" شہر زاد نے تھکے تھکے انداز میں کافی کا مگ اٹھایا۔

"مسز قریشی کیا کہتی ہیں۔۔۔؟" انہوں نے خاصی بے بسی اور لاچاری سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔ جس سے اب انہیں بہت امیدیں وابستہ تھیں۔

"یہی کہ ہمیں ایف آئی آر کٹوانے کے بعد کچھ دیر انتظار کرنا چاہیے۔۔۔"

وہ قدرے اکتائے ہوئے انداز میں بولی، رومیصہ کے اغوا نے اسکی زندگی کے سارے شیڈول کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا، پچھلے تین دن سے وہ پولیس اسٹیشن، کورٹ اور مختلف جگہوں پر وزٹ کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اس ریسٹورنٹ میں بھی ہو آئی تھی، جس کے قریب رومی کی گاڑی ملی تھی۔

"بیگم صاحبہ، سیف الرحمن صاحب آئے ہیں۔۔۔" ملازم کی اطلاع پر وہ دونوں چونکیں۔

"انہیں ڈرائینگ روم میں بیٹھائو، آ رہی ہوں میں۔۔" وہ اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھتے ہوئے رکیں۔"تم ملو گی ان سے۔۔؟"

"نہیں، تھوڑا کام ہے مجھے۔۔۔"شہر زاد نے نظریں چرا کر جواب دیا۔

"اوکے، میں ذرا حلیہ ٹھیک کر آئوں۔۔۔" وہ اپنے بیڈ روم کی طرف چلی گئیں۔

شہر زاد کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا، اس کا تعلق اس کلاس سے تھا، جہاں کسی کی اچانک مرگ پر بھی لوگ مکمل تیاری کے ساتھ جاتے تھے لیکن وہ پچھلے تین دن سے ایک ہی جینز میں گھوم رہی تھی، اور دو دفعہ ٹینا بیگم سے ڈانٹ کھا کر بس شرٹس چینج کر لیتی، لیکن اس کا دل کسی بھی چیز کے لیے آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ رومیصہ کے ساتھ ہونے والے اس سانحے نے اسے اندر تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔

وہ بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے اپنے روم میں آ گئی، اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ پین کلر لینے کے بعد اس نے ہم زاد کا سیل نمبر ڈائل کیا، دوسری طرف پہلی ہی بیل پر کال اٹینڈ کر لی گئی تھی۔

"کیسی ہو۔۔۔؟" وہ شاید اپنے آفس میں تھا، کیونکہ دوسری طرف اس کے پی ٹی سی ایل فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی ۔ ایک دفعہ اس نے شہر زاد کو ہولڈ کروا کر کال اٹینڈ کی تو اس کی ساری حسیں بیدار ہو گئیں۔

"آپ کرنل فواد سے بات کریں، اور پھر فوراً رپورٹ کریں مجھے۔"اس نے مختصر اً بات کر کے فون بند کیا۔

"پاک آرمی سے تعلق ہے آپ کا۔۔۔؟"اس کے مشکوک انداز پر وہ قہقہ لگا کر ہنسا۔

"منسٹری آف ڈیفنس سے بھی تو ہو سکتا ہے۔۔"اس نے مسکرا کر لقمہ دیا۔

"جس بھی ڈیپارٹمنٹ سے ہے، سورسز کافی رکھتے ہیں آپ۔۔"

"سب اللہ کی مہربانی ہے۔۔۔۔"اس نے کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے بات بدلی،"آپ بتائیں کیسی ہیں۔؟"

"تھک گئی ہوں بہت زیادہ۔۔"اس نے بیڈ کے کرائون سے ٹیک لگاتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

"ایک اہم نیوز ہے میرے پاس، جو آپ کی ساری تھکن ختم کر دے گی۔۔" اسکی بات پر وہ فوراً الرٹ ہوئی۔"کیسی نیوز۔۔؟"

"رومیصہ کی آخری دن کی فون کالز کی ڈیٹیل مل گئی ہے مجھے۔۔۔"

"رئیلی۔۔۔؟"شہر زاد کے اعصاب تن گئے۔

"کچھ پتا چلا ان سے۔۔"اس نے بے تحاشا دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ بے تابی سے پوچھا۔

''ہاں، کافی حد تک۔۔۔'' دوسری طرف وہ پھر پی ٹی سی ایل پر آنے والی کال کی طرف متوجہ ہو گیا، شہر زاد دل ہی دل میں جھنجھلا اٹھی۔

''آپ میرے آفس سے میرا پاسپورٹ اٹھالیں، اور دو دن کے اندر اندر میرا ویزہ لگنا چاہیے۔'' وہ ذہنی طور پر اتنی زیادہ الجھی ہوئی تھی کہ اس سے پوچھ ہی نہیں پائی کہ وہ کہاں جارہا ہے۔

''ہاں تو میں کیا بات کر رہا تھا۔۔۔'' وہ دوبارا سے شہر زاد کی طرف متوجہ ہوا۔

''آپ یا تو اپنی کالز اٹینڈ کر لیں یا مجھ سے بات کر لیں۔۔'' وہ اس کے بُری طرح سے چڑنے پر مسکرایا۔

''سوری، اب ایسا نہیں ہو گا۔۔'' اس نے فورا معذرت کی۔

''کیا پتا چلا ہے اس ڈیٹیل سے۔۔۔'' اس نے گہرا سانس لے کر دوبارا پوچھا۔

''رومیصہ نے لاسٹ کال جس نمبر پر کی تھی، وہ بریگیڈ ئیر وقار درانی کے بیٹے کے نام سے رجسٹرڈ ہے۔۔''

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔'' وہ بے چین ہوئی۔

''لیکن ان کا وہ بیٹا، پچھلے دو سال سے امریکہ میں ہے اور میرا خیال ہے وہ سم ان کی بیٹی کنزہ استعمال کر رہی تھی جو رومیصہ کی فرینڈ ہے۔'' ہم زاد کے اس انکشاف نے شہر زاد کے دل و دماغ میں ہلچل سی مچادی۔

''اس کا مطلب ہے، اس نے آخری دفعہ کنزہ سے بات کی تھی۔۔۔'' شہر زاد نے فورا درست اندازہ لگایا۔

''ہاں ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔۔۔۔''

''میرا خیال ہے مجھے آج ہی کنزہ سے ملنا چاہیے۔۔۔'' وہ پر جوش ہوئی۔

''نہیں، آپ ڈاریکٹ ان کے پاس نہیں جائیں گی۔۔۔'' وہ اسکی بات پر چونک گئی۔ ''کیا مطلب۔۔۔؟''

''آپ کے اس طرح جانے سے اسکی فیملی پہلے سے الرٹ ہو کر کوئی نہ کوئی چور راستہ تلاش کر لے گی۔'' اس کی بات شہر زاد کے دل کو لگی۔

''میرا خیال ہے مجھے اے ایس پی ارتضی حیدر سے اس سلسلے میں بات کرنی چاہیے۔'' اس نے جھٹ سے متبادل راستہ نکالا، ارتضی حیدر، مسز قریشی کا اسٹوڈنٹ رہا تھا اور اس حوالے سے وہ ان کی کافی ریسپیکٹ کرتا تھا، وہ مسز قریشی کے ریفرنس سے اس سے ملی تھی اور پہلی ہی ملاقات میں وہ ارتضی پر خاصے گہرے اثرات چھوڑ آئی تھی، جس کی وجہ سے وہ ہر دوسرے دن اس کے آفس میں پہنچا ہوا ہوتا تھا۔۔

''ہاں یہ بہتر رہے گا۔۔۔'' ہم زاد نے فوراہی اس کی تائید کی۔

''تھینک یو، تھینک یو سو مچ، اگر آپ مجھے اپنا رئیل نیم بتا دیتے تو آپکا تھینکس ادا کرنے میں آسانی ہوتی مجھے۔''

''کہاناں، میں آپ کا ہم زاد ہوں اور ہم زاد کو کوئی نام نہیں ہوتا۔۔''اس نے شہر زاد کو صاف ٹالا تھا۔

''یہ نمبر آپ کا اپنا ہے۔۔۔''رومیصہ کی طرف سے تھوڑا ریلیکس ہونے کے بعد اس کا ذہن دوسری طرف چلنے لگا۔

''جی بالکل، لیکن میرے نام پر نہیں ہے، بلکہ جس کے نام پر ہوگا، وہ بیچارہ تو شاید مجھے جانتا بھی نہیں ہوگا۔''اس کی بات پر شہر زاد طنزیہ انداز میں مسکرائی۔ وہ اس کی توقع کے عین مطابق بڑی ذہانت سے آگے بڑھ رہا تھا۔

''ہاں میں بھی حیران تھی کہ اپنی شناخت چھپانے والا بندہ کیسے اپنے اصل نام والے نمبر سے مجھے کال کر سکتا ہے۔۔''اس کے طنز پر ایک بڑی جاندار سی مسکراہٹ ہم زاد کے چہرے پر پھیلی۔

''فی الحال اپنی شناخت کو چھپانا، میری مجبوری ہے، لیکن میرا وعدہ ہے کہ جب بھی ہم فیس ٹو فیس ملیں گے تو میں سب کچھ بتا دوں گا۔''اس نے اپنی طرف سے اسے یقین دہانی کروانے کی کوشش کی۔

''آپ کو یہ خوش فہمی کیسے ہوگئی کہ میں آپ سے ملوں گی۔۔۔؟''شہر زاد کو اس کے ساتھ بحث میں لطف آنے لگا۔

''مجھے خوش فہمی نہیں پورا یقین ہے خود پر۔۔''وہ زیر لب مسکرایا۔

''اس یقین کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔۔۔''

''وہ محبت جو میں گذشتہ کئی سالوں سے تم سے کر رہا ہوں، اور اسی چاہت کے بھروسے پر میں نے ہجر کے اتنے سال تنہا کاٹ دیئے تو کیا اللہ میری اتنے سال کی ریاضتوں کا مجھے کوئی صلہ نہیں دے گا۔''اس کے لہجے کی سچائی نے شہر زاد کو گنگ کر دیا۔

اس نے گھبرا کر کال کاٹ دی اور اسے اپنے حواس بحال کرنے میں پورے پانچ منٹ لگے تھے۔

ٹھیک پانچ منٹ کے بعد وہ اے ایس پی ارتضیٰ حیدر کا نمبر ملا کر اسے ساری تفصیل بتا رہی تھی۔ اسے اب اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں رومیصہ کو واپس لانے میں صرف کرنی تھیں۔ اس سے پہلے وہ اپنی ذات کے بارے میں کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

''یہ پنک ڈریس کیسا ہے۔؟ کل یونیورسٹی پہن جاؤں۔؟''انابیہ نے اپنی واڈروب کھول کر ایک اسٹائلش سا سوٹ نکالا اور ہینگر سمیت طوبیٰ کی طرف لے آئی جو نا سمجھی کے عالم میں اس کی شکل دیکھے جا رہی تھی

''ہوں۔۔۔ کیا کہہ رہی ہو۔۔؟''وہ بُری طرح چونکی تو انابیہ نے ہاتھ میں پکڑا ہینگر غصّے سے بیڈ پر اچھالا۔

''تمہارے ساتھ پرابلم کیا ہے طوبیٰ، ہر وقت چہرے پر بارہ بجائے اللہ جانے کن سوچوں میں گم رہتی ہو، آخر چل کیا رہا ہے

تمہارے دماغ میں۔" انابیہ کے چہرے پر جھنجھلاہٹ عیاں تھی۔ طوبیٰ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"پتا ہے مجھے، کل کیمپس میں پہلا دن ہے آپ کا، اسی لیے اتنی زیادہ کونشس ہو رہی ہیں۔" اس نے فوراً بات سنبھالی۔

"میرا کل برہان کے ساتھ یونیورسٹی میں پہلا دن ہے اور جب سب کو پتا چلے گا کہ میں انکی منکوحہ ہوں تو سوچو کتنا وی آئی پی پروٹوکول ملے گا مجھے اپنی کلاس میں۔" انابیہ خود سے ہی سوچ سوچ کر خاصی پرجوش تھی۔

"اچھا، تو اس لیے اس یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا ہے آپ نے۔۔۔" طوبیٰ نے زبردستی مسکرا کر کہا۔

"ظاہر ہے، میرا ابھی دل کرتا ہے کہ میں ان کے نام سے جانی جاؤں، آفٹر آل نکاح ہو چکا ہے ہمارا۔" وہ اشتیاق سے بولی، اسکی آنکھوں میں اس وقت اتنی چمک تھی کہ طوبیٰ نے دل ہی دل میں اسے نظر نہ لگنے کی دعا کی۔

"پھر تو سب آپ کے آگے پیچھے پھریں گے۔۔۔" طوبیٰ نے زبردستی اپنا ذہن اسکی طرف لگایا۔

"میں تو کسی کو بھی خاص لفٹ نہیں کرواؤں گی اور فری پریڈ میں برہان کے آفس میں بیٹھ کر انکے ساتھ کافی پیا کروں گی۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے اپنے مستقبل کے ارادوں سے آگاہ کر رہی تھی، اور طوبیٰ چاہ کر بھی اسے نہیں کہہ سکی کہ برہان نے ایک گھر میں رہتے ہوئے اسے کبھی اپنے کمرے میں گھسنے نہیں دیا، وہ اسے آفس میں کہاں ڈیرہ ڈالنے دیں گے لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہی۔

اگلی صبح انابیہ وقت سے کافی پہلے نک سک سے تیار ہو کر لاؤنج میں موجود تھی، تاجدار بیگم جو کہ اپنے میاں کے لیے بیڈ ٹی لینے کچن کی طرف جا رہیں تھیں انہوں نے خوشگوار حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔

"السلام علیکم تائی اماں۔۔" وہ مسکرا کر کھڑی ہوئی۔

"برہان کے ساتھ یونیورسٹی جا رہی ہو کیا۔۔۔" ان کی آنکھوں میں بڑا نرم سا تاثر ابھرا۔ وہ برہان کے حوالے سے ہمیشہ اسے خاص اہمیت دیتی تھیں، ان کے محبت بھرے لہجے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"چلو اللہ کامیاب کرے، ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔۔" انہوں نے کھلے دل سے سراہا اور اپنا لیپ ٹاپ اٹھائے عجلت بھرے انداز میں باہر آتے برہان نے ناگواری سے اسکی طرف دیکھا۔

"یہ اتنا ہار سنگھار کر کے کیمپس جانے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔" ان کے طنزیہ لہجے پر انابیہ کے دل پر گھونسہ پڑا۔

"یہ جو بازو بھر بھر کر چوڑیاں پہنی ہیں، اتار کر آئو انہیں۔۔۔" برہان نے اپنی ماں کے سامنے ہی اس کی طبیعت صاف کی۔ اسکی آنکھیں آنسوئوں سے بھر گئیں اس نے شکایتی نظروں سے تائی اماں کی طرف دیکھا، جو اپنے بیٹے کے اس رویئے پر خود بھی ہکا بکا تھیں۔

''بیٹا، چوڑیاں تو سہاگ کی علامت ہوتی ہیں، پہنے دو اسے، اللہ سلامت رکھے تمہیں۔۔'' انہوں نے فوراً اس کی سائیڈ لی۔

''وہاں پڑھنے جارہیں محترمہ، کسی فلم کی شوٹنگ کروانے نہیں۔۔ان کی آواز میں جھلاہٹ نمایاں تھی۔

انابیہ نے وہیں کھڑے کھڑے چوڑیاں اتار کر سائیڈ میز پر رکھیں، تائی اماں نے تاسف بھری نگاہوں سے اس کے اداس چہرے کی طرف دیکھا، انہیں خود بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن برہان یہ حکم صادر کر کے خود باہر نکل کر جاچکا تھا۔

''بے وقوف ہے یہ لڑکا، پی ایچ ڈی نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے، تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو، گھر آکر پہن لینا۔'' تاجدار بیگم نے اس کی دلجوئی کی تو وہ بمشکل مسکرا کر اپنی فائل اٹھا کر باہر چلی گئی۔

وہ پورچ میں خاقان علی کے ساتھ کھڑا کوئی بات کر رہا تھا۔صندل والے واقعے کے بعد خاقان علی مستقل مری میں ہی تھے اور ان کی موجودگی میں ندرت بیگم اور شارقہ بیگم کے درمیان مقابلے کی ایک نئی دوڑ لگ جاتی۔جو سب گھر والوں کو بیزار کر دیتی تھی۔

''السلام علیکم بابا۔۔۔''

اس نے پاس جاکر آہستگی سے انہیں سلام کیا، حلق میں آنسوئوں کے گولے پھنس رہے تھے۔انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''تم کہاں جارہی ہو صبح صبح۔۔؟'' انہوں نے سلام کا جواب دیئے بغیر بیزاری سے استفسار کیا۔

''یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا ہے اس نے اور میرے ساتھ جائے گی۔۔''برہان نے اسکی مشکل آسان کی۔

''اچھا، ٹھیک ہے۔۔۔'' ان کا سپاٹ انداز انابیہ کو مزید افسردہ کر گیا۔وہ اسی طرح کھڑی ہونٹ کاٹتی رہی۔

دس منٹ کی گفتگو کے بعد برہان گاڑی میں آن بیٹھے، اور سرونٹ کوارٹر سے ڈرائیور بھی فوراً نکل کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا، انابیہ کو مایوسی ہوئی۔اس کا خیال تھا کہ برہان خود ڈرائیو کریں گے اور وہ ان کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے گی، لیکن آج کے دن کی ابتداء ہی خاصی غلط ہوئی تھی۔

مری سے اسلام آباد کے سفر میں وہ بالکل خاموش بیٹھے اپنی ٹیب پر کوئی کتاب کھولے پڑھتے رہے تھے، ڈرائیور نے گاڑی پارکنگ میں جاکر روکی تو وہ ان کے پیچھے، گاڑی سے نیچے اتر آئی۔

''تم ڈیپارٹمنٹ میں کسی کو بھی اپنے نکاح کے بارے میں نہیں بتائو گی، اوکے۔۔۔'' ان کے انتہائی سنجیدہ انداز پر اسے دھچکہ لگا۔

''وہ کیوں۔۔۔؟'' اس نے بوکھلا کر ان کی طرف دیکھا۔

''جس کام کے لیے آئی ہو یہاں، بس اسی پر اپنی توجہ مرکوز رکھو اور زیادہ سوشل ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔'' انہوں نے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اگلا حکم صادر کیا۔

''جی۔۔۔'' وہ آہستگی اور رسانیت سے گویا ہوئی، اسے آج ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے اگلے دن یونیورسٹی میں کیسے گذرنے والے تھے۔

وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہے تھے اور انابیہ کو ان کا ساتھ دینے کے لیے باقاعدہ تیز تیز چلنا پڑ رہا تھا، لیکن وہ پھر بھی اس سے کچھ قدم آگے تھے۔

''ہیلو ہانی، کیسے ہیں آپ۔؟ آج کچھ لیٹ نہیں ہو گئے۔۔'' وہ ہوا کے تیز جھونکے کی مانند اڑتی ہوئی ان کے پاس پہنچی، بلیک جینز پر وائٹ کرتا پہنے، پیروں میں سیاہ رنگ کے بند شوز تھے، وہ خاصی دراز قد تھی اور اس کے گھنگھریلے بال ایک پونی کی صورت میں ربڑ بینڈ میں بندھے ہوئے تھے۔

''ہاں یار، راستے میں دیر ہو گئی، حالانکہ ارادہ تھا کہ پہلے پہنچ کر ایک ٹاپک ڈسکس کر لوں گا تم سے۔'' وہ گھنی مونچھوں کے نیچے مسکرائے۔ انابیہ نے چونک کر ان کی شکل دیکھی، ایسی مسکراہٹ کم از کم میر ہاؤس کے مکینوں کو کبھی دیکھنا نصیب نہیں ہوئی تھی۔

''ہو از شی۔۔۔؟'' اس لڑکی نے دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسکی طرف دیکھا۔ وہ لاشعوری طور پر ان کے بالکل برابر آن کھڑی ہوئی۔

''میٹ مائی فرسٹ کزن انابیہ خاقان۔۔۔'' برہان کے ان الفاظ نے اس کی ڈوبتی ہوئی نبض کو زندگی بخشی۔

''اوہ آئی سی۔۔۔ نائس ٹو میٹ یو۔۔۔'' اس نے ایک دلکش مسکراہٹ اسکی طرف اچھالی اور پھر دوبارا برہان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''آئی تھنک، ہمیں اپنا ٹائم ویسٹ نہیں کرنا چاہیے، آپکے آفس میں چلیں یا لائبریری۔؟''

''لائبریری، وہاں سے ریفرنس بکس آسانی سے مل جائیں گی۔۔'' برہان نے مسکرا کر جواب دیا اور پھر انابیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

''سامنے ڈیپارٹمنٹ ہے تمہارا، وہاں چلی جائو، نوٹس بورڈ پر ٹائم ٹیبل لگا ہو گا، اسے نوٹ کر کے کلاسز لو اپنی، اور آخری کلاس کے بعد کال کر لینا مجھے۔'' وہ جلدی جلدی اسے ہدایات دے کر اس لڑکی کے ساتھ مخالف سمت کو روانہ ہو گئے۔

انابیہ کو یوں لگا جیسے کوئی تیز رفتار ٹرین اس کے پرخچے اڑاتی ہوئی اس کے اوپر سے گذر گئی ہو۔ اس کی روح میں ایک ایسا سناٹا

اتر آیا تھا جس میں اسے اپنی خواہشیں بین کرتی ہوئی صاف سنائی دے رہیں تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تمہیں ضرورت کیا تھی آخر، تایا ابا کی گاڑی لانے کی۔۔۔"

طوبی اور در شہوار دونوں سڑک پر موجود تھیں، در شہوار کے شیطانی دماغ میں روز نئی نئی چیزیں ہی چلتی تھیں، جس کا خمیازہ ان سب کو باجماعت ہی بھگتنا پڑتا تھا۔ رات ہی سے اس نے ضد لگا رکھی تھی کہ وہ آستانہ مراد شاہ پر حاضری دے کر آئے گی۔ جو ان کے گھر سے اچھے خاصے فاصلے پر تھا، جس کا حل در شہوار نے یہ نکالا کہ وہ میر محتشم کی گاڑی نکال لائے گی، جو پارلیمنٹ کا اجلاس اٹینڈ کرنے دا جی کے ساتھ اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔

آستانہ مراد شاہ سے پورے دو کلو میٹر کے فاصلے پر جا کر ان کی گاڑی اچانک رک گئی، اور کافی زیادہ ہاتھ پیر مارنے کے بعد بھی اس نے چلنے سے انکار کر دیا تو وہ دونوں گھبرا کر باہر نکل آئیں۔

گرمیوں کا آغاز ہو چکا تھا اور مری کی پہاڑیوں پر آج تیز دھوپ نے بسیرا کر رکھا تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ دونوں چند منٹوں میں ہی پسینے سے شرابور ہو گئیں۔

"اب آسمان سے غیبی مدد کے انتظار میں ہو کیا۔۔۔؟" طوبیٰ نے اپنے بیگ سے سن گلاسز نکالے اور غصّے سے اسے گھورا۔

"وہ کمینہ ہمسایہ بھی دُور دُور تک کہیں نظر نہیں آ رہا۔۔۔" اس نے خفت زدہ مسکراہٹ کے ساتھ دائیں بائیں دیکھا۔ جیسے ہمیشہ کی طرح ہادی کہیں نہ کہیں سے نکل کر سامنے آ جائے گا۔

"ہاں ہمارے باپ کا نوکر ہے ناں وہ، جو ہر جگہ ہماری مدد کرنا فرض ہے اسکا۔" طوبیٰ نے چڑ کر جواب دیا۔

"میرو بھیا کو فون کرتی ہوں۔۔۔' در شہوار نے نہ صرف سیل فون نکالا اور بلکہ اس کا نمبر ملا کر ساری داستان بھی سنا دی تھی ،اور اب خاموشی سے دوسری جانب سے اس کی جھاڑ سن رہی تھی۔

"کروالی اپنی ٹیونگ۔۔" اس نے جیسے ہی فون بند کیا، طوبی نے ہنس کر اسے چھیڑا۔

"کون سا پہلی دفعہ کروائی ہے۔۔" اس نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

پورے بیس منٹ کے بعد وہ آرمی ہی کی جیپ میں اڑتا ہوا اپنے ایک فرینڈ کے ساتھ وہاں پہنچا تھا۔ اسے دیکھ کر در شہوار کی باچھیں کھل سی گئیں۔

"ویسے ایک بات ہے آرمی کے یونیفارم میں میرا بھائی لگتا پرنس ہے۔۔۔" اس نے اترا کر اپنی رائے کا اظہار کیا، طوبی نے بھی چونک کر اسکی طرف دیکھا وہ واقعی بڑا ہینڈسم لگ رہا تھا لیکن اس وقت اسکے چہرے پر حد درجہ ناراضی اور بیزاری تھی۔ جس کی

وجہ طوبیٰ اچھی طرح جانتی تھی۔اس دن والے واقعے کے بعد ان دونوں کی بات چیت بالکل بند تھی، بلکہ شاہ میر جہاں اسے دیکھتا، کترا کر گذر جاتا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا، کچھ اندازہ ہے کہ میس کا ٹائم تھا ہمارا اور صرف آدھے گھنٹے کی چھٹی لے کر آیا ہوں اپنے ٹو آئی سی سے۔'' وہ جیپ سے اترتے ہی درشہوار پر برس پڑا اس نے طوبیٰ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، جبکہ وہ خود بھی تھوڑا سائیڈ پر ہو کر کھڑی ہو گئی۔

''تو اور کس کو فون کرتی، برہان لالہ اور ارسل تو اسلام آباد گئے ہوئے ہیں اور پیچھے رہ گئے تھے آپ۔۔'' اس نے شاہانہ انداز میں جاب دیا۔

''ہاں میری تو ساری یونٹ ہی مری میں تمہاری خدمت کے لیے ٹرانسفر ہو کر آئی ہے۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے گاڑی کا جائزہ لیا اور دو ہی منٹ کے بعد سخت جھنجھلایا ہوا نیچے اتر آیا۔

''جس طرح تمہیں اپنی زبان چلانے کے لیے انرجی کی ضرورت ہوتی ہے ناں اسی طرح گاڑی کو بھی چلنے کے لیے فیول کی ضرورت ہوتی ہے، آنکھیں بند تھیں۔ کیا تمہاری، جو ریزرو پر سوئی پر نظر نہیں پڑی تمہاری۔'' اس کی جھاڑ پر وہ دونوں ایکدم شرمندہ ہوئیں۔

''گاڑی میں نہیں، طوبیٰ چلا رہی تھی۔۔۔۔'' درشہوار صاف مکر گئی۔

شاہ میر نے خفگی سے بھرپور ایک نظر طوبیٰ پر ڈالی، جو درشہوار کے اس سفید جھوٹ پر ہکا بکا اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔وہ اپنی جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ اپنے کولیگ کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا اور اسکے پاس جا کر کچھ ضروری انسٹرکشن دیں۔

''بیٹھو، میری جیپ میں۔۔۔''

شاہ میر ان دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا، درشہوار چھلانگ مار کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ شاہ میر کا ایک دم دماغ گھوم گیا۔

''پیچھے جائو، تمہارے ابا کی گاڑی نہیں ہے یہ۔۔۔'' اس کے طنزیہ لہجے پر وہ ڈھٹائی سے مسکرائی اور طوبیٰ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''ویسے پاک آرمی کی گاڑی میں بیٹھنے کا اپنا ہی سواد ہے۔ بندہ خود کو بڑا وی آئی پی محسوس کرنے لگتا ہے۔'' اس نے طوبیٰ کے کان میں سرگوشی کی جو شاہ میر نے گاڑی چلاتے ہوئے صاف سنی تھی۔

''میرے کسی سنئیر نے دیکھ لیا تو کتنے سنگین نتائج بھگتنے پڑ سکتے ہیں اس چیز کا اندازہ نہیں ہے تمہیں۔۔'' اس کا مزاج

ہنوز برہم تھا۔

وہ جیپ تقریباً اڑاتا ہوا گھر تک پہنچا اور ان دونوں کو گیٹ پر پہنچتے ہی نیچے اترنے کا اشارہ کیا، اسی سڑک پر سامنے سے ہادی کی گاڑی آ رہی تھی، در شہوار کے دل کی دھڑکنوں نے بغاوت کر دی۔

ہادی نے سرسری نگاہ سے ان دونوں کو جیپ سے نیچے اترتے دیکھا۔ در شہوار کنکھیوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس کی گاڑی اسکے گھر کے اندر داخل ہو چکی تھی۔

''جا چکا ہے وہ، اب تم بھی اپنے گھر تشریف لے جائو۔۔'' طوبیٰ نے طنزیہ انداز میں اسکی آنکھوں کے آگے اپنا ہاتھ لہرایا۔

''اوہ۔۔۔سوری۔۔۔'' اس نے ہڑبڑا کر دیکھا، شاہ میر اور ہادی دونوں ہی وہاں سے جا چکے تھے۔

''ویسے ایک بات تو طے ہے در شہوار۔۔'' طوبی کے لہجے کی سنگینی سے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ اس کی بے عزتی مزید خراب کرنے والی ہے۔

''دیکھو، کوئی ایسی ویسی بات مت کرنا، میرا دل پہلے ہی بڑا ٹوٹا ہوا ہے۔'' اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

''تاریخ گواہ ہے کہ تم پر جب جب بھی کوئی مصیبت آئی تم نے ہمیشہ کمینگی کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا سارا مدعا میرے سر ڈالا۔'' طوبیٰ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے انتہائی رکھائی سے کہا۔

''نہیں، صرف میرو بھیا کے سامنے۔۔۔'' وہ شرارت سے ہنس کر مزید بولی۔

''وہ بھی اس لیے کہ مجھے معلوم ہے وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے، دیکھا نہیں گاڑی والی بات پر بھی کیسے چپ کر گئے تھے، جب میں نے کہا کہ وہ تم چلا رہیں تھیں۔۔۔'' وہ اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار ایک دفعہ پھر قہقہ لگا کر ہنسی لیکن اس دفعہ اس کا آدھا قہقہ حلق میں ہی دم توڑ گیا۔

اس نے کہنی مار کر طوبی کی توجہ ہادی کے صحن کی طرف مبذول کروائی، جہاں ایک انہی کی ہم عمر خوبصورت اور نازک سی لڑکی، ٹہلتے ہوئے سیل فون پر بات کر رہی تھی۔ در شہوار کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمودار ہوئے۔

''کون ہو سکتی ہے یہ۔۔۔؟''

''شاید بہن ہو اس کی۔۔۔'' طوبی نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''نہیں، اکلوتا ہے یہ۔۔۔'' اسکی زبان پھسلی تو طوبی نے گھور کر اسکی طرف دیکھا، ''تمہیں کس نے بتایا ہے یہ۔۔۔؟''

''ارسل سے پوچھا تھا باتوں باتوں میں۔۔۔'' در شہوار نے مسکرا کر جواب دیا۔

''اب جا کر اسی سے ڈاریکٹ پوچھ لو، کہ یہ حسینہ کون ہے۔۔۔'' طوبیٰ منہ بناتے ہوئے اندر کی طرف چل دی۔

جب کہ درشہوار کا سارا سکون غارت ہو چکا تھا۔وہ سخت گرمی میں درخت کے نیچے کرسی رکھ کر بیٹھ گئی،بظاہر اسکی توجہ اپنے سیل فون کی اسکرین کی طرف تھی لیکن کنکھیوں سے وہ اس لڑکی کی حرکات وسکنات کا بڑے غور سے جائزہ لیتے ہوئے دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یقین مانو،منو تمہیں اس گھر میں دیکھ کر دلی خوشی ہو رہی ہے مجھے۔۔۔"

ہادی ایک ٹرے میں ہارڈیز کے برگر،فرنچ فرائز اور دو کولڈ ڈرنکس رکھے لان میں چلا آیا،فضائوں میں موجود گھٹن کا احساس کافی کم ہو گیا تھا اور دیکھتے دیکھتے آسمان نیلے رنگ کی بدلیوں سے بھر گیا اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔۔

"بڑے حسین نظارے ہیں اردگرد کے۔۔۔" مناہل نے شرارتی انداز میں آنکھ دبا کر ساتھ والے لان میں بیزار بیٹھی درشہوار کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کی شکل کی معصومیت پر مت جانا۔پورا تخریبی گینگ ہے اس کا۔۔"ہادی جی بھر کر بدمزا ہوا۔

"خیر ہے،بڑی معلومات حاصل کر رکھی ہیں۔۔" اس نے فرنچ فرائز کی پوری پلیٹ اٹھا کر اپنی گود میں رکھی،وہ دونوں لان چئیر پر بیٹھ چکے تھے۔دوسری طرف درشہوار نے کسی کا نمبر ملا کر وہیں ٹہلنا شروع کر دیا تھا۔

"تم چھوڑو اس کو،یہ بتائو،اچانک کیسے پلان بن گیا تمہارا۔"ہادی نے فوراً بات پلٹی۔

"پی سی میں ایک سیمینار تھا ہمارا،وہی اٹینڈ کر کے فری ہوئی تھی کہ ممانی کی کال آگئی کہ میرے صاحبزادے کے درشن کر کے آنا،یہاں آکر پتا چلا کہ تمہارا کیوں دل نہیں کرتا گھر آنے کو۔"وہ بے تکلفی سے اسے چھیڑ رہی تھی۔

"کیسا چل رہا ہے تمہارا ایم ایس کا تھیسس۔۔۔؟"اس نے بڑی خوبصورتی سے موضوع بدلا۔

"اسی کے سلسلے میں خواری ہو رہی ہے،اچھا جی پی اے بن جائے تو پی ایچ ڈی میں ایڈمیشن لے لوں گی فوراً۔" مناہل نے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا اسے۔

"ہاں ساری زندگی کتابوں میں ہی گذار دینا۔۔"ہادی نے منہ بنایا۔

"تو اور کیا کروں۔۔۔۔؟"وہ ہنسی۔۔۔

"شادی۔۔۔"ہادی نے بے تکلفی سے مشورہ دیا،ویسے بھی ان دونوں کے درمیان اچھی خاصی انڈراسٹینڈنگ تھی۔

"سمجھو ففٹی پرسنٹ کام ہو گیا ہے۔۔۔"مناہل نے شرارتی لہجے میں اسے اطلاع دی۔

"وہ کیسے بھئی۔۔؟"ہادی خوشگوار حیرت کا شکار ہوا۔

"میں راضی ہوں، اگلے بندے کو منانا ہے۔۔۔" اسکی شرارت پر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا اور درشہوار نے کھا جانے والی نظروں سے اسکی طرف دیکھا، دونوں کے چہروں پر موجود مسکراہٹ سے وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ ان کے درمیان خاصی خوشگوار بات چیت چل رہی ہے۔

"شرم کرو، بھائی کے سامنے ایسی باتیں کر رہی ہو۔۔" ہادی نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔

"جی نہیں بھائی وائی نہیں، دوست ہو تم میرے بلکہ، ماموں زاد کزن۔۔" مناہل صاف مکر گئی۔

"پھر ٹھیک ہے۔۔۔" وہ بھی جلدی متفق ہو گیا۔

"بھئی ہادی، بہت ٹائم ہو گیا، ڈرائیور آتا ہو گا مجھے لینے، میں ذرا اپنی چیزیں اٹھالوں اندر سے۔۔۔" مناہل رسٹ واچ دیکھتے ہوئے فوراً عجلت بھرے انداز میں کھڑی ہوئی۔

"کسی دن آئو ناں ماما کے ساتھ ویک اینڈ پر۔۔۔" وہ دونوں مسکراتے ہوئے اندر کی طرف چل دیئے تھے اور درشہوار کا موڈ ٹھیک ٹھاک خراب ہو چکا تھا وہ پائوں پٹختی ہوئی اندر کی طرف بڑھ گئی۔ اسے اب ہادی کو ایک دفعہ پھر مزا چکھانا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد کی زندگی ایک عجیب سے موڑ میں داخل ہو چکی تھی۔

رومیصہ والے واقعے نے اسکی اور ٹینا بیگم کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ اس شام بھی اے ایس پی ارتضی حیدر ان کے ڈرائینگ روم میں موجود تھے، وہ ایک ینگ، انرجیٹک اور ڈیشنگ پرسنالٹی کا حامل پولیس آفیسر تھا، اور سی ایس ایس کے بعد اسکی پہلی پوسٹنگ اسلام آباد میں ہوئی تھی۔

ٹینا بیگم ملازمہ کے ساتھ ڈرائینگ روم میں داخل ہوئیں اور انہوں نے توصیفی نگاہوں سے سامنے بیٹھے پولیس آفیسر کو دیکھا، یہ لڑکا انہیں پہلی نظر میں ہی شہر زاد کے ساتھ اچھا لگا تھا، لیکن ان دونوں وہ خود بھی ذہنی طور پر اتنی الجھی ہوئیں تھیں کہ شہر زاد سے اس کے متعلق تفصیلاً بات نہیں کر سکیں۔۔

"مجھے ایٹی پرسنٹ یقین ہے کہ اس واقعے کے پیچھے بریگیڈیر وقار کی بیٹی کنزہ کا کوئی نہ کوئی ہاتھ ضرور ہے یا پھر کم از کم وہ اتنا ضرور جانتی ہے کہ رومیصہ کو کڈنیپ کرنے والے لوگ کون ہیں۔۔۔" ارتضی کی اس بات نے دونوں ماں بیٹی کو بے چین کر دیا۔

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں یہ بات۔۔۔؟" ٹینا بیگم ہلکی سی بے چین ہوئیں جبکہ شہر زاد کو اپنے تاثرات چھپانے میں کمال حاصل تھا۔

"اس لیے کہ جب میں نے ان سے انوسٹی گیشن کے سلسلے میں بات کی تو وہ بچی بہت زیادہ کنفیوژ تھی۔" وہ سنجیدگی سے گویا

ہوا۔

''تو کیا آپ اسکی کنفیوژن کی وجہ سے اسے کوئی مارجن دینا چاہتے ہیں۔۔''شہر زاد کے طنزیہ لہجے پر وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔اسے اس لڑکی کا دوٹوک انداز، کمپوزڈ پرسنالٹی کے ساتھ ساتھ حد درجہ سنجیدگی میں چھپی ہوئی ذہانت بہت امپریس کرتی تھی۔

''ناٹ ایٹ آل۔۔۔''اس نے فوراصفائی دی۔

''تو کیا اس کے فادر کی پوسٹ آپ کے راستے کی رکاوٹ بن رہی ہے۔۔۔''؟اس دفعہ شہر زاد کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ کاٹ دار تھا۔

''ایسا ہرگز نہیں ہے،میں اپنے فرائض کی راہ میں کسی چیز کو رکاوٹ بننے نہیں دیتا۔۔''وہ اس دفعہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خوداعتمادی سے بولا۔

''آپ اس کا نام لکھوائیں ایف آئی آر میں،اور پھر دیکھیں ہماری پرفارمنس۔۔۔''اس نے مشورہ دیا۔

''ٹھیک ہے،کب لکھوانا ہے،بتائیں۔۔''شہر زاد کے اعتماد پر وہ ایک لمحے گڑبڑا سا گیا۔''صبح آجائیں آفس۔۔۔''

''ابھی کیوں نہیں۔۔۔''شہر زاد نے وال کلاک کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا،اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔

''ٹھیک ہے۔۔۔''وہ ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ میز پر رکھ کر کھڑا ہوا،نہ جانے کیوں وہ اس لڑکی کے سامنے بے بس ہو جاتا تھا۔

''شیری،میرا خیال ہے،اس معاملے پر ہمیں کسی اور سے بھی مشورہ کر لینا چاہیے۔۔۔''ٹینا بیگم اسکی عجلت پسندی پر تھوڑا بے چین ہوئیں۔

''آئی ایم سوری مام،جب تک رومی گھر میں واپس نہیں آجاتی،میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتی۔''وہ ارتضی کے ساتھ باہر نکل آئی۔

''میرا خیال ہے،آپ میری گاڑی میں آجائیں،واپسی پر میں آپ کو ڈراپ کروادوں گا۔۔''

شہر زاد نے چپ چاپ اسکی بات مان لی،ویسے بھی وہ بلا کی کونفیڈنٹ تھی،ارتضی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا اور شہر زاد اسکے برابر میں بیٹھ گئی،مسز قریشی کے آفس میں اس سے ملاقاتوں کے بعد دونوں کے درمیان اچھی خاصی بے تکلفی پیدا ہو چکی تھی،مسز قریشی اپنے اکثر معاملات میں اپنے بیٹے سے زیادہ اس پر بھروسہ کرتی تھیں یہ بات شہر زاد کو بہت جلد معلوم ہو گئی تھی۔

''ایک مشورہ دوں آپ کو،مائنڈ تو نہیں کریں گی۔۔۔''جیسے ہی گاڑی مین روڈ پر آئی،ارتضی حیدر نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

''جی بولیں۔۔۔''

''آپ کو پہلی فرصت میں سی ایس ایس کر لینا چاہیے۔۔۔''اسکی بات پر ایک مبہم سی مسکراہٹ شہر زاد کے ہونٹوں پر دوڑی

۔

''آپ نے ایسا کر کے کون سا تیر مار لیا ہے جو کسر میں آکر پوری کر لوں گی،ایک بریگیڈ ئیر کی بیٹی تک سے تو آپ کھل کر انویسٹی گیشن نہیں کر سکتے،تو کیا فائدہ ایسے اختیارات کا۔۔''شہر زاد کے جل کر بولنے پر وہ بے اختیار ہنسا۔

''شاید ہم دونوں مل کر کوئی ایسا تیر چلا لیں،جو میں اکیلا نہ چلا پا رہوں۔۔''اس نے بات کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کی۔

''سوری،مجھے سہاروں کی عادت نہیں،میں اپنی جنگیں تنہا لڑنے کی عادی ہوں۔۔۔''اس نے حسب توقع وہی جواب دیا جس کی ارتضیٰ کو پوری امید تھی اس لڑکی کی سحر انگیز شخصیت کے جال میں وہ بُری طرح سے پھنس چکا تھا اسی وجہ سے وہ آج اس کے گھر تک پہنچ گیا تھا۔اپنے کام سے جیسے ہی وہ فری ہوئی ارتضیٰ کا ڈرائیور اسے گھر چھوڑ آیا تھا۔

''مجھے یقین ہے ارتضیٰ حیدر،اب باقی معاملے کی کھوج لگا لے گا۔''رات وہ ہم زاد کو فون کر کے پوری تفصیل بتا رہی تھی اور وہ بہت خاموشی کے ساتھ اسکی ایک ایک بات غور سے سنتے ہوئے اچانک بولا۔

''مجھے لگتا ہے یہ اے ایس پی،تم پر لٹو ہو چکا ہے۔۔۔''

شہر زاد کو اس کی طرف سے ایسے مذاق کی بالکل توقع نہیں تھی تبھی وہ ایک لمحے کو چپ ہو گئی۔

''آپ کیسے کہہ سکتے ہیں یہ بات۔؟''کچھ لمحوں کے توقف کے بعد وہ ہلکا سا سنبھل کر گویا ہوئی۔

''میری چھٹی حس کہہ رہی ہے اور تمہارے معاملے میں یہ مجھے کبھی دھوکا نہیں دیتی۔۔۔''وہ اپنی باتوں سے اکثر اسے لاجواب کر دیتا تھا۔

''ہاں تو ہرج کیا ہے۔۔۔''شہر زاد کو بھی شرارت سوجھی۔

''کیا،واقعی کوئی ہرج نہیں ہے۔۔۔''دوسری طرف اسکا لہجہ کچھ پست ہوا،شہر زاد کا تیر نشانے پر لگا تھا۔۔

''ہاں،ہینڈ سم،ذہین اور اینٹلی جینٹ ہے اور سب سے بڑی بات،سامنے بیٹھ کر بات کرنے کی جرات رکھتا ہے۔''شہر زاد کی بات پر ہم زاد کو شاک لگا اور اس نے افسردگی میں لپٹی خاموشی کے ساتھ کال کاٹ دی۔

شہر زاد کو اس وقت بالکل اندازہ نہیں ہوا کہ آنے والے دنوں میں یہ مذاق اسے کتنا مہنگا پڑنے والا ہے۔وہ پہلی دفعہ ہم زاد کو شعوری طور پر خفا کر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

''کون ہے یہ بیرسٹر شیری،پتا کرؤاؤ اس کا۔۔۔''میر خاقان علی مشتعل انداز میں ٹہلتے ہوئے میر وہاج سے مخاطب ہوئے

۔وہ اس وقت میر محتشم کے ساتھ اسلام آباد میں واقع نور محل میں تھے۔ان کے ہاتھ میں وہ عدالتی نوٹس تھا جو انہیں شجاع غنی کی وکیل بیرسٹر شیری کی طرف سے ملا تھا۔

"اتنی ٹینشن لینے کی کیا بات ہے۔۔"میر محتشم نے سگار سلگاتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"اس میں الزامات کی نوعیت دیکھی ہے آپ نے۔۔۔"وہ بھڑک کر بولے۔

"کیا ضرورت ہے دیکھنے کی، ایسے ہزاروں نوٹس آئے اور فضائوں میں اڑ گئے۔۔"میر محتشم نے سگار کا دھواں فضائوں میں چھوڑتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"آپ جانتے نہیں ہیں بابا، معاملے کی نوعیت بہت سنگین ہے۔۔"وہاج نے اپنے باپ کو دبے دبے انداز میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"مثلا۔۔۔؟"انہوں نے طنزیہ نگاہوں سے اپنے چھوٹے بھائی اور بیٹے کو دیکھا۔

"ایسی ہی ایک درخواست شجاع غنی نے محکمہ اینٹی کرپشن کے ڈاریکٹر جنرل عبداللہ قریشی کو دے رکھی ہے، اور اس کے علاوہ ایک کرائم رپورٹر کو بھی اس کیس کے پیچھے لگا رکھا ہے، کل رات اس دو نمبر اینکر سعید چوہان نے ٹی وی پر اس ٹاپک پر ایک شو تک کر ڈالا ہے۔"

"واٹ۔۔۔؟"میر محتشم کو پہلی دفعہ معاملے کی سنگینی کا کچھ احساس ہوا۔

"شجاع غنی کی اتنی زیادہ جرائت۔۔۔؟"ان کے لہجے میں برہمی چھلکی۔

"کوئی بھی میمنا، ایک دم ایسے اٹھ کر جب ناچنا شروع کر دے تو سمجھ لینا چاہیے کہ کسی بھیڑیئے نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا ہے۔"میر خاقان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کون ہے شجاع غنی کے پیچھے۔۔۔"وہ سنبھل کر بیٹھ گئے۔

"ملک زبیر علی۔۔۔"وہاج نے مری میں اپوزیشن پارٹی کے ایم این اے کا نام لیا، جو الیکشن میں ہمیشہ میر فیملی کے خلاف کھڑا ہوتا تھا، ان دونوں خاندانوں کی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی ڈھکی چھپی نہیں تھی۔

"کوئی اچھا وکیل ہائر کرو تم بھی۔۔۔"میر محتشم نے اب سنجیدگی سے انہیں مشورہ دیا۔

"بات وکیل ہائر کرنے کی نہیں ان ثبوتوں کی ہے جو اس بیرسٹر شیری کے پاس پہنچ چکے ہیں۔"خاقان علی ٹھیک ٹھاک پریشان تھے، کیونکہ اگلے الیکشن سر پر تھے اور کرپشن کا کوئی بھی کیس اس موقعے پر سارے کیے کرائے پر پانی پھیر سکتا تھا۔

"کون ہیں یہ خاتون۔۔۔؟"ان کے ماتھے کے بل گہرے ہوئے۔انہیں ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایک ینگ لڑکی ہے۔

"کوئی توپ چیز ہی ہے، جو بیرسٹر عالیہ قریشی کے چیمبر میں نہ صرف اپنی جگہ بنا چکی ہے بلکہ ان کے ساتھ ایک چوٹی کا کیس بھی جیت چکی ہے۔"

"یہ بیرسٹر عالیہ قریشی وہی ہیں ناں جو۔۔۔۔۔' انہوں نے بات ادھوری چھوڑی۔

"جی وہی ہیں محکمہ اینٹی کرپشن کے ڈاریکٹر جنرل عبد اللہ قریشی کی مسز، جن کا ریکارڈ ہے کہ انہوں نے اپنے کیئریر میں بہت کم کیس ہارے ہیں۔"

میر خاقان کے لہجے میں چھپی تشویش اب میر محتشم کو کھل کر سمجھ آ چکی تھی، اس لیے انہوں نے بھی چوٹی کا وکیل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ بھی اتنی آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ حواس باختہ انداز میں گلاس وال سے باہر دیکھ رہی تھی۔۔۔

باہر گہری تیرگی کا تھی، جو اب اسے اپنے مقدر پر بھی چھائی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

وقت تیزی سے بھاگ رہا تھا اور ہر لمحہ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سوئے مقتل کی طرف گامزن ہو۔

اسکے چہرے کی ساری روشنیاں گل ہو گئیں تھیں۔۔۔

مسلسل گریہ زاری سے اس کے پپوٹے الگ متورم تھے۔۔۔

نہ جانے کون لوگ تھے وہ۔؟ کیا مقصد تھا ان کا۔۔۔؟

وہ تو راستے میں بے ہوش ہو گئی تھی اور جب آنکھ کھلی تو اس نے خود کو اس ماسٹر بیڈ روم میں پایا۔

کمرے کی مشرقی دیوار اگرچہ گلاس وال پر مبنی تھی لیکن اسکے باہر بھی لوہے کی سلاخوں کا ایک جنگلہ تھا، جو شاید حفاظتی انتظامات کے پیش نظر لگایا گیا تھا۔ یہ ایک ایک جدید طرز تعمیر کا ایک خوبصورت فارم ہاؤس تھا، جہاں سبزے اور درختوں کی بہات تھی۔ وہ گلاس وال سے باہر کا جائزہ لے چکی تھی لیکن بہت تیزی سے پھیلتے اندھیرے نے ہر چیز کو نگل لیا تھا۔

رومیصہ نے اس بلند و بالا فارم ہاؤس پر ایک شکستہ نظر ڈالی، ماسٹر بیڈ روم سے نکلنے کا صرف ایک دروازہ تھا جو باہر سے لاک تھا۔ وہ پچھلے تین دن سے یہاں قید تھی، اور کمرے میں موجود فریج میں رکھی چیزیں بھی آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہیں تھیں۔

"یا اللہ، میری مدد فرما۔۔۔" اس کی جان پتے کی طرح لرز رہی تھی۔

اچانک فارم ہاؤس کی گہری تاریکی اور خاموشی میں کسی گاڑی کا ہارن گونجا، رومیصہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے کسی کے مضبوط قدموں کی آواز کمرے کی کھڑکیوں کے باہر سنی اور خوف اور گھبراہٹ سے اس کا وجود ہلکا ہلکا کانپنے لگا۔

شیشم کی مضبوط لکڑی کے بنے دروزے میں کسی نے چابی گھمائی اور ٹک کر کے لاک کھلا اور رومی نے خوفزدہ انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ کوئی لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا عین اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"آنکھیں بند کرنے سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔۔۔" سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے ایک مردانہ آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

رومیصہ نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں، اسکی پیشانی عرق آلود اور ہتھیلیاں پسینے میں بھیگی ہوئیں تھیں۔ اس نے سخت حیرانگی اور پریشانی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اپنے سامنے کھڑے شخص کی طرف دیکھا۔

براؤن کلر کی جینز کے ساتھ وہ چاکلیٹ کلر کی شرٹ میں ملبوس وہ اچھی خاصی ہینڈسم شخصیت کا حامل نوجوان تھا، اس نے اپنی لیدر کی جیکٹ سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اپنی بڑی بڑی شہد رنگ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے ایک سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر لائٹر کا شعلہ دیکھایا۔

"کک کون ہیں آپ۔۔" رومیصہ کی کانپتی ہوئی آواز ابھری۔

"ملک الموت۔۔۔۔" اس نے سگریٹ کی راکھ جھاڑتے ہوئے بے نیازی سے جواب دیا۔ اسکا دل دھک کر کے رہ گیا۔

"کیوں لائے ہیں آپ مجھے یہاں۔۔۔؟" وہ لجاجت سے پوچھ رہی تھی۔

"ویسے ہی مارنے کے لیے، جیسے تم نے روحیل محمود کو مارا تھا۔۔" اسکی مسکراہٹ زہریلی اور لہجہ سفاک تھا۔ رومی کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنی لیدر کی جیکٹ ایک چھوٹا سا جدید پسٹل نکالا اور رومی کی کنپٹی پر رکھ دیا۔

"میں نے نہیں مارا اسے۔۔۔" وہ بوکھلا کر گویا ہوئی۔ اس کے جسم کا ہر بال خوف کے زیر اثر کھڑا ہو گیا۔

"روحیل کو تھپڑ تو تم نے میرے سامنے مارا تھا کلب میں، یاد ہے۔۔؟ اس کی سرد آنکھوں کے سامنے رومی کو اپنی قوت گویائی سلب ہوتی محسوس ہوئی۔

"بدتمیزی کی تھی اس نے میرے ساتھ۔۔" اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔

"ایسا کون سا پہاڑ توڑ دیا تھا تمہارے اوپر۔؟ کیا کرنے آئیں تھیں تم وہاں، اتنی ہی پارسا تھیں تو نہیں آنا چاہیے تھا تمہیں کلب میں۔" وہ اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال رہا تھا۔

"تم نے میرا بچپن کا دوست، میرا ساتھی، میرے قدم سے قدم ملا کر چلنے والا میرا بیسٹ فرینڈ چھین لیا، میں چھوڑوں گا نہیں تمہیں۔" اس کی آنکھوں میں گویا لہو اتر آیا۔

"میں نے روحیل کو قبر میں اتارتے ہوئے قسم کھائی تھی کہ اس کی سانسیں چھیننے والے کو میں زیادہ دیر تک دنیا میں سانس

لینے نہیں دوں گا۔۔۔" وہ اسے اپنے خطرناک عزائم سے آگاہ کر رہا تھا۔

"بائے گاڈ، اسے میں نے نہیں مارا۔۔" رومیصہ کے اعصاب جواب دے گئے، تبھی اس کی آنکھوں سے آنسوئوں کی ایک لڑی بہہ نکلی۔

"جھوٹ بولتی ہو تم مجھ سے۔۔۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ "مجھے خود کنزہ وقار نے بتایا ہے۔۔۔"

اس کی بات سن کر رومی کے سر پر تو گویا آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔ اس نے انتہائی تعجب سے اسکا مشتعل چہرہ دیکھا۔

"کنزہ غلط کہہ رہی ہے۔۔۔" اسکا لہجہ رندھ گیا۔

"وہ نہیں، تم غلط کہہ رہی ہو اور میں چھوڑوں گا نہیں تمہیں۔۔۔" وہ تلخی سے بولا۔

"کیا کرو گے تم، مارو گے مجھے۔۔۔" موت کو سامنے دیکھ کر اس نے اپنی جنگ بہادری سے لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

"تو کیا اس فارم ہائوس میں اپنی مسز بنا کر رکھوں گا۔۔۔" اس کے استہزائیہ انداز پر رومی کا دماغ الٹ گیا۔

"تمہاری مسز بننے سے اچھا ہے، میں گولی کھا کر مر جائوں۔ وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انتہائی تنفر لہجے میں بولی۔

سامنے موجود شخص بھی اسی کی طرح الٹے دماغ کا تھا، اس نے فیصلہ کن نظروں سے رومی کی طرف دیکھا اور آئو دیکھا نہ تائو، اور ریوالور تان لیا۔ رومی کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کا مداوا کرنے کی کوشش کرتی، فضائوں میں گولی چلنے کی آواز، رومیصہ کی چیخ کے اوپر حاوی ہو گئی۔ دور کہیں پرندوں کے جھنڈ میں شور مچا اور اس کے بعد فضائوں میں سناٹے کا راج ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اوہ مائی گاڈ۔۔" !!!

رومی کی دھڑکنوں میں بپا قیامت تھم سی گئی، اس کی رنگت خطرناک حد تک سپید پڑ چکی تھی، اور لب تیزی سے ہل رہے تھے، شاید وہ دل ہی میں کوئی دعا مانگ رہی تھی جو اسے اس قسم کی خطرناک سچوئشن سے نکال سکتی۔

"اب کیوں کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لی ہیں تم نے۔۔۔" اس کے بلند و بانگ قہقہے پر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

رومیصہ نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں، وہ ایک تلخ حقیقت کی مانند اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے بوکھلا کر دائیں طرف دیکھا، کھڑکی کا شیشہ چکنا چور ہو چکا تھا اور اس کے ذرات فرش پر پھیلے ہوئے تھے۔

"تمہارا کیا خیال ہے، اتنی آسان موت ماروں گا تمہیں۔۔۔" اس کا سرد لہجہ رومی کے حواس معطل کر گیا۔ اس نے تھوک نگل کر اپنے خشک ہوتے حلق کو تر کیا، یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی پل صراط پر آن کھڑی ہو۔ جہاں ذرا سی لغزش پر ایک گہری دلدل

اسے نگلنے کو تیار ہو۔

''اتنا بے وقوف لگتا ہوں تمہیں۔۔۔'' اسکے متنفر انداز پر رومیصہ کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں رینگنے لگیں۔ وہ ہونٹوں کو سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کیے بالکل خاموش تھی، جیسے کسی نے اس پر منتر پڑھ کر پتھر کا بنا دیا ہو۔

''بے فکر رہو، ایسی موت ماروں گا تمہیں کہ قبر میں بھی قیامت تک تڑپتی رہو گی۔۔۔'' وہ اپنے خطرناک ارادوں سے باخبر کرتے ہوئے اسکے اعصاب کو مزید کمزور بنا رہا تھا۔ کھڑکی سے باہر اب گہرے سناٹے کے ساتھ اندھیرے کا راج تھا۔

''کیا کہا تھا تم نے، تھوڑی دیر پہلے مجھے۔۔۔'' اس نے ریوالور سے اسکی ٹھوڑی کو تھوڑا سا اونچا کیا۔

''کک کچھ نہیں۔۔۔'' خوف سے اسکی آواز حلق میں ہی دب گئی۔

''یہی کہا تھا ناں، مجھ سے شادی کرنے سے بہتر تم مر جانا پسند کرو گی، ہے ناں۔۔۔'' وہ بڑے معنی خیز انداز میں اسکا جملہ اسی پر لٹا رہا تھا۔

''آئی ایم سوری۔۔۔'' رومیصہ نے اسکی آنکھوں کی سرخی سے نظریں چرا کر فوراً ہتھیار ڈالے۔

''اب تو شادی کر کے ہی زندہ درگور کروں گا تمہیں۔۔'' رومی کو لگا جیسے وہ مذاق کر رہا ہو۔

''کیا مطلب ہے آپ کا۔۔؟'' اسکے حلق سے ایک پھٹی ہوئی آواز برآمد ہوئی۔

''سارے مطلب آج ہی سمجھ لیے تو باقی زندگی کیا کرو گی جان من۔۔۔'' وہ عجیب انداز میں ہنسا۔ رومیصہ کو لگا جیسے کسی نے اسکے وجود کو شکنجے میں کس دیا ہو اس کا دل انہونی کا راگ الاپنے لگا۔۔۔

''آپ پلیز جانے دیں مجھے۔۔۔'' اس کی سانس اٹکنے لگی۔۔۔

''اتنی آسانی سے۔۔۔'' وہ ریوالور سے اس کے بالوں میں چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔ رومی کو اپنا تنفس تیز ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اپنے ہی جال میں بُری طرح پھنس چکی تھی۔

''میں مر جائوں گی۔۔۔'' اس کے حلق سے سسکی نکلی۔

''اب تو اپنی مسز بنا کر ہی بجھوائوں گا تمہیں، دیکھوں تو سہی کیسے مرتی ہو تم۔۔۔؟'' اس کے سرد لہجہ نے رومی کے بدن سے اسکی روح کھینچ لی۔

''آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔۔۔'' اس کے خوفزدہ ہونے پر وہ ہنسا، جیسے اسکی حالت سے خط اٹھا رہا ہو۔

''میں دیکھتا ہوں، دنیا کی کون سی طاقت روکتی ہے مجھے۔۔۔'' وہ استہزائیہ انداز سے بولتا ہوا اسے سخت گھبراہٹ میں مبتلا کر گیا۔

"اب کیا ہاتھ جوڑ کر معافی مانگوں آپ سے۔۔۔" وہ ایکدم رو دی۔

"ناک سے لکیریں بھی نکالو گی تو تب بھی نہیں مانوں گا۔۔۔" وہ اسے جلتی ہوئی آنکھوں سے گھورنے لگا۔

"میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا، کیوں پیچھے پڑ گئے ہیں میرے۔۔۔"

"روحیل محمود نے کیا بگاڑا تھا تمہارا۔؟ کیوں تم نے اسے اپنی گاڑی کے نیچے کچلا۔۔۔"

"میں نے ایسا نہیں کیا، بائے گاڈ گاڑی میں نہیں کنزہ چلا رہی تھی۔۔۔۔" وہ بلند آواز میں رونے لگی۔

"خوبصورت لڑکی، جب جھوٹ بولتی ہے ناں، اسکا چہرہ یقین مانو کسی مکڑی کی طرح بد صورت لگنے لگتا ہے۔" وہ سانسیں روکے، بنا پلکیں جھپکے اسکا چہرہ دیکھنے لگی جس پر اس کے لیے نفرت کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"شادی تو کرنی پڑے گی تمہیں مجھ سے۔۔۔" اس نے سرد آواز سے کہا۔

"میں مر جائوں گی، لیکن ایسا نہیں کروں گی۔۔۔" وہ بے بسی کی انتہاء پر پہنچ کر ایک دم چیخی۔

"میں بھی یہی دیکھنا چاہتا ہوں، قطرہ قطرہ زہر کیسے انسان کے وجود میں سرایت کرتا ہے۔" اسکی ٹھوڑی تلے انگلی رکھ کر اس نے رومیصہ کا چہرہ اپنی جانب گھمایا تو اسے ایک دم سو واٹ کا کرنٹ لگا۔

"ہاتھ مت لگائو مجھے۔۔۔" وہ گیلی لکڑی کی طرح چٹخی تو وہ قہقہ لگا کر ہنسا۔ جیسے اس کے زچ ہونے پر لطف حاصل کر رہا ہو۔

"چلو پھر سارے حق لے لیتے ہیں، کیا کہا تھا تم نے مجھ سے شادی کرنے سے بہتر مر جانا پسند کرو گی ناں۔ دو گھنٹے ہیں تمہارے پاس، جو کرنا چاہتی ہو کر لو

مجھے کوئی اعتراض نہیں، اسکے بعد تمہیں وہی کرنا ہو گا جو میں چاہوں گا۔" وہ اسکی روح فنا کر کے کمرے سے نکل گیا۔

ان دو گھنٹوں میں رومیصہ نے وہاں سے نکلنے کا ہر طریقہ سوچ لیا، لیکن وہ اس کے پر کاٹ کر پنجرے میں بند کر کے گیا تھا، کوئی روشندان، کوئی کھڑکی ایسی نہیں تھی جس سے وہ مدد لے سکتی، چھت کا پنکھا بھی خاصے فاصلے پر تھا اور کوئی راہ فرار نہ پا کر وہ مایوسی سے بیٹھ گئی اور دل ہی دل میں اس کے ایکسیڈنٹ کی دعائیں مانگنے لگی۔

وہ واقعی ہی اپنی زبان کا پکا نکلا تھا۔ دو گھنٹوں میں ہی ایک نکاح خواں کے ساتھ کچھ گواہان کے ساتھ اسکی واپسی ہوئی تو رومی کو اپنی موت سامنے نظر آنے لگی وہ ایک عجیب سی رات تھی، رومی کسی سنگی مجسمے کی مانند ساری کاروائی دیکھ رہی تھی۔

اسے پتا ہی نہیں چلا، کب اس اجنبی شخص کا نام اسکی سماعتوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند انڈیلا گیا، اس نے ایک دفعہ پھر ہمت کرنا چاہی لیکن اس کی سرخ گھورتی آنکھیں اور پینٹ کی جیب سے جھلکتی ریوالوار کی نوک نے اس سے وہ فیصلہ کروالیا، جو وہ عام حالات میں کرنے کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اذیت سے بے حال ہوتے وجود کے ساتھ کب اس نے اپنا سر

ہلایا اور وہ ساکن پلکوں کے ساتھ سامنے رکھے پیپرز پر سائن کر دیئے۔وہ اب کسی فاتح کی طرح اسکے سامنے کھڑا تھا۔

''یہ سب کیا تھا۔۔۔۔؟''رومی کو لگا وہ کوئی خوفناک خواب دیکھ رہی ہے۔

''ٹوپی ڈرامہ۔۔۔۔''وہ قہقہ لگا کر اسکی حالت پر ہنسا اور رومیصہ صدمے کی کیفیت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

اس شخص کا نام انتہائی عجیب انداز میں اسکے نام کے ساتھ جڑ چکا تھا اور اسے یہ سوچنے پر مجبور کر گیا کہ اگر جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں تو کیا اسکا ملاپ اسی طور ہی کاتب تقدیر نے لکھا گیا تھا۔کتنی عجیب تھی اسکی قسمت اور اس سے بھی عجیب تھا اس کا ہمسفر،جو نکاح جیسے مقدس کام کو کھیل بنا کر خود ایک دفعہ پھر غائب ہو گیا تھا۔وہ ابھی تک اسے سمجھ نہیں پائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد کو لگا جیسے وہ کسی بند گلی میں آن کھڑی ہو۔۔!!!

اس نے پورے چوبیس گھنٹے کے بعد انتہائی مایوسی کے عالم میں ہم زاد کا نمبر ڈائل کیا تھا،اسے ابھی ابھی پتا چلا تھا وقار درانی اپنی بیٹی کنزہ کو ملک سے باہر بجھوا چکا ہے اور یہ خبر اس کے اعصاب پر چابک کی طرح برسی تھی۔مسز قریشی نے اور اس کے تمام تر سورسز بے کار گئے تھے کیونکہ جس وقت وقار درانی کا وکیل ان دونوں سے ملاقات کے لیے آفس آیا ہوا تھا،ٹھیک اسی وقت کنزہ ائیر پورٹ پر تھی۔اس خبر نے مسز قریشی کے بھی حوصلے پست کیے تھے اور وہ اس امید کے ساتھ گھر واپس آئی تھی کہ شاید ہم زاد اسکی کوئی ہیلپ کر سکے لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ آج اس کے سبھی ستارے گردش میں تھے۔

'' شہر زاد بات کر رہی ہوں۔۔۔''ہم زاد کی خاموشی سے گھبرا کر اس نے فوراً تعارف کروایا۔

''ہاں بولیں۔۔۔''دوسری طرف اسکا سپاٹ لہجہ سن کر اسے دھچکا لگا لیکن اس نے بہت جلد خود کو سنبھال لیا۔

''کچھ پتا چلا رومی کا۔۔۔؟؟؟''وہ ہلکا سا جھجک کر گویا ہوئی۔

''نہیں۔۔۔''وہ ہنوز سابقہ انداز میں اس سے گفتگو کر رہا تھا۔

''کیوں۔۔۔؟؟؟''شہر زاد پریشان ہوئی،اس مرحلے پر وہ ہم زاد کی ناراضگی قطعاً افورڈ نہیں کر سکتی تھی اور یہ بات تو اس کی گمان کی آخری سرحدوں پر بھی نہیں تھی کہ وہ معمولی سی بات کو جواز بنا کر اس سے خفا ہو سکتا ہے۔

''اس لیے کہ میں بزی تھا۔۔۔''

''اوہ سوری۔۔۔!!!''وہ سچ مچ شرمندہ ہوئی۔

''دیکھو شہر زاد۔۔۔''وہ متحمل انداز میں گویا ہوا۔''تمہاری جتنی ہیلپ میں کر سکتا تھا،وہ میں نے کر دی لیکن اب باقی چیزوں کے لیے تمہیں میرا سہارا ڈھونڈنے کی بجائے خود میدان میں نکلنا ہو گا۔''اس کے جملے اتنے تلخ نہیں تھے جتنا اس کا لہجہ

رکھائی سے بھرپور تھا، شہرزاد کو لگا جیسے کسی نے اسے کھائی میں دھکا دے کر اوپر منوں مٹی پھینک دی ہو۔۔

"لیکن میں ابھی یہاں زیادہ لوگوں کو نہیں جانتی۔۔؟؟؟" وہ روہانسی ہوئی۔

"وہ شخص اس کی لاٹھی تھا جسے پکڑ کر وہ زندگی کے نشیب و فراز طے کرتی تھی، وہ اس کی آنکھوں کی بینائی تھا، جس سے وہ دنیا کو دیکھتی تھی، وہ اس کی سماعت تھا جس سے وہ اپنی من پسند دھنیں سنتی تھی، اور جب اس نے بے رخی سے اپنا ہاتھ چھڑایا تو اسے لگا وہ اندھی، گونگی اور بہری ہو گئی ہے۔ محبت نے اسے وہاں لا کر زمین کی پستیوں میں پٹخا تھا جہاں اسے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھنے کے لیے صدیاں درکار تھیں۔۔۔"

"آپ جو کہنا چاہتے ہیں کھل کر کہیں۔۔۔" اس کے دماغ میں آندھیوں کے بہت سے جھکڑ ایک ساتھ چلے۔

"آپ کے پاس ہے ارتضی حیدر ہے ناں، مجھ سے زیادہ ذہین، ہینڈسم اور سب سے بڑی بات سامنے آکر بات کرنے کی ہمت رکھنے والا۔" وہ اسی کے الفاظ بہت بے رحمی سے اس پر لٹا رہا تھا۔

"آپ کو ان کی موجودگی میں کسی اور کی ہیلپ کی ضرورت تو نہیں ہونی چاہیے۔۔" ہم زاد کی بات نے اسے سن کر دیا، کئی لمحوں تک اسے کوئی لفظ نہیں مل سکا۔ دونوں کے درمیان ایک بوجھل سی خاموشی کا مختصر سا وقفہ آیا۔

"ٹھیک کہتے ہیں آپ۔۔۔" شہرزاد نے لمبا سانس خارج کر کے مسکرانے کی ناکام کوشش کی لیکن اس کی آنکھیں نمکین کھارے پانیوں سے بھر گئیں لیکن اس نے بھی آج ساری کسر نکالنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"شہرزاد۔۔۔ میں کبھی غلط نہیں کہتا۔۔۔"

"ہاں، آپ غلط کہتے نہیں، بس چیزوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ اینی ہائو، آپ نے واقعی بہت ہیلپ کی میری، باقی چیزوں کو اب میں خود دیکھ لوں گی۔" اس دفعہ شہرزاد نے نہ صرف اس کی کال کاٹی تھی بلکہ ایک لمحے کو اپنا دل بھی کاٹ کر سینے سے دُور پھینک دیا تھا۔

ہم زاد کا لہجہ اور تلخ الفاظ اسکی انا پر ایک چابک کی مانند برسے تھے، وہ کبھی بھی دوسروں سے مدد لینے کی قائل نہیں رہی تھی، لیکن پاکستان آنے کے بعد یکے بعد دیگر ہونے والے واقعات نے اسے بوکھلا دیا تھا اور وہ لاشعوری طور پر اپنی ہر چیز کے لیے ہم زاد کی طرف دیکھنے لگی، آج وہ قصّہ بھی تمام ہو گیا تھا۔ اس نے بہت بیدردی سے اپنی گال سے ٹپکنے والے اس واحد آنسو کو پونچھا جو اسکی ضبط کی انتہا کو عبور کر کے باہر نکلا تھا۔

اس نے دیوار میں نصب گھڑیال میں وقت دیکھا سوئی بارہ بج کر ایک منٹ پر تھی، ایک نئے دن کا آغاز ہو چکا تھا، فیصلہ کن انداز میں اس نے سائیڈ میز پر رکھا ٹائم پیس اٹھایا اور وقت کو وہیں مقید کر دیا اسکی سوئیاں اس کے دھڑکتے ہوئے دل کی طرح ساکن

ہو گئیں تھیں۔۔

بارہ بج کر ایک منٹ کا وقت اس گھڑی میں اور اس کی زندگی میں تھم گیا تھا۔۔۔

اس نے اپنے سیل فون کی لسٹ میں ہم زاد کا نمبر نکالا اور غور سے دیکھا، ایک لمبا سانس لے کر اندر کی کثافت کو باہر نکالنے کی بھرپور کوشش کی اور پھر اس نے دل پر پتھر رکھ کر وہ نمبر اپنی کونٹیکٹ لسٹ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈیلیٹ کر دیا۔

''شہر زاد کو لگا ایک دفعہ پھر اس کی روح آزاد ہو گئی ہے۔ آج سے آٹھ سال پہلے بھی وہ اس کی زندگی سے دبے پاؤں نکل آئی تھی اور اس نے اپنے سارے جذبے، ایک تابوت میں ڈال کر اس پر ''انا'' کا قفل لگا دیا تھا، ہر رات وہ اس قفل پر ہاتھ پھیر کر اپنا ضبط آزماتی اور اس محبت پر فاتحہ پڑھتی، جس سے وہ خود انگلی چھڑا کر چلی آئی تھی۔ اس شخص کی ناراضگی نے پہلی دفعہ اسے باور کروایا تھا کہ محبت انسان کو بزدل بنا دیتی ہے اور پھر وہ ساری زندگی بہادر ہونے کا ڈھونگ رچاتا ہے اور وہ ڈھونگی بننے کی بجائے اپنی زندگی خود جینا چاہتی تھی، تبھی اس رات اس نے ایک دفعہ پھر دل کو ٹھوکر لگا کر کسی گہری کھائی میں جا گرایا، ہاتھ جھاڑ کر کھڑی ہوئی، ایک دفعہ پھر وہ زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینے کا فن سیکھ چکی تھی۔''

فریش ہو کر وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی تو لاؤنج میں ٹہلتی ٹینا بیگم اسکی طرف دیکھ کر تیر کی طرح لپکیں۔ غصّے اور بے بسی کے گہرے احساس نے ان کے چہرے کے اچھے خاصے جاذب نظر نقوش کو بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

''تمہیں پتا ہے شیری، وہ کنزہ کا باپ خبیث انسان، اپنی بیٹی کو دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال کر لے گیا ہے۔''

''بے فکر رہیں، انٹرپول کے ذریعے بھی بلوانا پڑا تو لے آؤں گی۔۔'' وہ تیزی سے اپنی ای میلز کو چیک کرتی ہوئی کاؤچ پر آن بیٹھی۔

''اوہ مائی گاڈ، تم جانتی تھیں، اس نے لندن بجھوا دیا ہے کنزہ کو۔۔'' ٹینا بیگم کی آنکھیں حیرت کے اظہار کے طور پر مکمل کھل گئیں۔

''ہاں، اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ لندن کے کس علاقے میں ہے، ایڈریس کل شام تک مل جائے گا۔۔'' اس نے ٹینا بیگم پر ایک اور بم گرایا۔

''گڈ، جیسے ہی ملے، فوراً ٹیکسٹ کرنا، میں سیفی کو فارورڈ کر دوں گی۔۔۔'' ان کا بے ساختہ انداز شہر زاد کو کوفت میں مبتلا کر گیا۔

''لیو اٹ مام، اس سے پہلے انہوں نے کیا، کیا ہے، جو اب کوئی اور پہاڑ توڑیں گے۔۔'' وہ بیزاری سے سر جھٹک کر کھڑی ہوئی۔

رومی کی ضمانت انہوں نے کروائی تھی۔۔۔" انہوں نے فوراً یاد دلایا۔

"وہ تو ایک عام سا وکیل بھی کروا سکتا تھا۔۔" شہر زاد نے چٹکیوں میں ان کی بات کو اڑایا اور جلدی سے اپنی فرینڈ روداب کو کال ملائی، وہ اس سے اگلے دن کے لنچ کے بارے میں پوچھنا چاہتی تھی، جو اس کے گھر میں خاصے ہائی پیمانے پر تھا۔ وہ ساری رات اس نے رومی کے کیس پر ورکنگ کرتے ہوئے گذاری تھی، اس کے دماغ کی کئی گرہیں ایک ساتھ کھلی تھیں، ساری رات کام کرنے کے بعد بھی وہ اگلے دن لنچ پر جانے کے لیے بالکل فریش تھی۔

آف وائٹ کلر کے نیٹ کے سوٹ میں اس کے بال فرنچ ٹیل کی صورت میں بندھے ہوئے تھے، وہ ہلکی سی لپ اسٹک لگا کر نیچے اتری تو سامنے ٹینا بیگم کک کو چائے کی ٹرالی اندر لانے کا حکم دے رہی تھیں۔

"کون آیا ہے۔۔۔؟" اس نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"آئی جی پنجاب۔۔۔۔" ٹینا بیگم کی ساری توجہ اس ٹرالی کی طرف تھی، جو ملازمہ کچن سے لا رہی تھی۔

"کس کے ساتھ۔۔۔؟" اپنی آئی فون پر تیزی سے چلتی اسکی انگلی ایک لمحے کو ساکت ہوئی۔

"آف کورس سیفی کے ساتھ آئے ہیں وہ۔۔۔ کلاس فیلوز رہے ہیں وہ دونوں ایچی سن کالج میں۔۔۔"

شہر زاد نے اب چونک کر ٹینا بیگم کی خصوصی تیاری کو دیکھا، پیچ کلر کی سلک کی شارٹ شرٹ کے ساتھ وہ ٹراؤزر پہنے ہوئی بڑا نفیس سا میک اپ کیے ہوئے تھیں انہوں نے شہر زاد کی محویت کو نوٹ کر کے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا اور پھر اسکی تیاری دیکھ کر بھی وہ ہلکا سا ٹھٹکیں۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟"

"روداب کے ہاں ایک ڈنر ہے، کافی کلاس فیلوز انوائیٹڈ ہیں وہاں کونووینٹ دور کے۔۔۔۔"

"یہ تمہاری وہی فرینڈ ہے ناں، جس کا باپ فارن منسٹری میں ہے۔۔" ٹینا بیگم کی یادداشت غضب کی تھی۔ شہر زاد نے اثبات میں سر ہلا کر سائیڈ میز پر رکھی گاڑی کی چابی اٹھائی۔

"ان سے بات کرنا رومی کے سلسلے میں۔۔۔" شہر زاد کو ان کے فریش چہرے پر موجود آنکھیں اس سمے خاصی اداس لگیں۔

"او کے، میں ڈرائیور کو لے کر جا رہی ہوں ساتھ، شاید واپسی پر دیر ہو جائے۔۔۔۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ رکی نہیں اور فوراً نکل آئی۔

روداب کے ہاں لنچ پر شہر کی کریم اکٹھی تھی، یہ گیدرنگ اس حوالے سے بھی شہر زاد کے لیے مفید رہی، اسے اپنے بہت سے کلاس فیلوز سے اچھی ہیلو ہائے کرنے کا موقع مل گیا تھا اور ان میں سے اکثریت ایسی ہائی فائی پوسٹس پر کام کر رہے تھے جو شہر زاد کے

لیے مستقبل میں کافی کام آسکتی تھیں، چنانچہ اس نے پہلی دفعہ اس چیز کا بھرپور موقع اٹھایا اور رودابہ نے اس کے ساتھ مکمل تعاون کیا تھا، وہ اسے فرداً فرداً سب سے ملوا رہی تھی۔ اسی شام، وہ رودابہ اور اپنے ایک کلاس فیلو کے ریفرنس سے ایک بھرپور قسم کی پریس کانفرنس کا انعقاد کروا چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"وہ شخص اس کی زندگی کی سب سے خوبصورت دھن تھی، جو کسی اور کے ساز پر بج رہی تھی۔۔۔"

انابیہ اس وقت یونیورسٹی کے کیمپس میں تھی اور اس نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے باہر بوگن ویلیا کے گلابی پھولوں کے نیچے کھڑے برہان اور مناہل کو اذیت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اس وقت اس سے کوئی پوچھتا، کہ دنیا کا سب سے مشکل کام کیا ہے تو وہ بغیر سوچے سمجھے کہہ دیتی۔

"اپنے محبوب کو کسی اور کے ساتھ دیکھنا۔۔۔"

بینچ پر بیٹھے بیٹھے اُس نے ٹیک لگا کر کرب کے احساس کو کم کرنے کے لیے آنکھیں بند کر لیں، وہ اس کبوتر کی مانند لگ رہی تھی، جو بلی کو سامنے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ کسی گہرے صدمے کے زیر اثر وہ وقفے وقفے سے آنکھیں کھول کر سامنے کا تلخ منظر دیکھتی اور ہر دفعہ اسے لگتا جیسے کسی نے مٹھی بھر کر مرچیں اسکی آنکھوں میں جھونک دی ہوں۔

مناہل نے شرارت سے بوگن ویلیا کی بیل کو ہلکا سا جھٹکا دیا، بے شمار گلابی پھول ایک ساتھ دونوں پر آن گرے، وہ دونوں کھکھلا کر ہنسے اور انابیہ کو ان کی ہنسی کا رنگ بھی گلابی ہی محسوس ہوا۔

"مجھے برہان سے اس ٹاپک پر کھل کر بات کرنی چاہیے۔۔" اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے ہی سوچا تھا۔

"اسے لگا وہ اپنی طلب کا کشکول لیے اس شخص کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی، جو اپنی آنکھیں کسی اور کو دان کر چکا تھا، اسے دینے کے لیے اس کے پاس محض بانجھ لفظ، گونگی نظریں اور باسی دلاسے تھے۔ وہ دنیا کی سب سے لمبی سیڑھی کے ذریعے بھی اس کے دل کی رسائی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ بے وقعتی اور نارسائی کی گرم ریت میں اس کا سارا وجود دھنس چکا تھا۔ رقابت کی گرم ہواؤں نے اسے جھلسا کر رکھ دیا تھا۔ کیمپس کے سارے درخت اسے اپنے اوپر ہنستے ہوئے محسوس ہوئے، تب اس نے جانا، محبت کے سفر میں سب سے اذیت ناک اور قیامت خیز منظر اپنے محبوب کی آنکھوں کو کسی اور کے چہرے کا طواف کرتے دیکھنا ہوتا ہے۔۔۔"

وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ کے اس کونے میں کھڑے تھے جہاں آتے جاتے لوگوں کی نظریں کم ہی پڑتی تھیں اور اس نے برہان کو اکثر اسی جگہ پر مناہل قریشی کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے دنیا و مافیا سے بے نیاز ہو جاتے۔

"لوبرڈز کا معائینہ کر رہی ہو۔۔؟اسکی کالج کے زمانے کی فرینڈ کرن ایک دم ہی پیچھے سے آکر شرارت سے بولی۔اس نے انابیہ کی نظروں کا محور ایک لمحے میں بھانپ لیا تھا،وہ اسی کے ڈیپارٹمنٹ میں اسکی کلاس فیلو اور بہت اچھی دوست بھی تھی۔

"یار ویسے تو سر برہان کی پرسنالٹی ہی ایسی ہے، کہ کوئی بھی لڑکی آسانی سے ان کے عشق میں گرفتار ہو سکتی ہے لیکن انہیں کم از کم کیمپس میں محتاط رہنا چاہیے۔"کرن دھپ کر کے اس کے ساتھ ہی سنگ مرمر کے بینچ پر بیٹھ کر اپنی رائے کا اظہار کرنے لگی۔

"کون ہے یہ لڑکی۔۔۔؟؟؟انابیہ نے انجان بن کر پوچھا۔

"جا کر پوچھ لوناں، آخر کو فرسٹ کزن ہیں تمہارے۔۔"کرن نے شرارت سے کہا،وہ ان دونوں کے نکاح سے لاعلم تھی۔

"اتنی بے تکلفی نہیں ہے میری ان کے ساتھ۔۔"انابیہ کی آواز کسی ٹوٹے ہوئے ساز کی مانند کرب سے لبریز تھی۔"ویسے بھی کیمپس تمہاری کزنز سے بھرا پڑا ہے، سبھی خبریں ہوتی ہیں ان کے پاس۔۔"

"ہاں یہ تو ہے۔۔۔"وہ ہنس کر مزید گویا ہوئی،یہ محترمہ مناہل قریشی صاحبہ ہیں ایم ایس کا تھیسس کر رہی ہیں اور سنا ہے خاصی لائق اور اکثر پروفیسرز کی چہیتی ہیں لیکن اب صرف پروفیسر برہان کے ساتھ ہی نظر آتی ہے۔۔"کرن کی معلومات خاصی اپ ٹو ڈیٹ تھیں۔

"ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو، صرف اچھی انڈراسٹینڈنگ ہو۔۔۔؟"انابیہ نے اپنے دل کو جلتے ہوئے تندور سے نکالنے کی کوشش کی۔

"یار کون سی دنیا میں رہتی ہو تم، کیمپس کا ایک ایک بندہ جانتا ہے مناہل قریشی نے بی ایس میں ٹاپ کرنے کے بعد صرف سر برہان کے لیے ایم ایس میں ایڈمیشن لیا ہے۔"کرن انجانے میں اس کی بہت ہی دکھتی رگ کو چھیڑ گئی۔

"یہ تمہاری شکل کو کیا ہوا ہے۔۔۔"کرن نے چونک کر اسکا تاریک ہوتا چہرہ دیکھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔"وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بتا سکی کہ میرا حوصلہ دیکھو، ظرف دیکھو اور برداشت دیکھو، اس شخص کا نام کاتب تقدیر نے اس کے نام کے ساتھ لکھا تھا مگر وہ اس سے رخ موڑے محبت کی نئی داستان لکھ رہا تھا اور بدقسمتی سے وہ اس داستان کا صرف ایک ثانوی کردار تھی، جسے شروع کے صفحات میں مر جانا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شام چار بجے شہر زاد پریس کلب پہنچ چکی تھی۔

اس کی پریس کانفرنس کی کوریج کے لیے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے بہت سے صحافی موجود تھے۔اس نے اپنی تقریر کا آغاز بڑے دھواں دھار انداز میں کیا تھا،وہ بغیر کسی لگی لپٹی کے بولتی ہوئی یقیناً بہت سے لوگوں کے چھکے اڑانے والی تھی اور میڈیا کو

اگلے کئی دنوں کے لیے بہت ہی چٹ پٹا مصالحہ مل گیا تھا۔

ٹینا بیگم کو ہارون نے فون کر کے یہ اطلاع دی تو ایک دفعہ تو ان کا دماغ بھی بھک کر کے اڑ گیا کیونکہ شہر زاد نے انہیں اپنے ارادوں سے باخبر نہیں کیا تھا اور یہ بات انہیں سخت بُری لگی تھی۔

''تمہاری بیٹی کا دماغ خراب ہو گیا ہے، بھلا کوئی اتنا بھی آئوٹ اسپوکن ہوتا ہے، اسے اندازہ نہیں ہے، یہ چیز اس کے گلے بھی پڑ سکتی ہے۔'' ہارون نے ٹینا بیگم کو اچھی خاصی تشویش میں مبتلا کر دیا، انہوں نے جلدی سے ٹی وی آن کیا جہاں پر شہر زاد کی پریس کانفرنس لائیو دیکھائی جا رہی تھی، چونکہ اس میں عدلیہ اور فوج سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا ذکر تھا اس لیے اکثر لوگ دلچسپی سے وہ تمام حقائق سن رہے تھے، جو شہر زاد صرف اور صرف رومیصہ کی بازیابی کے لیے عوام الناس کو بتا رہی تھی، وہ اپنے ازلی پر سکون انداز کی بجائے بڑے جارحانہ موڈ میں تھی، ٹینا بیگم کی خوبصورت پیشانی پر ایک ساتھ کئی بل پڑے، انہوں نے ریموٹ کنڑول سے ٹی وی کی آواز بلند کی۔۔

در شہوار کی آواز پورے کمرے میں گونجنے لگی۔ ''پاکستان میں لا قانونیت اور جس کی لاٹھی اسکی بھینس کا چرچا تو بہت سنا تھا لیکن اسکا عملی مظاہرہ بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، میری سگی بہن رومیصہ سہگل کو ایک سازش کے تحت بریگیڈ ئیر وقار درانی کی بیٹی کنزہ درانی نے پھنسایا اور اور پھر چند لوگوں کے ساتھ مل کر صرف اس وجہ سے اسے ''کڈنیپ'' کروایا تا کہ رومیصہ کورٹ کو اصل حقائق نہ بیان کر دے۔''

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!!'' ٹینا بیگم پریشان ہوئیں۔

''میری بہن کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس نے جسٹس محمود علی کے کرپٹ بیٹے روحیل کے ناپاک عزائم کو ماننے سے انکار کر دیا، وہ جان بچا کر وہاں سے بھاگی اور روحیل نے قتل کرنے کی نیت سے اسکا تعاقب کیا۔۔'' شہر زاد کی اس بات پر ٹینا بیگم نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

''اس کے باوجود وہ اپنی غلطی سے بائیک سے گر کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا، یہ بات پیٹرولنگ پولیس اچھی طرح جانتی ہے کہ روحیل جس گاڑی سے ٹکرایا وہ میری بہن کی ضرور تھی لیکن اسے اس وقت بریگیڈ ئیر وقار درانی کی بیٹی چلا رہی تھی۔'' شہر زاد نے اس پریس کانفرنس میں کنزہ اور روحیل دونوں کے خاندانوں کو اچھی طرح سے دھو ڈالا تھا۔

''لیکن میں اس پریس کانفرنس کے ذریعے ان تمام لوگوں کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں کہ جب تک رومیصہ سہگل کو انصاف نہیں ملے گا اور اسے بازیاب نہیں کروایا جائے گا، تب تک نہ میں خود سکون سے بیٹھوں گی اور نہ کسی اور کو بیٹھنے دوں گی، اگر کسی کے ذہن میں ایسی کوئی خوش فہمی ہے تو وہ دُور کر لے۔'' شہر زاد اپنا موقف بیان کر چکی تھی۔

''میم، رومیصہ سہگل، اگر آپکی بہن نہ ہوتیں تو کیا آپ تب بھی اس کیس کو اتنا ہی ہائی لائیٹ کرتیں۔'' ایک صحافی کے منہ سے نکلنے والے اس بے تکے سوال نے اسکا دماغ گھما کر رکھ دیا، لیکن وہ ضبط کا کڑوا گھونٹ پی کر بڑے تحمل سے گویا ہوئی۔

''ایک لمحے کو بھول جائیے، کہ رومیصہ سہگل سے میرا کیا رشتہ ہے، وہ کس کی بیٹی یا کس کی بہن ہے، صرف یہ ذہن میں رکھیے، وہ ایک انسان ہے اور جس کا یہ آفاقی حق ہے کہ اس کے ساتھ قانون کے مطابق معاملہ کیا جائے۔۔

''آپ کو ان کے اغوا والے معاملے میں کس پر شک ہے بریگیڈئر وقار درانی پر یا جسٹس محمود احمد پر۔۔؟'' ایک اور سوال آیا۔

''ویسے تو وقار درانی پر لیکن یہ ان دونوں خاندانوں کی ملی بھگت بھی ہو سکتی ہے۔۔۔ ''

''لیکن کنزہ تو ملک سے باہر جا چکی ہیں، ایسی صورت میں آپ کا اگلا لائحہ عمل کیا ہو گا۔۔؟ ''

''ان کا پورا خاندان تو یہیں ہے اور نہیں ہر حال میں اور ہر قیمت پر اپنی بیٹی کو واپس لانا ہو گا۔۔'' وہ بڑے تحمل سے سوال و جواب کا سیشن پورا کر کے پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھی اس نے اپنے بیگ سے اپنا سیل فون نکال کر جیسے ہی آن کیا، حسب توقع اس پر آنے والی پہلی کال ٹینا بیگم کی تھی، جو اس وقت سخت غصّے میں تھیں۔

''یہ پریس کانفرنس کرنے کا مشورہ تمہیں کس پاگل نے دیا تھا۔۔''ٹینا بیگم ایک دم ہی اس پر برس پڑیں۔

''مسز عالیہ قریشی نے۔۔۔''شہر زاد کے جواب نے انہیں تھوڑا دھیما کیا۔

''لیکن اس موقعے پر یہ کوئی مناسب مشورہ نہیں تھا، اب کنزہ اور روحیل کے خاندان ایک ہو جائیں گے۔ تم نے دونوں کو ایک ساتھ چھیڑ کر اپنے پیچھے ڈال لیا ہے، پتا نہیں کہاں سے لے کر آئی ہو تم بیرسٹری کی ڈگری۔۔۔''

''آئی ایم سوری مام، میں اب مزید خاموش نہیں بیٹھ سکتی، ہمیں اپنی جنگ اب کھل کر لڑنی ہے۔'' وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھی۔

''لیکن وہ لوگ رومیصہ کے بعد تمہیں بھی کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔۔'' وہ خوفزدہ تھیں۔

''یہ پیش گوئی یقیناً مولانا ہارون رضا کی ہو گی۔۔''اس کے طنزیہ انداز پر ٹینا بیگم پر گھڑوں پانی پھر گیا۔

''ڈارلنگ ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ، معاملہ کورٹ میں ہے۔۔۔'' وہ ہلکا سا جھنجھلائیں۔

''اور میری بہن ان کے قبضے میں ہے، آپ یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہیں، وہ زندہ ہے یا نہیں، کسی کو اس کی خبر نہیں، اور آپ کہتی ہیں، میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤں، نو نیور مام، اٹس اینف ناؤ۔۔۔''اس نے غصّے سے گاڑی کا دروازہ بند کیا۔

''تمہاری ان دھمکیوں کے بعد اگر رومی کو کوئی اور نقصان پہنچا تو۔۔'' وہ جھنجھلا سی گئیں۔

"اب اس سے زیادہ کیا نقصان پہنچائیں گے وہ۔؟ اتنے دن سے وہ غائب ہے، یہ کالک جو اس کے وجود پر مل دی گئی ہے، دنیا کا کوئی بہترین سوپ بھی اسے نہیں اتار سکتا۔۔۔" شہرزاد کی بات نے انہیں لاجواب کیا۔ ڈرائیور گاڑی چلا چکا تھا اور وہ اب پریس کلب کی حدود سے نکل چکی تھی۔

"پلیز مام، تھوڑا ریلیکس رہیں، اب مزید بُرا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اپنے نروز کو کنٹرول مین رکھیں اور فار گاڈ سیک فضول لوگوں کی بے تکی باتوں پر کان دھرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔" شہرزاد نے انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"اب جا کر کوئی اینٹی ڈیپریسنگ لیں اور سو جائیں، میں آ کر بات کرتی ہوں، مسز قریشی کی کال آ رہی ہے بیچ میں۔" اس نے فوراً ہی فون بند کر کے جیسے ہی اگلی کال اٹینڈ کی۔ دوسری طرف مسز قریشی خاصی خوش تھیں۔

"دیٹس گریٹ، شیری، تم نے تو چھکے چھڑا دیئے، وقار درانی اور جسٹس محمود کے۔۔۔" عالیہ قریشی نے اسے کھلے دل سے سراہا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی، یہ تو صرف وہی جانتی تھی کہ اس وقت اسے کتنے محاذوں پر لڑنا پڑ رہا تھا۔

"تھینک یو میم۔۔۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"فوراً آفس پہنچو، ارتضٰی ویٹ کر رہا ہے تمہارا۔۔۔" انہوں نے تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا۔

"سنا ہے بڑے لوگوں کی نیندیں حرام کر دی ہیں آپ نے۔۔" وہ جیسے ہی اپنے آفس پہنچی، ارتضٰی بے تکلفی سے کوئی فائل کھولے وہیں موجود تھا۔

"کاش نیندیں حرام ہونے کی بجائے کچھ لوگوں کے ضمیر جاگ جائیں تو بہت سوں کی زندگی آسان ہو جائے۔۔" وہ مسکرائی اور اپنا لیدر کا بیگ میز پر رکھ کر اس نے لمبا سانس لیا۔

"کوئی اپ ڈیٹ۔۔۔؟" اس نے میز پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا۔

"ہاں ہے تو سہی۔۔" وہ مسکرایا۔ "رومیصہ کو جس گاڑی میں کڈنیپ کیا گیا تھا، وہ ٹریس ہو گئی ہے۔۔۔" ارتضٰی کی اگلی اطلاع پر ہلکا سا چونکیں۔۔

"یقیناً چوری شدہ ہو گی یا نمبر پلیٹ غلط ہو گی۔۔۔" اس کے پرسکون انداز پر وہ اتنا حیران ہوا کہ مسکرانا ہی بھول گیا۔

"آپ کو کس نے بتایا۔۔۔؟"

"دوست ہوں یا دشمن، عقلمند ہی اچھے لگتے ہیں، بے وقوف تو خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی کرواتے ہیں۔۔" اس نے لاپرواہ انداز میں کہہ کر انٹرکام پر آنے والی کال لی، جو اس آفس کی ریسیپشن سے آئی تھی۔

"جی فرمایئے۔۔۔۔ "

"میم شیری، آپ کے لیے کال ہے بریگیڈیئر وقار درانی کے اسسٹنٹ کی، وہ بات کرنا چاہتے ہیں آپ سے۔۔" ریسپشن پر موجود لڑکی کی اطلاع پر وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

"آپ وقار درانی کے اسسٹنٹ سے کہیں، میں میٹنگ میں بزی ہوں، ابھی بات نہیں کر سکتی۔" اس نے انٹرکام بند کر دیا۔

"اوہ نو۔۔۔ وقار صاحب کی کال تھی، آپ کو اٹینڈ کرنی چاہیے تھی۔" وہ ہلکا سا بے چین ہوا۔

"جلدی کیا ہے، تھوڑا ان کو بھی پریشان ہونے دیں، آپ یہ بتائیں کافی لیں گے۔۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے سائیڈ میز پر رکھا کافی میکر آن کیا۔

"کیا چل رہا ہے آپ کے دماغ میں۔۔۔؟" وہ ہلکا سا پریشان ہوا۔

"کچھ نہیں، بس آجکل کونووینٹ دور کی ٹیچر مس ماریانا کی ایک بات بہت یاد آتی ہے مجھے۔۔"

"کیا۔۔۔؟" وہ محتاط انداز میں گویا ہوا۔

"کوئی بھی جنگ ہو یا زندگی کے معاملات، ہمیشہ وہی شخص جیتتا ہے جو صبر کی کنجی تھام کر اپنے اعصاب کو قابو میں رکھے اور یہ سوچ کر خود کو ریلیکس رکھے کہ زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا۔ یہ سوچ انسان کو بہت مثبت انرجی دیتی ہے۔۔" شہرزاد متانت سے مسکرائی۔

"ہاں یہ واقعی اعصاب کی جنگ ہوتی ہے۔۔" ارتضی حیدر فوراً متفق ہوا۔ "کنزہ درانی کا ایڈریس مل گیا آپ کو۔۔؟"

"جی بالکل۔۔۔۔" اس نے کافی کا کپ اسکی طرف بڑھایا۔

"ماشاءاللہ بہت تیز سروس ہے آپکی۔۔۔" وہ متاثر ہوا۔

"مانا کہ ارتضی حیدر، میرے ہاتھ ابھی بندھے ہوئے ہیں پاکستان میں، لیکن لندن میں تو آٹھ سال گذارے ہیں میں نے، الحمدللہ بہت مہربان دوست ہیں وہاں، جو ایک کال پر بڑے بڑے کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔" شہرزاد کے جتاتے ہوئے انداز پر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"آپ نے ان چند دنوں میں بیوروکریسی اور وکلاء برادری کو جس طرح ہلایا ہے، آنے والے دنوں میں آپکی رفتار کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں میں۔" اس نے کھلے دل سے اسے سراہا۔

"تھینکس۔۔۔" اس نے کافی کا پہلا گھونٹ بھر کر کپ میز پر رکھا۔ "رومیصہ کیس کی فائل لائے ہیں آپ۔۔؟"

"جی بالکل، کچھ نئے پوائنٹس ایڈ کیے ہیں میں نے، وہ آپ بھی دیکھ لیں، پھر میم عالیہ سے بھی مشورہ کر لیتے ہیں۔۔" دونوں ایک دفعہ پھر اس کیس میں الجھ گئے جس نے بہت سے لوگوں کو ایک ساتھ مشکل میں ڈال رکھا تھا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

در شہوار نے پردہ سرکا کر کھڑکی کے پٹ وا کیے۔۔۔

مری کی فضاؤں میں خوشگوار سی خنکی تھی، ماحول میں کچی کیریوں کی مہک پھیلی ہوئی تھی، شاید ارجمند بیگم نے اچار کی پھانکیں دھوپ میں رکھی چارپائی پر پھیلا رکھی تھیں۔

در شہوار نے بے چین نظروں سے ہادی کے کمرے کی بند کھڑکیوں کی طرف دیکھا اور ایک لمبی آہ بھری، جس میں بے شمار حسرتیں پنہاں تھیں۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کب طوبیٰ اسکے پیچھے آن کھڑی ہوئی۔

"کمرے کی بند کھڑکیاں ہوں یا دل کے دروازے، ایک دفعہ بند کر دیئے جائیں تو کبھی نہیں کھلتے۔۔۔" طوبیٰ نے اپنی طرف سے اس پر جلتے ہوئے انگارے اچھالے تھے۔ دوسری طرف در شہوار کے چہرے پر ایک تلخ سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

"محبت میں سچائی اور لگن ہو تو اس کے آگے دیوار چین بھی نہیں ٹھہر سکتی۔۔۔" اس کے پر اعتماد انداز پر طوبیٰ ایک لمحے کو گڑبڑا گئی۔

"ہر چیز کی کوئی نہ کوئی حد ہو سکتی ہے لیکن تمہاری خوش فہمیاں لامحدود ہیں سمندر کی گہرائیوں کی طرح۔۔۔" اس نے سلگ کر کہا۔

"یہ طنز کے تیر پھر برسا لینا، میرے ساتھ ذرا چلو مال روڈ تک۔۔۔" در شہوار کی بات پر وہ بدک کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"آئی ایم سوری، میرا آج پھر بے عزت ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔۔۔" اس نے صاف انکار کیا۔

"سوچ لو، کل کو تمہیں بھی کوئی کام پڑ سکتا ہے۔۔۔۔" در شہوار نے صاف صاف الفاظ میں اسے دھمکایا۔۔۔

"کل کی کل دیکھی جائے گی، فی الحال میں کوئی نئی شرارت افورڈ نہیں کر سکتی، آجکل تو بابا بھی یہیں ہیں، اور خیر سے مزاج بھی ان کا سوا نیزے پر ہے۔" طوبیٰ نے خاقان علی کے خراب موڈ کی طرف اشارہ کیا، وہ جب سے مری آئے تھے خوب تپے ہوئے تھے۔

"صرف پانچ منٹ کا کام ہے ٹی سی ایس آفس تک، پلیز چلی چلو۔۔" در شہوار نے اس بار التجائیہ انداز اپنایا تو وہ چونک گئی۔

"وہاں کیا کرنے جانا ہے۔۔۔؟"

"ہادی کا برتھ ڈے ہے کل، کیک اور پھول بجھواؤں گی اسے۔۔۔" اسکی اگلی بات پر طوبیٰ کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ اس نے ایسی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ جیسے واقعی اسکی خرابی دماغ کا یقین آ گیا ہو۔

"کوئی وحی نازل ہوئی تھی جناب پر یا سچا خواب آیا تھا اس کے برتھ ڈے کا۔۔"؟

"سوشل میڈیا سے پتا چلا ہے یار، ارسل کے فیس بک اکاونٹ کی فرینڈ لسٹ میں دیکھا تھا میں نے۔" درشہوار نے مسکرا کر اپنا کارنامہ بتایا۔

"ویسے کبھی کبھی میں سوچتی ہوں، تمہیں اپنا کوئی انسٹیوٹ کھول کر ڈھٹائی اور چھچھور پن کے اسپیشل ڈپلومے آفر کرنے چاہیے۔" طوبیٰ نے اسے جی بھر کر شرمندہ کرنا چاہا۔۔

"محبت میں انسان کو سب سے پہلے اپنی عزت نفس کو ہی کچلنا پڑتا ہے میری جان۔۔' درشہوار نے اسکی بے عزتی بھرے الفاظ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے فوراً ہی نکال دیئے۔

"یہ تمہارا پوائنٹ آف ویو ہو سکتا ہے میرا نہیں، میں تو کبھی اس چیز پر کمپرومائز نہ کروں، محبت جائے بھاڑ میں، عزت نفس ہی نہ رہے تو کیا فائدہ ایسی زندگی کا" طوبیٰ نے صاف گوئی سے کہا۔

"یہ لیکچر گھر واپس آکر دے لینا، جلدی اٹھو، واپسی پر کے ایف سی سے برگر کھلائوں گی۔۔۔" درشہوار نے اسے لالچ دیا۔

"اس کے بدلے میں تھوڑی سی غیرت خرید کر کھالینا کہیں سے۔۔" اس نے بُرا سامنہ بنایا۔

"بکومت، ایویں ڈپٹی نذیر احمد کے ناول کی اصغری نہ بنا کرو۔۔" درشہوار نے تازہ تازہ پڑھے ہوئے ناول مراتہ العروس کا حوالہ دیا۔

"یاد رکھنا، تمہارا ایک اور پھول اٹھا کر منہ پر مارے گا وہ تمہارے۔۔۔" طوبیٰ نے بادل نخواستہ اٹھتے ہوئے اسے ڈرایا۔

"کوئی بات نہیں، ذرا سستے والا ایک بجھوا دوں گی، تاکہ معاشی دکھ تھوڑا کم ہو۔۔" وہ ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے اسے پھر چڑا گئی۔ طوبیٰ ایک دفعہ پھر غصّے سے کائوچ پر بیٹھ گئی، درشہوار نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا۔ "اب کیا موت پڑ گئی ہے تمہیں۔۔؟"

"ایسا کرو، نمیرہ کو لے جائو اپنے ساتھ۔۔" اس نے مفت مشورہ دیا۔

"اس بی بی سی مری کو اپنے لے جانے کا مطلب سمجھتی ہو تم۔۔؟ درشہوار نے طنزیہ انداز میں مزید اضافہ کیا۔

"ایک گھنٹے میں اس شہر کی ہر سڑک پر اشتہار لگ جائیں گے میرے، ویسے تو میں اس سے بھی نہیں ڈرتی لیکن یک طرفہ محبت میں بندہ آخر کتنی ذلت اکیلے اٹھائے۔۔" درشہوار کی بات پر اسے نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی جسے دیکھ کر وہ پھیل گئی۔

"چل میری بہن، جلدی سے اٹھ، اللہ تمہارے دل کی مراد پوری کرے۔۔" درشہوار نے جلدی سے اسکا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا۔

"یہ آخری دفعہ ہے۔۔۔" طوبیٰ نے ہمیشہ کی طرح اسے دھمکی دی۔

"ہاں ہاں بے فکر رہو۔۔" درشہوار نے بھی ہمیشہ کی طرح اسے بہلایا اور اپنا بیگ اٹھا کر کمرے سے نکل آئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک انتہائی مصروف ترین دن گذار کر شہر زاد گھر پہنچی تو ایک نیا ہنگامہ اس کا منتظر تھا۔

سامنے آسٹریلوی گھاس کے باغیچے میں مصنوعی آبشار کے پاس ہارون رضا بے چینی سے ٹہل رہے تھے اور اس کی گاڑی دیکھ کر وہ تیر کی سی تیزی سے اسکی طرف آئے ان کے چہرے اور آنکھوں سے برہمی چھلک رہی تھی۔ شہر زاد نے سوالیہ نگاہوں سے انکی طرف دیکھا۔

''اپنی مام کو سمجھالو، اچھا نہیں کر رہیں وہ میرے ساتھ۔۔۔''ہارون رضا کی شکایت پر اسکی سنہری آنکھوں میں ناگواری در آئی۔

''کیا مطلب ہے آپ کا۔۔؟''

''فار گاڈ سیک اس کو سمجھائو، وہ مسلسل اگنور کر رہی ہے مجھے۔۔۔''وہ بیزاری سے گویا ہوئے

''آپ نے یہ شادی کیا مجھ سے پوچھ کر کی تھی۔'شہر زاد کے سپاٹ انداز پر ہارون رضا ایکدم خفت کا شکار ہوئے۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔۔۔۔''انہوں نے بات ادھوری چھوڑی۔

''یہ آپ دونوں کا ذاتی معاملہ ہے، بہتر ہو گا کہ آپ لوگ ہی بیٹھ کر نبٹا لیں اسے۔ میرے پاس آل ریڈی مسائل کا انبار ہے۔۔''وہ بے تاثر نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتی ہوئی ان کو اچھا خاصا پزل کر گئی۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن ٹینا میری ایک بھی سننے کو تیار نہیں۔۔۔''انہوں نے منہ بنا کر کہا۔

''اب کیا ہوا ہے۔۔۔۔''شہر زاد کو ان پر ترس آیا۔

''وہ خبیث سیف الرحمن میٹنگ کر رہا ہے اس کے ساتھ اور اس نے ویٹنگ لائن میں بیٹھا رکھا ہے مجھے یہاں لان میں۔۔''

ہارون رضا کے جھنجھلائے ہوئے انداز پر ایک مبہم سی مسکراہٹ شہر زاد کے لبوں پر بکھر گئی۔

وہ ان کی ذہنی حالت کا بخوبی اندازہ کر سکتی تھی۔ ٹینا بیگم بھی ہارون کو ٹف ٹائم دینے سے باز نہیں آتیں تھیں لیکن اس کے باوجود ان کی ڈھٹائی کو پھر بھی سات سلام تھے، ہر دفعہ انسلٹ کروانے کے بعد بھی وہ پھر کچھ دن بعد وہیں موجود ہوتے۔

''پلیز، تم بات کروان سے، تمہاری تو وہ پھر بھی سن لیتی ہے۔۔''اس دفعہ انہوں نے التجائیہ انداز اپنایا۔

''اوکے۔۔۔۔''شہر زاد نے گویا ہتھیار ڈال دیئے۔

''آپ ویٹ کریں یہیں بیٹھ کر۔۔۔''

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی گلاس وال کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی اور سامنے لائونج میں بیٹھے سیف الرحمن کو دیکھ کر

اسے ہلکا سا جھٹکا لگا، ناپسندیدگی اس کے چہرے پر در آئی، کیونکہ اس سے پہلے ان کی آمد و رفت ڈرائینگ روم تک محدود تھی اور شہر زاد نے آج تک ان کا صرف تذکرہ ہی سنا تھا یہ ان دونوں کی پہلی فیس ٹو فیس ملاقات تھی۔ شہر زاد کو دیکھ کر ٹینا بیگم پرجوش انداز میں کھڑی ہوئیں۔

''سیفی یہ میری بڑی بیٹی ہے شیری۔۔۔''

''شہر زاد۔۔۔!!!یہی نام بتایا تھاناں آپ نے مجھے۔۔۔''ان کا لہجہ خاصا نفیس اور آنکھوں میں ایک نرم سا تاثر ابھرا۔

''السلام علیکم۔۔۔''شہر زاد نے ہلکا سا سر خم کر کے بیزاری سے سلام کیا اور ٹینا بیگم کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ایک دو گھنٹے تک مجھے ارتضی کے آفس کے لیے نکلنا ہے، آپ چلیں گی ساتھ۔۔؟''

''میرا تو تھوڑا مشکل ہو جائے گا۔۔۔''ٹینا بیگم ہلکے سے تذبذب کا شکار ہوئیں۔

''پریس کانفرنس بہت زبردست تھی آپ کی۔۔۔سیف الرحمن ایک دم بولے تو شہر زاد نے چونک کر انکی طرف دیکھا۔

وہ پچاس اور پچپن سال کی عمر میں کنپٹیوں پر موجود سرمئی بالوں کے ساتھ ایک متاثر کن شخصیت کے حامل تھے، اور ان کے بیٹھنے اور بات کرنے کا اسٹائل خاصا باوقار تھا۔

''تھینک یو۔۔۔''شہر زاد نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

''وقار درانی تو خاصی ٹینشن میں آگئے ہیں۔۔۔؟؟؟''سیف الرحمن کی اس بات پر شہر زاد اب مکمل طور پر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

''آنا بھی چاہیے۔۔۔۔''

''انہوں نے رابطہ کیا ہے مجھ سے۔۔''انہوں نے مزید کہا۔

''اصولاً تو انہیں مجھ سے یا مام سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔۔۔'وہ متحمل انداز میں گویا ہوئی۔

''وہ جانتے ہیں میرے فیملی ٹرمز ہیں آپ لوگوں کے ساتھ۔۔''وہ خاصے محتاط انداز میں شہر زاد سے مخاطب تھے۔

''جانتے تو وہ یہ بھی ہیں کہ ان کی بیٹی کتنا کچھ غلط کر کے گئی ہے رومیصہ کے ساتھ۔۔''

''اپنی اولاد کا قصور کون مانتا ہے۔۔۔''ٹینا بیگم نے بھی گفتگو میں حصّہ لیا۔

''لیکن آپ تو ہمیشہ سے رومیصہ کو ہی قصوروار ٹھہراتی آئی ہیں۔۔۔''اس نے ایک سیکنڈ میں ماں کو لاجواب کیا۔

''تم اچھی طرح سے جانتی ہو، وہ ہمیشہ سے زچ کرتی آئی ہے مجھے۔۔۔''وہ ہلکا سا جھنجلا کر بولیں۔

''لیواٹ مام، یہ بہت لمبی بحث ہے، باہر انکل ہارون آئے بیٹھے ہیں، ان کو اٹینڈ کر لیں۔''

وہ خبیث انسان ابھی تک وہیں موجود ہے، میں تو سمجھی تھی چلا گیا ہوگا۔۔۔" ٹینا بیگم کا سیف الرحمن کے سامنے یہ تبصرہ شہرزاد کو خاصا بُرا لگا تھا۔

"ان کی مستقل مزاجی کو آپ سے زیادہ کون جانتا ہوگا، اینی ہاؤ یہ کوئی مناسب رویّہ نہیں ہے جو آپ اپنا رہی ہیں۔۔" شہرزاد اپنی بات مکمل کر کے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

کافی کے مگ کو گھماتی سیف الرحمن کی انگلیاں ساکت ہوئیں۔ انہوں نے پہلی دفعہ اسے گہری نظروں سے جانچا۔ اسکی آنکھوں میں موجود ذہانت کی چمک، اور باڈی لینگویج کے ذریعے جھلکتا اعتماد نظر انداز کیے جانے کے قابل نہ تھا۔

"شیری ٹھیک کہہ رہی ہے، تمہیں جا کر بات کرنی چاہیے اس سے۔۔۔" وہ محتاط انداز میں گویا ہوئے۔ شہرزاد نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ان کا یہ جملہ بغور سنا تھا لیکن کوئی بھی رسپانس دیئے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

درشہوار اور طوبیٰ جیسے ہی باہر نکلیں، طوبیٰ نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، جو کالے بادلوں سے اٹا ہوا تھا۔ سامنے لان میں شاہ میر اپنے کسی بیچ میٹ کے ساتھ بیٹھا ہوا چائے پی رہا تھا، ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھتے ہی وہ جھنجھلا کر ان کے پاس آیا۔

"تم دونوں کو سکون نہیں ہے، اب کہاں کا دورہ کرنے جا رہی ہو۔۔۔" اپنے دوست کی موجودگی میں اس کی آواز کا والیوم تھوڑا کم ہی تھا لیکن وہ کھا جانے والی نظروں سے دونوں کو گھور رہا تھا۔

"ذرا مارکیٹ تک جانا ہے۔۔۔" درشہوار کی زبان پھسلی۔

"موسم کے تیور دیکھے ہیں اور ایسی کون سی قیامت آ گئی ہے جو آج ہی جانا ضروری ہے۔۔" وہ طوبیٰ کو مکمل طور پر نظر انداز کیے درشہوار کی طرف متوجہ تھا۔

"وہ بیا آپی کے لیے گفٹ خریدنا تھا ہمیں۔۔۔" درشہوار نے گھبرا کر بہانہ بنایا۔

"ان کا برتھ ڈے جون میں نہیں دسمبر میں ہوتا ہے۔۔" شاہ میر کی معلومات بھی اپ ٹو ڈیٹ تھیں۔

"برتھ ڈے کا نہیں، یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کا۔۔" درشہوار کے پاس کون سا بہانوں کی کمی تھی۔ اس بات پر اس کے تاثرات میں تھوڑا نرمی آئی تھی، تبھی وہ کچھ لمحے جانچتی نگاہوں سے پرکھنے کے بعد بولا۔

"ڈرائیور کہاں ہے۔۔؟"

"کسی کام سے گیا ہوا ہے اس لیے پیدل ہی جائو مارکیٹ۔" اسکی اگلی بات نے طوبیٰ کی جان نکال دی، ان کے گھر سے مری کی مال روڈ کا اچھا خاصا فاصلہ تھا اور طوبیٰ کو ابھی سے اپنی ٹانگوں میں درد محسوس ہونے لگا۔

"جی جی کوئی بات نہیں۔۔۔" در شہوار اسکا بازو پکڑ کر زبردستی گیٹ تک لے آئی۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا، اتنا پیدل کیسے چلیں گے۔۔؟"

"فکر مت کرو، کسی سے لفٹ لے لیں گے۔۔۔" در شہوار نے جیسے ہی اُسے اپنے نیک عزائم سے اسے باخبر کیا۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"میں نے اپنی ٹانگوں کی انشورنس نہیں کروائی ہوئی۔۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا اور تیز تیز چلنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہی اس کا سانس پھولنے لگا، ویسے مری کی سڑکیں بالکل غیر ہموار تھیں، کہیں ایک دم اونچائی تو کہیں ڈھلوان۔

"مجھے لگ رہا ہے تمہارا وزن بڑھ گیا ہے اس موٹی نمیرہ کی طرح۔۔۔" در شہوار نے چلتے چلتے اسے چھیڑا۔

"بکومت۔۔۔" طوبیٰ تلملا کر پلٹی، سامنے در شہوار ایک خوبانی کے درخت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کوئی بھی چوری کرنے سے پہلے درخت کے نیچے لیٹے ہوئے کتے کو ضرور دیکھ لینا، پچھلی دفعہ تو چودہ ٹیکے لگنے سے بچا لیا تھا ہادی نے۔" طوبیٰ کی بات پر وہ کھکھلا کر ہنسی۔۔۔

"وہی ایک بات تو بھولتی نہیں ہے میرے ظالم دل کو۔۔۔" در شہوار نے مسکرا کر کہا، دور کہیں بادلوں کے پیچھے بجلی چمکی۔

گہرے سبز رنگ کے قد آور اور گھنے درختوں میں گھرے مری شہر کا حسن آجکل جوبن پر تھا، گرمی کے ستائے ہوئے سیاحوں کی بھرمار نے سڑکوں پر چلنا محال کر دیا تھا۔ جا بجا شاہ بلوط، صنوبر اور سلور اوک کے قدیم درختوں کا حسن اب مری میں رہنے والوں کو متاثر نہیں کرتا تھا لیکن باہر سے آنے والے لوگ بہت ذوق و شوق سے ان کے نظارے کرتے تھے۔

وہ دونوں لوگوں کے بے تحاشا ہجوم سے بچتی ہوئی ٹی سی ایس آفس پہنچیں اور در شہوار نے ہادی کے دفتر کے ایڈریس پر پھول اور بکے کا آرڈر لکھوا کر طوبیٰ کا منہ بند کرنے کے لیے زنگر برگر خرید کر دیا۔ وہ دونوں مزے سے برگر کھاتی ہوئی واپس آ رہیں تھیں، تبھی ہلکی ہلکی سی کن من نے ایک دم ہی موسم سہانا کر دیا۔ در شہوار کا موڈ آج پھر عروج پر تھا

"توبہ ہے یار اس بارہ من کی دھوبن کو دیکھو۔۔۔" در شہوار فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ایک خاتون کو دیکھ کر بلند آواز میں ہنسی۔

"آہستہ بولو، اس نے سن لیا تو منہ توڑ دے گی تمہارا۔۔۔" طوبیٰ کو اس کا فل والیوم میں بولنا ہمیشہ کوفت میں مبتلا کرتا تھا۔

"دیکھو تو سہی یار، بندہ پوچھے بیٹھنے سے پہلے اپنا وزن تو دیکھ لیا ہوتا۔۔" وہ شرارتی لہجے میں گویا ہوئی۔

وہ خاتون کرائے پر لی گئی چھوٹی سی ٹرالی میں بیٹھی ہوئی تھی، جسے ایک دبلا پتلا سا لڑکا زور لگا کر چلا رہا تھا، اسی چھوٹی چھوٹی ٹرالیاں مری کی سڑکوں پر عام نظر آتی ہیں اور عموماً لوگ بچوں کو بیٹھانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس میں دو بندے آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں۔

''ایک منٹ رکو رکو۔۔'' در شہوار نے بھی ایک ٹرالی والے کو روکا، اور جھٹ سے بیٹھ گئی۔ طوبیٰ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''یہ کیا بد تمیزی ہے در شہوار، فوراً اترو۔۔'' وہ خفت زدہ انداز میں گویا ہوئی۔

''نہیں یار، میری تو ٹانگیں جواب دے گئی ہیں، تم بھی آجاؤ۔۔' اسکی آفر پر طوبیٰ کا دماغ کھول اٹھا۔ وہ دل ہی دل میں اسے بلند آواز کوسنے لگی، ٹرالی کو کھینچنے والا نوجوان لڑکا بھی شوخی میں آ گیا تھا۔

''یہ لڑکی ہمیشہ شرمندہ کروتی ہے، میں ہی پاگل ہوں جو ہر دفعہ بے عزت ہونے کو اس کے ساتھ چلی آتی ہوں۔'' وہ تیز تیز چلتے ہوئے اپنے منہ ہی میں اپنی بھڑاس نکال رہی تھی۔ طوبیٰ کے نہ بیٹھنے پر اس پورٹر نے شرارت سے ٹرالی کو بھگانا شروع کر دیا اور طوبیٰ کے لیے انکا ساتھ دینا محال ہو گیا۔ در شہوار اس پر ایسے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی تھی جیسے دا جی کی لینڈ کروزر میں ہو۔۔

یہ محمد ہادی اور سعد کی بھی آفس سے واپسی کا ٹائم تھا، سعد نے گاڑی چلاتے ہوئے یہ منظر بڑی دلچسپ نگاہوں سے دیکھا اور آنکھ کے اشارے سے ہادی کو بھی اس طرف متوجہ کیا۔

''اس لڑکی کو کبھی عقل نہیں آ سکتی، آدھی دنیا کے فتنے اسی کے دماغ سے نکلتے ہیں۔۔'' ہادی بھی سامنے کا منظر دیکھ کر بدمزا ہوا۔ ایک دم ہی ہلکی کن من تیز بارش کا روپ دھار گئی، اور مری کے پہاڑوں پر موجود بدلیاں گویا وجد میں آ گئیں تھیں۔

اسی وقت مزے سے بر گر کھاتی در شہوار کی نظر سعد کی گاڑی پر پڑی اور اسکا چہرہ متغیر ہوا وہ اچھل کر اس ریڑھی نما ٹرالی سے اتری، اور گیلی سڑک پر گرتے گرتے بچی۔ اس نے فوراً اپنے پرس سے پیسے نکال کر پورٹر کو پکڑائے، اتنے میں سعد اسکے بالکل پاس گاڑی روک چکا تھا۔

''سعد یہ کیا حرکت ہے، گاڑی چلاؤ۔۔' ہادی ہلکا سا جھنجھلایا۔ جب کہ سعد اسے نظر انداز کیے گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے ان دونوں سے مخاطب ہوا۔

''آجائیں لیڈیز۔۔۔ بارش بہت تیز ہے۔۔'' سعد کی آفر پر در شہوار نے آئو دیکھا نہ تائو، جھٹ سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور دھپ کر کے بیٹھ گئی۔ ہادی نے مڑ کر اپنا لیپ ٹاپ بیگ اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔

''آجائیں، آپ بھی۔۔۔'' سعد نے مسکرا کر طوبیٰ کی طرف دیکھا جو ہادی کے ماتھے کی شکنیں گننے میں مصروف تھی، اپنے پائوں گھسیٹتی ہوئی وہ بمشکل پچھلی پر بیٹھی لیکن تب تک اچھی خاصی بھیگ چکی تھی۔ طوبیٰ نے اندر بیٹھتے ہی مرے مرے انداز میں سلام کیا، جسکا جواب صرف سعد کی طرف سے آیا تھا۔

''گھر ہی جا رہے ہیں ناں آپ لوگ۔۔۔'' سعد نے گاڑی کا گئیر تبدیل کرتے ہوئے تصدیق چاہی۔

''آپ کی طرف بھی جا سکتے ہیں، اگر اچھی سی کافی آفر کریں تو۔۔۔'' در شہوار کی شوخی پر ہادی نے بیزاری سے پہلو بدلا اور

اپنے سیل فون پر آنے والی مناہل کی کال کی طرف متوجہ ہو گیا۔طوبی نے ہلکی سی کہنی مار کر در شہوار کو اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا، جبکہ اس کی تمام حسیں اس وقت ہادی کی طرف متوجہ تھیں۔

''شیور۔۔۔۔وائے ناٹ۔۔'' سعد نے بیک مرر میں در شہوار کا شرارتی سا چہرہ فوکس کیا۔

''ہاں منو، بتاؤ کیا بات ہے۔۔۔؟'' ہادی نے کال اٹینڈ کرتے ہی فکر مندی سے پوچھا، اور کچھ لمحے کے توقف کے بعد بولا۔ '

'کل دن میں آنا تو تھوڑا مشکل ہے یار، ڈنر پر آجاؤں گا اور تم پلیز ممی پاپا کو بھی تسلی دے دینا۔۔اوکے ٹیک کیئر بائے گاڈ۔'' ہادی نے جیسے ہی فون بند کیا، در شہوار کے چہرے سے پھوٹتی مسرت گویا ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ہادی کے منہ سے کسی لڑکی کا نام سننا اس کے لیے کوئی خوشگوار تجربہ نہیں تھا۔

''کیا ہوا۔۔مناہل تھی۔؟اسلام آباد بلا رہی ہے کیا۔۔؟'' سعد نے گاڑی چلاتے ہوئے دانستہ بلند آواز میں پوچھا، در شہوار کے کان کھڑے ہو گئے۔

''ہاں، پھر کوئی سرپرائز رکھا ہو گا اس نے، تبھی تو ضد کر رہی ہے۔۔۔۔۔''

''ویسے کل تو جانا بنتا ہے تمہارا، بہت اسپیشل ڈے ہے، ورنہ جان نکال دے گی وہ تمہاری، اپنے ماموں ممانی سے کہہ کر۔۔'' سعد نے دانستہ بلند آواز میں ایک دفعہ پھر در شہوار کو سنایا، جس کا چہرہ ایک دم تاریک ہوا تھا۔

اپنی اس حرکت پر سعد دل ہی دل میں کافی شرمندہ بھی ہوا، لیکن وہ جانتا تھا کہ در شہوار ایسے راستے کی مسافر بننے کی کوشش کر رہی ہے جس کی کوئی منزل نہیں تھی اور راستے میں مڑ جانا اتنا تکلیف دہ نہیں تھا جتنا بہت دور جا کر واپس آنا۔اس بات کے بعد در شہوار کو ایک دم چپ لگ گئی تھی اور باقی کا راستہ اس نے خاموش بیٹھ کر ہی گزارا تھا۔

سعد اپنی گاڑی میر ہاؤس کے گیٹ پر روک چکا تھا، در شہوار جلدی سے باہر نکل آئی اور کچھ بھی کہے بغیر تیز تیز اندر کی طرف چل دی، اسکی اس بدتمیزی پر طوبی ایک دم خفت کا شکار ہوئی، تبھی اس نے زبردستی مسکرا کر سعد کی طرف دیکھا۔

''تھینک یو سعد بھائی۔۔۔ تھینکس آلاٹ۔۔۔۔''

''اٹس اوکے سسٹر۔۔۔۔ٹیک کیئر۔۔۔'' سعد نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

''ویسے کبھی کبھی تو تم بھی ایسی چھچھوری حرکتیں کرتے ہو، کہ دماغ کھول جاتا ہے میرا۔۔۔'' ہادی نے اسکی لفٹ دینے والی حرکت پر طنز کیا۔

''یار انسانیت اور بھائی چارہ بھی کسی چڑیا کا نام ہے، اور پھر ارسل کی کزنز ہیں، اتنے خراب موسم میں کیسے جاتیں وہ۔''

''یہ ان کو گھر سے نکلنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا، مجھے تو حیرت ہوتی ہے اس گھر کے مردوں پر، جنہوں نے شتر بے مہار کی

طرح آزاد چھوڑا ہوا ہے انہیں۔" ہادی کا موڈ اچھا خاصا خراب ہو چکا تھا۔

"پچھلے دو دن سے تم ضرورت سے زیادہ ہی جذباتی اور چڑ چڑے نہیں ہو رہے ہو، خیر تو ہے ناں۔۔" سعد نے بات کو ہلکا پھلکا سا رنگ دیا۔ جب کہ ہادی اس کی بات پر خاموش رہا تھا، اس کی تمام تر توجہ گیٹ کے سامنے کھڑی کسی سیاح کی گاڑی کی طرف تھی، جو وہاں پر پارک کر کے خود مزے سے چلا گیا تھا

اور ہادی کو اب اگلے کئی گھنٹے تک اس بات پر کڑھنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اب بتاؤ، میری مسز بن کر تم کیسا محسوس کر رہی ہو۔۔؟" اس کے الفاظ ہتھوڑے کی مانند رومیصہ کے اعصاب پر برسے، پچھلے کئی گھنٹے رونے کے بعد اسکی نیلگوں آنکھیں بالکل خشک ہو چکی تھیں۔ ایسا گمان ہوتا تھا جیسے نیلا سمندر اب ساکن ہو گیا ہو۔۔

نکاح کے ہنگامے کے بعد وہ پورے چوبیس گھنٹے گذار کر اس فارم ہاؤس میں واپس آیا تھا، البتہ جاتے جاتے وہ اسے پرانے کمرے سے گیسٹ روم میں منتقل کرنے کا احسان ضرور کر گیا تھا جس میں ایک چھوٹا سا امریکن کچن بھی تھا۔ ورنہ وہ خوف سے تو بے شک نہ مرتی لیکن بھوک اور پیاس سے ضرور اسکی جان نکل جاتی، کمرے کے روم فریج میں کھانے پینے کا بے تحاشا سامان تھا۔

جب سے وہ فارم ہائوس میں آیا تھا اس پر مسلسل طنز کے تیر برسانے میں مصروف تھا۔ جبکہ دکھ، اور صدمے کی زیادتی سے رومیصہ بالکل گنگ تھی اور اسکی یہی خاموشی اسے مزید سلگا رہی تھی۔

"اس وقت تو بڑی فلمی ہیروئنوں کی طرح آہیں بھر بھر کر دعوے کر رہی تھیں مرنے کے۔۔۔" اس کے طنزیہ انداز پر رومیصہ کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔

"تم ایک انتہائی چیپ انسان ہو۔۔۔" رومیصہ کے شکست خوردہ انداز پر اس نے فاتحانہ قہقہ لگایا۔

"اور تم تو بہت ڈھیٹ ہو، میں نے تو نکاح تک کر لیا تا کہ دیکھ سکوں، تم اپنے ہاتھوں سے کیسے اپنا گلا گھونٹتی ہو، لیکن تم تو بہت بزدل نکلیں، میرے ایک دفعہ گھورنے پر ہی فوراً دستخط کر دیئے، اس کا مطلب ہے تم لڑکی نہیں کوئی کٹھ پتلی ہو۔۔۔" رومیصہ نے بیزاری سے اسے پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھا۔

اسے لگا جیسے ہنستے ہنستے اس کا دم نکل جائے گا اور اس نے شدت سے دل ہی دل میں اس کے مرنے کی دعا مانگی تھی کیونکہ اتنا تو اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اسی صورت میں ہی اس سے چھٹکارہ ممکن ہے۔

وہ انتہائی عجیب و غریب شخصیت کا حامل تھا، پل میں تولہ، پل میں ماشہ، اس نے انتقاماً اسے اغوا کروایا اور پھر اسکے ایک طعنے نے اسکی مردانگی کو للکارا تو وہ بغیر سوچے سمجھے اس سے نکاح کرنے پر راضی ہو گیا اور اب بیٹھ کر اس کی بے بسی کا نظارہ کر رہا تھا۔

"میرے گھر والے چھوڑیں گے نہیں تمہیں۔۔۔"رومیصہ نے انگلی اٹھا کر اسے جذباتی لہجے میں دھمکی دی۔

"اچھا، کیا کریں گے، بتائو۔۔۔"وہ تھوڑا اس کے قریب آیا، رومی کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا، اور وہ بے ساختہ کچھ قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"دھمکی مت دینا، بہت الٹے دماغ کا بندہ ہوں، جس کام سے روکا جائے، وہی کرتا ہوں۔۔۔ "

"اچھا ٹھیک ہے، پھر رکھو، ساری زندگی مجھے اپنے پاس، میری مدر کہتی ہیں کہ میں تو خود چلتی پھرتی ایک سزا ہوں اپنے ارد گرد کے لوگوں کے لیے۔"رومی نے فوراً ہی پینترا بدلا۔

"اتنا بے وقوف نہیں ہوں میں، جو تمہاری اس بات کی ضد میں آکر چھوڑ دوں تمہیں۔۔"اس نے رومیصہ کی چال کو چٹکیوں میں اڑایا تو وہ ایک دم جھنجھلا سی گئی۔"تم جیسے کئی آئے اور کئی گئے۔۔"

"جانتا ہوں میں، ٹینا سہگل کی بیٹی ہو تم، جن کے پاس مردوں کو انگلیوں پر نچانے کا وسیع تجربہ ہے۔۔۔"اس نے رومیصہ کی طرف تلخ لفظوں کے انگارے اچھالے۔

"شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ۔۔۔"رومی ایک دم حلق پھاڑ کر چیخی۔ اس کی آنکھوں سے گویا شرارت پھوٹ پڑے۔

"تم خود کس گھٹیا شخص کی اولاد ہو، کبھی اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھ لو، ایک کمزور اور بے بس لڑکی کو یہاں قید کر کے سمجھتے ہو، بڑی مردانگی ہے تم میں۔"

وہ پہلی بار اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"میرے باپ کو گالی مت دینا۔۔۔"غصّے کی زیادتی سے اسکا بھی چہرہ مسخ ہوا۔

"ہاں تم خود دوسروں کی مائوں کو جتنے مرضی بُرے الفاظ میں یاد کرو، تمہیں تو سو گناہ بھی معاف ہیں۔۔۔"رومیصہ کے تنے ہوئے نقوش اسکی بیزاری کے گواہ تھے، اس زبردستی کے نکاح نے اسے مزید نفع و نقصان سے بے نیاز کر دیا تھا۔ وہ کچھ لمحے اسکی نیلگوں آنکھوں میں جھانکتا ہوا ایک دم ہنس پڑا۔

"ٹرسٹ می، اس وقت بالکل بیویوں کی طرح دوبدو لڑ رہی ہو۔۔ "

"شٹ اپ۔۔۔"وہ قدرے رخ موڑ کر ناراضگی سے بیٹھ گئی۔

"شکر کرو، بچا کر نکال لایا ہوں تمہیں یہاں، ورنہ اب تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑ رہی ہوتی۔"وہ روم فریج سے جوس کا ٹن نکال کر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔۔

"تمہارے اس قید خانے سے تو جیل کی سلاخیں ہی اچھی۔۔"وہ ایک دم جل کر بولی۔

"کیا اتنا بُرا ہوں میں۔۔۔" وہ دونوں بازو سینے پر باندھ کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

رومیصہ نے پہلی دفعہ اس دراز قامت شخص کو غور سے دیکھا،جو اس وقت سفید ٹی شرٹ کے ساتھ گھٹنوں سے تھوڑی نیچے آتی سیاہ شارٹس میں بالکل گھریلو حلیے میں تھا۔اس کی شیو بڑھی ہوئی اور آنکھیں رتجگوں کی غماضی کر رہی تھیں۔وہ اپنی شکل وصورت اور اسٹائل سے کسی ویل اسٹیبلش فیملی کا فرد لگتا تھا اور ٹھیک ٹھاک ہینڈسم تھا۔

"میری برداشت کو اتنا مت آزمائو۔۔۔"رومیصہ کی آواز میں تلخی رچی ہوئی تھی۔

"تو کیا روحیل محمود کی طرح مجھے بھی اپنی گاڑی کے نیچے کچل دو گی۔۔۔؟"اسکا لہجہ رومیصہ کو خاصا تضحیک آمیز لگا۔

"اسے تو نہیں کچلا تھا لیکن تم انشاء اللہ ضرور مارے جائو گے میرے ہاتھوں۔۔"اس کے مضبوط لہجے پر وہ قہقہ لگا کر بلند آواز میں ہنسا۔

"لڑکی جی دار ہو تم، تبھی تو زندہ کھڑی ہو میرے سامنے۔۔"وہ اب فریج سے ایک اور کوک کا ٹن نکال چکا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے صدیوں کا پیاسا ہو۔

"ویسے ایک بات تو بتائو۔۔۔"رومیصہ گھوم کر اسکے پاس آن کھڑی ہوئی۔

" جو ایف آئی آر میرے خلاف کٹوائی گئی تھی،اس کی رو سے تو مجھے ویسے ہی سزا ہو جانی ہے،تم نے کیوں مجھے کڈنیپ کرنے کی زحمت کی۔۔"

"اس لیے کہ مجھے یقین تھا تمہاری مدر کے "چاہنے" والے تمہیں اس کیس سے کسی نہ کسی طرح بچا کر لے جائیں گے اور میں روحیل کی قاتلہ کو یوں سڑکوں پر دندناتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔"

"مارنا ہی تھا تو نکاح کیوں کیا ہے میرے ساتھ۔۔۔؟"رومیصہ تلخی سے بولی۔

"تمہارے ضد دلانے پر، ورنہ میں اور تم جیسی لڑکی سے شادی کروں۔اتنا گرا ہوا اسٹینڈرڈ نہیں ہے میرا۔۔"اس کے تضحیک آمیز انداز پر رومی کی آنکھوں کی جوت مدھم ہوئی،اور کچھ لمحوں کو اس کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔ہونٹوں پر پھسلتی نمکینی سے اسے محسوس ہوا وہ رو رہی ہے۔

اس نے ہاتھ میں پکڑا خالی ٹن ڈسٹ بن میں اچھال کر رومیصہ کی طرف پلٹ کر دیکھا،ایک کرسی گھسیٹ کر اسکے بیڈ کے پاس لے آیا،وہ کرسی کی بیک سائیڈ رومی کے بیڈ کی طرف رکھ کر الٹے انداز میں اس پر بیٹھ گیا،اس نے کرسی کی پشت پر اپنا چہرہ ٹکا ،کر اپنے بازو اس کے ارد گرد پھیلا لیے اور بغور اسے دیکھنے لگا

رومیصہ کو اپنا دل کھائی میں گرتا ہوا محسوس ہوا۔

"یقین مانو، تم دنیا کی واحد لڑکی ہو، جو روتے ہوئے بہت دلکش لگتی ہو۔۔"

"اللہ کرے مر جاؤ تم۔۔"اس کے بلند آواز میں رونے پر وہ اس سے بھی اونچی آواز میں ہنسنے لگا، جیسے اس نے اس صدی کا سب سے بڑا لطیفہ سنا دیا ہو۔

رومیصہ کو یقین آگیا تھا کہ اس کے دماغ کا ایک پیچ نہیں بلکہ وہ پورا ہی کھسکا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد مری کے لیے نکلی تو اس وقت موسم خاصا ابر آلود تھا۔۔۔

ٹمبر مافیا کیس کے سلسلے میں آج اسے ہر قیمت پر ہادی کے آفس میں شجاع غنی سے ملنا تھا، جو اپنے پیر کے فریکچر کی وجہ سے اسلام آباد آنے سے معذرت کر چکا تھا، شہر زاد، رومی کے کیس کے ساتھ ساتھ شجاع غنی کے کیس پر بھی پوری توجہ دے رہی تھی، وہ بیرسٹر عالیہ قریشی کی امیدوں پر پورا اترنا چاہتی تھی۔

موسلا دھار مینہ کی بوندیں اسکی گاڑی کی چھت پر جلترنگ بجا رہی تھیں اور ہوا میں پیڑوں کی سبز خوشبو رچی ہوئی تھی۔ سنگلاخ سڑک سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی دور تک چلی جا رہی تھی۔

مری کے جانے پہچانے راستے اسے ہمیشہ نوسٹلجیا میں مبتلا کرتے تھے۔ مری کانونیٹ کی سامنے والی سڑک پر وہ رومی کی انگلی پکڑ کر اکثر باہر نکل آتی۔ لوئر ٹوپہ، پتریاٹہ، چھانگلہ گلی، ایوبیہ، جھینگا گلی، خانصپور، کالا باغ، لارنس کالج، اور گولف کورس کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ بچپن میں رومی اور ٹینا بیگم کے ساتھ نہ گئی ہو۔ یہاں کے چپے چپے سے اسکی یادیں وابستہ تھیں۔

"کہاں ہوگی رومی اور کس حالت میں ہوگی۔۔۔"ایک بے نام اضطراب اس کے جسم میں چٹکیاں بھرنے لگا۔

"کیا میں اسے دوبارہ کبھی زندگی میں دیکھ پاؤں گی۔۔۔؟"اس کی آنکھوں میں رقم کرب کی تحریر صاف پڑھی جا رہی تھی۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصّے میں وہ اسے ڈھونڈ نکالے، دو دن میں ارتضیٰ حیدر کئی جگہوں پر ریڈ کروا چکا تھا جہاں رومی کے ملنے کا ایک پرسنٹ بھی چانس تھا لیکن ناکامی ہر جگہ سے اس کا مقدر بن رہی تھی۔

دوسری طرف وقار درانی مسلسل اس سے رابطہ کرنے کی کوششوں میں تھا اور وہ جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ وہ اسے مکمل طور پر زچ کر کے اس پوائنٹ پر لانا چاہتی تھی جہاں اس کے پاس سمجھوتہ کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو۔

چیڑ اور دیودار کے سدا بہار درختوں کے درمیان میں اسکی گاڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف گامزن تھی۔ تیز بارش میں اس کا ڈرائیور بڑی مہارت سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس وقت دن کے گیارہ بج رہے تھے جب وہ ہادی کے آفس میں پہنچی۔

بارش ابھی تک ہو رہی تھی اور اسکی خنکی دھیرے دھیرے بدن کو چھو رہی تھی۔ شجاع غنی، ہادی کے آفس میں پہلے سے موجود تھا، اسے دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرایا اور اس نے بڑے پرجوش انداز میں اسے سلام کیا تھا۔

سیاہ رنگ کے شلوار قمیض سوٹ میں مسٹرڈ کلر کا اسکارف گلے میں ڈالے وہ بالکل سادہ سے حلیے میں اندر داخل ہوئی تو ہیوگو باس پرفیوم کی مہک چاروں طرف پھیل گئی۔ ہادی اور سعد دونوں ایک ہی کمپیوٹر پر کام کرنے میں مگن تھے۔

"السلام علیکم۔۔۔!!!" اسکا پراعتماد لہجہ دونوں کو چونکا گیا، ہادی نے فورا رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا، وہ اپنے مقررہ وقت سے پانچ منٹ پہلے پہنچ چکی تھی۔

"ویلکم بیرسٹر شیری۔۔۔"

ہادی نے ایک خیر مقدمی مسکراہٹ اسکی طرف اچھالی، اور اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ انتہائی پرسکون نظر آ رہی تھی، اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل میز پر رکھی اور اپنے سنہری مائل بھورے سلکی بالوں کو لاشعوری طور پر جوڑے کی شکل میں باندھ کر اندر بال پوائنٹ پھنسالی تھی۔

"یہ میرے کولیگ اور بیسٹ فرینڈ ہیں سعد رحمانی۔۔" ہادی نے سنجیدگی سے تعارف کی رسم نبھائی۔ سعد نے ہلکا سا سر خم کر کے اسے سلام کیا۔

"کیا مجھے شجاع صاحب سے بات یہیں کرنا ہو گی۔۔۔" وہ ہلکے سے تذبذب کا شکار ہوئی۔۔۔

"اگر آپ ایزی فیل نہیں کر رہیں تو ہم لوگ چلے جاتے ہیں۔۔۔" ہادی اپنے دونوں بازو سینے پر باندھ کر مونچھوں تلے مسکرایا۔

"ناٹ ایٹ آل، بات میرے ایزی ہونے کی نہیں بلکہ میرے کلائنٹ کی پرائیویسی کی ہے۔" اس کا لہجہ بڑا ہموار اور متوازن تھا۔ ہادی کے ساتھ ساتھ سعد نے بھی اسے گہری نظروں سے جانچا۔

"اوکے، آپ میٹنگ کریں، ہم لوگ ایک چکر فیلڈ کا لگا کر آتے ہیں۔۔۔" ہادی نے فورا میز سے اپنا سیل فون اور گاڑی کی چابی اٹھائی اور سعد کے ساتھ باہر نکل پڑا۔ باہر بارش رک چکی تھی۔ اس لیے دونوں نے پیدل ہی چلنے کا فیصلہ کر لیا۔

"بڑی۔"دبنگ" خاتون ہیں یہ۔۔۔" سعد نے باہر نکلتے ہی شہرزاد پر تبصرہ کیا۔

"ہاں اور بہت جینئیس بھی۔۔۔۔" ہادی نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، جو خوب برسنے کے بعد شفاف ہو چکا تھا۔

"اس کا مطلب ہے میر خاندان کی شامت آنے والی ہے۔۔۔" سعد نے چلتے ہوئے سڑک پر پڑے پتھر کو ٹھوکر لگائی۔

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا، ویسے ماما بہت تعریف کر رہی تھیں کہ اس نے کیس بہت اچھا تیار کیا ہے۔" ہادی نے اسکی

معلومات میں اضافہ کیا۔

"ہاں وہ تو اسکا بات کرنے کا اسٹائل اور باڈی لینگویج ہی بتا رہی ہے۔" سعد کی بات پر ہادی نے مزید کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

ہ لوگ اپنے قریبی آفس کا وزٹ کر کے ایک گھنٹے کے بعد واپس آئے تو وہ شجاع غنی کو کل صبح ہونے والی پیشی کے بارے میں اچھی خاصی بریفنگ دے کر جانے کے لیے تیار تھی۔ ہادی کی میز پر تازہ پھولوں کا گلدستہ اور کیک پڑا ہوا۔

"یہ کون لے کر آیا۔۔۔؟" ہادی خوشگوار حیرت کا شکار ہوا، آج اسکا برتھ ڈے تھا اور یہ بات صرف قریبی لوگ جانتے تھے۔

"کوریئر والا۔۔۔" شہر زاد نے اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو وہ ہلکا سا شرمندہ ہوا۔

ہادی نے جلدی سے بکے کے ساتھ رکھا چھوٹا سا گریٹنگ کارڈ کھول کر دیکھا، سامنے در شہوار کا نام دیکھ کر اس کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ اس نے بیزاری سے وہ میز کی سائیڈ پر پھینک دیا۔ سعد نے اس کے چہرے کے بگڑتے زاویوں سے اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

"میرا خیال ہے مجھے نکلنا چاہیے۔۔۔" وہ اپنی فائل اٹھا کر کھڑی ہوئی۔

"کل پہلی ہیرنگ ہے آپکی وش یو بیسٹ آف لک۔۔۔" ہادی کی بات پر وہ ہلکا سا مسکرائی اور آفس سے نکل گئی۔

"یہ کیا سین ہے۔۔" شہر زاد کے باہر نکلتے ہی سعد نے میز پر رکھی چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

"بے ہودگی۔۔۔ اسی گینگ کی لیڈر کی۔۔۔" ہادی کی بات پر سعد کا چہرہ ہلکا سا تاریک ہوا۔ اس نے زبردستی مسکرا کر کیک کی طرف دیکھا جس پر ہیپی برتھ ڈے ٹو ہادی کے الفاظ تحریر تھے، اس کے اندر چھن کر کے کچھ ٹوٹا تھا۔

جب کہ ہادی کا موڈ ٹھیک ٹھاک خراب ہو چکا تھا، اس نے سیل فون پر در شہوار کا نمبر ملایا، جو کہ میسجز میں موجود تھا اور باہر نکل آیا، دوسری طرف پہلی ہی بیل پر کال اٹینڈ کر لی گئی تھی۔

"زہے نصیب۔۔۔" وہ چہک کر بولی۔۔

"یہ پھول اور کیک واپس میر حاکم علی کو بجھواؤں یا میر محتشم علی کو۔۔۔" ہادی کے طنزیہ انداز پر وہ ہلکا سا سپٹائی۔

"آپ کو وش کرنے کے لیے بجھوائے تھے میں نے۔۔۔" وہ ہلکا سا جھجک کر بولی۔

"اس قسم کی فضول حرکتیں کر کے ثابت کیا کرنا چاہتی ہیں آپ، ہزار دفعہ بتا چکا ہوں کہ مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں نہ آپ میں، نہ آپکے خاندان میں اور نہ کسی اور چیز میں، اپنا دماغ جتنی جلدی درست کر لیں گی، بہتر ہو گا۔" وہ سلگ کر مزید گویا ہوا۔

"میں محبت کرتی ہوں آپ سے۔۔۔" در شہوار نے ایک ہی سانس میں اسے بتانے کی کوشش کی۔

"آپکو ذرا بھی اپنی عزت نفس کا خیال نہیں، آج تک میر حاکم کے خاندان کی مالی کرپشن کے ہی قصّے سنے تھے لیکن اب پتا چلا کہ ان کی خواتین بھی ماشاءاللہ اخلاقی پستیوں میں گرنے کے ریکارڈ بنا رہی ہیں۔ بھاڑ میں جائیں آپ اور آپکی محبت، سمجھیں۔۔۔" وہ اسکی سماعتوں میں زہر گھول کر کال بند کر چکا تھا، در شہوار کو لگا جیسے کسی نے اسے ایفل ٹاور سے دھکا دے دیا ہو۔ اس کی شرارتیں ،شوخیاں اور زندہ دلی کو وہ اخلاقی گراوٹ قرار دے چکا تھا، اس کی محبت ہادی کے نزدیک کسی تنکے سے بھی ہلکی تھی۔ در شہوار کو لگا جیسے وہ اب کبھی سر اٹھا کر نہیں چل پائے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک بھید بھری شام تھی۔۔۔

بارش کی طوفانی بوچھاڑ، ٹین کی چھتوں اور درختوں پر بڑی بے رحمی سے برس رہی تھی۔ تیز ہواؤں کا شور اس سمے بڑا ہولناک لگ رہا تھا۔ آسمان سیاہ بادلوں سے اٹا ہوا بڑے غضب ناک موڈ میں تھا۔ جون کا مہینہ تھا لیکن مری کی ہوائیں خاصی سرد تھیں۔ بارش کے تھمنے کے کوئی آثار نہیں تھے۔

در شہوار پچھلے لان میں زمین پر اکڑوں بیٹھی پچھلے ایک گھنٹے سے دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ جب کہ میر ہاؤس میں اس کے نام کی ڈھنڈیا مچی ہوئی تھی۔

"بڑی امی وہ، اسٹور، ڈائننگ، کچن، لائونج کہیں پر بھی نہیں ہے۔۔۔" انابیہ نے باہر چمکتی بجلی سے گھبرا کر ہال کمرے کی کھڑکیاں بند کرتے ہوئے تاجدار بیگم کو جواب دیا جو در شہوار کی گمشدگی پر خاصی پریشان تھیں۔

"ذرا بھاگ کر پچھلے لان میں دیکھ کر آئو۔۔۔"

"اور پڑوسیوں کے ہاں بھی جھانک لینا، آجکل وہاں بڑے چکر لگتے ہیں اس کے۔۔" ہال کے تخت پر چھالیہ کترتی ندرت بیگم نے اپنی جیٹھانی کی طرف طنزیہ انداز میں دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟" تاجدار بیگم سینہ ٹھونک کر میدان میں اتر آئیں، وہ تو ویسے بھی اپنے سسر میر حاکم علی کی چہیتی بہو تھیں۔

"وہ اس دن پڑوسیوں کا لڑکا شکایت لے کر نہیں آیا تھا بھلا۔۔؟" ندرت بیگم نے ماتھے پر انگلی مار کر یاد کرنے کی بھرپور ایکٹنگ کی۔

"اس قصّے میں در شہوار ہی نہیں طوبیٰ اور نمیرہ بھی شامل تھیں، لگتا ہے خاقان کے آنے کے بعد تمہاری یاداشت کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔۔۔" انہوں نے فوراً ہی ان کی طبعیت سیٹ کی، وہ تو ویسے ہی بڑے دھڑلے والی خاتون تھیں۔ در شہوار مزاجاً کافی

زیادہ انہی پر تھی۔

''میں تو ویسے ہی بات کر رہی تھی بھابھی، آپ تو بُرا ہی مان گئیں۔۔۔'' انہوں نے فوراً پینترا بدلا۔

''میں نے تمہیں کہا ہے کہ پچھلے لان میں دیکھ کر آئو، تم ابھی تک ادھر ہی کھڑی ہو۔۔'' تاجدار بیگم کی نظر انابیہ پر پڑی جو منہ کھولے دیورانی جیٹھانی کی نوک جھونک سننے میں مگن تھی۔

''بڑی امی، اتنے خراب موسم میں وہ باہر کیا کرنے جائے گی۔۔۔'' انابیہ نے خفت زدہ انداز میں فوراً صفائی دی۔

''پاگلوں کے سر پر سینگ تھوڑا ہوتے ہیں اور ہر الٹا کام کرنا تو فرض ہے اس لڑکی پر، جائو ذرا دیکھو، اس کے دا جی بلا رہے ہیں اسے، ابا جی کو بھی بس ہر وقت درشہوار ہی اپنے ارد گرد نظر آنی چاہیے۔۔۔'' آخری فقرہ انہوں نے بڑے جتاتے ہوئے انداز میں کہا تو ندرت بیگم پہلو بدل کر رہ گئیں۔

''اچھا دیکھ کر آتی ہوں۔۔۔'' انابیہ فوراً پچھلے لان کی طرف لپکی۔

اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا، تیز ہوا کے ساتھ یخ بستہ بوندیں اس کے چہرے سے ٹکرائیں۔ بدمست ہوا اس کے کپڑوں کو اڑانے لگی اس نے بمشکل اپنے دوپٹے کو کس کر اپنے ارد گرد لپیٹا، جیسے ہی اسکی آنکھیں مسلسل برستے مینہ میں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اسے ایک دم دھچکا سا لگا۔

تیز بارش میں درشہوار خوبانی کے پیڑ کے نیچے بیٹھی مسلسل زمین کھرچ رہی تھی اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے حواسوں میں نہ ہو۔ اس کا لباس بھیگ کر اس کے جسم سے چپک گیا تھا، اور وہ مسلسل زمین کھودے جا رہی تھی۔

''درشہوار پاگل تو نہیں ہو گئی ہو کیا۔۔۔؟'' انابیہ برآمدے میں کھڑی ہو کر چیخی تو اس نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا، انابیہ سمجھ نہیں پائی کہ اس کا چہرہ آنسوئوں سے بھیگا ہوا ہے یا بارش کے پانی سے۔۔۔

''بے وقوف لڑکی، اندر آئو۔۔۔'' وہ ایک دم پریشان ہوئی لیکن دوسری طرف درشہوار کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔

''تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔۔۔؟'' اس کے بلند آواز میں چیخنے کی آواز برہان نے کافی ناگواری سے سنی تھی۔ وہ ابھی دا جی کے کمرے سے ہو کر آئے تھے جہاں ان کا اور انابیہ کی رخصتی کا معاملہ زیر بحث تھا اور اس موضوع نے ان کا موڈ اچھا خاصا خراب کر دیا تھا۔

''کیا پرابلم ہے انابیہ، ایسے کیوں چیخ رہی ہو۔۔۔'' برہان دروازہ کھول کر باہر نکلے تو بارش کی تیز بوچھاڑ نے ان کا استقبال کیا، انابیہ ہلکا سا بوکھلا گئی اس کی اپنے دوپٹے پر گرفت تھوڑی ہلکی ہو گئی، تبھی وہ تیز ہوا کے سنگ اڑتا ہوا برہان کے چہرے سے جا ٹکرایا اور

وہ ایکدم کوفت کا شکار ہوئے۔

"اپنا آنچل تو سنبھالا نہیں جاتا، گھر کیا خاک سنبھالو گی۔۔۔"

وہ جو تازہ تازہ اپنی اور انابیہ کی رخصتی کی خبر سن کر آئے تھے، جھنجھلا کر اس پر برس پڑے۔ انابیہ پر گھڑوں پانی پھر گیا۔ انہوں نے ناراضگی سے انابیہ کا دوپٹہ اسکی طرف اچھالا، تبھی ان کی نظر درشہوار پر پڑی۔ وہ بے اختیار اس کی طرف دوڑے۔

"پاگل تو نہیں ہو گئی ہو، اتنی تیز بارش میں بھیگ کر بیمار ہونا ہے کیا۔۔۔"

برہان زبردستی اسکا بازو پکڑ کر گھسیٹ کر برآمدے میں لائے، درشہوار کے جسم میں ہلکی کپکپاہٹ تھی، ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں باقاعدہ سن ہو چکی تھیں۔

"تم ٹھیک تو ہو ناں۔۔۔" انابیہ تھوڑی دیر پہلے کی بے عزتی بھلا کر درشہوار کی طرف متوجہ ہوئی، اس کے ہونٹ نیلے ہو رہے تھے۔ آنسوئوں کے پر حدت قطرے اس کے گلابی گالوں پر مسلسل پھسل رہے تھے۔

"یہ کیا حرکت کی ہے تم نے۔۔؟" برہان اس کی حالت دیکھ کر گھبرا گئے۔

ان کے تشویش بھرے انداز پر وہ اور بھی شدت سے رونے گی، برہان نے بے ساختہ اس کا کانپتا ہوا بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"گڑیا، کیا ہوا میری جان۔۔۔؟" برہان کو اپنی اکلوتی بہن کے آنسو تکلیف دے رہے تھے۔ درشہوار نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا اور پھر لب بھینچ لیے، وہ چند گہری سانسیں لے کر اب خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

رات گئے تک اسے تیز بخار ہو گیا تھا، بخار کی حدت سے اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ طوبیٰ پچھلے ایک گھنٹے سے ٹھنڈے پانی کی پٹیاں اس کے ماتھے پر رکھ رہی تھی جب کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی، پورے میر ہائوس میں کھلبلی سی مچ گئی تھی، میر حاکم اسکی طبعیت کا پوچھنے کے لیے اس کے بیڈ روم میں اچانک ہی چلے آئے، وہاں موجود تمام خواتین بوکھلا سی گئیں۔

ندرت بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنی سوتن شارقہ بیگم کو ایک معنی خیز سا اشارہ کیا۔ وہ لوگ ایک ایک کر کے کمرے سے کھسک گیں، کچھ بھی تھا داجی کی اپنی اس پوتی میں جان تھی۔

"بھئی قسمت والی ہے درشہوار، آج تک سسر جی نے ہمارے کمرے میں کبھی جھانک کر نہیں دیکھا۔۔" اوپر والے سیٹنگ روم میں داخل ہوتے ہی ندرت بیگم نے اپنی سوتن سے گلہ کیا، طوبیٰ بھی ان کے ہمراہ تھیں جبکہ انابیہ وہیں رک گئی تھی۔

"ہاں تین بھائیوں کی بہن جو ہوئی۔۔۔" شارقہ بیگم آجکل خاصی دکھی تھیں کیونکہ خاقان علی مری میں آکر بھی آجکل انہیں لفٹ نہیں کروا رہے تھے۔ طوبیٰ ان کی گفتگو سے بیزار ہو کر پچھلے لان کی طرف چلی آئی، سامنے کا منظر دیکھ کر اسے دھچکا لگا۔

برآمدے کی سیڑھیوں میں شاہ میر اور نمیرہ دونوں چائے کے مگ پکڑے بیٹھے ہوئے تھے، نمیرہ اللہ جانے شاہ میر کو کون سا دلچسپ قصّہ سنا رہی تھی، اسکے چہرے پر مسلسل ایک مسکراہٹ تھی، جو طوبیٰ کو سخت ناگوار گزری تھی۔

"درشہوار کی طبعیت بہت زیادہ خراب ہے، شاید اسے سی ایم ایچ لے کر جانا پڑے۔۔" طوبیٰ نے جان بوجھ کر رنگ میں بھنگ ڈالا، شاہ میر بوکھلا کر کھڑا ہوا اس نے چائے کا مگ وہیں سیڑھیوں پر رکھ دیا اور مڑ کر طوبیٰ کی طرف دیکھا جو ناراض نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔۔

"کیا ہوا اسے۔۔۔؟" وہ سچ مچ پریشان ہوا۔

"تمہیں خود معلوم ہونا چاہیے، بہن ہے وہ تمہاری۔۔۔" طوبیٰ کو نہ جانے کیوں اس پر غصّہ آرہا تھا، شاہ میر نے اسکا اسٹابری کی طرح سرخ ہوتا چہرہ غور سے دیکھا، وہ کھا جانے والی نظروں سے نمیرہ کو دیکھ رہی تھی، جس کے ہاتھ میں فرنچ فرائز کی بڑی ساری پلیٹ پکڑی ہوئی تھی۔ اسے سارا معاملہ سمجھ آگیا تھا اور اس دفعہ اس کے چہرے پر بڑی معنی خیز سی مسکراہٹ ابھری، طوبیٰ جھنجھلا کر نمیرہ کے برابر میں بیٹھ گئی اور اسکا رکھا ہوا چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگالیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کی سروس میں شرکت کرنے کے لیے مونیکا چرچ کے مرکزی دروازے سے اپنی ماں کے ساتھ اندر داخل ہوئی تو اس کے چہرے پر کوفت اور بیزاری کا تاثر خاصا گہرا تھا، وہ پچھلے کچھ دنوں سے چھٹیوں پر گھر آئی ہوئی تھی اور آج اپنی ماں کے بے تحاشا اصرار پر ان کے ساتھ چلی آئی تھی۔ اس کی ماں نے اندر داخل ہوتے ہی پیالے میں انگلیاں ڈبو کر اپنے سامنے صلیب کا نشان بنایا۔

مونیکا کے دماغ میں مفتی عبدالرشید کی کہی ہوئی باتیں گونجیں۔

"انسان کو چاہیے وہ اللہ تعالی کے سوا کسی کی بھی عبادت نہ کریں، نہ کسی مقرب فرشتے کی، نہ کسی نبی مرسل کی اور نہ کسی ولی صالح کی اور نہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کی، کیونکہ عبادت کی مستحق صرف اللہ کی ذات ہے، جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرئے، اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔۔"

مونیکا کا دماغ کہیں اور پہنچا ہوا تھا اس کی ماں نے کہنی مار کر متوجہ کیا، وہ ہڑبڑا کر چاروں طرف دیکھنے لگی، اس وقت سب چرچ میں مل کر گا رہے تھے۔ اس نے بھی ہڑبڑا کر ان کا ساتھ دینا شروع کیا۔

"خداوند رحم کر۔۔۔۔

یسوع رحم کر۔۔۔۔

یسوع رحم کر۔۔۔۔

اس کے ہونٹ تو ہل رہے تھے لیکن وہ عبادت کے سبھی مراحل میں غائب دماغ تھی، اس نے جلتی ہوئی مقدس شمع کو بیزاری سے دیکھا کیونکہ اس کا سینہ ہدایت کے نور کی روشنی سے بھر چکا تھا۔

وہ اپنی ماں کے ساتھ چوبی نشستوں پر بیٹھ چکی تھی لیکن اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ منتر پڑھ کر اس گرجے سے غائب ہو جائے۔ کسی عجیب سے احساس نے اس کے دل کو اپنی مٹھی میں لے رکھا تھا۔

سامنے اجتماعی توبہ کا عمل شروع ہوتے ہی اس پر ایک دم وحشت کا بھرپور حملہ ہوا لیکن اس نے اپنی ماں کی خاطر صبر کا کڑوا گھونٹ پی لیا، وہ خالی نظروں کے ساتھ عبادت کے باقی مراحل دیکھنے لگی لیکن اس کے دل کو پنکھے لگے ہوئے تھے اور جیسے ہی سب لوگ قطاریں بنا کر مقدس کیمونن لینے کو کھڑے ہوئے، اس کے ضبط کی طنابیں چھوٹ گئیں، اور وہ لائن توڑ کر بھاگتی ہوئی چرچ سے باہر نکلی، بہت سے لوگوں نے سخت ناگواری سے اسے دیکھا۔

"یااللہ مجھے معاف کر دے، میں تیرے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں ٹھہرا سکتی۔۔" وہ فٹ پاتھ پر بیٹھ کر زاو قطار رونے لگی۔

اردگرد سے گزرتے ہوئے لوگوں نے اسے تاسف بھری نگاہوں سے دیکھا، وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی، اس کی والدہ آدھے گھنٹے کے بعد چرچ سے باہر نکلیں تو ان کا چہرہ غصّے کی زیادتی سے سرخ ہو رہا تھا۔

انہوں نے مونیکا کی تلاش میں دائیں بائیں نظریں دوڑائیں، وہ انہیں تپتی ہوئی دھوپ میں سنگلاخ روش کی سیڑھی پر بیٹھی ہوئی نظر آ گئی۔

سیاہ رنگ کے عبایہ میں سفید اسکارف اوڑھے مارتھا تیز تیز چلتیں ہوئیں اس کے پاس پہنچیں اور ناراضگی سے اسے گھورنے لگیں۔ مونیکا نے اپنے اوپر کسی کی نگاہوں کا ارتکاز محسوس کیا تو گردن اٹھا کر مڑ کر دیکھا، اور سامنے اپنی ماں کو دیکھ کر اس نے جلدی سے بازو کی پشت سے اپنی آنکھیں بیدردی سے رگڑیں اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس وقت ماں کی ناراض نظروں کا سامنا کر سکے اس لیے ڈھیٹ بن کر بیٹھی رہی۔

"تم نے آج بہت بد تمیزی کی ہے مونیکا، خداوند تم سے خفا ہو گا۔۔" اس کی بوڑھی ماں نے بیزاری سے اسکی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر اسکا چہرہ اپنی طرف کیا، جو آنسوئوں سے بھیگا ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں۔۔؟ تمہاری طبعیت تو ٹھیک ہے ناں۔۔" ان کی برہمی تھوڑا کم ہوئی تو لہجے میں تشویش در آئی۔

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے، میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔۔۔" اس کا لہجہ ابھی تک آنسوئوں سے بھیگا ہوا تھا۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ، جب سے گھر آئی ہو، الجھی الجھی سی ہو۔۔" اس کی ماں نے فکرمند نگاہوں سے اسکی طرف

دیکھا۔ دل میں ایک ساتھ بہت سے اندیشوں نے جگہ بنالی تھی وہ ان کے تینوں بچوں میں سب سے زیادہ فرمانبردار، شریف اور اپنے کام سے کام رکھنے والی ایک حساس لڑکی تھی اور اس کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ وہ اپنی وجہ سے کسی اور کو تکلیف نہ پہنچائے۔

''بتائو ناں مونیکا کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔؟''

''میرا دل نہیں کرتا چرچ میں آنے کو۔۔'' مونیکا کے انداز میں کچھ تھا اسکی ماں ایکدم خوف کا شکار ہوئی۔ ''لیکن کیوں۔۔؟''

''پتا نہیں، آج بھی آپکو ضد کر کے مجھے نہیں لانا چاہیے تھا۔۔۔'' اس نے ماں سے گلہ کیا۔

''خداوند، تم پر رحم کرئے اور تمہارے بے چین دل کی مسیحائی کرئے۔ تم اپنے اور یسوع کے بیچ میں کسی کو آنے مت دینا بیٹا، ورنہ گمراہ ہو جائو گی۔۔'' اسکی ماں نے اپنے جھریوں سے بھرا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر نرمی سے نصیحت کی۔

وہ چاہتے ہوئے بھی انہیں نہیں بتا سکی، کہ اللہ جب کسی شخص کو ہدایت کی روشنی بخش دیتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی چیز اسے گمراہ نہیں کر سکتی۔ اس نے ماں کو مطمئن کرنے کے لیے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''گھر چلیں۔۔۔'' وہ اب خود کو سنبھال چکی تھی لیکن اسکی ماں کا دل اندیشوں کی اماجگاہ بن چکا تھا، تبھی انہوں نے گھر پہنچتے ہی سب سے پہلے اپنے شوہر جارج سے یہ پریشانی شئیر کی۔ مونیکا کا باپ بھی یہ سب سن کر اچھا خاصا پریشان ہو گیا۔

''ہو سکتا ہے اس کی طبعیت ٹھیک نہ ہو، تمہیں اسکے ساتھ زبردستی نہیں کرنی چاہیے تھی۔۔''

''وہ پندرہ دن سے یہاں ہے، پچھلی دفعہ بھی ضد کر کے گھر رک گئی تھی، آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن بیچ میں کوئی اور مسئلہ ہے۔'' ماں کا دل غلط نہیں کہہ رہا تھا اور وہی ہوا رات مارتھا، جب اس کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی اس کے ہاتھ میں قرآن پاک کی انگلش تفسیر لگی، مارتھا کا دماغ گھوم گیا، وہ انتہائی مشتعل انداز میں وہ تفسیر اٹھائے ٹی وی والے کمرے میں چلی آئی۔

مونیکا کا گھرانہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتا تھا اور اور مونیکا این سی اے میں اسکالرشپ پر تعلیم حاصل کر رہی تھی اور اسکا باپ سینٹ میری سکول میں میوزک ٹیچر تھا اور اسکی والدہ ایک گھریلو خاتون تھیں۔

''مونیکا، یہ کیا ہے۔۔۔'' اسکی والدہ نے غصّے سے تفسیر اس کے سامنے لہرائی، مونیکا کا رنگ اڑ گیا۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے، ہم نے تمہیں یہ پڑھنے کے لیے بھیجا ہے ہوسٹل۔۔'' ان کی آنکھوں میں غصّے کی چنگاڑیاں پھوٹ رہی تھیں۔ اس کے والد نے ٹی وی کا والیوم کم کیا اور اٹھ کر اپنی بیوی کے ہاتھ سے تفسیر پکڑی اور اس کے ٹائیٹل پر نظر پڑتے ہی ان کے بھی چہرے کے زاویئے بدلے۔

''یہ کیا ہے۔۔۔؟'' اس کے باپ کے لہجے میں بھی سختی در آئی۔

''یہ میری نہیں، میری فرینڈ عائشہ کی ہے، جو میری بکس کے ساتھ آ گئی۔۔'' مونیکا نے فوراً بات بتائی۔

"تم سچ کہہ رہی ہو۔۔؟" انہوں نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"آف کورس پاپا۔۔" مونیکا نے دھڑلے سے جھوٹ بول کر اپنے والدین کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

اس کا جھوٹ جارج اور مارتھا کو دل سے مطمئن نہیں کر سکا، ان دونوں کی رات کی نیند حرام ہو چکی تھی، مونیکا ان کی سب سے بڑی اولاد تھی اور ان کی ساری امیدیں اسی سے وابستہ تھیں۔ رات کو مونیکا انہیں دودھ کا گلاس دینے آئی تو اندر سے آنے والی آوازیں سن کر جھجک کر رک گئی۔

"میں آج ہی دائود سے بات کر کے پوچھتا ہوں میکائیل کب آئے گا پاکستان، ہمیں جلد از جلد مونیکا کا فرض ادا کر دینا چاہیے۔۔" جارج نے بچپن میں ہی اسکی منگنی اپنے بھتیجے کے ساتھ کر رکھی تھی اور میکائیل گذشتہ تین سال سے جاب کے سلسلے میں اسپین گیا ہوا تھا۔

"ان سے صاف کہیے گا کہ ہم زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے۔۔۔" مونیکا کی ماں مارتھا کو کسی انہونی کا احساس شدت سے ستا رہا تھا۔

"پھر بھی کم سے کم تین یا چار مہینے تو لگیں گے۔۔" جارج نے انگلیوں پر گن کر اندازہ لگایا۔

"لیکن اس سے زیادہ نہیں ہونے چاہیے۔۔۔" وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اٹھیں، کیلشم کی کمی نے ان کی ہڈیوں کو وقت سے پہلے خاصا کمزور اور بھر بھرا کر دیا تھا اور وہ گذشتہ کافی سالوں سے آسٹیوپروسس (Osteoporosis) مرض کا شکار تھیں۔

"تم ماں ہو اس کی، اسے دوبارہ ٹٹولنے کی کوشش کرو۔" جارج نے اپنی بیوی کو قدرے دھیمی آواز میں مشورہ دیا، جس پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا، دوسری طرف مونیکا فوراً ہی کچن کی طرف پلٹ آئی۔

اس نے جلدی سے دروازہ بند کر کے ذوالکفل کا نمبر ملایا جو اس نے تیسری بیل پر اٹھا لیا تھا۔

"میں بہت زیادہ ٹینس ہوں ذوالکفل۔۔۔۔" وہ اسکی بات سن کر گھبرا گیا۔ "کیا ہوا ہے مونیکا۔۔؟"

"ماں مجھے زبردستی چرچ لے کر جا رہی ہے اور انہوں نے میرے پاس قرآن پاک کی تفسیر بھی دیکھ لی ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ، تم نے اسے اپنے ساتھ لے جانے کی بے وقوفی کیوں کی۔۔۔۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے میرے پاس دیکھ لیں گی، میرا دل چاہتا ہے کہ میں صاف صاف بتا دوں انہیں۔" مونیکا کی بات نے اسے پریشان کیا۔

"یہ بے وقوفی مت کرنا، ورنہ تمہاری کمیونٹی کے لوگ جینا حرام کر دیں گے تمہارا بھی اور تمہاری فیملی کا بھی۔" اس سے کئی سو کلو میٹر دور ذوالکفل اس کے لیے پریشان ہو رہا تھا، مونیکا ان دنوں چھٹیوں گذارنے اپنے آبائی شہر ملتان گئی ہوئی تھی جبکہ

ذوالکفل اپنے دوستوں کے ساتھ شمالی علاقہ جات کی سیر و تفریح کے لیے نکل آیا تھا۔

"لیکن میرے پیرنٹس کو لگتا ہے مجھ پر شک ہو گیا ہے۔وہ میرے فیانسی میکائل کے گھر والوں کو جلد شادی کرنے کے لیے پریشرائز کرنا چاہتے ہیں۔ "اس نے اصل مسئلہ بتایا۔

"تو اب تم کیا کرو گی۔۔۔؟"وہ بھی فکر مند ہوا۔

"میں کسی کرسچن لڑکے سے شادی کیسے کر سکتی ہوں۔۔"وہ ہلکا سا جھنجھلا کر بولی۔

"تو۔۔۔۔۔؟؟؟"ذوالکفل کی سانسیں رکیں۔۔۔

"ذوالکفل کیا تم مجھ سے شادی نہیں کر سکتے۔؟"وہ تھکن گزیدہ لہجے میں بولی اور دوسری طرف ذوالکفل ایک دم ہکا بکا رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

چھتیس گھنٹوں میں رومیصہ کی ساری زندگی ہی بدل گئی تھی۔اس کا ذہن مختلف قسم کی زہریلی سوچوں کی آماہ جگا بنا ہوا تھا ،سوچ سوچ کر ذہن پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا،اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس مصیبت سے جان چھڑانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ سارا دن وہ اپنے کمرے کی کھڑکیوں سے فارم ہاؤس کے وسیع و عریض لان دیکھتی رہتی،ایسا لگتا تھا جیسے اس جگہ پر اس کے علاوہ کوئی چرند پرند نہ ہو۔یہ سوچ اسے اور زیادہ خوفزدہ کر دیتی۔

اس دن وہ کھڑکی کی سلاخوں پر نظریں ٹکائے انتہائی دل گرفتگی کے عالم میں سامنے درخت پر بیٹھی نیلی چڑیا کو دیکھ رہی تھی ،جب اس کی لینڈ کروزر فارم ہاؤس کی طویل سڑک پر آتی نظر آئی، گیسٹ روم کے بالکل ساتھ ہی بڑا سا پورچ تھا جہاں ایک وقت میں چار پانچ گاڑیاں آرام سے کھڑی ہو سکتی تھیں،وہ گاڑی سے اترا تو اس کے ساتھ اس کا ہی ہم عمر ایک دوست تھا،دونوں نے ہاتھ میں بڑے بڑے شاپرز اٹھا رکھے تھے،جس میں یقیناً وہ رومیصہ کے لیے کچھ سامان لایا تھا،وہ کھڑکی سے تھوڑا ہٹ کر پردے کے پیچھے ہو گئی۔

دونوں چلتے چلتے عین اسی کھڑکی کے نیچے آن کھڑے ہوئے،چونکہ شیشہ ہٹا ہوا تھا اس لیے آواز صاف آ رہی تھی۔رومیصہ کے کان کھڑے ہو گئے وہ دونوں پریشانی کے عالم میں اسی کے متعلق ہی بات کر رہے تھے۔

"تم نے کیا مصیبت ڈال لی ہے اپنے گلے میں، جیکی اور شانی سخت خفا ہیں۔انہیں پتا چل گیا ناں، کہ تم نے یہاں رکھا ہے اسے،تو چھوڑیں گے نہیں،نہ ہم دونوں کو اور نہ اس لڑکی کو۔۔۔۔"اس نے دھمکی آمیز انداز میں کہا۔

"اتنے بھی پاٹے خان نہیں ہیں وہ۔۔۔۔اس نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"تجھے ضرورت کیا تھی ان سے پنگا لینے کی۔۔۔"اس کے دوست کو غصّہ آیا۔

"جب یہ طے یہی ہوا تھا، کہ اس لڑکی کو مار کر پھینکنا ہے کسی ویرانے میں، پھر راستے میں ان کی نیت کیوں بدلی۔۔۔" وہ ایک دم بھڑک کر بولا۔

"سالے، تیری بہن لگتی ہے کیا۔۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"شٹ اپ، مارنا ہے مار دو لیکن، اس کے ساتھ حرام کاری کیوں کریں وہ۔ انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے، ٹھیک ہے اس نے روحیل کو مارا لیکن جان کا بدلہ جان ہونی چاہیے، کسی کی عزت سے کھیلنا نہیں۔۔۔" وہ بھی ایک دم غصّے میں آ گیا۔

اس کی بات سن کر رومیصہ کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اسے پہلی دفعہ پتا چلا کہ اس کو اغوا کرنے والوں کے درمیان ہی پھوٹ پڑ چکی ہے، اور جو وجہ اس کے سامنے آئی تھی اسے سن کر تو اس کے رونگھٹے ہی کھڑے ہو گئے، وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ روحیل کے فرینڈز اس حد تک گر سکتے ہیں۔ اس کا ذہن چکرانے لگا اور وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام کر پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اور یہ جو درمیان میں تم نے نکاح والا ڈرامہ کیا ہے، یہ پتا چل گیا ناں ان سالوں کو، تیری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔" اسکا دوست استہزائیہ انداز میں گویا ہوا۔

"یہ بات تمہارے اور میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور اگر باہر نکلی تو چھوڑوں گا نہیں۔۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

"اتنا کمینہ سمجھ رکھا ہے، تمہاری وجہ سے پچھلے تین دن سے مسلسل خوار ہو رہا ہوں میں، یونیورسٹی کی ایک کلاس نہیں لی، گھر نہیں گیا اور تو مجھے ہی ایسی باتیں سنا رہا ہے۔۔" وہ سچ مچ خفا ہوا۔

"ابے یار بس کر دے، پہلے ہی بہت اپ سیٹ ہوں، اس رومیصہ کی بہن نے ہر ایک کو آگے لگا رکھا ہے، سالی، اتنا اچھل رہی ہے، اوپر سے وہ خبیث اے ایس پی، کتوں کی طرح بو سونگھتا پھر رہا ہے ہماری۔۔' اسکی بات سن کر رومیصہ کے حلق سے ایک پر سکون سانس خارج ہوئی، اسکی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں، اسے پہلی دفعہ کچھ اطمینان ہوا کہ شیری اس کے لیے بھاگ دوڑ کر رہی ہے۔

"لیکن یہ بتا اب کرنا کیا ہے اس مصیبت کا۔۔" اس کا دوست بیزاری سے گویا ہوا۔

"میں تو خود عذاب میں پھنس گیا ہوں، جیکی اور شانی تو مزے میں رہ گئے اور یہ جیتی جاگتی لاش گلے پڑ گئی ہمارے، میں تو اسکی عزت بچانے کے چکر میں اتنے سالوں کی دوستی سے بھی ہاتھ گنوا بیٹھا۔۔۔۔" وہ اچھا خاصا پریشان تھا۔

"ایک تو تیری یہ مدر ٹریسا والی روح مرواتی ہے ہر دفعہ ہمیں۔۔۔" اسکا دوست منہ بنا کر بولا۔

"اچھا یہ سیل فون رکھ اس کا، اور پھینک دینا کسی اور علاقے میں، میری گاڑی میں کسی کے ہاتھ ہی نہ لگ جائے۔۔" اس

نے اپنی جیب سے رومیصہ کا فون نکال کر پکڑایا تو اس نے جھٹ سے آن کر لیا۔۔۔

"اسٹوپڈ انسان، بند کر اسے، مروائے گا کیا۔۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلایا۔

"اچھا بابا کر رہا ہوں۔۔۔۔" اس کے دوست نے سیل فون بند کر کے اسے غور سے جانچتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔

"خیر ہے یہ میرا پورسٹ مارٹم کس خوشی میں ہو رہا ہے۔۔۔؟"

"دیکھ جگنو، سچ سچ بتا دے، کس چکر میں نکاح کیا ہے تو نے اس کے ساتھ۔؟ مجھے یہ غصّے میں آکر کرنے والی بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی، تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں میں اور کوئی مرد اتنا بڑا اقدم ایسے ہی نہیں اٹھا سکتا۔۔۔ "

"سچ بتائوں۔۔۔" وہ بلند آواز میں ہنسا۔

"جلدی سے پھوٹ، کچھ نہ کچھ تو اندازہ ہے مجھے بھی، ورنہ کون پنگا لیتا ہے اپنے ہی یاروں سے۔۔" اسکا لہجہ طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اچھا تو پھر کان کھول کر سن لے۔۔۔" اس نے اپنے لہجے کو پر اسرار بنایا۔

" دل آ گیا تھا میرا اس کے اوپر۔ تبھی تو نکال لایا اسے جیکی اور شانی کے ہاتھوں سے۔ تھوڑا حالات بہتر ہو جائیں تو پھر سوچتے ہیں کیا کرنا ہے اس کا۔ "

اس کی بات سن کر رومی کا دل کسی گہری کھائی میں جا گرا اور دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں، اب تو رہائی کی جو تھوڑی بہت امید تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آسمان کی کوکھ سے اجالے کا ظہور ہو چکا تھا اور یہ روشن دن میر فیملی کے سیاسی مستقبل کے لیے خاصا تاریک ثابت ہونے والا تھا۔ ٹمبر مافیا کیس کو میر حاکم علی کی وجہ سے میڈیا میں وقت سے پہلے ہی کافی کوریج مل رہی تھی۔

ان کے سیاسی مخالفین نے اس کیس کو پہلی ہی پیشی سے ان کے خلاف استعمال کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ یہی وجہ تھی جب شہر زاد اپنے موکل کے ساتھ کورٹ پہنچی تو وہاں مختلف چینلز کے نمائندے پہلے سے موجود تھے، جو اس کیس میں لگائے جانے والے الزامات کو بریکینگ نیوز بنانے کے لیے بے تاب تھے۔ بہت سے نمائندوں نے شجاع غنی کو گھیر لیا تھا، شہر زاد بڑی مشکل سے اسے نکال کر کورٹ تک لائی۔

پہلی ہی پیشی میں شہر زاد کی اٹھان غضب کی تھی، اس نے آغاز ہی تابڑ توڑ حملوں سے کیا اور سب سے اہم بات وہ ثبوت تھے جن کو غلط ثابت کرنا میر فیملی کے لیے اچھا خاصا دردِ سر ثابت ہونے والا تھا۔

''بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے حکمران ہی وطن کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ کر کھا رہے ہیں، کروڑوں روپے کی مالیت کے درختوں کو بیدردی سے کٹوا کر اپنے اکاونٹس میں اضافہ کیا جارہا ہے، اور دوسری طرف گلوبل وارمنگ سے پاکستان سب سے زیادہ متاثر ہو رہا ہے۔ ہمیں اس ٹمبر مافیا کے پیچھے چھپے اصل ہاتھوں کو کاٹنا ہوگا۔۔۔'' وہ بڑے پر اعتماد انداز میں میڈیا کا سامنا کر رہی تھی۔

دوسری طرف نور محل میں اس وقت سخت کھلبلی مچی ہوئی تھی، میر حاکم، اپنے دونوں بیٹوں محتشم اور خاقان کے ساتھ سیٹنگ روم میں موجود تھے، سامنے بیالیس انچ کی ایل ای ڈی میں کمرہ عدالت کے باہر کے مناظر دیکھائے جارہے تھے جہاں شہر زاد شجاع غنی کے کیس کا دفاع کرتے ہوئے اپنا موقف بڑے پر سکون انداز میں بیان کر رہی تھی۔

''کون ہے یہ لڑکی۔۔۔؟؟؟ میر حاکم نے ہاتھ میں پکڑا ٹی وی کا ریموٹ کنٹرول بیدردی سے صوفے پر پھینکا، ان کے مزاج سے برہمی ٹپک رہی تھی۔

''کوئی بیرسٹر شیری ہے، مسز قریشی کے چیمبر میں بیٹھتی ہے۔۔'' جواب خاقان علی کی طرف سے انتہائی بیزار لہجے میں آیا۔

''ابھی زمین سے پوری طرح اگی نہیں، تو یہ حال ہے اس کا۔۔'' میر حاکم کو اس کا پر اعتماد انداز آگ لگا گیا تھا۔

''بابا جان چھوڑیں اسے، بات تو ساری شجاع غنی کی ہے، کیس تو اسی نے کیا ہے ناں۔'' محتشم علی نے اپنے باپ کو تصویر کا اصل رخ دیکھایا۔

'' فوراً بلواؤ اس شجاع غنی کو، میں بات کرتا ہوں اس سے اپنی زبان میں۔۔۔'' وہ ناراضگی سے کہہ کر ٹہلنے لگے۔

''وہ نہیں آئے گا بابا جان، بہت اونچی ہواؤں میں اڑ رہا ہے وہ آجکل۔۔۔'' محتشم علی بیزاری سے گویا ہوئے۔

''ایسے ہی قیمت بڑھوا رہا ہوگا اپنی، پیغام بجھواؤ اسے اور کہو میں میر حاکم علی نے بلوایا ہے۔ اگر انکار کرے تو پھر زمین پر بھی چلنے پھرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے اسے۔۔۔'' ان کے انداز میں تکبر اور رعونت ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

خاقان علی اور محتشم علی اپنے باپ کی بات سن کر پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب شجاع غنی کسی قیمت پر بھی نہیں آئے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس دن شہر زاد بڑے عجلت بھرے انداز میں قریشی ایسوسی ایٹ سے نکلی تو سیل فون پر ارتضی کی کال آگئی۔

شام کے چھ بج رہے تھے اور اسے فوراً گھر پہنچنا تھا کیونکہ گھر میں ٹینا بیگم کی طبعیت کچھ خراب تھی۔ ان کا ہارون رضا کے ساتھ ایک زوردار جھگڑا ہو گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں شہر زاد کو سب کچھ چھوڑ کر آفس سے نکلنا پڑا۔

"محترمہ کہاں ہیں آپ، اب تو صرف میڈیا پر ہی دکھائی دیتی ہیں۔۔۔" ارتضی نے ہلکے پھلکے لہجے میں گلہ کیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، آجکل بہت بزی شیڈول چل رہا ہے میرا۔۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا اور اپنے ڈرائیور کو لیپ ٹاپ بیگ اور فائلز ڈگی میں رکھنے کا اشارہ کیا۔

"میرے پاس ایک اچھی نیوز ہے آپ کے لیے۔۔۔" ارتضی زیادہ دیر تک صبر نہ کر پایا۔

"رئیلی۔۔۔۔؟؟؟" شہر زاد جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھی۔

"مجھے لگتا ہے، ہم رومیصہ تک پہنچنے والے ہیں۔۔۔" اس اطلاع نے شہر زاد کو ایک دم پر جوش کیا۔

اس کی گاڑی پارکنگ سے نکال کر مین روڈ پر آگئی تھی اور اس کی تمام تر توجہ سیل فون کی گفتگو کی طرف تھی، اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ ایک موٹر بائیک پر موجود دو لڑکے اس کے تعاقب میں تھے۔

"کوئی کلیو ملا ہے آپ کو۔۔۔۔؟ "

"ہاں رومیصہ کا سیل فون آن کیا گیا تھا آج۔۔" ارتضی کی اطلاع نے اسے بے چین کیا۔

"تو پتا چلا کچھ۔۔۔؟؟؟" وہ بے تاب انداز میں اسکی بات کاٹ کر بولی۔

" لوکیشن کچھ ٹریس تو ہوئی ہے لیکن ابھی حتمی نہیں ہے، البتہ علاقہ لوکیٹ ہو گیا ہے۔" ارتضی حیدر کی بات پر شہر زاد ابھی دل کھول کر خوش بھی نہیں ہو پائی تھی جب ڈرائیور کی فکر مند آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"میم ہماری گاڑی کو فالو کیا جا رہا ہے۔۔۔ "

"اوہ نو، کون لوگ ہیں یہ۔ کیوں آرہے ہیں ہمارے پیچھے۔" شہر زاد نے خوفزدہ انداز میں مڑ کر دیکھا۔ دوسری طرف ارتضی ایک سیکنڈ میں ساری سچویشن سمجھا تھا۔۔

"شہر زاد کیا ہوا۔؟ کہاں پر ہو تم۔؟ اپنی لوکیشن بتاؤ پلیز۔۔؟" اس نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

"اسلام آباد ایکسپریس وے پر۔ ایف ایٹ کے نزدیک۔۔" اس نے ہلکا سا بوکھلا کر جواب دیا۔

سیل فون ابھی شہر زاد کے کان کے ساتھ ہی لگا ہوا تھا اور وہ دونوں موٹر بائیک سوار ایک دم ہی گاڑی کے برابر میں آئے، اس کے ساتھ ہی فضا گولیوں کی تڑ تڑاہٹ سے گونج اٹھی، اور ان میں سب سے نمایاں آواز شہر زاد کی چیخ کی تھی۔ ارتضی حیدر کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل کاٹ کر جلتی بھٹی میں پھینک دیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹینا بیگم کی طبیعت صبح سے کچھ اپ سیٹ تھی۔۔۔!!!

شہر زاد کی پریس کانفرنس نے خرابی طبیعت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ تبھی سیف الرحمن کی کال آئی تو وہ ان کو منع نہیں کر پائیں، اور ان کے ساتھ میریٹ میں ڈنر کرنے چلی آئیں۔ ڈنر کے دوران بھی دونوں کا موضوع گفتگو شہر زاد کا تازہ ترین کیس تھا، جس کی آج دوپہر میں پیشی تھی۔

وہ کھانا کھانے میں مصروف تھیں، جب اچانک ٹی وی پر چلنے والی بریکینگ نیوز میں آنے والے بیرسٹر شیری کے نام نے ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی نیوز رپورٹر گلا پھاڑ پھاڑ کر اسلام آباد ایکسپریس وے پر ہونے والے حملے کے بارے میں بتا رہا تھا۔

ٹینا بیگم کو سو واٹ کا کرنٹ لگا، انہوں نے بوکھلا کر سامنے دیوار پر لگی ایل ای ڈی پر شہر زاد کی خراب حالت گاڑی کو دیکھا، ان کے ہاتھ سے کرسٹل کا گلاس چھوٹ کر نیچے جا گرا اور کرچیوں کی صورت میں زمین پر بکھر گیا۔ ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔ گاڑی پر گولیوں کی بارش کی گئی تھی۔ وہ اندازہ کر سکتی تھیں کہ اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہوا ہو گا۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!!" انہوں نے خوفزدہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ لبوں پر رکھ لیے۔ سیف الرحمن نے ان کی نظروں کے تعاقب میں ٹی وی کی طرف دیکھا جہاں پر ٹیکر چل رہا تھا۔ ان کو بھی جھٹکا لگا۔

"بیرسٹر شہر زاد پر اسلام آباد ایکسپریس ہائی وے پر قاتلانہ حملہ۔۔۔

"سیفی۔۔۔۔ میری بیٹی۔۔۔" ان کے منہ سے بمشکل یہ الفاظ نکلے، وہ حواس باختہ انداز میں کھڑی ہوئیں انہیں لگا جیسے زمان و مکان کی گردشیں ایک لمحے کو تھم سی گئی ہیں اور کسی نے پوری ریل ٹرین ان کے وجود پر سے گذار دی ہو۔

"ٹیک اٹ ایزی۔۔۔ بی بریو ٹینا۔۔۔" سیف الرحمن نے فوراً اٹھ کر ان کو سہارا دیا۔

"ناظرین بیرسٹر شہر زاد آجکل وفاقی وزیر حاکم علی کے بیٹے میر خاقان علی کے خلاف ایک کیس کے حوالے سے کافی خبروں میں تھیں۔۔"

ٹی وی پر کسی نیوز اینکر نے پگھلا ہوا سیسہ ان کے کانوں میں انڈیلہ، میر حاکم علی کا نام ان سن کو ان کے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں، اس خاندان کو کون نہیں جانتا تھا۔ وہ چلتے چلتے رکیں اور ایک پلر کر پکڑ کر انہوں نے خود کو گرنے سے بچایا۔

دماغ میں سوچوں کا اژدھام تھا اور ذہن اس قدر منتشر تھا کہ کسی بھی مثبت سوچ کو وہاں قدم جمانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ان کی پیشانی پر نمودار ہونے والی پسینے کی بوندیں سیف الرحمن کی نظروں سے مخفی نہیں رہ سکیں۔

ابھی تو رومیصہ کی کوئی خبر نہیں تھی کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا، اوپر سے شہر زاد پر ہونے والے اس حملے نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ ہوٹل سے ہوسپٹل کا سارا راستہ انہوں نے ٹشو پیپر سے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے گذارا۔ ہوسپٹل کی پارکنگ میں سیفی کی گاڑی جیسے ہی رکی، میڈیا سے تعلق رکھنے والے بے شمار نیوز رپورٹرز اور جرنلسٹ ان کی طرف لپکے۔ ٹینا بیگم کا

بیوروکریٹ سیف الرحمن کے ساتھ آنا بھی ایک بڑی خبر تھا۔

"میم بیرسٹر شیری پر ہونے والے حملے کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں۔۔۔؟" مختلف رپورٹرز کے سوالات نے ان کا تعاقب کیا۔

وہ ان سوالوں کا کوئی بھی جواب دیئے بغیر تیز تیز کوریڈور میں چل رہی تھیں ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر شیری کے پاس پہنچ جاتیں۔ بے شمار کیمروں نے مشہور و معروف بیوروکریٹ سیف الرحمن اور ٹینا بیگم کو ایک ساتھ اپنے اپنے کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کر لیا۔

"میم، آپ کے خیال میں بیرسٹر شیری کو کس نے مارنے کی کوشش کی ہے۔۔۔؟"

"آئی ڈونٹ نو۔۔۔" وہ بمشکل خود پر ضبط کرتیں ہوئیں تیزی سے آئی سی یو کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

"آپ کے خیال میں اس قاتلانہ حملے کے پیچھے آپ کی دوسری بیٹی کے اغواکاروں کا تعلق ہو سکتا ہے یا کوئی اور۔۔۔؟" ایک اور سوال نے ان کا تعاقب کیا، وہ چلتے چلتے رکیں، ان کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔

"فار گاڈ سیک، کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو، میری بیٹی اس وقت آئی سی یو میں ہے اور میں ابھی کوئی بھی اسٹیٹمنٹ دینے کے قابل نہیں ہوں۔" وہ لوگوں کے ہجوم کو دھکیلتی ہوئیں سیف الرحمن کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھیں۔

"ٹینا میم، اس موقعے پر آپ کچھ کہنا چاہیں گی۔۔۔؟" ایک اور صحافی بھاگ کر عین ان کے سامنے آن کھڑا ہوا اور اس نے اپنا مائیک جیسے ہی ٹینا کے آگے کیا، ان کے ضبط کا دامن ٹوٹ گیا۔

"شٹ اپ، آئی سے جسٹ شٹ اپ۔۔۔" ان کے چیخنے پر ایک دم سناٹا چھا گیا، بہت سے رپورٹر غیر شعوری طور پر دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

ٹینا، پلیز کول ڈاؤن۔۔۔!!!" "

سیفی نے نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑا اور بڑی سرعت سے آگے نکلے اور ارتضی حیدر نے دُور کھڑے ہی ساری صورتحال کا اندازہ لگا لیا، اس کے اشارے پر بہت سے سیکورٹی گارڈز نے ٹینا بیگم کو اپنے حصار میں لیا اور وہ اب بغیر کسی رکاوٹ کے آئی سی یو کے پاس پہنچ گئی تھیں۔

اس کوریڈور میں بہت خاص خاص لوگ موجود تھے، جن میں سب سے نمایاں چہرہ مسز قریشی کا تھا۔ جو اس وقت میڈیا کے کچھ نمائندوں کو اپنا پوائنٹ آف ویو بڑے متحمل انداز میں بتا رہی تھیں۔

شہرزاد آجکل ٹمبر مافیا کے خلاف کیس لڑ رہی تھی اور مجھے لگتا ہے اس کاروائی کے پیچھے ان لوگوں کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔

"آپ کا اشارہ میر خاقان علی کی طرف ہے۔۔۔" ایک رپورٹر نے چسکا لینے کے انداز میں کہا لیکن اس سے پہلے وہ اس کے سوال کا کوئی جواب دیتیں ان کی نظر ٹینا بیگم پر پڑی، وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھیں۔

"عالیہ، میری بیٹی۔۔۔۔" ٹینا بیگم کے منہ سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر باہر نکلے۔

"ٹینا، ٹیک اٹ ایزی۔ وہ خطرے سے باہر ہے۔۔۔" مسز عالیہ قریشی نے فوراً انہیں بتایا لیکن ٹینا بیگم ہنوز سخت تشویش کا شکار تھیں۔

"کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹرز۔۔۔؟؟؟"

"ایک گولی شیری کے کندھے کو چھو کر گذری ہے اور گاڑی کے کچھ شیشے ٹوٹ کر لگے ہیں، باقی ڈرائیور اللہ کا شکر ہے محفوظ ہے۔" مسز قریشی کی اطلاع پر ٹینا بیگم کی سانسیں بحال ہوئیں۔

"تھینکس گاڈ۔۔۔" ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا"

"میں دیکھ سکتی ہوں اسے۔۔" انہوں نے اپنی نم ہوتی آنکھوں کو ٹشو سے صاف کیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔" مسز قریشی نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر آئی سی یو کی گلاس وال کی طرف لے آئیں۔

سامنے شہرزاد کا وجود بے شمار تاروں اور مشینوں میں جکڑا ہوا تھا، اس کے چہرے پر زردیاں گھلی ہوئیں تھیں، وہ اس وقت بے ہوش تھی ٹینا بیگم کے دل پر کسی نے گھونسہ مارا۔ ان کی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہنے لگے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ شہرزاد کو اس حالت تک پہنچانے والوں کا منہ نوچ لیتیں یا کم سے کم پھانسی کے پھندے سے لٹکا دیتیں۔

"بی بریو ٹینا۔۔۔!!!" مسز عالیہ قریشی نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا۔

"میں ان لوگوں کو چھوڑوں گی نہیں۔۔۔" وہ روتے ہوئے زیر لب کہہ رہی تھیں۔

"ٹینا۔۔۔پلیز ٹیک اٹ ایزی۔۔۔" ایک کونے سے سیف الرحمن نکل کر آگے بڑھے اور ٹینا بیگم کو اس وقت کسی جذباتی سہارے کی اشد ضرورت تھی، وہ بلا ارادہ ان کے کندھے سے لگ کر سسکنے لگیں، بے شمار کیمروں کی فلیش لائٹس چمکیں اور انہوں نے اس منظر کو بھی اپنی آنکھ میں محفوظ کر لیا، آنے والے دنوں میں یہ خبر ایک دفعہ پھر چٹ پٹے مصالحے کی صورت میں اخبارات اور میگزین کی زینت بننے والی تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

برکھارت کی جھڑی نے مری میں ایک سماں باندھ رکھا تھا۔ گھنگھور گھٹائیں کیا برسیں، ہر چیز نکھری نکھری نظر آنے لگی۔ بھیگا موسم منچلا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پھولوں اور درختوں نے ساون میں جھومنا شروع کر دیا۔

عام حالات میں تو درشہوار اور اسکی کزنز اس موسم کو خوب انجوائے کرتیں لیکن درشہوار کی طبعیت کی خرابی نے پورے میر ہاؤس میں ایک اداسی کی کیفیت طاری کرر کھی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے چہکنے والی بلبل کا کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو۔

درشہوار کا بخار کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر ثبت ہو چکی تھی۔ محمد ہادی کی آخری گفتگو نے اسے آسمان سے زمین پر لا پٹخا تھا اور ابھی تک اس کے حواس بحال نہیں ہوئے تھے۔

اس کی معصوم شرارتیں، شوخ جملے اور بے ضرر سی گستاخیوں کا اس نے انتہائی بُرا مطلب اخذ کیا تھا۔ درشہوار اس کے تلخ الفاظ تو بھول سکتی تھی لیکن اس کا زہر آلود لہجہ اس کی راتوں کی نیندیں اور دن کا سکون برباد کر چکا تھا۔ عزت نفس کو روند کر حاصل کی جانے والی محبت کا روپ اتنا بھیانک بھی ہو سکتا ہے، درشہوار کا اس کا اندازہ نہیں تھا۔ وہ شخص اس کے پندار کو روند کر بڑی شان سے چلا گیا تھا اور اس کے اندر بے چینی کا ایک جہان آباد ہو گیا تھا۔

پچھلے تین دن سے وہ سوچوں کے اس جہنم میں جل رہی تھی۔ جو بخار کی صورت میں اس کے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا، چونکہ ہر شرارت کا آغاز درشہوار کی طرف سے ہوتا تھا، اس لیے نمیرہ، طوبیٰ اور انابیہ بھی دم سادھے بیٹھی تھیں۔ اس دن نمیرہ جھنجھلا کر اپنی گینگ لیڈر کے کمرے میں چلی آئی۔

"خدا کے لیے درشہوار، اب ٹھیک ہو جاؤ، قسم سے سخت بوریت پھیلا رکھی ہے تم نے۔۔۔"

نمیرہ گرما گرم پکوڑوں کی پلیٹ لیے اندر داخل ہوئی اور سوئچ بورڈ کے سارے ہی بٹن نیچے کر دیئے، پورا کمرہ روشنیوں سے بھر گیا، درشہوار نے بے ساختہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اس کے چہرے پر ناگواری کا تاثر بڑی قوت سے ابھرا۔ یہ روشنیاں اور اجالے اسے کچھ دن سے بہت بُرے لگ رہے تھے۔ نمیرہ نے اندر داخل ہوتے ہی اسے خفا نظروں سے گھورا۔

"اتنا آفت موسم ہے، دل کر رہا ہے فوراً کشمیر پوائنٹ پر لمبی واک کر کے آئیں۔۔" اس نے درشہوار کے کمرے کی کھڑکی کا پردہ پیچھے کیا۔ سامنے ہادی کے کمرے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ اسکی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئیں تھیں لیکن وہ کمرے میں موجود نہیں تھا۔

"ارے واہ، کیا مزے دار چٹنی ہے پودینے کی۔۔۔" نمیرہ نے ایک زور دار چٹخارہ لیا لیکن درشہوار پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں، کہیں خدانخواستہ قوت گویائی سلب تو نہیں ہو گئی تمہاری۔۔۔" نمیرہ نے اسکے پاس آ کر شرارت سے کمبل ہٹایا، درشہوار کو کرنٹ لگا۔ وہ غصّے سے اٹھ بیٹھی اور شعلہ اگلتی نگاہوں سے نمیرہ کو گھورنے لگی، جس کی شوخیاں اس وقت زہر لگ رہی تھیں اُسے۔

"پکوڑے کھاؤ گی۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے ایک پکوڑا اسکی طرف بڑھایا، وہ ایک جھٹکے سے اٹھی، غصّے سے نمیرہ کا بازو

پکڑا، اور کھینچتی ہوئی کمرے کے دروازے کے پاس لے گئی اور زور سے باہر کی طرف دھکا دے کر دروازہ لاک کر لیا۔

نمیرہ جو اس حملے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں تھی، وہ سامنے سے آتے ہوئے شاہ میر سے بُری طرح ٹکرائی، اس کے ہاتھوں سے پکوڑوں کی پلیٹ اچھل کر زمین پر جا گری اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتی ہوئی طوبیٰ نے یہ منظر انتہائی بیزاری سے دیکھا۔ شاہ میر اور نمیرہ کی بڑھتی ہوئی بے تکلفی اس کی دل آزاری کا باعث بن رہی تھی۔

"استغفر اللہ، یہ تم کیا بگولے کی طرح اڑتی پھر رہی ہو۔۔۔"؟ شاہ میر نے سہارا دے کر اسے کھڑا کیا۔

"تمہاری بہن کا کارنامہ ہے یہ، وہ بھی بخار میں۔۔" نمیرہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"تمہیں کس نے کہا تھا اسے چھیڑو۔۔۔"

"جب اپنا موڈ ہو تو کسی کو بخشتی ہے وہ۔۔۔" نمیرہ نے حسرت بھری نگاہوں سے زمین پر گرے پکوڑوں کو دیکھا۔

"پتا ہے ناں، آجکل طبعیت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔۔۔" شاہ میر نے فوراً بہن کی طرفداری کی۔

"تمہیں خیال رکھنا چاہیے اس کا۔" شاہ میر نے کنکھیوں سے طوبیٰ کے چہرے کے بگڑے ہوئے زاویئے دیکھے اور اپنے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا، کیونکہ اس سے کچھ بعید بھی نہیں تھا کہ زمین پر پڑی ہوئی پلیٹ اٹھا کر اس کے سر پر دے مارتی۔ وہ منہ بناتی ہوئی سامنے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گئی، ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی کا بٹن آن کیا لیکن اس کی سماعتیں شاہ میر اور نمیرہ کی جانب تھیں۔

"اسی لیے تو گئی تھی کہ اس کا دل بہل جائے، لیکن اس نے تو ذرا بھی لحاظ نہیں کیا۔" اس نے منہ بنا کر درشہوار کی شکایت لگائی۔

"کوئی بات نہیں خود ہی سیٹ ہو جائے گی دو چار دن میں۔۔۔" شاہ میر نے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔

"تمہارے پاس کچھ ٹائم ہے تو مارکیٹ چلو گے میرے ساتھ۔۔۔" نمیرہ کی اس فرمائش پر طوبیٰ کے کان کھڑے ہو گئے۔

"تمہارے لیے ٹائم نہیں ہو گا تو اور کس کے لیے ہو گا۔۔۔" شاہ میر کا شوخ جملہ طوبیٰ کو سلگا گیا۔

"ارے واہ، مجھے تو پتا ہی نہیں تھا، میں بھی اتنی اہم ہوں کسی کے لیے۔۔۔" نمیرہ کھکھلا کر ہنسی اور طوبیٰ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"دو منٹ میں ریڈی ہو جاؤ، میں چینج کر کے آتا ہوں، واپسی پر واک بھی کریں گے لمبی سی۔۔۔" شاہ میر نے کنکھیوں سے طوبیٰ کا سرخ چہرہ دیکھتے ہوئے اسے مزید جلایا، وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس کا بس نہیں چل رہا ہو گا کہ ان دونوں کو میر ہاؤس کی چھت سے دھکا دے دے، اور وہ دونوں دوسرا سانس تک نہ لے سکیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد کو کچھ ہی گھنٹوں کے بعد ہوش آ چکا تھا۔۔۔

اسے آئی سی یو سے پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا۔ اب اس کی حالت خطرے سے باہر تھی۔

شہر زاد کے ہوش میں آتے ہی، پولیس اس کا بیان ریکارڈ کرنے آن پہنچی اور شہر زاد نے خاصی عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نپے تلے انداز میں اپنا بیان دیا تھا اور اسکے لہجے میں اپنے دشمنوں کے لیے کوئی لچک نہیں تھی۔

"اس حادثے کے بعد آپ کا مورال کم تو نہیں ہوا۔۔۔؟" ایک جرنلسٹ نے سنجیدگی سے اس سے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے میرے مخالفین کو اس بات کا اندازہ نہیں کہ جب انسان موت کی دہلیز کو چھو آتا ہے تو وہ مزید نفع و نقصان سے بے نیاز ہو جاتا ہے، دنیا میں سب سے خوفناک چیز موت ہے اور اس کا بہت قریب سے مشاہدہ کرنے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ "اب دنیا کی کوئی بھی چیز مجھے نہیں ڈرا سکتی۔" وہ بڑے متحمل انداز میں بولتی ہوئی بہت سے لوگوں کو رشک میں مبتلا کر گئی۔

"میم، میرا خیال ہے کہ یہ حملہ اسی کیس کے تناظر میں ہوا ہے جو آجکل آپ لینڈ مافیا کے خلاف لڑ رہی تھیں۔"

"تو اس کا تو پھر یہی مطلب ہوا کہ میرے مخالفین مجھ سے خوفزدہ ہیں اور مجھے تو اس بات کو انجوائے کرنا چاہیے۔" اس کی بات پر وہاں کھڑے کچھ رپورٹرز ہنس پڑے۔

"میرا خیال ہے اب یہ سیشن ختم ہو جانا چاہیے، آپ لوگوں سے رابطہ رہے گا۔" شہر زاد نے بہت سمجھداری سے میڈیا کے لوگوں کو ہینڈل کیا تھا، وہ جانتی تھی کی موجودہ دور میں ان سے بگاڑنا سب سے بڑی بے وقوفی تھی، ان سب کے نکلتے ہی ٹینا بیگم اس کے بالکل قریب آن پہنچیں۔

انہوں نے صدمے بھری نگاہوں سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا، اس کی آنکھیں متورم، بال الجھے ہوئے اور چہرہ انتہائی زرد تھا لیکن اس کا لہجہ پہلے کی طرح پر اعتماد اور مضبوط تھا، اور اس چیز نے ٹینا بیگم کو بھی حیران کیا تھا، وہ یہ چیز زندگی میں کبھی نہیں سیکھ پائیں تھیں۔

"میں چھوڑوں گی نہیں ان لوگوں کو۔۔۔" ٹینا بیگم کی آنکھوں سے امڈنے والے آنسو شہر زاد کو تکلیف دے رہے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں مام۔۔۔" اس نے زبردستی مسکرا کر انہیں مطمعن کرنے کی کوشش کی۔

"تم میر حاکم کی فیملی کے خلاف کیس لڑ رہی تھیں، تم نے یہ بات مجھے کیوں نہیں بتائی۔۔۔" ان کے پریشان چہرے کو شہر زاد نے تعجب سے دیکھا۔

"مام میرا تو کام ہی یہی ہے، آپ کیوں ٹینس ہو رہی ہیں۔۔۔" وہ بمشکل اٹھ کر بیٹھی، اس کی رگوں میں ابھی تک کھچاوٹ

برقرار تھی، اس نے اپنی ہتھیلی سے گردن کو مسلا اور تکیے کا سہارا لے کر بیٹھ گئی۔

"لیکن اس خاندان سے ٹکر لینا کوئی آسان کام نہیں۔۔۔" ان کے لہجے میں ایک ہلکا سا خوف پوشیدہ تھا۔

"کم آن ماما، ظالم دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو، وہ ایسا ہی ہوتا ہے، آپ ٹینشن مت لیں، ایسے لوگوں کو ہینڈل کرنا آتا ہے مجھے۔" اس نے مسکرا کر اپنی ماں کو مطمعن کرنے کی ایک اور ناکام کوشش کی۔

اسی وقت شہرزاد کے روم کا دروازہ ہلکا سا ناک ہوا اور ارتضی حیدر کا مسکراتا ہوا چہرہ اندر نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں سفید للی کے پھولوں کا خوبصورت گلدستہ تھا جو وہ شہرزاد کے لیے لایا تھا۔ ٹینا بیگم نے توصیفی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا، دراز قامت ارتضی پولیس یونیفارم میں خاصا ہینڈسم لگ رہا تھا۔ وہ شاید آفس سے سیدھا ادھر آ گیا تھا۔

"السلام علیکم آنٹی۔۔۔" اس نے ٹینا بیگم کو مخاطب کیا تو انہوں نے ہلکا سا سر خم کر کے اسے جواب دیا۔

"نئی زندگی کی نئی صبح مبارک ہو شہرزاد۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے پھولوں کا بکے شہرزاد کی طرف بڑھایا۔

"یہ سب آپکی وجہ سے ہوا۔۔۔" شہرزاد جانتی تھی، اسے بروقت ہوسپٹل لانے والا وہی شخص تھا۔

"کچھ پتا چلا، کون لوگ تھے، کہاں سے آئے تھے اور کس نے فائرنگ کروائی۔" ٹینا بیگم نے ایک سانس میں کئی سوال کیے۔

"ہمارا شک تو دو پارٹیوں پر ہے اور مزید انوسٹی گیشن ہو رہی ہے، انشاء اللہ جلد ہی پتا چل جائے گا۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"رومی والے معاملے کا کیا بنا۔۔۔؟" شہرزاد کے فکرمند انداز پر وہ مسکرایا۔ "پہلے آپ خود تو ٹھیک ہو جائیں۔۔۔

"آپ نہیں جانتے ارتضی، یہ مسئلہ میری زندگی سے زیادہ اہم ہے، میں رہوں نہ رہوں، لیکن رومی کو واپس لانا ہے مجھے۔۔۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔" ارتضی کا بے ساختہ لہجہ دونوں ماں بیٹی کو چونکا گیا۔

"میرا مطلب ہے، اپنی زندگی کو اتنا لائٹ کیوں سمجھتی ہیں آپ، کیوں آنٹی۔۔۔" اس نے انتہائی ہوشیاری سے مسز ٹینا کو اس معاملے میں انوالو کیا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے وہ، اب تو جتنا نقصان ہونا تھا ہو گیا، تمہیں سب سے پہلے اپنی حفاظت کرنی چاہیے، باقی معاملات تو زندگی کے ساتھ چلتے ہی رہیں گے۔۔۔" ٹینا بیگم کے فکرمند لہجے پر وہ مسکرائی۔

اسی لمحے ارتضی کے سیل فون کی گھنٹی بجی اور وہ اسکی طرف متوجہ ہو گیا، اس کی آئی جی صاحب سے کوئی ہنگامی میٹنگ تھی اور اس کی گفتگو سے شہرزاد کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے فوراً نکلنا ہے۔

میں نے روم کے باہر سیکورٹی گارڈز کھڑے کر دیئے ہیں اور بہتر ہو گا کہ آپ کچھ دن تک کم لوگوں سے ملیں۔" اس نے جاتے ہوئے اسے مشورہ دیا۔

"سوری، یہ ممکن نہیں ہے میرے لیے، میں کیسے لوگوں کو منع کر سکتی ہوں۔۔۔" ارتضی کو اس کی طرف سے اسی جواب کی توقع تھی۔

آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ ابھی بھی آپ ٹارگٹ پر ہیں۔۔۔"""

"میں جانتی ہوں، ایسا نہیں ہے۔۔۔" اس کے بے ساختہ انداز پر وہ چونکا۔

"مطلب۔۔؟"

"مجھے مارنے والے لوگوں کا نشانہ اتنا کمزور نہیں ہو سکتا، مجھے معلوم ہے یہ صرف ایک ہلکی پھلکی سی وارننگ دی گئی ہے۔" شہرزاد کی ذہانت اسے اکثر لاجواب کر دیتی تھی۔۔

"لیکن ارتضی ٹھیک کہہ رہا ہے، تمہیں پھر بھی محتاط رہنا چاہیے۔۔" ٹینا بیگم نے فوراً اس کی سائیڈ لی تو ارتضی نے غور سے اس لڑکی کی طرف دیکھا، جو بعض دفعہ اسے اچھے خاصے امتحان میں ڈال دیتی تھی۔

"اس کے بازووں پر کافی خراشیں تھیں اور کندھے پر تو بھاری بھرکم قسم کی بینڈیج بھی تھی، جس کا اچھا خاصا بوجھ تھا۔ ڈاکٹر زوقفے وقفے سے اسے پین کلر انجکشن لگا رہے تھے جس کی وجہ سے وہ بار بار غنودگی میں جا رہی تھی۔

شام چار بجے کے قریب مسز قریشی اپنے شوہر کے ساتھ اس کی عیادت کے لیے آئیں تو وہ میڈیسن کے زیر اثر غنودگی میں تھی۔ انہوں نے اندر داخل ہوتے ہی اشارے سے ٹینا بیگم کو اسے اٹھانے سے منع کر دیا۔۔

وہ اپنے ساتھ لائے ہوئے فروٹس اور پھل سائیڈ میز پر رکھ کر ٹینا بیگم کے ساتھ کوریڈور میں آ گئیں۔ کمرے کے باہر پولیس کی کافی نفری موجود تھی۔ وہ تینوں مہمانوں کے لیے بنے ہوئے سائیڈ روم میں آ گئیں۔

"شہرزاد پر حملے میں استعمال ہونے والی گاڑی ٹریس ہو گئی ہے۔۔۔" مسز قریشی کی بات پر ٹینا بیگم کے کان کھڑے ہو گئے۔

"گاڑی کسی ملک جہانگیر کے نام پر رجسٹرڈ ہے ملتان میں۔۔" انہوں نے مزید ان کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"تو پتا چلا کون ہے وہ شخص۔۔۔؟" ٹینا بیگم نے عجلت بھرے انداز میں انکی بات کاٹی۔

"خود تو ملک جہانگیر ملک سے باہر ہے لیکن اس گاڑی کی گمشدگی کی اس نے چند ماہ پہلے تھانہ گلگشت میں ایف آئی آر کٹوا رکھی ہے۔"

"اوہ نو۔۔۔" ٹینا بیگم کے ارمانوں پر اوس گری۔

"بے فکر رہیں، زیادہ دیر تک چھپا نہیں رہے گا یہ معاملہ، اندازہ ہو رہا ہے کہ کڑیاں کہاں پر مل رہی ہیں۔" عبد اللہ قریشی نے سگار سلگاتے ہوئے گفتگو میں حصّہ لیا۔

"لیکن سچ پوچھیں تو قریشی صاحب، میں ڈر گئی ہوں اس معاملے سے۔۔۔" انہوں نے پہلی دفعہ کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

"اولاد چیز ہی ایسی ہے، اس کے معاملے میں ہر شخص ہی کمزور پڑ جاتا ہے لیکن آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔" عالیہ قریشی نے مسکراتے ہوئے انہیں دلاسا دیا تو وہ بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا کر چپ کر گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک طوفانی بارش والی رات تھی۔ دُور کہیں آسمانی بجلی، کسی ٹرانسفارمر پر گری، جس سے فضا ایک زوردار دھماکے سے گونج اٹھی، رومیصہ کو لگا جیسے کہیں بلاسٹ ہوا ہو، پورا فارم ہاؤس یک لخت تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ چوکیدار نے جنریٹر چلا دیا تھا لیکن یہ روشنیاں بھی چند ہی منٹوں کی مہمان تھیں۔ جنریٹر کچھ منٹ چلا اور پھر ایک دم بند ہو گیا، اب باہر صرف برستے ساون کا راج تھا۔ طوفانی بارش کے ساتھ چلنے والی منہ زور ہواؤں نے اس رات کو بہت خوفناک بنا رکھا تھا۔ درختوں کی ٹہنیاں زمین پر ڈولتے ہوئے عجیب و غریب نقش و نگار بنا رہی تھیں۔

کمروں کی کھڑکیوں کے پٹ اتنی زور سے بجتے تھے کہ رومیصہ کا دل اچھل کر حلق سے آن ٹکراتا۔ وہ کسی اپاہج کی طرح ڈولتی ہوئی کمرے کی کھڑکیوں کے پاس آئی۔ تاریک رات میں اسے سامنے لان میں ایک پُراسرار سا ہیولا سا نظر آیا۔ خوف اور دہشت کی سرد لہریں اس کے وجود میں دوڑنے لگیں۔ اسے لگا جیسے وہ ہیولا اس کی کھڑکی کی طرف دوڑ رہا ہو۔

دہشت سے رومیصہ کو اپنے سارے بدن کا لہو منجمند ہوتا محسوس ہوا، اس نے جلدی سے کھڑکیوں کے پٹ بند کر کے اس پر چٹخنی چڑھا دی، وہ جانتی تھی کہ کھڑکی کے باہر لوہے کی مضبوط سلاخیں ہیں، لیکن وہ اگر کوئی غیر ماورائی مخلوق تھی تو یہ سلاخیں، اور چٹخنی اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔

رومیصہ کو اپنی کھڑکی پر ہلکی سی ٹھک ٹھک محسوس ہوئی جیسے کوئی لکڑی کے تختے کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ رومیصہ کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے اس نے پوری شدت سے دعا کی تھی کہ وہ شخص کہیں سے آ جائے اور شاید یہ قبولیت کا ہی وقت تھا، اسے بارش میں کسی گاڑی کے انجن کی آواز آئی اور ساتھ ہی کوئی تیز تیز بھاگتا ہوا فارم ہاؤس کے رہائشی پورشن کی طرف آیا۔

رومیصہ خوفزدہ انداز میں واش روم کے دروازے کے پردے کے پیچھے جڑ کر کھڑی ہو گئی، ہر طرف تاریکی کا راج تھا۔ اسکی قمیض پسینے سے بھیگ چکی تھی اور سانسیں بالکل غیر ہموار تھیں۔

اسے کسی کے قدموں کی چاپ اپنے کمرے کے باہر محسوس ہوئی، ہلکی سی کلک کی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔

رومیصہ کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں اسے لگا جیسے وہی ہیولا اسکے سر پر آن پہنچا ہو۔ آج شاید یقینی موت کا دن تھا اسے اپنی کنپٹیاں سلگتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک روشنی کی لکیر اندر داخل ہوئی۔ وہ بغیر پلکیں جھپکائے پردے کے پیچھے زمین پر پڑتی روشنی کی لکیر کو دیکھ رہی تھی اسے اپنی ٹانگیں بے جان ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں، جبکہ سانسیں حلق میں اٹک گئیں، بے بسی کے گہرے احساس کے زیر اثر اس کی آنکھوں سے آنسو تیزی سے پھسلنے لگے۔

"رومیصہ۔۔۔" یہ آواز سنتے ہی زندگی اس میں سرسرانے لگی۔

وہ واقعی آ چکا تھا اور اب پریشانی سے اسے ڈھونڈ رہا تھا، لیکن رومیصہ کے اندر ابھی بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ پردہ ہٹا کر اس کے سامنے آ جاتی، سیل فون کی ٹارچ کی روشنی اب اس پردے کے اوپر آ کر ٹھہر گئی، جو اس وقت اس کی جائے پناہ بنا ہوا تھا۔

اس نے آہستگی سے پردہ ہٹایا اور ٹارچ کی روشنی میں وہ اس کا خوف سے کانپتا ہوا وجود دیکھا۔ اس شخص کا دل تاسف اور ہمدردی کے گہرے احساس سے بھر گیا، اسے پہلی دفعہ اپنی زیادتی کا شدت سے احساس ہوا۔ وہ آنکھیں بند کیے خوفزدہ انداز میں شاید زیر لب کوئی سورت پڑھ رہی تھی۔

"رومیصہ۔۔۔" اپنے بہت قریب اسکی آواز سن کر رومی کا تنفس تیز ہو گیا۔ بہت سے آنسو ایک ساتھ پلکوں کی منڈیر پار کر گئے۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھ دیئے۔

"باہر دور ایک دفعہ پھر کہیں بجلی گری، ایک زوردار دھماکہ ہوا اور وہ خوف سے اسکے ساتھ لپٹ گئی۔ اسے کرنٹ لگا، وہ کسی معصوم بچے کی طرح اس سے چپکی ہوئی بہت بُری طرح رو رہی تھی۔ اس شخص پر شرمساری کا بڑا ابھرپور حملہ ہوا، کچھ بھی تھا وہ اس کی منکوحہ تھی۔ ان دونوں کا تعلق جن بھی حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑا تھا لیکن اب وہ اس کی مکمل ذمے داری تھی۔

"کیا ہوا ڈر گئیں۔۔۔" اس کی انگلیاں اسکے بھیگے رخساروں کو چھو رہی تھیں۔ وہ اسے تھام کر بیڈ کی طرف لے آیا۔ رومیصہ کا سارا وجود بُری طرح کانپ رہا تھا۔ وہ ابھی تک اپنے حواسوں میں نہیں آئی تھی۔

اس نے نرمی سے پکڑ کر اسے بیڈ پر بیٹھایا اور سائیڈ میز پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر اسکی جانب بڑھایا، جسے وہ ایک ہی سانس میں غٹ غٹ کر کے پی گئی تھی۔ چند ہی دنوں میں اس کے چہرے کی لالیاں، زردیوں میں گھل چکی تھیں، وہ پہلی دفعہ غور سے اسکا جائزہ لے رہا تھا، پچھلے کئی دنوں سے وہ ایک ہی سوٹ میں ملبوس تھی۔

"سو جاؤ، میں تمہارے پاس ہوں۔۔۔" خلاف توقع آج اسکا لہجہ دنیا جہاں کی نرمی سمیٹے ہوئے تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے ماما کے پاس۔۔۔" رومیصہ کے سارے کس بل نکل چکے تھے۔ وہ مسلسل رو رہی تھی۔

"صبح چھوڑ آؤں گا۔۔۔" اس کے اگلے جملے پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا، اسکی نیلی آنکھوں میں دنیا جہان کا استعجاب سمٹ آیا۔ وہ اس کی طرف سے اس جملے کی بالکل بھی توقع نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ بھی شاید کسی کمزور لمحے کی زد میں تھا۔

اس شخص نے بے اختیار نظریں چرائیں، اور تیزی سے اٹھ کر کھڑکیوں کی جانب بڑھا، رومیصہ ایک دم چیخی۔

"ونڈوز مت کھولنا، باہر کوئی ہے۔"

"اچھا۔۔۔؟؟؟" اس نے ایک دم پلٹ کر اسکا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھا اور زیر لب مسکرا دیا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں، باہر کوئی ہے، میں نے خود دیکھا تھا۔۔۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے یقین دلا رہی تھی۔ وہ اسکی بات مان کر پلٹ کر آ گیا

سیل فون کی بیٹری آخری دم پر تھی اور بجلی کا دور دور تک کوئی نام ونشان نہیں تھا۔

"ٹرانسفارمر اڑ چکا ہے اور جنریٹر میں کوئی ٹیکنیکل فالٹ آیا ہوا ہے، لائٹ صبح ہی آئے گی۔" وہ کرسی کھینچ کر اسکے بیڈ کے قریب لے آیا۔

باہر بادلوں کی گرج چمک میں کوئی کمی نہیں آئی تھی، طوفانی بارش نے ہر طرف ایک اودھم مچا رکھا تھا، ایسا ہی ایک طوفان رومی اور اس شخص کی زندگی میں بھی آ چکا تھا، وہ کنکھیوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے آنے کے بعد وہ خاصی حد تک پرسکون نظر آ رہی تھی، اسکے ریشمی بال تکیے پر بکھرے ہوئے تھے اور وہ آنکھیں بند کیے بہت خاموشی میں اسکے دل میں۔ ڈیرہ جما چکی تھی۔ سیل فون کی بیٹری کے اختتام کے ساتھ ہی پورا کمرہ ایک دفعہ پھر تاریکی کا گڑھ بن گیا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔" رومیصہ کی کانپتی ہوئی آواز اس بات کی گواہ تھی کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی، وہ خاموشی سے اٹھ کر اس کے برابر آن کر لیٹ گیا۔

وہ اسکی موجودگی کا احساس کر کے جھجک کر تھوڑا ہٹ کر لیٹ گئی، دونوں کے درمیان آج صرف خاموشی گفتگو کر رہی تھی۔ وہ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب رومیصہ کی آنکھ لگ گئی۔

بارش کا سلسلہ وقفے وقفے سے جاری تھا، صبح سات بجے کے قریب وہ گہری نیند سے بیدار ہوئی تو اسے اپنے اتنے قریب لیٹے

دیکھ کر اسے ایک زوردار قسم کا جھٹکا لگا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی، اس کا ایک بازو ابھی بھی رومی کے اوپر تھا، اس نے بوکھلا کر اسے پیچھے کیا اور جلدی سے اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گئی، وہ شاید کافی دنوں کا تھکا ہوا تھا اس لیے خاصی بے خبری کی نیند سو رہا تھا۔

رومیصہ نے پہلی دفعہ اس کے چہرے کے نقوش کو غور سے دیکھا۔ اس شخص کے چہرے پر سب سے نمایاں اسکی مغرور قسم کی ناک تھی، گھنی مونچھوں کے نیچے انتہائی متناسب ہونٹ تھے، لیکن رومیصہ کے لیے حیرانگی کی بات یہ تھی کہ اسے پہلی دفعہ اس شخص کی شکل بُری نہیں لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ شہر زاد کی ہوسپٹل میں دوسری رات تھی۔۔۔!!!

رات کا کوئی تیسرا پہر تھا جب ہم زاد کی گاڑی ہوسپٹل کی پارکنگ میں رکی۔

اس وقت وہ نیند کے انجکشن کے زیر اثر بہت گہری نیند سو رہی تھی۔ ٹینا بیگم کو ان کی خاندانی ملازمہ روشن بوا نے زبردستی گھر بجھوا دیا تھا اور خود وہ باہر کوریڈور میں رکھے ہوئے بینچ سے ٹیک لگائے غنودگی میں تھیں۔ سینٹرل اے سی کی ٹھنڈک میں، نیند کے جھونکوں نے انہیں بے حال کر رکھا تھا، تھک ہار کر انہوں نے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

دونوں پولیس کانسٹیبل ابھی ابھی چائے پینے کے لیے ہوسپٹل کی کینٹین کی طرف گئے تھے۔ ہم زاد نے جب کوریڈور میں قدم رکھا تو وہ بالکل سنسان تھا، اس نے ایک سرسری سی نظر بینچ پر سوئی ہوئیں روشن بوا پر ڈالی اور اس کمرے کے باہر آ کر رک گیا جہاں شہر زاد ایڈمٹ تھی۔

اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا، شہر زاد کا سنگل بیڈ عین اس کے سامنے تھا۔ اس کی سائیڈ میز بہت سے پھولوں کے گلدستے اور وش کارڈز سے بھری ہوئی تھی، جو شاید اس کے کولیگز اور سوشل سرکل کے لوگ لائے تھے۔

اس نے افسردہ نگاہوں سے سامنے لیٹی ہوئی لڑکی کو دیکھا، جو بہت سالوں سے اس کی نیندیں چرا کر خود بڑے دھڑلے سے سو رہی تھی، جس کے ہونے کا احساس ہم زاد کی زندگی کو دلکش بناتا تھا۔ اسکی ایک مسکراہٹ پر وہ اپنی پوری زندگی وار کر سکتا تھا اور اسے تکلیف میں دیکھ کر اسے اپنے پورے وجود میں ٹیسیں سی اٹھتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔۔

یہ وہ لڑکی تھی جس کی طرف دیکھ کر اس کی دھڑکنوں نے پہلی بار بے ربط ہونا سیکھا تھا۔۔۔

یہی وہ لڑکی تھی جو اس کے دل کا دروازہ کھول کر بڑی شان سے اندر داخل ہوئی اور اس کے بعد کسی اور کے لیے وہ در نہیں کھلا۔۔۔

اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سفید گلابوں کا بکے عین اس کے تکیے کے پاس رکھ دیا۔ وہ جانتا تھا صبح ان پھولوں کا کیا حشر ہونے

والا ہے، ان دونوں کے درمیان ہونے والی آخری گفتگو کچھ ایسی خوشگوار نہیں تھی کہ وہ اس تحفے کو خوشدلی سے قبول کر لیتی۔

وہ کچھ لمحے ٹکٹکی باندھے اسے غور سے دیکھتا رہا، وہ نیند میں ہلکا سا کسمائی تو ہم زاد زیر لب مسکرا دیا، وہ جان چکا تھا کہ نیند میں اسکی بے چینی کا سبب بنے والی شاید ہم زاد کی ذات تھی، جس کی نگاہیں اس کے زرد چہرے پر ٹکی ہوئیں تھیں۔ اسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا تبھی وہ نیند کی حالت میں بھی ہلکے سے اضطراب کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ کچھ لمحے اسے دیکھتا رہ اور پھر ایک لمبا سانس بھر کر کمرے سے نکل گیا۔

اس کے کمرے سے نکلنے کے ٹھیک تین منٹ کے بعد شہر زاد نے آنکھیں کھولیں اور حیرانگی سے اپنے بالکل پاس رکھے سفید گلابوں کے بکے کو دیکھا۔ کمرے میں ایک جانی پہچانی سی خوشبو رقص کرتی پھر رہی تھی۔

وہ بمشکل کہنی کے بل اٹھی اور تعجب بھری نگاہوں سے اس گلدستے کو دیکھنے لگی، اچانک اسکی نظر پاس رکھے گیٹ ویل سون کارڈ پر پڑی، اس نے فوراً اٹھایا۔

Get well soon, its an Order.

"گیٹ ویل سون، اٹس این آرڈر۔۔۔" وہ جانتی تھی یہ جملہ اتنے دھڑلے سے کون لکھ سکتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی اسے ہم زاد کا تلخ لہجہ یاد آ گیا، اس نے بیزاری سے کارڈ کے دو ٹکڑے کر کے سائیڈ میز پر اچھال دیئے، اب وہ ان باتوں اور جملوں سے بہلنے والی نہیں تھی۔

اس نے جیسے ہی اپنے بیڈ سے ٹیک لگائی، اس کے سیل فون کی ٹیکسٹ ٹون بجی، اس کے ساتھ ہی اس کے دل کی دھڑکنوں میں ایک ارتعاش سا برپا ہوا۔ وہ جھنجھلا گئی، اس کا خیال تھا کہ اب دل کی دھڑکنیں اسکے نام پر اس طرح منتشر نہیں ہونگیں۔

اس کی خام خیالی تھی کہ وہ اسکے نام کے گرد سرخ حاشیہ کھینچ چکی ہے، اور یہ حاشیہ وہ حد بندی تھی جو اسے اپنے اور اسکے بیچ برقرار رکھنی تھی، اس نے اپنی آنکھوں کو اس کے خوابوں سے بہلانا چھوڑ دیا تھا، اسکی سماعتیں اب کسی جانے پہچانے لہجے پر نہیں چونکتیں تھیں لیکن اس کمرے میں موجود سے اس مانوس خوشبو نے اس کے سارے دعوے غلط ثابت کر دیئے تھے۔ وہ آج بھی اس کے دل کو اپنی مٹھی میں جکڑے ہوئے کسی فاتح سکندر کی مانند کھڑا تھا، اس نے ایک انچ بھی اپنی جگہ نہیں چھوڑی تھی۔ اسے یقین آ گیا تھا کہ وہ اپنے دھڑکنوں کو اسکے نام پر منتشر ہونے سے کبھی نہیں روک سکتی اور یہ دنیا کا واحد کام تھا جو وہ پچھلے آٹھ سالوں میں نہیں سیکھ پائی تھی۔۔۔

جانتا ہوں اب تک میرے کارڈ کا کیا حشر ہو چکا ہو گا، لیکن میری خواہش ہے کہ تم میرے دل کے ساتھ نرمی کا معاملہ رکھو۔

اس میسج کے ساتھ تین منہ چڑاتی ہوئی اسمائلی کی شکلیں بنی ہوئیں تھیں۔ شہر زاد ہلکا سا تپ گئی اس نے اس کے ٹیکسٹ میسج کا

کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمہارے کمرے کی کھڑکی کے عین نیچے کھڑا ہوں، تم چاہو تو میرا بکے بھی واپس پھینک سکتی ہو۔۔۔" اگلے میسج نے اسے مزید تپا دیا، اس نے غصّے سے وہ گلدستہ اٹھایا اور کھینچ کر کھڑکی کے نیچے پھینک دیا۔

"تھینکس۔۔۔۔" اگلا میسج اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔

وہ بمشکل سہارا لے کر اٹھی، وال کلاک کی طرف دیکھا، رات کے تین بج رہے تھے، وہ خود کو گھسیٹتی ہوئی کھڑکی کے پاس لائی، اور نیچے جھانکا، اس کا کمرہ تھرڈ فلور پر تھا، رات کے ملگجے اندھیرے میں بھی وہ پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے اس شخص کی پشت کو دیکھ سکتی تھی، وہ خاصا دراز قد تھا، اس نے جینز کے ساتھ سفید یا شاید آف وائٹ کلر کی شرٹ پہن رکھی تھی۔

وہ اپنی لینڈ کروزر کا دروازہ کھول کر بیٹھ چکا تھا۔ شہر زاد کو بس اس کا ہیولہ سا نظر آ رہا تھا اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑتی ہوئی پارکنگ میں جائے اور اس شخص کو بازو سے گھسیٹ کر باہر نکالے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھے کہ کسی کے دل کا چین اس طرح سے چراتے ہیں۔؟ کسی کو یقین اور بے یقینی کے جہنم میں اس طرح دھکیلتے ہیں۔

وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس کر رہا تھا، اس کی گاڑی ہلکا سا پیچھے ہوئی اور شہر زاد کو افسوس ہوا اتنے فاصلے پر وہ اس کا نمبر نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اسی وقت دوبارہ اس کے سیل فون کی ٹیکسٹ ٹون بجی، وہ جانتی تھی کہ یہ ہم زاد کا ہی میسج ہو گا۔ وہ بیزاری سے پلٹی اور سیل فون اٹھا کر اسکرین پر نظریں دوڑائیں۔

"اب کھڑکی سے ہٹ جاؤ، ورنہ میں یہاں سے جا نہیں پاؤں گا۔۔۔"

شہر زاد کو یہ میسج پڑھتے ہی شدید قسم کا غصّہ آ گیا اس نے فوراً ہی اس کا نمبر ملایا، جسے پہلی ہی بیل پر ریسیو کر لیا گیا تھا۔

"زہے نصیب۔۔۔" اس کا چہکتا ہوا لہجہ شہر زاد کو سلگانے کے لیے کافی تھا۔

"پرابلم کیا ہے آپ کے ساتھ۔؟ آپ کا کیا خیال ہے، آپ کے پھولوں اور وش کارڈ کے لیے مر رہی تھی میں۔۔۔

"نہیں۔۔۔" وہ قہقہ لگا کر ہنسا۔ "میں ان کو آپ تک پہنچانے کے لیے مر رہا تھا۔۔۔

"مر ہی جاؤ تو اچھا ہے۔۔۔" وہ جل کر بولی۔

"وہ تو کئی سال پہلے مر چکا ہوں تم پر۔۔۔" وہ شوخ ہوا۔

"شٹ اپ۔۔۔۔"

"تم حکم کرو سچ مچ مر جاتا ہوں، اگر دس منٹ سے زیادہ دیر لگاؤں تو کسی چوک پر الٹا لٹکا دینا۔۔۔"

"دس منٹ کیوں، دس سیکنڈ کیوں نہیں۔۔؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بھئی دس منٹوں میں کوئی طریقہ بھی تو سوچنا ہو گا مرنے کا۔ اب کوئی پلاننگ کر کے تھوڑا بیٹھا ہوا ہوں پہلے سے۔" وہ محض اسے چڑا رہا تھا۔

"کیوں آئے تھے میرے کمرے میں۔۔؟"

"میں تو دل میں بھی آ چکا ہوں، تب تو نہیں پوچھا تھا۔۔" اس کا معنی خیز لہجہ اسے سلگا گیا۔

"اپنی آخری باتیں یاد ہیں تمہیں، کیا کہا تھا مجھے۔۔۔"

جو کہا تھا دل پر جبر کر کے کہا تھا، اسی کا نتیجہ ہے جو پورے شہر میں ایک ہی لڑکی کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے۔" اس کی بات پر وہ چونکی۔

مطلب کیا ہے۔۔۔؟

میں چاہتا ہوں تمہارا اسٹار "لیو" ہے اور تم کسی شیر کی طرح ہی پورے شہر پر حکمرانی کرو۔

"اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے، خود کیوں گیدڑوں کی طرح چھپتے پھر رہے ہو مجھ سے۔۔" اس کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"گیدڑ ہوتا تو تمہارے ارتضیٰ حیدر کی ساری سیکورٹی کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تم تک نہ پہنچتا، یقین نہیں آتا تو دروازہ کھول کر دیکھ لو، کتنے کانسٹیبل بیٹھا رکھے ہیں تمہارے اس "فین" نے۔۔۔" وہ شرارت سے ہنسا۔

"کہیں تم خود ارتضیٰ حیدر تو نہیں ہو۔۔۔؟" وہ ہلکا سا چونکی۔

"فار گاڈ سیک یار۔۔۔۔ وہ ہلکا سا جھنجھلایا۔

"کسی ڈھنگ کے بندے سے تو ملاؤ، اتنا بھی بُرا نہیں ہوں میں۔۔۔" اسکا بے ساختہ انداز شہر زاد کو یقین دلا گیا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔

"تمہیں کس نے کہا، ارتضیٰ بُرا ہے۔۔۔" وہ بُرا مان کر بولی۔

"تم اگر میری تعریف نہیں کر سکتیں تو بہتر ہو گا دنیا کے کسی اور مرد کا بھی میرے سامنے تذکرہ مت کرو۔" وہ اچھا خاصا سنجیدہ ہوا۔

کیوں جیلسی فیل ہوتی ہے تمہیں۔۔۔" اس نے صاف چڑایا تھا اسے۔

"ہاں۔۔۔" اس نے بھی برملا اعتراف کیا۔ "محبت میں جیلسی نہ ہو تو بڑے پھیکے پن کا احساس ہوتا ہے۔۔

"کوئی کام کی بات کرنی ہے تو بتاؤ، ورنہ میں فون بند کر رہی ہوں۔۔" وہ اکتاہٹ کا شکار ہوئی۔

"کام کی بات یہ ہے کہ میر حاکم کی فیملی سے محتاط رہو، تم پر فائرنگ اس کے پالتو غنڈوں کی کارستانی ہے اور وجہ تم اچھی طرح

سے جانتی ہو۔۔۔"

"بہت شکریہ، اور کچھ۔۔۔"اس نے چٹکیوں میں اسکی بات کو اڑایا۔

"میں سیریس ہوں شہر زاد۔۔۔۔"

"لیکن میں اب تمہاری معلومات پر سیریس نہیں ہو سکتی، کیونکہ اپنی چیزوں کو خود سے ہینڈل کرنا آ چکا ہے مجھے، اینی ہاؤ، تھینکس فار یور کائنڈ انفار میشن۔"۔دوسری جانب اس کے لاپرواہ انداز پر ہم زاد کے ہونٹوں پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ ابھری تھی، وہ شہر زاد کو جس ٹریک پر لانا چاہتا تھا، وہ تھوڑی سی محنت سے اس طرف آچکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تم مانو یا نہ مانو، اسے کسی بدخواہ کی نظر لگی ہے۔۔۔"

کچن سے نکلتے ہوئے تاجدار بیگم کا یہ جملہ انابیہ کی سماعتوں سے ٹکرایا اور اس نے بڑے دھیان سے سامنے بیٹھے برہان کو دیکھا۔

"امّی، آپ ان فضول باتوں کو چھوڑیں، شکل دیکھیں اسکی، کتنی گم سم ہو گئی ہے، میں کل لے کر جا رہا ہوں اسے اسلام آباد۔"ان کا لہجہ تشویش اور پریشانی میں ڈوبا ہوا تھا، انابیہ نے چائے کی ٹرے ان کے سامنے رکھی۔

اس کا دل چاہا کہ وہ اس بے حس شخص سے کہے کہ وہ بھی کسی کی بہن ہے، اسکی اتری ہوئی شکل، آنکھوں میں موجود اداسی اور لبوں سے چھینی گئی مسکراہٹ تو تمہیں نظر نہیں آتی۔ کیا نکاح کا تعلق اتنا کمزور ہوتا ہے۔

"اسلام آباد لے جا کر کیا کرو گے، نور محل میں کہاں کسی بچی کا دل لگتا ہے۔۔"انہوں نے دوپٹے پر کروشیے کی بیل بناتے ہوئے ہوئے تبصرہ کیا۔

"میں اسے وہاں دل لگانے کے لیے نہیں کسی اچھے فزیشن سے چیک کروانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔"انہوں نے بیزاری سے اپنا چائے کا کپ اٹھایا، انابیہ دانستہ وہیں صوفے پر جم کر بیٹھ گئی اور سائیڈ میز پر رکھا اخبار اٹھا کر منہ کے آگے کر لیا۔

"اچھا ہے لے جاؤ، فارحہ خوش ہو جائے گی۔۔۔"انہوں نے بیٹے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کسی طور بھی ٹلنے والا نہیں ہے، تبھی فوراً ہتھیار ڈال دیئے، اور میر ہاوس میں ان کی کامیابی کا یہی راز تھا۔ ایک تو اللہ نے اولاد کے نام پر تین تین جوان بیٹے دے دیئے، دوسرے وہ حاکم صاحب کی سگی بھتیجی تھیں اور تیسرے میر محتشم کی من پسند زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حکمرانی کے سارے طور طریقے جانتی تھیں جو آج تک ان کی دونوں دیورانیوں ندرت بیگم اور شارقہ بیگم کو نہیں آئے تھے۔

"یہ ارسل آجکل کہاں گم ہے، اسکا بڑا دل لگ گیا ہے نور محل میں۔۔۔"انہیں اچانک یاد آیا۔

"وہ نور محل میں نہیں آجکل فرینڈز کے ساتھ کمبائن اسٹڈیز کے لیے ہوسٹل میں رہ رہا ہے، لیکن آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔؟"

"تمہارے داجی کا ارادہ بن رہا ہے اسکی اور درِ شہوار کی شادی کرنے کا۔۔" اس اطلاع پر انابیہ کے فوراً کان کھڑے ہوئے۔

"فار گاڈ سیک امّی، درِ شہوار سے ضرور پوچھ لیجئے گا۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"میں نہیں چاہتا، اسے بھی میری طرح قربانی کا بکرا بنا دیا جائے۔۔" برہان نے یہ جملہ خاصے غلط موقعے پر بول دیا تھا، انابیہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور اسکی گود میں رکھا اخبار دور جا گرا۔ برہان اور تاجدار بیگم دونوں نے ہی بے ساختہ اسکی طرف دیکھا۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ بھی وہیں بیٹھی ہوئی ہے۔ انابیہ سرخ چہرے کے ساتھ تیز تیز سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والے پورشن کی طرف بڑھ گئی۔

بہت بُری بات ہے برہان۔۔" تاجدار بیگم نے ملامتی نظروں سے اپنے بیٹے کو گھورا۔ "آخر کیا کمی ہے انابیہ میں۔۔"

"بات کسی کمی بیشی کی نہیں ہے امّی۔۔" انہوں نے نظریں چرا کر کہا، ویسے بھی ضمیر نے بھی تازہ تازہ لتاڑہ تھا کہ اس لڑکی کا کیا قصور ہے، تبھی اس بار ان کا لہجہ کچھ مدھم تھا۔

"تو پھر مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟"

"میں نے اسے کبھی بھی اس نظر سے نہیں دیکھا اور ویسے بھی لائف پارٹنر کے حوالے سے میرے ذہن میں کچھ اور تھا لیکن داد جی نے اچھا نہیں کیا۔" انہوں نے محتاط انداز میں کہا۔

"جو گند بلا بھی تمہارے ذہن میں ہے اسے نکال دو، ہمارے ہاں جو ایک دفعہ نام جڑ جائے تو وہ قبر تک ساتھ ہی جاتا ہے، سمجھے۔۔" انہوں نے اپنے بیٹے کو ٹھیک ٹھاک لتاڑا تھا۔ وہ مزید سر جھکا کر بیٹھ گئے۔

اسی لمحے داجی اور میر خاقان علی تیز تیز بولتے ہوئے ہال کمرے میں داخل ہوئے۔ میر خاقان کا چہرہ غصّے کی زیادتی سے سرخ ہو رہا تھا، جبکہ میر حاکم علی تھوڑا پر سکون تھے۔

"آپ کو یہ سب کروانے سے پہلے ایک دفعہ ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے تھا۔۔" میر خاقان علی کی آواز کچھ بلند ہوئی۔

"آخر ایسا کیا ہو گیا ہے، جو تم اور محتشم اسی بات پر ہاتھ پیر پھلائے گھوم رہے ہو۔" وہ بیزاری سے صوفے پر آ کر بیٹھ گئے، تاجدار بیگم نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑا کروشیہ اور دوپٹہ ایک سائیڈ پر رکھ دیا۔ برہان خود بھی تھوڑا کونشس ہو کر بیٹھ گئے۔

ذرا ٹی وی چلا کر دیکھیں، ہر چینل پر ایک ہی خبر چل رہی ہے کہ بیرسٹر شیری، میر خاقان کے خلاف کیس لڑ رہی تھی۔

تو۔۔؟؟؟" انہوں نے ہاتھ میں پکڑی چھڑی پر زور ڈالا۔

"یہ مسئلہ کسی اور طریقے سے بھی حل ہو سکتا تھا۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلا کر گویا ہوئے۔

"تم نے کب سے "جوش" کی بجائے "ہوش" سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔" انہوں نے طنزیہ نگاہوں سے اپنے رنگین مزاج بیٹے کو دیکھا، جن کے آئے دن بننے والے اسکینڈلز پر وہ اکثر انہیں ہوش سے کام لینے کا مشورہ دیتے تھے، جسے وہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیتے تھے۔

زندگی کے ہر معاملے میں جوش نہیں چلتا بابا جان۔۔" انہوں نے سیکنڈوں میں ان کا طنز سمجھا۔

"تم چھوڑو اس قصّے کو، محتشم کا نمبر ملاؤ، پتا تو چلے بیوروکریسی میں کیا چل رہا ہے، آج انٹر یئر منسٹری کی ایک ضروری میٹنگ بھی تھی۔۔" دا جی نے بیزاری سے موضوع گفتگو بدلا تھا، برہان نے ان دونوں کو مصروف دیکھا تو خاموشی سے وہاں سے کھسکنا چاہا، لیکن آج شاید ان کے بھی ستارے گردش میں تھے۔

"یہ تم کہاں بھاگ رہے ہو۔۔؟" دا جی نے تیکھی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

' "کہیں نہیں دا جی، ذرا در شہوار کے کمرے تک جا رہا تھا، طبعیت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔" انہیں بروقت بہانہ سوجھ گیا جو خاصا تیر بہدف ثابت ہوا تھا۔

"در شہوار سے یاد آیا، پچھلے تین دن سے بیمار ہے بچی، اور کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ کسی اچھے ڈاکٹر کو بلوا کر چیک کروا لے۔" ان کے لہجے کی فکر مندی اور تشویش پر تاجدار بیگم ہلکا سا مسکرائیں۔ سارا خاندان جانتا تھا کہ در شہوار اپنے دا جی کی چہیتی پوتی تھی۔

"برہان بھی یہی کہہ رہا تھا مجھ سے۔۔۔" تاجدار بیگم نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"ہاں تو کیا مسئلہ ہے۔۔؟"

"مسئلہ تو کچھ نہیں ہے دا جی، کل لے کر جاؤں گا۔۔" برہان نے فوراً صفائی دی۔

"محتشم بھائی کی کال ہے آپ کے لیے۔۔" خاقان علی نے اپنا سیل فون میر حاکم کی طرف بڑھایا۔

"ہاں دو۔۔" انہوں نے فوراً تھام لیا۔ ان دونوں کا موضوع گفتگو وہ کیس تھا، جس نے آجکل پورے خاندان کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ ان کو باتوں میں مصروف دیکھ کر برہان اس دفعہ خاموشی سے وہاں سے کھسک آئے جبکہ تاجدار بیگم ان لوگوں کے لیے شام کی چائے تیار کروانے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"میکائیل آرہا ہے پاکستان۔۔۔"

اس اطلاع نے مونیکا کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے۔وہ جانتی تھی کہ اس کی منگنی بہت عرصے سے اس کے والد کے بیسٹ فرینڈ دلاور کے بیٹے کے ساتھ طے تھی جسے وہ اپنا منہ بولا بھتیجا مانتے تھے۔

"لیکن اس نے تو پہلے منع کر دیا تھا۔۔"

مونیکا نے اپنا لہجہ سرسری سا بنا کر اپنی ماں سے پوچھا، جو اس وقت پالک کے پتوں کے ساتھ الجھی ہوئیں تھیں۔جب کہ مونیکا کے دل کی دنیا میں ایک اودھم مچ چکا تھا، ابھی رات ہی اس نے ذوالکفل سے بات کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ وہ واپس لاہور آ جائے تو دونوں بیٹھ کر اس موضوع پر ڈسکشن کر لیں گے۔

"تم اس دفعہ کالج جاؤ تو کافی چھٹیاں لے کر آنا۔۔"انہوں نے اسکے سر پر اگلا بم پھوڑا۔

"لیکن امّی، میرے فائنل ایگزامز ہونے والے ہیں، آپ لوگ اتنی جلدی کیوں کر رہے ہیں۔۔"وہ جھنجھلا گئی۔

"تمہارے باپ کی طبعیت ٹھیک نہیں رہتی، وہ اپنے فرض سے جلد از جلد فارغ ہونا چاہتا ہے۔۔"مارتھا نے سب کچھ اپنے شوہر پر ڈال دیا، لیکن مونیکا جانتی تھی کہ اس سارے قصّے کے پیچھے اسکی ماں کا ہاتھ ہے۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔"وہ ہلکا سا سوچ کر پرسکون ہوئی۔

"کل چرچ چلو گی تم۔۔"مارتھا نے ہلکا سا الجھ کر اپنی بیٹی کا مطمعن چہرہ دیکھا، اس کے اتنی جلدی مان جانے کی توقع جو نہیں تھی۔

"ہاں۔۔"اس کے جواب پر مارتھا کے ہاتھ سے چھری گر گئی۔

"کیوں، کیا ہوا۔۔؟"مونیکا اپنی ماں کی اندرونی حالت سے اتنی بھی بے خبر نہیں تھی، اسے اندازہ تھا کہ اگر اس نے مزید اپنی طرف سے ماں کو پریشان کیا تو ہو سکتا ہے وہ اسے ملتان بھی نہ جانے دے۔

"لگتا ہے خداوند نے تمہارے دل کو سکون سے بھر دیا ہے۔۔۔"وہ اب کچھ مطمئن دیکھائی دے رہیں تھیں۔

"ہاں، آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔۔۔"وہ سادگی سے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی، اندر داخل ہوتے ہی اس نے جلدی سے دروازے کا لاک لگایا اور جلدی جلدی ذوالکفل کا نمبر ملانے لگی، اسے اب اس کو اس تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس نے اپنے بہت قریب سے بے تحاشا فائرنگ کی آواز سنی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔خوف اور دہشت کی برقی رو اس کے

پورے وجود میں دوڑنے لگی۔رومیصہ نے بوکھلا کر ٹائم دیکھا،رات کے دو بج رہے تھے۔

اندھیرے میں کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اس نے سائیڈ میز پر رکھے لیمپ کو روشن کیا۔اسی لمحے اس کے بیڈ روم کا دروازہ دھڑ کر کے کھلا،وہ بڑے حواس باختہ انداز میں اندر داخل ہوا۔وہ آج صبح سے فارم ہاؤس میں ہی تھا۔

"فوراً نکلو،وہ لوگ یہاں پہنچنے والے ہیں۔۔۔"

اس نے عجلت بھرے انداز میں رومیصہ کا بازو پکڑ کر کھینچا اور اسے گھسیٹتا ہوا باہر کوریڈور میں لے آیا،وہ جو ابھی نیند کے خمار سے باہر نکلی تھی،اس صورتحال پر گھبرا گئی۔اس کے پیروں میں جوتا تک نہیں تھا۔

"کون لوگ ہیں یہ۔۔۔؟؟؟"

اس کے ساتھ بے تحاشا دوڑتے ہوئے اس نے پھولی ہوئی سانسوں سے پوچھا،دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔فائرنگ بغیر کسی توقف کے جاری تھی،وہ دونوں کوریڈور میں رکھی چیزوں سے ٹکراتے ہوئے فارم ہاؤس کی پچھلی سائیڈ پر پہنچ گئے۔جہاں ایک گاڑی پہلے سے کھڑی تھی۔

"ہری اپ۔۔۔"اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے اندر کی جانب دھکیلا اور خود اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

اس کی گاڑی کا انجن جیسے ہی بیدار ہوا،فائرنگ کی آواز میں شدت آگئی۔رومیصہ نے سراسیمگی کی کیفیت میں اردگرد کا ماحول دیکھا،وہ طوفانی انداز میں گاڑی چلا رہا تھا،کسی ملازم نے ساری صورتحال کو دیکھتے ہوئے پچھلا گیٹ کھول دیا تھا۔

وہ لوگ جیسے ہی مین روڈ پر پہنچے،دُور کہیں سے پولیس کی گاڑی کے ہارن کی آواز نے بھی ان کا تعاقب کیا۔کتوؤں کے بھونکنے کی آوازیں اور فائرنگ نے رومیصہ کو اچھی خاصی دہشت میں مبتلا کر دیا تھا،وہ دم سادھے اپنے برابر میں بیٹھے شخص کو دیکھنے لگی۔جس کے دونوں ہونٹ سختی سے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے۔

وہ بڑی مہارت سے گاڑی چلا رہا تھا جس سے رومیصہ کو اندازہ ہوا کہ یہ راستے اس کے لیے انجان نہیں ہیں۔پولیس کی وین کی آواز مسلسل ان کے پیچھے سے آرہی تھی،اس نے ایک آبادی کی طرف گاڑی موڑ لی،وہ کوئی قصبہ تھا،جہاں بے شمار گھر موجود تھے۔اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا،اس نے گاڑی ایک تنگ سی گلی میں روکی،اور چھلانگ مار کر نیچے اترا اور رومیصہ کا بازو کھینچ کر اسے اتارا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔"وہ بوکھلا گئی۔

"چپ کر کے چلو،ورنہ دونوں مارے جائیں گے۔۔۔"اسکا سرد لہجہ رومی کی سماعتوں سے ٹکرایا،وہ اسکا بازو پکڑے اب ان تنگ و تاریک گلیوں میں دوڑتا ہوا ایک گھر کے پاس رکا،اس نے ایک سیکنڈ میں اندازہ لگایا تھا کہ اس گھر کے مکین یہاں موجود نہیں

تھے، کیونکہ گیٹ کے باہر ایک بڑا ساوزنی قفل لٹک رہا تھا، اس نے گھبرا کر دائیں بائیں دیکھا۔

"ایک منٹ کے لیے رکو یہاں۔۔۔"

وہ اچھل کر گیٹ پر چڑھا اور نیچے صحن میں چھلانگ لگا دی، رومیصہ نے خوفزدہ انداز میں چاروں طرف دیکھا، رات کی تاریکی میں یہ انجان گلیوں میں کھو جانے کا احساس ہی اتنا خوفناک تھا کہ وہ بوکھلا کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی، اس نے بڑے عجلت بھرے انداز میں بڑے گیٹ کے ساتھ لگا چھوٹا دروازہ اندر سے کھولا اور رومیصہ کا سرد ہاتھ پکڑ کر اسے گھر کی اندرونی سائیڈ پر کھینچ لیا۔

پولیس وین کے ہارن کی آواز رک چکی تھی، شاید ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ لوگ اس قصبے میں چھپ گئے ہیں۔ پولیس کے نوجوانوں کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں اس گلی تک آن پہنچی تھیں، ایک دفعہ تو رومیصہ کا دل چاہا کہ وہ شور مچا کر پولیس کو اپنی موجودگی کا احساس دلا دے، لیکن دوسرے ہی پل اس کی نظر اس شخص کے انتہائی پریشان چہرے پر پڑی، اور ساتھ ہی اس کا وہ احسان یاد آ گیا جو اس نے اس کی عزت بچا کر کیا تھا۔ اس نے اپنے حلق سے نکلتی ہوئی آواز گلے میں ہی دبالی تھی۔

وہ دونوں پورچ میں دبکے بیٹھے تھے، اس قصبے کا یہ سب سے جدید گھر تھا، پورے گھر کی لائٹ بند تھی، رومیصہ کا دل خوف سے کانپ رہا تھا، ننگے پاؤں بھاگنے کی وجہ سے اس کے پیر شل ہو چکے تھے۔

پولیس کی نفری اسی گھر کے باہر کھڑی تھی، جس کی وجہ سے دونوں کے حلق خشک ہو رہے تھے، وہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے خود گیٹ کے پاس آ گیا۔

"میرا خیال ہے سر وہ لوگ یہاں سے نکل کر جا چکے ہیں۔۔۔" ایک پولیس کانسٹیبل کی آواز اسکی سماعتوں تک پہنچی۔

"نہیں، اتنی جلدی وہ پیدل یہاں سے نہیں نکل سکتے۔۔۔"

"تو پھر کیا خیال ہے سر گھروں کی تلاشی لی جائے۔۔۔؟" ایک اور مشورے پر اس کا سانس اٹکا۔

"دو ڈھائی سو گھروں کی تلاشی لینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔۔۔"

"ان کی گاڑی تو مل چکی ہے سر۔۔۔"

"تو بس ٹھیک ہے، اس قصبے سے نکلنے والے راستوں پر نظر رکھو، وہ آج رات یہاں سے نکلنے کی کوشش ضرور کریں گے، تھانے سے مزید نفری منگوالو۔۔" پولیس آفیسر کے اس نئے حکم پر ان کے چہروں پر پریشانی کے تاثرات نمودار ہوئے۔ ان دونوں کو پہلی دفعہ احساس ہوا تھا کہ وہ کسی بڑی مشکل میں پھنس چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا حال ہے بیرسٹر شیری کا۔۔۔"

ہادی ابھی ابھی اسلام آباد سے لوٹا تھا، سامنے کاوچ پر لیٹے ہوئے سعد نے اسکی طرف دیکھتے ہی پریشانی سے پوچھا۔ ہادی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سیل فون سائیڈ میز پر رکھا اور اپنی پیشانی کو مسلا، وہ خاصی ٹینشن میں دیکھائی دے رہا تھا۔

"کافی بہتر ہیں، گھر شفٹ کر دیا گیا ہے انہیں۔۔۔" اس نے تھکے تھکے انداز میں اپنے شوز اتارے۔

"حوصلہ تو نہیں پست ہو گیا ان کا۔۔۔؟"

"ارے نہیں یار، وہ اس ٹائپ کی خاتون نہیں ہیں، بلکہ ہوش میں آنے کے بعد سے ساری اپ ڈیٹس اور فون کالز تک خود ریسیو کر رہی ہیں۔" ہادی بات کرتے کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔

"پھر تو بہت دلیر خاتون ہوئیں۔۔۔" وہ ہادی کے پیچھے ہی سیڑھیاں چڑھ کر اسکے بیڈ روم میں آگیا۔

"لیکن میرے خیال میں لڑکیوں کو تھوڑا محتاط ہونا چاہیے، ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی اور بہادری بھی کبھی کبھی انسان کو ڈبو دیتی ہے۔" اس نے واڈروب کھول کر اپنا ایک شلوار سوٹ نکالا۔

"کچھ پتا چلا، کسی کی گھٹیا حرکت ہے یہ۔۔۔؟" سعد دونوں بازو سینے پر باندھ کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"کمال کرتے ہو سعد، کیا تمہیں نہیں پتا، اس حد تک کون گر سکتا ہے۔۔۔" ہادی نے ہینگر سے سوٹ نکالتے ہوئے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا۔ جیسے اس سے اس سوال کی توقع نہ کر رہا ہو۔

"لیکن کنفرم تو نہیں ہے ناں۔۔۔" سعد اس کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔

"کم آن یار۔۔۔ ساری دنیا جان چکی ہے کہ یہ بزدلانہ کاروائی کس کی طرف سے ہوئی ہے۔۔۔"

"وہ کیسے۔۔۔؟"

"جس وقت بیرسٹر شیری پر حملہ ہوا اس وقت میر حاکم صاحب بڑے شاہ جی کے مزار کے باہر کھلی کچہری سجا کر بیٹھے تھے۔" ہادی نے طنزیہ انداز میں اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"تو اس کا کیا مطلب ہوا۔۔۔؟؟؟" سعد نے الجھ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"تاکہ لوگوں کو بتا سکیں کہ وہ تو اس وقت عوام کے مسائل سننے میں مصروف تھے۔۔۔" ہادی نے بیزاری سے سر جھٹکا۔۔

"یہ بات تو کسی گدھے کو بھی پتا ہے کہ ایسے لوگ خود تھوڑی سامنے آتے ہیں، انہی کے پالتو غنڈے ان کے ایک اشارے پر گردنیں اڑا دیتے ہیں لوگوں کی۔"

سعد نے منہ بناتے ہوئے ہادی کے کمرے کی کھڑکی کھولی اور سامنے کا منظر دیکھ کر اسے دھچکا لگا۔۔

درشہوار کے کمرے کی لائیٹ جل رہی تھی اور کچھ فٹ کے فاصلے پر اس کے بیڈ کی چادر کا پرنٹ تک واضح نظر آرہا تھا، سعد ہلکا سا جھجک کر پردے کے پیچھے ہوا کیونکہ اس کے بیڈ کے آس پاس کچھ گھر کی خواتین کھڑی تھیں اور کسی بھی لمحے ان میں سے کسی کی نظر پڑ سکتی تھی، درشہوار کو ڈرپ لگی ہوئی تھی اور اس کا نقاہت زدہ چہرہ چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ وہ اچھی خاصی بیمار ہے۔ سعد نے جلدی سے پردہ برابر کیا۔

کیا ہوا۔۔۔؟" ہادی نے واش روم سے نکلتے ہوئے حیرانگی سے اسکا پریشان چہرہ دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

کچھ نہیں۔۔۔ ہمسایوں کے کمرے میں نظر پڑ گئی تھی۔۔۔"

"ہاں ان محترمہ کی خاصی عجیب عادت ہے جان بوجھ کر یہ کھڑکیاں کھلی رکھنے کی، اس لیے میں اکثر بند ہی رکھتا ہوں۔" ہادی نے منہ بنا کر ہیر برش اٹھایا اور اپنے بال بنانے لگا۔

"مجھے لگتا ہے، وہ خاصی بیمار ہے، ڈرپ لگی ہوئی تھی اسے۔۔" سعد نے ہلکا سا جھجک کر بتایا۔

"تھینکس گاڈ، کچھ دن تو گھر میں ٹک کر بیٹھے گی۔۔۔" ہادی کا یہ مذاق اڑاتا انداز سعد کو اچھا نہیں لگا۔

"بہت بُری بات ہے ہادی، وہ بیچاری واقعی کافی بیمار ہے، اور تم اس کا مذاق اڑا رہے ہو۔۔۔" اس نے فوراطرفداری کی۔

"بیرسٹر شیری بھی کسی کی بیٹی ہے، جس پر بیدردی سے گولیاں چلائی گئیں تھیں۔ تم اس کی شکل دیکھو ذرا جا کر۔" ہادی نے اسے لاجواب کیا۔

"لیکن اس میں درشہوار کا تو کوئی قصور نہیں۔۔۔۔۔" سعد نے نظریں چرائیں۔

"اس خوامخواہ کی فیور کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔" ہادی نے جانچتی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ویسے ہی بات کر رہا ہوں یار۔ تم تو وکیلوں کی طرح جرح کرنے لگتے ہو۔۔۔" سعد نے زبردستی مسکرا کر اسے مطمعن کرنے کی کوشش کی۔

"ظاہر ہے وکیل ماں کا بیٹا ہوں، جرح تو کروں گا ہی۔۔۔" ہادی کا موڈ اب کچھ خوشگوار ہو گیا تھا۔

"اچھا چھوڑو، نیچے چلتے ہیں، گل خان نے بہت مزے کے فرائیڈ رائس بنائے ہیں۔۔۔" سعد نے اپنی طرف سے بات ختم کی تو ہادی بھی سر ہلا کر اس کے پیچھے چل دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بیا کوئی ٹینشن ہے آپ کو۔۔۔"

طوبی چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی تو اس نے انابیہ کو کسی سوچ میں گم پایا، اس کے نوٹس سامنے کھلے پڑے تھے جب

کہ دھیان کی کھڑکیاں کہیں اور کھلی ہوئی تھیں، وہ اپنی سوچوں میں اس قدر محو تھی کہ اسے طوبی کی آمد کا بھی پتا نہیں چلا۔۔

"بیا۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔؟" طوبی نے پاس آ کر اس کا کندھا ہلایا تو وہ ایک دم خفت کا شکار ہوئی۔

"تم کب آئیں۔۔۔؟" وہ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی اور خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی۔

"جب آپ سوچوں ہی سوچوں میں برہان بھائی کے ساتھ کہیں اور پہنچی ہوئیں تھیں۔" طوبی نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے چھیڑا۔

بے فکر رہو، ان کا کوئی راستہ میری طرف سے ہو کر نہیں گذرتا۔۔" اس کے الفاظ سادہ لیکن لہجہ خاصا تلخ تھا، طوبی نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

"آپ سے کچھ کہا ہے انہوں نے۔۔۔" وہ فکر مند انداز میں اپنی بہن کے بالکل قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"جو بات ساری دنیا چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے، وہ اگر خود نہ بھی کہیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔"

"کیا کہہ رہی ہے ساری دنیا۔۔۔" طوبیٰ نے فورا بات کاٹ کر عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

"کیا کرو گی تم پوچھ کر۔۔۔ چھوڑو۔۔۔" انابیہ نے گرما گرم چائے کا کپ اٹھا کر منہ سے لگا لیا اور جیسے ہی ہونٹوں پر جلن کا احساس ہوا، فورا پیچھے کر دیا۔

"بیا، میں آپکی بہن ہونے کے علاوہ بہت اچھی دوست بھی ہوں۔۔۔" طوبی نے ہمدردی سے بہن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تبھی تو تمہیں اس تکلیف سے گذارنا نہیں چاہتی، جس سے میں گذر رہی ہوں۔۔۔"

"فار گاڈ سیک بیا، کیوں پہلیاں بجھوا رہی ہیں، مجھے بتائیں کیا ہوا ہے۔؟ سخت ٹینشن ہو رہی ہے مجھے۔" طوبی ہلکا سا جھنجھلا گئی۔

"کیا بتاؤں، برہان کو مجھ سے سرے سے ہی دلچسپی نہیں ہے، وہ مجھے زبردستی کا لادا ہوا بوجھ سمجھتے ہیں اور اس تعلق سے حد درجہ بیزار ہیں جو ان کے اور میرے بیچ ہے۔۔۔" انابیہ ایک دم چیخ کر بولی اور کمرے میں داخل ہوتیں ہوئیں شارقہ بیگم ٹھٹک کر دروازے میں ہی رک گئیں۔ ان کے دل پر کسی نے گھونسہ مارا تھا۔

"تو کس میں ہے دلچسپی انہیں۔۔۔۔؟" طوبیٰ کی آواز کسی گہرے کنویں سے نکلی۔

"مناہل قریشی میں۔۔۔"

"مناہل، وہ کون ہے۔۔؟ آپکو کس نے بتایا۔۔؟" طوبی نے پریشانی سے پوچھا۔

"مجھ سے سنئیر ہے اور سارا کیمپس جانتا ہے سر برہان اور مناہل کے درمیان کیا چل رہا ہے۔۔۔" انابیہ کا لہجہ رنجیدگی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"تو آپ کو بتانا چاہیے تھا اسے جا کر کہ آپ کے اور برہان بھائی کے درمیان کیا رشتہ ہے۔۔۔" طوبی کو ایک دم ہی غصّہ آیا۔

تو اس سے کیا ہو گا۔۔؟" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوئی۔

"تا کہ اسے پتا چلے، وہ غلط کر رہی ہے اور کسی کے حق پر ڈاکہ مارنا کوئی اچھی بات نہیں۔۔۔"

"اگر برہان نے خود اس کی طرف پہل کی ہو تو۔۔؟؟؟" انابیہ نے طنزیہ نگاہوں سے اپنی بہن کی طرف دیکھا، جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے لیے کچھ کر گذرتی۔

"دونوں صورتوں میں اسے معلوم ہونا چاہیے، یہ آپ کی بھی زندگی کا سوال ہے۔۔۔" طوبی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، جبکہ شارقہ بیگم وہیں سے پلٹ گئیں، ان کے دل پر ایک بھاری بوجھ آن پڑا۔ انہیں پہلی دفعہ احساس ہوا کہ سیانے ٹھیک ہی کہتے ہیں بیٹیوں کی قسمت واقعی ماؤں جیسی ہوتی ہے۔ ساری زندگی وہ خاقان صاحب کے پیچھے بھاگتی رہیں لیکن ان کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ انابیہ کا دکھ قطرہ قطرہ بن کر ان کے دل میں اتر رہا تھا لیکن انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کی زندگی سے کسی کو بھی کھیلنے نہیں دیں گی۔

تم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔۔؟" خاقان علی کسی کام سے اوپر آئے تو شارقہ بیگم کو اپنی ہی سوچوں میں غلطاں پایا۔

ہوں۔۔۔" وہ ہلکا سا چونکیں۔ "اچھا ہوا آپ آ گئے ایک ضروری بات کرنی ہے مجھے آپ سے۔۔۔" وہ فیصلہ کن انداز میں کھڑی ہوئیں۔

"لیکن میں تو اسلام آباد کے لیے نکل رہا تھا۔۔۔" انہوں نے رسٹ واچ میں ٹائم دیکھتے ہوئے مصروف انداز میں کہا۔

"ایک گھنٹہ لیٹ بھی ہو جائیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔۔" اُن کے لہجے میں کچھ تھا جو خاقان جیسا گھاگ بندہ ایک لمحے میں سمجھ گیا۔

"اچھا چلو، لیکن خدا کے واسطے اپنی اور ندرت کی کسی نئی لڑائی کا قصّہ مت چھیڑ دینا۔۔۔"

اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے وارننگ دی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ شارقہ کی اپنی سوتن ندرت سے بالکل نہیں بنتی تھی اور دونوں ایک دوسرے کی شکایت لگانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں تھیں، جس سے

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ اپنی اولاد کے لیے ابھی سے کچھ سوچ لیں، ایسا نہ ہو ندرت جیسا کوئی عذاب آپکی بیٹیوں کو بھی بھگتنا پڑ جائے۔" ان کے سرد لہجے پر وہ چلتے چلتے جھنجھلا کر رکے، فوراً مڑ کر شارقہ بیگم کی طرف دیکھا، شارقہ کے چہرے پر اس وقت چٹانوں کی سی سختی محسوس کر کے خاقان کا اگلا جملہ ان کے حلق میں ہی دم توڑ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

درشہوار کو نور محل میں آئے ہوئے دوسرا دن تھا۔۔۔

فارحہ بھابھی اپنی نند کی آمد پر خاصی خوش دیکھائی دے رہی تھیں کیونکہ نور محل میں رہنا ان کی مجبوری تھی کیونکہ ایک تو ان کے شوہر وہاج وہاں رہتے تھے اور دوسرا ساری سیاسی ایکٹوٹیز کا مرکز بھی انہی کا وہ گھر تھا۔ جہاں ہر وقت مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا۔ وہ وہاں واحد خاتون تھیں جو سب چیزوں کی نگرانی کرتی تھیں لیکن جب بھی ان کو موقع ملتا وہ فورا میر ہاؤس پہنچ جاتیں۔ ایک تو ان کی ساس تاجدار بیگم کے ساتھ ان کے تعلقات خاصے خوشگوار تھے اور دوسرا وہاں خواتین کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کا بھی دل لگا رہتا۔

فارحہ بھابھی اس دن کچن میں آئیں تو سامنے چولہے پر رکھی چائے پک پک کر ختم ہو چکی تھی اور درشہوار شیلف سے ٹیک لگائے کسی گہری سوچ میں مگن تھی۔

"درشہوار کوئی مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔" انہوں نے فورا لپک کر چولہا بند کیا۔

"نن نہیں تو بھابھی۔۔۔" درشہوار ایک دم ہوش کی دنیا میں آئی تو دیکھا سامنے چولہے پر موجود ساس پین اچھا خاصا جل چکا تھا۔

"اوہ آئی ایم سوری۔۔۔" وہ اچھی خاصی شرمندہ ہو گئی۔

میں نوٹ کر رہی ہوں تم جب سے آئی ہو، کچھ الجھی الجھی سی ہو، خیر تو ہے ناں۔۔" انہوں نے محبت بھری نظروں سے اپنی اکلوتی نند کو دیکھا، جس کی آنکھوں سے جھلکتی شوخی اور شرارت کی جگہ اداسی لے چکی تھی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں، آپ بتائیں آپکا دل نہیں گھبراتا اتنے بڑے گھر میں اکیلے رہتے ہوئے۔۔۔" درشہوار نے بڑی ذہانت سے بات کا رخ بدلا۔

"اکیلا گھر کہاں ہے، ملازمین کی ایک فوج ہے اور سارا دن تو مہمان داری رہتی ہے یہاں۔۔" انہوں نے مسکرا کر فریج سے گوشت کا پیکٹ نکالا۔

"ہاں پھر وہاج بھائی بھی تو رہتے ہیں ادھر۔۔" وہ زبردستی مسکرا کر بولی۔

"ان کا تو ہونا اور نہ ہونا تو بعض دفعہ برابر ہی ہوتا ہے۔۔۔" فارحہ بھابھی کا لہجہ اداسی سے لبریز تھا۔

"ایک بات تو بتائیں بھابی، میرڈ لائف کیا محبت کے بغیر چل سکتی ہے۔۔؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا کیونکہ سارا خاندان جانتا تھا کہ وہاج کو اپنی بیوی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور وہ اسی بات پر حیران تھی کہ آخر ایسی کون سی بات ہے جس نے دونوں کو ابھی تک ایک ڈور میں باندھ رکھا ہے۔

ہاں۔۔۔" ان کی بات پر درشہوار کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ کیسے۔۔۔؟"

"شادی شدہ زندگی محبت کے بغیر تو گذر سکتی ہے لیکن عزت کے بغیر نہیں۔۔۔" فارحہ بھابھی کی بات ابھی مکمل ہوئی ہی تھی کہ وہاج جھنجھلائے ہوئے انداز میں کچن میں داخل ہوئے اور کھا جانے والی نگاہوں سے فارحہ کو دیکھا، جو انہیں غصّے میں دیکھ کر تھوڑا گھبرا گئیں تھیں۔

"ساری زندگی جاہل کی جاہل رہنا، ہزار دفعہ سمجھایا ہے میری چیزوں کو ہاتھ مت لگایا کرو، لیکن تم جیسی کم عقل عورت کو کوئی بات ایک دفعہ کہنے سے تھوڑی سمجھ آتی ہے۔۔۔" ان کا لہجہ سراسر توہین آمیز تھا اور درشہوار کے سامنے اس کھچائی پر ان پر گھڑوں پانی پھر گیا۔

"میرا لیپ ٹاپ کیوں بند کیا ہے تم نے گنوار عورت، اچھی خاصی فائل ڈاؤن لوڈ ہونے کے لیے لگا کر گیا تھا، اب مزید ایک گھنٹہ میرا غارت ہو جائے گا، پتا نہیں کس گناہ کی سزا ہو تم۔۔۔" وہ ایک دفعہ پھر شروع ہو گئے۔ فارحہ بھابھی کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔

"وہاج بھائی آئی ایم سوری، لیپ ٹاپ بھابھی نے نہیں، میں نے بند کیا تھا۔۔۔" درشہوار نے گھبرا کر جھوٹ بولا۔ فارحہ نے تشکر بھری نگاہوں سے اپنی نند کو دیکھا، جس نے انہیں ایک بڑی مصیبت سے بچا لیا تھا۔

"تم نے بند کیا تھا۔۔۔؟" وہاج ایک لمحے کو گڑبڑائے لیکن معاملہ چونکہ اب اپنی لاڈلی بہن کا تھا، اس لیے خاصے ٹھنڈے پڑ گئے۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے، ایک کپ چائے کا بنوا کر بھیجو اور پلیز درشہوار تم خود بنانا، اس عورت کی تو ہر چیز ہی بدمزا ہوتی ہے اسکی شکل کی طرح۔۔۔" ان کی بڑبڑاہٹ اتنی کم نہیں تھی کہ کسی کی سماعتوں تک نہ پہنچتی۔

"جی آپ جائیں، میں لاتی ہوں۔۔۔" درشہوار نے گھبرا کر کہا۔

فارحہ بھابی نے دوسرا ساس پین نکالا، ان کی آنکھوں سے بے اختیار دو آنسو چھلکے جنہیں انہوں نے فوراً بازو کی پشت سے صاف کر لیا۔ درشہوار کو حقیقتاً ان پر ترس آیا۔

"اب سمجھ آ گئی ناں میری بات، شادی شدہ زندگی میں محبت سے زیادہ عزت اہم ہوتی ہے۔۔۔" انہوں نے ہلکا سا رخ موڑ کر درشہوار کو مخاطب کیا۔

"جی۔۔۔" وہ ٹھیک ٹھاک شرمندہ ہوئی۔

"اس شخص سے شادی کبھی مت کرنا درشہوار، جو تمہاری عزت نہ کرتا ہو۔۔" فارحہ بھابھی کی اس بات پر اس کے دل میں

چھن سے کچھ ٹوٹا۔

"کیوں کرتے ہیں وہاج بھائی ایسا۔۔۔؟" اس نے فوراً موضوع گفتگو تبدیل کیا۔

"پتا نہیں۔۔۔" انہوں نے برنر چلایا اور چائے کا سامان کیبنٹ سے نکالنے لگیں۔ در شہوار کچھ لمحے تو ان کا چہرہ غور سے دیکھتی رہی لیکن شرمندگی کا احساس اس قدر گہرا تھا کہ وہ زیادہ دیر تک کچن میں ٹھہر نہیں سکی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہاں یہ ہنڈرڈ پرسنٹ رومی کا ہی ہے، لیکن آپ کو کہاں سے ملا۔؟"

شہر زاد نے ارتضیٰ حیدر کے ہاتھ میں جیسے ہی اپنی بہن کا بریسلیٹ دیکھا، اس کے دل کی دھڑکنیں ایک دم تیز ہوئیں۔

وہ ابھی ابھی اس سے ملنے کے لیے ٹینا ہاؤس پہنچا تھا۔ شہر زاد کو اگلے دن شام میں اس کے ضد کرنے پر ہوسپٹل سے گھر شفٹ کر دیا گیا تھا۔ وہ اب کچھ ریلکس تھی لیکن گھر میں مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، کیونکہ ٹینا بیگم خاصی سوشل تھیں اور کچھ میڈیا نے اس خبر کو بھی خاصا ہائیٹ لائیٹ کیا تھا اور اسی لیے کچھ لوگ محض چسکے کے لیے اور کچھ ہمدردی کے لیے ان کی طرف آ رہے تھے۔

"بتائیں ناں، کہاں سے ملا ہے آپ کو۔۔۔" شہر زاد کو بے چینی ہوئی۔

"چوہدری افتخار واڑائچ کے فارم ہاؤس سے۔۔۔" اس نے کافی کا سامنے رکھا مگ اٹھایا۔

"اسکا مطلب ہے آپ کو ریڈ میں ناکامی ہوئی۔۔۔" شہر زاد نے ایک لمحے میں ساری سچوئشن بھانپ لی۔

"ارتضیٰ حیدر اتنی آسانی سے اپنی ہار نہیں مانتا۔۔۔" وہ زیر لب مسکرایا۔ "بس تھوڑی اندازے کی غلطی ہو گئی، ورنہ رومیصہ اس وقت گھر ہوتیں۔

شہر زاد اس کی بات سن کر پھیکے سے انداز میں مسکرائی، اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ آجکل سہگل فیملی کے ستارے گردش میں ہیں، ہر چیز میں اور ہر کام میں ایک بڑی رکاوٹ منہ کھولے ان کی منتظر ہوتی تھی۔

"چوہدری افتخار وہی ہیں ناں جو صوبائی منسٹر ہیں۔۔" شہر زاد نے ہلکا سا چونک کر پوچھا۔

"بالکل، اور ان کا بھتیجا ارسلان، جسٹس محمود کے بیٹے کا بیسٹ فرینڈ بھی تھا۔۔۔" ارتضیٰ نے ایک اور انکشاف کیا۔

"اوہ مائی گاڈ، آپ نے اریسٹ کیا اسے۔۔۔" وہ فوراً بے تابی سے اٹھ بیٹھی۔

"ہاں، دو گھنٹے حوالات میں رہا، لیکن اوپر سے آرڈر آئے اور ضمانت کروالی گئی اس کی، لیکن بے فکر رہیں، پاتال سے بھی نکال لاؤں گا میں رومیصہ کو۔"

"اتنی اہم خبر مجھے اب بتا رہے ہیں آپ۔۔؟" شہر زاد ہلکا سا بُرا مان کر بولی۔

"یہ بات کرنے سے پہلے آئینہ دیکھ لیں اور یہ اتنی بڑی بینڈ یج بھی، پھر مجھ سے پوچھیے گا۔۔" وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں اسکی خرابی طبعیت کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ ان دونوں کے درمیان اچھی خاصی بے تکلفی ہو چکی تھی۔

"بھاڑ میں جائے میری طبعیت، آپکو اندازہ نہیں، میں کتنی اپ سیٹ ہوں رومیصہ کے لیے۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"ٹرسٹ می، آپ سے زیادہ نہ سہی لیکن کم، اپ سیٹ میں بھی نہیں ہوں آپکی بہن کے لیے۔۔" اسکی بے ساختگی، ایک دفعہ پھر شہر زاد کو چونکا گئی، لیکن اس نے پھر دانستہ نظر انداز کر دیا۔

"ارسلان کو نہیں چھوڑنا چاہیے تھا آپ لوگوں کو، وہ رومیصہ کے بارے میں لازمی کچھ نہ کچھ جانتا ہو گا۔"

"بے فکر رہو، اس کا نام آچکا ہے ہماری لسٹ میں۔۔" ارتضی نے اسے تسلی دی۔

"مزید کیا پتا چلا۔۔؟"

"فارم ہاؤس اس کے چچا کا ہے اور آخری اطلاع آنے تک رومیصہ اسی فارم ہاؤس میں تھی، یہ بریسلیٹ اور کچھ چیزیں بھی وہیں سے ملی ہیں لیکن پریشان کن بات یہ ہے کہ ارسلان پچھلے تین دن سے دوبئی میں تھا اور آج صبح کی فلائیٹ سے واپس پہنچا ہے، یعنی کہ جس وقت فارم ہاؤس میں چھاپہ مارا گیا وہ ملک سے باہر تھا۔" ارتضی نے اس دفعہ تفصیل سے جواب دیا۔

"تو رومیصہ کو وہاں سے غائب کس نے کیا۔۔؟" شہر زاد کو پریشانی ہوئی۔

"اسی پوائنٹ پر تو ہم لوگ مزید تفتیش کر رہے ہیں، شاید اس کے کچھ اور فرینڈز ہوں۔۔"

"شاید نہیں یقینا، انہوں نے ہی ریڈ کے دوران غائب کیا ہے اسے وہاں سے۔" شہر زاد نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن ایک چیز حیران کن ہے، جس گاڑی میں اسے وہاں سے نکالا گیا، وہ پولیس کے قبضے میں ہے اور فارم ہاؤس کے پچھلے حصّے میں قدموں کے نشانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے نکالنے والا بندہ ایک ہے۔" ارتضی نے مزید اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔

"ایک بندہ۔۔۔؟؟؟" شہر زاد تعجب میں مبتلا ہوئی۔

"ہاں اور کنفیوژن اس بات کی ہے کہ رومیصہ اتنے آرام سے اسکے ساتھ کیوں چلی گئی، وہ شور مچا کر پولیس کی مدد بھی تو لے سکتی تھی۔۔"

"ہوں۔۔۔۔!!!" شہر زاد کو دھچکا لگا۔ "ہو سکتا ہے اس شخص نے اسے جان سے مارنے کی دھمکی دی ہو یا کسی بھی حوالے سے بلیک میل کیا ہو۔"

"مے بی، لیکن مجھے یقین ہے کہ اب یہ صرف دو تین دن کی گیم ہے۔۔" ارتضی خاصا پر اعتماد تھا، اسی وقت دروازہ ہلکا سا

ناک کر کے ملازمہ اندر داخل ہوئی۔

"شیری بی بی، بریگیڈیئر وقار درانی آپ سے ملنے آئے ہیں۔۔۔" اس اطلاع پر ارتضیٰ نے ساختہ چونک کر اسکی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ناگواری کا بڑا بھرپور سا تاثر ابھرا تھا۔

"مام کہاں ہیں۔۔۔؟"

"ان کے ساتھ ڈرائینگ روم میں بیٹھی ہیں۔۔۔" ملازمہ نے مزید بتایا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ، میں آرہی ہوں۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آئی تھنک، آپ کو یہیں بلوالینا چاہیے انہیں۔۔۔" وہ فکرمند انداز میں گویا ہوا۔ اس وقت وہ دونوں شہر زاد کے گیسٹ روم میں تھے۔ وہ ہوسپٹل سے آنے کے بعد اسی کمرے میں تھی، کیونکہ مہمانوں کی آمدورفت بہت زیادہ تھی اور بار بار سیڑھیاں اترنے چڑھنے سے ابھی تھکن کا احساس ہو رہا تھا۔

"گولی میرے شولڈر کو چھو کر گذری ہے، لیکن ٹانگیں الحمد اللہ سلامت ہیں۔۔۔" شہر زاد کے ہلکے پھلکے انداز پر وہ مسکرایا۔

"اوکے بیسٹ آف لک۔۔۔"

"آپ نہیں ملیں گے ان سے۔۔۔؟" شہر زاد نے ہلکا سا چونک کر اسکی طرف دیکھا، جو جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔

"آئی تھنک یہ مناسب نہیں لگتا اور میری موجودگی میں وہ خواہ مخواہ کونشس ہو جائیں گے۔۔۔" اس نے بڑے مناسب الفاظ میں انکار کیا تو شہر زاد نے بھی اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

"اوکے ٹیک کیئر آف یور سیلف۔۔۔" اس نے بڑی گہری نظروں سے شہر زاد کا جائزہ لیا، جو اس وقت بڑے پر اعتماد انداز سے چپل پہن رہی تھی۔ اس لڑکی کا اعتماد اور بے نیازی انہیں ہمیشہ کچھ فاصلے پر رہنے پر مجبور کر دیتی تھی، لیکن اس میں کچھ تھا جو وہ اپنی بے انتہاء مصروفیات میں سے بھی ٹائم نکال کر اس کے پاس آنے سے خود کو روک نہیں پاتے تھے اور یہ چیز ان کے ارد گرد رہنے والے لوگوں نے بھی محسوس کرنا شروع کر دی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

برہان اور در شہوار دونوں شفاء انٹرنیشنل ہوسپٹل میں تھے۔

برہان نے ایک دن پہلے بہت اچھے فزیشن کی اپائمنٹ لے لی تھی۔ در شہوار کے جاتے ہی کچھ ٹیسٹ ہوئے، جن کی رپورٹس کچھ دیر تک ملنی تھیں، برہان اسے لے کر کیفے ٹیریا آ گئے۔

"رزلٹ تو تم لوگوں کا آچکا ہے، اب مزید کیا سوچا ہے۔۔۔؟" وہ رشین سیلڈ لے کر اسکی میز پر پہنچے اور بڑے غور سے اسکا

مرجھایا ہوا چہرہ دیکھا۔

"طوبیٰ اور نمیرہ سے پوچھوں گی۔۔۔" اس نے ہلکا سا سنبھل کر جواب دیا۔ وہ جانتی تھی کہ برہان اسٹڈیز کے معاملے میں کسی بھی قسم کی رعایت بخشنے کے قائل نہیں تھے۔

"میرے خیال میں تم تینوں کو بی ایس میں ایڈمیشن لے لینا چاہیے یونیورسٹی میں۔۔۔" برہان نے یونہی بات بڑھانے کی غرض سے کہا۔

"جی ٹھیک ہے۔۔۔" درشہوار خلاف توقع فوراً ہی متفق ہو گئی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے درشہوار۔؟ کوئی اور مسئلہ تو نہیں۔۔" برہان اس کے فوراً مان جانے پر پریشان ہوئے، وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اسے ہر معاملے میں اپنی پسند ناپسند کا بڑا خیال رہتا تھا اور اس چیز پر کمپرومائز کرنا اس کے لیے دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔

نن نہیں بھائی، ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔" وہ ان کی کھوجتی نظروں پر گڑبڑا سی گئی۔

"مجھے کیوں لگتا ہے کہ کوئی پرابلم ہے تمہارے ساتھ۔۔۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔" وہ آج بُری پھنسی تھی لیکن قسمت اچھی تھی جو برہان کی توجہ دوسری جانب مبذول ہو گئی۔۔

"ہائے برہان، آپ یہاں کیسے۔۔۔۔؟"

مناہل قریشی ایک دم ان کی میز کی طرف آئی، درشہوار کے سامنے مناہل سے اچانک ملاقات نے برہان کو ایک لمحے کے لیے خفت میں مبتلا کیا لیکن جلد ہی انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔ دوسری طرف اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر درشہوار کو زوردار جھٹکا لگا، یہ چہرہ وہ بھلا کیسے بھول سکتی تھی۔ پچھلے چند دنوں میں جتنی نفرت اسے اس لڑکی سے ہوئی تھی، اس کی پیمائش کے لیے تو کوئی نیا ہی آلہ ایجاد کرنا پڑتا۔

"میں درشہوار کے ساتھ آیا تھا یہاں، میری چھوٹی بہن ہیں یہ۔۔۔" برہان کی وضاحت پر مناہل نے کھل کر سانس لیا۔ جب کہ درشہوار کے چہرے کے زاویئے اسے دیکھ کر بُری طرح سے بگڑ گئے۔ وہ مناہل کو نظر انداز کیے اپنے سامنے رکھا رشین سیلڈ کھانے لگی۔

"درشہوار، یہ مناہل قریشی ہیں، میری اسٹوڈنٹ اور اب کولیگ بھی۔۔۔" برہان کو اس کا انداز بُرا لگا۔

"جانتی ہوں میں۔۔۔" درشہوار نے سر اٹھائے بغیر بے رخی سے جواب دیا، مناہل کو دھچکا سا لگا اور ایک دم سے برہان بھی شرمندگی کا شکار ہوئے۔ جب کہ مناہل کو درشہوار کے بیزاری کے پیچھے چھپا اپنے مستقبل کا حال صاف دیکھائی دے رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مناہل آؤناں، بیٹھو ہمارے ساتھ۔۔۔" برہان زبردستی مسکرا کر بولے اور ساتھ ہی کنکھیوں سے درشہوار کا سپاٹ چہرہ دیکھا۔ وہ ملک شیک کے گلاس میں لاتعلقی کے ساتھ اسٹرا گھما رہی تھی۔ جیسے جان بوجھ کر مناہل کو نظر انداز کر رہی ہو۔ اس کا یہ رویئہ برہان کے لیے ناقابل فہم تھا تو مناہل کے لیے بڑا ہی دل دکھانے والا۔۔ اس کے باوجود مناہل ڈھیٹ بن کر عین اس کے سامنے بیٹھ گئی جبکہ درشہوار کے حلق میں کڑواہٹ گھلنے لگی، زندگی اسے عجیب ہی مقام پر لے آئی تھی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اس لڑکی کے روبرو ہو گی جس کی وجہ سے ہادی نے اسے بُری طرح سے دھتکارا تھا۔

"کیسی ہو درشہوار، برہان بہت ذکر کرتے ہیں تمہارا۔۔" مناہل نے ہلکا سا جھجک کر اسے مخاطب کیا جس کے چہرے پر لاتعلقی اور بیزاری کا تاثر بڑا واضح تھا۔ جیسے وہ اس سے بات کرنا تو دُور کی بات دیکھنا بھی مناسب نہ سمجھتی ہو۔۔

"فائن۔۔۔" درشہوار نے پاس رکھا اپنا سیل فون اٹھایا اور بیزاری سے فیس بک کھول کر بیٹھ گئی۔

"تم درشہوار کو چھوڑو، اس کی طبعیت ٹھیک نہیں، یہ بتاؤ کیا لو گی۔۔۔؟" برہان نے آداب میزبانی نبھانے کی کوشش کی۔

"وہی جو ہمیشہ لیتی ہوں۔۔۔" وہ بڑی ادا سے مسکراتی ہوئی درشہوار کو مذید سلگا گئی۔

"سینڈوچ اور کافی۔۔۔" وہ مسکرا کر کھڑا ہوا، اور کیفے ٹیریا کے سرونگ ایریا کی طرف بڑھ گیا۔

"تم نے برہان کو کہا، تم جانتی ہو مجھے، پوچھ سکتی ہوں، کیسے۔۔؟" مناہل نے ایک لمحہ اسکی سکڑی ہوئی گھنی بھنوؤں کو دیکھا اور ہموار لہجے میں گویا ہوئی۔

"شاید بھائی ہی سے ذکر سنا تھا۔۔" اس نے اپنی طرف سے ٹالنے کی بھرپور کوشش کی۔

"لیکن مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم کسی اور حوالے سے بھی جانتی ہو مجھے۔۔۔" درشہوار نے چونک کر مناہل کا چہرہ دیکھا اور فوراً نظریں چرا گئی۔ بلاشبہ وہ واقعی ایک خوبصورت لڑکی تھی اور اگر ہادی اس پر مرتا تھا تو پھر تو واقعی اس میں کوئی نہ کوئی خاص بات ضرور تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔" درشہوار صاف مکر گئی۔

"تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں۔۔" وہ مسکرائی۔

"آگے کیا ارادے ہیں تمہارے، میرا مطلب ہے برہان بتا رہے تھے رزلٹ آچکا ہے تمہارا۔"

"بھائی کیا ساری ہی باتیں آپ کو بتاتے ہیں۔۔۔؟" اس کے زہر آلود انداز پر مناہل کا چہرہ ایک لمحے کو تاریک ہوا۔ اس نے گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیا، اس کے ہر انداز سے ناگواری اور کوفت کا احساس چھلک رہا تھا۔

"آئی ایم سوری، شاید تمہیں اچھا نہیں لگا۔۔۔" وہ بُری طرح سے خفت کا شکار ہوئی۔

"ناٹ ایٹ آل۔ مجھے کیوں بُرا لگے گا، ایکچوئلی، برہان بھائی کو زیادہ بولنے کی عادت نہیں، اس لیے سن کر تھوڑا عجیب لگ رہا ہے۔" درشہوار کو اپنے رویئے کی بدصورتی کا احساس ہو گیا تھا اس لیے دل پر جبر کر کے اس نے اپنے رویئے کو ہلکا پھلکا کرنے کی شعوری کوشش کی۔۔

"یہ سارے بھائی، اپنی بہنوں کے سامنے یونہی ایکٹینگ کرتے ہیں۔۔۔" مناہل زبردستی مسکرا کر گویا ہوئی۔ "لیکن میں تو سر کھا لیتی ہوں ہادی کا، زبردستی سارے دن کی روداد سناتی ہوں اسے۔۔۔" وہ روانی میں بولتی ہوئی اسکا دل دھڑکا گئی۔

"کون ہادی۔۔۔؟" درشہوار کو لگا جیسے اس کا دل پسلیاں توڑ کر سینے سے باہر نکل آئے گا۔

"میرا بھائی، آجکل اسکی پوسٹنگ مری میں ہی ہے۔۔۔"

"کس ڈیپارٹمنٹ میں۔۔۔" درشہوار کی دل کی دنیا میں ایک طلاطم برپا ہوا۔

"فاریسٹ ڈیپارٹمنٹ میں۔۔۔۔" مناہل کی اگلی بات نے گویا درشہوار کے سلگتے ہوئے اعصاب پر پھوار برسا دی۔ دل و دماغ پر چھائی ہوئی ساری کثافتیں ایک لمحے میں دھل گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کے مزاج نے مری کے موسم کی طرح اچانک پلٹا کھایا اور چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھا۔

"آپ کیا کر رہی ہیں آجکل۔۔۔۔؟" درشہوار کو ایک دم ہی اس میں دلچسپی پیدا ہوئی۔

"ابھی ایم ایس کا تھیسس جمع کروایا تھا اور آجکل پی ایچ ڈی کا کورس ورک چل رہا ہے۔" مناہل نے تعجب سے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا، جو چند لمحے پہلے اس کی طرف دیکھنے سے بھی گریزاں تھی لیکن اب مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر ایلفی کی طرح چپک گئی تھی۔

"آپ آئیں ناں کبھی برہان بھائی کے ساتھ ہمارے گھر، مری میں۔۔۔" اسکی اگلی آفر پر وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

"ضرور، کیوں نہیں۔۔۔۔" مناہل نے بوکھلا کر اسکی طرف دیکھا، وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہی تھی۔۔

"تم بھی آنا، اسلام آباد میں میرے ماموں ممانی کا گھر ہے، میں زیادہ تر وہیں ہوتی ہوں۔۔۔" اس نے بھی مسکرا کر اسے دعوت دی۔

"اور آپ کے پیرنٹس کہاں ہوتے ہیں۔۔؟" درشہوار کا بس نہیں چل رہا تھا اس کے حلق میں انگلی ڈال کر ساری معلومات ایک ساتھ نکلوا لے۔

"وہ سعودیہ میں ہوتے ہیں۔۔۔" مناہل نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اچھا لگا آپ سے مل کر۔۔" درشہوار کا انداز سراسر خوشامدی تھا، وہ تو وقت پڑنے پر گدھے کو بھی باپ بنا لیتی تھی، یہ تو پھر

ہادی کی بہن تھی۔اس وقت برہان سیلف سروس کے تحت ایک ٹرے میں سینڈوچ اور کافی لیے وہاں چلے آئے انہوں نے بہت دُور سے درشہوار کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر سکون کا سانس لیا ورنہ وہ دل ہی دل میں ڈر رہے تھے کہ مناہل کے سامنے اسکی بے رخی کو کیسے جسٹی فائی کریں گے۔

"بھئی مناہل، تم کون سے لطیفے سنا رہی ہو میری بہن کو۔۔۔"انہوں نے مسکراتے ہوئے ٹرے میز پر رکھی۔

"آپ کی بہن تو ماشاء اللہ بہت کیوٹ ہے۔۔۔"مناہل کی تعریف پر درشہوار یوں شرمائی جیسے یہ کمنٹ ڈاریکٹ ہادی کی طرف سے آیا ہو۔

"آخر، بہن کس کی ہے۔۔۔"برہان کے اترانے پر درشہوار نے چونک کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔برہان کا رویہ اس کے لیے بالکل نیا تھا، وہ مناہل کو جس والہانہ انداز سے دیکھ رہے تھے، اُسے اپنے اندر ایک ساتھ کئی خطرے کی گھنٹیاں بجتی ہوئی محسوس ہوئیں۔اس کے ساتھ ہی اس کی ذہن کی اسکرین پر انابیہ کا افسردہ چہرہ ابھرا۔

"بھائی، آپ نے انابیہ کو ملوایا ان سے۔۔۔"درشہوار نے انجان بن کر پوچھا، ان کے چہرے کی رنگت لمحے بھر کو متغیر ہوئی ، جسے درشہوار نے سیکنڈوں میں بھانپا تھا، برہان کو اس وقت انابیہ کا ذکر کوفت میں مبتلا کر گیا تھا۔

"ہاں، ایک بار۔۔۔"انہوں نے مختصرا جواب دیا۔

"وہ جو آپ کے چچا کی بیٹی تھی، میرا خیال ہے فرسٹ سمسٹر ہے اسکا۔"مناہل بڑے مزے سے سینڈوچ کھاتے ہوئے بولی۔

"ہاں، ہاں وہی۔۔۔"برہان نے بات کو ختم کرنے کی شعوری کوشش کی۔

"یہ کافی لو ناں۔۔۔"

"بلکل لے رہی ہوں، درشہوار اگر تم یہاں ہو تو کل میریٹ میں ایک کنسرٹ ہے، وہاں ایک ساتھ چلتے ہیں، بہت مزا آئے گا۔"مناہل کی آفر پر درشہوار کا دل بے اختیار دھڑکا اور اس نے فورا امید بھری نگاہوں سے برہان کو دیکھا۔

"بھئی برہان کی طرف کیوں دیکھ رہی ہو، میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔۔۔"مناہل نے فوراہی اسکی چوری پکڑی۔

"وہ ایکچوئلی بھائی کی پرمیشن کے بغیر کیسے جاسکتی ہوں۔۔۔"اس نے مسکرا کر اپنی مجبوری بتائی اور ساتھ ہی گیند برہان کے کورٹ میں ڈال دی۔

"ڈونٹ ووری، میرے ساتھ جانے سے یہ منع نہیں کریں گے، کیوں برہان۔۔"مناہل کے معنی خیز انداز پر وہ کھل کر مسکرائے۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں، اگر درشہوار جانا چاہتی ہے۔"جواب حسب توقع ہی آیا تھا۔

"اب بتاؤ۔۔۔" مناہل نے مسکراتے ہوئے درشہوار کا کھلتے گلاب جیسا چہرہ دیکھا، چند ہی منٹوں میں اسکے چہرے کی زردی بالکل غائب ہو چکی تھی، شاید اسی لیے کہا جاتا ہے باہر کے سارے موسم، انسان کے اندر کے موسم کے تابع ہوتے ہیں۔ اس نے جھٹ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ بھلا مناہل کو کس طرح منع کر سکتی تھی جو ہادی کی بہن تھی، اور ہادی وہ بندہ تھا جس کو پانے کے لیے وہ دنیا کا ہر حربہ آزمانے کو تیار تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد نے اپنے گھر کے ڈرائینگ روم میں قدم رکھا۔ سامنے وقار درانی بڑی بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔۔۔ وقت بھی کتنا ظالم ہے بڑے بڑے فاتح لوگوں کو انہی لوگوں کے قدموں میں گراتا ہے جن پر وہ کبھی ایک نظر ڈالنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔

یہ وہی بریگیڈئیر وقار درانی تھے، جنھوں نے اپنی بیٹی کو اس قصّے میں سے اس قدر صفائی اور مہارت سے نکالا تھا کہ ایک دفعہ تو شہر زاد کا باقاعدہ دھاڑیں مار مار کر رونے کو دل چاہا۔۔۔ یہ وہی کنزہ کے فادر تھے جنھوں نے راتوں رات اپنی بیٹی کا نام ایف آئی آر سے نکلوا کر سارے سسٹم کی آنکھوں میں دھول جھونک دی تھی، جو کچھ عرصہ پہلے تک شہر زاد اور ٹینا بیگم کو بھی کسی گنتی میں بھی رکھنے کے روادار نہیں تھے اور اس وقت وہ پورے آدھے گھنٹے سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ شہر زاد سلام کر کے عین ان کے سامنے والے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ پورے ماحول پر ایک محسوس کی جانے والی تلخی کا راج تھا۔ چائے کی ٹرالی میں ساری چیزیں جوں کی توں رکھی ہوئیں تھیں، کسی نے ان کو چکھا تک نہیں تھا۔ سامنے والے صوفے پر بریگیڈئیر وقار درانی ٹانگ پر ٹانگ رکھے بے چین انداز میں اپنا دایاں پاؤں مسلسل ہلا رہے تھے، جو ان کے ذہنی اضطراب کی غمازی کر رہا تھا، دوسری طرف ٹینا بیگم ان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے مسلسل ان کے اعصاب کا کڑا امتحان لے رہی تھیں۔

"جی وقار صاحب، کیسے آنا ہوا۔۔۔؟" شہر زاد نے انجان بننے کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے۔

"آپ تو ایسے انجان بن رہیں ہیں جیسے جانتی ہی نہیں۔۔۔" وقار درانی بھی کسی سے کم نہیں تھے۔

"خیر جانتی تو میں سبھی کچھ ہوں، یہ اور بات ہے کہ اگلے بندے پر ظاہر نہ کروں۔۔۔" اسکے طنزیہ انداز پر وقار درانی کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں رینگنے لگیں۔

"ارے نہیں، آپ غلط سمجھ رہیں ہیں، ایسا کچھ نہیں ہے۔۔" انہوں نے گھاگ طریقے سے اسے گھیرنے کی کوشش کی۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں اپنی بیٹی کا نام ایف آئی آر سے نکلوانے کے بعد بچا لیں گے اسے۔۔" ٹینا بیگم کے ضبط کا پیمانہ چھلکا۔

"جسٹس محمود نے اس کا نام لیا ہی نہیں تھا۔۔۔" انہوں نے پہلو بدل کر اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔

"وقار صاحب وہ بات کریں، جس پر یقین آجائے۔۔۔" شہر زاد نے بیچ میں لقمہ دیا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں بیرسٹر شیری۔۔۔" وہ اپنی بات پر ڈٹے ہوئے تھے۔

"لیکن آپ اور آپکی بیٹی تو اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ گاڑی اس وقت رومیصہ نہیں کنزہ چلا رہی تھی۔۔۔۔" ٹینا بیگم نے ناراض لہجے میں انہیں یاد دلانے کی کوشش کی۔

"دیکھیں مسز ہارون، آپ پرانی باتوں کو بھول جائیں تو بہتر ہو گا۔۔۔" انہوں نے نپے تلے انداز میں کہا۔

"دیکھیں وقار صاحب، نہ تو یہ معاملہ اتنا سیدھا ہے جتنا آپ سمجھ رہے ہیں اور نہ ہم لوگ اتنے سادہ ہیں جتنا آپ کا خیال ہے۔" شہر زاد کے طنزیہ انداز پر خدشات کسی سنپولیے کی طرح ان کے اندر سرسرانے لگے۔

"آپ کہنا، کیا چاہتی ہیں۔۔۔؟" انہوں نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"سیدھی اور صاف بات ہے کہ اگر جسٹس محمود کے بیٹے کے قتل کے جرم میں میری بہن کو سزا ہو گی تو میں ہر اس بندے کو کورٹ میں گھسیٹوں گی جس کا اس کیس سے معمولی سا بھی تعلق ہو گا۔۔۔" شہر زاد کے دوٹوک انداز پر یکبار گی ان کا دل بیٹھ گیا۔

"اور مجھے تو شک نہیں بلکہ یقین ہے کہ رومیصہ کو کڈنیپ کروانے میں بھی آپکی بیٹی کا ہاتھ ہے۔" ٹینا بیگم کا اگلا وار خاصا کڑا تھا۔

"یہ آپ الزام لگا رہیں میری بیٹی پر۔ وہ تڑپ کر بولے۔"

"یہ الزام نہیں، حقیقت ہے، رومیصہ کے نمبر پر آنے والی آخری کال اسی کی تھی، میرے پاس سارا ریکارڈ موجود ہے۔" شہر زاد کا دوٹوک انداز وقار درانی کے دماغ میں خطرے کی کئی گھنٹیاں بجا چکا تھا معاملہ واقعی اتنا سیدھا نہیں تھا جتنا وہ سمجھ بیٹھے تھے۔

"ضروری تھوڑا ہے، کنزہ نے اسی وجہ سے ہی کال کی ہو۔۔۔" انہوں نے اپنی بیٹی کا دفاع کرنے کی کمزور سی کوشش کی۔

"اس کے ٹیکسٹ میسجز بھی موجود ہیں۔۔۔" شہزاد نے ان کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی۔

"دیکھیں بیرسٹر شیری، میں آپ سے بار بار کہہ رہا ہوں، آپ پرانی چیزیں بھول جائیں، رومیصہ میرے لیے بھی بیٹیوں کی طرح ہے اور میں آج اسی معاملے کو سلجھانے کے لیے ہی یہاں موجود ہیں۔ وقار درانی نے دنیا جہاں کی نرمی اپنے لہجے میں سمو کر کہا۔

ان کے اس انداز پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ شہر زاد کے چہرے پر دوڑی جو وقار درانی کو مزید خفت میں مبتلا کر گئی، وہ بھی گھاگ انسان تھے اور جانتے تھے کہ اس وقت شہر زاد ان کی اندرونی کیفیت سے محظوظ ہو رہی ہے۔

"معاملہ اسی صورت میں سلجھ سکتا ہے وقار صاحب، اگر آپ کنزہ کو پاکستان بلوائیں اور وہ اصل حقیقت کا اعتراف

کرے۔۔"شہرزاد کے بولنے سے پہلے ہی ٹینا بیگم تڑاخ کر کے بولیں۔

"کنزہ پاکستان نہیں آسکتی۔۔۔"ان کی پیشانی پر ناگواری در آئی۔

"تو ٹھیک ہے پھر اس کا نام بھی کیس سے نہیں نکل سکتا۔۔۔"ٹینا بیگم جھلا کر بولیں۔

"مسز ہارون، جذباتیت سے مسئلے حل نہیں ہوتے۔۔۔"ان کے لہجے میں ناگواری در آئی۔

"خود غرضی کا عظیم مظاہرہ کرنے سے بھی مسئلے حل نہیں ہوتے، اگر آپ کی بیٹی پاکستان نہیں آسکتی، اصل بات نہیں بتا سکتی تو آپ ہم سے کیا امید لے کر آئے ہیں۔۔۔"ٹینا بیگم بگڑ اٹھیں اور چونکہ وہ بالکل ٹھیک بات کر رہی تھیں اس لیے شہرزاد نے بھی ان کو ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میں چاہتا ہوں، آپ کی مکمل مدد کروں لیکن میری بیٹی کا نام بیچ میں نہ آئے۔۔۔"انہوں نے پٹاری سے اصل بات نکالی۔

"بہت خوب۔۔۔۔۔"شہرزاد ان کی بات پر یوں مسکرائی جیسے سمجھ گئی ہو کہ وہ انہیں بے وقوف بنانے آئے ہیں۔

وقار درانی کی پیشانی عرق آلود ہوئی، وہ ان دونوں خواتین کو سمجھنے سے قاصر تھے، ماں اگر بے حد جذباتی انداز میں بات کر رہی تھی تو بیٹی کا ٹھہرا ہوا سپاٹ لہجہ بھی انہیں پریشانی میں مبتلا کر رہا تھا۔

"بہت شکریہ وقار صاحب آپ کا۔۔۔"شہرزاد ایک دم کھڑی ہوئی، وہ حیران رہ گئے۔

"کہاں جا رہی ہیں آپ، میں یہ مسئلہ حل کرنے کے لیے آیا ہوں۔۔۔"انہوں نے جھنجھلا کر کہا۔

"یہ مسئلہ آپ کی پسند ناپسند اور شرائط پر حل نہیں ہو سکتا، زندگی کے معاملات کچھ دو اور لو کے اصول پر ہی چلتے ہیں۔۔"

"اگر جسٹس محمود یہ کیس واپس لے لیں تو۔۔۔؟"انہوں نے اس پر دانہ ڈالنے کی کوشش کی۔

"تو ظاہری سی بات ہے اس میں صرف ہمارا ہی نہیں آپ کا بھی فائدہ ہے۔۔۔"شہرزاد نے سنجیدگی سے تبصرہ کیا۔

"اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں فیملیز مختلف طریقوں سے جسٹس محمود کو پریشرائز کرنے کی کوشش کریں۔"انہوں نے مزید کہا۔

"آپ کو جسٹس محمود اتنے جذباتی اور امیچور لگتے ہیں جو لوگوں کی باتوں میں آکر ایک جیتی ہوئی بازی ہاتھ سے نکال دیں۔۔"شہرزاد نے ان کی تجویز کو ایک لمحے میں رد کیا۔

"جب بات پوری فیملی کی ریپوٹیشن کی آجائے تو انسان کو کمپرومائز کرنا پڑتا ہے۔۔۔"وقار درانی کی بات پر وہ ایک لمحے کو چونکی۔

"اس پوائنٹ پر بندہ تبھی کھیل سکتا ہے جب وہ اندر کی بہت سی چیزیں جانتا ہو۔۔

"میں جانتا ہوں، مجھ سے کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں ہے اس خاندان کی۔۔۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائے۔

"تو ٹھیک ہے، آپ اس سلسلے میں تعاون کریں اور میں دیکھوں گی کہ کہاں کہاں پر آپ کی مدد کی جاسکتی ہے، چائے پئیں مجھے کچھ ضروری کالز کرنی ہیں۔۔" شہرزاد اپنی بات مکمل کر کے رکی نہیں اور ڈرائینگ روم سے نکل گئی۔ وہ جان گئی تھی کہ اس شخص کو کس طرح ڈیل کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پورچ سے اوپر جاتی سیڑھیوں کے نیچے بنی جگہ پر دبکے ہوئے انہیں کئی گھنٹے ہو چکے تھے۔ ایک ہی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ان کے جسم کی ساری ہڈیاں شل ہو گئیں تھیں۔ خدا خدا کر کے یہ رات گذری تھی، لیکن اس نے ان دونوں کو بُری طرح سے تھکا دیا تھا۔ اس نے جمائی لیتے ہوئے رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا، صبح کے چھے بج رہے تھے۔۔۔ آسمان کی ملگجی سیاہی، اجلی نیلاہٹ میں بدل چکی تھی، اس نے رومیصہ کی طرف دیکھا جو دیوار سے ٹیک لگائے اپنے گھٹنوں میں سر دیئے بے خبر سو رہی تھی۔ اسے بے ساختہ اس پر رشک آیا، وہ ساری رات ایک لمحے کو بھی اپنی آنکھیں بند نہیں کر پایا۔ وہ باہر ٹین ڈبے بیچنے والی کی آواز سے جاگی اور نیند بھری آنکھوں سے دیکھا، وہ سامنے پورچ میں کھلنے والے دروازے کے قفل کے ساتھ طبع آزمائی کرنے میں مگن تھا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک تار تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔۔۔" رومیصہ کی آواز پر وہ پلٹا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"اٹس ناٹ فیئر۔۔۔" وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔

"بے وقوف لڑکی، پولیس باہر موجود ہے اور ہم کب تک اس پورچ میں چھپے رہیں گے۔" اسکی آواز میں بے زاری کا عنصر نمایاں تھا۔ اسی وقت ٹک کی آواز سے قفل کھل گیا، اس کے چہرے پر بڑی فطری سی خوشی جھلکی۔ وہ اپنے ٹراوزر کی جیبیں ٹٹولتا ہوا رومیصہ کے پاس آیا اور سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"اٹھو اندر چلتے ہیں، جیسے ہی پولیس یہ علاقہ خالی کرے گی میں تمہیں، تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا۔۔۔"

"میں نہیں جاؤں گی اندر۔۔۔" اس نے صاف انکار کیا۔

"احمق لڑکی، تم خود بھی مرو گی اور مجھے بھی مرواؤ گی۔۔۔" اس کی آواز ایک دبی دبی غراہٹ سے مشابہہ تھی۔

"میں نے تھوڑی کہا تھا اغوا کر کے لاؤ مجھے۔۔۔" وہ بھی اپنی پرانی جون میں واپس آرہی تھی۔

"واہ، فارم ہاؤس سے نکلتے ہی چیونٹی کو بھی پر لگ گئے۔۔۔" وہ بے ساختہ مسکرایا۔

"خود اپنی طرف بھی دیکھ لو، کیسے اونٹ پہاڑ کے نیچے آیا کھڑا ہے۔۔۔" اس نے بھی دو بدو جواب دیا جسے سن کر وہ مسکرا

دیا۔

"اچھا اچھا دیکھ لوں گا، فی الحال اٹھو، ورنہ ہم کسی بڑی مشکل میں بھی پھنس سکتے ہیں اور میں تو ویسے ہی یتیم مسکین بچہ ہوں۔"اس نے نرمی سے کہتے ہوئے آگے بڑھ کر رومیصہ کا بازو پکڑا تو رومی کو ایک دم جھٹکا لگا، اس کا ہاتھ گویا ایک جلتا ہوا انگارہ تھا۔ وہ تیز بخار میں پھنک رہا تھا۔

"تمہیں تو ٹمپریچر ہے۔۔۔"وہ پریشان انداز میں خود ہی کھڑی ہو گئی۔

"ہاں تو۔۔۔"اس کی صحت پر کوئی اثر ہی نہیں پڑا۔ رومیصہ نے غور سے اسکی طرف دیکھا، اسکی سوجن زدہ آنکھیں رتجگے کی غماز تھیں، بال الجھے ہوئے، اور ہونٹ خاصے خشک تھے۔ تھکن کسی اژدھے کی مانند اسکے سارے وجود کو جکڑے ہوئے تھی۔

"میرا معائینہ اندر جا کر کر لینا، جانتا ہوں بہت ہینڈ سم ہوں میں۔۔۔"اس نے اپنی نقاہت زدہ آواز میں اسے چڑایا۔

"خوش فہمی ہے تمہاری۔۔۔"وہ تپ کر اس سے آگے چل پڑی، جیسے ہی دونوں لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے، سیلن زدہ باس نے ان کا استقبال کیا، جو شاید زیادہ دیر تک گھر بند رہنے کی وجہ سے درودیوار پر رچ بس گئی تھی۔ رومیصہ نے لاشعوری طور پر ساری لائٹس آن کر دیں۔

"بے وقوف لڑکی، لائٹس کیوں جلا رہی ہو، پڑسیوں کو شک ہو جائے گا۔"اس نے آگے بڑھ کر لائٹس آف کیں اور لاؤنج کے پردے ہلکے سے سرکائے، سورج کی روشنی کا ایک طوفان اندر گھس آیا۔ لاؤنج میں رکھے فرنیچر کو بڑی بڑی چادروں سے ڈھکا ہوا تھا ایسے لگتا تھا جیسے اس گھر کے مکین ایک طویل عرصے کے لیے یہاں سے گئے ہوں، باہر کی نسبت اندر کے حالات خاصے بہتر تھے، ہلکی ہلکی سی گرد ہر چیز پر چپکی ہوئی تھی۔ اسی لاؤنج میں دو بیڈ رومز اور کچن کے دروازے کھلتے تھے جو خوش قسمتی سے لاک نہیں کیے گئے تھے، بیڈ رومز کی حالت بھی خاصی بہتر تھی۔ رومیصہ تو بڑے آرام سے بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی، ساری رات فرش پر بیٹھنے سے اسکی کمر تختہ بن چکی تھی اور اس وقت اسے بس دو ہی چیزوں کی طلب تھی ایک کھانے اور دوسری بھرپور نیند کی۔

"کیا ضرورت ہے کسی کی چیزوں کی تلاشی لینے کی۔۔۔"وہ ڈریسنگ اور سائیڈ میز کی درازوں کو کھنگال رہا تھا اور اسکی یہ حرکت رومیصہ کو ناگوار گزری۔

"احمق لڑکی، سیل فون کا چارجر ڈھونڈ رہا ہوں۔۔۔"

"یہ تم کیا بات بات پر مجھے احمق اور بے وقوف کہہ رہے ہو۔۔۔۔"وہ ایک دم چڑ گئی۔

"آہستہ بولو۔۔۔ آواز باہر تک جائے گی۔۔۔"وہ جھنجھلا اٹھا۔

"جاتی رہے، میں کون سا کسی سے ڈرتی ہوں۔۔۔"وہ منہ بنا کر بولی تو وہ تپ کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔"تم ایک انتہائی

احسان فراموش لڑکی ہو، تمہیں ذرا بھی احساس نہیں میرا، کتنی مشکل سے نکال کر لایا ہوں تمہیں۔"

"کیوں احساس کروں، کیا رشتہ ہے تمہارا میرے ساتھ۔۔۔"اس نے بھی فوراً ہی آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔

"شوہر ہوں تمہارا، نکاح ہو چکا ہے ہم دونوں کا۔۔۔"وہ طنزیہ لہجے میں اسے یاد دلانے لگا۔

"وہ نکاح جو زبردستی کیا تھا تم نے۔۔"رومیصہ نے بُرا سا منہ بنا کر اسکی طرف دیکھا۔

"تمہارے ہی اکسانے پر کیا تھا، ورنہ مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں تھا تم میں۔۔۔"اس نے نظریں چرا کر دوبارہ سے چارجر کی تلاش شروع کر دی۔

"جھوٹ اچھا بول لیتے ہو۔۔"وہ اب بیڈ کی چادر جھاڑ رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر رومیصہ کا چہرہ دیکھا، اس کے ملیح چہرے پر یہ مسکراہٹ اس نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"ہم لوگ کب تک رہیں گے یہاں، اگر کوئی آ گیا تو۔۔۔؟"رومیصہ کو اگلی پریشانی نے گھیر لیا۔

"بے فکر رہو، اس گھر کے مکین ایک ماہ کے لیے دوبئی گئے ہیں، یہ ای ٹکٹس کی فوٹو کاپیز ملی ہیں مجھے، جس پر ان کے آنے اور جانے کی ڈیٹس لکھی ہیں۔"اس نے کمپیوٹرائزڈ ٹکٹس کی فوٹو اسٹیٹ اس کے سامنے لہرائی، جو اسے سائیڈ میز سے ملی تھیں۔

"تو کیا ہم ایک مہینہ یہیں رہیں گے۔۔۔؟"اس کے طنزیہ انداز پر وہ مڑا۔"تمہیں اگر اعتراض نہیں تو رہ لیتے ہیں۔ رومیصہ نے اسکی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، اور وہ ساتھ والے کمرے میں چلا گیا، وہاں سے اسے چارجر کی بجائے پاور بینک مل گیا تھا جس کے ساتھ آئی فون کی ڈیٹا کیبل لگی ہوئی تھی۔ اس نے فوراً اپنا سیل فون اسکے ساتھ لگایا اور خود جا کر لاؤنج میں رکھے صوفے پر لیٹ گیا۔ بخار کی شدت بڑھتی جا رہی تھی، دوسری طرف رومیصہ بھی بیڈ کی چادر جھاڑ کر لیٹ گئی، رات بھر کی تھکن کی وجہ سے نیند نے منٹوں میں ہی اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد نے دو دن بعد اپنے آفس میں قدم رکھا تو للی کے سفید پھولوں کا گلدستہ اسکی میز پر رکھا ہوا تھا۔ وہ اس پر لگے کارڈ کو پڑھے بغیر بتا سکتی تھی کہ یہ ہم زاد کا ہی کارنامہ تھا۔ اس نے ملازم کو اپنی فائلیں میز پر رکھنے کا اشارہ کیا۔ وہ جیسے ہی اپنی کرسی پر بیٹھی، اس کے سیل فون کی مترنم گھنٹی گونج اٹھی، اسکرین پر ہم زاد کا نمبر بلنک کر رہا تھا، اس نے ملازم کو جانے کا اشارہ کیا اور سیل فون پر آنے والی کال ریسیو کی۔

"ویلکم بیک، مجھے یقین تھا، تم اڑتالیس گھنٹوں سے زیادہ اپنے کام سے دُور نہیں رہ سکتیں۔۔۔"اسکا خوشگوار لہجہ شہر زاد کی سماعتوں سے ٹکرایا۔

"میں ہوش میں آنے کے بعد سے ہی اپنا کام کر رہی ہوں۔۔۔" اس نے فوراً تصیح کی۔

"لیکن لوگوں کو ڈیل کرنا تمہیں اب بھی نہیں آیا۔۔" اسکا انداز سر سراسر دل جلانے والا تھا۔

"مطلب۔۔۔؟"

"وقار درانی بے وقوف بنا رہا ہے تمہیں، اس کے پاس ایسے کوئی ثبوت نہیں ہیں جو جسٹس محمود کو سمجھوتہ کرنے پر مجبور کر دیں۔"

"تم نے کیا میرے گھر میں کیمرے فٹ کر رکھے ہیں۔۔" وہ اسکی بات پر ہلکا سا چڑی۔

"تمہارے معاملے میں سمجھو میرا دل ہی سی سی ٹی وی کیمرہ ہے۔۔" اس نے بات کو شرارت میں اڑایا۔

"لیکن میں اتنی بھی بے وقوف نہیں ہوں جو وقار درانی کے ہاتھوں استعمال ہو جاؤں۔۔۔" شہر زاد نے دانستہ بات کا رخ بدلا۔

"جس دن کنزہ وقار کا نام اس کیس سے نکل گیا، سمجھو تم نے خود رومیصہ کے گلے میں پھندہ ڈال دیا۔" وہ اسے خدشات میں مبتلا کر گیا۔

"تم دنیا کے واحد انسان ہو جو مجھے اتنا ایزی لیتے ہو، میں نے بھی اتنے سال بیرسٹری پڑھی ہے، جھک نہیں ماری۔" اسکا تلملانا ہم زاد کو خوشگواریت میں مبتلا کر گیا تبھی تو اس دفعہ اس نے کھل کر قہقہہ لگایا تھا۔

"ویسے تو بڑے جاسوس بنے پھرتے ہو، لیکن میری بہن کا تو پتا نہیں کروا سکے۔۔" شہر زاد نے اسے طعنہ دیا۔

"بے فکر رہو، ایک دو دن میں پہنچ جائے گی گھر۔۔۔" ہم زاد کی بات پر شہر زاد کا دل بُری طرح سے دھڑکا لیکن اس نے دانستہ بے تابی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

"یہ بات تو میں بہت دنوں سے سن رہی ہوں۔۔۔" شہر زاد نے اس پر کھلم کھلا طنز کیا۔

"تم اس بات کو چھوڑو، بہتر ہو گا، ٹمبر مافیا کیس، میڈم قریشی کو خود ہینڈل کرنے دو۔۔" اس نے اس بار سنجیدگی سے مشورہ دیا۔

"کیوں، تمہیں کیا لگتا ہے میں ہار جاؤں گی۔۔۔" وہ منہ بنا کر گویا ہوئی۔۔۔

"مجھے معلوم ہے تم یہ کیس جیت جاؤ گی شہر زاد لیکن۔۔۔" وہ اس بات ٹھہر ٹھہر کر بڑی متانت سے بولا۔

"لیکن کیا۔۔۔۔؟؟؟" وہ الجھ گئی۔

"یہ جیت تمہارے حلق کا وہ نوالہ بن جائے گی جسے نہ تم نگل پاؤ گی اور نہ اگل۔۔۔" وہ ذو معنی لہجے میں گویا ہوا۔

"میر اہاضمہ اتنا کمزور نہیں ہے، اس بات کا اندازہ بہت جلد ہو جائے گا تمہیں۔۔۔" شہر زاد کا طنزیہ انداز اسے اچھا لگا۔

"لیکن وہ لوگ تمہیں اتنی آسانی سے ہضم کرنے نہیں دیں گے۔۔۔" وہ مسکرایا۔

"ڈرا رہے ہو یا سمجھا رہے ہو۔۔۔؟" وہ بیزاری سے گویا ہوئی۔

"صرف بتا رہا ہوں، کیونکہ میر خاقان آجکل کسی نئے مہرے کی تلاش میں ہے۔۔۔" اسکے لہجے میں سنجیدگی در آئی۔

"مہرہ کوئی بھی ہو، شطرنج ہو یا زندگی کا میدان، وہی جیتتا ہے جو میدان میں اپنے اعصاب پر قابو رکھے اور وقت پر بہترین چال چلے۔۔۔" وہ مسکرائی۔

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن بعض دفعہ لوگ بہت خوبصورتی سے آپ کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال لیتے ہیں اور آپکو پتا تک نہیں چلتا۔۔۔" ہم زاد نے پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی جو بے سود رہی۔

"دشمن کی ہوشیاری اسی وقت کامیاب ہوتی ہے جب آپ کے پیروں کے نیچے زمین اپنی نہ ہو۔۔۔" وہ بھی پر اعتماد تھی۔

"اوکے، بیسٹ آف لک۔۔۔۔" اس نے مسکرا کر فون بند کر دیا۔ شہر زاد نے فوراً ٹمبر مافیا کیس کی فائل منگوائی، اسے نیکسٹ پیشی پر میر حاکم کی فیملی پر ایک ایسا جاندار وار کرنا تھا جو ان کی کمر توڑ دیتا، اور اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس کیس پر اپنی ساری صلاحتیں وقف کر دیتی اور ایسا کرنے سے اسے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شام چھے بجے کے قریب رومیصہ کی آنکھ کھلی تو ساتھ ہی بے تحاشا بھوک کا احساس بھی بیدار ہو گیا۔ اس نے سامنے دیوار پر لگے وال کلاک پر نظر ڈالی، کمرے میں ہلکا ہلکا سا اندھیرا تھا، باہر شاید سورج غروب ہونے کی تیاریوں میں تھا۔ وہ ایک لمبی جمائی لے کر اٹھی اور سیکنڈوں میں اسے احساس ہوا کہ وہ فارم ہاؤس میں نہیں ہے اور ساتھ ہی اسے گذرے دن کے سارے واقعات یاد آ گئے۔

"کہیں مجھے چھوڑ کر بھاگ تو نہیں گیا وہ۔۔۔" اس سوچ نے اسکا دماغ مکمل بیدار کر دیا، وہ گھبرا کر اٹھی اور عجلت بھرے انداز میں باہر نکلی۔ وہ سامنے صوفے پر الٹا سیدھا لیٹا ہوا تھا اور اسکا ایک بازو زمین پر جھول رہا تھا۔ اسے دیکھ کر رومیصہ کو تھوڑا سکون ملا، ورنہ تو وہ ایک لمحے کو ڈر سی گئی تھی۔ پورا گھر تیرگی میں ڈوبا ہوا تھا، کھلی کھڑکی سے بس ہلکی سی روشنی آ رہی تھی۔

"مجھے اٹھانا چاہیے اسے، تاکہ یہاں سے نکلیں، کہیں کسی مصیبت میں ہی نہ پھنس جائیں۔۔" اس سوچ نے اسے پریشان کیا۔ وہ فوراً چلتی ہوئی اس کے قریب آئی رومیصہ کو اسکے لیٹنے کے انداز میں تھوڑے سے غیر معمولی پن کا احساس ہوا،، اس نے ہلکا سا جھک کر اسے دیکھا، اس کا سارا وجود تیز بخار میں جل رہا تھا اور نتھنوں میں سے گذرتی ہوئی سانس کھولتی ہوئی بھاپ کی طرح

تھی۔

"تم ٹھیک تو ہوناں۔۔۔؟" رومیصہ نے ہلکا سا اسے جھنجھوڑا، بخار کی دی ہوئی نقاہت نے اس سے ملنے جلنے کی سکت بھی چھین لی تھی۔

رومیصہ کے ہاتھ پیر پھول گئے، وہ بھاگ کر کچن کی طرف گئی، فریج بالکل خالی تھا اور بند تھا اس نے سنک میں لگی ٹیب کھولی، پانی خاصا ٹھنڈا تھا، وہ ایک جگ بھر کر لے آئی اور دائیں بائیں کپڑے کی تلاش میں نظریں دوڑائیں لیکن کچھ نظر نہ آیا تو جلدی سے ایک تکیے کا غلاف اتار لیا۔

"بات سنو، بول کیوں نہیں رہے ہو تم۔۔۔" رومیصہ نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس کا سارا جسم بخار کی حدت سے جھلس رہا تھا، وہ جلدی جلدی اسکے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کرنے لگی۔

"مجھے پیاس لگی ہے۔۔۔" اس کی نقاہت زدہ آواز ملگجے اندھیرے میں رومیصہ کو خوف میں مبتلا کر گئی۔ وہ دوبارہ سے ایک گلاس پانی کا بھر کر لے آئی اور اسے سہارا دے کر پلانے لگی، وہ شاید بہت دیر سے پیاسا تھا تبھی ایک ہی سانس میں پی گیا، ایک گلاس پانی پی کر وہ اتنا زیادہ ہانپ رہا تھا کہ رومیصہ کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے، آدھے گھنٹے بعد اس کے بخار کی شدت میں کچھ کمی واقع ہو گئی تھی لیکن تب تک رومیصہ کی آنتیں قل ہو اللہ پڑھنے لگیں۔ وہ ایک دفعہ پھر کچن میں گئی اور مختلف کیبنٹ کھول کر دیکھنے لگی۔

ایک ائیر ٹائیٹ جار میں اسے بسکٹ اور دو نمکو کے پیکٹ مل گئے تھے، ایک کیبنٹ میں خشک دودھ اور ٹی پیک بھی رکھے تھے لیکن چینی کا جار خالی تھا۔ اس نے ماچس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، لیکن وہ نہیں تھی، ایک دراز میں سے اسے لائٹر مل گئی ، جس کی مدد سے اس نے چولہا جلانے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ چولہے میں گیس نہیں آرہی۔ اس نے گیس کے مین کنکشن کی تلاش میں اوپر نظریں دوڑائیں،، تھوڑی سی محنت کے بعد اسے گیس کے پائپ کے ساتھ لگا ہینڈل نظر آیا، جسے گھر کے مکین شاید احتیاطی تدابیر کے تحت بند کر گئے تھے۔ اس نے ہینڈل نیچے کیا تو چولہے میں گیس آنے لگی، اس نے فوراً چولہا جلا کر ایک ساس پین میں پانی ڈال کر رکھا، اور برتنوں کے ریک سے دو کپ نکالے، جلدی جلدی بغیر چینی کے چائے بنا کر باہر آئی تو وہ آنکھیں کھولے بے بس انداز میں چھت کو گھور رہا تھا۔ اس کا چہرہ بخار کی شدت سے سرخ اور آنکھیں جل رہیں تھیں، رومیصہ کو اس سے بے پناہ ہمدردی محسوس ہوئی وہ اس وقت مکمل طور پر اس کے رحم و کرم پر تھا۔ رومیصہ نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر اٹھایا اور پشت پر کافی سارے کشن اٹھا کر رکھے، وہ مشکور نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، اس نے پاس بیٹھ کر بسکٹ چائے کے کپ میں بھگو کر اسے کھلانے شروع کیے، وہ اتنی سی مشقت ہی میں نڈھال ہو گیا۔

"بات سنو۔۔۔" وہ آہستگی سے مخاطب ہوا۔

"ہاں کہو۔۔۔" رومیصہ نے فوراً جھک کر اسکی سرخ آنکھوں کی طرف دیکھا اور بے اختیار نظریں چرا لیں۔۔

"پردے آگے کر کے لائیٹ جلاؤ اور بیڈ روم کی سائیڈ ٹیبل پر پیناڈول کا ایک پتا دیکھا تھا میں نے، وہ پلیز لا دو۔۔۔" وہ بمشکل بول رہا تھا۔ رومیصہ نے اٹھ کر پردے برابر کر کے زیرو واٹ کا بلب روشن کیا اور خود اندر جا کر بیڈ کی سائیڈ میز کی درازیں ٹٹولنے لگی، تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اسے وہ ٹیبلٹس مل گئیں تھیں، جسے اس نے پانی کے ساتھ نگل لیا۔

"میرا خیال ہے تم اندر بیڈ پر جا کر لیٹ جاؤ۔۔۔" رومیصہ کو اس سے ہمدردی محسوس ہوئی۔ اس نے خود سے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا، رومیصہ نے فوراً آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا۔ وہ بُری طرح سے ہانپ رہا تھا اور اسے سیدھا کھڑا ہونے میں بھی دشواری ہو رہی تھی۔ رومیصہ اسے پکڑ کر بمشکل روم تک لائی اور وہ فوراً بیڈ پر لیٹ گیا۔

"اوہ میرے خدا۔۔۔۔!!!" وہ اپنی ہتھیلی کا ملہ سا بنا کر ماتھے پر رگڑ رہا تھا، شاید درد کی شدت بڑھ رہی تھی۔

"میں دبا دوں۔۔۔" رومیصہ کو اسکی بیچارگی پر ترس آیا، وہ ہلکا سا جھجک کر اسکا سر دبانے لگی۔ میڈیسن لینے سے اسے کافی فرق پڑ گیا تھا، تبھی ایک گھنٹے بعد وہ تکیے کو بھینچے غافل سو رہا تھا، وہ دبے قدموں اٹھ کر کچن میں چلی آئی اور دوبارہ چائے بنا کر وہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی، اسکا دل بے شمار اندیشوں کی آماہ جگا بنا ہوا تھا۔ نمکو اور بسکٹ کھانے سے اسے تھوڑی توانائی کا احساس ہوا تو وہ دوبارہ بیڈ روم میں چلی آئی، سامنے دیوار پر ایک ینگ کپل کی شادی کی تصویریں لگی ہوئیں تھیں۔ اس نے پہلی بار اس سارے گھر کو غور سے دیکھا، تو احساس ہوا کہ یہ کسی نئے نویلے شادی شدہ جوڑے کا گھر تھا، نیا فرنیچر، کراکری اور دیواروں پر لگی تصویریں اس بات کی گواہ تھیں۔

وہ چلتے چلتے ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے آن کھڑی ہوئی اور اپنا ملگجا سا عکس شیشے میں دیکھ کر اسے دھچکا لگا، اتنے دن پرانی جینز کے ساتھ پہنی ہوئی میلی شرٹ کو دیکھ کر اسے اپنے آپ سے گھن آئی۔ اس نے دیوار گیر واڈروب کھولی تو اس میں کئی کام والے لیڈیز سوٹ لٹک رہے تھے اس نے نسبتاً ایک سادہ کاٹن کا سوٹ نکالا، اس کے ناپ سے تھوڑا کھلا تھا لیکن وہ اسے اٹھا کر واش روم میں گھس گئی، ایک گھنٹہ شاور لے کر وہ باہر نکلی تو وہ ابھی بھی سو رہا تھا لیکن رومیصہ کو اپنا آپ بڑا ہلکا پھلکا محسوس ہوا۔ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے، وہ سونے کی تلاش میں دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگی۔ جیسے ہی وہ لاؤنج کے صوفے کی طرف بڑھی اسکی نظر دیوار پر رینگتی چھپکلی پر پڑ گئی، اسکا دل دھک کر کے رہ گیا، اسے چھپکلیوں سے بچپن ہی سے بے تحاشا خوف آتا تھا۔ وہ الٹے قدموں واپس لوٹ آئی، دوسرے کمرے میں بھی جانے کا حوصلہ نہیں تھا اس لیے خاموشی سے تھوڑا فاصلہ رکھ کر اسکے برابر میں لیٹ گئی، شاور لینے کے بعد اسے خاصی سکون کی نیند آ رہی تھی۔ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا، جب اسکی آنکھ کھلی، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی، وہ

جاگ چکا تھا اور اسکی آنکھوں میں نہ جانے کون سا تاثر تھا، وہ نظریں جھکانے پر مجبور ہو گئی۔

"تھینک یو رومیصہ۔۔۔" اس کی حالت خاصی سنبھل چکی تھی۔

"ٹمپریچر اتر گیا۔۔۔"

"ہاں اور تمہارا بہت شکریہ، تم نے بہت خیال رکھا میرا۔۔۔" وہ کھلے دل سے اسے سراہ رہا تھا۔ رومی نے اسکی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے لیٹی رہی۔ وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ کمرے میں ملگجا سا اندھیرا تھا، لاؤنج میں چلنے والے زیرو واٹ بلب کی نیم مردہ سی روشنی اس کمرے میں بھی آ رہی تھی۔

"ایک بات بتاؤ گی سچ سچ۔۔۔" اس کے لہجے میں کچھ تھا، رومیصہ نے بے ارادہ مڑ کر اسکی طرف دیکھا، اسکی آنکھوں میں بڑا نرم سا تاثر تھا۔ دونوں کی نیند پوری ہو چکی تھی اس لیے وہ کافی بہتر محسوس کر رہے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم روحیل اور تمہارے درمیان کیا تھا، اور تم نے کیوں مارا اسے۔۔" وہ رسانیت سے گویا ہوا لیکن رومیصہ نے فوراً ہی اسکی بات کاٹ ڈالی۔

"میں نے اسے نہیں مارا، اور نہ ہی میری فرینڈ کنزہ کا ایسا کوئی ارادہ تھا۔۔"

"تو پھر کیا ہوا تھا اس رات۔۔۔۔؟" اس کا انداز خاصا دوستانہ تھا۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو۔۔۔؟" وہ ہلکا سا چونکی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم جیسی لڑکی کسی کو اتنی بے رحمی سے اپنی گاڑی سے ہٹ کر سکتی ہے۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"میرے اندر تو اس رات اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ گاڑی بھی ڈرائیو کر سکتی، کیونکہ تھوڑی دیر پہلے کلب میں میرا روحیل کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا، وہ مجھ سے خوامخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا تھا، اور میں نے غصّے میں اسے تھپڑ مار دیا۔۔۔"

رومیصہ پہلی دفعہ اس سے بے تکلفانہ انداز میں بات کر رہی تھی یہ شاید رات کی تنہائی کا اثر تھا یا پھر ان حالات کا، جو ان دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آئے تھے، دور کہیں تقدیر اپنے اس فیصلے پر دوبارہ مسکرائی تھی۔

"تم کیسے جانتی تھیں روحیل کو۔۔۔؟"

"میں اسے نہیں جانتی تھی، وہ شاید کنزہ کا سکول فیلو رہا تھا۔۔۔" رومیصہ کے لہجے کی سچائی گواہ تھی کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی۔

"تم روحیل کے فرینڈ ہو کیا۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔" اس کی بات پر رومیصہ کو دھچکا لگا۔ "پھر۔۔۔۔؟؟؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"وہ میرے بیسٹ فرینڈ کا بہت اچھا دوست تھا، اور اسکی موت نے ہم سب کو بُری طرح سے ڈسٹرب کیا، اور پھر مجھے پتا چلا تمہارے اور تمہاری مدر کے بارے میں۔۔۔۔" وہ ہلکا سا جھجک کر رکا۔

"کیا۔۔۔؟" رومیصہ نے بے تابی سے اسکی شکل دیکھی، وہ اس سے نظریں چرا رہا تھا۔۔

"کچھ نہیں۔۔۔" وہ کسی کمزور لمحے کی زد میں تھا اس لیے اسکا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا۔

"یہی کہا ہو گا کہ میری مدر ایک کرپٹ خاتون ہیں اور ان کے آئے دن اسکینڈلز سامنے آتے رہتے ہیں۔" وہ تلخ لہجے میں گویا ہوئی۔

"تو کیا یہ غلط ہے۔۔۔۔؟"

"نہیں، ٹھیک کہتے ہیں وہ، اور یہ میری زندگی کی ایسی تلخ حقیقت ہے جسے میں چاہ کر بھی نہیں جھٹلا سکتی۔" رومیصہ کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔ اسے شاید اس بات کی توقع نہیں تھی، وہ بھی ایک لمحے کو گنگ ہو گیا، کمرے میں ایک دل دکھانے والی خاموشی نے بسیرا کر لیا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" اس نے بیڈ پر رکھے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تو رومیصہ کو یہ خاموش دلاسا اچھا لگا۔

"یہ میری زندگی کا ایک ایسا تلخ حوالہ ہے جس سے میں کبھی بھی اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتی، یہ ایک آسیب کی طرح میرا پیچھا کرتا ہے، اسی ایک بات کے پیچھے میں نے اپنی ساری زندگی تباہ کر لی۔ پتا نہیں اللہ نے کیوں یہ ساری چیزیں میری قسمت میں لکھ رکھی ہیں۔" وہ کسی معصوم بچے کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔ اسکا دل تاسف کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

"تم مجھ سے وہ سب شئیر کر سکتی ہو رومیصہ۔۔۔" اس نے بلا ارادہ اسے ہلکا سا اپنے ساتھ لگایا۔ رومیصہ بھی کسی کمزور لمحے کی دسترس میں آ چکی تھی، وہ بھیگے لہجے میں آہستہ آہستہ اپنی ساری محرومیاں، خوف اور اندیشے اسے بتانے لگی اور وہ سر جھکائے خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔ جیسے یہ اس کی زندگی کا سب سے اہم کام ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد شل ہوتے وجود کے ساتھ گھر پہنچی تو ایک نیا ہنگامہ اس کا منتظر تھا۔ ہارون رضا انتہائی مشتعل انداز میں ٹینا بیگم پر برس رہے تھے اور وہ حسب معمول ان کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھ رہی تھیں۔ شہر زاد انتہائی کوفت بھرے انداز میں لاؤنج کے دروازے میں ہی رک گئی۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے آخر سیف الرحمن سے۔۔۔؟" ٹینا بیگم نے گویا ان کی طرف انگارے اچھالے۔

"بے وقوف عورت، میں تمہاری طرح بے غیرت نہیں ہوں، لوگ اس اخبار کے تراشے مجھے واٹس ایپ کر رہے ہیں۔"

انہوں نے اخبارات کا ایک پلندہ اٹھا کر ٹینا بیگم کے سامنے پھینکا۔۔۔

"اخبارات کو تو عادت ہے ہر چیز کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کی۔۔۔" وہ بھی بلند آواز میں چیخیں۔

"ہاں تم اپنی گھٹیا حرکتیں مت چھوڑنا، دیکھو ذرا تمہارا عاشق کیسے گلے لگا کر تمہیں تسلیاں دے رہا ہے۔ میڈیا کے سامنے ایسی واہیات کام کرو گی تو وہ تو مرچ مصالحہ لگا کر ہی لگائیں گے ناں۔۔" ہارون کی تلخ باتوں نے ٹینا بیگم کے دل و جان کو سلگا کر رکھ دیا۔

"یہ کیا تماشا ہو رہا ہے۔۔۔" شہر زاد کی برداشت بھی ختم ہوئی۔

"اپنی ماں کو سمجھاتی کیوں نہیں ہو، یہ کیوں نہیں ایک مرد پر اکتفا کرتی۔۔" وہ شہر زاد کے سامنے بھی اپنے برہمی نہیں چھپا پائے۔

"اور وہ جو تم اس اسٹیج ایکٹریس نیناں کے پیچھے دم ہلاتے پھر رہے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے میں اندھی ہوں مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔" وہ بگڑ کو بولیں اور اس حملے پر ہارون تھوڑا پسپا ہوئے۔

"آپ کو مام کے ساتھ اتنے زیادہ پرابلم ہیں تو ڈائیورس دے دیں انہیں ابھی اور اسی وقت۔۔۔" شہر زاد کی بات پر انہیں کرنٹ لگا۔

"ڈائیورس تو مر کر بھی نہیں دوں گا۔۔۔" وہ تنفر انداز میں گویا ہوئے۔

"پتا ہے ناں ڈائیورس کی صورت میں بھاری بھر کم حق مہر دینا پڑے گا۔۔۔" وہ سلگ کر بولیں۔

"حق مہر لینا یا چھوڑنا کسی ایک بندے کو تو پڑے گا، آپ دونوں ایک گھنٹے میں یہ فیصلہ کر لیں، ورنہ صبح میں کورٹ میں یہ کیس فائل کر دوں گی۔" شہر زاد کے ہموار لہجے پر دونوں ایک ساتھ ہی ٹھنڈے ہوئے، وہ اپنی بات مکمل کر کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"اتنی آسانی سے تو میں بھی نہیں چھوڑوں گا تمہیں۔۔۔" وہ انگلی اٹھا کر دھمکی دینے کے انداز میں گویا ہوئے۔

"جس دن طلاق لینا ہو گی تو گردن پر انگوٹھا رکھ کر بھی لینی پڑی تو لے لوں گی۔۔" آگے بھی ٹینا بیگم ہی تھیں کسی بھی دھمکی کو خاطر میں نہ لانے والی۔

"تو میرا خیال ہے اب انگوٹھا رکھ ہی لو تو بہتر ہے۔۔۔" وہ ہلکا سا چڑ کر بولے۔

"پہلے گردن تو مضبوط کر لو اپنی، پھر منہ کھول کر اتنے لمبے دعوے کرنا۔۔۔" وہ طنزیہ لہجے میں کہتی ہوئیں سیل فون پر آنے والی سیف الرحمن کی کال کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"ہاں سیفی کہاں ہو تم، میں بس پندرہ منٹ میں تیار ہو کر پہنچ رہی ہوں کلب۔۔۔" ان کا انداز سراسر چڑانے والا تھا، ہارون

ایک دم ہتھے سے اکھڑ گئے انہوں نے تیزی سے آگے بڑھ کر ٹینا بیگم کے ہاتھوں سے سیل فون چھینا، وہ جو اس حملے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ ہلکا سا لڑکھڑائیں۔

"چٹاخ۔۔۔۔" انہوں نے الٹا ہاتھ گھما کر ٹینا بیگم کے حواس معطل کیے۔

"تم جیسی گھٹیا عورت پر میں سو دفعہ لعنت بھیجتا ہوں، تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔"

سیل فون کے دوسری جانب موجود سیف الرحمن سمیت گھر کے سبھی ملازمین نے یہ الفاظ بقائمی ہوش و حواس سنے تھے۔ گیسٹ روم سے نکلتی شہرزاد کی سماعتوں تک بھی یہ الفاظ پہنچے اور اس نے اپنے اندر طمانیت کا گہرا احساس اترتا ہوا محسوس کیا۔۔ ہارون رضا نے انتہائی مشتعل انداز سے ٹینا کا سیل فون سامنے دیوار پر مارا، اور وہاں لگی بیش قیمت پینٹنگ زمین پر آن گری۔ اس طرح ٹینا بیگم کی تیسری شادی کا انجام بھی خاصے بدصورت انداز میں ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میر ہاؤس پر لگتا تھا کسی آسیب کا سایہ ہو گیا تھا۔۔۔ گھر کے در و بام پر عجیب سی بے چینی اور وحشت نے بسیرا کر رکھا تھا۔۔۔ اس رات شارقہ بیگم کی طبیعت کچھ خراب تھی کیونکہ وہ انابیہ اور برہان والی بات کو دل پر لگا بیٹھی تھیں، انہوں نے خاقان صاحب کے کانوں سے بھی یہ بات گذار دی تھی جسے سننے کے بعد وہ ایک لمحے کو چپ کر گئے لیکن جلد ہی انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔

"وہ جتنا بھی باہر منہ مارے، خاندانی بیوی کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔۔" خاقان علی نے انہیں مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کی۔

"میں نہیں چاہتی، میری بیٹی بھی اسی اذیت سے گذرے جو میں نے سہی ہے۔۔۔"

"تمہیں تو ناشکری کی عادت پڑ گئی ہے، اچھا کھاتی ہو، پیتی ہو، اتنے بڑے گھر میں مہارانیوں کی طرح رہتی ہو، ایک عورت کو اور کیا چاہیے ہوتا ہے۔" انہوں نے تلخ لہجے میں اپنی بیوی کی طبیعت صاف کی۔

"زندگی صرف روٹی، کپڑا اور مکان کے سہارے نہیں گذرتی خاقان صاحب، ذہنی سکون بھی کسی چڑیا کا نام ہے۔" وہ بھی آج پھٹ پڑیں۔

"جب ان بنیادی چیزوں کے لیے ترسنا پڑے تو ساری ذہنی تسکین دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔۔۔" وہ تپ کر کھڑے ہوئے۔

"میرا دماغ مزید خراب مت کرو، خوامخواہ فضول سی بات پر بحث کیے جا رہی ہو۔" وہ انہیں کھری سنا کر کمرے سے

نکل گئے۔ دونوں بہنیں اس وقت سے ماں کی پٹی سے لگی بیٹھی تھیں۔ وہ رات ان تینوں کے اعصاب پر خاصی بھاری گذر رہی تھی، شارقہ بیگم خاموشی سے چھت سے لگے پنکھے کو گھور رہیں تھیں جیسے اس سے زیادہ اہم کام کوئی نہ ہو۔۔رات کے سناٹے میں ایک دم باہر چھن چھن کی آواز گونجی۔ وہ دونوں خاموش و ساکت بیٹھے بیٹھے ایک دم چونک گئیں۔۔۔۔

"یہ تو صندل کی پازیب کی آواز ہے۔۔۔۔" انابیہ بے چین ہوئی۔

"میں دیکھتی ہوں۔۔" طوبی ذرا مضبوط اعصاب کی حامل لڑکی تھی جبکہ شارقہ بیگم کے ساکت وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔

اس نے فوراً ہی باہر جھانک کر دیکھا، رات کے اس پہر کوریڈور سنسان تھا، وہ دبے قدموں باہر نکل آئی، اچانک اس نے سیڑھیوں کی طرف کسی چیز کو بھاگتے دیکھا اور وہ فوراً اس کے پیچھے لپکی۔ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا دل دھک کر کے رہ گیا، شاہ میر کے ہاتھوں میں درشہوار کی پالتو بلی "پریتی" تھی، اس کے پیروں میں چھوٹے چھوٹے سے گھنگرو تھے، جس سے آنے والی چھن چھن کی آوازوں نے بہت دنوں سے اسکا سکون برباد کر رکھا تھا۔ درشہوار نے سرونٹ کوارٹر کے برآمدے میں اپنی بلی کے رہنے کے لیے لکڑی کا بڑا سارا گھر بنوایا ہوا تھا، اور وہ شاید رات کو کوئی دروازہ کھلا دیکھ کر میر ہاؤس کے اندرونی پورشن کی طرف گھس آتی تھی۔

"کیا آج پھر ڈر گئیں تم۔۔۔؟؟؟" شاہ میر پریتی کو اٹھا کر عین اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"یہ گھنگرو کس نے باندھے ہیں اس کے پیروں میں۔۔۔؟" وہ ترشی سے گویا ہوئی۔

"خدا کی قسم میں نے نہیں باندھے، میں تو ڈاریکٹ پٹا ڈالنے کے حق میں ہوں۔۔۔" ایک دل جلانے والی مسکراہٹ شاہ میر کے ہونٹوں پر رقصاں تھی۔

"شٹ اپ۔۔۔۔" وہ جارحانہ انداز میں مڑی۔ شاہ میر نے ایکدم ہی پریتی کو اس کے پاؤں کے پاس زمین پر چھوڑ دیا اور اس نے بھاگ کر طوبی کے پیروں کو چھوا۔ وہ اچھل کر پیچھے دیوار سے جا لگی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔" وہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

"اب کیا معصوم جانوروں سے بھی لڑو گی۔۔" وہ عین اسکے سامنے آن کھڑا ہوا اور دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹ کر اسے بغور دیکھنے لگا۔

"اس گھر میں موجود انسان بھی کون سا درندوں سے کم ہیں۔۔۔" وہ تلخ لہجے میں کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی، لیکن شاہ میر نے جلدی سے اسکا بازو پکڑ کر پیچھے کی طرف گھسیٹا۔ طوبی کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"پرابلم کیا ہے تمہارے ساتھ۔۔۔؟"

"بازو چھوڑو میرا۔۔۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"نہیں چھوڑتا، کیا کرلو گی تم۔۔۔" شاہ میر کے ضبط کی طنابیں بھی ڈھیلی پڑیں۔ "کس کا غصّہ مجھ پر نکالتی ہو۔۔۔؟"

"میرے پاس تمہاری فضول باتوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔۔۔" وہ اسکی بات پر تلخی سے مسکرایا۔ "کتنی سنگ دل ہو تم ۔۔۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں، کسی اور دیوار میں جا کر اپنا سر مارو، مجھ سے سوائے تلخیوں کے کچھ نہیں ملے گا تمہیں۔۔" اسکی آواز بھرا گئی۔

"تم سے جو کچھ مل سکتا ہے مجھے، دنیا کی کوئی اور لڑکی نہیں دے سکتی۔" وہ نرمی سے اسکا بازو پکڑ کر لاؤنج کے صوفے پر لے آیا۔ "یہاں بیٹھو اور سچ سچ بتاؤ کیا مسئلہ ہے، ہو سکتا ہے ہم دونوں مل کر اس کا حل نکال لیں۔۔۔" اس کے لب کانپ رہے تھے اور وہ اپنے اشکوں پر قابو پانے کی بھرپور کوشش میں ناکام ہو رہی تھی۔ شاہ میر نے اس کے صبیح چہرے کو غور سے جانچا۔

"ایک دفعہ کھل کر رو لو، یقین مانو، دل بہت ہلکا ہو جائے گا۔۔۔" اسکا لہجہ دنیا جہاں کی نرمی اپنے دامن میں سموئے ہوئے تھا، طوبیٰ جو کہ خود سے لڑتے لڑتے تھک چکی تھی اچانک ہی ضبط کا دامن کھو بیٹھی، وہ شاہ میر کے شانے سے سر ٹکائے رو دی اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والے پورشن میں آتیں ہوئیں تاجدار بیگم نے یہ منظر انتہائی ناگواری سے دیکھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں رات کے دو بجے۔۔۔؟" ان کے ماتھے پر پڑے بل ان کے اندرونی جذبات کی بھرپور عکاسی کر رہے تھے۔ طوبیٰ اور شاہ میر دونوں سسپٹا گئے۔ طوبیٰ تو بوکھلا کر جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی جبکہ تاجدار بیگم کے عین سامنے کھڑا شاہ میر اب بالکل پر سکون تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹینا بیگم اور ہارون رضا کی ڈائیورس کی خبر کو میڈیا نے بریکینگ نیوز کی طرح نشر کیا تھا۔۔۔ ہر چینل پر ٹینا بیگم کے خلاف زہر اگلتے ہوئے ہارون رضا کو دیکھنا، کم از کم شہر زاد کے اعصاب کے لیے ایک بڑا امتحان تھا۔ تبھی وہ ٹی وی بند کر کے ہوسپٹل چلی آئی اور وہاں اس نے اپنے کندھے پر تازہ بینڈیج کروائی۔ ہوسپٹل سے گھر تک کے راستے میں اس نے کئی بار ہمت کی کہ وہ ٹینا بیگم کو کر کے تھوڑی تسلی دے لیکن ہر دفعہ سیل فون اٹھانے کے بعد اسکی ہمت جواب دے دیتی اور تنگ آ کر اس نے اپنا یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

اس کی گاڑی ٹینا ہاؤس کی طویل روش پر بڑے ہموار انداز میں چلتی ہوئی پورچ میں آن رکی۔ اس کا خیال تھا کہ اس طلاق کے بعد ٹینا بیگم زیادہ نہ سہی چھوٹے موٹے ڈپریشن کا تو ضرور شکار ہو نگیں لیکن لاؤنج کا دروازہ کھولتے ہی اسے خوشگوار حیرت کا جھٹکا لگا۔۔۔۔ ٹینا بیگم سامنے رکھے کاؤچ پر بڑے مزے سے کھیرے کا ماسک سجائے لیٹی ہوئیں تھیں اور انکے پارلر کی ایک ورکر بڑی

دلجمعی سے ان کا مینی کیور کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ورکر نے سلام کیا تو انہیں بھی اسکی موجودگی کا احساس ہو گیا۔

"شیری، کیا کہا ڈاکٹرز نے، کتنے دن بینڈیج ہو گی۔۔۔؟" وہ اس کے لیے فکر مند تھیں لیکن ان کی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

"بس دو چار دن اور۔۔۔" اس نے آہستگی سے جواب دیا۔

"چلو اچھا ہے، اور یہ بتاؤ، ارتضی نے کچھ مزید بتایا رومی والے معاملے کا۔۔۔"

"آپ ارتضی کو چھوڑیں یہ بتائیں، ٹی وی دیکھا آپ نے۔۔۔۔؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"ہاں، ہارون رضا کی بکواس چل رہی تھی ہر چینل پر۔۔۔۔"

"آپ سے تو کسی نے رابطہ نہیں کیا۔۔۔؟"

"بہت سارے جرنلسٹس اور اینکرز نے کیا۔۔۔" انہوں نے کھیرے اپنی آنکھوں سے اتار کر اپنی پریشان بیٹی کو دیکھا۔

"تو۔۔۔؟؟؟" وہ فکر مند انداز میں ایک قدم آگے بڑھی۔

"میں نے سوچا یہ خبیث آج اپنی بھڑاس نکال لے، میں کل اس کی بھیانک شکل دنیا والوں کو دیکھاؤں گی، لیکن اس سے پہلے اپنی ڈینٹنگ پینٹنگ بھی تو ضروری تھی ناں، آخر کو لوگ ہمارا چہرہ ہی تو دیکھتے ہیں۔۔۔۔" وہ مسکرا رہی تھیں، ایک دفعہ تو شہرزاد کو لگا جیسے ان کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہو۔

"میرا خیال ہے ماما اس چیپٹر کو کلوز کر دیں تو بہتر ہو گا۔۔۔" اس نے صاف گوئی سے مشورہ دیا۔

"ایسے تو نہیں، اب ایک دفعہ تو مزا چکھا کر ہی رہوں گی۔۔۔" ٹینا بیگم کے ارادے اسے خطرناک لگے تھے۔ وہ دل ہی دل میں کڑھتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ آئی، جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھا اسکے سیل فون کی گھنٹی بجی، وہ ہم زاد کی کال اٹینڈ کرتے ہوئے ہلکی سی ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی کیونکہ اسے لگا جیسے وہ بھی اس تازہ ترین سانحے پر بات کرئے گا اور وہ کم از کم اس کے ساتھ اپنی ماں کی پرسنل لائف کو ڈسکس کرنا نہیں چاہتی تھی، لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے کال ریسیو کر لی۔

"مجھے لگا، تمہیں میری ضرورت ہے۔۔۔" اس نے بغیر سلام دعا کے کہا۔ ہم زاد کے اس جملے پر اس نے بمشکل ایک لمبا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔۔

"ضروری نہیں، جو تمہیں لگے وہ ہر دفعہ ٹھیک ہی ہو۔۔"

"تم سے ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں، تمہارے متعلق میں جب بھی کوئی بات کرتا ہوں، پورے وثوق سے کرتا ہوں۔" وہ بلا کا پراعتماد تھا۔

"کوئی ضرورت بات کرنی ہے تو بتاؤ، میں اس وقت ایک کیس اسٹڈی کر رہی تھی۔۔۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"اگر تو میر حاکم فیملی کے ٹمبر مافیا کا کیس ہے تو بہتر ہو گا اس پر اپنا دماغ خرچ مت کرو۔

"کیا مطلب۔۔۔۔؟؟؟" وہ چونکی۔

"وہ کیس صبح شجاع غنی واپس لے لے گا۔۔" ہم زاد کے منہ سے نکلنے والے اس فقرے نے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی۔

"کیوں تم پر کوئی تازہ تازہ وحی اتری ہے۔۔۔" اسکے لہجے میں طنز کی بلا کی کاٹ تھی۔

"نہیں، آج شام تمہارے موکل کے گھر میں میر حاکم علی کے بندوں کی برات اتری ہے۔۔۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوا۔

"کیا۔۔۔؟؟؟" شہر زاد کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔؟"

"دیکھو شہر زاد، ہر انسان کی کوئی نہ کوئی قیمت ہوتی ہے، اور شجاع نے اپنا ضمیر ایک کروڑ میں فروخت کر دیا۔ کل تم تک بھی اطلاع پہنچ جائے گی۔۔" ہم زاد کی اس اطلاع پر وہ ششدر رہ گئی۔ شہر زاد کو اپنا وجود کسی طوفان میں آئے ہوئے تنکے کی مانند لگا۔

"اوہ مائی گاڈ، کس نے بتایا آپ کو۔۔۔؟" وہ بوکھلا گئی۔

"اس بات کو چھوڑیں، صبح شجاع غنی، کیس واپس لے لے گا اور ساتھ میں ایک پریس کانفرنس کر کے میر خاقان سے معافی بھی مانگے گا۔" وہ اس کے کانوں میں صور پھونک رہا تھا۔ شہر زاد کی اپنے سیل فون پر گرفت مضبوط ہوئی۔

"وہ اتنی چیپ حرکت کیسے کر سکتا ہے، میں نے اتنی محنت کی تھی اس کیس پر۔۔۔" اسے حقیقتاً دھچکہ لگا۔

"ہاں، تم نے اچھی کوشش کی اور اگر شجاع غنی اپنے پیروں پر کھڑا رہتا تو ایک دفعہ تو میر فیملی کی بنیادوں کو ہلا دیتا۔" وہ اسے تسلی دینے کے انداز میں کہہ رہا تھا لیکن اس کے تمام الفاظ اس قیامت کا مداوا کرنے سے قاصر تھے، جس سے وہ اس وقت گذر رہی تھی۔

"میں شجاع کو ایسا نہیں کرنے دوں گی۔۔۔" اس کی زبان پھسلی۔

"جب ضمیر بک جائے تو پھر دنیا کی کوئی بات کسی پر اثر نہیں کرتی۔۔۔" وہ اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔۔۔۔" شہر زاد کا رنجیدہ لہجہ گواہ تھا کہ وہ سچ کہہ رہی تھی۔

"میں فون بند کر رہی ہوں، تھوڑا کام ہے مجھے۔۔۔" اس کو خود پر قابو پانے میں دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ وہ اسکی کیفیت

سمجھ گیا، اس لیے خاموشی سے فون بند کر دیا، وہ جان سکتا تھا کہ اپنے کیئریر کے آغاز میں یہ دھچکا اس کے لیے کتنا بُرا ثابت ہو سکتا ہے۔۔

وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر افسردہ انداز میں بیٹھ گئی، اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں، اتنا تو وہ جانتی تھی کہ ہم زاد کی اطلاع سو فیصد کنفرم ہو گی، لیکن اس کے باوجود اس کا دل و دماغ اس بات کو ماننے کے لیے راضی نہیں ہو رہا تھا۔ اسی وقت اسکے سیل فون کی ٹیکسٹ ٹون بجی۔ اس نے بجھے بجھے سے انداز میں اسکرین پر دیکھا۔ ہم زاد کا میسج تھا۔

"شہر زاد، بہتر ہو گا، تم شجاع غنی والے معاملے کو ایسے ہی ہینڈل کرو، جیسے تمہاری ماں نے ہارون رضا کو کیا، آئی مین، گوٹو دا ہیل۔۔۔" اس کے آگے اسمائلی کا نشان بنا ہوا تھا۔۔ اس ساری سچویشن میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ وہ ٹینا سہگل کی بیٹی ضرور تھی لیکن بعض معاملات میں ان کی طرح بہادر نہیں تھی۔ اسے اب ساری رات اسی ایک بات پر ہزاروں دفعہ کڑھنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد کا موسم کافی بدل چکا تھا۔۔ فضاؤں میں ہلکی سی خنکی کا احساس بھر گیا تھا۔۔۔ وہ مناہل اور برہان کے ساتھ کنسرٹ میں پہنچی، تو اسکا موڈ خاصا خوشگوار تھا، وہ مناہل کے ساتھ اچھی خاصی بے تکلفی اور دوستی گانٹھنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

"سریلی اکھیوں والے، سنا ہے تیری اکھیوں سے، بہتی ہیں نیندیں اور نیندوں میں سپنے۔۔" وہ تینوں اندر داخل ہوئے اس وقت راحت کی خوبصورت آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی۔ در شہوار کے دل میں شدت سے یہ خواہش جاگی کہ کاش اس وقت ہادی بھی ان کے ساتھ ہوتا۔ اس کنسرٹ کی انتظامیہ میں برہان کا ایک اسٹوڈنٹ تھا اس لیے ان تینوں کو دوسری رو میں بڑے آرام سے سیٹس مل گئی تھیں۔ پروگرام بہت زبردست تھا، راحت کی سریلی آواز میں گونجنے والے گانوں پر اس نے بارہا اپنے بھائی کو بڑے والہانہ انداز میں مناہل کے چہرے کو تکتے ہوئے محسوس کیا اور اس کنسرٹ سے واپسی پر اسے یقین ہو گیا تھا کہ برہان کی زندگی میں انابیہ کی ڈور کٹ چکی ہے۔ اسے کچھ لمحے کے لیے افسوس ضرور ہوا لیکن اگلے ہی لمحے وہ سر جھٹک کر ہادی کے سپنے بننے لگی، اسے یقین تھا کہ مناہل اپنے دل کی بستی کو آباد کرنے کی خاطر اس کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کرے گی۔

"موسم تو آج بہت غضب کا ہے۔۔۔" برہان نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، جہاں بجلی کی چمک کے ساتھ بہت سی بوندیں زمین پر برسنے کو بے تاب تھیں۔ وہ وہ تینوں جیسے ہی گاڑی کے پاس پہنچے، مناہل کے سیل فون کی مترنم گھنٹی بجی، اس نے مسکراتے ہوئے کال اٹینڈ کی اور بغیر سلام دعا کے شروع ہو گئی۔

"ہادی کے بچے، اتنا خوبصورت پروگرام تم نے مس کر دیا، کتنی منتیں کیں تھیں میں نے کہ وقت نکال کر آجاؤ۔۔" ہادی کا

نام سنتے ہی در شہوار کے کان کھڑے ہو گئے۔ اسکا روم روم مجسم سماعت بن گیا، برہان گاڑی کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے اور در شہوار کو ہاتھ کے اشارے سے آگے بیٹھنے کو کہا۔

"آپ آگے چلی جائیں پلیز۔۔۔" در شہوار نے مناہل کو مخاطب کیا۔ وہ جو اپنی کال پر مصروف تھی اس کی بات پر مسکرائی۔

"تھینک یو۔۔" اس نے سر خم کر کے اسکا شکریہ ادا کیا اور بڑے بے تکلف انداز میں اگلی سیٹ سنبھال لی۔ جیسے یہ اس کا پیدائشی حق ہو۔

"بکواس بند کرو ہادی، تمہیں اگلے ہفتے ہر صورت آنا ہو گا، ورنہ میں خفا ہو جاؤں گی۔۔۔" وہ بڑے مان بھرے انداز میں اس پر دھونس جما رہی تھی۔

"اچھا اچھا زیادہ لیکچر دینے کی ضرورت نہیں، ابھی بزی ہوں میں کچھ فرینڈز کے ساتھ، گڈ بائے۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے فون بند کیا۔

"مناہل تم سے بڑا ہے وہ، لیکن کتنی بد تمیزی سے بات کرتی ہو اس سے۔۔" برہان نے مسکرا کر اسے ٹوکا۔

"اتنا بھی بڑا نہیں ہے، جتنا بننے کی کوشش کرتا ہے۔۔۔" اس نے بے نیازی سے کہا

"کبھی ملواؤ ناں اس سے۔۔؟" برہان کی بات پر در شہوار بُری طرح سے چونکی، اس کا مطلب یہ تھا کہ برہان بھی نہیں جانتے تھے کہ مناہل کا بھائی کون ہے۔

"ہاں، ہاں کیوں نہیں۔۔۔" مناہل نے مسکرا کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ "در شہوار کیسا لگا آج کا کنسرٹ۔؟ انجوائے کیا۔۔؟

"بہت زیادہ۔۔۔ تھینک یو یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا۔۔" در شہوار نے مسکرا کر اسے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے نیکسٹ ٹائم پھر دوبارہ انوائیٹ کروں گی تمہیں۔۔۔" اس نے خوشدلی سے کہا تو در شہوار بھی مسکرا کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"انوائیٹ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، میں اسکا ایڈمیشن کروا رہا ہوں یونیورسٹی میں۔۔۔" برہان نے اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔

"دیٹس گریٹ۔۔۔۔" وہ مسکرائی۔ در شہوار خاموشی سے ان دونوں کی نوک جھونک سننے لگی، اسے دو ملاقاتوں میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ برہان اور مناہل کی بہت زیادہ انڈر اسٹینڈنگ تھی، لیکن اس کے باوجود برہان نے اسے انابیہ کے بارے میں نہیں بتایا تھا، اس بات نے در شہوار کو خاصی الجھن میں مبتلا کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پچھلے ایک گھنٹے سے محمد ہادی سخت ٹینشن میں لان میں ٹہل رہا تھا۔۔۔چلتے چلتے وہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی کا مکہ بنا کر دوسری پر برساتا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ کرسی پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیتا۔اس کا سارا وجود پچھلے ایک گھنٹے سے زلزلے کی زد میں تھا،جب اسے عالیہ قریشی کی کال سے شجاع غنی کی گھٹیا حرکت کا پتا چلا تھا۔وہ اپنا کیس واپس لے چکا تھا،اور یہ بات قریشی ایسوسی ایٹس کے منہ پر طمانچہ تھی۔

''میں تو سخت حیران ہوں، آخر میر خاقان نے ایسا کون سا اسم اعظم پڑھا ہے،اچھا خاصا بندہ پلٹا کھا گیا ہے۔''مسز قریشی کے لیے بھی یہ بات خاصے اچھنبے کا باعث بنی تھی۔

''بے غیرت لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔۔''ہادی کا بس نہیں چل رہا تھا شجاع غنی کی گردن مڑوڑ دیتا۔

''شیری بہت زیادہ ڈسٹرب ہے اس بات سے۔۔''

''اور ہونا بھی چاہیے،اسے کیا پتا تھا یہ خبیث انسان اس طرح راستے میں خوار کرے گا اسے۔۔''ہادی نے فوراً اسکی حمایت کی

۔

''میں نے تو بہت سمجھایا ہے اسے،پریکٹیکل لائف میں ایسی چیزیں ہوتی رہتی ہیں۔۔۔''

''لیکن کریئر کے آغاز میں کم کم لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے ممی۔۔۔''ہادی نے سنجیدگی سے کہا۔

''اٹس اوکے،میں بعد میں بات کرتی ہوں،ابھی ایک آفیشل میٹنگ کے لیے نکلنا ہے۔۔۔''مسز عالیہ قریشی نے فون بند کر دیا تھا لیکن تب سے ہادی سخت ڈسٹرب تھا اسے علم تھا مسز قریشی اور شہرزاد نے شجاع غنی کو سمجھانے کی کافی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی بات سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہیں تھا اور چونکہ اس کیس کا وہی مدعی تھا اس لیے اسے مزید جاری رکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔

''بس کر دو یار،اور کتنا دل جلاؤ گے اپنا۔۔۔''سعد اسٹرونگ سی چائے کے دو کپ ٹرے میں رکھے باہر نکلا۔وہ دونوں دو گھنٹے پہلے ہی آفس سے آئے تھے اور آتے ہی یہ خبر بم بن کر ان پر گری تھی۔

''میرا بس چلے تو اس شجاع غنی کو جا کر کھڑے کھڑے گولی مار آؤں۔۔۔''محمد ہادی چلتے چلتے رکا۔

''کوئی فائدہ نہیں،بے ضمیر بندہ ویسے ہی دوسروں کی نظروں سے گر کر مر جاتا ہے۔۔۔''سعد نے چائے کا کپ اس کی طرف بڑھایا۔

''تم اس کا گھٹیا پن دیکھو،اگر یہی سب کچھ کرنا تھا تو بھلا کیس کرنے کا کیا فائدہ۔۔۔؟''ہادی کا غصّہ کسی صورت بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

''ارے یہ سب ذہنی غلام لوگ ہیں،بس کسی نہ کسی طریقے سے حاکم بالا سے اپنی قیمت بڑھواتے ہیں۔۔۔''سعد نے بھی

منہ بنا کر تبصرہ کیا۔

"ہاں، اوقات تو اسکی ایک لاکھ کی بھی نہیں تھی، اور کہاں ایک کروڑ۔۔۔" ہادی نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"یہ بتاؤ بیرسٹر شیری کو تو خاصا دھچکا لگا ہو گا۔۔۔"

"آف کورس یار، اس کی وجہ سے اس بیچاری نے گولیاں تک برسالیں اپنی گاڑی پر۔۔۔" ہادی کو میٹھی چائے بھی اس وقت سخت کڑوی لگ رہی تھی۔

"لیکن ایک بات تو اب طے شدہ ہے۔۔۔" سعد نے ہلکا سا توقف دیا تو ہادی نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

"میر فیملی اس معاملے میں ہے خوش قسمت، ان کو سیاست کرنا آتی ہے۔۔۔"

"بے فکر رہو، کسی دن اونٹ پہاڑ کے نیچے ضرور آئے گا۔۔۔" ہادی نے منہ بنا کر کہا۔

"دل کو بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔۔۔" سعد نے اس بات کو مذاق میں اڑایا تو وہ سچ مچ بُرا مان گیا، ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ اس نے باقاعدہ ٹرے میں پٹخا تھا اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گھر کے اندرونی پورشن کی طرف بڑھ گیا۔ سعد حیرانگی سے اسکی طرف دیکھتا رہ گیا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کیس کے معاملے میں اتنا سیریس بھی ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یہ کیا چل رہا ہے تم دونوں کے بیچ۔۔۔؟؟؟" تاجدار بیگم اس دن شاہ میر کا بازو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اپنے بیڈ روم میں لے آئیں، دروازہ اچھی طرح لاک کر کے انہوں نے کڑے تیوروں کے ساتھ اپنے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے کو دیکھا، جو بڑے پر سکون انداز میں کھڑا ان کا دل جلا رہا تھا۔

"میں کیا پوچھ رہی ہوں، یہ کیا سلسلہ چل رہا ہے تم دونوں کے درمیان۔۔۔؟" انہوں نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

"وہی جو آپ نے دیکھا۔۔۔" شاہ میر، اس گھر کا سب سے زیادہ پر اعتماد اور بے باک لڑکا تھا۔ لگی لپٹی تو اسے رکھنی آتی نہیں تھی اور یہ بات گھر کے سبھی مکین اچھی طرح سے جانتے تھے۔ اس کا جواب سنتے ہی تاجدار بیگم کو ایک جھٹکا لگا، ان کا خیال تھا کہ وہ اپنی بات سے مکر جائے گا۔

"شادی کرنا چاہتا ہوں میں طوبیٰ سے۔۔۔" شاہ میر کی اگلی بات نے ان کا دماغ گھما دیا۔

"ایسا ممکن نہیں ہے۔۔۔" انہوں نے اس بار اپنے بیٹے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسکے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی۔

"وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔" اسکے چہرے پر موجود استہزائیہ مسکراہٹ نے تاجدار بیگم کے ہوش ضرور اڑا دیئے۔

"تمہارے داجی، نمیرہ کے لیے سوچ بیٹھے ہیں۔۔۔" تاجدار بیگم کی بات پر وہ بدک کر پیچھے ہٹا اور ماں کی طرف یوں دیکھا، جیسے انہوں نے اس صدی کی سب سے عجیب بات سنا دی ہو۔

"نمیرہ اور میں۔۔۔؟؟؟؟" اس نے ہاتھ کی انگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا اور تصدیق چاہی۔

"ہاں، تم دونوں۔۔۔" انہوں نے قدرے خفیف انداز سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، صاف منع کر دیں میری طرف سے۔۔۔" اس کے باغیانہ انداز پر تاجدار بیگم نے جھنجھلا گئیں۔

"بے وقوف لڑکے، اس گھر میں وہی ہوتا ہے جو تمہارے داجی چاہتے ہیں۔۔۔"

"ہاں تو وہ اس گھر میں جو کچھ مرضی کریں، میں نے کون سا منع کیا ہے انہیں لیکن۔۔۔۔" وہ اپنی بات کرتے کرتے رکا۔

"لیکن کیا۔۔۔؟؟؟" تاجدار بیگم کے چہرے پر تفکر کے گہرے سائے ابھرے۔

"اپنی زندگی سے کھیلنے کا حق کسی کو نہیں دوں گا میں، چاہے وہ میرا سگا باپ یا اسکا باپ ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔" اس کا زہر خند لہجہ اور دوٹوک انداز اسکی ماں کے دل و دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجا گیا۔ شاہ میر نے اپنی بات مکمل کی اور غصّے سے پاؤں پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ تاجدار بیگم کا دل دھک کر کے رہ گیا، وہ پریشانی سے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد نے صبح صبح ارتضی حیدر کے ساتھ اسکے آفس میں چھاپہ مارا۔ وہ اچانک اسے سامنے دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھا، وہ بغیر کسی اطلاع کے وہاں پہنچی تھی۔ اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ ہلکی سی خجالت کا شکار ہوئی۔

"آئی ایم سوری، میں آپ کو انفارم نہیں کر سکی۔۔۔"

"اٹس، اوکے۔۔۔" ہادی نے ان دونوں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "چائے لیں گے یا کافی۔۔۔؟"

"کچھ بھی نہیں، ہمیں شجاع غنی کے گھر کا ایڈریس چاہیے۔۔۔"

"وہ تو آپ یہاں کے پولیس اسٹیشن میں فون کر کے ایس ایچ او سے بھی لے سکتے تھے۔۔۔" ہادی نے مسکرا کر ارتضی کو جواب دیا۔

"میر حاکم علی کے علاقے کے تھانے میں ایسی کوئی بات ہو اور ان تک نہ پہنچے، ایسا ممکن نہیں۔۔۔۔" اس دفعہ جواب ارتضی کی طرف سے آیا تھا، وہ شاید اسی لیے اس وقت پولیس یونیفارم میں نہیں تھا۔

"میرا آفس بھی انہی کے علاقے میں ہے۔۔۔" ہادی نے ہلکے پھلکے انداز میں انہیں چھیڑا۔

"آپ اگر میم عالیہ قریشی کے بیٹے نہ ہوتے تو شاید ہم اس آفس سے بھی سو میل کے فاصلے سے گذرتے۔" اس دفعہ جواب

شہر زاد کی طرف سے آیا تھا، اس نے مسکرا کر سامنے بیٹھی لڑکی کی طرف دیکھا، جس سے اس کی والدہ بہت زیادہ امپریس تھیں۔

"میں ساتھ چلوں یا ڈرائیور کو بھجوا دوں۔۔۔؟؟؟"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔۔۔۔"

"میرا خیال ہے، آپ لوگ ہی ہو آئیں، کیونکہ ہو سکتا ہے میں اسے دیکھ کر اپنا غصّہ کنٹرول نہ کر پاؤں۔۔" اسکی صاف گوئی پر شہر زاد نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا۔

"وہ کیوں۔۔۔؟؟" اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ شجاع غنی کو مال روڈ پر پھانسی کے پھندے پر لٹکا دے۔۔" کمپیوٹر پر کام کرتے سعد نے پہلی دفعہ گفتگو میں حصّہ لیا۔

"آپ تو اس کیس کو لے کر مجھ سے بھی زیادہ جذباتی نکلے۔۔۔" شہر زاد مسکرائی۔

"اور میں میم عالیہ قریشی کے بیٹے سے اسی چیز کی توقع کر رہا تھا۔۔۔" ارتضٰی حیدر نے مسکراتے ہوئے تبصرہ کیا تو ایک مسکراہٹ نے ہادی کے لبوں کا بھی احاطہ کیا، شہر زاد اور ارتضٰی دونوں، اسکے ڈرائیور کے ساتھ شجاع کے گھر کی طرف نکل گئے تھے لیکن اس کیس کے حوالے سے ان کے ستارے شاید گردش میں تھے اس لیے شجاع غنی کے گھر کے دروازے پر ایک بڑا سا قفل ان کا منہ چڑا رہا تھا۔

"وہ لوگ تو کل ہی پنڈی شفٹ ہوئے ہیں۔۔۔" یہ اطلاع ان کے پڑوسی کی طرف سے ملی۔

"اوہ شٹ۔۔۔۔!!!" شہر زاد جھنجلا کر دوبارہ گاڑی میں آن بیٹھی۔

"پنڈی کا ایڈریس ڈھونڈنا بھی کوئی مشکل نہیں، میں اسے پاتال سے بھی نکال لاؤں گا۔۔" ارتضٰی نے اسے تسلی دی۔

"لیکن کیا فائدہ۔؟ آج شام وہ پریس کانفرنس کرنے والا ہے، ہمیں اس سے پہلے ملنا چاہیے تھا اس سے۔" شہر زاد کے لہجے میں مایوسی در آئی۔

"مجھے لگتا ہے وہ میر حاکم کے اسلام آباد والے گھر میں ہو گا۔۔۔" ارتضٰی کی بات پر وہ چونکی۔

"آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے۔۔۔؟"

"یہ فیملی بہت شاطر ہے انہیں اندازہ ہو گا کہ ہم لوگ اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں گے، اس لیے انہوں نے اسے انڈر گراؤنڈ کروا دیا۔" ارتضٰی کی بات میں دم تھا تبھی وہ اس سے متفق ہوئی۔

"لیکن اس کیس میں نہ سہی، کسی اور میں، اس خاندان کو لوہے کے چنے چبواؤں گی ضرور۔۔۔" شہر زاد کا لہجہ تنفر میں ڈوبا ہوا تھا۔

"پروفیشنل لائف میں اتنا پرسنل ہونا اچھا نہیں ہوتا۔۔۔" ارتضیٰ نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"شاید نہ ہوتی، اگر انہوں نے میری گاڑی پر فائرنگ کروا کر مجھے دھمکانے کی کوشش نہ کی ہوتی۔" اس کے پاس بھی اپنی بات کا بہترین جواز موجود تھا۔

"اینی ہاؤ، میں اس کیس میں ہی نہیں، ہر کیس میں آپ کے ساتھ ہوں۔۔۔" ارتضیٰ کا لہجہ معنی خیز تھا لیکن وہ اس وقت سوچوں کے اژدھام میں الجھی ہوئی تھی اس لیے نوٹ نہیں کر پائی۔ ان دونوں کی گاڑی اب مری ایکسپریس وے کی جانب دوڑ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مونیکا نے سیل فون پر ذوالکفل کا نمبر ملایا، کافی دیر تک گھنٹیاں بجتی رہیں، لیکن کال ریسیو نہیں کی گئی، اسے اپنے اعصاب چٹختے ہوئے محسوس ہوئے، پچھلے تین دن سے وہ یہ نمبر بارہا ملا چکی تھی لیکن کبھی پاورڈ آف ملتا، اور اگر بیل جاتی تو اٹینڈ نہیں کیا جاتا۔ مونیکا کو لگ رہا تھا جیسے اسکی کشتی کسی منجدھار میں آ کر پھنس گئی ہو، اس کی بھوک پیاس اڑ چکی تھی اور اسکی والدہ تاسف بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتی تھیں، اب تو مونیکا نے دوبارہ ان کے ساتھ چرچ جانا بھی شروع کر دیا تھا اس لیے ان کا دل اس طرف سے بھی مطمعن ہو چکا تھا۔

"اے رب العالمین، مجھے اس مشکل وقت سے نکال دے، مجھ پر میری طاقت سے زیادہ بوجھ مت ڈالنا۔۔" زیر لب دعا مانگتے ہوئے اس نے ایک دفعہ پھر ذوالکفل کا نمبر ملایا، تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی گئی تھی مونیکا کی ڈوبتی ہوئی نبض کو ایک دم ہی سہارا ملا۔

مانوس گھمبیر آواز اسکی سماعتوں میں پہنچی اور اس کی دھڑکنوں کو قرار آ گیا۔

"مونیکا کیسی ہو تم۔۔۔؟"

"میں ٹھیک ہوں، لیکن تم کہاں ہو، ہزار دفعہ تمہارا نمبر ملا چکی ہوں۔۔۔"

"سوری یار میرا سیل فون اس ٹرپ کے دوران ایک ندی میں گر گیا تھا، اور آج ہی لاہور پہنچ کر نیا فون خریدا ہے۔۔۔" ذوالکفل نے شرمندگی سے وضاحت دی، وہ اسکی پریشانی سمجھ سکتا تھا۔ وہ شمالی علاقہ جات کی سیر و تفریح سے لوٹا تھا۔

"لیکن تم کسی اور کے فون سے تو بتا سکتے تھے ناں، تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ کتنی اذیت میں ہوں میں، ایک ایک لمحہ قیامت بن کر گذر رہا ہے مجھ پر۔۔۔" ہونٹوں پر پھسلتی نمکینی کو محسوس کر کے اسے علم ہوا کہ وہ رو رہی تھی۔

"آئی ایم سو سوری یار۔۔۔" دوسری طرف وہ جان چکا تھا کہ وہ رو رہی ہے۔

"پلیز مونیکا، چپ کر جاؤ میں بہت گلٹی فیل کر رہا ہوں۔۔"

"تم بتاؤ، میں کیا کروں۔؟ میکائیل پاکستان آ رہا ہے۔۔۔" پر حدت قطرے مسلسل مونیکا کی گالوں پر لڑھک رہے تھے۔

"میری مانو، تم فوراً لاہور آ جاؤ، ہم یہاں کچھ نہ کچھ کر لیں گے۔۔۔" ذوالکفل نے اسکی ڈوبتی ہوئی نبض کو زندگی بخشی۔ اسی وقت اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی، مونیکا نے پھرتی سے فون بند کیا اور جلدی سے آنکھیں صاف کر کے دروازہ کھولا تو سامنے اسکی چھوٹی بہن کھڑی تھی۔

"دروازہ لاک کر کے تم کیا کر رہی تھیں۔۔۔؟" وہ مشکوک ہوئی۔

"کچھ نہیں کپڑے چینج کرنے لگی تھی۔۔" مونیکا خود کو سنبھال چکی تھی، ویسے بھی ذوالکفل سے بات کر کے وہ اب ذہنی طور پر پر سکون تھی۔

"باہر آ کر دیکھو، ممی اور پاپا میں سخت جھگڑا ہو رہا ہے۔۔۔" وہ فکر مند انداز میں گویا ہوئی۔

"کیوں۔۔۔؟" مونیکا کو سخت حیرانگی ہوئی، کیونکہ مارتھا اور جارج میں بلا کی ہم آہنگی تھی، اس نے ان دونوں کو کبھی لڑتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ جلدی سے باہر نکل آئی، سامنے لاؤنج میں کھڑا جارج چیخ رہا تھا۔

"بے وقوف عورت تم یہ کیوں نہیں دیکھ رہی ہو کہ وہ گھر کتنا سستا مل رہا ہے، میں ساری زندگی کرائے کے گھروں میں دھکے نہیں کھا سکتا۔۔۔"

"اور تم یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہے ہو کہ اس گھر کے برابر میں مسجد ہے۔۔" مارتھا جھنجھلا کر گویا ہوئیں۔

"تو کیا چرچ کے آس پاس مسلمانوں کے گھر نہیں ہوتے۔۔؟" جارج کو بے تحاشا غصّہ آ رہا تھا، مونیکا کو دیکھ کر وہ تھوڑا دھیما ہوا۔

"تم اپنی ماں کو سمجھاؤ، تھوڑا عقل سے کام لے، اتنی مناسب قیمت میں اتنا اچھا گھر مل رہا ہے، جو میں اسکی فضول منطق کے پیچھے نہیں چھوڑ سکتا۔" انہوں نے اپنی سب سے بڑی بیٹی کو بھی اس معاملے میں شریک کیا۔

"یہ تو طرفداری کرے گی ہی۔۔۔" مارتھا کے طنز پر مونیکا کا رنگ اڑا۔

"وہ تمہاری طرح احمق نہیں ہے۔۔۔" جارج نے فوراً اپنی بیٹی کی حمایت کی۔

"ممی، اگر گھر اچھا ہے تو خرید لینے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔۔" وہ محتاط انداز میں گویا ہوئی۔

"دیکھا، میں نے کہا تھا ناں، یہ تو باپ کی چہیتی ہے، اس کی ہر بات پر حمایت کرنے والی۔۔۔" مارتھا اب اس سے بھی خفا ہو گئی تھی۔ اس کی چھوٹی بہن بھی کمرے میں آ گئی تھی۔

"ممی، لینے دیں ناں پاپا کو گھر، یہ بھی تو دیکھیں، کتنے سالوں سے ہم رینٹ پر رہ رہے ہیں، اچھا ہے ناں اپنا گھر ہو جائے گا۔۔۔"

"لو اسکی کمی تھی، وہ بھی پوری ہو گئی۔۔۔" مارتھا نے بیزاری سے اپنی چھوٹی بیٹی کی طرف دیکھا، جو باپ کے بالکل ساتھ جا کر بیٹھ گئی تھی۔ جب کہ بیٹیوں کی طرفداری نے جارج کا موڈ خوشگوار کر دیا تھا۔

"اب بتاؤ، کیا کہتی ہو۔۔۔؟؟؟" وہ مسکرا رہے تھے۔

"ظاہر ہے اب تو وہی ہو گا جو باپ بیٹیاں، چاہیں گی۔۔۔" مارتھا نے ہتھیار ڈال دیئے تھے، مونیکا فوراً اٹھی اور محبت سے ماں کے گلے میں بازو ڈال دیئے۔

"میں ممی کے ساتھ ہوں، جیسا وہ چاہیں گی، وہی ہو گا۔۔۔" اس نے ماں کو مسکا لگایا

"میں تو فی الحال یہی چاہتی ہوں، جہاں بھی جاؤں، پہلے تمہارا فرض ادا کر دوں۔ پوچھیں میکائیل سے کب کی فلائیٹ ملی ہے اسے۔" وہ ہلکا سا منہ بنا کر بولیں، مونیکا کی ان کے گلے میں گرفت ڈھیلی ہو گئی، اور ساتھ ہی اسکا چہرہ بھی تاریک ہو گیا۔

"فی الحال تو تم لوگ، پیکنگ اسٹارٹ کرو، اب جو ہو گا نئے گھر میں جا کر ہو گا۔۔" جارج اپنی بیوی کے مان جانے پر خوش تھا۔ اس کا بہت سالوں سے اپنا گھر خریدنے کا خواب پورا ہونے جا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس نے پردہ سرکا کر کھڑکی کے پٹ وا کیے۔۔۔ اس گھر میں انہیں چھتیس گھنٹے سے زائد کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ رات جو خدشات اور وہموں سے سے شروع ہوئی تھی اسکا اختتام بہت خوبصورت انداز میں ہوا تھا۔ رومیصہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سامنے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا شخص کبھی اس کی زندگی میں اتنا اہم ہو جائے گا کہ اس سے الگ ہونے کا احساس ہی اسکی رگوں سے جان نکال دینے کے مترادف ہو گا۔ ایک ناآسودگی کا جال جس میں وہ ہمیشہ سے قید تھی، اسے وہاں سے آزادی مل گئی تھی۔ ایسی خوشی تھی جس نے اسے نہال کر دیا تھا۔ رومیصہ سر جھکائے یوں بیٹھی تھی جیسے اس شخص کے سامنے اب کبھی بھی سر اٹھا نہیں سکے گی، لہو گرما دینے والی اسکی نظریں رومیصہ کے چہرے کو سلگانے لگیں۔

"ہمیں اب اس گھر کو چھوڑنا ہو گا رومیصہ۔۔۔۔" اس کی نرم آواز رومیصہ کی سماعتوں تک پہنچی۔ رومیصہ کو اپنا نام اس سے پہلے اتنا معتبر اور پیارا کبھی بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں امڈنے والے آنسو اس شخص کو تکلیف دے رہے تھے۔

"میں کوشش کروں گا، تمہارے ساتھ اگر کچھ اچھا نہ کر سکوں تو میرا وعدہ ہے کبھی بُرا بھی نہیں کروں گا۔۔۔"

"تم مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔۔۔؟" اس نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھایا۔

"اگر اس طرح روؤ گی تو شاید کہیں بھی نہ جا پاؤں۔۔۔" وہ رخ موڑ کر ڈریسنگ کے شیشے کے عین سامنے جا کھڑا ہوا۔

"اور اگر میں نہ جانا چاہوں تو۔۔۔؟" وہ شدید بے بسی محسوس کر رہا تھا۔۔۔۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں ابھی زندگی کے اس مقام پر ہوں جہاں شاید تمہارے لیے کچھ نہ کر پاؤں۔۔" اسکے دل گرفتہ انداز پر رومیصہ کی آنکھوں کی روشنی مدھم ہوئی۔ وہ شکست خوردہ انداز میں اسکے سامنے آن کھڑا ہوا۔"

"میں تمہارا انتظار کر سکتی ہوں۔۔۔۔" وہ ان لحات میں ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے کئی صدیوں کی مسافت طے کر چکی ہو۔

"اگر حالات کے گرداب میں پھنس گیا تو کیا کرو گی۔۔۔" اس لمحے وہ رومیصہ کو خاصا بے رحم لگا۔۔

"پھر وہ اعتراف محبت کیوں کیا تم نے۔؟ کیوں میری پرسکون زندگی میں اپنے نام کا پتھر پھینکا، پہلے کیا کم تھیں اذیتیں جو تم بھی حصہ ڈالنے چلے آئے۔" وہ جیسے ہوش میں آ کر ہذیانی انداز میں چیخی۔

"سب لوگ میرے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں، کسی کو بھی مجھ پر ترس نہیں آتا۔۔" وہ دھواں دھار انداز میں رو پڑی۔ اس کا دل کٹ کر رہ گیا، وہ فوراً اس کے پاس بیٹھا اور نرمی سے اسکا ہاتھ پکڑا، جو اس نے ناراضی سے چھڑا لیا تھا۔

"ایسا مت کرو میرے ساتھ۔۔۔" وہ التجائیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت اس کے سیل فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے جلدی سے فون اٹینڈ کیا اور عجلت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

"کہاں ہو تم۔۔۔؟ اوکے، ہم لوگ آ رہے ہیں۔۔۔ وہ فون بند کر کے دوبارہ اسکی طرف متوجہ ہوا۔۔

"دیکھو رومیصہ۔۔۔۔" اس نے محبت سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"مجھے اب کچھ نہیں دیکھنا۔۔۔" وہ کسی ضدی بچے کے انداز میں بسوری تو وہ مسکرا دیا۔

"دیکھو میرا وعدہ ہے تم سے رابطے میں رہوں گا، میرا سیل نمبر تمہارے پاس بھی تو ہے۔ جیسے ہی حالات کچھ بہتر ہونگے تو ہم کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیں گے۔" اس نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے اسکے آنسو چنے، رومیصہ نے بے یقینی سے اسکی طرف دیکھا۔

"سچ کہہ رہے ہو۔۔۔؟" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"تمہارے اور میرے رشتے میں اب کسی جھوٹ کی گنجائش نہیں نکلتی، تم نے اپنی ساری زندگی کی داستان کھول کر میرے سامنے رکھ دی، میں مانتا ہوں تمہارا ماضی بہت تلخ ہے لیکن میں کوشش کروں گا کہ تمہارے مستقبل کو تمہارے لیے آسان اور خوبصورت بنا سکوں۔" درشہوار کا دل اسکی بات پر تھوڑا مطمئن ہوا۔ اس کے لہجے کی سچائی رومیصہ کے دل میں خود بخود جگہ بنا چکی تھی تبھی وہ اس دفعہ نم آنکھوں کے ساتھ پورے دل سے مسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس واقعے کے بعد سے طوبیٰ، تاجدار بیگم کی کاٹ دار نگاہوں سے چھپتی پھر رہی تھی، ان کا مزاج سخت برہم تھا اور گھر بھر کے نوکروں کی شامت آئی ہوئی تھی ان کی دونوں دیورانیاں ندرت بیگم اور شارقہ بیگم آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے ان کے خراب موڈ کی اصل وجہ پوچھتی پھر رہی تھیں، لیکن میر ہاؤس میں سوائے طوبیٰ اور شاہ میر کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ آجکل ہر ایک پر اتنا کیوں بگڑ رہی ہیں۔

"طوبیٰ بی بی، در شہوار باجی کب آئیں گی۔۔۔"صندل کی چھوٹی بہن سندس نے کمرے کی ڈسٹنگ کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"کیوں، تمہیں اس سے کوئی کام ہے کیا۔۔؟"طوبیٰ کا لہجہ بیزاری میں ڈوبا ہوا تھا۔

"کام تو کوئی نہیں ہے جی، لیکن ان کے جانے کے بعد پورا گھر اداس، اداس لگتا ہے۔۔۔"سندس کی بات پر طوبی نے چونک کر اسکی طرف دیکھا اور ایک خیال نے اس کے ذہن کا احاطہ کیا۔

"تمہیں اپنی بڑی بہن صندل یاد نہیں آتی سندس۔۔۔؟؟؟"

"بہت آتیں ہیں طوبی بی بی، دو ہی تو بہنیں تھیں ہم۔۔۔"سندس کی آنکھیں بھر آئیں۔

وہ ڈسٹنگ چھوڑ کر کارپٹ پر بیٹھ گئی۔وہ صندل سے دو سال چھوٹی تھی اور میر ہاؤس میں ذرا کم کم ہی آتی تھی، اپنی ماں اور بہن کی میر ہاؤس میں مصروفیت کی وجہ سے اس نے اپنے گھر اور چھوٹے بہن بھائیوں کی ذمے داریاں سنبھال رکھی تھیں۔

"تمہیں کچھ پتا ہے، اس نے خود کشی کیوں کی۔۔۔"؟طوبیٰ نے نظریں چرا کر اس سے پوچھا۔

"مجھے صرف اتنا پتا ہے بی بی جی، وہ کسی چھوٹی موٹی بات پر اتنا بڑا اقدم نہیں اٹھا سکتی، اسے تو موت سے بڑا ڈر لگتا تھا۔"سندس افسردگی سے گویا ہوئی۔

"اس نے کبھی تم سے کوئی بات شئیر نہیں کی، میرا مطلب ہے جب وہ نور محل سے واپس آئی تھی۔۔۔"طوبی نے آج گڑے مردے اکھاڑنے کی کوشش کی۔

"کاش کہ کرلی ہوتی۔۔۔"وہ دوبارہ سے اٹھ کر ڈسٹنگ کرنے لگی۔

"اگر تمہیں پتا چلے کہ اسے کسی نے اس کام کے لیے مجبور کیا تھا تو۔۔۔؟"

"کس کام کے لیے۔۔۔؟"سندس نے حیرانگی سے اسکا چہرہ دیکھا۔

"مرنے کے لیے۔۔۔"وہ محتاط انداز میں گویا ہوئی۔

"میں منہ نوچ لوں گی اس خبیث بندے کا۔۔" سندس کے لہجے کی بے ساختگی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ واقعی ایسا کر گذرے گی۔

"کیا آپ کو لگ رہا ہے کہ ایسا کچھ ہوا ہو گا۔۔" سندس بلا کی ذہین تھی، طوبیٰ ہلکا سا گڑبڑا گئی۔

"لو مجھے کیوں لگنا تھا بھلا۔۔" وہ صاف مکر گئی۔

"چھوڑو تم ان باتوں کو، یہ ریک میں کتابیں ذرا ترتیب سے لگاؤ۔۔۔" طوبیٰ نے جلدی سے موضوع گفتگو بدلا۔ ویسے بھی اسے سندس کی کھوجتی ہوئی نظروں سے گھبراہٹ ہو رہی تھی، اس نے چند لمحے اسکی طرف دیکھا اور پھر کندھے اچکا کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"آپ نے مجھے کہا تھا، فرسٹ ائیر کی کتابیں لے جانا، میرا میٹرک کا رزلٹ بس آنے ہی والا ہے۔۔" اسکا دھیان دوسری طرف لگ گیا۔

"دیکھ لو، ان میں سے جو جو چاہیے، لے جاؤ۔۔" طوبیٰ نے اکتاہٹ بھرے انداز میں کہا اور بیڈ سے ٹیک لگائی۔ سندس بڑے شوق اور دلچسپی سے اپنے مطلب کی کتابیں چھانٹنے لگی، انگلش، اردو، اسلامیات اور پاک اسٹڈیز کی کتابیں ہی اس کے کام کی تھیں باقی سائنس سبجیکٹس اسے نہیں چاہیے تھے۔

"میں یہ سب لے کر جا رہی ہوں طوبی بی بی۔۔" سندس نے کتابوں کو چھانٹ کر ایک سائیڈ پر کر لیا۔

"ہاں ہاں لے جاؤ، مجھے اب ان کی ضرورت نہیں۔۔" طوبیٰ ہنوز آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی، اسکا دماغ مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ در شہوار کے میر ہاؤس میں نہ ہونے کی وجہ سے راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا، نمیرہ کے ساتھ اسکی کوئی خاص نہیں بنتی تھی۔ جب کہ انابیہ یونیورسٹی گئی ہوئی تھی۔ سندس ساری کتابیں اٹھا کر سرونٹ کوارٹر میں لے آئی، رات کو گھر کے کاموں سے فراغت پا کر وہ یونہی کتابیں کھول کھول کر دیکھنے لگی، صندل کی نسبت اسے پڑھائی کا بے تحاشا شوق تھا۔ پاکستان اسٹڈیز کی کتاب کی جلد تھوڑا خراب تھی، وہ اخبار اٹھا کر اس پر کور چڑھانے لگی، اس کے چھوٹے بہن بھائی بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے، وہ کتاب پر کور چڑھانے میں مگن تھی، جب ایک چھوٹا سا پرچہ کتاب سے نکل کر اس کی گود میں آن گرا۔ اس نے بے دھیانی میں اٹھایا اور جیسے ہی اس پر نظریں دوڑائیں، اس کا دماغ بھک کر کے اڑا، وہ صندل کی لکھائی ہزاروں میں بھی پہچان سکتی تھی۔ سندس کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی، جیسے جیسے وہ اس پر نظریں دوڑا رہی تھی، ویسے ویسے اس کے دماغ میں حشر برپا ہو رہا تھا۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا، کب رشیدہ بیگم اسکے سر پر آن کھڑی ہوئیں۔

"یہ کیا ہے تمہارے ہاتھ میں۔۔؟" وہ تھوڑا مشکوک ہوئیں۔

"صندل کا رقعہ۔۔۔۔۔" سندس نے سر اٹھا کر ماں کی طرف دیکھا، اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئیں تھیں۔ جب کہ رشیدہ بیگم ہکا بکا انداز میں اسکی طرف دیکھ رہی تھیں، جیسے اس کی بات سمجھنے سے قاصر ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رشیدہ بیگم کسی چیل کی مانند صندل کے ہاتھ کے لکھے رقعے پر جھپٹیں۔۔

پانچ جماعت پاس رشیدہ کی نظریں جوں جوں اس کاغذ پر پھسل رہی تھیں، اس کی بیٹی پر گذری ہوئی قیامت اس کے اپنے دل پر قطرہ قطرہ اتر رہی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کی رگوں کو پکڑ کر ربڑ کی طرح کھینچ لیا ہو اور خون میں زہر کے ذرات شامل کر دیئے ہوں۔ اسے اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"اوہ میرے خدایا، اتنا بڑا ظلم۔۔۔۔" اس کی آنکھوں سے آنسو قطار کی صورت میں بہہ نکلے۔۔

"زمین کیوں نہ پھٹی، آسمان کیوں نہ گرا۔۔۔۔"

محافظ ہی جب لٹیرے بن جائیں تو انسان کس سے منصفی چاہے۔۔۔

رشیدہ کے ہاتھ سے کاغذ چھوٹ کر زمین پر جا گرا اور وہ خود بھی صدمے سے نڈھال زمین پر بیٹھ گئی، اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ایسے بین ڈالے کہ مری شہر کے سارے پہاڑ زمین بوس ہو جائیں۔

وہ جو سمجھتی تھی کہ صندل پر کسی آسیب کا سایہ ہو گیا ہے اور اس نے اس بھوت کا مکروہ چہرہ وہاج کی شکل میں دیکھ لیا تھا اور اس کربناک حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے فی الحال دل و دماغ راضی نہیں تھے۔۔۔۔

"اماں تجھے اپنی بیٹی کی آنکھوں میں چھپی اذیت کیوں سمجھ نہیں آئی۔ مائیں تو بیٹیوں کے دلوں میں جھانک لیتی ہیں۔۔" سندس بے آواز رو رہی تھی اور اس کے چھوٹے بہن بھائی الجھن بھری نگاہوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔۔

رشیدہ کی تو لگتا تھا کہ قوت گویائی ہی چھن گئی تھی، اس نے پورا زور لگا کر بولنے کی کوشش کی لیکن گلا ساتھ چھوڑ گیا تھا، بے بسی کے گہرے احساس کے ساتھ اسکی آنکھیں بھی نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

"اماں، تیری بیٹی تو بہت غیرت اور حیا والی نکلی، اس نے کسی اور امتحان میں ڈالنے کی بجائے، خود موت کا کفن پہن لیا۔۔" سندس کی باتیں اسکی ماں کا کلیجہ چیر رہی تھیں، لیکن رشیدہ کی تو عمر بھر کی کمائی اس کے مالکوں نے لوٹ لی تھی، اس صدمے نے اسے گنگ کر دیا تھا۔

"اماں، تو بولتی کیوں نہیں ہے۔۔۔۔۔" سندس بے ساختہ ماں کے گلے لگی اور ہچکیوں میں رونے لگی۔

"یہ تو سراسر ظلم ہے، وہاج صاحب نے کیا میری بہن کو کوئی مٹی کی بے جان مورتی سمجھ لیا تھا، ارے کچھ تو اتنے سالوں کی غلامی اور وفاداری کا خیال کیا ہوتا، انہوں نے تو کتوں سے بھی بدتر سلوک کیا ہمارے ساتھ۔۔۔" وہ روتے ہوئے بے ربط انداز میں بول رہی تھی۔

"ان کو ذرا شرم نہیں آئی، اگر در شہوار بی بی کے ساتھ کوئی ایسا کرے، تو ان کے دل پر کیا گذرے۔۔۔" سندس کا دل پھٹ رہا تھا اور اسکی باتیں اسکی ماں رشیدہ کے دل و دماغ کے پرخچے اڑا رہی تھیں۔

"اللہ کرے برباد ہو جائیں سارے کے سارے، کہیں منہ دیکھانے کے قابل نہ رہیں، کیڑے پڑیں ان کی قبروں میں ۔۔۔" وہ جذباتی ہو کر اب بد دعاؤں پر اتر آئی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ میر ہاؤس کے سارے مردوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے گولیوں سے اڑا دے۔

"اماں، بولتی کیوں نہیں ہے، کیا تیری زبان بھی صندل کے ساتھ ہی قبر میں دفنا دی کسی نے۔۔۔" اس نے اپنی ماں کا کندھا جارحانہ انداز میں ہلایا اور رشیدہ خاتون ایسے جھٹکے سے جاگی، جیسے کسی نے گہری نیند میں ٹھنڈے پانی کا جگ اس پر انڈیل دیا ہو۔

"یہ سب گھٹیا لوگ ہیں، ابا سے بات کر، اب ہمیں یہاں ایک منٹ کے لیے نہیں رکنا۔ سندس کو ایک دم ہی میر ہاؤس میں اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہوا، اس نے ایک دم ہی فیصلہ کیا اور کھڑی ہو گئی۔۔۔ وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"کاکے جا، بھاگ کر ابّا کو بلا کر لا۔۔۔۔" سندس نے اپنے چھوٹے بھائی کو باہر دوڑایا۔۔

"ابھی لایا باجی۔۔۔۔" وہ خوفزدہ ہو کر باہر نکلا، ان دونوں کو اصل بات کی سمجھ نہیں آئی تھی لیکن ماں اور بہن کی حالت انہیں یہ سمجھانے کے لیے کافی تھی کہ ان کے خاندان پر کوئی بڑی قیامت گذر چکی ہے۔

سندس نے کمرے میں موجود واحد الماری سے کپڑے نکال نکال کر زمین پر پھینکنے شروع کر دیئے، جب کہ رشیدہ خاتون نے چارپائی کے پائے کو پکڑ کر اٹھنے کی ناکام کوشش کی، اور لڑکھڑا گئی، اسے لگا جیسے وہ ساری زندگی نہ تو اپنی اولاد کے سامنے اور نہ ہی زمین پر اپنے قدموں پر کھڑی ہو سکے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اوائل سردیوں کی ایک چمکیلی سی صبح تھی۔۔۔!!!!

کرن اور انابیہ کی پہلی کلاس پروفیسر علوی کے نہ آنے کی وجہ سے ملتوی ہو گئی تھی اور وہ دونوں کیفے ٹیریا سے ڈیسپوزیبل کپوں میں چائے لے کر پارکنگ کے پاس بنی چھوٹی سی منڈیر پر آن بیٹھیں۔

یہ ان دونوں کی پسندیدہ جگہ تھی۔ کرن کے ہاتھ میں گرما گرم فرنچ فرائز کی پلیٹ تھی جس کے ساتھ وہ دونوں ہی اس وقت

بھر پور انصاف کر رہی تھیں۔۔۔

"بات سنو انابیہ۔۔۔۔"کرن کے مخاطب کرنے پر اس نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا۔"سر برہان جیسے ہی مائیکرو اکنامکس کا پیپر بنالیں، کسی طرح ان کے کمرے سے اڑانے کی کوشش کرنا۔۔"کرن کے شرارتی انداز پر انابیہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑی ۔

"پیاری بہن، ابھی میں نے اپنی ٹانگوں کی انشورنس نہیں کروائی۔۔۔"اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"دیکھو سنئیر ز بتا رہے تھے کہ وہ پیپر بہت مشکل اور ٹیکنکل سا بناتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ انہی کے پیپر میں لڑھک جائیں۔۔"کرن نے اسے ڈرانے کی کوشش کی تو وہ نہ سمجھ انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگی۔

"تو پھر میں کیا کروں۔۔۔؟"

ان سے اہم سوالات کا گیس لے لو، آفٹر آل کزن ہیں وہ تمہارے، اب اتنا حق تو بنتا ہے ناں۔"کرن نے شوخی سے نظریں گھمائیں۔"

وہ آج شرارت کے موڈ میں تھی اور برہان کے حوالے سے اسکی چھیڑ چھاڑ انابیہ کو ہمیشہ ہی اچھی لگتی تھی۔وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بتا سکی کہ حق تو اس کا ساری دنیا سے زیادہ ان پر بنتا تھا لیکن یہ الگ بات تھی کہ وہ اس چیز کو ماننے سے انکاری تھے۔

"ایسی کوئی بات کم از کم میں تو ان کے سامنے منہ سے نہیں نکال سکتی۔۔۔"انابیہ کے صاف انکار پر وہ مایوس ہوئی۔

"منہ سے بات نہیں کر سکتیں تو سیل فون پر ٹیکسٹ کر کے یا ای میل کے ذریعے پوچھ لو۔۔"اس نے جھٹ سے مشورہ دیا۔

کیوں میرا سر تڑوانے کا ارادہ ہے تمہارا، ان سے ایسی کوئی امید مت رکھنا، اس معاملے میں بہت سخت ہیں وہ۔۔" "

"ماشاء اللہ کیا شیطانی اور سوری لمبی عمر پائی ہے، ابھی نام لیا اور ابھی حاضر ہو گئے۔۔۔"کرن کی بات پر انابیہ کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں۔برہان کی گاڑی ابھی ابھی پارکنگ میں آکر رکی تھی۔اس گاڑی کو تو وہ حاضر گاڑیوں میں سے بھی سیکنڈوں میں پہچان سکتی تھی۔"

"سر برہان کے ساتھ یہ دوسری لڑکی کون ہے۔۔۔؟؟؟ "

کرن کا حیرت میں ڈوبا ہوا جملہ انابیہ کی سماعتوں میں گونجا، تو اس نے سر اٹھا کر سامنے کا منظر دیکھا، برہان کی گاڑی سے مناہل قریشی کے ساتھ ساتھ در شہوار کا اترنا اسے خوشگوار حیرت میں مبتلا کر گیا۔

"ارے یہ تو در شہوار ہے، یہ کیا کرنے آگئی کیمپس۔۔۔؟"

"کون در شہوار۔۔۔؟"کرن حیران ہوئی۔۔

”برہان کی سسٹر۔۔۔“اس نے لاپرواہی سے بتایا۔

”قسم سے خوبصورتی تو ختم ہے تمہارے خاندان پر، کتنی کیوٹ ہے ان کی سسٹر۔۔۔“کرن نے کافی فاصلے پر بھی در شہوار کے خدوخال کا جائزہ لے لیا تھا۔وہ اس وقت ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں کھلتے ہوئے گلاب کی مانند تروتازہ لگ رہی تھی۔

”ایک منٹ کرن، میں ابھی اس چڑیل سے مل کر آتی ہوں۔۔۔“انابیہ کے لہجے میں اسکے لیے پیار ہی پیار تھا۔

وہ فوراً منڈیر سے اتر کر دبے قدموں در شہوار کی طرف بڑھی۔وہ اور مناہل دونوں برہان کی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی تھیں اور انابیہ کی طرف ان کی پشت تھی،اس لیے در شہوار کی ابھی تک اس پر نظر نہیں پڑی تھی۔

برہان اپنے کسی کولیگ کے ساتھ کچھ فاصلے پر ہیلو ہائے کرنے میں مگن تھے اور وہ دونوں شاید ان کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔

”میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ برہان کی بہن اتنی فرینڈلی اور مزے کی ہو گی۔۔۔“مناہل نے در شہوار کی کسی بات پر قہقہہ لگایا۔

”اور میں تو گمان بھی نہیں کر سکتی تھی کہ آپکی برہان بھائی کے ساتھ اتنی زیادہ انڈر اسٹینڈنگ ہو گی،وہ تو پورے خاندان میں کسی کو لفٹ نہیں کرواتے،،بہت لکی ہیں آپ۔۔۔“در شہوار کے اس جملے نے انابیہ کے قدم وہیں روکے۔

”کیوں، تمہیں اچھی نہیں لگی یہ بات۔۔۔؟“مناہل نے بڑے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

”میری تو دعا ہے، آپ دونوں ہمیشہ ایک ساتھ ہنستے مسکراتے رہیں۔۔“در شہوار کے اس جملے نے انابیہ کا دماغ بھک کر کے اڑایا اور اسے پوری کائنات گھومتی ہوئی محسوس ہوئی، جبکہ در شہوار کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ وہ اپنے مخصوص لاابالی پن میں انابیہ کے جیتے جاگتے دل کے ساتھ کھیل گئی تھی۔

”آپ آئیں ناں مری، میں آپکو اپنی والدہ اور باقی خاندان والوں سے ملواؤں گی۔۔۔“

”ہاں برہان بھی اکثر کہتے رہتے ہیں، لیکن میرے خیال میں ابھی یہ مناسب نہیں ہو گا۔۔“مناہل نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

”تو کب آئے گا وہ مناسب وقت۔۔۔؟؟؟“در شہوار نے شرارت سے پوچھا۔۔۔

””یہ تو حالات اور تمہارے بھائی پر منحصر ہے۔۔۔“مناہل نے زوردار ہنسی کے ساتھ جواب دیا،اور اسی لمحے برہان نے پلٹ کر مناہل کی طرف دیکھا،انابیہ فوراً ایک درخت کے پیچھے ہو گئی، برہان کی آنکھوں کی چمک نے اس کے دل کی دنیا میں اندھیرا برپا کر دیا۔وہ بڑی محویت اور دلچسپی سے مناہل کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے اس سے اہم دنیا کا کوئی بھی کام نہ ہو۔

انابیہ کے قدموں نے مزید چلنے سے انکار کر دیا، وہ بڑی سرعت سے پلٹی، اسکی آنکھوں کے آگے آنسوؤں کا پردہ حائل ہو گیا، وہ بمشکل چلتے ہوئے کرن کے پاس پہنچی، اور وہاں رکھی اپنی فائل اٹھا کر ڈیپارٹمنٹ کی طرف چل دی۔۔۔

""انابیہ، کیا ہوا تمہیں۔۔۔؟بات کیوں نہیں کی تم نے اپنی کزن سے۔۔۔؟

"کچھ نہیں، ایک ضروری کام یاد آگیا تھا مجھے۔۔۔" اس نے بیدردی سے اپنے بازو کی پشت سے نم آنکھیں صاف کرنے کی کوشش کی۔ آنسوؤں پر اس کا زور نہیں چل رہا تھا، وہ بے اختیار امنڈتے چلے آرہے تھے۔

وہ ساری دنیا سے اس بے وفائی کی توقع کر سکتی تھی لیکن درشہوار سے نہیں۔۔۔

اس کے جملوں نے اسے آسمان سے زمین پر لا گرایا تھا، وہ اس کے جذبات و احساسات سے بخوبی واقف تھی۔اس کے باوجود اگر وہ مناہل قریشی کے ساتھ اس طرح کی چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی تو یقیناوہ برہان کے حوالے سے بہت کچھ جانتی تھی اور یہی بات انابیہ کو تکلیف دے رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے انابیہ، ایسے رو کیوں رہی ہو۔۔۔" کرن ایکدم پریشان ہو گئی۔

"نہیں یار، آنکھ میں کچھ پڑ گیا ہے۔۔۔" اس نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی۔

"مجھے تو لگتا ہے آنکھ میں کچھ پڑا نہیں بلکہ کسی کے چہرے سے کوئی پردہ ہٹا ہے۔۔۔" کرن کے جتاتے ہوئے لہجے میں کچھ تھا۔وہ نظریں چرا گئی۔وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بتا سکتی تھی کہ کچھ اپنوں کے بدلتے ہوئے رویئے انسان کے دل پر کیسے غضب ڈھاتے ہیں۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہرزاد کے لیے وہ گھڑیاں خاصی کٹھن تھیں۔۔۔!!!

وہ ٹی وی لاؤنج میں لگی فل سائز کی اسکرین پر شجاع غنی کی پریس کانفرنس دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی، جب اس کے سیل فون پر ہم زاد کی کال آئی، اس نے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے افسردہ ان کال ریسیو کی۔

دوسری طرف ہم زاد ٹی وی کی ہلکی آواز ہی سے سیکنڈوں میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس وقت کس کام میں مگن ہے۔وہ اس کے جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو شجاع غنی کی کانفرنس دیکھ کر۔۔؟" ہم زاد کے اس جملے پر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"سوچ رہی ہوں، پیسہ اس دنیا کی سب سے بڑی تلخ حقیقت ہے، جو کسی بڑی سے بڑی سچائی کا گلا بڑی آسان سے گھونٹ سکتا ہے۔۔۔"

"لیکن یاد رکھنا، سچائی کو بہت دیر تک جھوٹ کے پردوں میں لپیٹ کر نہیں رکھا جا سکتا۔۔۔"

"کیا فائدہ، جب وقت ہی انسان کے ہاتھوں سے نکل جائے۔۔۔"

"یاد رکھنا، جو اس وقت "اوپر" ہے، اسے ہر حال میں "نیچے" بھی آنا ہو گا، تقدیر کا ہاتھ بہت بے رحم ہوتا ہے۔۔۔" وہ نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"فی الحال تو اسکی بے رحم حقیقتوں کو ہمیں ہی جھیلنا پڑ رہا ہے۔۔۔"

"اتنی جلدی، مایوس ہو گئی ہو کیا۔۔۔؟" اس کے لہجے کی نرمی، ہم زاد کے دل پر پھوار بن کر برسی۔۔

"مایوسی کا لفظ شہر زاد نے اپنی لغت سے نکال دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں ایک دفعہ پھر پوری قوت سے ان پر جھپٹوں گی۔" اسکے لہجے کی سچائی گواہ تھی کہ وہ غلط نہیں کہہ رہی۔۔۔

"اور یقین مانو، اس پورے سفر میں، میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔۔۔" وہ مسکرایا۔

"مجھے دوبارہ سے سہاروں کی عادت مت ڈالیں۔۔" اسکی تلخی کی حد کو چھوتی صاف گوئی ہم زاد کا دل دکھا گئی۔

"تمہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونا بھی میں نے ہی سکھایا تھا، تم یہ بات کیوں بھول جاتی ہو۔۔" اس نے اس بات کو مذاق میں اڑایا۔

ساری باتیں دل پر لکھی ہیں اور اسی بات کا تو دکھ ہے کہ کچھ نہیں بھولتا۔۔" وہ رنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"تو کیوں بھولنا چاہتی ہو تم۔۔۔۔"؟

"میں کسی سراب کے پیچھے بھاگ کر اپنی زندگی ضائع کرنا نہیں چاہتی۔۔۔" گفتگو کا موضوع لاشعوری طور پر تبدیل ہو گیا تھا۔

"میں سراب نہیں ایک جیتی جاگتی، سانس لیتی ہوں، بالکل ایسے ہی جیسے تم ہو، جیسے یہ دنیا ہے اور تمہارے ارد گرد کے لوگ۔۔۔" وہ مسکرایا۔۔۔

"وہ سب دیکھائی دیتے ہیں اور تم صرف سنائی دیتے ہو۔۔۔۔" شہر زاد کی زبان پھسلی۔۔۔

"جانتا ہوں تمہاری بصارتوں کے بہت قرض واجب ہو چکے ہیں مجھ پر، لیکن یہ میرا وعدہ ہے کہ میں ایک ایک چیز کا حساب دوں گا۔۔"

"ہونہہ۔۔۔۔۔ کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔۔۔" شہر زاد نے کھلم کھلا طنز کیا۔

"فی الحال تو تم مجھے چھوڑو، اور شام تک ایک سرپرائز کے لیے تیار ہو جاؤ۔۔۔"

"کیوں، تم آرہے ہو میرے گھر۔۔۔؟" اس کو بھی شرارت سوجھی۔۔۔

"تم بلاؤ تو سہی، سر کے بل نہ آئیں تو بے شک پھانسی گھاٹ پر لٹکا دینا۔۔" اسکے شرارتی انداز پر شہر زاد بے ساختہ ہنسی۔۔

"باتوں میں تو کوئی جیت نہیں سکتا تم سے۔۔۔۔۔"

"محبت میں بھی نہیں جیت سکتا، بے شک آزما کر دیکھ لو۔۔۔۔۔"

"تم کسی سرپرائز کی بات کر رہے تھے۔۔۔" شہر زاد کو اچانک یاد آیا۔

"سرپرائز یہ ہے کہ رومیصہ دو چار گھنٹوں میں گھر تک پہنچ جائے گی۔۔۔" ہم زاد کی بات پر ایکدم ہی اسکے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں، لیکن اس نے اپنی بے اختیاریوں پر بند باندھنا سیکھ لیا تھا۔۔

"اگر ایسا نہ ہوا تو۔۔۔۔۔؟"

"تو پھر جو سزا تم دو گی میں آنکھیں بند کر کے قبول کر لوں گا۔۔۔" وہ پر اعتماد تھا اور اس کا یہی بات تو شہر زاد کو بھاتی تھی۔ شجاع غنی کی کانفرنس کو دیکھ کر اندر ہی اندر پھیلنے والی مایوسی میں ایک جگنو چمکا تھا، جس نے شہر زاد کے اندر ہی اندر کئی روشنیاں پھیلا دی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج کا سورج میر ہاؤس میں ایک نئے ہنگامے کے ساتھ طلوع ہوا تھا۔۔

پورے گھر میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی، بہادر علی، اور اسکی بیوی رشیدہ راتوں رات اپنے تین بچوں کے ساتھ خاموشی سے میر ہاؤس سے غائب ہو چکے تھے، اور کوارٹر سے ان کا ضروری سامان بھی غائب تھا۔۔

برہان صبح یونیورسٹی جانے کے لیے نکلے، تو گیٹ پر بہادر علی موجود نہ تھا انہوں نے سرسری انداز میں مالی سے پوچھا اور نکل گئے۔

ناشتے کی میز پر رشیدہ کی عدم دستیابی پر تھوڑی ڈھنڈیا مچی تو تاجدار بیگم نے ایک ملازمہ کو سرونٹ کوارٹر میں دوڑایا، تاکہ وہ اسے بلا کر لائے اور وہ اس کی اچھی کلاس لے سکیں، لیکن اسی ملازمہ کی بریکینگ نیوز کے انداز میں نشر کی جانے والی خبر نے پورے گھر میں ایک چھوٹے سے زلزلے کی کیفیت پیدا کر دی۔

تینوں خواتین گھبرا کر اپنے اپنے کمروں سے نکل آئیں، انابیہ نے آج یونیورسٹی سے چھٹی کی تھی، وہ بھی نمیرہ اور طوبیٰ کے ساتھ وہیں موجود تھی اور تاجدار بیگم نے باقی ملازموں کو لائن حاضر کر لیا۔۔

"ارے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا، کہاں دفعان ہو گیا راتوں رات صندل کا خاندان۔۔۔"

تاجدار بیگم کی پاٹ دار آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ اس وقت سبھی ملازمین ایک قطار کی صورت میں ہال کمرے میں اکھٹے تھے۔ جہاں پر خواتین نے کھلی کچہری لگا رکھی تھی اور ابھی اس بات سے گھر کے مرد لاعلم تھے۔

"دیکھو ذرا ایسی کون سی موت آن پڑی ان سب کو بیٹھے بیٹھائے، جو منہ اٹھا کر نکل گئے گھر سے۔۔۔" شارقہ بیگم بھی برہم انداز سے گویا ہوئیں۔

"رشیدہ، کل شام سے کچھ پریشان سی لگ رہی تھی بی بی جی۔۔۔" مالی کی بیوی نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"وہ کم بخت تو صندل کے مرنے کے بعد سے ایسی ہی بوکھلائی ہوئی گھومتی تھی، یہ کوئی نئی بات تھوڑا ہے۔۔۔" تاجدار بیگم نے اس بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

"آخری دفعہ کب دیکھا تھا بہادر کو کسی نے گیٹ پر۔۔۔؟" ندرت بیگم نے بھی تفتیش میں حصّہ لیا۔

"میں نے دیکھا تھا بیگم صاحبہ، تقریباً رات آٹھ بجے، وہ گیٹ پر بیٹھا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔۔۔۔" مالی نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

اس کے بعد کیا کسی نے منتر پڑھ کر غائب کر دیا پورے کنبے کو۔۔" تاجدار بیگم ہلکا سا چڑ کر بولیں۔"

"ویسے بھی وہ جانتیں تھیں کہ بہادر کے خاندان کے اس گھر سے جانے کے بعد میر ہاؤس میں کیسا بدنظمی کا طوفان آنے والا ہے، وہ لوگ بہت سالوں سے ان کی خدمت پر معمور تھے اور کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔

"یہ کون سی عدالت سجی ہوئی ہے یہاں۔۔۔۔"

میر حاکم کی اچانک انٹری سے پورے ہال میں ایک ہلچل سی مچ گئی، وہاج میر بھی ان کے ساتھ تھے۔ سب خواتین نے بوکھلا کر اپنے دوپٹے سروں پر جمائے، اور تینوں لڑکیاں بھی کونشس ہو کر بیٹھ گئیں۔

"میں پوچھ رہا ہوں، یہ ملازمین کی فوج کو کیوں اکٹھا کر رکھا ہے یہاں۔۔۔؟ ان کے تیز لہجے میں کوفت اور بیزاری کا عنصر نمایاں تھا۔

"آپ بیٹھیں ابا جی، اصل میں تھوڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔۔" تاجدار بیگم کی پریشان آواز پر وہ ہلکا سا چونکے۔۔۔

"کیوں، کسی نے حرام خوری کی ہے گھر میں کیا۔۔۔؟" ان کا بات کرنے کا اپنا ہی کاٹ دار مخصوص انداز تھا۔

"جی ابا جی، کچھ ایسا ہی سمجھیں۔۔۔" ندرت نے تھوڑا بات کو گھمانے کی کوشش کی، جو انہیں خاصی مہنگی پڑی۔

"تو منہ سے کوئی پھوٹے گا تو پتا چلے گا ناں۔۔۔۔" وہ کفن پھاڑ کر بولے۔۔ ان کے ایکدم غصّے میں آنے پر سبھی خواتین کا ایک ساتھ رنگ اڑا، وہ تو عام حالات میں کسی سے ڈھنگ سے بات نہیں کرتے تھے اور یہاں تو اچھا خاصا مسئلہ چل رہا تھا۔۔

"بہادر علی کا خاندان بغیر بتائے نکل گیا ہے کہیں۔۔۔" تاجدار بیگم کی بات پر وہاج نے بوکھلا کر اپنی ماں اور دونوں چاچیوں کی طرف دیکھا۔

"کہاں نکل گیا ہے۔۔؟"

"یہی تو پتا نہیں چل رہا، کوارٹر سے ان کا ضروری سامان بھی غائب ہے۔۔۔" تاجدار بیگم نے نظریں چرا کر کہا۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تھا ان کا۔۔۔؟ کہاں جا سکتے ہیں وہ لوگ۔۔۔؟" میر حاکم کو ایک دم ہی غصہ آیا۔

"لگتا ہے کہیں اور سے اچھی نوکری کی آفر آ گئی ہو گی۔۔۔" ندرت نے ایک بار پھر لقمہ دیا۔۔۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"۔ میر حاکم نے فوراً ہی ان کی بات کو رد کیا اور ندرت بیگم کا چہرہ پھیکا پڑ گیا، شارقہ بیگم کو دل ہی دل میں کمینی سی خوشی ہوئی۔

"پچھلے بیس سالوں سے ان کا خاندان ہم پال رہے ہیں، روٹی، کپڑا، مکان ہر چیز تو مل رہی تھی انہیں، بیچ میں چکر کوئی اور ہے۔۔" ان کے دوٹوک انداز پر وہاج کا رنگ اڑا اور طوبیٰ نے طنزیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا، جو بار بار اپنے رومال سے اپنے ماتھے پر آیا نادیدہ پسینہ صاف کر رہے تھے۔

"اباجی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔" تاجدار بیگم نے ہمیشہ کی طرح اپنے سسر کی ہاں میں ہاں ملائی۔۔۔

"لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ بیچ میں مسئلہ کیا ہو گا آخر۔۔۔؟" انہوں نے اپنی کنپٹی پر انگلی گھماتے ہوئے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کی۔

"وہاج بھائی سے پوچھیں ناں، شاید انہیں کچھ پتا ہو۔۔۔۔"

طوبیٰ نے ایکدم ہی کمرے میں بم پھوڑا، وہاج کے چہرے پر بوکھلاہٹ چھلکی۔ سبھی کی نظریں طوبیٰ کی طرف اٹھ گئیں۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟ وہاج کو کیوں پتا ہو گا۔۔۔" تاجدار بیگم کو بڑوں کی موجودگی میں طوبیٰ کا بولنا سخت ناگوار گزرا۔ تبھی تو ان کی آنکھوں سے ٹپکتی ناگواری کو محسوس کر کے شارقہ بیگم بے چین ہوئیں۔

"میرا یہ مطلب ہے، صندل بھی تو نور محل میں رہتی رہی ہے، ہو سکتا ہے وہ لوگ بھی وہیں چلے گئے ہوں۔۔" طوبیٰ نے فوراً بات سنبھالی۔

"ایسے ہی اوٹ پٹانگ ہانکتی رہتی ہو، وہ لوگ بغیر بتائے کیسے جا سکتے ہیں وہاں، اور تم تینوں اٹھو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔۔۔" شارقہ بیگم نے سب کے سامنے اپنی بیٹی کو لتاڑا اور ساتھ ہی انہیں وہاں سے کھسکنے کا اشارہ کیا، وہ تینوں بادل نخواستہ انداز میں اٹھیں اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئیں۔ طوبیٰ اور نمیرہ کا بڑا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ساری کاروائی اپنی آنکھوں سے دیکھیں لیکن

شارقہ بیگم کے حکم کے بعد ایسا ہونا ممکن نہیں تھا۔

تم سب لوگ بھی جاؤ ادھر سے۔۔۔" وہاج نے اپنی بوکھلاہٹ کو چھپانے کے لیے ملازموں پر برسنا شروع کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی ہال کمرہ خالی ہونے لگا، لیکن میر حاکم کے چہرے پر پھیلی تشویش میں کمی نہیں ہوئی، ان کی چھٹی حس کسی بڑی گڑبڑ کا اشارہ کر رہی تھی اور مصیبت یہ تھی کہ اس گڑبڑ کا فی الحال انہیں کوئی بھی سرا نہیں مل رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ کی گاڑی بڑی تیزی کے ساتھ ایف سیکٹر کی طرف بھاگ رہی تھی۔۔۔

ایک بے نام سا اضطراب ان دونوں کے جسم میں چٹکیاں بھر رہا تھا۔۔۔

وہ اپنے دوست کے ساتھ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر تھا جبکہ رومیصہ افسردہ انداز میں پچھلی سیٹ پر براجمان تھی، اس نے اپنے چہرے کو دوپٹے کے ساتھ چھپا رکھا تھا، اور اس چیز کی تلقین اس شخص کی طرف سے آئی تھی جس کی بات ماننے کا اب اس نے عزم کر رکھا تھا۔

"میرا خیال ہے انہیں کسی مرکز میں چھوڑ دیتے ہیں، وہاں سے ٹیکسی لے کر چلی جائیں گی اپنے گھر۔۔۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔" اس نے فوراً ہی اس بات کی نفی کی۔

"دماغ چل گیا ہے تیرا، کیا گھر کے اندر تک چھوڑ کر آئے گا۔۔؟" اسکا دوست جھنجھلا اٹھا۔۔۔

"کم از کم گیٹ تک تو چھوڑ سکتے ہیں ناں۔۔۔" وہ رومیصہ کے معاملے میں اب کسی قسم کا بھی رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"ٹینا ہاؤس کے باہر سی سی ٹی وی کیمرہ لگا ہوا ہے، یہ بات بھی ذہن میں رکھنا، ایسے نہ ہو داماد صاحب کو پہلے ہی رات حوالات میں گذارنی پڑ جائے۔۔۔" اسکے فرینڈ کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی، مگر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔۔۔

"شٹ اپ، میں اسے راستے میں نہیں چھوڑ سکتا، چاہے کتنا ہی رسکی کیوں نہ ہو۔۔۔۔" اسکا ضدی انداز اور کیئرنگ رویہ رومیصہ کو اچھا لگا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، گاڑی گیٹ کے سامنے لے جانا ٹھیک نہیں ہو گا، ہو سکتا ہے، ہمارے گھر کے باہر پولیس گارڈز بھی ہوں۔" رومیصہ نے ہلکا سا جھجک کر گفتگو میں حصّہ لیا۔

"بھابھی، یہ بات مجھے نہیں، اس بے وقوف کو سمجھائیں۔۔۔"

رومیصہ اس کے بھابھی کہنے پر ایک دم بلش کر گئی، اور اسی لمحے اس نے بھی بیک مرر سے اسکی طرف دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں اور رومیصہ کے دل کی دنیا میں ایک طلاطم برپا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے، تم گاڑی اسٹریٹ کے کارنر پر کھڑی کر دینا، میں رومیصہ کے پیچھے چلتا رہوں گا، جب تک وہ گھر کے اندر نہیں چلی جائے گی۔" وہ بات جو اس کا دوست اتنی دیر سے نہیں سمجھا پایا تھا وہ رومی کی ایک نظر نے سمجھا دی تھی اسے۔۔

اس نے ڈیش بورڈ کھول کر مختلف سی ڈیز دیکھنا شروع کر دی تھیں، اور سی ڈی پلئیر چلا دیا، پوری گاڑی میں مہندر کپور کی خوبصورت آواز گونجنے لگی۔

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں۔۔۔

نہ میں تم سے امید رکھوں دل نوازی کی۔۔۔۔۔

نہ تم میری طرف دیکھو، غلط انداز نظروں سے

اس گیت کا ایک ایک بول ان دونوں کے دل پر اتر رہا تھا، رومیصہ کو لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے سولی پر چڑھانے کے لیے لے جا رہا ہو۔ اسکے سیکٹر کی حدود جیسے ہی شروع ہوئیں، ان تینوں کے ہی اعصاب تن گئے۔ اس کے دوست نے گاڑی اس کی اسٹریٹ کے شروع میں ہی ایک سائیڈ پر کھڑی کر دی، اس نے تیزی سے اتر کر رومی کی سائیڈ کا دروازہ کھولا، اس کا چہرہ دوپٹے میں چھپا ہوا تھا لیکن اسکی آنکھیں ضبط کی کوشش میں لال ہو رہی تھیں۔

"دھیان سے جانا جگر۔۔۔" اس کا دوست اس کے لیے فکر مند تھا۔۔۔

"ڈونٹ وری، چلو رومیصہ۔۔۔۔"

اس کے لہجے کی نرمی پر رومیصہ کا دل ایک دفعہ پھر پگھلا، اور اس کا ایک ایک قدم منوں وزنی ہو رہا تھا، وہ بمشکل چل رہی تھی، اور وہ اس سے کچھ فاصلے پر منہ نیچے کیے بہت آہستگی سے بولتا ہوا آ رہا تھا۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت رومیصہ ضبط کی کڑی منزلوں سے گذر رہی ہے۔

"پریشان مت ہونا، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔" رومیصہ کو اس وقت اسی دلاسے کی اشد ضرورت تھی۔ وہ چلتے چلتے بے اختیار مڑی، دوپہر کے اس پہر پوری گلی سنسان تھی اس کے باوجود دونوں کے چہروں سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔

"ارسل۔۔۔۔!!!" اسے لگا جیسے کائنات تھم گئی ہو۔ رومیصہ نے پہلی دفعہ، اسے اس کے نام سے پکارا تھا۔

"اس طرح سے دیکھو گی تو پلٹ کر نہیں جا سکوں گا۔۔۔" ارسل نے بے اختیار نظریں چرائیں۔۔۔

"مجھے نہیں جانا۔۔۔" رومیصہ کی آنکھوں سے آنسو ایک ساتھ ٹپکے۔۔۔

"اچھا ادھر آؤ۔۔۔" وہ نرمی سے اسکا بازو پکڑ کر ایک کوٹھی کی بوگن ویلیا کی گھنی بیل کے نیچے لے آیا۔

وہ دونوں اس گھنی بیل کے نیچے اس انداز سے کھڑے تھے کہ پاس سے گذرنے والا ہی بمشکل ان کے چہرے دیکھ سکتا تھا۔

رومیصہ کے چہرے سے دوپٹہ ہٹ گیا تھا اسکی آنکھیں شدت گریہ سے سرخ ہو رہی تھیں، وہ شاید سارا راستہ روتی ہوئی آئی تھی، ارسل کے دل پر گھونسہ سا پڑا۔

"پلیز رومی، مجھے ایگزام نکال دینے دو، میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔۔۔" وہ بلا ارادہ اس کے تھوڑا قریب ہوا، اس کی آنکھوں سے چھلکتے جذبے اور لہجے کی سچائی کو کسی گواہی کی ضرورت نہیں تھی۔

رومیصہ کو پہلی دفعہ یقین آیا تھا کہ اللہ کی اس پر خاص رحمت تھی، جس نے اس کی بے انتہاء غلطیوں اور کوتاہیوں کے باوجود اس شخص کا ساتھ اس کی قسمت میں لکھ دیا تھا جس نے اسے اپنی مکمل ذمے داری کے طور پر قبول کیا تھا۔

وہ رو رہی تھی اور ارسل اپنے ہاتھوں کی نرم انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو چن رہا تھا، وہ دونوں کسی اور دنیا میں پہنچے ہوئے تھے، اور سیل فون کی گھنٹی انہیں حقیقت کی دنیا میں لے آئی۔

"تم خود بھی مرو گے اور مجھے بھی مرواؤ گے۔۔۔"

اسکا دوست گاڑی میں بیٹھا ہوا اتنی زور سے چیخا تھا کہ سیل فون سے باہر اسکی آواز رومیصہ کی سماعتوں تک بھی پہنچی، اس نے بوکھلا کر ایک دفعہ پھر دوپٹے سے منہ چھپالیا۔

"آرہا ہوں میں۔۔۔" ارسل نے سنجیدگی سے جواب دے کر فون بند کر دیا۔ "چلو رومیصہ، تمہیں جانا ہوگا۔۔۔

"تم جاؤ، میں چلی جاؤں گی۔۔۔" وہ ہونٹ کچلتے ہوئے آنکھوں میں تنی دھند کی چادر کو ہٹانے میں کوشاں تھی۔

"تمہیں پتا ہے ناں میں تمہیں راستے میں نہیں چھوڑ سکتا، یہ میری بھی مجبوری ہے۔۔۔" جملہ سادہ لیکن انداز خاصا معنی خیز تھا۔ وہ بوکھلا کر تیز تیز چلنے لگی، وہ اپنی وجہ سے اس شخص کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی، جو اس کے دل پر اپنے نام کو جھنڈا لگا چکا تھا۔

"ہم پھر ملیں گے رومیصہ، اور یہ وعدہ ہے میرا تمہارے ساتھ۔۔۔"

"تم جاؤ ارسل، میں چلی جاؤں گی اب۔۔۔" وہ چلتے چلتے مڑی، ارسل کی سانس سینے میں اٹکنے لگی، اور اسکے قدموں کی رفتار سست پڑ گئی۔

اسی وقت رومیصہ کے گیٹ کے اندر سے دو سیکورٹی گارڈ باہر نکلے، انہوں نے چونک کر اس لڑکی کی طرف دیکھا، جو بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی گیٹ پر آن پہنچی تھی، ایک سیکورٹی گارڈ نے اسے پہچان لیا۔

"رومیصہ بی بی، آپ۔۔۔" سیکورٹی گارڈ پر جوش انداز میں چیخا۔

ارسل نے اس کے گھر کے سامنے سے گذرتے ہوئے ایک سرسری نگاہ اس عالی شان بنگلے پر ڈالی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی آمد

سے اندر ایک کھلبلی سی مچ جائے گی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ مر جائے گی لیکن اس پر کوئی حرف آنے نہیں دے گی۔۔

وہ تیز تیز چلتا ہوا گلی کے اختتام پر پہنچ گیا، اس نے آخری دفعہ مڑ کر دیکھا، رومیصہ اندر جا چکی تھی اور ارسل کو لگا جیسے اس کے تن سے بھی روح نکل گئی ہو۔ اس کی جدائی اس قدر جان لیوا ہو گی، اس بات کا ادراک اسے ابھی ابھی ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پاس آئے، دوریاں پھر بھی کم نہ ہوئیں۔۔۔

اک ادھوری، سی ہماری کہانی رہی۔۔۔۔

ٹی وی اسکرین پر کسی انڈین مووی کا آخری جذباتی سین چل رہا تھا اور پورے کمرے میں انابیہ کی سسکیاں گونج رہی تھیں، وہ صوفے پر دونوں پیر اوپر رکھے مکمل طور پر اس دکھی منظر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ پاس ہی ٹشو کا ایک ڈبہ رکھا ہوا تھا۔

برہان اور در شہوار ٹی وی لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے، انابیہ کو انکی آمد کی بالکل بھی خبر نہیں ہو سکی، وہ تو اس وقت ہیرو کی موت اور ہیروئن کے غم میں نڈھال تھی، اور پورا گھر جانتا تھا کہ وہ اس معاملے میں کتنی جذباتی اور حساس ہے۔ اس وجہ سے اس کی باقی کزنز اس کا خوب مذاق اڑاتیں اور وہ چاہ کر بھی اپنی بے جا حساسیت سے پیچھا نہیں چھڑا سکی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔؟"

برہان کے سرد لہجے پر وہ ایک لمحے کو سٹپٹا کر اٹھی۔ اس کی گود میں رکھا ریموٹ کنٹرول کارپٹ پر جا گرا۔ جسے برہان نے جلدی سے اٹھا کر ٹی وی اسکرین کو آف کیا، انہیں اس قسم کی موویز سخت کوفت میں مبتلا کرتی تھیں۔

"السلام علیکم۔۔۔" اس نے بوکھلا کر انہیں سلام کیا، در شہوار کے چہرے پر ایک محظوظ ہوتی مسکراہٹ تھی، وہ جانتی تھی کہ اس وقت انابیہ کے دل کی کیا حالت ہو گی اور وہ ہمیشہ ایسی سچویشنز کو انجوائے کرتی تھی۔

"یہ کیا ڈرامہ چل رہا تھا یہاں۔۔۔؟ آخر تم کس دن حقیقت کی دنیا میں جینا سیکھو گی۔۔۔" انہوں نے بے رحمانہ انداز میں اسے جھاڑا۔

"مجھ سے زیادہ حقیقت پسند کم از کم میر ہاؤس کی کوئی اور لڑکی نہیں ہو سکتی۔۔۔" انابیہ خود کو سنبھال چکی تھی، اس کے تلخ لہجے نے برہان اور در شہوار دونوں کو ہی چونکا دیا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا اس بات سے۔۔۔؟؟؟" ان کی تیوری کے بل گہرے ہوئے۔

"مطلب۔؟ اور وہ بھی آپ پوچھ رہے ہیں۔۔۔؟" انابیہ کا طنز انہیں سلگا گیا۔

"ہاں میں ہی پوچھ رہا ہوں۔۔۔"

ان کی گہری سرد، برفیلی نظریں انابیہ کی قوت برداشت کا امتحان لے رہی تھیں لیکن وہ آجکل زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا ہنر سیکھ رہی تھی۔ اس لیے اپنے قدموں پر مضبوطی سے ڈٹی رہی۔

"آپ نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہو گا، کیونکہ جس دن انابیہ خاقان کی زبان کھل گئی، اس کے بعد آنے والا طوفان میر ہاؤس کی درو دیوار کو ہلا کر رکھ دے گا۔" وہ اس دفعہ اپنے پر اعتماد انداز سے برہان کے ساتھ ساتھ در شہوار کے بھی چھکے چھڑا گئی۔ تبدیلی کا یہ موسم بڑی تیزی سے آیا تھا۔

"یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو مجھ سے۔۔۔" وہ جیسے ہی لاؤنج سے نکلنے لگی، برہان نے بلا ارادہ غصّے سے اسکا بازو پکڑا۔ انابیہ کے چہرے پر ایک تمسخرانہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔ در شہوار کا دل دہل گیا۔

"بس چند منٹوں میں ہی ضبط کھو دیا، میرا بھی تو حوصلہ دیکھیں، اتنے سالوں سے برداشت کر رہی ہوں۔۔۔" وہ ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر غصّے سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"اسے کیا ہوا۔۔۔؟" در شہوار نے حیرانگی سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔" چھوٹی بہن کے سامنے اس کا رویّہ انہیں بہت انسلٹنگ لگا۔

"میں پوچھتی ہوں اس سے۔۔۔" در شہوار تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اس کے کمرے کی طرف گئی، دروازہ کھلا ہوا تھا، سامنے طوبی آئرن اسٹینڈ پر اپنا کوئی سوٹ پریس کر رہی تھی، اسے دیکھ کر وہ بے تابی سے اسکی جانب بڑھی۔

"تھینکس گاڈ، تم آ گئیں، قسم سے پورے گھر میں عجیب سی وحشت اور اداسی کا راج تھا، ہم سب لوگ بہت مس کر رہے تھے تمہیں۔۔۔" طوبی سے گلے ملتے ہوئے بھی اس کی نظریں انابیہ کو تلاش کر رہی تھیں۔ طوبی نے جلد ہی اسکی بے چینی کو بھانپ لیا۔

"کسے تلاش کر رہی ہو۔۔۔؟"

"بیا کہاں ہے۔۔۔" در شہوار کا جملہ ابھی منہ میں ہی تھا، انابیہ واش روم سے نکلی اور اس نے ہاتھ میں پکڑا تاول کرسی پر اچھالا، اسکی آنکھوں سے چھلکتا گلابی پن دونوں کو ہی باور کروا گیا کہ وہ اندر رو کر آئی ہے۔

"بیا، کیا ہوا آپ کو۔۔۔؟" در شہوار نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا تو طوبیٰ بھی فکر مند ہوئی۔

"کچھ نہیں اور تم جاؤ یہاں سے۔۔۔"

انابیہ کے لہجے کی بے رخی پر در شہوار کو جھٹکا سا لگا۔ اس نے بوکھلا کر اپنی اس کزن کو دیکھا، جس کی نرم مزاجی کی خاندان کی سب خواتین مثالیں دیتی تھیں، وہ کچھ لمحے غور سے انہیں دیکھتی رہی اور پھر جھٹکے سے مڑ گئی۔ طوبی گھبرا کر اپنی بہن کی طرف

بڑھی۔

"فار گاڈ سیک طوبی، مجھ سے کچھ بھی مت پوچھنا، میں اپنا ضبط کھو دوں گی۔۔۔"

وہ بیڈ پر لیٹی اور اس نے کمبل تان لیا، جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اس لمحے کسی سے بھی بات کرنا نہیں چاہتی۔ طوبیٰ کو بے شمار اندیشوں نے گھیر لیا، وہ جانتی تھی کہ انابیہ کو کوئی چھوٹی موٹی بات پریشان نہیں کر سکتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"دیکھیں بیرسٹر صاحبہ، بندہ ہر بات برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنی بہو بیٹیوں کی عزت کی طرف اٹھتا ہوا ہاتھ نہیں۔۔۔"

شجاع غنی کی اس بات نے شہرزاد کو کچھ لمحوں کے لیے سن کر دیا، اور وہ ہکا بکا انداز میں اس شخص کا چہرہ دیکھنے لگی، جو چند ہی دنوں میں اسے خاصا بوڑھا سا لگنے لگا تھا۔

وہ اس وقت ارتضی حیدر کی مدد سے شجاع غنی کے نئے گھر پہنچ چکی تھی، اس کی پریس کانفرنس کے بعد اس کے گھر کا پتا تلاش کرنا اتنا بھی مشکل نہیں رہا تھا، تبھی تو چند ہی گھنٹوں کے بعد وہ اسکی بیٹھک میں موجود تھی۔

"آپ خود بتائیں، جب گھر کی خواتین کی عزت پر حرف آنے لگے تو ایک غیرت مند بندہ کیا کرے، ان کا تماشا بنوائے یا سچائی کا ساتھ دے۔۔۔" شجاع غنی کے منہ سے نکلنے والے اس جملے نے اسے لاجواب کر دیا، اس نے بے یقین نظروں سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اس مجبور شخص کو دیکھا، جس کی جھکی گردن، مایوسی میں ڈوبا ہوا لہجہ اور بے بس انداز چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ اس نے یہ قدم کس مجبوری کے عالم میں اٹھایا ہو گا۔

"میں آپ کی بات سمجھی نہیں شجاع صاحب۔۔۔" وہ جان کر بھی انجان بن گئی۔

"اب کیا بتاؤں، آپ کو۔۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوا۔

"میرے ساتھ آخری ملاقات تک تو آپ اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے تھے۔۔۔" اس نے انہیں یاد دلایا۔

"کورٹ میں آخری پیشی کے بعد میں گھر آیا تو میری سب سے چھوٹی بیٹی کالج سے آتے ہوئے راستے سے غائب کر دی گئی، ایسے عالم میں کون شریف انسان اپنے موقف پر قائم رہ سکتا ہے۔۔۔" اس کے لہجے میں ٹوٹی کرچیوں کی سی چبھن تھی۔

"واٹ۔۔۔؟" شہرزاد کے ساتھ ساتھ ارتضی کو بھی شاک لگا۔

"آپ کو انفارم کرنا چاہیے تھا ہمیں۔۔۔" ارتضی ہلکا سا جھنجھلایا۔۔۔

"دیکھیں ایس پی صاحب۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید بولنے سے روکا۔

"میں اتنا بہادر نہیں تھا کہ اپنی بیٹی کا میڈیا میں تماشا بنوا لیتا اور لوگوں کی انگلیاں اس کے کردار کی طرف اٹھتیں اور وہ ساری

زندگی خاندان والوں کی چبھتی ہوئی نظروں اور بے ہودا سوالوں کے جوابات دیتے گذار دیتی۔۔۔" شجاع غنی کے منہ سے نکلنے والی اس تلخ سچائی نے شہرزاد کو کچھ لمحوں کے لیے گنگ کر دیا۔

"کیا میر حاکم علی کے خاندان نے یہ گھٹیا حرکت کی تھی۔۔۔؟" اس نے ہلکا سا سنبھل کر پوچھا۔

"ان کے علاوہ کون کر سکتا تھا ایسا۔۔۔۔" وہ طنزیہ انداز میں مزید گویا ہوا۔

"صرف چند گھنٹوں میں انہوں نے میری ذات کا غرور چھین لیا، میری عزت نفس اور غیرت کا سودا کر دیا، میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حل چھوڑا ہی نہیں، بہر حال میں بہت زیادہ شرمندہ ہوں آپ سے، ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔۔۔" شجاع غنی حقیقتاً شرمندہ تھا۔

"آپ نے جو کیا، بالکل ٹھیک کیا۔۔۔" ارتضی حیدر نے ان کی شرمندگی کے احساس کو کم کرنے کے لیے کہا۔

"میرا خیال ہے شہرزاد، اب ہمیں نکلنا چاہیے۔۔۔" وہ ایک دم کھڑے ہوئے اور شہرزاد کو بھی ان کی پیروی کرنا پڑی۔۔۔

"آپ ٹینشن مت لیں، اللہ ظالموں کی رسی دراز ضرور کرتا ہے لیکن انہیں اسی دنیا میں اسکا حساب دینا پڑے گا۔" شجاع غنی نے شہرزاد کے بجھے ہوئے چہرے کو دیکھ کر سنجیدگی سے کہا تو وہ زبردستی مسکرا دی۔

وہ دونوں اس کی بیٹھک سے نکل کر سڑک پر آ گئے جہاں ارتضی کی جیپ کھڑی تھی، اس نے آگے بڑھ کر احتراماً شہرزاد کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا اور وہ اپنی سوچوں میں گم چپ چاپ بیٹھ گئی، اس ملاقات نے اس کا میر فیملی کی طرف سے مزید دل کھٹا کر دیا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ۔۔۔؟" ارتضی نے اسکا کسی گہری سوچ میں گم چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"میرے خیال میں، شجاع صاحب کو اتنی جلدی ہتھیار نہیں پھینکنے چاہیے تھے۔۔۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید یہی کرتا۔۔۔" ارتضی حیدر کی صاف گوئی پر شہرزاد کو تعجب کا جھٹکا لگا۔

"کم از کم آپ سے میں اس بزدلی کی توقع نہیں کرتی۔۔۔۔" شہرزاد کے دل کی بات اسکے لبوں سے نکلی۔

"آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ اولاد کی محبت کیا چیز ہوتی ہے۔۔۔"

"ہاں، آپ کے تو جیسے ایک درجن بچے ہیں۔۔۔۔" وہ جل کر بولی اور ارتضی کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔

"بعض دفعہ ہمارے کچھ بولڈ فیصلے، دوسروں کے راستے میں کرچیاں بھی بکھیر سکتے ہیں، اس لیے میں اس کامیابی کو کامیابی نہیں سمجھتا، جو دوسروں کو امتحان میں ڈال کر حاصل کی جائے۔۔۔ وہ دوٹوک انداز میں اپنا موقف بتا رہا تھا۔

"کسی ایک جنریشن کو تو قربانی دینا ہی پڑتی ہے۔۔۔" شہرزاد کے اس معاملے میں اپنے اصول تھے۔

"آپکی بہن کے ساتھ جو ہوا، اس کے باوجود بھی آپ یہی کہہ رہی ہیں کہ شجاع کو اسٹینڈ لینا چاہیے۔۔۔۔۔"

ہاں۔۔۔" وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

"شجاع غنی کی بیٹی کا کیا قصور ہے شہر زاد۔۔۔" ارتضی حیدر نادانستگی میں اسکی دکھتی رگ کو دبا گیا۔

"تو میری بہن کا کیا قصور تھا، اسے بھی تو جان بوجھ کر اس سارے معاملے میں ملوث کیا گیا، وہ ابھی تک اپنے ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہی ہے اور اللہ جانے کب تک بھگتی رہے گی۔۔۔" وہ ایک دم پھٹ پڑی۔

"آئی ایم سوری، میرا مقصد ہر گز آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔۔" وہ بے چین ہوا۔

"آپ کو جو بھی مقصد تھا لیکن یہ بات ذہن میں رکھیے کہ میری بہن نے جسٹس محمود کے بیٹے کا مرڈر نہیں کیا۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی اور ارتضی پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

"آئی تھنک، آپ نے میری بات کو مائنڈ کیا ہے۔۔۔" اس کے لہجے میں پریشانی ہی پریشانی تھی۔ وہ اسکی ناراضگی کسی بھی قیمت پر افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔" شہر زاد نے فوراً ہی اسکی بات کی فوراً ہی نفی کی اور کھڑکی سے باہر دوڑتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔۔۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" ارتضی حیدر کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

"میں نے کہاناں، آل رائٹ۔۔۔ وہ لاپرواہی سے بولی۔

"تو ٹھیک ہے پھر ایک کپ کافی کا آپ کو میرے ساتھ پینا ہو گا۔۔ اس نے اپنی جیپ "سیکنڈ کپ" کافی شاپ کے سامنے روک دی۔

"ٹرسٹ می ارتضی، میرا قطعاً بھی موڈ نہیں ہے۔۔۔۔"

"چلیں، آپ میرا ساتھ دینے کو کچھ دیر کے لیے بیٹھ تو سکتی ہیں ناں۔۔۔" وہ نرمی سے گویا ہوا۔

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اترا تو شہر زاد کو بھی مجبوراً اس کی بات ماننی پڑی کیونکہ وہ اپنی پروفیشنل مصروفیات میں ہر مشکل وقت میں اس کے ساتھ ہوتا تھا، اور وہ کم از کم احسان فراموش نہیں تھی۔

اسے کافی شاپ میں بیٹھے ہوئے بمشکل پانچ منٹ ہی گذرے تھے جب اسکی ٹیکسٹ ٹون کی بپ بجی۔۔۔ اس نے ایک لمبا سانس لے کر اپنے سیل فون کی اسکرین پر نظریں دوڑائیں، اسے ہلکا سا شاک لگا۔۔۔ سامنے ہم زاد کا میسج تھا۔

"زندگی میں مجھے آج سے پہلے کافی کبھی اتنی بُری نہیں لگی، تم جب جب اس شخص کے ساتھ ہوتی ہو، یقین مانو میرے لیے کھل کر سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے، آخر کب تک تم میرے دل سے کھیلتی رہو گی۔۔۔"

اس نے بے اختیار گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھا، اس وقت کافی شاپ میں کافی رش تھا۔ ارتضی سیلف سروس کی وجہ سے کاؤنٹر پر کھڑا تھا اس کی پشت شہرزاد کی طرف تھی، اور ہمزاد کا یہ میسج شہرزاد کا سارا سکون برباد کر چکا تھا، تبھی ارتضی واپس آیا تو وہ بے چینی سے پہلو پر پہلو بدل رہی تھی۔۔

"سب کچھ ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟" وہ اسکی بے چینی بھانپ چکا تھا۔

"ہاں۔۔۔" وہ زبردستی مسکرائی، اسی وقت اس کے سیل فون کی مترنم گھنٹی بجی، دوسری طرف ٹینا بیگم تھیں۔

"شہرزاد کہاں ہو تم، فوراً گھر پہنچو۔۔۔"

"کیا ہوا ممی، خیریت تو ہے ناں۔۔۔" ان کا غیر معمولی انداز اس کا دل دھڑکا گیا۔

"رومیصہ واپس آگئی ہے۔۔۔" ٹینا بیگم کے اس جملے نے اسکی سماعتوں پر ٹھنڈی پھوار برسا دی۔ یہ وہ الفاظ تھے جن کو سننے کے لیے اس کے کان ترس گئے تھے۔ تبھی وہ کافی کا مگ میز پر رکھ کر بے تاب انداز میں کھڑی ہوئی۔

"ارتضی، ہمیں نکلنا ہو گا، رومی گھر آگئی ہے واپس۔۔۔" اس کے ہر انداز سے خوشی چھلک رہی تھی۔

"دیٹس گریٹ۔۔۔" اس نے بھی اپنا کافی کا کپ جوں کا توں واپس رکھ دیا تھا۔ اگلے ہی لمحوں میں وہ سب کچھ بھول کر بڑے ریلیکس انداز میں ارتضی کی جیپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رومیصہ کی واپسی کی خبر نے اس کے اعصاب کو خاصا پر سکون کر دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تمہیں کس نے بتایا، شجاع غنی کو اس طرح ٹریپ کیا گیا تھا۔۔۔؟"

سعد نے ہادی کا چہرہ حیرانگی سے دیکھا، جیسے وہ کوئی داستان امیر حمزہ سنا رہا ہو۔ دونوں اس وقت لان میں ٹہل رہے تھے۔ شام کے وقت مری کی ہواؤں میں مزید ٹھنڈک کا اضافہ ہو جاتا تھا اور یہ موسم ہادی کو بے انتہاء پسند تھا۔

"ظاہر ہے کون بتا سکتا ہے، شہرزاد نے ممی کو بتایا تھا، اسکی ملاقات ہوئی تھی اس سے۔۔۔"

"یہ تو بہت بُرا کیا میر خاقان نے۔۔۔" سعد کو بھی ٹھیک ٹھاک افسوس ہوا۔۔

"میں تو تمہیں پہلے دن سے کہہ رہا ہوں کہ یہ خاندان اس قابل نہیں ہے کہ انہیں منہ لگایا جائے۔۔۔" ہادی ٹہلتے ٹہلتے رکا۔۔۔۔

اسے اپنے اوپر کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس ہو رہا تھا، جس کی وجہ سے خاصی الجھن ہو رہی تھی۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور کسی کو نہ پا کر اس کی نظر جیسے ہی میر ہاؤس کے ٹیرس پر پڑی وہ جی بھر کر بدمزا ہوا۔

سامنے درشہوار چائے کا کپ پکڑے بظاہر بے نیازی سے دوسری جانب دیکھ رہی تھی لیکن ہادی کو اسکی ایکٹینگ میں جھول

دور ہی سے نظر آ رہا تھا۔نہ جانے کیوں اسے اس لڑکی کی ہر چیز ہی بہت بُری لگتی تھی،یہ شاید اس کے خاندان کے ساتھ اسکی ناپسندیدگی تھی یا پھر کوئی اور عنصر کارفرما تھا،اسے اس بات کی گہرائی میں جانے کا ابھی تک موقع نہیں ملا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟؟؟" سعد نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا،جو غضب ناک نظروں سے میر ہاؤس کے ٹیرس کی طرف دیکھ رہا تھا۔در شہوار کو دیکھتے ہی سعد کو سارا معاملہ سمجھ آ گیا۔

"چلو اندر چلتے ہیں،اب کوئی شریف انسان اپنے لان میں ٹہل بھی نہیں سکتا۔۔۔"ہادی کے ہونٹوں پر زہر ناک تبسم ابھرا۔

"کیوں،ہم کون سا کسی سے ڈرتے ہیں۔۔۔"سعد وہیں لان چیئرز پر جم کر بیٹھ گیا۔۔۔

"یقین مانو،اس لڑکی کو دیکھ دیکھ کر مجھے ہائی بلڈ پریشر کی بیماری ہو جائے گی۔۔۔۔"ہادی خاصا برہم تھا۔

"تم مٹی ڈالو اس پر اور یہ بتاؤ،بیرسٹر شیری اب کیا کرے گی۔۔۔" سعد نے دانستہ موضوع گفتگو بدلا۔ویسے بھی جہاں در شہوار موجود ہوتی،اس کا وہاں سے جانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔یہ ایک ایسی مجبوری تھی جس کا اظہار وہ کسی کے بھی سامنے نہیں کر سکتا تھا۔

ظاہر ہے اب وہ کیا کر سکتی ہے،سوائے صبر کرنے کے،چلو اٹھو تھوڑا باہر واک کر کے آتے ہیں۔۔۔"اس کے حلق میں کڑواہٹ گھلنے لگی۔اسے در شہوار کی نگاہوں سے الجھن ہو رہی تھی۔۔۔

"میر خاقان نے یہ سب اچھا نہیں کیا۔۔۔"

"تو کون سا پہلی دفعہ کچھ غلط کیا ہے،ہمیشہ سے یہی تو کرتے آئے ہیں وہ لوگ۔۔۔۔"

ہادی نے ایک لاتعلق سی نگاہ در شہوار پر ڈالی اور سعد کے ساتھ باہر نکل آیا،وہ دونوں اپنے گھر کے سامنے والی سڑک پر ٹہل رہے تھے،جب ارسل کی گاڑی ان کے پاس آ کر رکی۔،وہ سعد کو دیکھ کر پھیکے سے انداز میں مسکرایا اور گاڑی سے اتر آیا،اس کی سعد کے ساتھ کافی دوستی تھی۔

"کیسے ہو ارسل۔؟ آجکل کہاں گم ہو،نظر ہی نہیں آتے۔۔۔؟"سعد نے اس سے گلے ملتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"بس یار کچھ ماہ سے ہوسٹل شفٹ ہو گیا تھا،اس لیے کم کم آنا ہو رہا تھا ادھر،تم سناؤ،کیا سین چل رہا ہے۔۔۔"ارسل کے ہر انداز میں تھکاوٹ کا عنصر غالب تھا اور آنکھوں کے نیچے حلقے بھی نمایاں تھے،ہادی ان دونوں کی گفتگو خاموشی سے سن رہا تھا۔

"کچھ نہیں،وہی سرکار کی نوکری،اور کام دھندہ۔۔۔"سعد نے سراسر اسے ٹالا۔۔

"آؤ ناں اندر،ایک ایک کپ چائے کا ہو جائے۔۔۔"اس نے آداب میزبانی نبھائے۔۔۔

"فی الحال تو تم جا کر ریسٹ کرو، ایسا لگ رہا ہے جیسے صدیوں سے جاگ رہے ہو۔۔۔"سعد نے مسکرا کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ہاں اب تو لگتا ہے نیند مستقل ہی آنکھوں سے اڑ گئی ہے۔۔۔"ارسل کی زبان پھسلی۔

"کہیں کوئی عشق وشق کا روگ تو نہیں لگا بیٹھے، مڑ جا کاکا، اے راہوں بڑیاں اوکھیاں نے۔۔"سعد کے شرارتی انداز پر وہ ہنسا، اسی وقت میر ہاؤس کا گیٹ کھلا اور درشہوار باہر نکلی، جسے دیکھتے ہی ہادی کی تیوری چڑھ گئی، وہ جانتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر باہر نکلی ہے شاید اس نے ٹیرس سے ان دونوں کو ارسل کے ساتھ کھڑے دیکھ لیا تھا۔

"السلام علیکم۔۔۔"اس نے کنکھیوں سے ہادی کو دیکھتے ہوئے سبھی کو سلام جھاڑا۔اس کی آمد پر ارسل ہلکا سا جھنجھلایا۔۔

"کیا پرابلم ہے درشہوار۔۔۔"وہ کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے کچھ ڈاکومنٹس فوٹو کاپی کروانے جانا ہے، چلو گے میرے ساتھ۔۔۔"وہ ارسل کی خفگی پر تھوڑا سنبھل کو گویا ہوئی۔

"یہ کام تو گھر کا کوئی ملازم بھی کر سکتا ہے، اینی ہاؤ، دو مجھے اور تم جاؤ اندر۔۔۔"اس نے بیزاری سے اسکے ہاتھ میں پکڑا لفافہ پکڑا اور ذرا سخت لہجے میں اسے اندر جانے کا اشارہ کیا، وہ پیر پٹختی ہوئی اندر کی طرف چلی گئی، سعد کی نظروں نے بڑی دُور تک اس کا تعاقب کیا۔

بھئی سعد، اب اجازت، پھر ملیں گے انشاء اللہ۔۔۔"ارسل نے مصافحہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ باری باری دونوں کی طرف بڑھایا، اور پھر تھکے تھکے انداز میں دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گیا، میر ہاؤس کے نئے چوکیدار نے گیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ اللہ۔۔۔۔

اشہد ان لآ اِلٰہ الاّ اللہ۔۔۔۔

عصر کی اذان کے یہ کلمات جیسے ہی مونیکا کے کانوں میں پڑے، اسے اپنے اندر طمانیت کی لہریں ابھرتی ہوئی محسوس ہوئیں۔اس نے کچن کے سارے کام چھوڑ دیئے اور بڑے سکون سے ان کلمات کو سننے لگی۔

"بابا کو جانا ہے پلیز جلدی کھانا تیار کرو۔۔۔"

اسکی بہن عجلت بھرے انداز میں گویا ہوئی، تو وہ جلدی جلدی ہاتھ ہلانے لگی، مغرب کے وقت سے تھوڑا پہلے اس کا کھانا بالکل تیار تھا۔

اس کے گھر والوں کو اس نئے گھر میں شفٹ ہوئے صرف چار دن ہوئے تھے لیکن مونیکا کی ماں کا مزاج مسلسل برہم تھا،

اسے گھر تو اچھا لگا تھا لیکن پڑوس میں موجود مسجد سے آنے والی پانچ وقت کی اذان سے بڑی کوفت ہوتی اور اکثر اسی وقت ہی اس کی جارج کے ساتھ لڑائی شروع ہو جاتی اور اب تو جارج بھی اپنی بیوی کی اس بات پر بُری طرح سے چڑنے لگا تھا۔۔

"پتا نہیں کس مصیبت خانے میں اٹھا کر لے آئے ہو ہمیں۔۔۔"مارتھا نے دھلے ہوئے کپڑوں کو تہہ کرتے ہوئے اپنے شوہر کو سنایا، جو اس وقت ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اپنے بال بنا رہا تھا۔

"تم ایک انتہائی ناشکری عورت ہو، ایسا لگتا ہے جیسے تمہیں نئے گھر میں نہیں جیل میں لے آیا ہوں میں۔۔۔"جارج بھی تپ گیا۔۔

"تم نے بھی تو یہ گھر اس طرح خریدا ہے جیسے دنیا کا کوئی آخری گھر ہو۔۔۔"مارتھا نے بھی دوبدو جواب دیا۔

"ہاں تو میرے پاس کون سا قارون کا خزانہ تھا، جتنی اوقات تھی لے لیا۔۔"جارج نے ہاتھ میں پکڑا برش غصے سے بیڈ پر پھینکا۔کمرے میں کھانے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوتی مونیکا نے پریشانی سے یہ منظر دیکھا، وہ جانتی تھی کہ اسکی ماں کو کس چیز سے مسئلہ ہے۔

"بے شک گھر کرائے کا تھا لیکن سکون تو تھا۔۔"مارتھا نے بھی جھنجھلا کر واڈروب کا پٹ بند کیا۔

"یہاں کون تمہاری گردن پر انگوٹھا رکھے بیٹھا ہے۔۔۔؟"جارج غصّے سے اپنی بیوی کے عین سامنے آن کھڑا ہوا۔اسی وقت مسجد سے مغرب کی اذان کی آواز پر مارتھا نے بڑی طنزیہ نگاہوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔لاؤڈ اسپیکر کی آواز فل ہونے کی وجہ سے اب وہ دونوں صرف ایک دوسرے کے چہرے کے تاثرات ہی دیکھ سکتے تھے۔

"اب پتا چل گیا ناں، کون انگوٹھا رکھے بیٹھا ہے۔۔۔"جیسے ہی اذان کی آواز بند ہوئی مارتھا ایک دفعہ پھر شروع ہو گئی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا، آج تک چرچ کے پڑوس میں واقع احمد صاحب کی مسز نے تو کبھی ایسی شکایت نہیں کی تھی۔۔۔"جارج نے اپنی ایک جاننے والی فیملی کا حوالہ دیا۔

"ہمارے چرچ میں ہر وقت شور و غل تھوڑی ہوتا ہے۔۔۔"مارتھا کے عقائد اپنے مذہب کے معاملے میں خاصے پختہ تھے۔

"پاپا، پلیز کھانا کھائیں، اور پھر آپکو اکیڈمی بھی جانا ہے۔۔۔"مونیکا نے پریشانی سے کھانے کی ٹرے سائیڈ میز پر رکھی۔

"یہ تم اپنی ماں کو کھلاؤ، جو ہر وقت میرا بھیجا چاٹتی رہتی ہے۔۔۔"وہ غصّے میں اپنی بائیک کی چابی اٹھا کر گھر سے نکل گئے۔مونیکا نے تاسف بھری نگاہوں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا، جن کے چہرے پر ابھی بھی کوفت کا تاثر نمایاں تھا۔

"تم کب جا رہی ہو لاہور۔۔۔؟"

"کل رات۔۔۔۔"

"بس ٹھیک ہے اس دفعہ کچھ پیسے لیتی جانا اور وہاں سے اپنی شادی کی کچھ شاپنگ کر لینا۔۔۔"

ماں کی اس بات نے مونیکا کو بدمزا کیا، لیکن اس نے مصلحتاً اثبات میں سر ہلایا اور ٹرے اٹھا کر کمرے سے نکل گئی، مارتھا جھنجھلا کر بیڈ پر بیٹھی، وہ چاہ کر بھی اپنے شوہر جارج کو نہیں بتا سکتی تھی کہ اسے اذان کے کلمات نہیں اس لمحات میں اپنی بیٹی کے چہرے پر چھایا ہوا سکون خوفزدہ کرتا ہے اور اسی بات نے ان کی رات کی نیندیں اور دن کا سکون برباد کر رکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ممی، آپ نے کیوں سونے دیا اسے۔۔۔؟"

"حد کرتی ہو شیری، تم نے اسکی شکل نہیں دیکھی، کیسے چند دنوں میں مرجھا سا گیا ہے میری بیٹی کا چہرہ۔۔" ٹینا بیگم کو آج بار بار رومی پر لاڈ آ رہا تھا۔

شہر زاد کی گھر واپسی ہوئی تو رومیصہ کھانا کھا کر بڑی گہری نیند سو چکی تھی، جب کہ شہر زاد کو اس سے بات کرنے کی بے تابی تھی، اس لیے وہ کرید کرید کر ان سے رومیصہ کے متعلق پوچھ رہی تھی۔

"اس نے کچھ تو بتایا ہو گا ممی۔۔۔" شہر زاد ٹہلتے ٹہلتے رکی۔

"بس یہی بتا رہی تھی کہ وہ چند لڑکے تھے اور اسے کسی فارم ہاؤس میں بند کر رکھا تھا، اور پولیس کے چھاپے پر گھبرا کر وہ اسے لے کر نکل آئے۔" ٹینا بیگم نے سلاد کی پلیٹ سے کھیرا اٹھاتے ہوئے بڑے سکون سے بتایا، رومیصہ کی واپسی نے انہیں خاصا ریلکس کر دیا تھا۔

"انہوں نے خدانخواستہ اس کے ساتھ کچھ بُرا تو نہیں کیا۔۔" شہر زاد نے ڈھکے چھپے الفاظ میں پوچھا۔

"نہیں، نہیں، ایسا کچھ نہیں ہوا الحمد اللہ میں نے رومی سے بہت کرید کرید کر پوچھا تھا۔۔" ٹینا بیگم کا پرسکون لہجہ اس بات کا گواہ تھا کہ واقعی رومیصہ نے انہیں اچھا خاصا مطمعن کر دیا ہے اور کچھ ہارون سے جان چھوٹ پر بھی وہ ان دنوں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھیں۔۔

"وہ بہت زیادہ ڈیپریس یا ٹینس تو نہیں تھی۔۔۔" شہر زاد کی کسی صورت بھی تسلی نہیں ہو پا رہی تھی۔

کم آن شیری۔۔۔" ٹینا بیگم ہلکا سا جھنجھلائیں۔۔۔'

"میں نے بتایا ناں، اس میں بہت پوزیٹو چینج آ چکا ہے، ایسا کچھ نہیں ہے، جو تم سوچ رہی ہو، وہ تو بہت جذباتی انداز سے ملی تھی مجھے اور کافی دیر میری گود میں سر رکھے بھی لیٹی رہی ہے۔۔۔" وہ اسے مطمعن کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں۔

اسی وقت شہر زاد کے سیل فون پر ہم زاد کا نمبر بلنک کیا، وہ کال اٹینڈ کرتے ہی لان میں چلی آئی اور ٹینا بیگم نے بھی سکون کا

سانس لیا، وہ جانتی تھیں کہ جب تک شیری، خود رومیصہ سے بات نہیں کر لے گی ریلیکس نہیں ہو گی اور نہ ہی انہیں چین سے بیٹھنے دے گی۔۔

"کیسی ہو تم، ایک بات تو بتاؤ۔۔" دوسری طرف اسکی لہجے میں خاصی گہری سنجیدگی تھی، شہر زاد کا دل بے اختیار دھڑکا۔

"ہاں پوچھو۔۔۔"

"آج مجھے اپنی فیورٹ بلیک کافی کا ذائقہ اتنا بدمزا اور تلخ کیوں لگا ہے۔؟" ہم زاد کے جتاتے ہوئے انداز پر شہر زاد کے چہرے پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ آ گئی، وہ جانتی تھی کہ اسکا اشارہ کس طرف ہے۔

تم نے کیا خفیہ کیمرے لگا رکھے ہیں میرے اوپر۔۔۔"""

"تمہارا اور میرا تعلق خفیہ کیمروں پر نہیں کسی اور کنکشن پر چلتا ہے، یقین مانو، جذبات میں سچائی اور خلوص ہو تو ایک دل کی بات دوسرے کے دل پر وحی بن کر اترتی ہے، یقین نہیں آتا تو آزما لو۔۔۔" ہم زاد کی بات پر شہر زاد کا دل اتنی زور سے دھڑکا کہ اس نے بے اختیار اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

"تو پھر میرے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔۔" اس نے ہچکچا کر پوچھا۔

"کبھی میری والی پوزیشن پر آ کر دیکھو، یا میری طرح سوچ کر دیکھو، الہام نہ ہونے لگیں تو نام بدل دینا۔۔" اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"فی الحال الہام کو چھوڑو، مجھے یہ بتانا تھا کہ۔۔۔"

"رومیصہ واپس آ گئی ہے۔۔" ہم زاد نے اس کی بات کاٹ کر بے ساختہ کہا تو وہ ساکت ہو گئی۔

"ہاں۔۔۔"

"مبارک ہو۔۔۔ لیکن اس بات کو ابھی اپنے گھر تک ہی محدود رکھو تو بہتر ہو گا۔" اس نے مخلصانہ مشورہ دیا، جو شہر زاد کو اچھا نہیں لگا۔

"میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ مجھے اس معاملے کو کیسے ہینڈل کرنا ہے۔۔۔" بات کرتے ہوئے شہر زاد کی نظر گیٹ پر پڑی، جہاں اس کے گھر کا چوکیدار ایک میاں بیوی اور ان کے ساتھ تین ٹین ایج بچوں کو لیے اندر کی طرف جا رہا تھا۔

"ہاں تم واقعی جانتی ہو کہ کس شخص کو کس طرح سے ہینڈل کرنا ہے اور کس کی نبض پر کیسے ہاتھ رکھنا ہے۔۔۔؟" اسکے طنزیہ انداز پر وہ مسکرائی۔

"تم خفا ہو مجھ سے۔۔۔"

"ایک دفعہ ہوا تھا یقین مانو پوری کائنات ہی بے رنگ لگنے لگی تھی۔۔۔" وہ جانتی تھی، باتوں میں اس سے کوئی نہیں جیت سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے مجھے فون بند کر دینا چاہیے۔۔۔" اسکی باتیں شہر زاد کے دل کو ایکدفعہ پھر گھیرنے لگیں، تبھی اس نے بوکھلا کر فون بند کر دیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اندر آئی تو ٹینا بیگم سامنے ایک کھلی عدالت سجائے بیٹھیں تھیں۔

"جمیل میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ ابھی اس گھر میں نئے ملازمین کی ضرورت نہیں ہے، تم نے پھر بلوالیا انہیں۔۔۔"

"بی بی جی، یہ میرا پھپھی زاد بھائی ہے، یقین مانیں، بہت مجبور لوگ ہیں یہ۔۔۔" جمیل کے التجائیہ انداز پر شہر زاد چونکی۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ تین لوگوں کے اس گھر میں چھتیس نوکر بھرتی کر لوں میں۔۔۔" ٹینا بیگم کے ایک دم چڑنے پر دونوں میاں بیوی کے چہرے پر ایک تاریک سایہ دوڑا، وہ اپنی ساری کشتیاں جلا کر آئے تھے اور انکے پاس واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

"ایکسکیوزمی مام، مجھے بات کرنے دیں ان سے۔۔۔" شہر زاد ایک دم ہی سامنے آئی تو چوکیدار کی سانس میں سانس آئی، اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ شیری بی بی کا مزاج اس گھر میں سب سے مختلف ہے اور وہ ملازمین کو انسانوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہیں۔

"پلیز شیری بی بی، ان کا کچھ کریں، یہ بیچارے تو مری چھوڑ کر مستقل آ گئے ہیں یہاں۔۔۔"

مری کے نام پر شہر زاد چونکی اور اس نے اس دفعہ ذرا غور سے اپنے سامنے کھڑے اس کنبے کو دیکھا، جن کے چہروں پر بے بسی کے اتنے رنگ تھے کہ شہر زاد کو بے اختیار ان سے نظریں چرانی پڑیں۔

"ٹھیک ہے تم ہی ہینڈل کروانہیں، میرے پاس تو وقت نہیں ہے۔۔۔"

ٹینا بیگم رسٹ واچ پر ٹائم دیکھتے ہوئے کھڑی ہوئیں۔ "لیکن فار گاڈ سیک شیری یہ ضرور دیکھ لینا کہ گھر میں مزید لوگوں کی گنجائش نہیں ہے۔۔۔" انہوں نے سیٹنگ روم سے نکلتے ہوئے بڑے واضح الفاظ میں کہا اور ٹک ٹک کرتیں ہوئیں سیٹنگ روم سے نکل گئیں۔

"اس سے پہلے کہاں جاب کر رہے تھے آپ لوگ۔۔۔؟"

شہر زاد کے اس سوال پر بہادر علی نے بے اختیار پریشانی سے اپنی بیوی رشیدہ کی طرف دیکھ اور ان کے چہرے پر پھیلا ہوا خوف شہر زاد کی زیرک نگاہوں سے نہیں چھپ سکا۔ وہ کچھ شش و پنج کا شکار لگ رہے تھے، جیسے بتانا نہ چاہ رہے ہوں۔

"دیکھیں، آپ کو صاف صاف بات بتانا ہو گی، ورنہ ممی کا جواب تو آپ سن چکے ہیں۔۔۔" شہر زاد نے انہیں پریشرائز کیا۔

"بی بی جی، جن کے گھر ہم پچھلے بیس سال سے کام کر رہے تھے، انہوں نے بہت بُرا کیا ہمارے ساتھ۔۔۔" رشیدہ کی

آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں اور شہر زاد کے کان کھڑے ہو گئے، اس کی چھٹی حس نے غلط الارم نہیں بجایا تھا۔

"ہمارے تو محافظ ہی لٹیرے بن گئے، ہمیں برباد کر دیا ان ظالموں نے، اللہ غارت کرے گا انہیں بھی انشاء اللہ۔۔" رشیدہ اونچی آواز میں رونے لگی تو شہر زاد کو ہلکی سی پریشانی ہوئی۔

"کن کی بات کر رہی ہیں آپ۔۔۔۔؟؟؟"

"میر حاکم علی کے خاندان کی۔۔" اس دفعہ جواب اس کے چوکیدار جمیل کی طرف سے آیا تھا۔

شہر زاد کو ایک زور دار جھٹکا لگا، اور اس نے بے یقینی سے سامنے کھڑے گھرانے کو دیکھا، ان سب کے چہروں پر پھیلی بے بسی اور لاچارگی ان کی سچائی کی گواہ تھی، وہ واقعی کسی بڑی قیامت سے گذر کر اس کے پاس آئے تھے یا پھر قدرت خود ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کے در پر لے آئی تھی۔ شہر زاد کو شجاع غنی کی بات پر یقین آ گیا، وہ جو کہتا تھا کہ اللہ نے میر خاندان کی رسی دراز کر رکھی ہے اور کسی دن اچانک کھینچ کر ان سب کو اوندھے منہ گرا دے گا۔ شہر زاد کے ہونٹوں پر بڑی مبہم سی پر اسرار مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میز پر رکھی سرد چائے خشک ہونٹوں کا انتظار کرتی اب بد مزا ہو چکی تھی۔۔۔

ٹینا بیگم کے چہرے پر بیزاری، کوفت اور جھنجھلاہٹ کا تاثر بہت گہرا تھا انہیں پتا چل گیا تھا کہ شہر زاد نے بہادر علی اور رشیدہ کے خاندان کو گھر میں نوکری دے دی ہے اور اسی وجہ سے وہ تپی ہوئیں تھیں۔۔۔

ان کے سامنے شہر زاد اپنے ازلی پر سکون انداز میں کھڑی ان کے صبر کا امتحان لے رہی تھی۔

"گھر میں سرونٹس کا مینا بازار لگانا ہے شیری۔۔۔۔" وہ بیزاری سے گویا ہوئیں۔

"مام، کیا فرق پڑتا ہے۔۔" وہ مسکرا کر مزید گویا ہوئی۔۔ "ان لوگوں کو ضرورت ہے۔۔"

"میرا گھر ہے یہ کوئی رفاحی ادارہ نہیں۔۔۔" وہ ایک دم جل کر بولیں۔

"ویسے آپ کو اس پوائنٹ پر بھی کچھ سوچنا چاہیے، آپ افورڈ کر سکتی ہیں، ہو سکے تو بے سہارا اور غریب لوگوں کے لیے ایسا ادارہ ضرور بنائیں۔۔' شہر زاد نے معصومیت سے مشورہ دیا۔

"شٹ اپ شیری۔۔۔" وہ جھنجھلا گئیں۔

"کول ڈاؤن مام، آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ یہ فیملی فیوچر میں ہمارے کتنے کام آنے والی ہے۔۔"

"آخر ہیں یہ کون لوگ۔۔۔؟" وہ بیزاری سے گویا ہوئیں۔

"قدرت کا انتقام۔۔۔۔" اس کے معنی خیز انداز پر وہ چونکیں۔۔۔

"مطلب۔۔۔؟؟؟"

"آپ مطلب وطلب چھوڑیں، اور ریلکس کریں۔

"دیکھو شیری جو بات ہے صاف صاف بتاؤ۔۔" وہ ہلکا سا کھٹک گئیں۔

"مام ایسا کچھ نہیں ہے، ضرورت مند لوگ ہیں، اور ان کی بیٹی کو آپ اپنے سیلون میں بھی لگا سکتی ہیں۔۔"

"پتا نہیں کیا کرتی پھر رہی ہو تم۔۔۔۔" وہ مطمعن نہیں ہو رہی تھیں۔

ساری باتوں کو چھوڑیں، لگتا ہے بہت دنوں سے آپ نے کوئی اچھا فیشل نہیں لیا، آج سپا بھی جائیں اور پلیز یوگا کی کلاسز بھی ریگولر لینا شروع کریں۔۔"

شہر زاد بڑی ذہانت سے انکی توجہ دوسری جانب مبذول کروا چکی تھی۔

"کیا، اسکن بہت ڈل لگ رہی ہے میری۔۔۔" وہ فکر مند انداز میں ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئیں، شہر زاد کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی، وہ جانتی تھی کہ اب ٹینا بیگم کے اگلے کئی گھنٹے اپنی ڈینٹنگ پینٹنگ میں گذرے والے تھے، وہ اپنے معاملے میں حد درجہ کونشس تھیں اور گھنٹوں آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو ہر زاویئے سے دیکھتیں اور اس معاملے پر کوئی کمپرومائز کرنے کو تیار نہیں ہوتیں تھیں۔

"پچھلے دنوں ٹینشن بھی تو بہت رہی ہے رومی کی۔۔۔" انہوں نے اپنے چہرے کی اسکن کو ہاتھ سے چھوتے ہوئے خود کو تسلی دی اور آنکھوں میں فکرمندی کا تاثر خاصا گہرا تھا۔۔۔

"رومی سے یاد آیا، کب تک اٹھے گی وہ۔۔۔؟" شہر زاد بہن کے ذکر پر بے چین ہوئی۔

"سو رہی ہے وہ۔۔۔۔"

"لیکن مجھے بات کرنی ہے اس سے۔۔۔"

"پلیز شیری، صبح تک ڈسٹرب مت کرنا اسے، پتا نہیں کتنی راتوں کی جاگی ہوئی ہے وہ۔۔" ٹینا بیگم کے لہجے سے چھلکتی ممتا اسے اچھی لگی۔

"ڈونٹ ووری، میں ایسا کچھ نہیں کرنے والی۔۔" اس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے، ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رومی کو اٹھا کر اس سے گذشتہ دنوں کے ایک ایک منٹ کی تفصیل پوچھ لے۔ یہ سارا عرصہ اس ماں بیٹی نے کانٹوں پر گذارا تھا۔۔۔

"اوکے مام، پھر ملاقات ہوتی ہے، مجھے تھوڑا ایک کیس پر ورکنگ کرنی ہے۔

"ریشماں سے کہو، ان نئے آنے والے سرونٹس کو میرے پاس بھیجے۔ اب آ ہی گئے ہیں تو تھوڑا کام تو ذمے لگاؤں ان کے

۔۔۔" ان کے انداز میں اگرچہ بیزاری تھی لیکن شہر زاد کافی حد تک پر سکون ہو گئی۔

اس نے رشیدہ بوا کو اچھی طرح سے سمجھا دیا تھا کہ وہ کسی بھی قیمت پر ٹینا بیگم کے سامنے میر حاکم کے خاندان کا نام نہ لے، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس خاندان کا نام سنتے ہی وہ بدک جائیں گی اور ان کو کبھی بھی ملازمت پر نہیں رکھیں گی۔ شہر زاد پر فائرنگ والے واقعے نے انہیں میر حاکم کی فیملی سے اچھا خاصا خوفزدہ کر دیا تھا، اگرچہ بعد میں شہر زاد نے بہت دفعہ ان کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ ان کے متعلق بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سرد موسم نے انگڑائی لی۔۔۔

اور ملکہ کوہسار مری نے دیکھتے دیکھتے ہی برف کی چادر اوڑھ لی۔۔۔۔

برف کے سفید گالوں نے ہر چیز کو ڈھک دیا، ایسا لگتا تھا جیسے درختوں، عمارتوں اور سڑکوں پر کسی نے سپید رنگ کا چونا پھیر دیا ہو اور برفیلی ٹھنڈی یخ ہوائیں وہاں رہنے والے مکینوں کا ہر سال بھرپور ضبط اور حوصلہ آزماتی تھیں۔ وہ لوگ اس موسم کی سختیوں کے کافی حد تک عادی ہو چکے تھے۔

طوبیٰ گرما گرم سوپ کا پیالہ لیے کچن سے نکلی تو ٹھنڈ سے اسکا بُرا حال تھا۔ اگرچہ اس نے خود کو اچھی طرح سے کور کیا ہوا تھا لیکن مری کی ہواؤں کو برداشت کرنا طوبی کے لیے خاصا دشوار کن مرحلہ ہوتا تھا اور وہ اس موسم میں زیادہ تر اپنے کمبل میں ہی دبکی رہتی اور باقی لوگ اس کا اچھا خاصا مذاق اڑاتے تھے۔

"اُف سردی۔۔۔ لگتا ہے ہڈیوں میں ہی گھسی جا رہی ہے۔۔۔"

وہ شور مچاتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئی، سوپ کا پیالہ سائیڈ میز پر رکھا اور اپنے ہاتھوں کو رگڑ کر سردی کا احساس کم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"خدا کا خوف کرو بیا، ہیٹر تک نہیں چلایا تم نے۔۔۔" طوبیٰ نے بیزاری سے انابیہ کی طرف دیکھا۔

انابیہ بغیر کسی گرم شال اور سویٹر کے کسی بت کی طرح ساکت و جامد بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے نیم دراز تھی، اس کے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے اور آنکھیں کسی مرئی نقطے پر جمی ہوئیں تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے اس پر کوئی منتر پھونک دیا ہو۔

"پتا نہیں کس مٹی کی بنی ہوئی ہو تم۔۔۔ اور ادھر میری جان نکلی جا رہی ہے ٹھنڈ سے۔۔۔" اس نے فوراً ہیٹر آن کیا۔

ہیٹر آن کرنے کے بعد اب وہ کمرے کی کھڑکیوں کے پردے برابر کر رہی تھی، سرد ہوائیں اللہ جانے کہاں سے اندر گھسی آ رہی تھیں۔ طوبی نے اس وقت بھاری بھرکم قسم کے کوٹ کے ساتھ اونی مفلر اوڑھ رکھا تھا لیکن اس کے باوجود ٹھنڈ کا احساس کم

ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں، ایسے صم بکم ہو کر کیوں بیٹھی ہو، اٹھو یہ شال اوڑھو۔۔۔"

طوبیٰ، نے ایک گرم شال واڈروب سے نکال کر اسکے سامنے پھینکی، اور انابیہ نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا ۔ہیٹر جلنے سے کمرے کا ٹمپریچر تھوڑا بہتر ہو گیا تھا اور طوبیٰ کو بھی اپنا سانس بحال ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ طوبیٰ نے ڈرائی فروٹ کا جار اٹھایا اور کمبل میں گھس گئی۔۔۔

"محکمہ موسمیات نے پیش گوئی کی ہے اگلا پورا ہفتہ مری میں برف باری ہو گی۔۔" اس نے خاموش بیٹھی انابیہ کی معلومات میں اضافہ کیا۔۔

"ہوں۔۔۔" انابیہ نے ہلکا سا ہنکارا بھرا۔

"کیا گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھی ہو، کیا ہوا ہے تمہیں۔۔؟ طوبیٰ اس کی مسلسل خاموشی سے اچھا خاصا چڑ گئی۔

"کچھ نہیں ہوا، اور تم نے عشاء کی نماز نہیں پڑھنی۔۔" انابیہ نے اسے بستر میں گھستے دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"یار بیا ٹھنڈ بہت ہے۔۔۔" وہ شرمندگی سے گویا ہوئی، بیا نے ایک سرد نگاہ اس پر ڈالی اور بیڈ سے اتری۔ "بہت افسوس کی بات ہے۔۔"

"اچھا ناں پڑھتی ہوں۔۔۔" اس نے سستی سے جمائی لیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ "تم کہاں جا رہی ہو اس وقت۔۔۔؟"

"وضو کرنے۔۔۔" انابیہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا یار میں بھی پڑھ لوں، ورنہ اللہ میاں سے بہت ڈنڈے پڑیں گے۔۔۔"

طوبیٰ نے بھی کمبل جھٹکے سے اتارا اور گرم پانی سے وضو کر کے واپس کمرے میں آئی تو انابیہ نماز پڑھنے میں مصروف تھی، اس نے غور سے اپنی بہن کا چہرہ جانچا، اس پر محسوس کی جانے والی رنجیدگی کی ایک گہری تہہ تھی طوبی کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔

"کیا بیا اور درشہوار کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا ہے۔۔؟" اس نے جائے نماز بچھاتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا اور پھر سر جھٹک کر نماز کی طرف متوجہ ہو گئی، سلام پھیرتے ہوئے اسکی نظریں ایک دفعہ پھر بیا کے چہرے پر اٹک گئیں۔ وہ اس وقت آنکھیں بند کیے دعا مانگنے میں مصروف تھی اور دعا کا دورانیہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے بیا کو، لگتا ہے درشہوار کو ہی کھنگالنا پڑے گا، پھر ہی اصل بات پتا چلے گی۔۔" وہ کمرے سے نکلی اسکے قدم اب درشہوار کے روم کی طرف بڑھ رہے تھے، سامنے سے آتا شاہ میر اسکی طرف دیکھ کر مسکرایا اور طوبی کا دل بھی یکبار گی

دھڑکا۔ دونوں کے تعلقات کچھ بہتر ہو چکے تھے شاہ میر نے شرارت سے اسے سلیوٹ کیا، وہ گھبرا کر دائیں بائیں دیکھنے لگی، اس وقت میر ہاؤس کے سبھی مکین اپنے اپنے کمروں میں دبکے بیٹھے تھے۔۔

"یہ تم کیا بھالو بنی گھوم رہی ہو۔۔۔؟" اس نے شرارتی انداز سے اسکے بھاری بھرکم وزنی کوٹ اور شال پر تبصرہ کیا

"کیا واقعی بھالو لگ رہی ہوں۔۔۔۔" اسکے ایکدم پریشان ہونے پر وہ ہنسا۔۔

"یار تم لڑکیاں کتنی کونشس ہوتی ہوں اپنی لک کے بارے میں، بس کر دو، تم ہر حال میں ہی اچھی لگتی ہو مجھے۔۔"

"تو پھر کیا ضرورت ہے ایسی فضول باتیں کرنے کی، پہلے ہی سردی نے مت مار رکھی ہے۔۔"

"اگر زیادہ ٹھنڈ لگ رہی ہے تو یہ بھی پہن لو۔۔" اس نے اپنے ہاتھوں سے لیدر کے دستانے اتار کر طوبی کی طرف بڑھائے

۔

"تھینک یو۔۔۔ میرے پاس ہیں روم میں۔۔" وہ اسکی گہری نظروں کے ارتکاز سے ہلکا سا گھبرائی۔

"لیکن ان میں میرے ہاتھوں کی حدت تو نہیں ہوگی۔۔" شاہ میر کا ذو معنی انداز طوبی کے چھکے چھڑا گیا۔

"فضول باتیں کروالو جتنی مرضی۔۔۔۔"

"اچھا پھر سنجیدہ اور اخلاقی باتیں تم کرلو، میں خاموش ہو کر سن لیتا ہوں۔۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔

"یہ بتاؤ شاہ میر، کل بڑی امّی نے کچھ کہا تو نہیں تھا جب۔۔۔۔؟" وہ ہلکا سا جھجک کر رک گئی، وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا اشارہ اس واقعے کی طرف ہے جب تاجدار بیگم نے دونوں کو ایک ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔

"کیا۔۔؟ کس چیز کے بارے میں پوچھ رہی ہو۔۔" وہ انجان بن کر مسکرایا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا، اس لڑکی کا لڑنا، جھگڑنا، رونا ہنسنا، ہر چیز ہی اسے ایک خوبصورت ادا لگتی تھی۔

"جیسے تمہیں تو پتا ہی نہیں ہے کہ میں کیا پوچھ رہی ہوں۔۔۔" وہ اپنے ازلی مخصوص انداز میں چڑ کر بولی۔

"پوچھ رہیں تھیں تمہارے اور طوبی کے درمیان کیا چل رہا ہے۔۔۔" وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا، طوبی نے بوکھلا کر اسکی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"تو تم نے کیا کہا ان سے۔۔۔؟" وہ پریشان ہوئی۔۔

"میں نے کہا پیاری ماں ہم دونوں کے درمیان "پیار" کا سلسلہ چل رہا ہے۔۔۔۔" اسکے لہجے میں شرارت ٹپک رہی تھی۔

"اور اسکے بعد انہوں نے لعن طعن کا سلسلہ شروع نہیں کیا۔۔؟" طوبی نے طنز کیا۔

"نہیں انہوں نے تو کہا بیٹا، شاباش لگے رہو، کبھی نہ کبھی تو خشک پتھروں سے چشمہ پھوٹ ہی جائے گا۔۔" وہ غیر سنجیدگی

سے گویا ہوا۔

''تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔۔'' وہ جھنجھلا کر در شہوار کے کمرے کی طرف بڑھی، شاہ میر نے ایک دم جھٹکے سے اسکا بازو پکڑ لیا، وہ بوکھلا گئی۔

''یہ کیا کر رہے ہو شاہ میر، کوئی آجائے گا۔۔۔'' وہ گھبرائی۔۔۔

''میں کسی سے ڈرتا تھوڑی ہوں۔۔۔'' اسکی بوکھلاہٹ شاہ میر کو لطف دے رہی تھی۔

''پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔'' طوبیٰ نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی۔

اسی لمحے ارسل کے کمرے کا دروازہ کھلا اور اس نے باہر جھانکا، وہ سامنے کا منظر دیکھ چکا تھا۔ شاہ میر نے مسکرا کر طوبی کا بازو چھوڑ دیا لیکن اسے ارسل کی طرف سے کوئی ٹینشن نہیں تھی کیونکہ وہ طوبیٰ کے بارے میں اس کے جذبات سے اچھی طرح آگاہ تھا اور دونوں میں خاصی دوستی تھی۔

''ہاں بھئی ارسل کیسے ہو، میں نے تو سنا تھا کسی اعتکاف شکاف میں بیٹھ گئے ہو تم۔۔'' شاہ میر نے اس کے غائب ہونے پر طنز کرتے ہوئے اسے آگے بڑھ کر گلے لگایا، وہ دونوں آپس میں کزن ہونے کے ساتھ ساتھ بیسٹ فرینڈ بھی تھے

''اعتکاف پر نہیں بیٹھا، چلہ کاٹ رہا تھا طوبیٰ کی فرمائش پر۔۔۔'' ارسل بھی کون سا کسی سے کم تھا۔۔

''چلہ۔۔۔؟؟؟ کس چیز کا۔۔۔؟؟؟'' شاہ میر حیران ہوا۔

''تمہارے سدھرنے کا۔۔۔'' ارسل کے بے ساختہ انداز پر شاہ میر قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''بہت خبیث ہو تم، میں ذرا چینج کر کے آتا ہوں، پھر مال روڈ چلتے ہیں کافی پینے۔۔۔''

شاہ میر مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، تو ارسل بھی اپنے جیکٹ اور مفلر اٹھانے کے لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔۔۔ تیز طوفانی بارش کے ساتھ آنے والی منہ زور ہواؤں کے زور سے شہزاد کے کمرے کی کھڑکیوں کے پٹ جھٹکے سے کھلے۔۔۔ کمرے میں ہلکا سا دھماکہ ہوا اور شہزاد ایک دم ہڑبڑا کر جاگی۔۔۔

اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔ زیرو واٹ کے بلب کی روشنی میں سامنے کا منظر دیکھ کر وہ تھوڑا پر سکون ہوئی۔

کھڑکیوں کے پٹ کھلنے کی وجہ سے ٹھنڈ کا ایک طوفان کمرے میں گھس آیا تھا۔۔۔

وہ ایک لمبی سی جمائی لے کر سستی سے اٹھی اور جیسے ہی کھڑکیوں کے پاس پہنچی، بارش کی ہلکی سی بوچھاڑ نے اس پر کپکپی

طاری کر دی، اس نے سرعت سے کھڑکیاں بند کر کے مخمل کے بھاری پردے آگے کیے۔ اس ساری مشقت میں اسکی آنکھوں کی نیند بالکل غائب ہو چکی تھی۔

سست انداز میں وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی اور بلا ارادہ ہی اسکی نظر میز پر رکھے لیپ ٹاپ اور فائلوں کے ڈھیر پر پڑی جو وہ آفس سے گھر کام کرنے کے لیے لائی تھی اور ساری شام اس نے اسی پر ہی صرف کی تھی۔

وہ آجکل مسز قریشی کی خصوصی فرمائش پر کسی مشہور سیاستدان تجمل حسین کی کسی حکومتی محکمے میں کی جانے والی کرپشن پر کام کر رہی تھی، اور کل اس کیس کی فائنل ہیرنگ تھی اور وہ مکمل تیاری کے ساتھ جانا چاہ رہی تھی۔

"مجھے ایک دفعہ پھر اپنے فائنل نوٹس دیکھ لینے چاہیے۔۔۔" اس سوچ نے اس کے اندر چستی کا احساس پیدا کیا۔

وہ منہ ہاتھ دھو کر فریش ہوئی اور کافی بنانے کے لیے اپنے کمرے سے نکل آئی، رومی کے کمرے کے سامنے سے گذرتے ہوئے اسکے پاؤں کچھ سست ہوئے، اس نے کچھ سوچ کر اس کے کمرے کا ہینڈل گھمایا، دروازہ اندر سے لاک نہیں تھا اس لیے فورا کھل گیا۔۔

شہر زاد دبے قدموں اندر داخل ہوئی، سامنے رومیصہ اپنے بیڈ پر بے ترتیب انداز میں سکڑی ہوئی گہری نیند سو رہی تھی اور اس نے اپنا ایک تکیہ بازوں میں مضبوطی سے اس طرح جکڑا ہوا تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے اور آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے تھے۔۔۔

شہر زاد کے دل پر گھونسا سا پڑا۔ وہ آہستگی سے چلتی ہوئی رومی کے بالکل پاس آ کر بیٹھ گئی اور اس کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا، وہ جانتی تھی کہ اس کی بہن ان چند دنوں میں اپنے ساتھ صدیوں کی تھکن سمیٹ لائی تھی۔

اسے پہلی دفعہ احساس ہوا "بروکن فیملیز کے بچوں کا دکھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے خود ننگے پاؤں اس مسافت کو طے کیا ہو۔ جس نے دونوں ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی قطرہ قطرہ تنہائی کا زہر پیا ہو، جس کے دامن میں صرف محرومیوں کے سکّے ہوں۔ وہ جان گئی تھی کہ جن کے حصّے میں ہمیشہ آدھا سورج آیا ہو ان کا پورا دکھ کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔۔۔"

شہر زاد نے ہلکا سا جھجک کر اس کے بے رونق چہرے سے بال ہٹانے کی کوشش کی، اسکے لمس کو محسوس کر کے رومیصہ ایکدم ہڑبڑا کر اٹھی، اس کا چہرہ خوف کے احساس سے زرد ہو گیا۔ اسکی آنکھوں میں اس قدر وحشت تھی کہ ایک لمحے کو شہر زاد کو بھی اپنا دل سکڑتا ہوا محسوس ہوا۔

"رومی، میری جان، یہ میں ہوں شیری، تمہاری بہن۔۔۔!!!"

"شیری۔۔۔؟؟؟" رومیصہ کا تنفس بحال ہوا اور اسکی آنکھوں میں شناسائی کے رنگ ابھرے اور اگلے ہی پل وہ شیری

کے ساتھ لپٹ گئی اور دھواں دھار انداز میں رونے لگی،اسکا سارا وجود ہچکیوں کی زد میں تھا،وہ اس قدر شدت سے رو رہی تھی کہ شہرزاد کو لگا جیسے اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

در شہوار کے کمرے کا ماحول خاصا گرم تھا۔

آتش دان سلگ رہا تھا اور وہ کارپٹ پر رکھے فلور کشن پر بیٹھی ہوئی تھی،اور اس نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا رکھی تھی اس کے قدموں میں چیتا پرنٹ والا کمبل پڑا ہوا تھا اور وہ اس وقت گود میں رکھے ہوئے لیپ ٹاپ پر اپنی اور مناہل کی کنسرٹ کی تصویریں دیکھنے میں مگن تھی۔

اچاک اس کے کمرے کا دروازہ دھڑ کر کے کھلا اور در شہوار کا دل دھک کر کے رہ گیا، سامنے طوبی کو دیکھ کر اس کا سانس بحال ہوا۔

''تم انسانوں کی طرح اندر نہیں آسکتی ہو کیا۔۔؟'' در شہوار نے بیزاری سے لیپ ٹاپ بند کیا۔

''نہیں۔۔۔۔'' وہ دھپ کر کے اس کے برابر میں رکھے کشن پر بیٹھ گئی اور اپنا غیر ہموار سانس درست کرنے لگی۔

''میراتھن ریس میں حصّہ لے کر آرہی ہو کیا۔۔؟''

''ہاں، تمہارے بغیر مزا نہیں آرہا تھا، سوچا تمہیں بھی انوائیٹ کرلوں۔۔۔'' طوبی نے بھی جوابی وار کیا۔

''سوری، میں کسی لڑکے کے ساتھ گھر سے تو بھاگ سکتی ہوں لیکن کسی ریس میں حصّہ نہیں لے سکتی۔۔۔'' در شہوار نے سائیڈ پر رکھی مونگ پھلیوں سے بھری ہوئی پلیٹ اٹھا کر اپنی گود میں رکھی۔

''تم سے مجھے اسی واہیات کام کی توقع تھی۔۔۔'' طوبیٰ نے منہ بنا کر مونگ پھلی چھیلنا شروع کر دی۔

''لو اب بندہ اکیلے سڑکوں پر بھاگتا ہوا اچھا لگتا ہے کیا۔ ذرا تصور کرو۔۔'' در شہوار شوخی کے موڈ میں تھی۔

''سب باتوں کو چھوڑو، یہ بتاؤ، بیا سے تمہارا کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا۔۔۔''

''میں نے تو ان کی شکل ہی آج دیکھی ہے اتنے دنوں کے بعد۔۔۔''

''لیکن تم پر کس بات کا غصّہ ہے انہیں۔۔۔۔'' طوبیٰ نے الجھ کر اسکا چہرہ دیکھا۔

''بھئی نند اور بھابھی والی ازلی رقابت ہو گی۔۔۔۔'' در شہوار نے بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بیا کا مزاج ہے ہی نہیں ایسا۔۔۔'' طوبی نے فوراً بہن کا دفاع کیا۔

''پھر تم خود بتاؤ، کتنے رف انداز میں انہوں نے تمہارے سامنے مجھ سے بات کی تھی، حالانکہ میں نے تو انہیں ایک لفظ بھی

نہیں کہا۔۔"

"لیکن کچھ نہ کچھ تو ہوا ہے، وہ اتنا زیادہ ڈسٹرب کسی عام بات پر نہیں ہو سکتیں۔"

"اب مجھے کیا پتا ان کے دل و دماغ میں کیا چل رہا ہے۔۔۔" در شہوار بیزاری سے گویا ہوئی

"کہیں برہان بھائی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہوا ان کا۔۔" طوبی کی بات پر در شہوار اچھلی اسے شام کا منظر یاد آیا۔

"اوہ ہاں، آج شام میں جب میں اور ہانی بھیا واپس آئے تھے تو ان دونوں کی ٹی وی لاؤنج میں ایک ہلکی سی جھڑپ ہوئی تھی۔"

"اوہ آئی سی۔ تو پھر یہ بتاؤ ناں، خوامخواہ سے رنگ برنگی باتیں کیے جا رہی ہو۔۔" طوبیٰ کے ساتھ ساتھ در شہوار خود بھی کچھ پر سکون ہوئی۔

"لگتا ہے اسی بات کا غصّہ اتارا ہے انہوں نے مجھ پر۔۔"

"ہاں اب تو مجھے بھی یہی لگ رہا ہے۔۔۔" طوبی تھوڑا مطمئن ہوئی۔

'اب بندہ پوچھے بھلا اس میں میرا کیا قصور ہے۔؟" در شہوار نے معصومیت کی انتہا کر دی۔

"ویسے تو اس گھر کے ہر معاملے میں تمہارا ہی کوئی نہ کوئی قصور ہوتا ہے، لیکن۔۔۔ طوبیٰ شرارت سے رکی۔

"لیکن کیا۔۔۔؟؟؟؟" در شہوار نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"اس دفعہ تمہاری مظلومیت مجھے بھی کسی شک و شبے سے بالاتر ہی لگ رہی ہے۔۔۔" طوبی کے شرارتی انداز پر در شہوار نے ایک زوردار جھانپڑ اس کے

کندھے پر رسید کیا تو ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔۔

"کیسا رہا تمہارا اسلام آباد کا ٹرپ۔۔۔؟" طوبی نے اپنا کندھا سہلاتے ہوئے منہ بنا کر پوچھا۔

"ٹرپ تو زبردست تھا، فارحہ بھابھی نے کافی شاپنگ کروائی مجھے۔۔۔" در شہوار کی آنکھیں چمکیں۔

"میرے لیے کیا لائی ہو۔۔۔؟" طوبی بے تاب ہوئی۔۔

"بہت قیمتی تحفہ۔۔۔" در شہوار نے شرارت سے آنکھیں مٹکائیں۔۔۔

"اچھا۔۔۔وہ کیا۔۔۔؟؟؟" اس نے بے تاب لہجے میں پوچھا۔

"دعائیں۔۔۔۔" در شہوار نے اس کے ارمانوں پر اوس ڈالی۔

"سنبھال کر رکھو اپنی بے سوادی دعائیں۔۔۔" وہ تڑپ کر مزید بولی۔ "جب میں جاؤں گی ناں کہیں، تو ٹکے کی بھی چیز نہیں

لاؤں گی تمہارے لیے۔۔"

طوبیٰ سچ مچ اس سے خفا ہو گئی اور وہ مسکراتے ہوئے اپنی واڈروب سے ساری شاپنگ نکالنے لگی کیونکہ اسے علم تھا کہ وہ خواہ کتنی ہی ناراض کیوں نہ ہو لیکن اسکی سب چیزوں کا پوسٹ مارٹم کیے بغیر کمرے سے نہیں ہلے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہاج میر کو آج نور محل میں سخت گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔

آج شام ہی ان کی دا جی کے ساتھ میر ہاؤس سے واپسی ہوئی تھی اور چونکہ وہ الرجی اور ایستھما کے پیشنٹ تھے اور سردیوں میں ان کی تکلیف میں مزید اضافہ ہو جاتا، مری سے واپسی پر ہی چھینکوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ابھی تک جاری تھا۔

ان کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا اور گلے میں بھی اچھی خاصی خراش محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ کو جانا ہی نہیں چاہیے تھا مری۔۔۔" فارحہ نے گرین ٹی کا کپ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے محتاط انداز میں کہا۔ اپنے شوہر کی خرابی طبعیت نے انہیں اچھا خاصا پریشان کر رکھا تھا لیکن وہاج کو ان کی پریشانی کا قطعا بھی احساس نہیں تھا۔

"ماں باپ ہیں وہاں میرے اور اتفاق سے زندہ بھی ہیں۔۔۔" ان کی طرف سے حسب معمول جلا کٹا ہی جواب آیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔۔" فارحہ گھبرا گئیں، میر وہاج کی شعلہ صفت طبعیت ان کے ہاتھ پیر پھلائے رکھتی تھی۔ "میں تو آپ کی طبعیت کی وجہ سے کہہ رہی ہوں، اب دیکھیں ناں کتنی بُری حالت ہو رہی ہے آپ کی۔۔۔"

"تم میری حالت کو چھوڑو اور یہ کھڑکیاں کھول کر پردے ہٹاؤ۔۔" وہاج کی اگلی فرمائش نے انہیں ہکا بکا کیا۔

"باہر شدید سردی ہے وہاج۔۔۔" وہ پریشان ہوئیں۔

"اور مجھے اندر گھٹن کا احساس ہو رہا ہے۔۔۔" انہوں نے بیزاری سے اپنا سینہ مسلا۔

فارحہ فکر مند انداز میں ان کی طرف بڑھیں، جلدی سے ان کا ماتھا چھو کر دیکھا تو وہ خاصا سرد تھا۔ اس کے ہاتھ کے لمس کو محسوس کر کے وہاج نے آنکھیں کھولیں تو ان میں موجود سرخی اور وحشت دیکھ کر وہ گھبرا گئیں۔

"شکر ہے بخار تو نہیں ہے آپ کو۔۔۔"

"تم اپنی ڈاکٹری جھاڑنا بند کرو اور کمرے کی کھڑکیاں کھولو۔۔"

"وہاج آپ کی طبعیت خراب ہو جائے گی، باہر بہت ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔

"جاہل عورت، میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے گھٹن کا احساس ہو رہا ہے، اور تم مجھے آگے سے موسم کا حال سنا رہی ہو۔۔" وہ اپنا ضبط کھو بیٹھے۔۔۔

''اچھا، اچھا میں کھول دیتی ہوں۔۔'' انہوں نے جیسے ہی کھڑکی کھولی، سرد ہواؤں کا طوفان کمرے میں گھس آیا، اور ان پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔

''اُف۔۔۔۔!!!!'' وہاج نے منہ کھول کر ایک لمبا سانس لیا اور تازہ ہوا کو پھیپھڑوں میں بھرنے کی کوشش کی جو انہیں خاصی مہنگی پڑی۔ ان کا کچھ دیر پہلے چھینکوں کا رکا ہوا سلسلہ شروع ہوا اور اس کے ساتھ ہی انہیں کھانسی کا ایک طویل دورہ پڑا۔۔

''اوہ میرے خدایا۔۔۔'' فارحہ نے گھبرا کر ان کی کمر کو سہلایا۔۔۔

وہاج کی حالت ایک دم ہی بگڑ گئی، ان کی ناک میں خراش بڑھ گئی اور اس کے ساتھ ہی سانس لینے میں بھی دقت کا سامنا ہونے لگا، دیکھتے ہی دیکھتے ان کا نظام تنفس بگڑ کر رہ گیا۔

''میرا ان ہیلر لاؤ۔۔'' وہ کھانسی کے درمیان بمشکل بولے تو فارحہ نے سائیڈ میز پر رکھا ان کا ان ہیلیر نکال کر ان کی طرف بڑھایا اور وہ جلدی سے اپنی ناک اور منہ سے لگا کر لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ کچھ لمحوں کی مشقت کے بعد ان کی طبعیت کچھ بحال ہوئی۔۔

''کھڑکی بند کر دو پلیز۔۔۔'' ان کا دماغ ٹھکانے آچکا تھا، فارحہ نے خاموشی سے جا کر کھڑکی بند کر کے پردہ آگے کر دیا۔

''توبہ ہے، سانس لینا ہی محال ہو گیا تھا۔۔'' وہ اب اپنی اینٹی الرجک میڈیسن کھا رہے تھے۔۔۔

''پتا تو ہے آپکو سردی کا موسم راس نہیں ہے۔۔۔''

''مجھے تو لگتا ہے کوئی بھی چیز راس نہیں ہے، نہ جانے کس کی بد دعا کے اثر میں ہوں۔۔۔'' وہ ڈپریشن کی انتہاء پر تھے۔۔

''آپ کو کوئی کیوں دے گا بد عائیں، آپ نے کس کے ساتھ بُرا کیا ہے۔۔۔'' فارحہ ان کے پاس بیٹھ کر نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر سہلانے لگیں۔

''سب سے زیادہ تو تم ہی دیتی ہو نگیں۔۔۔'' ان کے انداز میں تلخی تھی یا سادگی، فارحہ سمجھ نہیں پائیں۔

''اللہ نہ کرے، میں کیوں کروں گی ایسا، میرا آپ کے علاوہ ہے ہی کون۔۔''؟

''جانتا ہوں میں، اگر تمہارا بھی کوئی والی وارث ہو تا تو کب کی مجھے چھوڑ کر جا چکی ہو تیں۔۔'' انہوں نے بیڈ کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

''پتا نہیں آپ مجھ سے اتنا بد گمان کیوں رہتے ہیں۔۔۔؟'' وہ اداس ہوئیں۔

''مجھے تو خود سمجھ نہیں آتی کہ زندگی سے سکھ اور چین کیوں ختم ہو گیا ہے، ہر وقت کوئی نہ کوئی دھڑکا لگا رہتا ہے، ایسا لگتا ہے کوئی آسیب میرے تعاقب میں ہے''

وہ تھکے تھکے انداز میں بولتے ہوئے اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہے تھے۔۔۔

”آپ صدقہ کیوں نہیں دیتے اپنا۔۔۔“ فارحہ نے خلوص نیت سے مشورہ دیا۔

”اس سے کیا ہوگا۔۔۔؟“ انہوں نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔۔۔

”صدقہ سو بلاؤں کو ٹالتا ہے۔۔۔“ فارحہ نے سادگی سے کہا۔

”کیوں تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے۔۔۔“ ان کے اندر کا چور مچل کر باہر نکل آیا۔۔۔

”استغفراللہ، میں نے ایسا کب کہا، صدقہ اور خیرات کسی گناہ کا اثر زائل کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔۔۔“ فارحہ بھی بُرا مان گئیں۔

”اچھا، اچھا ٹھیک ہے جو بہتر لگے کرلو، بلکہ کوئی خیرات شیرات ہی کروالو نور محل میں۔۔۔“ خلاف توقع وہ مان گئے۔

”خیرات کے لیے تو خاصے انتظامات کرنے ہونگے۔۔۔۔“

”پیسوں کی کمی تھوڑا ہے میر ہاؤس کے مکینوں کو۔۔۔“ وہاج کی طرف سے حسب عادت الٹا ہی جواب آیا۔

”بات پیسوں کی نہیں ملازمین کی ہے، یہاں سے بھی شفیق چچا کے گھر والوں کو بلوالیا گیا ہے مری میں۔۔“ فارحہ کو اپنا تازہ ترین دکھ یاد آیا۔

”وہاں بھی تو خاصا مسئلہ ہو رہا تھا۔۔۔“ انہوں نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

”کچھ پتا چلا بہادر علی اور صندل کا خاندان کیوں گھر چھوڑ کر گیا ہے۔۔۔“ فارحہ نے ان کی دکھتی ہوئی رگ پر انجانے میں ہاتھ رکھ دیا۔

”مجھے کیا پتا، میں ان کا پرسنل اسسٹنٹ تھوڑا لگا ہوا ہوں، یا مجھ سے مشورہ کر کے گئے ہیں وہ لوگ۔۔۔؟۔“ وہاج کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

”میں نے تو یونہی ایک بات کی تھی۔۔۔۔“ فارحہ نے گھبرا کر وضاحت دی۔

”جتنی عقل ہوگی، ویسی ہی بات کروگی ناں۔۔“ ان کا موڈ ابھی تک خراب تھا۔۔۔ ”ملازم چاہیے ناں، مل جائیں گے تمہیں بھی، اب جا کر مجھے سوپ بنا کر دو بھوک لگ رہی ہے۔۔۔“

”ساتھ ایک دو انڈے بھی بوائل کردوں۔۔۔“ فارحہ نے اٹھتے ہوئے پوچھا تو وہاج نے بیزاری سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح ساڑھے چھے بجے کے قریب شہرزاد کی آنکھ کھلی۔ اس نے اٹھتے ہی اپنے کمرے کی دیوار گیر کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو سامنے کا

منظر دیکھ کر مبہوت رہ گئی۔ ملگجی سی روشنی میں ہوا کی سرسراہٹ کے ساتھ زرد اور نارنجی پتے ٹیرس پر یوں گر رہے تھے جیسے کوئی دھیمے سروں میں سرگوشی کر رہا ہو۔۔۔

رات والی بارش رک چکی تھی اور فضاؤں میں چاروں طرف گہری دھند کا راج تھا۔ وہ واش روم سے فریش ہو کر نکلی اور اپنا ٹاول کرسی پر پھینکا۔ اس کی بیڈ ٹی ملازمہ نہ جانے کب سائیڈ میز پر رکھ کر چلی گئی تھی۔

اس پر جمی سیاہ رنگ کی ملائی کی تہہ سے نظریں چرا کر وہ جوگرز کے تسمے باندھنے لگی۔ جوگنگ اور ایکسر سائز دو ایسی چیزیں تھیں جن کے بغیر شہر زاد کی زندگی ادھوری تھی۔ بہت کم اس کے اس معمول میں تعطل آتا تھا۔

گذشتہ رات اس نے کئی گھنٹے رومیصہ کے ساتھ جاگ کر گذارے تھے، وہ اسے فارم ہاؤس میں گذرے ہوئے دنوں کی روداد سنا رہی تھی جسے سن کر شہر زاد کو کم از کم یہ احساس ہو گیا تھا کہ اسے اغوا کرنے والے لوگوں میں کچھ نہ کچھ انسانیت ضرور تھی۔

رات تین ساڑھے بجے کے قریب وہ اپنے کمرے میں آکر سو گئی تھی اور اب چند گھنٹوں کی نیند نے اسے خاصا فریش کر دیا تھا۔

وہ اپنا ٹریک سوٹ پہنے تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تو سامنے نئی ملازمہ رشیدہ بیڈ ٹی کا خالی کپ لیے ٹینا بیگم کے کمرے سے نکل رہی تھی، اس نے صبح ہوتے ہی اپنی ذمے داریاں سنبھال لی تھیں۔

''السلام علیکم۔۔۔'' رشیدہ بوا نے اسے دیکھتے ہی سلام جھاڑا

''وعلیکم السلام، رات نیند آگئی تھی آپ کو نئے جگہ پر۔۔۔؟'' شہر زاد کا اپنائیت بھرا انداز رشیدہ کو اچھا لگا۔

''جی بی بی جی۔۔۔''

''آپ انکل صوفی سے کہہ دیں، میرا فریش جوس ایک گھنٹے تک ریڈی رکھیں، میں جوگنگ کر کے آ رہی ہوں۔'' وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

''بیٹا، دھند بہت ہے باہر، کیسے جائیں گی۔۔۔۔'' رشیدہ مائی کے لہجے کی تشویش پر وہ مسکرائی۔

''ڈونٹ وری، عادت ہے مجھے۔۔۔۔'' وہ مسکرا کر پورچ میں نکل آئی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اسکی ہیڈ لائٹس آن کیں اور محتاط انداز میں ڈرائیونگ کرتی ہوئی وہ شالیمار کلب پہنچ گئی، جہاں آنا اسکا معمول تھا۔۔

صبح کے اس پہر وہاں اس کے جیسے ہی چند سر پھرے لوگ پہلے سے موجود تھے۔ شدید سرد موسم میں اپنے گرم بستروں سے نکل کر جوگنگ کے لیے آنا دیوانوں کا ہی کام تھا اور شہر زاد اس معاملے میں ان سے کم نہیں تھی۔۔۔

اس نے جیسے ہی جوگنگ ٹریک پر پہلا قدم رکھا، اسکے سیل فون کی مترنم گھنٹی گونج اٹھی۔ یہ مخصوص ٹون اس نے صرف

ہم زاد کے نمبر پر سیٹ کر رکھی تھی۔اس نے ہینڈ فری کانوں میں لگا کر سیل فون جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔وہ اب تیز تیز چل رہی تھی۔۔

"زرد پتوں کو اپنے پاؤں تلے روندنا اچھا لگتا ہے آپکو۔۔۔؟"ہم زاد کے معنی خیز انداز پر وہ ہلکا سا ہنسی۔۔۔

"جی بہت زیادہ۔۔۔"اس کے لہجے میں چھلکنے والی شوخی رومیصہ کی واپسی پر اسکے پر سکون ہونے کی گواہ تھی۔

"بہت ظالم ہیں آپ۔۔؟"اس نے شکوہ کیا۔۔۔

"صبح صبح یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے آپ نے تو یہ بات دوپہر کو آرام اور سکون سے بھی بتائی جا سکتی تھی۔۔۔"جوگنگ ٹریک پر وہ احتیاط سے بھاگنے لگی کیونکہ دھند کی وجہ سے راستہ بالکل دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔

"ذرا سوچیں محترمہ،کتنے خزاں رسیدہ زرد پتے،آپ کے پیروں کے نیچے آ کر مسلیں جائیں گے۔۔۔"اس کا ایک ایک لفظ شرارت میں ڈوبا ہوا تھا۔

"آپ کو صبح صبح خزاں رسیدہ پتوں کا دکھ کیوں ستا رہا ہے۔۔؟"اس نے اپنی اسپیڈ تیز کی۔

"اس لیے کہ ان میں اور مجھ میں ایک چیز مشترک ہے۔۔۔"اس کا معنی خیز لہجہ شہر زاد کی سماعتوں سے ٹکرایا۔

"وہ کیسے۔۔۔؟"وہ ہلکا سا مسکرائی

"جب انہیں کوئی اپنے پیروں تلے مسلتا ہو گا تو سوچیں کیا قیامت گذرتی ہو گی ان پر۔۔۔"

"آپ پتوں کو چھوڑیں،اپنا حال بتائیں۔۔۔"وہ بھی غیر سنجیدہ تھی۔

"خزاں کے موسم میں زرد پتوں کے چٹخنے کی آواز سنو تو سمجھنا میرا دل بھی تمہارے قدموں تلے آ کر روندا گیا۔۔"چلتے چلتے شہر زاد کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو تھمی۔زمین نے اس کے پیر جکڑ لیے،یہ تو طے تھا کہ اس شخص سے باتوں میں جیتنا ناممکن تھا۔۔۔

اس نے بلا ارادہ زمین پر پھیلے سینکڑوں زرد پتوں کو دیکھا،اسے لمحے بھر کو یہی محسوس ہوا جیسے واقعی اسکا دل اسکے پیروں کے نیچے آ کر روندا گیا ہو۔شہر زاد نے ایک لمبی سانس بھر کر سرد ہوا کو اپنے پھیپھڑوں میں منتقل کیا۔۔۔

"پھر صاف صاف کہیں ناں،اس موسم میں جوگنگ کرنا چھوڑ دوں میں۔"وہ جل کر بولی اور ہم زاد کا قہقہہ اسکی سماعتوں میں گونجا۔۔

"ارے ہم کون ہوتے ہیں آپ کو،آپکے فیورٹ کام سے روکنے والے۔۔۔۔"

"یہ کام تو شاید آپ کو بھی بہت پسند تھا۔۔۔"شہر زاد کو اسکی کہی ہوئی اکثر باتیں یاد تھیں۔

"قسم لے لیں، اس وقت میں بھی کسی ٹریک کی خاک چھان رہا ہوں۔۔۔" اس کے لہجے کی سچائی پر شہرزاد کو یقین آ گیا۔۔

"اس ٹریک پر کیا ریڈ کارپٹ بچھا ہوا ہے، جو کسی اور کے دل کے چٹخنے کی آوازیں آپ کو نہیں آ رہیں۔۔۔" شہرزاد نے بھی اس پر بھرپور حملہ کیا اور وہ اس کی حاضر جوابی پر ایک دفعہ پھر قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔۔

"آپ کہیں تو سہی کہ ان پتوں کے ساتھ آپکا دل ہے، ایک قدم بھی اٹھاؤں تو نام بدل دیجئے گا میرا۔۔۔۔"

"سوری میں چیزوں کو ان کے درست مقام پر ہی رکھتی ہوں۔۔" شہرزاد مسکرائی۔

"اچھا کرتی ہیں، مجھے بھی میری ہی اوقات میں رکھا ہوا ہے، چلیں پھر ملتے ہیں ایک بریک کے بعد۔۔۔" اس نے فون بند کر کے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

وہ اسکی سوچوں میں گم گہری دھند میں لپٹے جوگنگ ٹریک پر تیزی سے بھاگتے ہوئے ایک شخص سے بُری طرح ٹکرائی۔ جو مخالف سمت سے آ رہا تھا۔

"دھیان سے۔۔۔۔" اس شخص نے بے ساختہ تھام کر اسے گرنے سے بچایا۔ ایک مانوس سے پرفیوم کی خوشبو چاروں طرف پھیلی۔۔۔

"اوہ۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔" شہرزاد ایکدم بوکھلا گئی۔

اس شخص کی گرم انگلیاں اس کے سرد ہاتھوں سے ٹکرائیں اور ہاتھ میں پکڑا سیل فون چھوٹ کر نم زمین پر جا گرا اور مٹی سے بھر گیا۔

"اوہ نو۔۔۔" اس نے فوراً مٹی سے بھرا سیل فون زمین سے اٹھا کر اپنے ٹراوزر کی جیب سے رگڑ کر صاف کیا اور اسکی طرف بڑھایا۔

"تھینک یو۔۔۔۔" شہرزاد نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

سرد موسم میں اس شخص نے آسمانی رنگ کے ٹریک سوٹ پر نیوی بلیو جیکٹ پہن رکھی تھی اور سرخ رنگ کے اونی مفلر سے سارا منہ ڈھانپ رکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس پر غور و فکر کرتی وہ شخص اسی دھند میں کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا۔۔۔۔

"کون تھا یہ۔۔۔" وہ اسکی شفاف شہد رنگ آنکھوں کی چمک پر الجھی۔۔

اسکے چہرے کے باقی نقوش وہ اونی مفلر میں چھپے ہونے کی وجہ سے نہیں دیکھ پائی تھی۔۔۔۔

لیکن کچھ تھا، جس نے اسے چونکا دیا تھا، اسکا شخص کا لمس بہت اپنائیت بھرا تھا۔۔۔۔

شہرزاد کو عجیب سا احساس ہوا۔۔۔ وہ جوگنگ ٹریک کی سائیڈ پر رکھے سنگ مرمر کے بینچ پر بیٹھ گئی۔ اس کی دل کی دھڑکن

ایکدم ہی بے قابو ہوئی،اس کے ہاتھ میں پکڑے سیل فون پر اب ہم زاد کا نمبر بلنک کر رہا تھا۔اس نے سر دہاتھوں کے ساتھ کال اٹینڈ کی۔۔۔

"خوشبو اچھی لگاتی ہیں آپ۔۔۔"اس کا شوخی سے بھرپور لہجہ شہر زاد کی دھڑکنیں منجمند کر گیا۔

"لڑکیوں کو ایسی ہی دھیمی اور مسحور کن خوشبو کا استعمال کرنا چاہیے جو وہی شخص محسوس کر سکے جو دل کے پاس ہو۔۔۔۔۔"

ہم زاد بول رہا تھا اور شہر زاد کی تو گویا قوت گویائی ہی سلب ہو کر رہ گئی،اسکے ذہن کے پردے پر دو شفاف شہد رنگ آنکھیں ابھریں۔۔

"یہ آپ تھے ناں،جو تھوڑی دیر پہلے مجھ سے ٹکرائے تھے۔۔"شہر زاد نے اپنا خشک حلق تر کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب تو گلہ نہیں کریں گی کہ سامنے نہیں آیا میں۔۔۔"دُھند کے اس پار ایک زوردار قہقہ اسکی سماعتوں میں گونجا۔

"اتنے ہی بہادر تھے تو جم کر کھڑے ہوتے۔۔۔"شہر زاد ہلکا سا چڑ کر گویا ہوئی۔

"میں نہ صرف جم کر کھڑا ہوا،آپکو گرنے سے بچایا اور گندی مٹی سے بھرا سیل فون صاف کر کے آپکے سر دہاتھوں میں بھی تھمایا،اب کیا جان لیں گی میری۔۔۔۔؟"وہ اب محض اسے چڑا رہا تھا۔

"کسی لڑکی کا سیل فون ٹشو پیپر کی بجائے ٹراوزر کی جیب سے رگڑ کر صاف کرنا،بدتہذیبی ہے۔۔"شہر زاد کے طنزیہ لہجے پر وہ پھر ہنسا۔

"کچھ بھی کہیں لیکن مجھے معلوم ہے آپ اس سیل فون کی اسکرین اب کبھی صاف نہیں کریں گی۔۔۔"شوخی اس کے ایک ایک لفظ سے ٹپک رہی تھی۔

"کیوں۔۔۔"شہر زاد اب پارکنگ کی طرف بڑھنے لگی۔

"میرے ہاتھوں کا لمس ہے اس پر۔۔۔"

"ہاں فنگر پرنٹس بجھواتی ہوں نادرا کے آفس۔۔۔دو منٹ میں سارا بائیو ڈیٹا نکل کر آجائے گا سامنے۔۔۔"شہر زاد کو اسکی ہنسی زہر لگ رہی تھی۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لیں،پھر آپ کی کامیابی کو کسی اچھی جگہ پر کینڈل لائٹ ڈنر کے ساتھ سیلبریٹ کریں گے۔۔"وہ سراسر اسکا مذاق اڑا رہا تھا۔

شہر زاد نے چڑ کر سیل فون ہی پاورڈ آف کر دیا اور جیسے ہی وہ پارکنگ میں پہنچی،اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی،سامنے اس کی گاڑی کے بونٹ پر ایک گملا رکھا ہوا تھا جس پر لگے پودے پر چند پھول کھلے ہوئے تھے۔وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ اسی کی شرارت

ہے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مونیکا کے پورے گھرانے کی نظریں وال کلاک پر جمی ہوئیں تھیں۔۔۔

جیسے جیسے کلاک کی سوئیاں گردش کر رہی تھیں انہیں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، جارج اپنی میوزک اکیڈمی سے شام پانچ بجے تک لوٹ آتا تھا اور اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔۔

"دوبارہ کال ملاؤ اپنے باپ کو۔۔"مارتھا کا دل کسی کھائی میں ڈوبا۔

"نمبر ابھی بھی پاورڈ آف جا رہا ہے ان کا۔۔۔"مونیکا نے پریشانی سے جواب دیا۔

"خداوند ،رحم کر ہم پر۔۔۔"مارتھا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بمشکل کھڑی ہوئیں،ان کے تینوں بچوں کے چہروں پر تشویش،پریشانی اور فکر مندی کے تاثرات

نمایاں تھے، جارج کے چند گنے چنے دوست تھے اور مونیکا ان سب کے ہاں فون کر کے پوچھ چکی تھی۔

"انکل جوزف کو کال کر کے پوچھو مونیکا، ان کو یقیناً کچھ نہ کچھ پتا ہو گا۔۔'مونیکا کی چھوٹی بہن نے اسے مشورہ دیا۔

"ہاں ہاں، فوراً ان کو کال کرو، وہ بھی تو انہی کی اکیڈمی میں نوکری کرتے ہیں۔۔۔"مارتھا دروازے کی طرف چلتے ہوئے پلٹیں۔

"لیکن میرے پاس نمبر نہیں ہے ان کا۔۔۔"مونیکا نے مایوسی سے جواب دیا۔

"تمہارے باپ کی ڈائری میں سارے نمبر لکھے ہوئے ہیں۔۔"مارتھا کی بات سنتے ہی اس نے فوراً سائیڈ میز پر رکھی ڈائری اٹھائی اور تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے انکل جوزف کا نمبر مل گیا۔

جوزف سے سلام دعا کے بعد ملنے والی اگلی اطلاع پر مونیکا کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔۔۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل۔۔۔"مونیکا کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی، مارتھا اور اسکی چھوٹی بہن لپک کر اسکے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں، اور ہاتھ کے

اشاروں سے اس سے پوچھنے لگیں۔

"چلیں ٹھیک ہے، آپ پلیز ان کے جاننے والوں سے پوچھ کر ضرور بتایئے گا، ہم لوگ پریشان ہو رہے ہیں۔۔"مونیکا نے فون بند کیا۔

"کیا کہا انکل جوزف نے۔۔۔؟؟؟"اس کی بہن نے بے تابی سے پوچھا۔

"پاپا، آج اکیڈمی گئے ہی نہیں۔۔۔" مونیکا نے ماں اور بہن سے نظریں چرا کر وال کلاک کی طرف دیکھا، جس پر اب گیارہ کا ٹائم ہو رہا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے، وہ خود بتا کر گئے تھے مجھے۔۔۔" اسکی ماں کی پریشانی بڑھی۔

"آپ سے کہیں اور جانے کا ذکر تو نہیں کیا تھا انہوں نے۔۔۔؟" مونیکا نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر کہاں جا سکتے ہیں اور نمبر بھی کیوں بند کر رکھا ہے آخر۔۔۔؟" ان کی چھوٹی بیٹی اٹھ کر پریشانی سے ٹہلنے لگی۔

"خداوند ہی جانتا ہے۔۔۔" اسکی ماں نے پریشانی سے اپنی تینوں بچوں کو دیکھا، اسکا سب سے چھوٹا بیٹا ابھی صرف تیرہ چودہ سال کا تھا اور وہ رات کے اس پہر اسے بھی باپ کی تلاش میں گھر سے باہر بھیجنے کا رسک نہیں لے سکتیں تھیں۔

جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا، ان چاروں کے دل میں طرح طرح کے وہم اور اندیشے سر اٹھا رہے تھے۔ پونے بارہ بجے کے قریب مونیکا نے فیصلہ کن انداز میں اپنی چادر اٹھائی، اسکی ماں اور بہن نے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

"میں دلاور کو لے کر جا رہی ہوں پولیس اسٹیشن۔۔۔" اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا، رات کے اس وقت اکیلی جاؤ گی تم وہ بھی پولیس اسٹیشن۔۔۔" مارتھا کا مزاج برہم ہوا۔

"ماں ہم گھر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے۔۔۔" وہ جھنجھلا سی گئی۔۔۔

"آپی ٹھیک کہتی ہیں، ہمیں پاپا کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانی چاہیے۔۔۔" اسکا بھائی ایکدم ہی بڑا بن کر بولا تو اسکی ماں کو چپ لگ گئی۔

"لیکن اس سے پہلے ہمیں نشتر ہوسپٹل کی ایمرجنسی وغیرہ چیک کر لینی چاہیے۔" مونیکا کی بہن نے نظریں چرا کر دھیمے انداز میں مشورہ دیا۔ اسی لمحے گھر کی

بیل بجی اور ان چاروں کے چہروں پر زندگی دوڑ گئی۔

"لگتا ہے پاپا آ گئے۔۔۔۔" دلاور لپک کر گیٹ کی طرف دوڑا۔

"دروازہ پوچھ کر کھولنا بیٹا۔۔۔" اسکی ماں نے پیچھے سے آواز لگائی اور وہ دونوں بہنیں بھی بے تابی سے اٹھیں۔ جیسے ہی وہ باہر نکلیں، سامنے جارج تھکے تھکے انداز میں اپنے بیٹے دلاور کے ساتھ اندر آ رہا تھا۔ اسکے کندھے جھکے ہوئے اور چہرے پر تھکاوٹ کے تاثرات نمایاں تھے۔

"کہاں چلے گئے تھے آپ۔۔۔؟ کچھ احساس ہے کہ ہم لوگ کتنا پریشان ہو رہے تھے۔۔۔" مارتھا ایکدم ہی ان پر برس

پڑیں، مونیکا نے ماں کا ہاتھ دبا کر

انہیں تھوڑا کول ڈاؤن ہونے کا اشارہ کیا، لیکن مارتھا غصّے میں دوسروں کی ذرا کم ہی سنتی تھیں۔

"بیٹا، ایک گلاس پانی کا لاؤ۔۔" انہوں نے اپنی عینک اتار کر سائیڈ میز پر رکھی، مونیکا نے دیکھا ان کے جوتے خاصے گرد آلود تھے۔

"یہ لیں پاپا۔۔" مونیکا بھاگ کر پانی کا گلاس لے آئی جسے وہ ایک ہی سانس میں سارے کا سارا پی گئے۔

ان کے تینوں بچے اور بیوی بہت غور سے ان کے چہرے کے تاثرات سے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جارج نے بھی شاید کچھ نہ بولنے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔۔

"آخر کہاں چلے گئے تھے آپ، کچھ پتا بھی تو چلے۔۔" مارتھا نے اپنے شوہر کے تاثرات کو دیکھ کر اب کی بار دانستہ نرمی سے پوچھا۔

"لائیٹ بند کر دو، مجھے نیند آ رہی ہے، صبح بات کریں گے۔۔" ان کا انداز خاصا پر اسرار تھا۔

"کمال کرتے ہیں آپ، ہمیں ٹینشن ہو رہی ہے، کچھ تو بتائیں۔۔" وہ جھنجھلائیں۔

"مونیکا بیٹا، لائیٹ بند کر دو۔۔۔" ان کے لہجے میں کوئی لچک نہیں تھی۔

وہ سب کی نیندیں اڑا کر خود رخ موڑ کر لیٹ گئے اور کمبل اوپر تک تان لیا، جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ سونے کا تہیہ کر چکے ہیں، مارتھا نے جھنجھلا کر اپنی دونوں بیٹیوں کی طرف دیکھا، لیکن دونوں نے ہی انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ رہنے کا ایک التجائیہ سا اشارہ کیا جو خلاف توقع مارتھا نے مان لیا تھا لیکن ان کی اپنی آنکھوں کی نیند اڑ چکی تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تجمل حسین کرپشن کیس وہ جیت چکی تھی۔۔۔

وہ بڑے پر وقار انداز میں اپنے ساتھی وکلاء کے ساتھ کمرہ عدالت سے باہر نکلی۔

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے بہت سے نمائندوں نے اسے ایک ساتھ گھیر لیا تھا، وہ اپنے ازلی پر سکون انداز میں ان کے سوالات کے فردا فردا جوابات دینے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ تجمل حسین حکومت وقت میں تھا، اور ان کے محکمے کی کرپشن نے پورے ملک کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ آجکل جن چند کیسز پر کام کر رہی تھی، یہ ان میں سے ایک تھا۔

یہ اسکی پروفیشنل زندگی کا پہلا کامیاب کیس تھا جو اس نے مسز قریشی کی بھی مدد کے بغیر لڑا تھا۔

"ویل ڈن شیری۔۔۔ کیپ اٹ اپ۔۔۔" سب سے پہلی کال اسے مسز قریشی کی وصول ہوئی جو اس وقت خاصی خوش

دیکھائی دے رہی تھیں۔

"تھینک یو میم۔۔۔" شہر زاد نے چند منٹ ان سے بات کر کے فون بند کر دیا۔

"مجھے صبح ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ آج آپ کے آگے کوئی نہیں ٹھہر سکے گا۔۔۔اگلی کال ارتضی حیدر کی تھی جو آج اسے کمرہ عدالت تک چھوڑنے آیا تھا۔

"تھینک یو ارتضی، آپکی بھرپور اسپورٹ کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔۔۔۔"

"آپ بہت آگے جائیں گی شیری۔۔۔"

"تھینکس ارتضی، میں پھر بات کروں گی، بیچ میں مام کی کال آرہی ہے۔۔۔"

شہر زاد نے ارتضی حیدر کی کال ڈراپ کر کے ٹینا بیگم کو لائن پر لیا جو اس وقت خاصے خوشگوار موڈ میں تھیں۔

"شیری تم نے تو کمال کر دیا، سارے چینلز پر صرف تمہارا ہی چہرہ دیکھائی دے رہا ہے، سیف الرحمن نے بھی مجھے کہا، ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں شیری نے تجمل حسین کے وکیل کو، اور پتا ہے میں نے کیا جواب دیا۔" وہ ایک پل کو رکیں۔۔"میں نے کہا سیف الرحمن، آخر شیری بیٹی کس کی ہے۔" ان کے لہجے میں چھپا فخر محسوس کر کے وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

"اوکے مام، شام میں گھر پر ڈیٹیل سے بات کریں گے، ابھی مجھے مسز قریشی کے چیمبر جانا ہے وہاں ایک چھوٹی سی پارٹی ہے۔۔۔"

"اوکے جانی، ٹیک کیئر۔۔۔۔'

شہر زاد نے جیسے ہی فون بند کر کے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائی، اسے ہم زاد یاد آگیا، اس تمام عرصے میں اس کی طرف سے ایک سنگل میسج تک اسے موصول نہیں ہوا تھا اور وہ جو ہمیشہ اس کے سامنے ایک ہی قول دہراتا تھا کہ محنت اتنی خاموشی سے کرو کہ تمہاری کامیابی شور مچا دے۔اب جبکہ اس کی کامیابی نے ہر طرف شور مچا رکھا تھا، وہی شخص چپ کر کے بیٹھ گیا تھا اور اسکی یہ خاموشی آج سے پہلے شہر زاد کو کبھی اتنی بُری نہیں لگی تھی۔

"آخر سمجھتا کیا ہے خود کو، میں اس کی مبارک باد کے لیے مری جا رہی ہوں۔۔۔"

"ہونہہ۔۔۔کال کرے گا بھی تو میں خود سے اس کیس کا تذکرہ نہیں کروں گی۔۔۔۔" وہ دل ہی دل میں کئی ارادے باندھ رہی تھی۔

"میم، آفس آگیا ہے۔۔" وہ جو اپنی سوچوں میں الجھی ہوئی تھی، ڈرائیور کی آواز اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی، وہ ہلکی سی خفت کا شکار ہوئی۔

وہ آفس پہنچی تو مسز قریشی کے دفتر میں ایک چھوٹی سی سرپرائز پارٹی اس کی منتظر تھی، شہر زاد کا دل محبت اور تشکر کے گہرے احساس سے بھر گیا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی کامیابی کو اتنے کھلے دل سے سراہا جائے گا۔

”مجھے یقین ہے تم بہت آگے جاؤ گی شیری۔۔۔۔“مسز قریشی نے بے ساختہ اسے گلے سے لگا کر محبت سے پیش گوئی کی۔

”تھینک یو میم۔ آپ کی اسپورٹ چاہیے۔۔۔“

”ہادی نے بھی بیسٹ وشز کا میسج بھجوایا ہے تمہارے لیے۔۔۔“انہوں نے کیک کا ٹکڑا اسکی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”میری طرف سے اسپیشل تھینکس کہہ دیجئے گا انہیں۔۔۔“شہر زاد نے مسکرا کر جواب دیا۔

”تم نے آج بڑے بڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے شیری۔۔۔۔“بیرسٹر رضا نے ہنس کر لقمہ دیا۔

”نہیں سر، میری ایسی مجال کہاں۔۔۔“انکساری تو اس پر ختم تھی۔

وہ اسکی زندگی کی ایک بہترین شام تھی جو اس کے کولیگز اور فرینڈز نے بہت خوبصورت بنا دی تھی، لیکن ان دلکش لمحات میں بھی وہ بار بار اپنا سیل فون اٹھا کر اس آس پر اٹھا کر دیکھتی کہ شاید اتنے ہلے گلے میں میسج کی بیپ سنائی نہ دی گئی ہو۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ ہمزاد کی کال آئی ہو اور اسے پتا نہ چلا ہو۔۔۔ لیکن افسوس ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اس کا ان باکس اسکے کولیگز اور فرینڈز کے مبارک باد کے پیغامات سے بھر گیا۔ بے شمار آنے والی کالز میں کوئی بھی نمبر اس شخص کا نہیں تھا۔

دو گھنٹے بعد اس خوبصورت پارٹی کا اختتام ہوا تو شہر زاد نے بھی اپنے تمام کولیگز کا باری باری شکریہ ادا کیا۔ وہ اب اچھا خاصا تھک چکی تھی، تبھی تو سبھی نے اسے اٹھنے کی اجازت دے دی تھی۔۔۔۔

”کیا ہوا گھر نہیں جاؤ گی کیا۔۔۔؟“اسے اپنے آفس کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر ایڈوکیٹ علینہ نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

”ایک دو ضروری فائلز لے کر جانی ہیں مجھے۔ وہی اٹھانے جا رہی ہوں۔۔۔“وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا کر اپنے آفس کی طرف بڑھی۔

اس نے جیسے ہی ہینڈل گھما کر اپہلا قدم رکھا، خوشبوؤں نے اسکا استقبال کیا، پورے کمرے میں ایک مسحور کن خوشبو نے اودھم مچا رکھا تھا، اس کی نظر اٹھی اور اسے خوشگوار حیرت کا ایک زوردار جھٹکا لگا، وہ منہ پر دونوں ہاتھ رکھے سخت بے یقینی اور حیرت سے اپنے آفس کو دیکھ رہی تھی۔

اس کا چھوٹا سا دفتر بے شمار پھولوں کے رنگ برنگے گلدستوں سے بھرا ہوا تھا، میز، کرسی، ریک، کیبنٹ ہر طرف بکے ہی

بکے تھے۔ لگتا تھا کسی نے پوری ہی دکان خرید کر اس کے آفس میں سجادی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔" اس نے بے تابی سے ایک گلدستہ اٹھایا، اس پر لگے وش کارڈ پر ہم زاد نے اپنی رائٹنگ میں لکھا ہوا تھا۔

"میرے بس میں ہوتا تو آپ کی کامیابی پر میں پوری دنیا کے پھول اس ایک کمرے میں بھر دیتا۔۔۔"

شہرزاد نے عجلت بھرے انداز میں دوسرا بکے اٹھایا اس پر لگے وش کارڈ پر بھی تحریر تھا۔

"پھولوں کی اگر کوئی زبان ہوتی تو آج کے بعد آپ مجھ سے کبھی نہ پوچھتیں کہ میں آپ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔۔"

شہرزاد کی تو گویا قوت گویائی ہی سلب ہو کر رہ گئی تھی، اس کی آنکھیں نہ جانے کیوں نم ہو گئیں، وہ باری باری مختلف بکے اٹھاتی اور اس پر لگے وش کارڈز پر لگے جملے پڑھتی اور انہیں اتار کر اپنے بیگ میں احتیاط سے رکھتی جاتی۔ اس کا دل و دماغ اب مزید کچھ بھی سوچنے سے قاصر تھا۔۔ ہم زاد کی محبت اور چاہت کا اس سے پہلے کبھی اتنا گہرا احساس نہیں ہوا تھا اسے، اور اسے لگتا تھا شاید وہ اب اس موضوع پر اس سے کبھی کوئی بات نہ کر سکے، اس نے اسے کچھ بھی کہنے کے قابل ہی کہاں چھوڑا تھا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تجمل حسین کے وکیل کے تو پرخچے اڑا دیئے اس دو ٹکے کی بیرسٹر نے۔۔۔"

میر حاکم ابھی ابھی میر محتشم کے ساتھ میر ہاؤس پہنچے تھے، اور انکی آمد کے ساتھ ہی پورے گھر میں کھلبلی مچ گئی۔ خواتین جو چھٹی کے روز ذرا سستی سے ہی اٹھتی تھیں، صبح سویرے ان دونوں کی آمد کے ساتھ ہی ہر طرف ایمر جنسی طاری ہو گئی۔

اس وقت سبھی خواتین کچن اور ڈائننگ روم کے چکر لگا رہی تھیں۔ میر حاکم علی کی موجودگی میں شارقہ بیگم اور ندرت بیگم بھی اپنے نمبر بنانے کے لیے خاصی متحرک ہو جاتیں، یہ الگ بات کہ تاجدار بیگم کے سامنے کسی کا بھی چراغ زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا تھا۔ میر خاقان بھی خاموشی سے اپنے کمرے سے نکل کر ان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

"خیر بابا جان دو ٹکے کی بیرسٹر ہوتی تو بھلا تجمل حسین کا وکیل وقاص جنجوعہ اسے اپنے آگے ٹھہرنے دیتا۔۔۔" میر محتشم نے دبے الفاظ میں اسے سراہا۔

"کچھ بھی ہے، ایک دفعہ تو لطف آگیا، خود کو کوئی چیز سمجھنے لگا تھا تجمل۔۔۔" میر حاکم کا موڈ اپنے حریف کی شکست پر خاصا خوشگوار تھا۔

"رہی سہی کسر میڈیا نے پوری کر دی، سبھی نے اچھی طرح سے دھویا ہے اسے۔۔۔" میر محتشم نے بھی تمسخرانہ انداز میں اپنا حصّہ ڈالا۔

"تجمل کو اب نااہل ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا محتشم، لکھ لو تم یہ میری بات۔۔۔۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بابا جان، لیکن اتنی اندر کی چیزیں اور ثبوت باہر نکلے کیسے۔۔۔" میر خاقان نے پہلی دفعہ اس گفتگو میں حصّہ لیا۔

"جیسے تمہارے ٹمبر مافیا کیس میں نکلے تھے، شجاع غنی جیسی مولے کو شاہین بنا کر لا کھڑا کیا تھا اس بیرسٹر شیری نے۔" میر حکم علی نے اپنا سگار سلگاتے ہوئے ساتھ میں اپنے بیٹے کو بھی سلگا یا۔ ان کے طنزیہ لہجے پر وہ تو جیسے انگاروں پر جا کھڑے ہوئے۔۔۔

"لیکن نتیجہ کیا نکلا، آخر کیا بگاڑ لیا انہوں نے ہمارا۔۔۔" خاقان علی نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے متحمل انداز میں کہا۔ ویسے بھی اپنے باپ کے سامنے ان کی کہاں چلتی تھی۔

"میری وجہ سے۔۔" حاکم علی نے اپنا سینہ ٹھونک کر کہا۔ "ورنہ وہ چھٹانک بھر لڑکی نے تو تم دونوں بھائیوں کو بھی ایک دفعہ تگنی کا ناچ نچا دیا تھا، بھول گئے یہ بات۔۔۔۔" حاکم علی کا بے رحمانہ انداز میں کیا گیا تبصرہ سن کر خاقان علی دل ہی دل میں تلملا کر رہ گئے۔

"اب آپکے تجربے اور دانشمندی کا مقابلہ ہم تو نہیں کر سکتے بابا جان۔۔" میر محتشم نے خوشامدی انداز اپنایا جبکہ خاقان علی کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ وہ ابھی تک میر محتشم کی طرح اپنے باپ کی ہاں میں ہاں ملانے کا ہنر نہیں سیکھ سکے تھے، تبھی تو ان کے اپنے والد کے ساتھ تعلقات اکثر کشیدہ ہی رہتے اور اس بات کا احساس ان کو آجکل شدت سے ہونے لگا تھا۔۔

"بابا جان ناشتہ لگواؤں۔۔۔" تاجدار بیگم نے ہال کمرے میں جھانکا اور مسکرا کر پوچھا۔۔

"ہاں بھئی اور یہ بچے نظر نہیں آ رہے کیا گھر میں کوئی کرفیو لگا رکھا ہے تم نے۔۔۔" میر حاکم کے منہ سے یہ جملہ نکلنے کی دیر تھی، قسمت کا مارا شاہ میر وہاں گھومتا ہوا آن نکلا۔ اگر اسے ذرا برابر بھی یہ گمان ہوتا کہ بابا جان اپنی کابینہ کے ساتھ وہاں براجمان ہیں، وہ چھٹی کا سارا دن کمرے میں گذار دیتا لیکن ہال کمرے کا رخ نہ کرتا۔ داجی کی عقابی نظریں شاہ میر پر پڑیں اور وہ جو وہاں سے کھسکنے کے چکر میں تھا رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔

"میاں تم ملک و قوم کی خدمت کے علاوہ کبھی آتے جاتے اپنے بزرگوں کا بھی حال احوال پوچھ لیا کرو۔" داجی کے طنزیہ انداز پر شاہ میر سسپٹا گیا۔

"السلام علیکم داجی۔ آپ سے ہی ملنے آ رہا تھا میں۔۔۔" اس نے بوکھلا کر جھوٹ بولا۔

"بیٹا، خوامخواہ سے زحمت کی، مجھے بتا دیتے، میں خود حاضر ہو جاتا۔۔۔" میر حاکم نے شاہ میر کی طبعیت صاف کی اسکی پیشانی پر لکیروں کا جالا گہرا ہوا۔

ڈائننگ روم میں تاجدار بیگم کے ساتھ ناشتہ لگاتی طوبیٰ نے یہ منظر دلچسپ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ پردے کے بالکل پاس آ کر

کھڑی ہو گئی جہاں شاہ میر کے علاوہ کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔وہ اس وقت سر جھکائے میر ہاؤس کے بڑوں کے سامنے بیٹھا تھا۔جن کی موجودگی میں ویسے ہی سب دبے پاؤں چلتے اور سرگوشیوں میں بات کرتے تھے۔

"ابھی تک کیپٹن بن کر ہی خواری کاٹ رہے ہو میاں۔۔؟؟؟" داجی کی اس دل جلاتی مسکراہٹ کا اسکے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"ویسے محتشم کہنے کو تو تین تین بیٹے ہیں تمہارے لیکن کام کا صرف وہاج ہی نکلا۔۔۔میر حاکم نے حسب عادت لفظوں کے چابک کا بے دریغ استعمال کیا۔

"بس بابا جان۔۔۔" وہ شرمندگی سے بس اتنا ہی کہہ سکے۔

"برہان نے تو ماسٹری کر کے سارے خاندان کی ناک کٹوادی اور اس پر مزید چار چاند لگا دیئے شاہ میر نے۔۔۔"میر حاکم علی نے بھی آج سب کا دل جلانے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"میری مانو چھوڑو یہ ملک و قوم کی خدمت، سیاست میں آؤ، اپنے باپ دادا سے کچھ سیکھو اور اپنی زندگی بناؤ، اس دو ٹکے کی نوکری میں رکھا کیا ہے۔" حاکم صاحب کی اس بات پر شاہ میر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا۔

وہ ایک لفظ بھی منہ سے بولے بغیر غصّے سے اٹھا اور لاؤنج سے نکل گیا، سب جانتے تھے کہ وہ اپنے ملک کی فورسز کے لیے کتنا حساس ہے اور اس نے اپنے بڑوں سے ٹکرلے کر آرمی کو جوائن کیا تھا۔

شاہ میر کی اس حرکت پر سبھی دم بخود رہ گئے، خود میر حاکم علی بھی ضبط کے کڑے مراحل سے گذرے، انہوں نے محض ملامتی نگاہوں سے میر محتشم کو گھورا۔جو اپنے بیٹے کی اس حرکت پر ڈھیروں خفت کا شکار دیکھائی دے رہے تھے۔تاجدار بیگم بھی گھبرا کر ہال کمرے میں نکل آئیں۔

"یہ تربیت کی ہے تم نے اس کی، سمجھتا کیا ہے یہ خود کو، بلاؤ اسے، معافی مانگے بابا جان سے۔۔"محتشم علی اپنے بیٹے کی اس حرکت پر آگ بگولہ ہوئے، اور سارا غصہ تاجدار بیگم پر اتار دیا۔۔

"طبعیت ٹھیک نہیں ہے اسکی۔۔۔"تاجدار بیگم نے پریشانی سے بہانہ گھڑا۔

"طبعیت تو اسکی میں سیٹ کرتا ہوں۔۔"میر محتشم لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے اسکے کمرے کی طرف بڑھے۔

میر خاقان نے طنزیہ نگاہوں سے اپنی بڑی بھابی تاجدار بیگم کی طرف دیکھا جو ہراساں نگاہوں سے شاہ میر کے کمرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔حاکم علی بظاہر خاموش تھے لیکن ان کے چہرے پر پھیلا غیر فطری پتھریلا پن ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس وقت کس قیامت سے گذر رہے ہیں، ان کی تو آج تک کسی اولاد نے بھی ان کے سامنے سر اٹھا کر بات کرنے کی جرائت نہیں کی تھی اور

کہاں ان کا پوتا احتجاجاً ان کے سامنے واک آؤٹ کر گیا۔

شاہ میر تو کافی سالوں سے ان کی آنکھوں میں کھٹک رہا تھا، اس نے بھی تو باپ دادا کی بے پناہ مخالفت کے باوجود پاک آرمی جوائن کر کے اپنے اوپر "باغی" ہونے کا ٹھپہ لگوا لیا تھا لیکن اپنی خواہش سے دستبردار نہیں ہوا۔۔۔

"بے غیرت، گھٹیا انسان باہر نکلو۔۔۔" محتشم علی اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لائے۔ "یہی سکھایا گیا ہے تمہاری ٹریننگ میں تمہیں۔۔" محتشم علی بلند آواز میں چیخے۔ سبھی خواتین گھبرا کر ہال کمرے میں آ کھڑی ہوئیں۔

در شہوار نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر خوفزدہ انداز سے یہ منظر دیکھا اور طوبیٰ کی تو باقاعدہ ٹانگیں کانپ رہی تھیں، وہ دیوار کا سہارا لیے کھڑی تھی جبکہ انابیہ کا تو رنگ ہی فق ہو گیا تھا وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔۔

"اب تم اپنے بزرگوں کے ساتھ بدتمیزی کرو گے بے غیرت انسان۔۔۔" محتشم صاحب کے منہ سے بس جھاگ نکلنے کی کسر رہ گئی تھی۔

"کچھ پتا بھی تو چلے، میں نے کیا کیا ہے۔۔۔"۔ شاہ میر باپ کی مضبوط گرفت سے اپنا بازو چھڑانے کی جدوجہد میں حلق پھاڑ کر چیخا۔

"بکواس بند کرو، جا کر معافی مانگو بابا جان سے۔۔۔" محتشم علی کا سفاک لہجہ طوبیٰ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کر گیا۔

"کس چیز کی معافی۔۔۔؟ شاہ میر کی آنکھوں سے بغاوت چھلکی۔

"آخر میں نے کیا گستاخی کی ہے۔۔؟" شاہ میر نے طیش سے مغلوب آواز میں کہا۔

"بکواس کرتے ہو تم بڑوں کے سامنے، اور پھر پوچھتے ہو تم نے کیا، کیا ہے۔۔۔" محتشم علی نے غصّے کی انتہاء کو چھوتے ہوئے گھما کر ایک زوردار تھپڑ اپنے بیٹے کے منہ پر دے مارا۔ سبھی نے سانس روک کر یہ منظر دیکھا۔ در شہوار بھاگ کر برہان کو بلا لائی جو خود بھی یہ سین دیکھ کر بوکھلا گئے تھے۔۔

"بدبخت انسان باپ دادا کو آنکھیں دیکھاتے ہو، آخر تمہاری اوقات ہی کیا ہے۔" محتشم علی غضب ناک لہجے میں دھاڑے، برہان اور ارسل دونوں ان کے دائیں بائیں آ کر کھڑے ہو گئے۔۔

"بابا جان پلیز کول ڈاؤن۔۔۔" برہان نے مداخلت کی، جو اسے بھی مہنگی پڑی۔

"تم چپ رہو، تم کون سا کسی سے کم ہو، ٹکے ٹکے کی نوکریاں کر کے میر خاندان کے اباؤ اجداد کا نام روشن کر رہے ہو۔" انہوں نے برہان کو بھی ایک دم جھاڑ دیا اور ان کا چہرہ متغیر ہوا۔ ارسل نے برہان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر انہیں خاموش دلاسہ دیا۔

"بابا یہ اچھا نہیں کر رہے آپ۔۔۔" شاہ میر نے انگلی اٹھا کر کہا۔ اس کے رویئے میں دُور دُور تک کوئی بھی لچک نہیں تھی اور

یہی بات اس کے باپ کا فشار خون بلند کرنے کا سبب بن رہی تھی۔

''اب تم مجھے اچھے بُرے کی تمیز بتاؤ گے۔۔۔۔'' میر محتشم علی کی آواز اس وقت ایک دبی دبی سی غراہٹ سے مشابہہ ہوئی۔

''شاہ میر بیٹا، جا کر اپنے داجی سے معافی مانگو۔۔۔ جاؤ میرا بیٹا۔۔۔'' تاجدار بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے التجا کی۔

''جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں تو معافی کس چیز کی مانگوں۔۔۔؟'' شاہ میر نے ہونٹوں کو پھیلا کر استہزائیہ انداز سے پوچھا، اور محتشم علی اس باغیانہ انداز پر ایک دفعہ پھر مشتعل ہو کر اس کو مارنے کو لپکے لیکن اس دفعہ انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

''بس بابا جان بس۔۔۔۔'' شاہ میر نے باپ کا ہاتھ درمیان میں ہی روک لیا۔

شاہ میر کی آہنی گرفت کی مضبوطی پر محتشم تھوڑا ڈھیلے پڑے، اتنا تو وہ بھی جانتے تھے کہ پاک آرمی کی ٹریننگ نے ان کے بیٹے کو جسمانی طور پر خاصا مضبوط بنا رکھا ہے تبھی تو وہ اچھا خاصا تھپڑ کھا کر بھی ایک انچ اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔

''شاہ میر، اپنے باپ کا ہاتھ چھوڑو۔۔۔'' تاجدار بیگم خوفزدہ انداز میں بولیں تو شاہ میر نے جھٹکے سے باپ کا بازو چھوڑ دیا، وہ ہلکا سا لڑ کھڑائے۔

''بھائی جان لحاظ کا رشتہ قائم رہے تو بہتر ہو گا، جوان اولاد اور وہ بھی بیٹوں سے پنگا لینا کوئی آسان کام نہیں۔۔۔'' میر خاقان کے ہونٹوں پر ایک زہریلے تبسم نے کروٹ لی۔ انہیں پہلی دفعہ بیٹیوں کا باپ ہونے پر فخر ہوا تھا۔

''اسے کہو، ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے نکلے، میں ساری زندگی اس بدبخت کی شکل نہیں دیکھوں گا۔'' محتشم علی کا سارا لہو ان کے چہرے پر سمٹ آیا۔ ان کے اس اعلان پر تاجدار بیگم تڑپ کر آگے بڑھیں۔

'کیا ہو گیا ہے محتشم صاحب، بچہ ہے، میں سمجھا دوں گی۔۔۔۔'' انہوں نے بوکھلا کر اپنے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن محتشم صاحب اس وقت اپنے حواسوں میں ہی نہیں تھے۔

''یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے، تمہاری بے جا شہہ پر یہ سورما بن کر باپ دادا کے سامنے آ کھڑا ہوا ہے۔۔'' ان کا تنفس مزید تیز ہوا۔ ''ایسا کرو تم بھی اسکے ساتھ ہی دفعان ہو جاؤ، میں نہ تمہاری اور نہ ہی تمہاری بدبخت اولاد کی منحوس شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔۔''

تاجدار بیگم کی رنگت خطرناک حد تک سپید پڑ گئی۔ وہ کسی سنگی مجسمے کی طرح ساکت ہوئیں۔

شارقہ بیگم اور انکی سوتن ندرت بیگم کے دلوں میں ایک ساتھ کئی پھلجڑیاں پھوٹیں، یہ منظر دیکھنے کی انہیں بہت سالوں سے حسرت تھی۔ جو آج جا کر پوری ہوئی تھی لیکن میر حاکم علی نے ان کو کھل کر لطف اندوز ہونے کا موقع ہی نہیں دیا۔

''تاجدار کہیں نہیں جائے گی، جس نے جانا ہے وہ جائے یہاں سے۔۔۔۔'' میر حاکم علی نے غضب ناک لہجے میں کمرے

میں پھونکا اور لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے ہال کمرے سے نکل گئے۔۔۔

شاہ میر نے اپنے اندر اٹھتی ناگواری کی لہر کو بڑی مشکل سے دبایا اور پاؤں پٹختا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، ٹھیک دس منٹ کے بعد وہ اپنا بیگ لیے اندر سے نکلا اور کسی کی طرف بھی دیکھے بغیر میر ہاؤس سے باہر نکل گیا۔ ارسل نے بوکھلا کر اس کا تعاقب کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مجھے لگتا ہے، میر ہاؤس میں کوئی بڑا ہنگامہ ہوا ہے۔۔۔"

سڑک پر جمی ہوئی برف پر مضبوطی سے قدم جماتے ہوئے سعد نے ہادی کی معلومات میں اضافہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔

وہ دونوں اس وقت سی ایم ایچ میں موجود اپنے ایک دوست کی عیادت کر کے واپس آ رہے تھے۔ مری میں برف باری کا سلسلہ تو کچھ دیر کے لیے رک چکا تھا، لیکن سردی کی شدت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی اور دوسرا سڑکوں پر پیدل چلنا بھی انتہائی مشکل تھا کیونکہ جگہ جگہ برف کے ڈھیر جمے ہوئے تھے۔

"خیر سے یہ وحی کب اتری آپ پر، کچھ روشنی ڈالنا پسند کریں گے۔۔۔"

ہادی نے طنزیہ انداز سے سعد کی طرف دیکھا، جس کی خواتین کی طرح ٹوہ لینے والی عادت ہادی کو اکثر ناگوار گزرتی تھی۔

"کچھ دیر پہلے ارسل کا کزن شاہ میر اپنا بیگ لیے غصّے سے نکلا تھا اور ارسل اسے روکتے ہوئے بار بار کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔" سعد نے کچھ دیر پہلے کا دیکھا ہوا منظر بیان کیا۔

"تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ اندر کوئی جنگ پلاسی ہوئی ہو گی۔۔۔" ہادی نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"بے وقوف انسان، کچھ نہ کچھ تو ہوا ہی ہو گا، جو اچھا خاصا نوجوان جس کی اسی علاقے میں پوسٹنگ ہو، وہ اپنا بوریا بستر سمیٹ کر اپنا گھر چھوڑ کر نکل آئے۔" سعد نے اپنا ماہرانہ تجزیہ اس کے سامنے پیش کیا۔

اسی وقت میر ہاؤس سے ایک لینڈ کروزر نکلی، ڈرائیونگ سیٹ پر میر خاقان علی کے ساتھ میر حاکم علی کو دیکھ کر ہادی نے بُرا سامنہ بنایا۔ وہ دونوں اب فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ میر خاقان گاڑی میزائل کی طرح اڑاتے ہوئے لے کر جا رہے تھے۔۔۔

"یار کیا فٹ قسم کی لینڈ کروزر ہے، میرا تو دل آ گیا ہے اس پر۔۔۔" سعد نے گاڑی کی طرف دیکھ کر چٹخارہ بھرا۔

"دھیان سے اس کے ٹائروں کے نیچے آ کر کچلا گیا تو اس موسم میں قبر کھودنی بھی مشکل ہو جائے گی۔۔۔" ہادی نے ہنس کر کہا۔

"ویسے ایک بات ہے کہ میر حاکم علی کی پرسنالٹی ہے۔۔۔" سعد کی بات پر ہادی نے بُرا سامنہ بنایا۔

''ان کو دیکھ کر پتا ہے پہلا خیال کیا آتا ہے میرے ذہن میں۔۔۔'' ہادی چلتے چلتے رکا۔

''کیا۔۔؟؟؟'' سعد نے بے تابی سے پوچھا۔

''یہی کہ شیطان کی مجسم شکل سو فیصد یہی ہونی چاہیے۔۔۔'' ہادی جل کر بولا اور اسکی اس بات پر سعد نے حلق پھاڑ قہقہہ لگایا۔

''لو ایک اور فلمی سین دیکھ لو، اس محترمہ کو اس موسم میں بھی سکون نہیں۔۔۔'' ہادی کی نظر میر ہاؤس کے گیٹ پر پڑی۔۔

''یہ تو رو رہی ہے۔۔۔'' سعد بے چین ہوا، ہادی نے بھی غور سے دیکھا، وہ اپنے بازو کی پشت سے مسلسل بہتے ہوئے آنسو بیدردی سے صاف کر رہی تھی اور وہ انکی مخالف سمت میں چلنا شروع ہو گئی تھی اس لیے سعد اور ہادی کو اب اس کی صرف پشت دیکھائی دے رہی تھی، وہ ان سے چند فٹ کے فاصلے پر تھی۔

''پاگل ہو گئی ہو در شہوار، اس وقت جاؤ گی میس، گولی مار دے گا میرو تمہیں۔۔'' ارسل اس کے ساتھ چلتے چلتے مسلسل اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس نے بھی شاید نہ سمجھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''تم میری بات سمجھ کیوں نہیں رہی ہو در شہوار۔۔'' ارسل نے اسکے ساتھ چلتے ہوئے غصّے سے اسکا بازو پکڑ کر اسے چلنے سے مزید روکا۔ وہ دونوں اب عین ہادی کے گھر کے گیٹ کے سامنے کھڑے بحث کر رہے تھے اور سعد اور ہادی کے پاس اندر داخل ہونے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا اور وہ ان کی موجودگی سے ابھی تک بے خبر تھے۔۔۔

''مجھے بس بات کرنی ہے میرو بھیا سے، ان کو واپس لانا ہے۔۔۔'' وہ بات کرتے کرتے ایک دفعہ پھر رو دی۔

''میں فون پر بات کروا دیتا ہوں تمہاری۔۔۔'' ارسل نے نرم لہجے میں ایک نئی تجویز دی۔

''نہیں، میں خود جاؤں گی۔۔۔'' وہ بھی اپنی ہی ضد کی غلام تھی۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا، وہاں جا کر نیا تماشا کری ایٹ کرو گی۔۔۔ چلو واپس۔۔۔'' ارسل نے اس دفعہ قدرے سختی سے کہا اور در شہوار کا بازو پکڑ کر اسے واپس گھر کی طرف زبردستی لانے کے لیے مڑا تو ان دونوں کو سامنے دیکھ کر بے تحاشا خجالت کا شکار ہوا۔

در شہوار کا چہرہ آنسوؤں کی زیادتی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت کسی ذہنی خلفشار کا شکار لگ رہی تھی۔

''از ایوری تھنگ اوکے۔۔۔''؟ سعد نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

ہادی کی نظریں پہلی دفعہ شعوری طور پر در شہوار کی طرف اٹھیں، وہ اس وقت اپنا نچلا لب بیدردی سے کاٹ رہی تھی اور اسکا سارا وجود ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بڑے صدمے سے گزری ہو۔۔

''آپ لوگ اندر آ جائیں پلیز۔۔۔''ہادی نے انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت کہا۔ درشہوار نے آنسوؤں سے لبالب نظریں اٹھا کر ہادی کی طرف دیکھا، ان میں ہزاروں شکوے مچل رہے تھے، وہ بے اختیار نظریں چرا گیا، اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی۔

''سب ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟''سعد نے محتاط انداز میں پوچھا۔۔

''ہاں یار۔۔۔۔وہ بس۔۔۔۔''ارسل نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اپنا ماتھا مسلتے ہوئے بمشکل اتنا ہی کہا۔۔۔

''اٹس اوکے، چلو ہماری طرف، ایک کپ کافی کا ہو جائے۔۔۔۔''سعد نے موضوع بدل کر اسکی مشکل آسان کی تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔۔

''نہیں یار، پھر سہی، ابھی گھر جانا ہے مجھے۔۔۔۔''وہ اچھا خاصا پریشان لگ رہا تھا۔

''شیور، وائے ناٹ۔۔۔۔''سعد نے تھوڑا سا ہٹ کر اسے جانے کا راستہ دیا، وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف چل دیا اور سعد اور ہادی اپنے گھر کا گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئے۔۔۔ مری کے موسم نے ایک دفعہ پھر پلٹا کھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے روئی کے گالوں جیسی برف ایک دفعہ پھر زمین پر سفید رنگ کی چادر بچھانے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک بے نام سا اضطراب رومیصہ کے پورے وجود میں چٹکیاں بھر رہا تھا۔

اسے ٹینا ہاؤس میں واپس آئے ہوئے پورے چوبیس گھنٹے ہو چکے تھے اور ابھی تک ارسل نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا، وہ اسے اپنے گھر کا پی ٹی سی ایل نمبر دے کر آئی تھی اور اس تمام عرصے میں اسکا سیل فون کہیں کھو گیا تھا اور وہ ابھی تک نیا نمبر اور فون خرید نہیں سکی تھی۔۔

اس نے کچھ سوچ کر ٹینا بیگم کا نمبر ملایا، جو تیسری ہی بیل پر اٹھا لیا گیا تھا۔''ہاں رومی، بولو۔۔''ٹینا بیگم کو اندازہ تھا کہ اس نمبر سے اس وقت رومیصہ ہی انہیں کال کر سکتی ہے۔

''مام پلیز، آپ نے میرا نیا سیل فون اور سم کارڈ لیا۔۔۔''اس کی بے چینی پر وہ مسکرائیں۔

''ہاں ڈارلنگ۔۔۔۔میری گاڑی میں رکھا ہے۔۔۔''

''تو کب آئیں گی آپ واپس۔۔۔۔''

''بس راستے میں ہوں۔ تم نے کھانا کھایا۔۔۔''

''جی۔۔۔''اس نے بیزاری سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

رومیصہ نے کچھ سوچ کر ارسل کا نمبر ڈائل کیا جو اسے ازبر تھا۔اس کی کال پہلی ہی بیل پر کاٹ دی گئی،رومیصہ کے دل پر گھونسہ سا پڑا۔اس نے کچھ سوچ کر دوبارہ اس کا نمبر ملایا جو اس دفعہ اٹینڈ کر لیا گیا تھا۔

''ارسل کہاں ہو،رومیصہ بات کر رہی ہوں۔۔۔''وہ بے تابی سے گویا ہوئی۔

''آئی ایم سوری یار،میں اس وقت کسی اہم مسئلے میں الجھا ہوا ہوں،رات کو اسی نمبر پر بیک کال کروں گا۔۔''ارسل نے مزید اس کی کوئی بھی بات سنے بغیر کال کاٹ دی،جس سے اسے ایک دفعہ پھر دھچکہ سا پہنچا۔۔۔

رومیصہ نے بیزاری سے کارڈلیس فون کاؤچ پر پھینکا اور لاونج میں ٹہلنے لگی،ٹھیک پانچ منٹ کے بعد لاؤنج کا دروازہ کھلا اور شہر زاد کا مسکراتا ہوا چہرہ برآمد ہوا۔بلیک جینز پر وہ ریڈ کلر کا بڑا اسمارٹ سا سویٹر پہنے ہوئے خاصی اسٹائلش لگ رہی تھی۔

''ہائے رومی،ہاؤ آر یو۔۔۔''شہر زاد نے آگے بڑھ کر بے ساختہ اس کے گالوں پر پیار کیا۔

''فائن۔۔۔''رومی کا دل اس وقت فسردگی کے گہرے اثرات کے زیر تحت تھا لیکن وہ پھر بھی زبردستی مسکرا دی۔اچانک اسکی نظر شہر زاد کے پیچھے کھڑے ایک ہینڈ سم سے نوجوان پر پڑی،جو پولیس یونیفارم میں تھا۔

''ارتضی یہ ہے میری کیوٹ سی سسٹر رومیصہ۔۔۔''شہر زاد نے تعارف کی رسم نبھاتے ہوئے اس شخص کو مخاطب کیا۔

''ہائے رومیصہ،کیسی ہیں آپ۔۔۔''

ارتضی حیدر نے دوستانہ انداز میں اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا۔رومی نے ہلکا سا ہاتھ چھو کر سوالیہ نگاہوں سے شیری کی طرف دیکھا۔ارتضی حیدر کے ساتھ یہ اسکی پہلی باضابطہ ملاقات تھی۔

''یہ ارتضی حیدر ہیں،میرے بہت اچھے دوست۔۔۔''شہر زاد نے مسکرا کر اس کے ان کہے سوال کا جواب دیا۔''تمہارا روحیل والا کیس یہی فالو کر رہے ہیں،یہ تم سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''کیسے سوال۔۔۔۔''رومیصہ تھوڑی سی خوفزدہ ہوئی تو دونوں نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

''ارے آپ کیوں ڈرا رہی ہیں انہیں۔میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا۔۔۔۔۔''ارتضی نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔۔

''رومی،میری بہن ہے،ڈرتی نہیں بلکہ لوگوں کو ڈراتی ہے۔۔''شہر زاد نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا اور مزید گویا ہوئی۔۔''رومی تم ارتضی کو کمپنی دو میں اپنے ایک دوڈا کو منٹس لے کر آتی ہوں ابھی۔

شہر زاد دانستہ اسے ارتضی کے پاس چھوڑ کر اپنے کمرے میں آگئی،وہ چاہتی تھی کہ ارتضی اس سے بے تکلف انداز میں ساری باتیں پوچھ سکے جو اس کے کیس میں آئندہ اس کے کام آسکتی تھیں۔

اپنے کمرے میں آکر وہ بڑے سکون سے فریش ہوئی،بالوں میں برش کر کے اس نے ایک دو ڈاکومنٹس اپنے لیپ ٹاپ سے

یو ایس بی میں کاپی کیے اور تقریباً بیس پچیس منٹ کے بعد وہ لاؤنج میں آئی تو ارتضیٰ اکیلا بیٹھا ہوا پر سکون انداز میں چائے پی رہا تھا۔

"ارے، رومی کہاں گئی۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی۔

"اس کی کوئی کال آ گئی تھی، ابھی گئی ہے یہاں سے۔۔۔" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"کال۔۔۔؟ کہاں پر۔۔۔؟ اس کے پاس تو ابھی سیل فون ہی نہیں۔۔۔" وہ چونکی تو ارتضیٰ بھی تھوڑا سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"پی ٹی سی ایل پر۔۔۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ یہ بتائیں کہ کیا نتیجہ نکلا ساری گفت و شنید کا۔۔؟" شہر زاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔

"آپ کو شاید اچھا نہ لگے۔۔۔" وہ محتاط انداز میں گویا ہوا۔

"مطلب۔۔۔؟" وہ الجھ گئی۔۔۔

"رومیصہ بہت سی باتوں میں جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔ ارتضیٰ کی بات پر شہر زاد کو شاک لگا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

"ایسا لگتا ہے جیسے وہ اس اغواء کے کیس میں کسی کو دانستہ طور پر بچانا چاہتی ہے۔۔۔" ارتضیٰ کے منہ سے نکلنے والی اس بات نے شہر زاد کے چھکے چھڑا دیئے تھے اور اسے لگا جیسے کسی نے اس کی قوت گویائی سلب کر لی ہو۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

" ہو سکتا ہے ارتضیٰ، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔۔۔؟"

شہر زاد کا دل اگرچہ بے شمار اندیشوں کی آماجگاہ بن گیا تھا لیکن اس نے بڑی سرعت سے خود کو سنبھالا۔ ارتضیٰ حیدر جو شہر زاد کے لان میں اسکے عین سامنے چائے کا مگ ہاتھ میں پکڑے اس کو بڑی گہری نگاہوں سے دیکھنے میں مگن تھا۔ وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ اس وقت اسکے اندر کس قسم کے جوار بھاٹے اٹھ رہے ہونگے۔۔

"غلط فہمی۔۔۔؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔" اس نے پر اعتماد نظروں سے شہر زاد کی آنکھوں میں جھانکا۔

"لیکن آپ کیسے، اتنے حتمی انداز میں کہہ سکتے ہیں۔۔۔؟" وہ ہلکا سا گڑبڑا کر گویا ہوئی۔

"اس لیے کہ رومیصہ سہگل، مجھے گولی کروانے کے چکروں میں ہے۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا مگ اپنے دونوں ہاتھوں میں گھمایا۔

"لیکن انہیں شاید اندازہ نہیں تھا کہ میں انکی ساری گفتگو ریکارڈ کر چکا ہوں، جسے کوئی بھی سینس ایبل بندہ ایک دفعہ بھی

سنے گا تو اسے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ اپنے بیانات کیسے منٹ منٹ بعد تبدیل کر رہی ہے۔۔" ارتضی نے اس دفعہ قدرے تفصیل سے بتایا۔

"ہو سکتا ہے وہ آپکے سامنے کنفیوژ ہو رہی ہو۔۔۔" شہر زاد بھی بیرسٹر تھی، اسے مطمعن کرنا کون سا آسان تھا۔۔

"ہاں وہ اس بات پر ضرور کنفیوژ تھیں کہ انہیں کون سی بات بتانی چاہیے اور کون سی نہیں۔۔۔" وہ مسکرایا۔

"مطلب۔۔۔" شہر زاد نے الجھ کر اسکا چہرہ دیکھا۔۔۔

"مطلب یہ کہ وہ اس سارے معاملے میں کوئی بڑی بات ہم سے چھپا رہی ہے اور یہ چیز خدانخواستہ کل کو اسکے خلاف بھی جا سکتی ہے۔ کم از کم آپ تو سمجھ سکتی ہیں یہ بات۔۔۔" ارتضی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں یہ بات تو واقعی پریشانی والی ہے۔۔۔" شہر زاد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"لیکن ایک بات لکھ لیں آپ، اصل بات بہت جلد نکل کر سامنے آ جائے گی، لیکن ہمیں تھوڑا صبر سے کام لینا پڑے گا کیونکہ اس موقعے پر اگر ہم نے کوئی سختی کی تو رومیصہ بہت زیادہ محتاط ہو جائے گی۔۔۔"

"ٹھیک کہتے ہیں آپ۔۔۔" شہر زاد کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے متفق ہونا پڑا۔

" چلنا چاہیے اب مجھے، ایک آفیشل ڈنر پر جانا ہے۔" وہ چائے کا خالی مگ میز پر رکھ کر کھڑا ہوا تو شہر زاد بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا دی، اسکی نظریں بظاہر ارتضی حیدر پر تھیں لیکن ذہن رومیصہ والی گتھی سلجھانے میں مگن تھا۔۔

"شیری۔۔۔!!!" وہ پورچ میں کھڑی اپنی جیپ کی طرف بڑھتے ہوئے پلٹا تو وہ ٹھٹک کر رک گئی۔

ارتضی نے بہت گہری نظروں سے اسکے چہرے پر پھیلی تشویش کو پڑھا، وہ جان چکا تھا کہ رومی کی بات نے اسے پریشان کر دیا ہے۔

"کیوں اپ سیٹ ہو رہی ہیں آپ۔۔۔؟؟؟" وہ دونوں بازو اپنے سینے پر باندھ کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا، گھنی مونچھوں کے نیچے اسکے لبوں پر وہی ازلی مسکراہٹ تھی جو بہت کم اس کے ہونٹوں سے جدا ہوتی تھی۔

"پریشانی والی بات تو ہے ناں ارتضی۔۔۔۔"!!!

"میں ہوں ناں آپ کے ساتھ۔۔۔" اس کے لہجے میں کچھ خاص تھا، شہر زاد نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔ وہ ارتضی کے کسی جذبے کی پذیرائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔۔

"میں کسی چھوٹی موٹی بات پر پریشان نہیں ہوتی۔۔۔"

اس نے سر اٹھا کر اب ڈاریکٹ ارتضی آنکھوں میں اعتماد سے جھانکا اور مزید گویا ہوئی۔ "مجھے صرف یہ ڈر ہے کہ رومی پھر

انجانے میں یا اپنی سادگی میں خود کو کسی بڑی مصیبت میں نہ پھنسا لے۔۔"

"بے فکر رہیں، ایسا نہیں ہو گا۔۔"ارتضی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ شہر زاد کی پریشانی کو اپنی انگلیوں کی نرم پوروں سے چن لے۔

"انشاء اللہ۔۔۔"شہر زاد نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا، وہ اپنی جیپ میں بیٹھ چکا تھا اور اب متبسم نگاہوں سے شہر زاد کی طرف دیکھ رہا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے اسکی آنکھوں میں جگنوؤں کی ایک برات آکر ٹھہر گئی ہو۔۔۔

"میرا خیال ہے اب آپ کو جانا چاہیے۔۔"شہر زاد کے جتاتے ہوئے انداز پر وہ تھوڑی سی خفت کا شکار ہوا، اور جلدی سے اپنی جیپ اسٹارٹ کی۔

"ٹیک کیئر۔۔"اسکی گاڑی گیٹ کی طرف رینگنے لگی۔

ارتضی نے جیپ کا شیشہ نیچے کر کے شہر زاد پر ایک الوداعی مسکراہٹ اچھالی اور تیزی سے اپنی جیپ نکال کر لے گیا۔وہ اسے خدا حافظ کہہ کر پورچ سے واپس لان کی طرف پلٹ آئی اور پچھلے ایک گھنٹے سے وہاں ٹہل ٹہل کر شہر زاد کی ٹانگیں شل ہو چکی تھیں۔۔

ارتضی کی باتوں نے اسکا سارا سکون برباد کر دیا تھا، وہ جانتی تھی کہ اسکا اندازہ غلط نہیں ہے لیکن، اسکا دل یہ ماننے سے بھی انکاری تھا کہ رومیصہ کوئی بڑی بات ان لوگوں سے چھپا سکتی ہے۔اس نے کچھ سوچ کر ہم زاد کا نمبر ڈائل کیا، جو تیسری بیل پر اٹھا لیا گیا۔

"زہے نصیب۔۔۔!!!"دوسری طرف وہ چہکا۔

"کیسے ہیں آپ۔۔۔"؟اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"میری خیریت چھوڑو، یہ بتاؤ تم کیوں پریشان ہو۔۔۔؟اس نے بے تکلفی سے دریافت کیا۔وہ اسکے لہجے سے اسکے دل کی پریشانی کو بھانپ لیتا تھا اور اب تو شہر زاد نے اسکی باتوں پر حیران ہونا بھی چھوڑ دیا تھا۔

"رومیصہ کی وجہ سے۔۔"شہر زاد نے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ہم زاد کا تجزیئے نوے فیصد درست ہوتے ہیں۔۔

"ایسا کیا کر دیا اس معصوم بچی نے۔۔۔؟"وہ مسکرایا۔

"وہ معصوم بچی، چالاکیاں کر رہی ہے ہمارے ساتھ۔۔"وہ ہلکا سا چڑ کر گویا ہوئی۔

"اس بیچاری کو کیا پتا کہ اسکے اردگرد بھانت بھانت کے شیطانی دماغ والے لوگ موجود ہیں، جو اسکی چالاکیوں کو ایک منٹ

میں بھانپ سکتے ہیں۔۔" اس کا ہلکا پھلکا لہجہ شہر زاد کو زچ کر گیا۔

"میں سیریس ہوں یار۔۔۔" وہ جھنجھلا کر گویا ہوئی۔۔

"اور میں تم سے زیادہ سیریس ہوں تمہارے لیے۔۔" اسکی بے ساختگی شہر زاد کو لمحے بھر کے لیے چپ کروا گئی۔

"میرا خیال ہے ہر بات کا کوئی مناسب وقت ہوتا ہے۔۔" وہ سنجیدہ ہوئی۔

"تو۔۔۔؟" ہم زاد نے جھٹ سے پوچھا۔

"یہ بے وقت راگنی بعض دفعہ انسان کو بہت کوفت میں مبتلا کرتی ہے۔۔" وہ محتاط انداز میں قدرے ناگواری سے گویا ہوئی اور وہ سیکنڈوں میں اسکی بات کو سمجھ کر سنجیدہ ہوا۔ "چلیں بتائیں، کیا ایشو ہوا ہے۔۔"؟

"رومی، اصل بات نہیں بتا رہی ہمیں۔۔" اس نے اپنا مسئلہ بتایا۔

"آپ کو کیسے لگا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔" اس نے ہلکا سا چونک کر پوچھا۔

"ارتضی اسکا بیان ریکارڈ کرنے کے لیے آیا تھا گھر۔۔" شہر زاد کی اطلاع نے ہم زاد کو جی بھر کر بدمزا کیا۔

"کیا اس پورے شہر میں ایک ہی پولیس آفیسر ہے، یا انہیں آپ کی ہی خدمت خلق کا بہت شوق ہے۔۔؟" وہ طنزیہ انداز میں گویا ہوا۔۔

"ارتضی دوست ہے میرا۔۔" اس دفعہ شہر زاد نے بھی اسکی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا اور دوسری طرف حسب توقع سناٹا چھا گیا۔ ہم زاد کی تو لگتا تھا قوت گویائی سلب ہو گئی تھی اور شہر زاد کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ تبسم نے کروٹ لی۔۔

"کیا ہوا، خاموش کیوں ہو گئے آپ۔۔"؟ اس کے دل جلاتے انداز پر ہم زاد نے خود کو بڑی سرعت سے سنبھالا۔

"اچھا تو پھر، کیا کہا آپ کے "دوست" ارتضی حیدر نے۔۔؟" ہم زاد کے جتاتے ہوئے انداز پر شہر زاد نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"وہ کہہ رہا تھا رومی بار بار بیان بدل رہی ہے اپنا لیکن وہ ایسا کیوں کر رہی ہے یہ چیز سمجھ نہیں آ رہی۔۔"

"اگر ایک سی ایس ایس آفیسر کو اتنی سی بات سمجھ نہیں آ رہی تو اسے پہلی فرصت میں اپنی جاب سے ریزائن کر کے ڈرائی فروٹس کی ریڑھی لگا لینی چاہیے، کیونکہ آجکل اسی کا سیزن ہے۔۔۔" ہم زاد کے طنزیہ لہجے پر شہر زاد کا منہ سرخ ہوا۔

وہ جان گئی تھی کہ وہ اس کی دوست والی بات کا غصّہ کہیں اور نکالنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن یہ موقع اس سے الجھنے کا نہیں تھا، تبھی تو اس نے تحمل کا عظیم مظاہرہ کیا اور خاموش رہی۔۔۔

"سادہ سی بات ہے شہر زاد، اگر رومیصہ ایسا کر رہی ہے تو اس کے دو مطلب نکلتے ہیں، نمبر ایک یا تو اس کی ہمدردیاں وہاں پر

موجود لوگوں کے ساتھ ہیں یا پھر اس کے ساتھ کچھ ایسا ہوا ہے جو وہ آپ لوگوں سے شئیر کرنا نہیں چاہ رہی۔۔"

"لیکن کیوں۔۔۔؟" وہ ہلکا سا جھنجھلا گئی۔

"آئی تھنک، اگر کچھ غلط ہوا ہوتا تو وہ اب تک ضرور بتا دیتی، ایسی صورت میں کسی کے لیے بھی کوئی نرم گوشہ اس کے دل میں نہ ہوتا۔۔"ہم زاد کی بات جھٹ سے اسکے دل کو لگی۔"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔ کھل کر بتائیں۔۔؟"

"اس کا ایک ہی مطلب نکلتا ہے مائی ڈئیر، وہاں جو کچھ ہوا، اس میں کہیں نہ کہیں رومیصہ کی بھی رضامندی بھی شامل تھی اور وہ ابھی بھی انہی کو اسپورٹ کرنا چاہ رہی ہے۔۔۔"ہم زاد کے تجزیئے میں دم تھا، تبھی تو شہر زاد کچھ سیکنڈوں کے لیے بالکل چپ کر گئی۔

"کیسے پتا چلے گا ان لوگوں کا۔۔۔؟"

"ایک منٹ میں۔۔۔۔" وہ مسکرایا۔

"کیسے۔۔۔۔؟؟؟"

"آپ رومیصہ کا سیل نمبر دیں، میں اس کی تازہ ترین کالز کا ریکارڈز نکلوا لیتا ہوں۔"ہم زاد نے چٹکیوں میں اسکا مسئلہ حل کیا۔

"آپ کے خیال میں رومی کا ابھی بھی رابطہ ہو گا ان لوگوں سے۔۔۔؟"شہر زاد کو فطری سی پریشانی نے گھیرا۔

"آف کورس یار، وہ جو اتنی آسانی سے اسے گھر کے دروازے تک چھوڑ کر گئے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس سے رابطہ نہ رکھیں۔۔۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔"

"باقی ایک آدھ ہفتے تک آپکا دوست ارتضی حیدر بھی اسی پوائنٹ پر سوچنے لگے گا، آفٹر آل اتنا بھی ڈفر نہیں، یہ اور بات کہ آپ جیسی شاندار خاتون کے سامنے تو میری بھی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔۔"وہ طنزیہ لہجے میں کہہ کر کال کاٹ چکا تھا لیکن شہر زاد کے ذہن کی گتھی کسی حد تک سلجھ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ کو نیا فون اور سم کارڈ مل چکا تھا۔۔۔۔

اس وقت وہ سیل فون ہاتھ میں پکڑے اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔۔۔۔

ایک طرف "انا" تھی جو اسے ارسل کو فون کرنے سے روک رہی تھی جس نے گھر جانے کے بعد خود سے ایک دفعہ بھی رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی اور دوسری طرف تازہ تازہ ہونے والی وہ "محبت" تھی، جس نے رومیصہ کو بے چین کر رکھا

تھا۔

"مجھے پوچھنا تو چاہیے، آخر ہوا کیا ہے۔۔" انا اور محبت کی کشمکش میں بالا آخر محبت جیت گئی، اس نے کچھ سوچ کر ارسل کا نمبر ملایا۔

"ہیلو۔۔۔!!!" دوسری طرف ارسل کی بیزار سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔۔۔

"ارسل۔۔۔!!!" رومیصہ نے ہلکا سا جھجک کر کہا، دوسری طرف ارسل کو کرنٹ لگا۔

"تھینکس گاڈ، دو دفعہ فون کر چکا ہوں میں تمہارے گھر کے پی ٹی سی ایل فون پر، ہر دفعہ کوئی ملازم ہی ریسیور اٹھا رہا تھا۔ کہاں چلی گئیں تھیں تم۔" ارسل کی اس بات نے رومیصہ کے تنے ہوئے اعصاب کو ایک دم ڈھیلا کیا۔

"ہاں وہ میں اپنے روم میں آ گئی تھی۔۔۔"

"کیسی ہو تم۔۔۔؟ کیا صورتحال ہے تمہاری طرف۔۔۔؟"

"اے ایس پی، ارتضی حیدر آئے تھے میرا بیان ریکارڈ کرنے۔۔۔" اس نے اسکی سماعتوں میں بم پھوڑا۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔ پھر۔۔۔؟" وہ بے چین ہوا۔

"میں نے بات گھما پھرا کر کرنے کی کوشش تو کی تھی لیکن وہ کسی صورت بھی مطمئن ہونے کا نام نہیں لے رہے۔۔۔" رومیصہ نے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔

"دیکھو رومیصہ، تمہیں بہت عقلمندی سے یہ سب ہینڈل کرنا ہو گا۔ ورنہ ہم سب لوگ پھنس جائیں گے۔۔" ارسل ٹھیک ٹھاک پریشان ہوا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی ارسل۔۔۔ وہ واقعی ہی ٹھیک کہہ رہی تھی اور ارسل کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا، کہ اسے سب کچھ سمجھا کر اسے واپس بجھوانا چاہیے تھا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور شہر زاد اندر داخل ہوئی، رومیصہ کی نیلگوں آنکھوں میں بوکھلاہٹ اور خوف کے ملے جلے رنگ چھلکے، اس نے گھبرا کر فون بند کیا اور شہر زاد نے بہت غور سے اسکی اس حرکت کو نوٹ کیا۔

"کس سے بات کر رہی تھیں تم۔۔۔۔" اس نے دانستہ سرسری انداز میں پوچھا۔

"ایک کلاس فیلو تھی میری۔۔۔۔" رومیصہ نے فوراً ہی جھوٹ گھڑا، دوسری طرف ارسل اس سچوئشن سے بے خبر تھا، اس نے کال کٹ جانے پر فوراً ہی رومی کا نمبر ملایا اور سیل فون کی گھنٹی کی آواز پر رومیصہ ایک دفعہ پھر بوکھلا گئی۔

اس نے گھبرا کر شہر زاد کی طرف دیکھا، جو خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے کی بڑی کامیاب اداکاری کر رہی تھی اور کمرے میں سیل

فون کی گھنٹی کی آواز صور بن کر گونج رہی تھی۔۔

"فون اٹینڈ کرو ناں رومی۔۔۔" شہرزاد نے نرمی سے اسکی طرف دیکھا۔

"نہیں، وہ لمبی بات کرنے کے موڈ میں ہے، میں بعد میں کر لوں گی اس سے بات۔۔۔" رومی نے کچھ سوچ کر فون ہی پاورڈ آف کر دیا۔

"ارتضی کیسا لگا تمہیں۔۔۔؟" شہرزاد ڈاریکٹ اس موضوع پر آنا نہیں چاہ رہی تھی۔

"تم میں انٹرسٹڈ ہے کیا۔۔؟" رومیصہ کے منہ پھٹ انداز پر وہ ہنسی۔۔۔

"لیکن میں ہرگز نہیں ہوں۔۔۔" اس نے فوراً ہی صفائی دی۔۔۔

"اچھا شخص ہے، تمہیں سوچنا چاہیے اسکے بارے میں۔۔۔" رومیصہ نے نظریں چرا کر اسے مشورہ دیا۔

"لیکن میں تو اسے تمہارے لیے سوچ رہی ہوں، ہینڈ سم ہے، ایجوکیٹڈ ہے اور سب سے بڑی بات مام کو بھی پسند ہے۔۔"

"وہ تمہیں پسند کرتا ہے شیری۔۔۔؟" رومی نے ہلکا سا بُرا مانا۔۔۔

"ہاں تو کیا ہرج ہے، پسند تو ہمیں زندگی میں ہزاروں لوگ آ جاتے ہیں۔ اب سب کے ساتھ شادی تو نہیں کی جا سکتی ناں۔۔" شہرزاد دانستہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولی، وہ اپنے اور رومی کے درمیان موجود فاصلوں کو تیزی سے گھٹانا چاہتی تھی۔

"لیکن مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی۔۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلا گئی۔

"کوئی اور پسند ہے کیا۔۔۔؟؟؟" شہرزاد نے غور سے اسکی شکل دیکھی۔

"کون پسند کرے گا ایسی لڑکی کو، جس پر کسی کے قتل کا مقدمہ چل رہا ہو، اور وہ اتنے دن گھر سے غائب بھی رہی ہو۔۔" رومیصہ کا تلخ لہجہ اس بات کا گواہ تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ حقیقت پسند ہو چکی ہے۔ شہرزاد کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

"کوئی ہو بھی تو سکتا ہے جو تمہیں اچھی طرح جانتا ہو۔۔۔" شہرزاد نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"جب انسان کا بُرا وقت چل رہا ہو تو بڑے بڑے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔۔۔" اس نے تھک کر بیڈ سے ٹیک لگائی۔

"ٹھیک کہتی ہو تم۔۔۔" شہرزاد فوراً ہی اسکی بات سے متفق ہوئی لیکن پھر اسے تسلی دینے کے لیے مزید گویا ہوئی۔ "لیکن تم بے فکر رہو، بعض دفعہ مشکل وقت میں بھی اللہ نے بہت سی آسانیاں رکھی ہوتی ہیں، جس کا اندازہ انسان کو بہت دیر بعد ہوتا ہے۔۔۔"

شہرزاد کی بات پر رومیصہ پھیکے سے انداز میں مسکرا کر چپ کر گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اللہ نے ارسل کی صورت میں جو

آسانی اس کی قسمت میں لکھی تھی وہ اسی حادثے کے بعد ہی اسے ملنی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بلڈ پریشر مسلسل ہائی چل رہا ہے آپ کا۔۔۔"

برہان کی بات پر تاجدار بیگم نے خفا نظروں سے سامنے صوفے پر بیٹھے میر محتشم کی طرف دیکھا، جو بظاہر تو اخبار میں منہ دیئے بیٹھے تھے لیکن ان کی تمام تر توجہ دونوں ماں بیٹے کی طرف تھی تاجدار بیگم ان سے سخت خفا تھیں۔۔

تاجدار بیگم نے خصوصی طور پر اپنا بی پی چیک کرنے کے لیے برہان کو اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔ دونوں میاں بیوی کے درمیان تعلقات خاصے کشیدہ چل رہے تھے اور یہ بات سبھی کو معلوم تھی۔۔

"امّی، میں آپ سے کہہ رہا ہوں، اپنی میڈیسن باقاعدگی سے کیوں نہیں لے رہیں آپ۔۔؟" برہان نے فکر مند انداز سے ماں کی طرف دیکھا، جو پچھلے چوبیس گھنٹے سے احتجاجاً اپنے کمرے تک محدود ہو چکی تھیں۔

شاہ میر والے واقعے نے ان کو اچھا خاصا ہلا کر رکھ دیا تھا، وہ جو سمجھتی تھیں کہ تین بیٹوں کو جنم دے کر اور میر حاکم علی کی چہیتی بہو کا اعزاز حاصل کر کے وہ پورے خاندان پر ساری زندگی حکمرانی کر سکتی ہیں، اس واقعے نے ان کی خوش فہمیوں کی دیوار کو ریت کی طرح ڈھا دیا تھا۔

اپنی اس طویل شادی شدہ زندگی میں انہوں نے پہلی دفعہ اپنے میاں کا وہ روپ دیکھا تھا جسے دیکھنے کی ان کی دونوں دیورانیوں کو خاصی حسرت تھی لیکن وہ بڑی عقلمندی کے ساتھ سارے معاملات کو لے کر چل رہی تھیں۔

شاہ میر کے جذباتی پن نے ان کی پوزیشن سسر اور میاں کے سامنے تو خراب کی ہی لیکن وہ خود بھی اس دھچکے سے اچھی خاصی متاثر ہوئیں تھیں، ان کا سارا زعم اور طنطنہ دھرے کا دھرا رہ گیا تھا اور یہ بات انہیں گھن کی طرح اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔۔

"اچھا اب آپ یہ بلڈ پریشر کی دوائی تو کھائیں۔۔۔" برہان نے ایک ٹیبلٹ نکال کر انکی طرف بڑھائی۔

"ایسا کرو زہر لا دو کہیں سے، جان چھوٹ جائے گی تم سب لوگوں کی مجھ سے، پھر خوشی کے شادیانے بجانا بیٹھ کر یہاں۔۔" وہ ایکدم چڑ گئیں۔

"امّی۔۔۔۔" برہان نے صدمے بھرے انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

وہ جو میر خاندان کی سب سے مضبوط اعصاب کی حامل خاتون سمجھی جاتی تھیں، اس وقت ریت کی دیوار کی طرح گری پڑی تھیں، اور ان کا بات بات پر چڑنا اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر کس حد تک پژمردگی کا شکار ہیں۔۔

"بابا، آپ سمجھائیں ناں انہیں۔۔۔" برہان نے مڑ کر اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ ہلکا سا گڑبڑا گئے۔۔

برہان کو علم نہیں تھا کہ ان دونوں کے درمیان بات چیت بالکل بند ہے، شاہ میر کے گھر چھوڑنے والے واقعے پر تاجدار بیگم کو سب سے زیادہ غصّہ اپنے میاں پر ہی تھا۔۔ جنہوں نے اس موقعے پر خاصے جذباتی پن کا مظاہرہ کیا تھا۔

"ہونہہ، یہ سمجھائیں گے۔۔۔" وہ بیزاری سے سر جھٹک کر لیٹ گئیں۔

"تم میڈیسن رکھ دو سائیڈ ٹیبل پر، کھالے گی خود ہی۔۔۔"

میر محتشم نے نظریں چرا کر کہا، ان کا غصّہ ختم ہو چکا تھا اور اب وہ فطری سی شرمندگی کے حصار میں تھے، کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتے تھے کہ تاجدار بیگم نے زندگی میں کبھی بھی انہیں شکایت کا موقع نہیں دیا تھا اس لیے انہیں بھی اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے تھا۔۔

"بیگم صاحبہ، ندرت بی بی پوچھ رہی ہیں کہ رات کے کھانے میں کیا بنے گا۔۔؟" ملازمہ نے بڑے غلط ٹائم پر کمرے میں انٹری دی۔

"ایسا کرو کلیجہ کاٹ کر پکا لو میرا، شاید اسی سے ارمان ٹھنڈے ہو جائیں سب گھر والوں کے۔۔۔" وہ ایکدم جل کر بولیں۔

"تم جاؤ زلیخا، جا کر بڑی چچی سے پوچھ لو۔۔۔" برہان نے نظریں چرا کر شرمندگی سے ملازمہ کو کہا اور ناراض نگاہوں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا، جو اس وقت کمبل تان کر لیٹ گئیں تھیں، جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اس وقت کسی سے بھی بات کرنا نہیں چاہتیں۔

"امّی کم از کم گھر کے ملازموں کے سامنے تو اس قسم کی باتیں نہ کریں۔۔۔"

"یہ بات مجھے نہیں اس گھر کے سب ہی لوگوں کو معلوم ہونی چاہیے جو آئے دن تماشے لگاتے رہیں ہیں انہی ملازموں کے سامنے۔" وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں میر محتشم کو یہ بات سنا رہی تھیں۔

"تم جاؤ برہان، ریسٹ کرنے دو اپنی ماں کو۔۔۔" انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی بولنا پڑا، برہان کچھ سوچ کر کمرے سے نکل آئے

۔

جیسے ہی انہوں نے ہال کمرے میں قدم رکھا، سامنے انابیہ گھٹنوں میں سر دیئے صوفے سے ٹیک لگائے کارپٹ پر اکیلی بیٹھی تھی۔ پورا ہال کمرہ خالی تھا، شاہ میر کے گھر چھوڑ جانے کے بعد میر ہاؤس میں لگتا تھا کسی آسیب کا بسیرا ہو گیا تھا۔۔

برہان آہستگی سے قدم اٹھاتے ہوئے اسی صوفے پر آ کر بیٹھ گئے، جس سے ٹیک لگائے انابیہ بیٹھی تھی۔ ان کے قدموں کی چاپ پر انابیہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور برہان کو سامنے دیکھ کر اس کے اعصاب تن گئے اور پیشانی پر ناگواری کے اظہار کے طور پر

لکیریں ابھریں۔۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی، برہان اسکے ارادے جان گئے تھے، انہوں نے لاشعوری انداز میں اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا، انابیہ کو کرنٹ لگا۔ اس نے خفا نظروں سے برہان کو گھورا، جو اس سے بات کرنے کے موڈ میں تھے۔۔

"کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ انابیہ۔۔۔؟" انہوں نے اسکے افسردہ وجود سے دانستہ نظریں چرا کر پوچھا۔

"یہ آپ مجھ سے نہیں، خود سے پوچھیں۔۔۔" انابیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"تم بیٹھو، بات کرنی ہے مجھے تم سے۔۔۔؟" برہان نے بے ساختہ انداز سے کہا۔

"جی کہیے۔۔۔؟"

"کیوں تم کل سے مجھے اور در شہوار کو بہانے بہانے سے سنا رہی ہو۔۔" اس نے بغیر کسی لگی لپٹی کے پوچھا۔

"میں اگر بتاؤں گی تو شاید اچھا نہیں لگے گا آپکو۔۔" وہ ناراض لہجے میں بولیں۔

"نہیں، آج بتانا ہی ہو گا تمہیں۔۔۔" برہان کے ضدی انداز پر انابیہ نے چونک کر انکی طرف دیکھا۔

برہان کی مکمل توجہ اسکی طرف تھی اور زندگی میں ایسے مواقع بہت کم کم آئے تھے، ورنہ دونوں کے درمیان فاصلوں کی دیوار چین کھڑی تھی جسے جب بھی انابیہ نے گرانے کی کوشش کی، منہ ہی کی کھائی۔

"آپ کیوں نہیں بتا دیتے کھل کر سب کو۔۔۔" اسکے لہجے میں دبا دبا سا غصّہ ہلکورے کھانے لگا۔

"کیا۔۔۔؟" برہان نے ابھی تک اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا اور نہ ہی انابیہ نے چھڑوانے کی کوئی کوشش کی۔

"یہی کہ آپ کو کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھ میں اور نہ ہی آپ شادی کرنا چاہتے ہیں مجھ سے۔۔۔"

انابیہ نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا سیکھ لیا تھا اور برہان کے آج شاید ستارے گردش میں تھے جو یہ جملہ بقائمی ہوش و حواس ہال کمرے میں داخل ہوتے میر حاکم علی نے خود سنا اور ان کے چٹان جیسے چہرے پر گویا زلزلے کی سی کیفیت ابھری۔۔

"کیوں اسکی دلچسپی کہاں ہے۔۔۔؟" میر حاکم بولے نہیں پھنکارے تھے۔

برہان نے بوکھلا کر انابیہ کا ہاتھ چھوڑا اور گھبرا کر پلٹے۔ سامنے میر حاکم علی ان دونوں کو غضب ناک نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ ان کے چہرے کے تاثرات گواہ تھے کہ وہ ان دونوں کی گفتگو سن چکے ہیں، اور گفتگو بھی کوئی ایسی خوشگوار نہیں تھی جسے سن کر وہ کسی خاص ردعمل کا اظہار نہ کرتے۔۔۔

"کک کہیں نہیں دا جی۔۔۔" برہان کا رنگ فق ہوا۔

''تم بتاؤ انابیہ، یہ کیا سلسلہ چل رہا ہے تم دونوں کے بیچ۔؟ کون ہے وہ، جس میں دلچسپی لے رہے ہیں موصوف۔؟'' ان کے اس جملے سے انابیہ کی تو جو روح فنا ہوئی سو ہوئی، پیروں کے نیچے سے زمین تو ایک دفعہ برہان کے بھی نکل گئی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے دا جی۔۔'' انابیہ نے بوکھلا کر صفائی دینے کی ناکام کوشش کی۔

''یاد رکھنا برہان، اس گھر میں، میں کوئی اور خاقان علی برداشت نہیں کروں گا۔۔'' انہوں نے انگلی اٹھا کر ڈھکے چھپے الفاظ میں بہت کچھ کہہ دیا۔

''اور نہ ہی میں اس گھر کی کسی بچی کے ساتھ زیادتی کرنے دوں گا۔۔'' انہوں نے مزید کہا۔ برہان کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے دا جی۔۔۔'' وہ خود کو سنبھال چکے تھے۔

''اور ہونا بھی نہیں چاہیے، اس چیز کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی اب ہمارے خاندان میں۔۔۔'' انہوں نے دوٹوک انداز اپنایا۔

''میں جاؤں دا جی۔۔۔؟؟؟ انابیہ نے ہراساں نگاہوں سے انکی طرف دیکھا۔

''ہاں جاؤ، اور برہان تم اپنے ماں باپ کو بھیجو میرے کمرے میں۔۔'' انہوں نے برہان کو غصّے سے گھورتے ہوئے نیا حکم جاری کیا۔۔

''جی۔۔۔۔۔'' برہان نے ناراضگی سے انابیہ کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ اب تمہیں سکون آ گیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے میر محتشم کے کمرے کی طرف بڑھ گئے جبکہ انابیہ کا دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر سینے سے باہر آ جائے گا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

''ارتضیٰ دوست ہے میرا۔۔۔''

شہر زاد کے اس چار لفظی جملے نے ہم زاد کے حلق تک میں کڑواہٹ گھول دی تھی۔۔۔

پچھلے چوبیس گھنٹوں میں ہم زاد نے اس جملے کو کوئی چوبیس سو دفعہ سوچا اور ہر دفعہ سوچنے پر اسے نئے سرے سے تکلیف کا احساس ہوا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے ماؤنٹ ایورسٹ کی بلند و بالا چوٹی اسکے سینے پر دھر دی ہو۔

وہ شدید بے بسی محسوس کر رہا تھا۔۔۔

اس کی آنکھوں میں جلتی جوت مدھم ہو گئی اور وہ شکست خوردہ انداز سے ٹہلنے لگا۔۔۔۔

''کیوں میرے جذبات سے کھیلتی ہے وہ اور مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی۔؟ آخر ہم دونوں تعلق کی کس ڈور سے بندھے

ہوئے ہیں۔۔۔" اپنے چٹختے ہوئے اعصاب کو پر سکون کرنے کے لیے اس نے سگریٹ سلگایا۔

"کاش اسے اندازہ ہو سکے، اسکے بے دھیانی میں بولے ہوئے بعض زہر آلود جملے، قطرہ قطرہ بن کر میری رگوں میں اترنے لگتے ہیں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا ادھ جلا سگریٹ بُری طرح ایش ٹرے میں مسلا، جیسے اپنے اندر کا سارا غصّہ اس پر نکالنا چاہتا ہو۔

وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس آن کھڑا ہوا، جیسے ہی اس نے بلائنڈز ہٹائے تو اسکی نظر صنوبر کے دیو قامت درختوں پر پڑی، فضا میں پیڑوں کی سبز خوشبو پھیلی ہوئی تھی، اور سامنے ایک سنگلاخ سڑک بل کھاتی ہوئی دُور تک جا رہی تھی۔

سائیڈ میز پر رکھے ہم زاد کے سیل فون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف وہی دشمن جان تھی، بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اتنی شدت سے اسے سوچتا اور دوسری طرف اسکے دل کو کچھ نہ ہوا ہوتا۔ ہم زاد نے سیل فون ہاتھ میں پکڑا اور اسکرین پر لکھا "شہر زاد کالنگ" کے الفاظ دیکھنے لگا۔۔۔

ان الفاظ کو دیکھنے کے لیے پتا نہیں کتنے سال اسکی آنکھیں ترسیں تھیں، ابھی تو بصارتوں کے آدھے قرض بھی ادا نہیں ہوئے تھے اور ارتضی حیدر ان دونوں کے بیچ آن کھڑا ہوا تھا۔۔

"کیوں تنگ کرتی ہو مجھے۔۔۔؟" ہم زاد نے کال اٹینڈ کر کے شکوہ بھرے انداز میں کہا۔

"میں کیوں کروں گی ایسا۔۔؟" دوسری طرف وہ حیران ہوئی۔

"تم ہی تو کرتی ہو، اور دکھ کی بات یہ ہے کہ تمہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔۔۔" ہم زاد کی آنکھوں میں رقم کرب کی تحریر صاف پڑھی جا رہی تھی۔

"ارتضی والی بات بُری لگی ہے تمہیں۔۔۔" شہر زاد نے گویا اس کے دل کی بات بوجھ لی۔

"نہیں، مجھے کیوں لگے گا بُرا۔۔۔؟" وہ صاف مکر گیا۔

"حالانکہ بُرا لگنا چاہیے تمہیں۔۔۔" فضا میں شہر زاد کا نسوانی قہقہ گونجا۔۔

"وہ کیوں۔۔۔۔؟؟؟" ہمزاد نے انجان بن کر پوچھا۔

"اس لیے کہ تم محبت کرتے ہو مجھ سے۔۔" شہر زاد کے شوخ لہجے پر اس کے من میں پھانس چبھی، کہ ایک لمحے کو سانس لینا دشوار ہو گیا۔

"اور تم کیا نفرت کرتی ہو مجھ سے۔۔۔؟" اس نے اپنے لہجے کو لاپرواہ بنانے کی حتی المقدور کوشش کی۔

"ایسا ہو سکتا ہے بھلا۔۔۔" شہر زاد کو پہلی دفعہ اسکے لہجے میں موجود سنجیدگی کی سنگینی کا احساس ہوا۔۔

"تو پھر کیا تعلق ہے تمہارے اور میرے بیچ۔۔۔؟" اس کے اس سوال پر شہر زاد کو اپنی سانس سینے میں اٹکتی ہوئی محسوس

ہوئی۔

"ہم زاد ہو تم میرے۔۔۔"

"لیکن یہ دعوی تو میں کرتا ہوں، ضروری تھوڑا ہے کہ تم بھی اس سے متفق ہو۔۔؟"

"میں اگر متفق نہ ہوتی تو کیا ہر مشکل میں تمہاری طرف دیکھتی، تم سے بات کرتی۔۔؟" شہر زاد نے اسے لاجواب کیا۔

"تمہارے ہر مشکل وقت میں تو ارتضی بھی ساتھ ہوتا ہے تمہارے۔۔۔"

"لیکن میں اس کے ساتھ نہیں ہوتی۔۔۔" شہر زاد کے لہجے کی بے ساختگی، اسکی سچائی کی گواہ تھی۔

"تو پھر اس خبیث انسان کو ہر وقت ساتھ لے کر گھومنے کی ضرورت کیا ہے۔۔۔" اسکی جھنجھلاہٹ شہر زاد کو لطف دے گئی

۔

"میں کوئی ہاؤس وائف نہیں ہوں یار، ایک ورکنگ وومن ہوں اور دن میں سو بار ملنا پڑتا ہے مجھے بہت سے لوگوں سے ۔۔۔" اسے نہ چاہتے ہوئے بھی صفائی دینا پڑی۔

"لیکن ان سب لوگوں میں، کسی دن یہ ارتضی حیدر قتل ہو جائے گا میرے ہاتھوں۔۔۔" وہ چڑ کر مزید گویا ہوا۔

یقین مانو میں اتنی بڑی دنیا میں اپنا ایک رقیب بھی برداشت نہیں کر سکتا میں۔۔" ہم زاد کے لہجے میں موجود جھنجھلاہٹ اور غصے کی کیفیت کو سمجھ کر وہ کھکھلا کر ہنسی۔ دوسری طرف ہم زاد بھی کچھ پر سکون ہوا تھا۔ تبھی تو اگلے ہی منٹ وہ دونوں بڑے نارمل انداز سے گفتگو کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج بھی مری میں سردی کی شدت انتہاء پر تھی۔۔۔۔ درجہ حرارت منفی میں جا رہا تھا۔۔

لیکن میر ہاؤس کے اندر ہونے والے "سانحہ شاہ میر" کی وجہ سے سبھی مکینوں کے مزاجوں کا موسم خاصا گرم تھا اور ہر کوئی ایک دوسرے سے نظریں چرائے گھوم رہا تھا، طوبیٰ موٹا سا اونی کوٹ پہنے ہوئے انابیہ کے ساتھ ہال کمرے کے صوفے پر تھی، اور پیروں میں الیکٹرک ہیٹر جلا کر رکھا ہوا تھا۔۔

ٹی وی پر کسی ڈرامے کی آخری قسط چل رہی تھی اور اس دوران شاہ میر کی اچانک آنے والی کال نے اسے بوکھلا کر رکھ دیا، وہ فون اٹھا کر اپنے اور انابیہ کے مشترکہ کمرے کی طرف بھاگی، جو اس وقت خالی تھا، طوبیٰ نے اندر گھستے ہی دروازہ لاک کر کے پریشان انداز سے کال اٹینڈ کی۔

"شاہ میر۔۔۔۔ کیوں فون کیا ہے مجھے۔۔؟" اس کی سانسیں ابھی تک بے ربط تھیں۔

"کیوں بابا نے "گھر" سے اور تم نے "دل" سے نکال دیا ہے مجھے۔۔۔؟" اپنے میس میں موجود شاہ میر جو پورے میر ہاؤس کے مکینوں پر ہی تپا بیٹھا تھا۔ اس نے طنزیہ انداز اپنایا۔ جسے سن کر طوبیٰ سلگ کر رہ گئی۔

"بکو مت۔ میں نے ایسا کب کہا۔۔۔" وہ جل کر بولی۔

"ری ایکٹ تو تم ایسے ہی کر رہی ہو جیسے کال کر کے کوئی بڑا گناہ کر لیا ہو میں نے۔۔۔" وہ بیزاری کی انتہاء پر تھا۔

"دا جی، تایا ابا سب موجود ہیں گھر میں۔۔۔" طوبیٰ نے بوکھلا کر صفائی دی۔

"تو میں نے کون سا وڈیو کال کر لی ہے تمہیں، جو انہیں میری منحوس شکل دیکھائی دے دے گی تمہارے سیل فون پر۔۔۔" آگے بھی شاہ میر تھا، جس سے باتوں میں جیتنا کم از کم طوبیٰ کے لیے ناممکن تھا۔

"شکل تو منحوس نہیں ہے لیکن باتیں ضرور کرتے ہو ایسی۔۔۔" طوبیٰ کے دل جلے انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ہنس پڑا۔

"چلو اسی خوشی میں آ جاؤ مجھ سے ملنے۔۔۔" اس کی اگلی فرمائش پر طوبیٰ کا دماغ بھک کر کے اڑا۔

"بھنگ تو نہیں پی لی تم نے سردی کی شدت کو کم کرنے کے لیے۔۔۔"

"نہیں، تمہاری محبت کا نشہ ہی اتنا اسٹرونگ ہے کہ اس کے سامنے دنیا بھر کے نشے بے معنی ہیں۔۔۔" وہ پٹڑی سے اترا۔

"شاہ میر، یہ فضول باتیں کرنے کے لیے فون کیا ہے تم نے۔۔۔؟"

"نہیں، تمہیں یہ بتانے کے لیے کہ آج شام سات بجے جی پی او چوک پر انتظار کروں گا میں تمہارا۔۔۔"

"لیکن میں کیسے آ سکتی ہوں۔۔۔؟" اس نے گھبرا کر وال کلاک پر ٹائم دیکھا، شام کے پانچ بج رہے تھے۔

"جیسے در شہوار اور نمیرہ کے ساتھ سارا دن گھومتی ہو ان روڈز پر۔۔۔" وہ لاپرواہی سے گویا ہوا۔

"ان کو بھی ساتھ لے آؤں کیا۔۔۔؟" طوبیٰ کی اگلی بات نے اسے جی بھر کر بدمزا کیا۔

"خبردار کسی کو نہیں بتاؤ گی تم۔ ان کو بھی لے آؤں۔۔" شاہ میر نے چڑ کر اسکی نقل اتاری۔

"لیکن، کس لیے بلوا رہے ہو تم۔۔۔؟"

"کچھ دینا ہے تمہیں۔۔۔۔" وہ پراسرار انداز میں گویا ہوا، طوبیٰ کے کان کھڑے ہوئے۔۔

"کیا۔۔۔؟"

"یہ تو تم آؤ گی تو پتا چلے گا تمہیں۔۔۔۔" وہ ابھی کچھ بھی بتانے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"بہت مشکل ہے میرو، آج بابا، دا جی اور تایا ابا سب موجود ہیں گھر میں۔۔۔"

"بے فکر رہو، شام کو ایک منسٹر کے ہاں ڈنر ہے انکا، یہ تینوں نکل جائیں گے گھر سے ایک دو گھنٹوں میں۔۔۔" شاہ میر کی بات

پر وہ کچھ پر سکون ہوئی۔

"تمہیں کس نے بتایا۔۔۔؟"

"ارسل کے علاوہ کون بتا سکتا ہے مجھے، لیکن چھوڑو، پھر آ رہی ہو ناں۔۔۔؟' اس نے منہ بنا کر دوبارہ تصدیق چاہی۔۔

"شاہ میر ڈر لگ رہا ہے مجھے۔۔۔"

"بے وقوف لڑکی، میں آ جاتا تمہیں لینے، لیکن پتا ہے ناں، روڈ سنگل ہے اور سارا دن بابا اور دا جی کی گاڑیاں اسی سڑک پر گھومتی رہتی ہیں، کسی نے دیکھ لیا تمہیں میرے ساتھ، تو شامت اب کی بار تمہاری ہی آئے گی۔۔۔" شاہ میر نے اس دفعہ نرمی سے کہا۔۔

"اچھا میں کوشش کروں گی۔۔۔" طوبیٰ نے ہلکا سا سوچ کر کہا۔

"کوشش نہیں کرنی، آنا ہے تم نے۔۔۔" دوسری طرف وہ ہلکی سی ناراضگی سے گویا ہوا تو طوبیٰ نے نہ چاہتے ہوئے حامی بھر ہی لی، لیکن فون بند کر کے وہ ٹھیک ٹھاک پریشان ہو چکی تھی کیونکہ اسے اب یہ سوچنا تھا کہ وہ کیا بہانہ بنا کر گھر سے نکلے۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ گود میں رکھے لیپ ٹاپ پر آج کافی عرصے بعد سوشل میڈیا کھنگال رہی تھی۔

فیس بک پر شوبز کے ایک پیج پر لگی ٹینا بیگم اور سیف الرحمن کی تصویر دیکھ کر اسے دھچکا لگا۔ آنکھیں ضبط کی کوشش میں لال ہوئیں۔ اس کے جسم میں دوڑتے خون کے اندر اشتعال اور غصّہ ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ اتنے بڑے سانحے سے گذرنے کے بعد اب ٹینا بیگم کافی حد تک سدھر گئی ہونگیں، لیکن اس خبر کو دیکھتے ہی رومیصہ کی خوش فہمی بھاپ بن کر فضاؤں میں تحلیل ہو گئی۔۔۔

اس پوسٹ کے نیچے موجود لوگوں کے فضول کمنٹس پڑھ کر رومیصہ کا منہ غصّے سے سرخ ہوا، لوگوں نے دونوں کو اور خاص طور پر ٹینا بیگم کو بے نقط سنائی تھیں۔ اس نے جھنجھلا کر لیپ ٹاپ بند کیا اور غصّے سے سائیڈ پر رکھا۔۔۔

ٹینا بیگم کے شوبز کے لوگوں کے ساتھ تعلقات خاصے گہرے تھے اور آئے دن ہونے والے فیشن شوز، سیمینارز اور گیدرنگز کے علاوہ وہ مارننگ شوز میں بھی لوگوں کو بیوٹی ٹپس وغیرہ دیتی ہوئی دیکھائی دیتی تھیں بلکہ اب تو انہوں نے یوٹیوب پر باقاعدہ اپنا بیوٹی ٹپس کے حوالے سے چینل لاؤنچ کر رکھا تھا جسے بہت زیادہ لوگ سبسکرائب کر چکے تھے۔۔

رومیصہ کو اپنا دماغ کھولتا ہوا محسوس ہوا، اپنے اندر کی کھولن کو کم کرنے کے لیے اس نے سائیڈ میز پر رکھے کرسٹل کے جگ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اچانک اسکی نظر سامنے رکھے انگلش اخبار پر پڑی جس کے بیک پیج پر ٹینا بیگم اور سیف الرحمن کی وہی

تصویر بڑے نمایاں انداز سے شائع ہوئی تھی، جس میں سیف الرحمن نے بڑی بے تکلفی کے ساتھ ٹینا بیگم کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور انہیں پیار بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اخبار نے اس خبر کو بڑے چٹ پٹے انداز میں شائع کیا تھا اور اخبار کے ذرائع کا دعوی تھا کہ ٹینا بیگم عنقریب سیف الرحمن سے چوتھی شادی کرنے والی ہیں۔۔

"واٹ دا ہیل۔۔۔" رومیصہ نے ہاتھ میں پکڑا پانی کا جگ اٹھا کر سائیڈ میز پر پٹخا اور اس میں سے کچھ پانی چھلک کر زمین پر جا گرا۔

وہ اخبار اٹھا کر فیصلہ کن انداز میں پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے سے نکلی اور بدقسمتی سے ٹینا بیگم اس وقت سیف الرحمن کے ساتھ ہی سیٹنگ روم میں کافی پینے میں مگن تھیں، اسے دیکھ کر وہ بے ساختہ انداز میں مسکرائیں۔

"سیفی، یہ میری چھوٹی بیٹی ہے رومیصہ۔۔۔" انہوں نے محبت سے تعارف کروانا چاہا۔

سیف الرحمن نے اپنائیت بھرے انداز سے رومی کی طرف دیکھا، جس کے چہرے پر بیزاری کا ایک جہان آباد تھا۔

"آپ سے علیحدگی میں کچھ بات کرنی ہے مجھے۔۔" اس کے لہجے اور چہرے پر موجود برہمی پر ٹینا بیگم ہلکی سی خفت کا شکار ہوئیں۔ رومیصہ نے سیف الرحمن کو بالکل بھی لفٹ نہیں کروائی تھی اور اسکی یہ حرکت ٹینا بیگم کو نادم کرنے کے لیے کافی تھی۔

"کیا ہوا رومی۔۔۔؟"

"آپ چلیں میرے روم میں، مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔"

"تم چلو میری جان، میں آ رہی ہوں۔۔۔۔" وہ ہلکی سی پریشان ہوئیں۔۔

"میں نے کہاناں مجھے ابھی اور اسی وقت بات کرنی ہے۔ آپ چلیں میرے ساتھ۔" اس کے ضدی انداز پر سیف الرحمن کافی کا کپ ایک سائیڈ پر رکھ کر کھڑے ہوئے اور ٹینا بیگم نے گھبرا کر انکی طرف دیکھا۔۔

"میرا خیال ہے ٹینا، مجھے چلنا چاہیے، کل کلب میں ملاقات ہو گی۔۔۔"

"شیور۔۔" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائیں۔

"ٹیک کیئر۔۔۔۔" وہ سیٹنگ روم سے نکل گئے۔۔۔

"یہ کون تھے۔؟ اور کیوں منہ اٹھا کر بیٹھے ہوئے تھے ہمارے گھر میں۔۔؟' ان کے کمرے سے نکلتے ہی رومی کی آنکھوں سے شعلے نکلے۔

"کیا ہوا ہے رومیصہ، تم سے کسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔؟" وہ ٹھیک ٹھاک پریشان ہوئیں۔

"کسی کے کہنے، سننے سے کوئی فرق پڑتا ہے تو وہ صرف اور صرف آپکی اولاد کو، ورنہ آپ کی زندگی میں تو بس

عیاشی، انجوائے منٹ اور اسکینڈلز ہونے چاہیے، چاہے اسکی کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔۔۔" اس نے ماں کو آئینہ دیکھانے کی کوشش کی۔

"یہ کیا فضول باتیں کر رہی ہو تم۔۔۔" وہ ہلکا سا جھنجلائیں۔

"میری فضول باتیں آپ کو نظر آ رہی ہیں، کبھی اپنی فضول حرکتیں نظر نہیں آئیں۔؟ کیوں کرتی ہیں آپ ایسا۔۔۔؟ بس کر دیں خدا کے لیے اب بس کر دیں۔"

رومیصہ نے مشتعل انداز سے ماں کے سامنے ہاتھ جوڑے۔۔

اسی لمحے شہر زاد کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی، وہ نہیں جانتی تھی کہ ایک نیا ہنگامہ اسکا منتظر ہے۔ وہ تھکے تھکے انداز سے سٹنگ روم کی طرف بڑھی۔

"کیوں خود کو تماشا بنا رہی ہیں آپ ساری دنیا کے سامنے۔۔۔؟" رومیصہ کی مشتعل آواز باہر تک آئی تو شہر زاد کو دھچکا لگا۔

بہت عرصے بعد ٹیناہاوس کے در و بام نے رومیصہ کے چیخنے کی آواز سنی تھی۔ ایک لمحے کو تو شہر زاد کو بھی یوں لگا جیسے وہ کسی اور کے گھر آ گئی ہو۔

اس نے جیسے ہی لاؤنج کا گلاس وال دروازہ اندر کی طرف دھکیلا، سامنے رومیصہ سرخ چہرے کے ساتھ ٹینا بیگم کے عین سامنے کھڑی تھی اور اسکی آنکھوں میں اشتعال، غصّہ اور ناراضگی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

دوسری طرف ٹینا بیگم جھنجھلائی ہوئی سر پکڑے کاؤچ پر بیٹھیں ہوئیں تھیں اور شہر زاد کے لیے زیادہ پریشانی کی بات رومیصہ کا چیخنا نہیں بلکہ ٹینا بیگم کا خاموش ہونا تھا، تبھی وہ لپک کر ان کے پاس گئی۔۔۔

"کیا ہوا امام۔۔۔؟؟؟" شہر زاد نے گھبرا کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ان سے کیوں پوچھ رہی ہو، یہ کیا بتائیں گی تمہیں۔؟" رومیصہ نے سائیڈ میز پر رکھا ایک انگلش اخبار اٹھا کر شہر زاد کے سامنے اچھالا۔ اخبار کے صفحات کارپٹ پر بکھر گئے۔۔۔

"ذرا دیکھو ان کے چٹ پٹے قصّے، دوبارہ سے اخبارات کی زینت بننے لگے ہیں۔ پتا نہیں انہیں سکون کیوں نہیں آتا۔۔۔"

رومیصہ متنفر انداز میں گویا ہوئی۔

شہر زاد نے ایک نظر زمین پر گرے اخبار پر ڈالی، سامنے ٹینا بیگم اور سیف الرحمن کی کسی پارٹی کے دوران بے تکلفانہ انداز میں کھینچی ہوئی تصویر سے اسے سارا معاملہ سمجھ میں آ گیا تھا اس نے بہت تیزی سے خود کو سنبھالا۔۔

"ہاں تو کیا ہے۔۔۔؟" شہر زاد نے اپنے مخصوص متحمل انداز میں رومی کی طرف دیکھا۔ ٹینا بیگم پریشان انداز میں ایک

سائیڈ پر رکھے کاؤچ پر یوں بیٹھی ہوئیں تھیں جیسے موضوع گفتگو ان کی ذات نہیں کوئی اور ہو۔۔۔

"تمہارے نزدیک یہ کچھ نہیں ہے۔۔۔" رومیصہ نے غصّے سے اخبار کی طرف اشارہ کیا۔

"ماما کا شوبز سے تعلق ہے، سیلبریٹیز کے فیشن شوز کنڈکٹ کرواتی ہیں، ایسے لوگوں کے پیچھے تو میڈیا ویسے ہی ہاتھ دھو کر پڑا رہتا ہے۔۔" شہر زاد نے شعوری طور پر ماں کا دفاع کرنے کی کوشش کی اور ٹینا بیگم کی سانس بحال ہوئی۔۔

"تم کہہ سکتی ہو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ سب کچھ نہیں ہوا، جو اس گھر میں صرف اور صرف ان کی وجہ سے میرے ساتھ ہوا۔۔۔" رومیصہ نے نفرت بھری نگاہوں سے اپنی ماں کو گھورا، جن کا چہرہ ایک دم فق ہوا تھا۔

"کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ۔۔۔؟" شہر زاد اپنے ازلی متحمل انداز میں اسکے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"سن سکو گی۔؟ اتنا حوصلہ ہے تم میں۔۔۔؟" رومیصہ نے استہزائیہ انداز سے اپنی بہن کا پر سکون چہرہ دیکھا۔۔

"ہاں ہے۔۔۔ بولو۔۔۔۔"

"رہنے دو، یہ جن کی تم آج طرفداری کر رہی ہو ناں، ان کا بھیانک چہرہ کھل کر سامنے آجائے گا تمہارے۔۔" رومیصہ نے نفرت بھری ایک نگاہ ٹینا بیگم پر ڈالی تو شہر زاد نے گھبرا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا، جو نظریں چرائے بیٹھی تھیں۔۔

"رومی، میں نے کہا ناں، تم بتاؤ، آخر مجھے بھی تو پتا چلے۔۔۔" اس نے فکرمند انداز سے اپنی بہن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"میرا سارا بچپن، میری معصومیت، میری ساری خوشیاں چھین لیں۔۔۔" وہ بولتے بولتے ایک دم رو پڑی، شہر زاد کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔

"کس نے۔۔۔؟؟؟" شہر زاد کے حلق سے پھنسی ہوئی آواز نکلی۔۔

"پوچھو ان سے، انہیں سب پتا ہے۔۔۔" رومیصہ کا لہجہ زہر آلود تھا۔

"نہیں، تم بتاؤ مجھے۔۔۔" شہر زاد کا دماغ ایک دم بھک کر کے اڑا۔

"ان کے سابقہ شوہر ہارون رضا نے کیا، کیا تھا میرے ساتھ۔۔؟ پوچھو ان سے۔۔" الفاظ نہیں خنجر کی تیز دھار تھی جو شہر زاد کے پورے وجود کو کاٹتی ہوئی چلی گئی۔ شہر زاد کو اپنی سانس تنگ پڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"اس کے باوجود بھی انہوں نے نہیں چھوڑا اس بدبخت شخص کو۔۔۔" رومیصہ کی بات پر شہر زاد یوں ساکت ہوئی جیسے اس کے تن سے روح نکل گئی ہو۔

رومیصہ کی پیچیدہ شخصیت کی ایک گرہ بہت بدصورت انداز میں اس کے سامنے کھلی تھی اور اسے پہلی دفعہ اپنی بہن پر بُری طرح سے رحم آیا۔ شہر زاد کا دل بے آواز ہی ٹوٹ گیا۔۔۔

"مام۔۔۔" صدمے سے شہرزاد کے لفظ اسکے تالو سے چمٹ گئے۔

ٹینا بیگم اس وقت کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھی تھیں۔ ان کے لبوں پر خاموشی کی مہر ثبت تھی اور ان کے جھکے ہوئے سر نے شہرزاد کو باور کروا دیا تھا کہ رومی کا ایک ایک لفظ سچائی پر مبنی ہے، اس نے تو آج اپنی بہن کو جلتے ہوئے کوئلوں پر لا کھڑا کیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے شیری، اسی واقعے کے بعد میں نے ہارون رضا کو گھر سے نکالا تھا۔۔" انہوں نے بوکھلا کر اپنی صفائی دینے کی کوشش کی، شہرزاد کو یاد آیا جب وہ پاکستان آئی تھی تو تب ہارون علیحدہ گھر میں شفٹ ہو چکے تھے۔

"لیکن اس درندے کا اپنے گھر میں آنا تو بند نہیں کیا تھا ناں آپ نے۔۔۔" رومی نے لفظوں کا ایک اور چابک ان پر برسایا۔

"وہ شوہر تھا میرا، میں نہیں روک سکتی تھی اسے۔۔" ان کے ہر انداز میں بے بسی کا رنگ غالب تھا۔

"آپ کی جگہ میں ہوتی تو اس شخص کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرتی۔۔۔" رومی متنفر انداز میں کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ٹرسٹ می شیری، میں نے بہت لعن طعن کی تھی اور دوبارہ اس شخص کو اپنے گھر میں رات رکنے کی کبھی اجازت نہیں دی ۔۔" انہوں نے لپک کر شہرزاد کا ہاتھ پکڑ کر اسے صفائی دینے کی کوشش کی، لیکن شہرزاد خود بھی اس وقت حواسوں میں نہیں تھی، وہ آہستگی سے ان کا ہاتھ پیچھے کر کے سیٹنگ روم سے باہر نکل آئی۔

اسے اپنے ہی گھر میں گھٹن کا شدید احساس ہو رہا تھا، اسے لگا کہ وہ دو منٹ بھی اس چھت کے نیچے کھڑی رہی تو اسکا دم گھٹ جائے گا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اوائل جنوری کے دن تھے اور شام ڈھلے ہی دامن کوہ کے پہاڑوں پر تیرگی کا بسیرا ہو جاتا۔۔

رات کے نو بج رہے تھے اور دامن کوہ پکنک پوائنٹ پر اکا دکا لوگ یا پھر سیکورٹی گارڈز ہی موٹے اونی کوٹ پہنے گھوم رہے تھے۔

بے تحاشا سردی کی شدت نے لوگوں کو اپنے گھروں تک محدود کر دیا تھا۔۔۔

شہرزاد نے ہلکا سا سویٹر پہنا ہوا تھا اور وہ موسموں کی شدت سے بے نیاز صدمے بھرے انداز میں سنگ مرمر کے بینچ پر تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دماغ میں رومیصہ کے جملوں نے ایک بھونچال برپا کر رکھا تھا۔

اسے پہلی دفعہ ماں بیٹی کے رشتے میں موجود نفرت کی دیوار کے پار کھڑی بد صورت سچائی نظر آئی تھی، اور وہ جو ہمیشہ

رومیصہ کو بدتمیز، بدلحاظ اور ناسمجھ سمجھتی تھی، اس کے وہم و گمان کی آخری سرحدوں پر بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے ساتھ اس قدر خوفناک ماضی لیے گھومتی ہو گی۔۔۔

ہارون رضا اسکی توقع سے کہیں زیادہ گھٹیا اور گرا ہوا انسان نکلا تھا۔۔۔

"میرا اسارا بچپن، میری معصومیت، میری ساری خوشیاں چھین لیں۔۔۔"شہرزاد کو جیسے ہی رومی کا یہ جملہ یاد آیا اسکا دل گویا کسی شکنجے میں کسا گیا۔

"تم کہہ سکتی ہو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ سب کچھ نہیں ہوا، جو اس گھر میں صرف اور صرف ان کی وجہ سے میرے ساتھ ہوا۔"رومی کی اس بات پر اسے مارگلہ کی ساری پہاڑیاں اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

انتہائی سرد موسم میں اسے وہاں اکیلے بیٹھے ہوئے پورے چالیس منٹ ہو چکے تھے لیکن دل و دماغ ابھی تک اس شاک سے باہر نہیں نکلا، ایسے لگتا تھا جیسے زندگی میں کوئی بھونچال سا آ گیا ہو، جس نے ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہو۔۔

رومیصہ جس قیامت سے آج سے کئی سال پہلے گذری تھی وہ شہرزاد کے وجود میں آج قطرہ قطرہ بن کر داخل ہو رہی تھی۔اس زہریلی سچائی نے اسکے سارے وجود کو نیلا کر دیا تھا۔دل و دماغ کسی کھولن کی زد میں تھا اور آنسو بغاوت پر اترے ہوئے ۔۔۔

دامن کوہ کی سرسبز پہاڑیوں پر رات اپنا بستر بچھا چکی تھی، اور ہر طرف گہری تاریکی کا راج تھا، دور کہیں گھنے درختوں میں گیدڑوں اور بندروں کے بولنے کی آوازیں رات کے سناٹے میں عجیب سا تاثر پیدا کر رہی تھیں۔

شہرزاد اس وقت، رات کی تاریکی، موسموں کی شدت اور جنگلی جانوروں کے خوف سے بے نیاز تھی۔پراسرار خاموشی میں سیل فون کی آواز اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی، دوسری طرف ہم زاد تھا۔

"ہیلو۔۔۔!!!"شہرزاد کا گلوگیر لہجہ دوسری طرف ہم زاد کو بے چین کر گیا۔

"تم رو رہی ہو شہرزاد۔۔۔؟"

"نہیں تو۔۔۔"اس نے اپنے بازو کی پشت سے بیدردی سے اپنے آنکھوں کو رگڑ کر صاف کیا۔دنیا میں یہ واحد شخص تھا جس کے سامنے وہ لاکھ پردوں نہاں ہو کر بھی عیاں ہوتی تھی۔اب اس نے اسکے سامنے چھپنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

"کیا ہوا شہرزاد۔۔۔؟تم رو کیوں رہی ہو۔؟پلیز بتاؤ مجھے۔۔۔۔"

"مجھے ضرورت ہے تمہاری۔۔۔"وہ نہ چاہتے ہوئے بھی رو پڑی اور دوسری طرف ہم زاد کو لگا جیسے کسی نے اسکا دل کاٹ کر خنجر کی نوک پر رکھ دیا ہو۔اس کا پورا وجود یوں لرز رہا تھا جیسے آندھی کی زد میں آیا ہوا کوئی خشک گھاس کا تنکا ہو۔

"کہاں ہو تم۔۔۔؟"۔وہ مضطرب ہوا۔

"دامن کوہ میں۔۔۔"

"اس وقت۔۔۔۔؟"وہ اچھا خاصا پریشان ہوا۔"ٹیک اٹ ایزی پلیز، میں آرہا ہوں۔۔۔"

ہم زاد نے فون بند کیا اور شہرزاد نے ایک لمبی سانس بھر کر اپنے اندر کی گھٹن کو باہر نکالنے کی کوشش کی۔

ابھی اسے فون پر بات کیے دو ہی منٹ ہوئے تھے، جب اس نے رات کے اندھیرے میں دامن کوہ کے بلند بالا درختوں میں دو لوگوں کو ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے دیکھا، شہرزاد گھبرا کر کھڑی ہو گئی، اسی وقت فضاؤں میں گولی کے چلنے کی آواز کے ساتھ انسانی چیخ گونجی اور ساتھ ہی درختوں پر موجود پرندے خوفزدہ انداز میں فضاؤں میں اڑے۔

شہرزاد بینچ سے اٹھ کر بے ساختہ ایک موٹے سے درخت کی آڑ میں کھڑی ہو گئی، فضاؤں میں چونکہ تاریکی کا راج تھا لیکن چاند کی روشنی میں اس نے دیکھا، وہ کوئی دو تین لمبے تڑنگے مرد تھے، جو درختوں سے نکل کر سامنے آئے۔۔۔۔

"ہی از نو مور، لیٹس موو۔۔۔"ایک مرد زور سے چیخا اور ساتھ ہی فضا میں بھاگتے دوڑتے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔شہرزاد بھی گھبرا کر اٹھی اسکی چھٹی حس کسی بڑے خطرے کی گھنٹی بجا چکی تھی۔

دامن کوہ کے سارے ریسٹورنٹ اس وقت بند تھے اور اکا دکا روشنیاں ہی دیکھائی دے رہی تھیں، وہ بوکھلائی ہوئی درختوں کے درمیان بنی ہوئی ایک چھوٹی سی روش پر پر تیز تیز چلنے لگی، اندھیرے میں اسکا پاؤں کئی دفعہ الجھا لیکن اس نے اپنے حواس قابو میں رکھے۔

شہرزاد کو درختوں میں چھپے ہوئے جنگلی جانوروں کا بھی خوف تھا کہ کوئی اس پر اچانک حملہ نہ کر دے اور سیل فون کی روشنی کسی کو بھی اس کی موجودگی سے آگاہ کر سکتی تھی، اس لیے وہ چاند کی مدھم روشنی میں خوفزدہ انداز کے ساتھ پارکنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

رومیصہ والا سارا معاملہ کچھ لمحوں کے لیے اس کے ذہن سے بالکل نکل گیا، اسے اپنی بے وقوفی کا شدت سے احساس ہوا کہ اسے رات کے اس پہر یہاں اکیلے آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔۔

"ایک نوجوان کا قتل ہوا ہے، اللہ جانے کون ہے بیچارہ۔۔"وہ جیسے ہی پارکنگ میں پہنچی، اس نے کچھ سیکورٹی گارڈز کو بھاگ کر جائے وقوعہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔اتنے میں ایک سیکورٹی گارڈ کی نظر شہرزاد پر پڑی، وہ ٹھٹک کر رکا اور مشکوک نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

"بی بی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟"

"میں اوپر گرل کے پاس بیٹھی تھی اور گولی چلنے کی آواز سن کر بھاگی ہوں وہاں سے۔۔۔" شہر زاد خود کو سنبھال چکی تھی۔

"آپ نے دیکھا، کون لوگ تھے وہ۔۔؟"

"نہیں، میں نے صرف آواز سنی تھی۔۔۔۔" شہر زاد پر اعتماد لہجے میں کہہ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔

اس کے پر اعتماد انداز پر سیکورٹی گارڈ تھوڑا مطمئن ہوا اور جب وہ اپنی گاڑی چلا کر دامن کوہ سے نیچے کی طرف جارہی تھی تب اس نے پولیس کی ایک وین کو اوپر جاتے ہوئے دیکھا۔

وہ جیسے ہی اپنی اسٹریٹ میں داخل ہوئی، اسکے سیل فون پر ہم زاد کا نمبر بلنک ہوا۔ اس نے کال اٹینڈ کی، دوسری طرف وہ فکر مند لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"کہاں ہو تم۔۔۔؟ یہاں منسٹر عنایت اللہ کے بھانجے کا مرڈر ہوا ہے ابھی ابھی۔۔۔"

"ہاں، میں اسی وجہ سے آگئی ہوں واپس۔۔۔" شہر زاد کی بات سن کر ایک اطمینان بھرا سانس اسکے حلق سے بر آمد ہوا۔

"تھینکس گاڈ۔۔۔ تم ٹھیک ہوناں۔۔۔؟" اسکے لہجے میں کئی اندیشے اور وہم پنہاں تھے۔۔

"ہاں، اب ٹھیک ہوں۔۔" اس نے ٹینا ہاؤس کے گیٹ پر پہنچ کر ہارن دیا۔۔۔

"میرے لیے کیا حکم ہے۔؟ ٹینا ہاؤس آجاؤں کافی پینے یا واپس چلا جاؤں۔۔۔" ہم زاد کی شوخی لوٹ آئی۔

"واپس چلے جانا ہی بہتر ہے اب آپ کے لیے۔۔۔" شہر زاد اپنے گھر کے پورچ تک پہنچ چکی تھی۔

"اوکے، لیکن رات کو مجھ سے تفصیل سے بات کرنی ہے تم نے۔۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو شہر زاد نے فوراً اثبات میں سر ہلا کر اسے اطمینان دلایا اور فون بند کر دیا، وہ ایک دفعہ پھر اسی جگہ پر پہنچ چکی تھی جہاں آج اس پر زندگی کی سب سے بدصورت حقیقت کا ادراک ہوا تھا، پورے گھر پر سناٹے کا راج تھا، ٹینا بیگم اور رومی دونوں ہی اپنے کمروں میں جا چکیں تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

طوبیٰ پچھلے ایک گھنٹے سے پورے گھر میں بولائی ہوئی پھر رہی تھی۔۔۔۔

داجی کے کمرے میں ہونے والی میٹنگ خاصی طویل ہو چکی تھی اور باہر سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ وہ شاہ میر سے ملنے کا وعدہ تو کر چکی تھی لیکن اب وہ اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی بے وقوفی لگ رہی تھی۔

"کوئی مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔" مونگ پھلیوں کی پلیٹ گود میں رکھے بیٹھی نمیرہ نے طنزیہ انداز سے اسکی طرف دیکھا۔

"نن نہیں تو۔۔۔" وہ بوکھلا کر اوپر والے پورشن میں آگئی اور اس نے کچھ سوچ کر پچھلے لان کی طرف جاتی ہوئی سیڑھیوں

کے استعمال کا سوچا، وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر جب گیٹ پر پہنچی تو چوکیدار نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا، لیکن پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

پورا مری اس وقت اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، بجلی کا کوئی بڑا بریک ڈاؤن ہوا تھا اس لیے گھروں اور دکانوں میں ہر طرف جنریٹروں کے چلنے کی آوازیں تھیں، اور تازہ ترین ہونے والی برف باری کی وجہ سے سڑکوں پر پھسلن بھی کافی زیادہ تھی۔

''شاہ میر کے بچے نے کس مصیبت میں ڈال دیا۔۔'' وہ دل ہی دل میں اسے کوستی ہوئی مال روڈ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اچانک ایک برف کی ڈھیری سے اسکا پاؤں پھسلا اور وہ دھڑام سے سڑک پر جا گری، کوئی نوکیلا پتھر اسکی کمر میں چبھا اور اسکا پاؤں بہت بُرے انداز سے مڑا اور اسکے منہ سے چیخ نکلی۔ وہ ٹھنڈی یخ نم سڑک پر بہت بے ہودا انداز سے گری تھی، اور یہ بھی شکر تھا کہ سامنے سے ہادی کی گاڑی نے اسے گرتے دیکھ کر بڑی مہارت سے بریک لگائی، ورنہ رات کے اندھیرے میں وہ انہی کی گاڑی کے نیچے آکر کچلی جاتی۔۔۔

''اوہ مائی گاڈ، کیا ہوا آپ کو۔۔؟ وہ دونوں بوکھلا کر گاڑی سے اترے اور گاڑی کی ہیڈلائٹس کی روشنی میں انہوں نے اسے پہچان بھی لیا تھا۔

''میرا پاؤں۔۔۔'' طوبیٰ درد کی شدت سے رو پڑی۔۔۔

''میرا خیال ہے، کوئی مسل pull ہوا ہے ان کا۔۔'' ہادی نے فکرمند لہجے میں سعد سے کہا۔

''پھر تو ہوسپٹل لے جانا ہو گا ان کو۔۔''

''پلیز خاتون، آپ کو تھوڑی ہمت کرنا ہو گی۔۔'' ہادی نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا، وہ بمشکل کھڑی ہوئی، تکلیف کا احساس اس کے چہرے کے ایک ایک نقش سے نمایاں تھا اور وہ بار بار کراہ رہی تھی۔

ہادی اور سعد نے اسے اپنی گاڑی میں بیٹھایا اور پاس ہی ڈاکٹر کے کلینک پر لے گئے۔

''جتنی ان کو تکلیف ہے، مجھے تو یہ سیدھا سادھا فریکچر لگ رہا ہے، آپ کو ایکسرے کروانا ہو گا۔'' اس وقت کلینک پر ڈاکٹر کا اسسٹنٹ موجود تھا، جس نے طوبیٰ کی چیخ و پکار کے دوران بمشکل ہی اسکے پاؤں کا جائزہ لیا تھا۔

''اب کیا کریں۔۔۔؟؟؟'' ہادی نے پریشانی سے سعد کا چہرہ دیکھا۔

''آپ پلیز شاہ میر کو کال کریں میرے سیل فون سے، وہ آجائے گا۔۔'' طوبیٰ نے بازو کی پشت سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے آپکا فون۔۔۔؟'' سعد نے حیرانگی سے پوچھا۔

''اوہ مائی گاڈ، میرا کلچ کہاں ہے۔۔۔؟''طوبیٰ نے بوکھلا کر دائیں بائیں ہاتھ مارا۔

''میں نے تو ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی آپ کے ہاتھ میں۔۔۔''سعد کے اس جملے نے طوبیٰ کی پریشانی کو بڑھا دیا۔

''میرا خیال ہے، وہیں گر گیا ہے وہ۔۔۔''طوبیٰ نے گھبرا کر اپنا سر پکڑ لیا۔۔

''کوئی بہت قیمتی چیز تھی اس میں۔۔۔؟''ہادی نے اسے روتے دیکھ کر گھبرا کر کہا۔۔

''نہیں، بس میرا سیل فون اور پیسے تھے کچھ۔۔۔۔''

''میرا خیال ہے ہادی، ہم لوگ انہیں گھر ہی چھوڑ آتے ہیں، راستے میں ان کا پرس بھی چیک کر لیں گے، کیا پتا مل جائے ۔''سعد نے رسٹ واچ سے ٹائم دیکھا، رات کے آٹھ بج رہے تھے۔۔۔

کمپاؤڈر نے طوبی کے پیر کی بینڈ یج کر دی تھی لیکن وہ اتنا سوچ چکا تھا کہ اب جوتے میں آنا نا ممکن تھا، سعد اور ہادی نے اسے سہارا دے کر دوبارہ گاڑی میں بیٹھایا۔ راستے میں انہوں نے رک کر طوبیٰ کا پرس بھی تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ شاید کسی کے ہاتھ لگ چکا تھا کیونکہ طوبیٰ کا نمبر بند جا رہا تھا۔

''آپ پلیز مجھے گھر چھوڑ دیں۔۔''طوبی کو پاؤں یں تکلیف کا احساس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

سعد کی گاڑی جیسے ہی میر ہاؤس کے سامنے پہنچی، پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی طوبیٰ نے جیسے ہی اپنے لان کا منظر دیکھا، اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ بے ساختہ پیچھے کو ہو کر بیٹھ گئی۔۔

سڑک چونکہ اونچائی پر تھی، اور گھر خاصی ڈھلوان پر تھا اس لیے باہر سے اندر کا منظر صاف نظر آتا تھا، دا جی اس وقت برآمدے میں لکڑیاں جلائے، کچھ مردوں کے ساتھ براجمان تھے، اور یہ کسی صورت بھی ممکن نہیں تھا کہ طوبیٰ گیٹ سے اندر داخل ہوتی اور دا جی اور مہمانوں کی نظروں سے بچ جاتی۔

''پلیز گاڑی اپنے گھر لے جائیں۔۔۔''طوبیٰ نے بوکھلا کر کہا اور ہادی اور سعد بھی ایک لمحے میں ساری سچوئیشن سمجھ گئے۔

''لیکن آپ ہمارے گھر جا کر کیا کریں گی۔۔۔؟'ہادی کو فطری سی پریشانی نے گھیرا۔

''میں پچھلی سائیڈ والے لان سے کود کر اندر چلی جاؤں گی، لیکن پلیز آپ لوگ چلیں یہاں سے، ورنہ دا جی میرے ساتھ ساتھ آپکو بھی گولی مار دیں گے۔''طوبیٰ کی یہ بات سن کر سعد نے بوکھلا کر دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کی۔

وہ لوگ جیسے ہی ہادی کے پورچ میں پہنچے، آسمان پر کڑکتی بجلیوں کو جوش آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش کے ساتھ برف کے ننھے ننھے سے گولے بھی پوری قوت سے زمین پر گرنے لگے۔ مری کا موسم اچانک ہی پلٹا کھاتا تھا۔

''آپ کیسے جائیں گی اپنے گھر، کیونکہ پچھلے لان میں تو ویسے ہی برف کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔''سعد نے ڈرائیونگ سیٹ پر

بیٹھے ہوئے پریشانی سے مڑ کر اس کی طرف دیکھا جو پچھلی سیٹ پر سکڑی ہوئی بیٹھی تھی۔ نم آلود سڑک اور برف پر گرنے سے اسکا لباس گیلا ہو گیا تھا۔ جس سے سردی کی شدت کا احساس بھی بڑھ گیا تھا۔

"آپ پلیز اپنا سیل فون دیں ذرا۔۔" طوبیٰ اب درشہوار سے مدد مانگنے کا فیصلہ کر چکی تھی، ہادی نے اپنا فون اسکی طرف بڑھایا۔

طوبیٰ نے تیزی کے ساتھ درشہوار کا نمبر ڈائل کیا، جو پہلی ہی بیل پر اٹھا لیا گیا، دوسری طرف درشہوار کی آواز میں شدید حیرت تھی، جس سے طوبی کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے پاس ہادی کا نمبر پہلے سے محفوظ تھا۔۔

"درشہوار، یہ میں ہوں طوبی۔۔۔!!!" وہ دبے دبے لہجے میں بولی۔

دوسری طرف موجود درشہوار کو ہادی کے سیل فون سے آنے والی طوبی کی آواز نے ٹھیک ٹھاک شاک لگایا تھا، وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ یہ تو خیریت تھی کہ وہ اسوقت اپنے کمرے میں اکیلی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ، تم ہادی کے گھر پہنچی ہوئی ہو بے غیرت، مجھے کیوں نہیں بتایا۔۔" درشہوار چیخ کر بولی اور سیل فون کا والیوم فل ہونے کی وجہ سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہادی اور سعد نے اسکا یہ جملہ مکمل ہوش و حواس کے ساتھ سنا تھا۔ ہادی کے چہرے پر ناگواری کا تاثر ابھرا۔

"بکواس بند کرو، مجھے شاہ میر نے بلوایا تھا کوئی ضروری بات کرنے کے لیے۔۔"

"پڑوس میں۔۔۔؟ ہادی کے گھر۔۔۔؟" درشہوار شاکڈ لہجے میں گویا ہوئی۔۔

"تم اپنی زبان بند کر کے سکون سے میری بات نہیں سن سکتیں دو منٹ کے لیے۔۔۔" طوبیٰ جھنجھلا سی گئی۔

"ہاں بولو، ہمہ تن گوش ہوں میں۔۔۔"

"میرو نے بلوایا تھا مجھے جی پی او چوک پر۔۔۔" اس نے قدرے آہستگی سے کہا۔

"پھر۔۔۔؟" درشہوار نے بے تابی سے پوچھا

"سڑک پر پھسلنے سے میرا پاؤں زخمی ہو گیا تھا یار اور شکر ہے یہ لوگ راستے میں مل گئے مجھے۔۔۔"

"تو پھر گھر آتی ناں ڈاریکٹ۔۔۔" درشہوار نے بیزاری سے کہا۔

"بے وقوف لڑکی، سامنے والے برآمدے میں داجی پنچایت سجائے بیٹھے ہیں۔ کیسے آؤں میں گھر۔۔۔؟ طوبی نے اپنی پریشانی بتائی۔

"جب میرے بغیر جاؤ گی تو ایسا تو ہو گا ہی اور میرو بھیا کو تو میں پوچھوں گی۔۔" دوسری طرف درشہوار کو غصّہ آ گیا۔

"بعد میں پوچھتی رہنا، لیکن پلیز مجھے نکالو یہاں سے کسی طرح، مجھ سے تو ایک قدم بھی نہیں چلا جا رہا۔" طوبیٰ کی پریشان آواز پر اسے ترس آ ہی گیا۔

"اس وقت تم ہو کہاں۔۔؟؟؟"

"ہادی بھائی کے پورچ میں۔۔۔"

طوبیٰ نے جیسے ہی ہادی کا نام لیا، در شہوار کے کان کھڑے ہو گئے اور اب اسے وہاں پہنچنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بے وقوف انسان، اپنے گھر کی لڑکیوں کو کون بلواتا ہے اس طرح اکیلے۔۔۔؟؟؟"

ارسل سیل فون پر شاہ میر سے بات کرتے ہوئے ایکدم غصّے میں آیا، کیونکہ شاہ میر نے دو گھنٹے طوبیٰ کا انتظار کرنے اور اسکا فون مسلسل آف جانے کی وجہ سے گھبرا کر ارسل کو کال کر دی تھی، جو سارا قصّہ سننے کے بعد اچھا خاصا بوکھلا گیا تھا۔

"یار برتھ ڈے تھا کل اس کا، سوچا تھا وش کر کے گفٹ دے دوں گا اسے۔۔" شاہ میر نے شرمندگی سے جواب دیا۔

"اب وہی گفٹ ہار میں پرو کر اپنے گلے میں لٹکا لو۔۔" ارسل نے جل کر کہا۔

"تم چوکیدار سے جا کر تو پوچھو۔۔۔" شاہ میر نے پریشانی سے اسے مشورہ دیا۔

"تمہاری پہلی کال کے بعد یہی کیا تھا میں نے۔۔۔" ارسل نے بیزاری سے مزید وضاحت کی۔ "گھر کا ایک ایک کمرہ دیکھ لیا اور چوکیدار سے پوچھا تو پتا چلا وہ دو گھنٹے پہلے گھر سے اکیلی نکلی تھی۔۔"

"اوہ مائی گاڈ، لیکن کہاں گئی وہ۔۔۔؟" شاہ میر کے ہاتھوں کے بھی طوطے اڑائے۔۔۔

"تم کہاں ہو اب۔۔؟" ارسل نے الجھ کر پوچھا۔

'اپنے گھر کی باہر والی روڈ پر، گھر سے جی پی او تک کا سارا راستہ دو دفعہ دیکھ آیا ہوں، لیکن وہ تو کہیں بھی نظر نہیں آئی مجھے۔۔" شاہ میر نے پریشانی سے کہا۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس نے اپنا سیل فون کیوں آف کر رکھا ہے۔۔" ارسل کو بھی تشویش لاحق ہوئی۔

"یار ارسل، مجھے سخت ٹینشن ہو رہی ہے۔۔ کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو اسکے ساتھ۔۔"

"اللہ نہ کرے، تم یہیں رکو، میں باہر آتا ہوں، ایک دفعہ دونوں دوبارہ دیکھ کر آتے ہیں۔۔"

"چھتری لے آنا، باہر بہت تیز بارش ہو رہی ہے۔۔۔" شاہ میر نے فکر مند انداز میں کہہ کر کال کاٹ دی۔

دوسری طرف اب ارسل بھی ٹھیک ٹھاک پریشان ہو چکا تھا، اور یہ بات بھی ایسی تھی جو وہ گھر میں کسی سے شئیر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ شاہ میر کے گھر چھوڑنے کے بعد حالات خاصے سرد چل رہے تھے۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تیز موسلا دھار بارش اور برف کے اولوں نے زمین پر ایک اودھم مچار کھا تھا۔

جسم کو کاٹتی ہوئی سرد ہواؤں نے ایک دفعہ تو درشہوار کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے، وہ جو اپنی طرف سے ٹارزن بن کر گھر سے نکلی تھی، میر ہاؤس اور ہادی کے گھر کے درمیان کی منڈیر عبور کر کے جب وہاں پہنچی تو اچھی خاصی بارش میں بھیگ چکی تھی، اسکا جسم باقاعدہ کانپ رہا تھا۔

مجبوراً ہادی اور سعد کو انہیں پورچ سے سیٹنگ روم میں لانا پڑا، جہاں آتش دان جلنے کی وجہ سے ماحول کافی گرم تھا اور درشہوار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آتش دان کے اندر گھس کر بیٹھ جائے۔۔۔

"یہ کافی پئیں گرم گرم۔۔۔" سعد نے مسکراتے ہوئے چھوٹی سی ٹرے ان دونوں کے آگے رکھی۔

ہادی، درشہوار اور طوبیٰ کو مکمل طور پر نظر انداز کیے ایک سائیڈ پر رکھے صوفے پر بیٹھا، اپنے سیل فون پر مصروف تھا اور درشہوار بار بار کنکھیوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، اور کیسے ممکن تھا کہ ہادی اسکی اس حرکت کو نوٹ نہ کرتا۔ وہ کوفت بھرے انداز میں دو دفعہ پہلو بدل چکا تھا۔۔

"گھر کیسے جائیں گے۔؟ باہر تو تیز بارش ہے۔۔۔" طوبیٰ نے پریشانی سے درشہوار کی طرف دیکھا، جو اس وقت ایسے ریلیکس انداز میں بیٹھی تھی جیسے اپنے کسی قریبی رشتے دار کے ہاں رہنے کے ارادے سے آئی ہو۔۔

"جب تک بارش نہیں رکتی، میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی۔۔۔"

درشہوار کے بلند آواز میں کیے گئے اعلان پر ہادی نے گھبرا کر سعد کی طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ اس لڑکی کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔

"بارش اگر صبح تک نہ رکی تو کیا یہیں بیٹھے رہیں گے۔۔۔؟" طوبیٰ نے ہلکا سا جھنجھلا کر دبے دبے انداز میں کہا۔

"ذرا باہر نکل کر دیکھو، لگ پتا جائے گا، مجھے نمونیا کروانے کا کوئی شوق نہیں۔۔" اس نے کمال بے نیازی سے جواب دیا۔

"تم ارسل کو فون کرو، وہ گاڑی لے کر آ جائے گا۔۔۔" طوبیٰ نے ہلکا سا سوچ کر مشورہ دیا۔

"گاڑی لے کر نہیں داجی کا پسٹل لے کر آئے گا، میرا ابھری جوانی میں فوت ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔۔۔" اسکی شوخی ہادی کو سخت ناگوار گذری۔

''مس طوبیٰ ٹھیک کہہ رہی ہیں، آپکو فون کر لینا چاہیے ارسل کو۔۔۔'' سعد نے ہلکا سا جھجک کر مشورہ دیا۔

''لیکن، میں کیا کہوں گی اس سے۔۔۔'' درشہوار شش و پنج کا شکار ہوئی۔

''وہی جو اصل بات ہے، حادثہ تو کہیں بھی اور کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔''اس دفعہ جواب خلاف توقع ہادی کی طرف سے آیا تھا اور اس بات کے بعد تو درشہوار کا سوچنا بنتا ہی نہیں تھا۔ اس نے کچھ سوچ کر ارسل کا نمبر ڈائل کیا، جو پہلی ہی بیل پر اٹھالیا گیا۔

''ارسل کہاں ہو تم۔۔۔؟''

''شاہ میر کے ساتھ، اور تم کدھر ہو۔۔؟'' ارسل نے محتاط انداز میں پوچھا۔

''اپنے پڑوس میں، ہادی صاحب کے گھر۔۔۔۔''

''واٹ۔۔۔۔؟'' دوسری طرف ارسل کو شاک لگا۔

''زیادہ اوور ایکٹینگ کرنے کی ضرورت نہیں، طوبیٰ کے پاؤں میں فریکچر ہو گیا ہے شاید، وہ بھی ساتھ ہے میرے، اور اسی نے بلوایا تھا مجھے یہاں۔۔''

درشہوار کے ساتھ طوبیٰ کا نام سن کر دوسری طرف ارسل کے اعصاب کچھ پر سکون ہوئے۔

''اچھا، تم لوگ بیٹھو، ہم لوگ آرہے ہیں وہاں۔۔۔'' ارسل نے جلدی سے فون بند کیا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد ارسل اور شاہ میر دونوں ہی ہادی کے سیٹنگ روم میں پہنچ چکے تھے اور شاہ میر خاصی پریشان نظروں سے طوبیٰ کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس وقت منہ پھلائے بیٹھی تھی۔۔

''تمہیں واپس اپنے گھر جانا چاہیے تھا طوبیٰ۔۔۔'' شاہ میر نے دبے دبے انداز میں کہا۔

''ہزار دفعہ بتا چکی ہوں، سامنے داجی بیٹھے تھے، اور ان کے سامنے اس حالت میں جاتی تو اس وقت تم لوگ میری تدفین کی تیاریاں کر رہے ہوتے۔'' طوبیٰ اس دفعہ چڑ کر بولی اور ہادی اور سعد کے سامنے اس بات نے ارسل اور شاہ میر دونوں کو ہی خفت میں مبتلا کیا۔

''اچھا، اچھا، اب اتنے بھی ظالم نہیں ہیں وہ۔۔۔'' شاہ میر نے بات سنبھالنے کی کوشش کی، جو اسی کے گلے آن پڑی۔

''ظالم نہیں ہیں تو تمہیں گھر سے کیوں نکالا ہے ان سب نے مل کر۔۔۔'' وہ بیزاری سے گویا ہوئی، ہادی اور سعد دونوں کو سارا معاملہ سمجھ آ گیا، جبکہ اس سچویشن میں شاہ میر اور ارسل دونوں ہی طوبیٰ کی باتوں پر کوفت میں مبتلا ہوئے۔۔

''فضول بولنا بند کرو، اور اٹھو۔۔۔'' ارسل کو حد درجہ شرمندگی ہو رہی تھی۔ کچھ بھی تھا، وہ لوگ ان کے پڑوسی تھے اور

کسی بھی صورت حال میں وہ اپنے گھر کی خواتین کو کیسے ان دو اکیلے مردوں کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنے دے سکتے تھے۔

"میں کیسے چلوں۔۔۔؟" طوبیٰ نے بیزاری سے اپنے پیر کی بینڈ تیج کی طرف اشارہ کیا۔

"میرو کی گاڑی ہے، میں اندر تک چھوڑ آتا ہوں، کوئی پوچھے گا تو کہہ دوں گا میرے ساتھ تھیں تم دونوں۔" ارسل نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن گاڑی تک بھی کیسے جاؤں گی۔۔۔؟"

"میں اٹھا کر پھینک آؤں۔۔۔؟" شاہ میر کو اس کا مسلسل بولنا کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس دفعہ اس نے بھی بدلحاظی دیکھائی۔ درشہوار نے تو ان دونوں کے بگڑے تاثرات دیکھ کر کان لپیٹ لیے تھے۔۔

"چلو اٹھو ہمت کرو، میں اور میرو بھیا سہارا دیتے ہیں تمہیں۔۔" درشہوار نے اپنے بھائی کا خراب موڈ بھانپ لیا تھا۔

ارسل، فوراً سیٹنگ روم سے باہر نکلا، وہ شاہ میر کی گاڑی گھر کے اندر تک لے آیا، بارش رک چکی تھی، لیکن سرد اور خنک ہوائیں جسم کی ہڈیوں تک گھسی چلی آرہی تھیں۔ ہادی کے گھر کا دروازہ کھلا، طوبیٰ، درشہوار اور شاہ میر کے سہارے بمشکل چلتی ہوئی گاڑی تک پہنچی، شاہ میر نے انتہائی احتیاط کے ساتھ اسے پچھلی سیٹ پر بیٹھایا۔ ارسل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور درشہوار جھٹ سے اسکے ساتھ فرنٹ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔

"میں ادھر ہی ہوں، انہیں چھوڑ کر جلدی واپس آنا۔۔۔" شاہ میر نے گہری نظروں سے طوبیٰ کا تپا تپا ہوا چہرہ دیکھتے ہوئے ارسل سے کہا۔

"شرافت سے مجھے نیا سیل فون لے کر بھیج دو، ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔" طوبیٰ نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کر کے شاہ میر کو انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

"وہ کس خوشی میں۔۔۔؟" شاہ میر کا موڈ کچھ بہتر ہوا۔ اس وقت ہادی اور سعد ان کے ساتھ موجود نہیں تھے۔

"تمہیں ہی ملنے کا شوق تھا، اچھا خاصا میرا معاشی اور جسمانی نقصان کروا دیا۔۔" طوبیٰ کے ناراض لہجے پر شاہ میر بے ساختہ ہنس پڑا۔

"ذرا باتیں سنو میڈم طوبیٰ کی، ان کا "معاشی" اور "جسمانی" نقصان ہو گیا ہے۔۔۔" شاہ میر نے شرارت سے ارسل کو اشارہ کیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی ارسل کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، ایک دم شاہ میر کو کچھ یاد آیا۔۔۔

"ایک منٹ، ایک منٹ، ایک چیز تو رہ ہی گئی۔۔۔" شاہ میر نے جلدی سے اپنی جیکٹ کی جیب سے ایک چھوٹا سا لفافہ نکال کر طوبیٰ کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو، اسی کے لیے بلوایا تھا میں نے۔۔۔"

"یہ کیا ہے۔۔۔؟" اس نے کھا جانے والی نظروں سے شاہ میر کو دیکھا، جسکی گہری نظریں اسکے چہرے کا حصار کیے ہوئے تھیں۔

"تمہارا برتھ ڈے گفٹ۔۔۔" شاہ میر کے محبت بھرے انداز پر طوبیٰ کے چہرے کے تاثرات میں نمایاں تبدیلی آئی۔

"تھینک یو۔۔۔" وہ منہ بنا کر مسکرائی۔۔

"بھائی، خدا کے واسطے بس کر دیں، گھر سے کوئی نکل آیا تو شامت آ جائے گی ہماری۔۔" در شہوار نے اپنی طرف کا شیشہ نیچے کر کے ہلکا سا چڑ کر کہا، تو شاہ میر نے ارسل کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا۔

گاڑی کے باہر نکلتے ہی شاہ میر نے حسرت بھری نگاہوں سے اپنے گھر کی طرف دیکھا، جس کے دروازے اس کے لیے بند ہو چکے تھے اور اللہ جانے کب تک بند رہنے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ندرت امّی، آپ مانیں یا نہ مانیں، لیکن اندر کوئی بڑا فیصلہ ہو رہا ہے۔۔۔"

نمیرہ جو کہ داجی کے دروازے سے کان لگائے اندر کی گفتگو سننے میں ناکام ہو گئی تھی، وہ دبے پاؤں واپس پلٹ آئی اور اس وقت ندرت امّی کے کمرے میں موجود انہیں بھڑکانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ شروع سے میر ہاؤس میں ندرت امّی کے ہی قریب تھی جو رشتے میں اسکی چھوٹی ممانی لگتی تھیں لیکن اس نے انابیہ اور طوبیٰ کی دیکھا دیکھی انہیں ندرت امّی ہی کہنا شروع کر دیا تھا۔

"ہاں وہ تو جیٹھانی صاحبہ اور سوتن صاحبہ کے بلوانے پر ہی ماتھا ٹھنک گیا تھا میرا۔۔" وہ بھی اس وقت تپی بیٹھی تھیں کہ اس اہم اجلاس میں شرکت کرنے کی انہیں دعوت نہیں دی گئی تھی۔

"بڑے ابا، آپ کے ساتھ تو اکثر ہی زیادتی کر جاتے ہیں۔۔۔" نمیرہ نے بظاہر ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں، انہوں نے خاقان صاحب کی دوسری شادی کو کہاں دل سے قبول کیا، تبھی تو سارے اہم موقعوں پر شارقہ کو آگے رکھتے ہیں۔" ندرت امّی نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر مزید کہا۔۔۔ "اللہ اولاد کے نام پر ایک بیٹی ہی دے دیتا، چلو پیر تو مضبوط ہو جاتے میرے۔۔"

"چھوڑیں ندرت امّی، دو بیٹیوں کی ماں بن کر شارقہ ممانی نے کون سا تیر مار لیا، خاقان ماموں تو آج بھی آپ کا ہی دم بھرتے ہیں۔۔" اس نے ان کی دل جوئی کی خاطر کہا تو ایک استہزائیہ مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔۔

"چھوڑو بیٹا، خاقان صاحب کی طبعیت میں ٹھہراؤ کہاں، مزاج میں رنگینی کا عالم تو یہ ہے کہ اب تک تو انہیں خود اپنے ہی معاشقوں کی اصل تعداد بھول چکی ہو گی۔۔۔" ندرت بیگم کو خاقان صاحب کی سیماب طبعیت بہت کھلتی تھی اور آج اسکا اظہار انہوں نے بھی کھلے لفظوں میں کر دیا تھا۔

اسی وقت ملازمہ ٹرے میں چائے کے دو کپ رکھے اندر داخل ہوئی۔ دونوں چپ کر گئیں۔

"بڑے ابا کے کمرے کا دروازہ کھلا کہ نہیں۔۔؟" نمیرہ نے بے چینی سے پوچھا۔

"وہ سب تو چلے بھی گئے اسلام آباد۔۔۔" ملازمہ کے جواب پر نمیرہ کے ساتھ ساتھ ندرت امّی کو بھی دھچکا لگا۔

"کچھ پتا چلا کہ کیا بات کر رہے تھے بڑے ابا۔۔؟" نمیرہ نے دانستہ اپنا لہجہ سرسری بنا کر پوچھا، کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ اس میٹنگ میں ملازمہ دو دفعہ اندر چائے اور قہوہ وغیرہ پہنچانے گئی تھی۔

"جی بی بی جی، برہان صاحب اور انابیہ بی بی کی رخصتی کی تاریخ طے ہوئی ہے۔۔" ملازمہ نے ان دونوں کے کانوں میں بم پھوڑا۔ ندرت بیگم نے تو ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ بھی بوکھلا کر واپس ٹرے میں رکھ دیا۔

"کب ہے رخصتی۔۔۔؟"

"اگلے مہینے کی چودہ تاریخ کو۔۔۔" ملازمہ کے پاس خبر پوری تھی۔

"ٹھہر جائیں ندرت امّی، باقی تفصیلات میں لے کر آتی ہوں درشہوار سے، اسے سب پتا ہو گا۔۔۔" نمیرہ بھی اپنی چائے وہیں چھوڑ کر بے چین انداز سے کمرے سے نکلی، جبکہ ندرت بیگم کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی ابھری۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"سخت زیادتی ہے امّی۔۔۔" برہان نے غصّے سے ٹہلتے ہوئے پلٹ کر تاجدار بیگم کو دیکھا۔

وہ اپنے بیٹے کی فراخ پیشانی پر پڑے ہوئے بلوں کو دیکھ کر کچھ مضطرب ہوئیں، برہان کے اندر لاوا ابل رہا تھا، جو شادی کی ڈیٹ فکس ہونے کی خبر کے ساتھ ہی باہر امنڈ پڑا تھا، انہوں نے اسکی جھنجھلاہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"جب نکاح ہوا تھا بیٹا، تو رخصتی تو ہونی ہی تھی کبھی نہ کبھی۔۔۔"

"تو نکاح کون سا میری مرضی سے ہوا تھا، اٹھا کر زبردستی مسلط کر دیا تھا اپنی پوتی کو میرے سر پر داجی نے۔۔۔" برہان جھنجھلا کر گویا ہوا۔

"تو ٹھیک ہے اس وقت انکار کر دیتے۔۔۔" انہوں نے قدرے ناگواری سے کہا۔

"خاک انکار کرتا، داجی نے باہر جا کر پڑھنے کی شرط ہی یہ لگائی تھی۔۔۔" اس نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

''جب ان کی شرائط پر باہر پڑھنے گئے تھے تو اب بات بھی ماننی پڑے گی، ویسے بھی کیا کمی ہے انابیہ میں، اس گھر کی سب سے زیادہ سمجھدار اور سلجھی ہوئی بچی ہے وہ۔۔۔'' تاجدار بیگم نے نرم لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

''میرا دل نہیں مانتا امّی، اور میں نے لائف پارٹنر کا جو خاکہ بنا رکھا ہے اپنے ذہن میں، وہ بالکل بھی پورا نہیں اترتی اس پر۔'' برہان نے اس دفعہ دوٹوک انداز میں صاف صاف کہا۔

''چھوڑو بیٹا، دو چار سالوں میں لڑکیاں ویسے ہی سانچے میں ڈھل جاتی ہیں، جیسا ان کے شوہر چاہتے ہیں۔۔۔'' تاجدار بیگم نے نرمی سے کہا۔

''اگر اس سے پہلے ہی اپنے پسندیدہ سانچے میں ڈھلا ہوا کوئی ہو آپ کے پاس تو۔۔؟'' انہوں نے ہلکا سا جھجک کر اپنی ماں کی طرف دیکھا، جن کے ماتھے کی تیوری کے بل ایک دم ہی گہرے ہوئے۔

''تو ایسے کسی وجود کی نہ تو ہمارے گھر میں اور نہ ہی دل میں کوئی گنجائش نکلتی ہے۔۔۔'' انکے سفاک لہجے پر برہان کو دھچکا لگا، وہ خاموش رہے۔

''نکاح ہوا ہے تمہارا انابیہ کے ساتھ، کوئی مذاق نہیں، اب یہ فضول باتیں کرنا بند کرو تم۔'' وہ ایکدم غصّے میں آکر کھڑی ہوئیں، برہان نے بے بس انداز میں انکی طرف دیکھا۔ وہ نظریں چرا گئیں۔

''شاہ میر کی دفعہ تو پھر بھی تمہارے باپ نے کچھ لحاظ کر لیا تھا میرے بڑھاپے کا، لیکن تمہاری دفعہ تو وہ خود ہاتھ سے پکڑ کر نکالیں گے مجھے اس گھر سے، اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اپنی ماں کو ذلیل کروالو، یا بڑوں کی بات مان لو۔۔۔'' لفظوں کی تیز تلوار ان کے وجود پر چلا کر وہ کمرے سے نکل گئیں۔

برہان جھنجھلا کر اپنے بیڈ پر بیٹھ گئے، اسی وقت ان کے سیل فون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف مناہل قریشی تھی، جسے پہلی ہی نظر میں ان کے دل نے قبول کر لیا تھا اور ان کی آنکھوں نے ہمیشہ اسی کے ساتھ کے خواب دیکھے تھے۔۔۔۔

''ہاں مناہل بولو۔۔۔؟؟؟'' ان کا بجھا ہوا لہجہ دوسری طرف مناہل نے فوراً ہی محسوس کیا۔

''برہان، آپکی طبعیت ٹھیک ہے۔؟ کچھ ڈیپریس سے لگ رہے ہیں آپ۔۔۔'' مناہل کے لہجے میں فکر مندی چھلکی۔

''ہاں، بس طبعیت ٹھیک نہیں، تم بتاؤ، خیریت سے کال کی تھی تم نے۔۔؟؟؟''

''آپ کو پتا تو ہے رات کو جب تک آپ سے بات نہ کروں، نیند نہیں آتی مجھے۔۔'' وہ ہلکے پھلکے لہجے میں گویا ہوئی، کبھی مناہل کے اس طرح کے معنی خیز جملے گھنٹوں ان کا موڈ خوشگوار رکھتے تھے لیکن آج تو داجی نے ایک ہی جھٹکے میں ان کے سارے کس بس نکال دیئے تھے۔

"انسان کو ہر قسم کے حالات کو فیز کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے مناہل۔۔۔" وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئے۔

"سوری جو عادتیں، آپ نے خراب کی ہیں، وہ آپ ہی کو برداشت کرنا پڑیں گی۔۔" مناہل کے لہجے میں چاہے جانے کا زعم تھا اور برہان کے اندر چھن کر کے کچھ ٹوٹا اور کچھ لمحے تک تو وہ کچھ بول ہی نہ سکے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں زیرو واٹ بلب کی مدھم سی روشنی تھی۔۔۔

رومیصہ اس وقت شہر زاد کی گود میں سر رکھے افسردہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی، اس نے رومی کے اسٹائلش سے بیڈ سے ٹیک لگا رکھی تھی اور اپنے نرم ہاتھوں سے اسکے بالوں کو سہلا رہی تھی۔

دونوں بہنوں کے درمیان خاموشی گفتگو کر رہی تھی۔۔۔

نہ تو شہر زاد میں اتنی ہمت تھی کہ وہ اس واقعے کی تفصیلات پوچھتی اور نہ رومیصہ میں اتنا حوصلہ تھا کہ وہ اس طوفانی بارش والی رات کا سارا قصّہ اس کے سامنے دہرا سکتی۔ جب ہارون رضا اچانک اسکے کمرے میں گھس آئے تھے اور اسکی چیخوں نے ٹینا ہاؤس کے در و بام ہلا دیئے تھے لیکن اس رات ٹینا بیگم اپنے کلب کے اینول ڈنر میں مصروف تھیں۔

"رومی۔۔۔ "!!!

"ہوں۔۔۔" وہ اپنی انگلیاں چٹخانے لگی۔

"کچھ بولو ناں۔۔۔" شہر زاد نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"کیا بولوں۔۔۔؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، اور زخمی نگاہوں سے شہر زاد کو دیکھنے لگی، جو اس سے نظریں چرائے بیٹھی تھی۔

"تم نے اس وقت کیوں نہیں بتایا مجھے۔۔۔؟" وہ سر جھکا کر مدھم لہجے میں بولی۔

"کیا بتاتی، جب مام نے ہی اس وقت میری بات کا یقین نہیں کیا، انہیں لگا، میں الزام لگا رہی ہوں ان پر۔۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ چہرے پر لا کر بولی۔ اس کا سرخ و سپید اجلا چہرہ خون کی حدت سے دہکا اور دودھیا پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمک اٹھے۔

"تو پھر کیسے یقین آیا۔۔۔؟"

"سچائی کو وقتی طور پر دبایا جا سکتا ہے لیکن ہمیشہ کے لیے دفن نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔" رومیصہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"ٹھیک کہتی ہو تم، اس لیے بہتر ہو گا کہ ارتضٰی بھی جو تم سے پوچھ رہا ہے، اسے صاف صاف بتا دو۔۔" شہر زاد نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے سمجھانے کی کوشش کی تو رومیصہ نے بے ساختہ اپنی نظریں چرائیں، جو شہر زاد کی زیرک نگاہوں سے چھپی نہیں رہ

سکیں۔

"میں نے سب کچھ ٹھیک بتایا ہے انہیں۔۔۔" رومیصہ کی آواز میں پہلے کی طرح دم نہیں تھا۔

"اس بات کا فیصلہ تو وقت کرے گا اور تم جانتی ہو کہ وقت کے بعض فیصلے بہت بے رحم ہوتے ہیں۔۔" شہر زاد اپنی بات مکمل کر کے رکی نہیں اور کمرے سے نکل گئی، رومیصہ کے دل و دماغ میں بے شمار اندیشے اور وہم جگہ بنا کر بیٹھ گئے۔

اسی وقت اس کے سیل فون کی گھنٹی اسے حقیقت کی دنیا میں لے آئی، دوسری طرف ارسل تھا جو اس وقت خاصا تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

"کیسی ہو رومی۔۔؟؟"

"خیال آ گیا تمہیں میرا۔۔؟" رومیصہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ کیا۔

"تمہارا شکوہ بجا ہے میری جان، لیکن کیا کرتا، گھر آتے ہی بہت سے ایشوز میں پھنس چکا ہوں، بہت دنوں سے یونیورسٹی بھی نہیں جا پایا، اسکی علیحدہ ٹینشن ہے مجھے۔۔" ارسل کے ایک ایک لفظ سے پریشانی چھلک رہی تھی، جسے محسوس کر کے رومیصہ بے چین ہوئی۔

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہارے پیرنٹس کا انتقال ہو چکا ہے اور بس ایک چھوٹی بہن ہے۔۔۔" رومیصہ نے اسے یاد دلا یا۔

"والدین کا بے شک انتقال ہو چکا ہے، لیکن الحمد اللہ میں ایک بھرے پرے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، میرے نانا، دو ماموں اور ان کی آل اولادیں سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔۔۔" اس نے اس دفعہ تفصیل سے بتایا۔

"اوہ، آئی سی۔۔۔۔" اسکے منہ سے بمشکل یہی نکلا۔

"رومی، ایک بات مانو گی میری۔۔۔" ارسل کے التجائیہ لہجے پر اس کے کان کھڑے ہوئے۔

"ہاں بولو۔۔۔۔"

"بہت دل کر رہا ہے میرا، تمہیں دیکھنے کو۔۔۔" ارسل کی اگلی بات پر اسکا دل اتنی زور سے دھڑکا، کہ وہ کچھ لمحوں کے لیے بول ہی نہیں پائی۔

"تم کل آ سکتی ہو یونیورسٹی۔۔۔۔؟" وہ بڑے مان بھرے انداز سے پوچھ رہا تھا۔

"ماما اور شیری مجھے اکیلے نہیں جانے دیں گی کہیں بھی۔۔۔" رومی نے اپنی مشکل سے آگاہ کیا۔

"ڈرائیور کے ساتھ کوئی بھی بہانہ بنا آ جانا۔ میں لائبریری میں ہوں گا۔۔۔۔"

"اوکے، کوشش کروں گی۔۔۔" رومیصہ کھل کر مسکرائی، سچ بات تو یہ تھی کہ وہ خود بھی اس دشمن جاں سے ملنا چاہتی تھی، ایسا لگتا تھا جیسے اسے دیکھے ہوئے صدیاں بیت گئیں ہوں۔ وہ ارسل کے ساتھ اس رات دو گھنٹے بات کر کے سوئی تو اسکے بعد اسکی آنکھ اگلی صبح ہی کھلی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

برہان اور انابیہ کی شادی کی بات پورے گھر میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔

کچن میں طوبیٰ کے لیے سوپ بناتی ہوئی انابیہ، داجی کے اس آنا فانا فیصلے کے پیچھے چھپے تمام محرکات سے بخوبی آگاہ تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ اس وقت برہان کس قیامت سے گذر رہے ہونگے۔۔۔

"تم نے اپنی تائی اماں کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھے، ایک لفظ نہیں بولیں بابا جان کے سامنے تمہاری شادی والے معاملے پر۔" شارقہ بیگم نے کارن فلور اسکے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بیزاری سے کہا، ویسے بھی انہیں اپنے تمام دکھ سکھ انابیہ ہی سے کہنے کی عادت تھی۔

"وہ خفا جو ہیں داجی اور تایا ابا سے۔۔۔" بیا نے لاشعوری طور پر ان کا دفاع کیا۔

"ہاں اس گھر میں ایسے نخرے جیٹھانی صاحبہ کے ہی اٹھائے جاسکتے ہیں، ہم لوگ تو سوچ بھی نہیں سکتے۔" وہ جل کر بولیں۔ ویسے بھی انہیں اور ندرت بیگم کو ہمیشہ اس بات کا قلق رہتا تھا کہ تاجدار بیگم کو ان کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

"تایا ابا نے بھی کون سا لحاظ کیا تھا ان کا، یاد نہیں شاہ میر والے واقعے پر کیسے پورے خاندان کے سامنے جھڑک دیا تھا تائی اماں کو۔" انابیہ نے یاد دلایا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے تاجدار بھا بھی معاف کر دیں گی انہیں۔۔؟؟" شارقہ بیگم نے استہزائیہ نگاہوں سے اپنی بیٹی کا حیران چہرہ دیکھتے ہوئے مزید کہا۔ "گھٹنوں پر ہاتھ لگوا کر معافی نہ منگوائی انہوں نے پورے خاندان سے، تو نام بدل دینا میرا۔۔۔"

"اچھا چھوڑیں آپ تائی اماں کو، میں طوبیٰ کو سوپ دے آؤں، طبعیت ٹھیک نہیں ہے اسکی۔۔" اس نے گرم گرم سوپ باؤل میں انڈیلتے ہوئے بات ختم کرنا چاہی۔۔ ویسے بھی اپنی رخصتی والی بات سن کر اسکا موڈ کچھ بہتر تھا۔

"ہاں جا کر پوچھو اس سے، کہاں سے چوٹ لگوائی ہے اس نے پاؤں پر۔؟ اندھوں کی طرح تو چلتی ہے یہ لڑکی۔۔" شارقہ بیگم کی بڑبڑاہٹ نے کچن کے دروازے تک اس کا پیچھا کیا۔

انابیہ جیسے ہی ہال کمرے میں پہنچی، سامنے سے برہان خاصے بگڑے ہوئے تیوروں کے ساتھ سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ ایک

سرد اور لاتعلق سے نگاہ انہوں نے اس پر ڈالی، انابیہ کے ہاتھوں میں پکڑا باؤل کانپا،وہ تو خیریت رہی کہ وہ اسے ایک لفظ بھی کہے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے اور انابیہ اپنے روم میں چلی آئی جہاں اس وقت طوبی کے علاوہ در شہوار اور نمیرہ بھی موجود تھی۔ در شہوار کا منہ لٹکا ہوا تھا۔

''سچ سچ بتاؤ، تم لوگ کہاں کی خاک چھان کر آ رہی ہو۔۔'' نمیرہ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر مشکوک نگاہوں سے در شہوار اور طوبیٰ کو گھورا۔

''ان بارشوں کے موسم میں کون سی خاک اڑتی ہے فضاؤں میں۔۔۔'' طوبی نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

''تو پھر کون سے موت کے کنویں میں چھلانگ لگا کر یہ چوٹ لگوائی ہے تم نے۔۔؟'' نمیرہ نے طنزیہ انداز میں اسکے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔

''بتایا تو ہے، پچھلے لان میں پاؤں پھسل گیا تھا میرا۔۔''

''پچھلے لان میں در شہوار کا پاؤں پھسلنا تو سمجھ میں آتا ہے، یہ تم کس خوشی میں چوٹیں لگواتی پھر رہی ہو۔'' نمیرہ کو مطمئن کرنا آسان نہیں تھا۔

''بکواس بند کرو اپنی، پہلے ہی اتنا درد ہو رہا ہے مجھے۔۔۔'' طوبیٰ نے بیزاری سے کہا۔۔

''محترمہ آپ کو لگتا ہے بھائی کی رخصتی کی اطلاع سن کر سکتہ ہو گیا ہے۔۔؟'' نمیرہ نے بالکل خاموش بیٹھی در شہوار کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو در شہوار نے گھبرا کر انابیہ کی طرف دیکھا جسکے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر ابھرا تھا۔۔

''خوشی سے تو نہیں البتہ صدمے سے ضرور سکتہ ہو سکتا ہے ان دونوں بہن بھائیوں کو۔۔۔'' انابیہ کے کھلم کھلا طنز پر در شہوار خفت زدہ انداز میں فورا کھڑی ہوئی۔ اتنے سرد موسم میں بھی اسکی پیشانی پسینے کی ننھی ننھی بوندوں سے بھر گئی تھی۔

''تم کہاں جا رہی ہو یار، بیٹھ کر ڈھولکی کا پروگرام سیٹ کرتے ہیں۔۔۔'' نمیرہ رخصتی کی خبر سن کر خاصی پر جوش تھی۔۔

'' میں ذرا امّی کو دیکھ آؤں، وہ بلوا رہیں تھیں مجھے۔۔۔'' وہ چھلاوے کی مانند کمرے سے نکلی اور اپنے کمرے میں آ کر ہی سکون لیا۔

ہادی کے گھر واپسی پر برہان اور انابیہ کی رخصتی کی اطلاع نے حقیقتاً در شہوار کے ہونٹوں پر تالے لگا دیئے تھے،وہ جو سمجھ رہی تھی کہ اگر برہان کے دل کی خواہش پوری ہو گئی تو وہ بھی کسی نہ کسی طرح مناہل کے ذریعے ہادی تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی جائے گی لیکن دا جی کے اس اچانک فیصلے نے دونوں بہن بھائیوں کی خوشی ملیامٹ کر دی تھی لیکن در شہوار کے لیے زیادہ پریشانی کی یہ بات بھی تھی کہ آخر انابیہ کو انکے دل کی بات کیسے پتا چلی۔؟ اور ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے وہ اب انابیہ کا سامنا کیسے کرے گی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جس وقت جارج گھر میں داخل ہوا۔۔۔شام کے سرمئی سائے ہر طرف پر پھیلا چکے تھے۔

فضا میں دونوں وقت ملنے پر جو گہرا سکوت چھا جاتا ہے، وہ اس وقت ہر چیز پر حاوی تھا۔ فضاؤں میں بسا حزن اور کچھ اپنے مشن میں ناکامی کی افسردگی جارج کے پورے وجود سے لپٹی ہوئی تھی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں برآمدے میں رکھے تخت پر آ کر بیٹھ گئے۔

مارتھا نے کچن کی کھڑکی سے باہر جھانکا اور اپنے ساتھ پکوڑوں کا آمیزہ تیار کرتی مونیکا کی طرف ناراضگی سے دیکھا۔ "تم نے اپنے باپ کی حرکتیں دیکھی ہیں مونیکا۔۔۔؟؟؟"

"اب کیا ہوا۔۔۔؟" مونیکا نے پیار کاٹتے ہوئے اپنی ماں کا برہم چہرہ دیکھا۔ وہ کچن کی کھڑکی سے اپنے شوہر کو گھور رہی تھیں۔

"تمہارے باپ نے رات بھی دیر سے آنے کی وجہ نہیں بتائی، اور صبح صبح گھر سے نکل گئے اور اب پھر شام ڈھلے تھکے ہارے لوٹے ہیں، پتا نہیں کن چکروں میں گم ہیں۔۔۔" مارتھا کا ایک ایک لفظ تشویش میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اچھا، آپ جا کر پوچھیں ناں ان سے، اور پلیز آرام سے بات کیجئے گا، میں چائے تیار کر کے لاتی ہوں۔۔۔" مونیکا نے ماں کا بازو پکڑ کر نرمی سے باورچی خانے کے دروازے کی طرف دھکیلا۔

"آخر آپ بتاتے کیوں نہیں ہیں کہ مسئلہ کیا ہے۔۔؟" مارتھا اپنے شوہر کے پاس جا کر بیٹھ گئیں اور مونیکا کی ہدایات کے مطابق نرمی سے پوچھا۔

"تم ٹھیک کہتی تھیں، مجھے یہ گھر خریدنا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔۔" انہوں نے اپنی پٹاری سے اصل بات نکالی۔ ویسے بھی وہ اکیلے ٹینشن لے لے کر تھک گئے تھے اور انہوں نے اب اپنی پریشانی شئیر کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹینا بیگم کو اس دن ڈپریشن کا شدید دورہ پڑا تھا۔

وہ پچھلے چوبیس گھنٹے سے اپنے کمرے میں بند تھیں اور ان دونوں بہنوں نے بھی اندر جھانکنے کی زحمت نہیں کی۔۔۔

شہر زاد کو آفس پہنچے ہوئے ابھی دس منٹ ہی ہوئے تھے جب گھر سے آنے والی رومیصہ کی کال نے اسے بوکھلا دیا۔

وہ گاڑی اڑاتی ہوئی گھر پہنچی تو ٹینا بیگم کے دروازے کے باہر نوکروں کا ہجوم تھا اور رومیصہ ایک طرف پتھر کا بت بنی اندر سے آنے والی آوازوں کو سن رہی تھی لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ان کے دروازے پر دستک دے پاتی۔

ٹینا بیگم نے شاید کوئی بھاری چیز ڈریسنگ کے شیشے پر پوری قوت سے ماری تھی تبھی تو کرچیوں کی آواز پورے گھر میں گونجی
۔

"آپ لوگ جائیں یہاں سے۔۔۔"شہر زاد کے سخت لہجے پر سبھی ملازمین وہاں سے کھسک گئے۔

"مام دروازہ کھولیں پلیز۔۔۔۔"شہر زاد نے ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکٹایا۔

"وہ نہیں کھولیں گی۔۔۔"دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی رومیصہ نے آہستگی سے کہا۔

"مام فار گاڈ سیک دروازہ کھولیں، کیوں تماشا بنوا رہی ہیں اپنا۔۔"شہر زاد نے دبے دبے لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

ٹینا بیگم نے شاید، غصّے میں اپنے دماغ کا سوئچ آف کر رکھا ہے، تبھی تو ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا تھا، اندر سے چیزیں توڑنے کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں، لگتا تھا انہوں نے بھی آج ہر چیز تہس نہس کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"آجاؤ ادھر سے، کچھ دیر بعد خود ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔"رومی نے اسکا ہاتھ پکڑا اور سیٹنگ روم کی طرف لے آئی۔

"پہلے کبھی انہوں نے ایسا کیا ہے۔۔۔؟"شہر زاد نے فکر مند لہجے میں اس سے دریافت کیا۔

"ہاں، جب ہارون رضا نے ان سے شادی کے بعد کسی سیکرٹری کی بیٹی سے افیئر چلایا تھا۔۔"ایک استہزائیہ مسکراہٹ رومی کے چہرے پر ابھری۔ شہر زاد نے اسکی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور دانستہ موضوع بدلا۔

"صبح تم سے کوئی بات ہوئی ہے ان کی۔۔۔۔؟"

"نہیں، لیکن آج کے نیوز پیپر میں سیف الرحمن کے حوالے سے ایک نیوز ضرور پبلش ہوئی ہے۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟"شہر زاد نے بے تابی سے پوچھا۔

"بیورو کریٹ سیف الرحمن کی نئی ابھرتی ہوئی ماڈل میگھا میں دلچسپی اور دونوں نجی محفلوں میں اکٹھے دکھائی دے رہے ہیں اور مام کے لیے یہ بات یقیناً کسی بڑے ڈیپریشن سے کم نہیں ہو گی۔۔۔"رومیصہ کے لہجے اور لفظوں سے ٹپکتی خوشی، شہر زاد کو ناگوار گذری۔۔

"رومی، وہ ماں ہیں ہماری۔۔۔"اس نے جتاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مائیں ایسی ہوتی ہیں کیا۔۔۔؟"رومیصہ نے استہزائیہ لہجے میں الٹا اس سے پوچھا۔

"کبھی تم نے ان کی پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔؟ ان کی جگہ پر خود کو رکھ کر دیکھا ہے کبھی۔۔؟ شہر زاد کی بات پر وہ بیزاری سے بولی۔

"تم کہنا کیا چاہ رہی ہو۔۔۔؟"

"کیا مام کی قسمت میں کسی مخلص بندے کا ساتھ نہیں۔؟ ہمارا باپ ہمیں دنیا میں لا کر مر گیا، تم خود ایمانداری سے سوچو ایک عورت اس سوسائٹی میں اکیلے کب تک سروائیو کر سکتی ہے۔؟ مام کی بد قسمتی ہے، انہیں ہمیشہ مرد کی طرف سے دھوکا اور فریب ہ ملا، ہر وہ شخص جسے انہوں نے اپنی زندگی میں خلوص دل سے شامل کرنے کی کوشش کی، اسی نے دغا دیا انہیں۔۔۔" شہر زاد کے تلخ انداز پر رومی کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہوئی۔

"اور جو وہ کرتی رہیں ہیں ان سب کے ساتھ۔۔۔؟ رومیصہ نے نظریں چرا کر کہا۔

"انہوں نے ہارون رضا کے ساتھ وہی کیا، جو وہ ڈیزور کرتا تھا۔ اگر وہ خود کو ان تک محدود نہیں رکھ پایا تو مام کو کتنے نفلوں کا ثواب تھا کہ وہ اس کرپٹ بندے کے لیے خود پر خوشیوں کے دروازے بند کر لیتیں۔۔۔" شہر زاد کی اپنی ماں کے معاملے میں بہت پریکٹیکل اپروچ تھی۔

"اور جو ان کی وجہ سے میرے ساتھ ہوا۔۔۔؟" رومیصہ نے اسے لاجواب کرنے کی کوشش کی۔

"مجھے یقین ہے، اس بات پر وہ کہیں نہ کہیں گلٹی ضرور ہونگیں، کون ماں اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا چاہ سکتی ہے۔۔۔؟"

"آئی ایم سوری شیری، میں تمہاری طرح یہ سوچ کر مام کو کسی قسم کا مارجن نہیں دے سکتی۔۔"

"مت دو، لیکن کسی انسان سے فرشتوں والی توقعات بھی مت لگایا کرو۔۔۔" شہر زاد کے لہجے میں گہری سنجیدگی در آئی۔

اسی وقت ملازمہ حواس باختہ انداز میں سیٹنگ روم میں داخل ہوئی، دونوں بہنوں نے چونک کر اسکی طرف دیکھا جو شدید بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔

"کیا ہوا رضیہ۔۔۔۔؟" شہر زاد نے پریشانی سے پوچھا۔

"شیری بی بی، بڑی بیگم صاحبہ نے خود کشی کر لی، ان کے کمرے سے خون نکل رہا ہے۔۔۔"

ملازمہ کی بات پر دونوں بہنوں کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ وہ سراسیمگی کی کیفیت میں ٹینا بیگم کے کمرے کی طرف بھاگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹینا بیگم کے کمرے کی کھڑکی توڑ کر انہیں باہر نکالنے اور شفاء انٹرنیشنل ہوسپٹل کی ایمرجنسی میں لانے میں انہیں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگا، اور اس عرصے میں اپنی ماں کے چہرے پر پھیلی زردی، دونوں بہنوں کو خاصی تشویش میں مبتلا کر چکی تھی۔

ٹینا بیگم نے پھل کاٹنے والی تیز دھار چھری سے اپنے ہاتھ کی کلائی کو کاٹنے کی کوشش کی تھی اور اس کے نتیجے میں ان کا کافی خون بہہ گیا اور یہی وجہ تھی کہ جب وہ ہوسپٹل پہنچیں تو نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھیں۔۔

شہر زاد نے ایمر جنسی میں پہنچنے سے پہلے ہی اپنے کونٹیکٹس استعمال کر کے ٹینا بیگم کو ضروری کاروائی کے بعد آپریشن تھیٹر میں پہنچا دیا تھا، جہاں ان کی کٹی ہوئی رگ کو ڈاکٹرز نے چند گھنٹوں میں ہی جوڑ دیا تھا اور اب وہ خطرے سے باہر تھیں۔

اس تمام عرصے میں شہر زاد کا اپنے حواس پر پورا کنٹرول تھا اور وہ ہر جگہ بڑے پر اعتماد انداز میں ساری چیزوں کو ہینڈل کر رہی تھی، جبکہ اس کے بر عکس رومیصہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ خوفزدہ انداز سے ایک کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"شیری، مام ٹھیک ہو جائیں گی ناں۔۔؟" وہ جیسے ہی اسکے پاس پہنچی، رومیصہ نے بے تابی سے پوچھا۔۔

"ڈونٹ ووری، میری بات ہوئی ہے ڈاکٹر سے، وہ اب اسٹریس میں ہیں، اس لیے انہیں نیند کا انجکشن دے دیا گیا ہے۔۔" شہر زاد اپنی بہن کا بازو پکڑ کر اسے ویٹنگ ائیریا کی طرف لے آئی۔

"آپریشن تو ٹھیک طریقے سے ہو گیا ناں۔۔؟" رومیصہ کی تسلی نہیں ہو پا رہی تھی۔

"ہاں ہاں، معمولی سا اپریشن تھا، وہ اب بالکل ٹھیک ہیں۔۔۔"

ان دونوں کو ویٹنگ ایریا میں بیٹھے ہوئے بمشکل آدھا گھنٹہ ہوا تھا جب ارتضی حیدر کو عالیہ قریشی کے ذریعے اس واقعے کا علم ہوا اور وہ فوراً ہی وہاں پہنچا تھا، اسے دیکھ کر شہر زاد جلدی سے کھڑی ہوئی۔۔

"کیسی طبعیت اب آنٹی کی۔۔۔۔" ارتضی نے فکر مند انداز میں اس سے پوچھا۔۔

"شی از فائن ناؤ۔۔۔۔۔"

"دیٹس گڈ، لیکن یہ سب کیوں کیا انہوں نے۔۔۔؟" اس نے محتاط انداز میں وجہ پوچھنے کی کوشش کی۔

"آئی ڈونٹ نو، یہ تو مام ہی بتا سکتیں ہیں۔۔۔" شہر زاد نے سر اسرا اسے ٹالا۔

"کوئی اسٹریس چل رہا تھا ان دنوں۔؟ یا کوئی جھگڑا ہوا تھا ان کا کسی سے۔۔؟" ارتضی حیدر کو فطری سی تشویش لاحق ہوئی، جو شاید اس کے پروفیشن کا بھی تقاضا تھی اور اس لیے وہ چاہتے ہوئے بھی خود کو سوال کرنے سے روک نہیں پا رہا تھا۔

"آئی ڈونٹ تھنک سو، مام بہت مضبوط اعصاب کی حامل خاتون ہیں، اور مجھے واقعی علم نہیں، انہوں نے ایسا کیوں کیا۔۔؟"

"آپ کو علم ہے کہ ٹی وی پر بھی یہ ٹیکر چل رہا ہے کہ مشہور و معروف ڈریس ڈیزائنر ٹینا سہگل نے خود کشی کی کوشش کی ہے۔۔" ارتضی کی بات پر شہر زاد کا دماغ بھک کر کے اڑا اور رومیصہ نے بھی پریشانی سے سر اٹھا کر انکی طرف دیکھا۔

"واٹ۔۔۔؟ کس نے خبر آؤٹ کی یہ۔۔۔۔؟" وہ بوکھلا گئی۔

"میرا خیال ہے گھر کے کسی ملازم کا کارنامہ ہے یہ۔۔۔" ارتضی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اوہ مائی گاڈ، اب ایک نیا گوسپ کا طوفان آجائے گا سوشل میڈیا پر۔۔۔" رومیصہ دل ہی دل میں بد مزا ہوئی۔

"اس خبر کی کمی تھی جو وہ بھی پوری ہو گئی۔۔۔" شہر زاد اچھی خاصی کوفت کا شکار ہوئی۔

"ڈونٹ ووری میں کسی سے بات کر کے یہ نیوز رکوانے کی کوشش کرتا ہوں۔۔۔" ارتضیٰ نے اپنا سیل فون نکال کر کوئی نمبر ڈائل کرنا شروع کیا۔

"رہنے دیں، جتنا ہم لوگ اس نیوز کا اسٹریس لیں گے، اتنا ہی میڈیا زیادہ ایکٹو ہو جائے گا۔۔۔" شہر زاد خود کو سنبھال چکی تھی۔

"ویسے میرے لیے بہت حیران کن ہے یہ۔۔۔" وہ ہلکا سا جھجک کر گویا ہوا تو شہر زاد نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

"آپ کی بات میں سمجھی نہیں۔۔۔"

"میں حیران ہوں کہ مسز سہگل ایسا بھی کر سکتی ہیں۔۔۔" اس نے اس بار ذرا قدرے کھل کر اظہار کیا۔

"جو چیز انسان کی گمان کی آخری سرحدوں پر بھی نہ ہو، وہی انسان کو سب سے زیادہ حیران کرتی ہے۔۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"یہ بتائیں، ہوسپٹل والوں نے تنگ تو نہیں کیا، آئی مین پولیس میں رپٹ وغیرہ درج کرنے کے لیے۔۔؟"

"ناٹ ایٹ آل، میرے ایک کلائنٹ کے فادر ہیں یہاں ایڈمنسٹریشن میں، اس لیے معاملہ فی الحال تو ہینڈل ہو گیا ہے۔۔"

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیے گا۔۔۔" شہر زاد کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے بے تکلفی سے کہا۔۔

"فی الحال تو رومی کو گھر ڈراپ کر دیں، میں اسے اکیلے بھجوانا نہیں چاہتی ہوں۔۔" شہر زاد، اپنی بہن کے معاملے میں خاصی محتاط تھی۔

"ڈونٹ وری، میرا ڈرائیور چھوڑ آئے گا انہیں۔۔۔۔"

"بہتر ہو گا کہ ارتضیٰ، آپ خود چھوڑ آئیں، آئی ایم سوری، آپکو بار بار تنگ کر رہی ہوں۔۔۔۔"

"پلیز شہر زاد، آپ ایسی فارمل گفتگو مت کیا کریں میرے ساتھ۔۔۔"

"ایکچوئلی، رومی کے معاملے میں، میں آپ کے علاوہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتی۔۔۔" شہر زاد کی بات پر ارتضیٰ کے دل کی کلی کھل اٹھی۔

"اور میرے لیے اس سے بڑھ کر اعزاز کی کوئی بات ہو نہیں سکتی۔۔" ارتضی نے گہری نظروں سے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا، جو اسکے دل میں مضبوطی سے اپنے قدم جما چکی تھی۔۔

"رومی، تم گھر جاؤ، میں مام کے پاس رہوں گی۔۔۔"

"لیکن مجھے بھی ان کے پاس رہنا ہے۔۔۔" رومیصہ نے ضدی انداز میں کہا۔۔

"تمہارا اس طرح پبلک پلیس پر رہنا بہتر نہیں ہے رومی۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کرو پلیز۔۔" شہرزاد نے اسے ڈھکے چھپے الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"کچھ نہیں ہوتا، وہ معاملہ ٹھنڈا ہو چکا ہے اب۔۔۔" رومیصہ سمجھ چکی تھی کہ وہ اسے جسٹس محمود کے بیٹے کے مرڈر کیس کے حوالے سے کہہ رہی ہے جو ابھی تک کورٹ میں چل رہا تھا۔۔

"ابھی کچھ بھی ٹھنڈا نہیں ہوا، تم یہ غلط فہمی اپنے دل سے نکال دو، کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔" اسکے لہجے میں ہزاروں اندیشے اور وہم پنہاں تھے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟" رومی نے بیزاری سے پوچھا۔

"دشمن کی خاموشی عموماً کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور میں تمہیں انجانے میں اب کسی طوفان کی زد میں آنے نہیں دوں گی۔ تم سمجھ رہی ہو ناں میری بات۔۔؟۔" شہرزاد نے اسکا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی اور رومیصہ نے افسردگی سے سر جھکا دیا۔

"شہرزاد ٹھیک کہہ رہی ہیں اور نیکسٹ ویک اس کیس کی پیشی بھی ہے کورٹ میں۔۔۔" ارتضی نے بھی اس گفتگو کے درمیان میں لقمہ دیا۔

"جب تک اس کیس کا کوئی فائنل فیصلہ سامنے نہیں آ جاتا، بہتر ہو گا کہ تم اپنی نقل و حرکت گھر تک محدود رکھو۔۔" شہرزاد کی اس بات نے رومی کو پریشان کیا کیونکہ وہ ارسل کے ساتھ کل یونیورسٹی میں ملنے کا وعدہ کر چکی تھی۔

"چلو شاباش، ابھی جاؤ گھر، مام جیسے ہی ریلیکس ہو نگیں، میں تمہاری ان سے بات کروا دوں گی۔۔۔" شہرزاد ان دونوں کے ساتھ چلتے ہوئے پارکنگ میں

آ گئی تھی، اس نے خود ارتضی کی جیپ کا دروازہ کھول کر اسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھایا۔

"میں رومیصہ کو ڈراپ کر کے واپس آتا ہوں۔۔۔" رتضی نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اسے تسلی دینے کے انداز میں کہا تو وہ زبردستی مسکرا دی۔

ارتضیٰ حیدر خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا ایکسپریس وے پر لے آیا تھا، اور رومیصہ اسکے ساتھ بیٹھی ہوئی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی، ٹینا سہگل کی اس حرکت نے اسے اندر تک ہلا دیا تھا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اس حد تک جا سکتیں ہیں۔

ان کی گاڑی ٹریفک سگنل پر جس گاڑی کے عین برابر میں رکی، اس میں اس وقت ارسل موجود تھا، وہ اس وقت مری سے نور محل جا رہا تھا۔ ارسل کو رومیصہ کے ساتھ کسی اور مرد کو دیکھ کر شاک پہنچا۔

اسی وقت رومیصہ کو اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو اس نے لاشعوری طور پر دائیں بائیں مڑ کر دیکھا اپنی بائیں سائیڈ پر موجود گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر ارسل کو دیکھ کر وہ مضطرب ہوئی۔

ارسل کے چہرے پر ناگواری کا تاثر نمایاں تھا، جسے رومیصہ اس سے کچھ فٹ کے فاصلے پر ہونے کے باوجود بھی محسوس کر سکتی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اپنے ساتھ پولیس یونیفارم میں موجود ارتضیٰ حیدر کی موجودگی اسے کچھ پسند نہیں آئی، کیونکہ کچھ بھی تھا، وہ اب اسکی منکوحہ تھی۔۔

''آپ ٹھیک ہیں ناں۔۔۔؟'' ارتضیٰ اس کی بے چینی بھانپ کر بولا۔۔

''جی۔۔۔'' رومیصہ نے بڑی سرعت سے خود کو سنبھالا، اتنا تو وہ بھی جان چکی تھی کہ اس کے ساتھ موجود شخص کوئی عام انسان نہیں تھا، اسکی آنکھوں میں اچھی خاصی تیز ایکسرے مشین فٹ تھی اور وہ اسے کم از کم ارسل کی طرف سے مشکوک کرنا نہیں چاہتی تھی۔

اسی وقت ٹریفک سگنل کھل گیا اور ارسل کی گاڑی کسی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح تیزی سے نکلی اور رومیصہ کا دل بے شمار اندیشوں کی آماجگاہ بن گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مسز ٹینا سہگل اعصاب کو سکون بخشنے والی ادویات کے زیر اثر گہری نیند میں تھیں۔۔۔

''ماما کی اس حرکت نے سخت خوفزدہ کر دیا ہے مجھے۔۔۔'' شہر زاد ان کے روم میں رکھے صوفے پر اکیلی بیٹھی ہوئی بہت آہستگی کے ساتھ فون پر بات کر رہی تھی اور دوسری طرف ہم زاد تھا جو ٹی وی کے ذریعے اس بات سے باخبر ہو چکا تھا۔

''اگر مسز سہگل جیسی خاتون ایسی حرکت کر سکتی ہیں تو تم خود سوچو وہ کون سی ایسی بات ہو سکتی ہے جس نے انہیں اس حد تک مایوس کر دیا کہ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں بچا۔۔۔'' ہم زاد کی بات میں دم تھا، تبھی تو وہ کچھ لمحے بول نہیں پائی۔

''ہاں بات تو واقعی چھوٹی نہیں ہو سکتی وہ۔۔۔'' اس نے فوراً تائید کی لیکن ہم زاد کے اگلے جملے نے اس کا دماغ بھک کر کے اڑا دیا۔

"کہیں سیف الرحمن کے فلمسٹار میگھا کے ساتھ اسکینڈل نے تو انہیں ڈسٹرب نہیں کیا۔۔۔؟" وہ ہلکا سا جھجک کر بولا تو شہر زاد خفت زدہ انداز سے کچھ لمحے بول ہی نہیں پائی۔

ٹینا بیگم کی ذاتی زندگی اتنی زیادہ اوپن ہے اسے اس بات کا اندازہ تو تھا لیکن ہم زاد واحد شخص تھا جس کے سامنے وہ ان چیزوں کو ڈسکس کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن تقدیر بار بار اسے اسی پوائنٹ پر لا کر کھڑا کر رہی تھی۔

"میرا نہیں خیال کہ ماما اس بات پر اتنا جارحانہ رد عمل دیں گی۔۔" شہر زاد نے بادل نخواستہ انداز میں اس بات پر تبصرہ کیا۔

"وہ جس پوزیشن پر اسٹینڈ کرتی ہیں، انہیں کرنا بھی نہیں چاہیے۔۔" ہم زاد نے بھی بے تکلفی سے کہا۔

اس سے پہلے کہ شہر زاد اس بات پر کوئی اور تبصرہ کرتی، کمرے کا دروازہ کسی نے ہلکا سا ناک کیا، شہر زاد نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور اپنے سامنے سیف الرحمن کو دیکھ کر اس کے اعصاب تناؤ کا شکار ہوئے۔

لائیٹ گرے ٹو پیس سوٹ میں ان کی پرسنالٹی خاصی پُر وقار لگ رہی تھی۔ وہ بھی شہر زاد کو سامنے دیکھ کر ہلکی سی شش و پنج کا شکار ہوئے۔۔

"السلام علیکم۔۔۔!!!" انہوں نے ٹشو پیپر سے اپنے ماتھے پر آیا نادیدہ پسینہ صاف کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔!!!" شہر زاد لاشعوری انداز سے کھڑی ہوئی، ان کی آمد بالکل غیر متوقع تھی۔

"ٹینا، سو رہی ہیں شاید۔۔۔"

"جی۔۔۔!!! شہر زاد کو اچانک یاد آیا کہ فون کال پر دوسری طرف ہم زاد ہے، جس کی کمرے میں آنے والی مردانہ آواز پر ساری سماعتیں ایک دم ہی بیدار ہو گئی تھیں۔

"شہر زاد کون آیا ہے روم میں۔۔۔؟" اس نے محتاط انداز میں پوچھا۔

"بعد میں بتاتی ہوں آپکو، ابھی فون بند کر رہی ہوں۔۔۔ اس نے دوسری طرف ہم زاد کی بات سنے بغیر فون کال ڈسکنٹ کر دی، جبکہ سیف الرحمن آہستگی سے چلتے ہوئے ٹینا بیگم کے بیڈ کے پاس جا کھڑے ہوئے۔

"کیسی طبعیت ہے اب ٹینا کی۔۔۔"؟ انہوں نے فکر مند انداز سے سائیڈ میز پر رکھی ان کی فائل اٹھاتے ہوئے پوچھا۔۔

"بہتر ہیں۔۔۔" شہر زاد نے خود کو سنبھال لیا۔

وہ ان کی طرف دیکھ کر ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ اسے کس طرح کے رد عمل کا اظہار کرنا چاہیے۔ جبکہ سیف الرحمن اب خود کو سنبھال چکے تھے۔

"کچھ اندازہ ہے کہ ٹینا نے ایسا کیوں کیا۔۔۔؟" انہوں نے پریشانی سے شہر زاد کی طرف دیکھا۔

''یہ بات آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔۔۔؟''شہرزاد نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں لاجواب کیا۔

''ایکچوئلی مجھے پوچھنی تو نہیں چاہیے لیکن وہ کل سے کافی ڈسٹرب تھی رومیصہ کی وجہ سے۔۔۔''انہوں نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

''رومیصہ کی وجہ سے۔۔۔؟اس نے بے یقین نظروں سے انکی طرف دیکھا اور مزید گویا ہوئی۔

''آپ سے کیا ایسی کوئی بات ہوئی تھی ان کی۔۔۔؟''شہرزاد کو ان کی بات نے حیران کیا۔

''یس آف کورس، ورنہ اتنی بڑی بات میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔۔۔''

''کیا کہا تھا انہوں نے۔۔۔؟''شہرزاد کے لہجے سے بے تابی چھلکی۔

''میرا خیال ہے ان کا رومیصہ کے ساتھ کوئی جھگڑا ہوا تھا اور اس وجہ سے وہ کافی ٹینس تھیں۔۔''

''لیکن وہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں تھی۔۔۔''شہرزاد نے دانستہ لاپرواہ انداز اپنایا۔

''میں اتنا جانتا ہوں کہ کوئی چھوٹی موٹی بات ٹینا کو اتنا ٹینس نہیں کر سکتی۔اس کے اعصاب خاصے مضبوط ہیں۔۔''وہ اپنے موقف پر جمے ہوئے تھے۔

''آپ سے ریلیٹڈ بھی تو کوئی معاملہ ہو سکتا ہے۔۔۔''اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں طنز کیا۔

''وہ سب میڈیا کا منفی پروپیگنڈا ہے اور کچھ نہیں۔۔''انہوں نے پراعتماد لہجے میں اس الزام کو رد کیا۔

''لیٹس سی، اسکا فیصلہ تو اب بعد میں ہی ہو گا۔۔۔''شہرزاد نے اپنی طرف سے بات ختم کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف وہ بھی سمجھ گئے تھے کہ وہ اس موضوع پر مزید گفتگو کرنا نہیں چاہ رہی، اس لیے دانستہ خاموش ہو گئے۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ نے ہوسپٹل سے ''ٹینا ہاؤس''تک کا سارا رستہ خاصی ٹینشن میں گذارا۔

وہ بار بار اپنا سیل فون نکال کر دیکھ رہی تھی، اسے یقین تھا کہ ارسل کی کال اسے ضرور آئے گی اور وہ دل ہی دل میں دعا گو تھی کہ ارتضی حیدر کی موجودگی میں ایسا نہ ہو اور اللہ نے اس کی سن لی تھی۔

رومیصہ جیسے ہی گھر پہنچی، سیل فون کی گھنٹی بجی اور اسکرین پر ارسل کا نمبر دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا، وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے میں پہنچی اور عجلت بھرے انداز میں دروازہ لاک کر کے کال اٹینڈ کی۔

''کس کے ساتھ گھوم رہی تھیں تم۔۔۔؟ارسل کی خفگی سے بھرپور آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''اے ایس پی ارتضی حیدر تھے۔۔۔''نہ چاہتے ہوئے بھی رومیصہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی۔

"کیوں ان کی ذمے داری کب سے بن گئی ہو تم یا پیچ میں کوئی اور مسئلہ ہے۔۔" ارسل ہلکا سا جھنجھلا کر گویا ہوا۔

"کیوں، کیا ہوا۔۔؟" رومیصہ کو اپنے لیے اسکی یہ شدت پسندی اچھی لگی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ اگلا جملہ اسکی ساری خوشی ملیامٹ کر دے گا۔

"دیکھو رومی، مجھ پر یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تم ٹینا سہگل کی بیٹی ہو۔۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا، اسکے زہر آلود لہجے پر وہ ایک لمحے کو سن ہوئی اور اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔؟" رومیصہ بمشکل بولی۔۔

"میرا جو مطلب ہے، تم اچھی طرح سے جانتی ہو، اور میں تمہیں وہ سب کچھ کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا جو ٹینا سہگل آج تک کرتی آئی ہیں، بیوی ہو تم میری، اس بات کو اپنے ذہن میں رکھا کرو۔۔۔"

ارسل کے اس جملے سے اس کے اندر چھن کر کے کچھ ٹوٹا، آنسوؤں کا ایک گولا اس کے حلق میں اٹک گیا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ارسل اسے اس کی ماں کے حوالے سے بھی کوئی طعنہ دے سکتا ہے۔

"مجھے یہ بات ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ میں ٹینا سہگل کی ہی بیٹی ہوں، اور نکاح نامے پر سائن کرنے سے پہلے تم بھی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے۔۔۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گی۔۔۔؟" دوسری طرف وہ بھی طیش میں آیا۔

"ایسا کیا کر دیا ہے میں نے۔۔؟ ذرا کھل کر بتائیں ناں۔۔۔" وہ بھی دوبدو میدان میں اتر آئی۔

"ضرورت کیا ہے تمہیں ان کے ساتھ گھومنے کی۔۔۔؟" وہ جھنجھلا گیا۔

"اگر اصل بات کا علم نہیں ہے آپ کو تو بہتر ہو گا کہ خاموش رہیں۔۔۔" رومیصہ غصّے سے فون بند کر چکی تھی۔ اس کا دماغ اس وقت کھول رہا تھا۔ ارسل کے ان جملوں نے اسے آسمان سے زمین پر لا پٹخا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارسل کو نور محل آئے ہوئے کچھ گھنٹے ہی ہوئے تھے۔۔۔

بے چینی، پریشانی اور غصے کی ملی جلی کیفیت اسکے چہرے کے ایک ایک نقش سے عیاں تھی۔

اسلام آباد آنے والے میر ہاؤس کے مکینوں کا مسکن ہمیشہ نور محل ہی ہوتا تھا اور ارسل کے تو ویسے ہی کل سے ایگزام اسٹارٹ تھے اس لیے فارحہ بھابھی نے اسکا کمرہ سیٹ کروا دیا تھا اور اب اسے آنے والے کئی دنوں تک یہیں رہنا تھا۔۔

رومیصہ کے جملوں کی وجہ سے اسکا دل و دماغ کھولن کی زد میں تھا، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ٹینا ہاؤس میں پہنچ کر وہاں

کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔ وہ ٹہلتے ٹہلتے کبھی صوفے پر بیٹھ جاتا اور کبھی ایک ہاتھ کا مکہ فضاؤں میں لہرا کر اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سمجھتی کیا ہے وہ خود کو، ایک بار میری کال تو اٹینڈ کرئے۔۔"اس نے بیزاری سے اسکا نمبر کوئی بیسویں بار ملایا لیکن ہر دفعہ پاورڈ آف کی ٹیپ اس کے اشتعال میں اضافہ کرنے کا موجب بنتی۔

فارحہ بھابھی ایک چھوٹی ٹرے میں بلیک کافی کے دو کپ رکھے اندر داخل ہوئیں اور جانچتی ہوئی نگاہوں سے ارسل کا بیزار چہرہ دیکھا۔ وہ اب صوفے پر بیٹھ چکا تھا لیکن اس کا ماتھا شکنوں سے پُر تھا۔

"ارسل کوئی مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔؟"فارحہ بھابھی نے کافی کا کپ اسکی طرف بڑھاتے ہوئے اچانک پوچھا تو وہ گڑبڑا سا گیا۔

"نن نہیں تو، آپ کو کس نے کہا۔۔؟"اس نے تیزی سے خود کو سنبھالا۔

"جب سے تم یہاں آئے ہو خاصے ٹینس دکھائی دے رہے ہو، میر ہاؤس میں تو سب ٹھیک ہے ناں۔؟"فارحہ نے ہلکا سا جھجک کر اس سے پوچھا۔ وہ عموماً دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی ذرا کم ہی کرتی تھیں۔

"ارے نہیں بھابھی، ایسا کچھ نہیں ہے، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔"وہ زبردستی مسکرایا۔

"تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں، ورنہ میری چھٹی حس تو کوئی اور ہی اشارہ دے رہی ہے۔۔"فارحہ بھابھی کی اس بات پر اس نے گھبرا کر بات بنائی۔

"آپکی چھٹی حس غلط کہہ رہی ہے، ایکچوئلی میں اپنے فائنل وائیوا کی وجہ سے تھوڑا اپ سیٹ ہوں، تیاری نہیں ہے اور ایک فرینڈ نے اسائنمنٹس بھی گم کر دی ہیں میری۔۔۔۔"اس نے فارحہ بھابھی کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

"تھینکس گاڈ میں تو ڈر ہی گئی تھی۔۔۔"وہ مسکرائیں اور ارسل نے بڑی ذہانت کے ساتھ موضوع گفتگو تبدیل کیا۔۔

"آپ یہ بتائیں، وہاج بھائی کدھر ہیں نظر نہیں آ رہے یہاں۔۔۔"

"نظر بھی کیسے آئیں گے، وہ ملتان گئے ہوئے ہیں پچھلے اتوار سے۔۔۔"

"خیریت۔۔۔؟"وہ ہلکا سا چونکا۔۔

'پتا تو ہے الیکشن قریب ہوں تو ان کا زیادہ وقت وہیں گزرتا ہے۔۔"انہوں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر جواب دیا، ویسے بھی وہاج کے یہاں نہ ہونے سے وہ زیادہ ریلیکس رہتی تھیں کیونکہ صبح و شام کوئی ذہنی اذیت دینے والا نہیں ہوتا تھا۔

''تو آپ میر ہاؤس میں آ جاتیں، یہاں اکیلے کیسے رہ رہی ہیں۔۔'' ارسل کا سارا دھیان رومیصہ کی طرف تھا اور وہ دانستہ خود کو دوسری طرف لگانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس میں اسے مسلسل ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

''اکیلی کہاں ہوں، دا جی اور بابا بھی تو صبح و شام یہیں ہوتے ہیں۔۔۔''

انہوں نے سائیڈ میز پر رکھا ٹی وی کا ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی آن کیا۔

وہ جو کافی کا مگ پکڑے مسلسل بے چینی کی کیفیت کے ساتھ وہاں براجمان تھا، اس نے یونہی سامنے دیکھا، کسی نیوز چینل پر چلنے والی پٹی پر اسے ہلکا سا جھٹکا لگا سامنے ٹی وی پر ٹیکر چل رہا تھا، مشہور و معروف فیشن ڈائزائنر، اور بیوٹیشن ٹینا سہگل کی خود کشی کے معاملہ پر خاندانی ذرائع نے تصدیق کرنے سے معذرت کر لی اور ان کی بیٹیاں اس معاملے پر کوئی بھی بیان دینے پر راضی نہیں۔۔ارسل نے ہاتھ میں پکڑا کافی کا مگ پریشانی سے سائیڈ میز پر رکھ دیا۔

''ٹینا سہگل کی خود کشی کا کیا قصّہ ہے بھابی۔۔۔؟'' اس نے دانستہ لاپرواہی سے پوچھا کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ فارحہ بھابی کا زیادہ ٹائم ٹی وی اسکرین کے سامنے ہی گذرتا تھا اور ارسل کو اس خبر نے ٹھیک ٹھاک پریشان کیا۔۔۔

''زیادہ ڈیٹیل تو نہیں پتا چل سکی، لیکن میڈیا کے لوگوں کا کہنا ہے کہ بیورکریٹ سیف الرحمن کی بیوفائی کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا ہے، لیکن تم کیسے جانتے ہو انہیں۔۔۔۔'' فارحہ بھابی نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

''یہ وہی ہیں ناں جو ٹیناز کے نام سے بیوٹی سیلون کی ایک چین چلا رہی ہیں، ان کو کون نہیں جانتا۔۔۔۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔ اس نے اپنے چہرے کے تاثرات کو حتی الامکان نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب بھی رہا تھا۔

''ہاں میڈیا میں خاصی ان رہتی ہیں، پچھلے دنوں ان کی بیٹی کے اغواء کا بھی خاصا ایشو رہا ہے۔۔'' فارحہ بھابی کی بات پر ارسل نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''کیا کہتے ہیں لوگ۔۔۔؟ کس نے کڈنیپ کیا ہو گا اسے۔۔؟''

''جسٹس محمود کی فیملی کا ہاتھ ہی بتا رہے ہیں، باقی اللہ جانتا ہے۔۔'' فارحہ بھابی نے اپنی بات مکمل ہی کی تھی کہ ان کے سیل فون پر کوئی کال آنے لگی اور وہ فون اٹھا کر اپنے روم کی طرف بڑھ گئیں۔

ارسل نے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی کی آواز بند کی، ٹینا سہگل کی خود کشی کی خبر نے اسکا سارا سکون غارت کر دیا تھا اور اسے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ وہ رومیصہ کے ساتھ غصّے میں کچھ غلط کر چکا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

محمد ہادی، آج کافی دنوں بعد قریشی ولا میں داخل ہوا تو شام کے سائے ڈھل چکے تھے۔۔۔

اس کی گاڑی سرمئی تارکول کی بنی ہوئی سڑک پر بڑے ہموار انداز سے چلتی ہوئی پورچ میں آن کر کھڑی ہو گئی، وہ جیسے ہی گاڑی سے باہر نکلا، اس نے مناہل کو لان میں اکیلے بیٹھا دیکھا تو وہیں چلا آیا، وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

"کیا ہوا منّو، شکل پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں۔۔۔؟" اس نے سامنے آکر اپنا ہاتھ لہرایا تو وہ گویا کسی گہری نیند سے ہڑبڑا کر جاگی۔

"ارے تم کب آئے۔؟ پتا ہی نہیں چلا۔۔۔"

"خیر ہے ناں منو، ایسی کون سی گہری سوچ میں گم تھیں جو میری گاڑی کے ہارن کی آواز بھی سنائی نہیں دی۔۔" وہ پریشان ہوا۔

"بس تھیسس جمع کروانے کی آخری تاریخ آ رہی ہے اور کام کافی پڑا ہوا ہے۔۔" اس نے جلدی سے بات بنائی، حقیقتاً وہ برہان کی وجہ سے خاصی ٹینشن میں تھی جو پچھلے تین دن سے نہ تو یونیورسٹی آ رہے تھے اور نہ ہی اسکی کوئی کال اٹینڈ کر رہے تھے۔

"کوئی محبت وحبت کا روگ تو نہیں پال لیا تم نے۔۔" ہادی نے اسے چھیڑا۔

"تمہیں پتا ہے یہ میرے بس کا روگ نہیں، تم سناؤ تمہارا عشق کہاں تک پہنچا۔۔۔؟"

"وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا، اب اس کا حال سنائیں کیا۔۔" وہ شرارت سے گنگنانے لگا، مناہل کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ محض اسے ٹرخانے کے لیے ایسا کر رہا ہے اس لیے اس نے بھی فوراً ٹاپک تبدیل کیا۔

"کتنے دن کے لیے آئے ہو گھر۔۔۔؟"

"کل شام کو چلا جاؤں گا، یہ بتاؤ رومیو جولیٹ کہاں ہیں، نظر نہیں آ رہے۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے والدین کے بارے میں پوچھا۔

"ماموں کا آج کوئی آفیشل ڈنر تھا اور عالیہ ممانی ہوسپٹل گئیں ہیں شہر زاد کی ممی کی عیادت کرنے۔۔" مناہل کی بات پر وہ چونکا۔

"کیا ہوا انہیں۔۔۔؟ سب خیریت تو ہے ناں۔۔۔؟"

"لگتا ہے تم نے آج صبح کی نیوز نہیں سنیں، ورنہ آج کا تو ہاٹ ایشو بنا ہوا ہے یہ ٹاپک۔۔"

"اچھا چلو پھر اندر جا کر دیکھتے ہیں اور تمہارے ہاتھ کے نگٹس کے ساتھ چائے پیتے ہیں۔۔" ہادی نے بے تکلفی سے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا، وہ جو سست انداز میں بیٹھی ہوئی تھی بادل نخواستہ اٹھی، اور اسی وقت اس کے سیل فون کی گھنٹی بجی اور برہان کا نام دیکھ کر اسکا دل بے اختیار دھڑکا۔

''کہاں ہیں آپ۔۔؟ صبح سے کئی کالز کر چکی ہوں میں، کم از کم بندہ کسی ٹیکسٹ کا جواب ہی دے دیتا ہے۔۔'' مناہل کچھ لمحوں کے لیے تو ہادی کی موجودگی کو بھی فراموش کر بیٹھی۔

''آئی ایم سوری مناہل، گھر میں تھوڑا سیریس ایشو چل رہا تھا، اس لیے سیل فون اٹینڈ نہیں کر پایا۔۔'' دوسری طرف سے برہان کی تھکی تھکی آواز مناہل کی سماعتوں سے ٹکرائی اور وہ چلتے چلتے رک گئی۔

ہادی نے بلا ارادہ اسکا چہرہ بہت غور سے دیکھا اور اسکی بے چینی اور بے قراری بہت سی ان کہی داستانیں سنا رہی تھی۔ اس نے ہاتھ کی انگلی سے ہادی کو اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود لان میں ہی کھڑی ہو گئی۔

''کون سا سیریس ایشو، سب ٹھیک تو ہے ناں۔۔؟'' مناہل کا دل عجیب سی لے میں دھڑکا۔

''تمہارے مطلب کی بات نہیں ہے وہ، ایکچوئلی علاقے کی سیاست کا معاملہ ہے، الیکشن قریب ہے ناں اس لیے سب کی دوڑیں لگی ہوئی ہیں۔'' برہان نے صاف صاف اسے ٹالا، ویسے بھی اپنی شادی کی بات وہ اسے فون پر کیسے بتا سکتے تھے۔

''آپ کا سیاست سے کیا لینا دینا، بس چھوڑیں ان سارے معاملات کو اور کل یونیورسٹی آئیں۔ مجھے ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔۔''

مناہل نے دھونس جمانے والے انداز میں حکم صادر کیا تو وہ ایک لمبی سی سرد آہ بھر کر رہ گئے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اسے ایک لفظ بھی نہیں کہہ پائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مناہل قریشی اتنی بڑی بات آسانی سے سہہ نہیں پائے گی اور انہیں اب یہ سوچنا تھا کہ وہ اس سارے معاملے سے کس طرح نبٹیں۔ جو ان کے اور مناہل کے بیچ دیوار چین کی مانند حائل ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میر ہاؤس میں انابیہ اور برہان کی رخصتی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔۔۔

شارقہ بیگم صبح سے اسٹور میں رکھے بڑے بڑے لوہے کے باکس سے سامان باہر نکلوا کر انہیں دھوپ لگوا رہی تھیں، ویلوٹ کے لحاف، گرم بستر، چادریں اور پشاور سے منگوائے گے دوپٹوں کے تھان اور اللہ جانے کیا کچھ پیٹیوں سے نکل رہا تھا۔

''اوہ مائی گاڈ ممانی، یہ کتنی خوبصورت انڈین ساڑھی ہے۔۔۔'' نمیرہ نے ایک شاپر سے بنارسی ساڑھی کا کپڑا نکالا۔

''تمہارے خاقان ماموں انڈیا سے لائے تھے میرے لیے، لیکن میں نے انابیہ کے لیے رکھ دی۔۔'' آج تو شارقہ بیگم کا موڈ بھی خاصا خوشگوار تھا۔

''بڑی امّی، برّی کی شاپنگ کے لیے کراچی جائیں گی، آپ بھی پلیز پروگرام بنالیں ناں۔۔'' کرسی پر بیٹھی طوبیٰ نے بھی ماں سے فرمائش کی۔

"پہلے زخمی پیر تو ٹھیک کر لو اپنا اور پھر کراچی بھی چلی جانا۔۔" شارقہ بیگم نے اپنی بیٹی کو جھاڑا تو اسکا منہ بن گیا۔

"نمیرہ جا کر انابیہ کو بلوا کر لاؤ، اللہ جانے اس لڑکی کی نیند کیوں پوری نہیں ہوتی۔۔" شارقہ بیگم نے نمیرہ کو اسکے کمرے کی طرف بڑھایا۔

"ہاں آجکل ساس بہو میں نیندیں پوری کرنے کا مقابلہ چل رہا ہے۔۔" ندرت امّی نے تاجدار بیگم پر کھلم کھلا طنز کیا، وہ پچھلے کچھ دنوں سے اپنے کمرے تک ہی محدود تھیں، اور سب جانتے تھے کہ انہوں نے شاہ میر والی بات کو دل سے لگالیا ہے۔

"اور یہ درشہوار بھی لگتا ہے اپنے کمرے میں بیٹھ کر کوئی چلہ کاٹ رہی ہے، ذرا جو احساس ہو اس لڑکی کو کہ بھائی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے، ویسے تو تیسرے محلے میں بھی پہنچ جاتی ہے ڈھولک بجانے، بندہ کوئی تو ہلہ گلہ کرتا ہے، لیکن یہاں تو کسی کو ہماری خوشی کا احساس ہی نہیں۔۔۔" ندرت امّی کو بھی آج ضرورت سے زیادہ ہی انابیہ پر لاڈ آرہا تھا۔

"ارے چھوڑو ندرت، ابھی بہت دن پڑے ہیں اس ہلے گلے کے لیے۔۔۔"

شارقہ بیگم نے اپنی سوتن کو تسلی دی تو طوبیٰ نے سخت حیرانگی سے ان دونوں کو دیکھا جو آج بہت عرصے کے بعد ایک ہی رنگ میں رنگی نظر آرہی تھیں۔ ورنہ دونوں سوکنوں میں اینٹ کتے کا بیر تھا اور یہ بات پورا خاندان جانتا تھا۔

اسی وقت نمیرہ کے ساتھ انابیہ جمائیاں لیتے ہوئے اپنے کمرے سے نکلی اور جیسے ہی سیڑھیاں اتر کر ہال کمرے میں پہنچی تو شارقہ بیگم کے ساتھ بڑے خوشگوار موڈ میں بیٹھیں ہوئی ندرت امّی کو دیکھ کر اسے جھٹکا لگا۔ اس نے ایک دفعہ زور سے آنکھوں کو مل کر دیکھا۔

"یہ نظر کا دھوکا نہیں، حقیقت ہے پیاری بہن، اور مجھے لگتا ہے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی بھی۔۔" طوبیٰ نے شرارتی لہجے میں اپنی بہن کو تسلی دینے کے انداز میں کہا، وہ سمجھ گئی تھی کہ اسے بھی شارقہ بیگم اور ندرت امّی کا ایک ساتھ بیٹھنا ہضم نہیں ہو رہا۔

"ارے بیا، بہت اچھے موقعے پر آئی ہو تم، یہ دیکھو اپنی شادی کا انوٹیشن کارڈ۔۔۔" نمیرہ جو ندرت امّی کے ساتھ چپک کر بیٹھ گئی تھی، ایکدم بولی۔

"شادی کارڈ۔۔۔!!!" بیا کا دل بے ہنگم انداز میں دھڑکا۔

"اباجی نے تو ایسے راتوں رات کارڈ پبلش کروا لیے ہیں جیسے گھر میں ہی چھاپہ خانہ کھول رکھا ہو۔۔" ندرت امّی قہقہ لگا کر ہنسیں۔

"تمہارا اور ہانی بھیا کا نام دیکھو کتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔۔" نمیرہ نے سلور گرے کلر کا ایک نفیس سا کارڈ انابیہ کی طرف

بڑھایا۔

ندرت امّی اور شارقہ بیگم کی موجودگی میں اس نے ہلکا سا جھجک کر کارڈ پکڑا اور نہ چاہتے ہوئے بھی ایک ہلکی سی مسکراہٹ اسکے چہرے پر در آئی، اس نے بے یقینی سے اپنا اور برہان کا نام ایک ساتھ دیکھا، دل میں بہت عرصے بعد ایک سچی خوشی کا احساس بیدار ہوا لیکن اسکی عمر خاصی مختصر تھی۔

برہان عجلت بھرے انداز میں اپنا لیپ ٹاپ والا بیگ اٹھائے اپنے کمرے سے نکلے اور اپنی دونوں چاچیوں کو ایک ساتھ دیکھ کر وہ ہلکا سا چونکے اور پھر سر جھٹک کر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔۔۔

''ہانی بھیا یہ دیکھیں ذرا۔۔۔!!!'' نمیرہ لپک کر ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور شرارت سے کارڈ انکی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

''کیا ہے یہ۔۔۔؟'' ان کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری در آئی۔۔

''ندرت امّی، دولہے میاں پوچھ رہے ہیں، کس کی شادی کا کارڈ ہے یہ، کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں انہیں۔۔۔؟'' نمیرہ کی شوخی برہان کو زہر لگی لیکن وہ ندرت امّی کے سامنے اسے ڈانٹنے کا رسک نہیں لے سکتے تھے کیونکہ وہ نمیرہ کے معاملے میں خاصی جذباتی ہو جاتی تھیں۔

''نمیرہ پیچھے ہٹو، مجھے یونیورسٹی سے دیر ہو رہی ہے۔۔۔'' ناگواری ان کے لہجے سے چھلکی۔

''ارے بیٹا، اپنی شادی کا کارڈ تو دیکھ لو، اتنی محبت سے بہن تمہیں دیکھا رہی ہے۔۔'' ندرت امّی کی بات پر انہیں پانچ سو واٹ کا جھٹکا۔

''کس کی شادی کا کارڈ ہے یہ۔۔۔؟''

انہوں نے بوکھلا کر نمیرہ کے ہاتھ سے انوٹیشن کارڈ پکڑا اور خوفزدہ نظروں سے سامنے لکھی تحریر کو پڑھا اور ان کا دماغ بھک کر کے اڑ گیا۔

میر حاکم علی ان کے سارے پر کاٹ چکے تھے اور انہیں اب ساری زندگی ان کے عطا کردہ پنجرے میں سر مارتے ہوئے گذارنی تھی کیونکہ اس کے علاوہ ان کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

''مجھے یہ گھر خریدنا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔''

جارج نے اپنی بیوی مارتھا کے سامنے یہ جملہ کوئی تیسری دفعہ دہرایا تو وہ ہلکا سا چڑ گئیں۔۔''ایک ہی بات بار بار کیوں کر رہے

ہیں آپ۔۔؟"

"تم نہیں جانتی ہو اس گھر کی وجہ سے اس علاقے کے کرپٹ کونسلر نے کتنا زچ کرر کھا ہے مجھے۔۔"

"کچھ نہیں بگاڑ سکتا وہ ہمارا۔۔"مار تھا نے اپنے شوہر کو تسلی دینے کی ناکام کوشش کی۔

"خام خیالی ہے یہ تمہاری، اس شخص کی شہرت بہت زیادہ خراب ہے اور لینڈ مافیا اور اعلیٰ حکام کے ساتھ تعلقات ہونے کی وجہ سے کوئی بھی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکا۔اسی کی وجہ سے پرانا مالک مکان اپنی جان چھڑا کر گیا ہے یہاں سے۔۔" جارج نے اپنی بیوی کو ڈھکے چھپے الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"اور جاتے جاتے ہمیں پھنسا گیا۔اسے اصل بات بتانی چاہیے تھی۔۔۔؟"مار تھا کو بھی ایک دم غصّہ آگیا۔

"اس بیچارے کو تو ہم نے پھر بھی اس کمر شل جگہ کی اچھی خاصی قیمت ادا کر دی ہے، یہ کارنر کے پلاٹ پر بنا ہوا گھر ہے اور وہ کونسلر تو کوڑیوں کے بھاؤ اس سے خریدنا چاہتا تھا۔۔۔" جارج نے اسے کھل کر اصل معاملہ بتایا۔

"تو وہ اب ہم سے کیا چاہتا ہے۔۔۔؟"

"یہی کہ ہم بھی اونے پونے داموں اسے بیچ کر یہ گھر خالی کر دیں۔۔۔"

"جب ہم اسے سیل کرنا ہی نہیں چاہتے تو کیا وہ زبردستی ہم سے خریدے گا۔۔۔"مار تھا نے بیزاری سے کہا۔

"ہاں اس کے ارادے تو مجھے کچھ ایسے ہی لگ رہے ہیں، تبھی اس کے بندے ہر جگہ دھمکانے کے لیے آجاتے ہیں مجھے۔۔۔"

"آپ پولیس اسٹیشن میں ان کے خلاف رپٹ درج کروادیں۔۔۔"مار تھا کے مشورے پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ جارج کے چہرے پر آگئی۔

"تھانے بھی گیا تھا میں اور جا کر پتا چلا کہ وہ اس شہر کے ایم این اے کا خاص بندہ ہے۔۔۔"

"تو ہم کیا کریں پھر۔۔۔؟"مونیکا نے بُرا سا منہ بنا کر تبصرہ کیا۔

"ایس ایچ او صاحب نے کہا کہ سکون سے جا کر اپنے گھر بیٹھ جائیں اور کونسلر صاحب کی بات مان لیں کیونکہ اس تھانے میں میر صاحب کے کسی بندے کے خلاف کوئی رپٹ نہیں کاٹی جا سکتی۔۔۔" جارج کی بات پر مار تھا کے چہرے پر پہلی دفعہ تشویش کے سائے نمودار ہوئے۔۔

"چھوڑو تم اس بات کو، مونیکا کہاں ہے، اسکا لاہور کا ٹکٹ لے آیا ہوں میں۔۔"

"مائیکل کب آرہا ہے پاکستان۔۔۔؟"

"اگلے اتوار کو۔۔" جارج کی بات سن کر مونیکا کا اپنے بیگ کی زپ بند کرتا ہوا ہاتھ رکا۔ وہ ٹھیک ٹھاک پریشان ہوئی۔

"بس اس کے آتے ہی ہم مونیکا کا فرض ادا کر دیتے ہیں، کچھ تو ہمارا بوجھ ہلکا ہو۔۔۔"

"ہاں اس کے باپ سے بات ہو چکی ہے میری۔۔ وہ راضی ہے۔۔"

"خداوند، خیر خیریت سے یہ خوشی کا موقع لائے۔ ورنہ دل تو بہت زیادہ ڈرا ہوا ہے۔۔" مارتھا کی آواز میں ڈھیروں وہم پوشیدہ تھے۔

"کچھ نہیں ہوتا، تم تسلی رکھو، خداوند ہمارے ساتھ کبھی بُرا نہیں کرے گا۔۔" جارج نے اپنی بیوی کو تسلی دینے کی کوشش کی، لیکن کمرے میں موجود مونیکا کا سارا سکون اور اطمینان برباد ہو گیا۔

اسی وقت پڑوس میں واقع مسجد سے عصر کی اذان کی آواز گونجنے لگی، جسے سنتے ہی مونیکا کے چہرے کے تاثرات میں ایک تغیر رونما ہوا۔

اس کے دل کے اندر سے سکون اور سرشاری کی چھوٹی چھوٹی لہریں نکلیں اور پورے وجود میں چھا گئیں اسے یقین ہو گیا کہ رب کائنات اس کے ساتھ کچھ بُرا نہیں کرے گا۔

کئی گھنٹوں کی مسافت کے بعد وہ ملتان سے لاہور پہنچی تو ذوالکفل اسے لینے کے لیے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھا، اسے اپنے سامنے دیکھ کر مونیکا کی ساری تھکن چند سیکنڈوں میں دُور ہو گئی۔۔۔

"تم اپنے فیصلے پر ابھی بھی قائم ہو ناں۔۔۔" اسکی گاڑی میں بیٹھتے ہی مونیکا نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"تم یہ بات کیوں پوچھ رہی ہو۔۔۔" وہ زیر لب مسکرایا۔

"پتا نہیں کیوں، مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے خدانخواستہ کچھ غلط نہ ہو جائے۔۔۔"

"اللہ کہتا ہے کہ جیسا گمان رکھو گے، ویسا ہی دوں گا۔۔۔" ذوالکفل نے محبت بھرے انداز سے اسکی طرف دیکھا تو وہ مسکرا دی۔ اسکا سینہ ایمان کی روشنی سے بھرا ہوا تھا اور یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کا رب اسے اکیلا چھوڑ دیتا۔

اگلی شام کو بادشاہی مسجد میں ان دونوں کا نکاح چند دوستوں کی موجودگی میں بہت خاموشی سے پڑھا دیا گیا اور ذوالکفل مونیکا کا ہوسٹل سے سامان اٹھا کر اپنے فلیٹ میں لے آیا، جہاں دونوں اپنے اپنے خاندانوں کو بتائے بغیر اپنی نئی زندگی کی شروعات کر چکے تھے۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مجھے ایسے کیوں لگ رہا ہے جیسے برہان بھائی اس رخصتی سے خوش نہیں ہیں۔۔"

اپنی واڈروب سیٹ کرتی ہوئی انابیہ کے ہاتھ اس جملے پر رکے اور اس نے مڑ کر استہزائیہ نظروں سے سامنے بیٹھی ہوئی اپنی ماں جائی کی طرف دیکھا۔ وہ پیر پر بینڈیج کیے اپنے بیڈ سے ٹیک لگائے بڑے افسردہ انداز سے نیم دراز تھی۔

"تمہیں اب محسوس ہوا ہے اور میں کئی سالوں سے جانتی ہوں۔۔۔" اس کے ایک ایک لفظ میں چھپا کرب طوبیٰ کے دل کو تڑپا گیا۔ اس نے بہت غور سے اپنی بہن کا بجھا ہوا چہرہ دیکھا، جس کے حصّے میں قسمت نے ساری ہی ادھوری خوشیاں لکھ دی تھیں۔

"اگر اس فیصلے میں ان کی خوشی شامل نہیں تھی تو انہیں نکاح کے وقت ہی حامی نہیں بھرنی چاہیے تھی۔۔۔" طوبیٰ ناراضگی سے گویا ہوئی۔

"اس وقت ان کے لیے مجھ سے زیادہ اہم ان کی پی ایچ ڈی تھی۔۔" انابیہ نے واڈروب کا پٹ بند کر کے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"لیکن یہاں تو لگتا ہے پورا خاندان ہی اس فیصلے پر خوش نہیں، جس کو دیکھو اس کے چہرے پر بارہ بجے ہوئے ہیں جیسے خدانخواستہ سب کو باجماعت سولی پر لٹکایا جا رہا ہو۔۔۔" طوبیٰ نے اس بار ذرا کھل کر تبصرہ کیا۔

"کیوں، کیا ہوا۔۔۔؟" انابیہ کا دل بُری طرح سے دھڑکا۔ "کیا تائی امّی نے کچھ کہا ہے۔۔۔"

"وہ تو تب کہیں گی، جب اپنے حجرے سے باہر قدم رنجہ فرمائیں گی۔۔" طوبیٰ نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"شاہ میر والی بات پر ان کی ناراضگی چل رہی ہے داجی اور تایا ابا سے۔۔۔" انابیہ نے غیر دانستہ طور پر ان کی سائیڈ لی۔

"چھوڑو بیا، مجھے تو لگتا ہے کہ وہ بھی اپنے بیٹے کے ساتھ کی جانے والی زبردستی پر خوش نہیں ہیں، اسی لیے تو خود کو اپنے کمرے تک محدود کر لیا ہے، ورنہ اتنی بھی بڑی بات نہیں، جتنی وہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔۔۔۔"

تمہیں درشہوار نے کچھ کہا ہے کیا۔۔۔؟" انابیہ نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"ان محترمہ کو بھی لگتا ہے کہ اس اعلان کے بعد سانپ سونگھ گیا ہے، مجال ہے کہ ایک لفظ بھی مبارکباد کا اس کے منہ سے نکلا ہو، ورنہ تم تو جانتی ہو، وہ تو سات گھر چھوڑ کر بھی کسی کی شادی ہو تو وہاں جانے کو مچلنے لگتی ہے۔۔۔"

طوبیٰ کے لہجے کی بیزاری اور تلخی گواہ تھی کہ اس نے ان سب کے رویئوں کا بہت باریک بینی کے ساتھ مشاہدہ کیا ہے اور اس وجہ سے وہ خاصی دکھی تھی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں، جب میری قسمت میں ہی ایسا لکھا ہے۔۔" انابیہ سارے کام چھوڑ کر اسکے پاس آن بیٹھی۔

"تم کھل کر بات کیوں نہیں کرتی ہو ہانی بھیا سے۔۔۔"

"یہ رخصتی اسی کا خمیازہ ہی تو ہے۔۔۔"

"مطلب۔۔۔۔؟؟؟؟" طوبیٰ نے الجھ کر بیا کا افسردہ چہرہ دیکھا۔

"داجی نے ہم دونوں کی باتیں سن لی تھیں، انہیں بھی پتا چل گیا کہ برہان کا انٹرسٹ کسی اور میں ہے۔۔" انابیہ نے ہلکا سا جھجک کر بتایا۔

"اور اس کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ تمہیں زبردستی برہان نامی کھونٹے سے باندھ دیا جائے، ہے ناں۔۔" طوبیٰ جی بھر کر بدمزا ہوئی۔

"وہ ہر چیز کا حل زور زبردستی میں ہی ڈھونڈتے ہیں، یہ مزاج ہے ان کا۔۔" ایک تلخ مسکراہٹ نے اسکے چہرے کا احاطہ کیا۔

"اب کیا زبردستی کسی کے دل میں بھی گھسائیں گے وہ۔۔۔" طوبیٰ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"دل میں تو بس مناہل قریشی کا ڈیرہ ہے اور اسکی موجودگی میں وہاں کون داخل ہو سکتا ہے۔۔۔" انابیہ نے اپنی انگلیوں کو چٹخانا شروع کر دیا۔ جو اسکے اندرونی اضطراب کی عکاسی کر رہا تھا۔

"کیا بہت خوبصورت ہے مناہل قریشی۔۔۔؟"

"محبت کسی عام سے چہرے کو بھی خوبصورت بنا دیتی ہے، ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اس میں۔۔" انابیہ زبردستی مسکرائی۔

"تمہارے ہی ڈیپارٹمنٹ میں ہوتی ہے ناں وہ۔۔" طوبیٰ نے سنجیدگی سے پوچھا تو انابیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو۔۔۔؟" انابیہ نے الجھ کر طوبیٰ کا چہرہ دیکھا، جس پر کسی فیصلہ کن سوچ کا عکس تھا، اور لبوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ نے ڈیرہ جما لیا تھا، انابیہ کو اس زہر آلود تبسم سے ہلکا سا خوف محسوس ہوا لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مام چکن کارن سوپ بنواؤں آپ کے لیے۔۔۔؟"

شہر زاد نے ٹینا بیگم کی تازہ ترین رپورٹس پڑھتے ہوئے فکر مند لہجے میں پوچھا اور دوسری طرف حسب توقع جواب نفی میں ہی آیا۔

ٹینا بیگم کو ہوسپٹل سے گھر شفٹ کر دیا گیا تھا لیکن ان کے ہونٹوں پر خاموشی کی جو مہر ثبت ہو چکی تھی ہو گھر آنے کے بعد بھی ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی اوپر سے وہ مسلسل ٹریکنولائزر کا استعمال کر رہی تھیں اور چوبیس میں سے اٹھارہ گھنٹے غنودگی میں گزار دیتیں۔ یہ بات شہر زاد اور رومیصہ دونوں کو فکر مند کرنے کے لیے کافی تھی۔۔

"ڈاکٹرز اتنی زیادہ میڈیسن کیوں دے رہے ہیں انہیں۔۔؟" رومیصہ نے پریشانی سے سائیڈ میز کی طرف دیکھا، جو اس وقت رنگ برنگی ادویات سے بھرا ہوا تھا۔

"مام کے اعصاب کو پرسکون رکھنے کے لیے۔۔۔" شہر زاد نے ہاتھ میں پکڑی فائل احتیاط سے ایک سائیڈ پر رکھی۔

''تین دن سے یہ مسلسل سو رہی ہیں اور یہ مسئلے کا حل تو نہیں۔۔۔'' رومیصہ بیزاری سے گویا ہوئی۔

''ڈاکٹرز بہتر طریقے سے جانتے ہیں کہ ان کا ٹریٹمنٹ کیسے کرنا ہے۔۔'' شہر زاد نے متحمل انداز سے جواب دیا۔

''تم نے شکل دیکھی ہے ان کی، ایسا لگتا ہے جیسے برسوں کی بیمار ہوں۔۔'' وہ بیزار لہجے میں بولی۔

''فار گاڈ سیک رومی یہ بات تم مام کے سامنے مت کہہ دینا، وہ ایک نئے ڈپریشن میں چلی جائیں گی۔۔۔'' شہر زاد نے ہلکا سا جھنجھلا کر کہا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ٹینا بیگم اپنے معاملے میں کس حد تک کونشس ہیں۔

''میں تو چاہتی ہوں کہ وہ ان فضول قسم کے ڈپریشن سے نکل کر اپنے اوپر دھیان دیں۔۔''

رومیصہ کے افسردہ انداز پر شہر زاد نے چونک کر اسکی طرف دیکھا جو ہاتھ میں پکڑے سیل فون کی اسکرین کو غور سے دیکھ رہی تھی، سیل فون کی آواز بند تھی، اس لیے اسکرین پر ایک نمبر بلنک کر رہا تھا جو صرف رومیصہ جانتی تھی کہ ارسل کا ہے جس سے وہ سخت خفا تھی۔

''کال اٹینڈ کیوں نہیں کر رہی ہو تم۔۔۔؟'' شہر زاد نے اپنے لہجے کو سرسری بنا کر کہا۔

''میرا موڈ نہیں ہے۔۔۔''

''کون ہے۔۔۔؟''

''ایک فرینڈ ہے یونیورسٹی کی۔۔۔'' رومیصہ نے جھوٹ بولتے ہوئے کال ایک دفعہ پھر کاٹ دی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ارسل کو اسکی مدر کی بیماری کا علم ہو چکا ہے اور وہ اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اسی وقت ٹینا بیگم نے آنکھیں کھولیں، دونوں بہنیں بے اختیار ان کی طرف متوجہ ہوئیں، ان کی آنکھوں کے پپوٹے مسلسل سونے کی وجہ سے سوج چکے تھے اور چہرے کی جلد سے بھی ساری تر و تازگی ختم ہو چکی تھی۔ ان کے سارے وجود پر محسوس کی جانے والی تھکن کا بسیرا تھا۔

''مام، کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ۔۔۔؟'' شہر زاد لپک کر ان کے پاس پہنچی، اور انہوں نے ہلکا سا سر اثبات میں ہلا کر ٹھیک ہونے کا اشارہ کیا، اسی وقت ملازمہ دروازہ ہلکا سا ناک کر کے اندر داخل ہوئی۔

''کیا بات ہے رشیدہ۔۔۔؟'' رومیصہ نے سر اٹھا کر ملازمہ کی طرف دیکھا۔

''بی بی جی، کوئی سیف الرحمن صاحب آئے ہیں بیگم صاحبہ سے ملنے کے لیے۔۔۔'' ملازمہ کی بات پر ناگواری کی ایک لہر رومیصہ کے چہرے پر دوڑی اور شہر زاد نے پریشانی سے اپنی ماں کا چہرہ دیکھا جو بالکل سپاٹ تھا۔۔

''مجھے کسی سے نہیں ملنا۔۔۔'' ٹینا بیگم کے منہ سے نکلنے والے اس بے ساختہ جملے پر دونوں نے تعجب بھرے انداز سے ان

کی طرف دیکھا، چار دن کے بعد انہوں نے یہ مکمل پانچ لفظی جملہ بولا تھا۔

"مام، آپ کو مل لینا چاہیے ان سے، وہ آپ کے لیے بہت زیادہ اپ سیٹ ہیں۔۔۔" شہر زاد نے دبے دبے انداز میں کہا تو رومیصہ نے ایک ناراضگی سے بھرپور نظر شہر زاد پر ڈالی، جیسے اسکی بے وقوفی پر یقین آگیا ہو۔

"جب وہ ملنا نہیں چاہتیں، تو تم کیوں زبردستی کر رہی ہو۔۔۔" رومیصہ ہلکا سا چڑ کر گویا ہوئی۔

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ مام نارمل لائف کی طرف واپس آجائیں، اس طرح کتنے دن لوگوں سے کٹ کر رہا جا سکتا ہے۔" شہر زاد نے اپنی بہن کو سمجھانے کی کوشش کی جو بے سود رہی۔

"نارمل لائف گذارنے کے لیے سیف الرحمن سے ملنا کوئی ضروری نہیں۔۔" رومیصہ کے لہجے میں کوفت کا بھرپور عنصر شامل تھا۔

"بی بی جی، کیا کہوں ان سے۔۔۔؟" ملازمہ ان دونوں کی بحث سے پریشان ہو چکی تھی۔

"ان سے کہہ دو کہ بیگم صاحبہ سو رہی ہیں اور انہوں نے جگانے سے منع کیا ہے۔۔۔" شہر زاد نے رشیدہ کی مشکل آسان کی۔ وہ جلدی سے واپس مڑ گئی اور اس نے اپنی ماں کا چہرہ غور سے دیکھا، ان کی پلکوں پر اٹکا ہوا ایک آنسو شہر زاد کا سکون برباد کر چکا تھا اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مام نے محض رومیصہ کی وجہ سے ان سے ملنے سے انکار کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارسل لائبریری سے باہر نکلا تو دوپہر کے دو بج رہے تھے، اس نے کوئی دو گھنٹے وہاں بیٹھ کر رومیصہ کا انتظار کیا تھا۔ لیکن اس نے بھی شاید نہ آنے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔

ارسل نے رات چار پانچ میسجز سوری کے کر کے اسے یونیورسٹی آنے کو کہا تھا، لیکن رومیصہ نے ایک بھی ٹیکسٹ میسج کا جواب دینا گوارہ نہیں کیا، جو اس بات کی عکاسی کر رہا تھا کہ وہ اس سے اب بھی خفا ہے اور اسکی خفگی ارسل کو بے چین کر رہی تھی۔

اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس دن وہ ارتضی حیدر کے ساتھ ہوسپٹل سے ہی آرہی ہو گی اور وہ اب اپنی جذباتیت پر خاصا شرمندہ تھا اور اس سے مل کر اپنے رویئے کی معذرت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اس کی کال اٹینڈ کرنا تو دُور کی بات اسکے کسی میسج کا جواب دینا بھی پسند نہیں کر رہی تھی۔۔

ارسل بوجھل قدموں کے ساتھ پارکنگ کی طرف چلا آیا، جہاں اسکی گاڑی کھڑی تھی۔

اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی کچھ سوچ کر آخری بار رومیصہ کا نمبر ڈائل کیا اور اس بار خلاف توقع کال اٹینڈ کر لی گئی۔ ارسل کے حلق سے ایک پرسکون سانس خارج ہوئی۔

"تھینکس گاڈ میری جان، تم نے کال تو اٹینڈ کی۔۔۔" ارسل کے ہلکے پھلکے انداز پر دوسری طرف رومیصہ سمجھ چکی تھی کہ اسکا سارا غصّہ ختم ہو چکا ہے لیکن رومیصہ اسے اتنی آسانی کے ساتھ بخشنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"کیوں کال کی ہے مجھے۔۔۔؟؟" وہ ناراضگی سے گویا ہوئی۔

"سوری کرنے کے لیے۔۔۔" وہ اس کے ناراض لہجے پر ہلکا سا مسکرایا۔

"ہاں، پتا چل گیا ہو گا کہ میں اس دن میں ارتضٰی حیدر کے ساتھ ہنی مون منا کر نہیں اپنی بیمار ماں کی عیادت کر کے آ رہی تھی۔۔۔"

"دیکھو رومیصہ غلط بات مت کرو۔۔۔" وہ اس کے لفظ ہنی مون پر بُرا مان کر بولا۔۔۔

"میں خود بھی سراپا غلط ہوں اور میری باتیں بھی غلط ہیں اس لیے بہتر ہو گا کہ آپ اپنے لیے کوئی درست انتخاب کر لیں۔۔" اسکے لہجے میں طنز کی آمیزش شامل تھی اور ارسل کو اندازہ ہو گیا تھا کہ دوسری طرف حالات خاصے خراب ہیں۔۔

"لیکن میرا دل تو ایک غلط لڑکی پر ہی اٹک گیا ہے۔ کیا کروں۔۔؟" اس نے شرارتی انداز سے کہا۔

"غلطیوں کی تصحیح کر لینی چاہیے اس سے پہلے کہ وقت ہاتھوں سے نکل جائے۔۔۔" رومیصہ نے کھلے دل سے اسے مشورہ دیا جو اسے بالکل پسند نہیں آیا۔

"تم اگر ایسے ہی جلے کٹے انداز میں گفتگو کرو گی تو میں تمہارے گھر آ کر اٹھا کر لے جاؤں گا تمہیں۔۔" ارسل نے اسے ڈرانے کی کوشش کی۔

"اتنی ہمت ہے تو آ جاؤ۔۔۔" وہ استہزائیہ انداز سے گویا ہوئی۔۔

ریسیور کے دوسری طرف ارسل کی جانب بالکل خاموشی چھا گئی اور چار پانچ سیکنڈ کے وقفے کے بعد کال ڈسکنٹ ہو گئی۔ رومیصہ نے بھی بیزاری سے سر جھٹک کر اپنا سیل فون بیڈ پر پھینک دیا، پتا نہیں کیوں، ارسل کے ان زہر آلود جملوں کا اثر زائل ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ بالوں میں برش کر کے سیٹنگ روم کے کاؤچ میں آ کر لیٹ گئی۔

رومیصہ کو اپنے بیڈ روم سے نکل کر سیٹنگ روم میں آئے بمشکل بیس منٹ ہی ہوئے تھے جب انٹر کام سے چوکیدار نے رومیصہ کو اطلاع دی کہ کوئی ارسل صاحب اس سے ملنے آئے ہیں۔

رومیصہ کا دماغ بھک کر کے اڑ گیا اور کچھ لمحوں کے لیے تو اسے لگا جیسے ٹینا ہاؤس کی چھت اسکے سر پر آن گری ہو، وہ انٹر کام کا ریسیور ہاتھ میں پکڑے بالکل سُن انداز میں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"پتا ہے کسی لڑکی کے لیے سب سے بڑی انسلٹ کی بات کیا ہوتی ہے۔؟؟؟"

مناہل قریشی نے یونیورسٹی کیفے ٹیریا میں اپنے سامنے بیٹھے برہان کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا تو انہوں نے جھٹ سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"جب سامنے بیٹھے مرد کی نظریں اس لڑکی پر اور دل و دماغ کہیں اور الجھا ہوا ہو۔"

مناہل کے گلہ آمیز انداز پر وہ ہلکی سی خفت کا شکار ہوئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آج مناہل کا شکوہ بالکل جائز ہے، وہ دونوں پورے چار دن کے بعد ملے تھے اور برہان کا دماغ واقعی کہیں اور الجھا ہوا تھا۔

وہ مسلسل اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ کس طرح اسے اپنے نکاح اور اب رخصتی کے بارے میں بتائیں۔ وہ مرحلہ جس سے وہ اتنے سالوں سے ڈرتے آئے تھے آج نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے سامنے آ چکا تھا۔

"آخر ہوا کیا ہے برہان، آپ کھل کر کیوں نہیں بتا رہے۔۔؟" مناہل کو اپنی پسندیدہ بلیک کافی کا ذائقہ آج سے پہلے اتنا تلخ کبھی محسوس نہیں ہوا۔

"ارے بابا، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔" انہوں نے مسکرا کر سامنے بیٹھی لڑکی کو مطمعن کرنے کی کوشش کی۔

"تو پھر آپ اتنے الجھے الجھے کیوں ہیں۔۔۔؟" وہ ان کے مزاج کے سب موسموں کی ساتھی تھی۔

"بس دو چار دن سے عجیب سی کیفیت ہے، شاید موسم تبدیل ہو رہا ہے۔۔" افسردگی ان کے ایک ایک لفظ سے عیاں تھی۔

"آپ کے دل کا موسم اچھا ہونا چاہیے، باہر کے موسموں کی خیر ہے۔۔" مناہل نے سینڈوچ کا ایک نوالہ لے کر باقی ان کی طرف بڑھایا جو انہوں نے مسکراتے ہوئے پکڑ لیا۔۔۔ "تم سناؤ، کیا چل رہا ہے تمہاری طرف۔۔؟"

"کچھ خاص نہیں، کل ماموں اور ممانی کی تیسیویں ویڈنگ اینورسری ہے میریٹ میں اور آپ درشہوار کے ساتھ انوائیٹڈ ہیں۔۔" مناہل نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک نفیس سا انوٹیشن کارڈ نکال کر انکی طرف بڑھایا۔

"مناہل میں وہاں آ کر کیا کروں گا۔۔۔؟"

"دھمال ڈالیں گے، کتنی عجیب بات کر رہے ہیں آپ۔؟ ان فنکشنز میں کوئی آ کر بھلا کیا کرتا ہے۔۔؟" وہ ہلکا سا چڑ گئی۔

"میرا یہ مطلب تھا کہ میں تو ان سب کو نہیں جانتا۔۔۔" انہوں نے بوکھلا کر وضاحت دی۔

"کسی سے ملیں گے تو جان پہچان کے مرحلے طے ہونگے ناں، ویسے بھی مجھے ہادی سے ملوانا ہے آپ کو۔۔" وہ لاڈ بھرے انداز سے گویا ہوئی۔

"کون ہادی۔۔۔؟؟؟" برہان نے بے دھیانی میں پوچھا۔

"اوہ مائی گاڈ، اب آپ پوچھیں گے کہ کون ہادی۔؟ وہ جھنجلا کر مذید گویا ہوئی۔۔"میرا کزن، ماموں کا بیٹا، میرا دودھ شریک بھائی، ہزار دفعہ بتا چکی ہوں میں آپ کو اس کے بارے میں۔۔۔" وہ ٹھیک ٹھاک بُرا مان گئی۔

"کیا ہوا مناہل۔۔۔؟" وہ پریشان ہوئے۔

"بس بہت ہو گئی، آپ اٹھیں اور گھر جا کر آرام سے ریسٹ کریں، کل میریٹ میں ملاقات ہو گی۔ اب میں آپکی مزید بہکی بہکی باتیں نہیں برداشت کر سکتی۔۔" مناہل نے زبردستی برہان کا ہاتھ پکڑا اور کیفے ٹیریا سے باہر لے آئی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا ارسل۔۔۔؟" رومیصہ اڑتی ہوئی ڈرائینگ روم میں پہنچی۔

اس نے گھبرائے ہوئے انداز سے گلاس وال کے آگے بلائنڈز کیے تاکہ باہر گھومتے ہوئے ملازموں کو اندر کا منظر دیکھائی نہ دے، جبکہ وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے اسکی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا وہ تو شکر تھا کہ ٹینا بیگم سو رہی تھیں اور شہر زاد اپنے آفس گئی ہوئی تھی ورنہ اس سچوئشن کو سنبھالنا خاصا مشکل ہو جاتا

اس کے لیے۔۔۔

"کیا مرنے کا ارادہ ہے تمہارا۔۔۔؟" رومیصہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"اپنی بے رخی سے مار دو یا اپنے گارڈز کے ہاتھوں، بات تو ایک ہی ہے ناں۔۔" وہ بڑے مطمعن انداز سے ایسے بیٹھا تھا جیسے سسرال والوں نے خصوصی دعوت نامہ دے کر بلوایا ہو۔

"ارسل ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ، شیری گھر آ گئی تو اسے کیا جواب دوں گی میں۔۔" وہ سخت پریشان تھی۔

"بتا دینا بہنوئی ہے تمہارا۔۔" اس نے سائیڈ میز پر پہلے سے رکھے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور سکون سے پینے لگا۔

"تمہیں پتا ہے کہ گیٹ پر سی سی ٹی وی کیمرہ لگا ہوا ہے۔ ریکارڈنگ ہوتی ہے ساری۔۔۔۔"

"ہاں تو میں بھی تو اچھا خاصا شیو کر کے اچھی طرح تیار ہو کر آیا ہوں۔۔۔" وہ رومیصہ کی کسی بھی بات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہا تھا۔

"اٹھو اور نکلو یہاں سے۔۔۔" رومیصہ نے اسکا بازو پکڑ کر زبردستی اٹھایا اور اس نے کھڑے ہوتے ہی شرارت سے اسکے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں سے ہلکا سا چھوا تو وہ ایک دم گڑبڑا کر پیچھے ہٹی، اسکی بوکھلاہٹ سے ارسل خاصا محظوظ ہوا۔۔

"اب بھی خفا ہو مجھ سے۔۔؟"

وہ اپنی گہری نظروں کی تپش سے اسے اچھا خاصا پزل کر چکا تھا، تبھی تو وہ اس سے نظریں چرائے، سرخ چہرے کے ساتھ

مسلسل نفی میں سر ہلا کر اسے ناراض نہ ہونے کا یقین دلا رہی تھی۔اس کی بہادری اور بے خوفی نے رومیصہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے تھے،وہ تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اس قدر دھڑلے سے اسے منانے کے لیے اسکے گھر آ سکتا ہے۔۔

"نن نہیں ارسل،تم پلیز جاؤ،ہم فون پر بات کر لیں گے۔۔۔"رومیصہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے کوئی منتر پڑھ کر غائب کر دے۔

"پہلے وعدہ کرو،کل یونیورسٹی آؤ گی مجھ سے ملنے۔۔۔"ارسل کا لہجہ محبت کی شرینی سے لبریز تھا۔

"آئی پرامس۔۔۔"اس وقت تو وہ جان بھی مانگ لیتا تو رومیصہ انکار نہ کرتی۔

"اوکے خیال رکھنا اپنا۔۔'اس نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اسکے دائیں گال کو ہلکا سا چھوا اور وہ بدک کر کچھ قدم پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

ارسل اسکی گھبراہٹ پر ہنسا اور سائیڈ میز پر رکھی اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ڈرائینگ روم سے نکل گیا۔رومیصہ نے جان بچ جانے پر سکون کا سانس لیا اور صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میر ہاؤس پر عجیب سی نحوست کا سایہ چھایا ہوا تھا۔

برہان اس دن گھر لوٹے تو ذہنی اور جسمانی طور پر سخت تھکے ہوئے تھے انہوں نے درشہوار کو بلوا کر انوٹیشن کارڈ اس کے سامنے رکھا تو درشہوار کے چہرے پر پھیلنے والی فطری خوشی کا عکس اتنا نمایاں تھا کہ وہ بھی چونک گئے۔۔۔

"تم اتنا خوش کیوں ہو رہی ہو۔؟میرا جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔۔"برہان کی بات پر درشہوار کا دل دہل کر رہ گیا۔

"بھائی اٹس ناٹ فیئر۔۔۔"وہ ہلکا سا جھنجھلا کر مزید گویا ہوئی۔"مناہل بہت زیادہ ہرٹ ہو گی۔۔۔"

"اچھا ہے اسے ابھی سے اس چیز کی عادت ڈال لینی چاہیے۔۔"انہوں نے بیزاری سے اپنی سوکس اتار کر پاؤں بیڈ پر رکھے

۔

"آپ نے اپنی شادی کا بتایا یا نہیں۔۔؟"اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔۔۔

"نہیں۔۔۔"انہوں نے بے اختیار نظریں چرا کر کہا۔

"ابھی بتانے کی ضرورت بھی نہیں۔۔۔"درشہوار کی بات پر وہ چونکے اور تعجب انگیز انداز سے اسکی طرف دیکھا۔

"میرا یہ مطلب تھا کہ اتنے دن پہلے بتا کر انہیں ٹینس کرنے کا کیا فائدہ اور کیا پتا،اللہ کوئی بہتر راستہ نکال دے۔۔"درشہوار نے بھائی کی دلجوئی کے لیے یونہی کہا ورنہ تو وہ بھی جانتی تھی کہ میر ہاؤس میں کیسے جانے والے فیصلے کبھی تبدیل نہیں کیے جاتے۔

''کیا راستہ نکلے گا بیچ کا۔۔؟'' ایک زہر آلود تبسم نے ان کے لبوں پر انگڑائی لی۔

''جب خاقان چچا دو دو بیویاں رکھ سکتے ہیں تو آپ کیوں نہیں۔۔۔'' در شہوار نے اپنے بھائی کو نیا سبق پڑھایا، کچھ لمحوں کے لیے تو برہان بھی بول نہیں پائے لیکن در شہوار کی بات میں کچھ نہ کچھ تو دم تھا، ان کے تنے ہوئے اعصاب کچھ پر سکون ہوئے۔

''بس فیصلہ ہو گیا، ہم لوگ کل ضرور جائیں گے اس فنکشن میں۔۔'' در شہوار کے لاڈ بھرے انداز سے برہان کے گلے میں بازو ڈالے، یہ اسکا اپنے بھائیوں سے بات منوانے کا ایک خاص انداز تھا، جس کے آگے سبھی بے بس ہو جاتے۔

برہان نے بھی زبردستی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ در شہوار کے دل کی کھلی کھل اٹھی، وہ ابھی سے سوچ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ ہادی اسے اچانک سامنے دیکھ کر کیسا ری ایکٹ کرے گا اور وہ اس فنکشن میں بہت دل سے تیار ہو کر جانا چاہتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پہاڑوں پر اترتی شام میں آج اداسی کا رنگ نمایاں تھا۔۔

بہت دنوں بعد طوبیٰ، اور نمیرہ دونوں آج سامنے والے لان میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھی ہوئی تھیں، طوبیٰ کا پاؤں ابھی بھی ٹھیک نہیں ہوا تھا اس لیے اسے چلنے پھرنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، اس لیے وہ جس جگہ بیٹھ جاتی تو گھنٹوں بیٹھی ہی رہتی ۔۔۔

اسی وقت انابیہ ان دونوں کی چائے کی ٹرے لیے باہر نکلی تو نمیرہ کو ایک دم یاد آیا۔ ''آپ نہیں جائیں گی آج فنکشن میں۔۔۔؟''

''کون سا فنکشن۔۔۔؟'' انابیہ حیران ہوئی۔

''لو جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے۔۔۔'' نمیرہ نے اپنی پلیٹ میں ایک ساتھ تین کباب ڈالتے ہوئے طنز کیا۔۔

''کیا مطلب۔۔۔؟''

''ذرا در شہوار صاحبہ کے کمرے میں جھانک کر دیکھیں، رات سے فیشل، کلینزنگ، مینی کیور، پیڈی کیور اور اب سولہ سنگھار کر کے محترمہ برہان بھائی کے ساتھ ڈیپارٹمنٹ کے کسی فنکشن میں جا رہی ہیں، ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے۔۔۔''

''ڈیپارٹمنٹ کا فنکشن۔؟ لیکن آج کل تو سب اسٹوڈنٹس کو فری کر دیا گیا ہے اور ایسا کوئی فنکشن ہوتا تو مجھے ضرور علم ہوتا ۔۔۔'' انابیہ حیران ہوئی۔

''تو پھر کہاں جا رہے ہیں دونوں بہن بھائی اتنا سج دھج کر، در شہوار سے تو اپنی خوشی سنبھالی ہی نہیں جا رہی۔۔۔'' نمیرہ کے

کان کھڑے ہوئے۔

”ہو سکتا ہے فیکلٹی کا کوئی فنکشن ہو، جس میں اسٹوڈنٹس انوائیٹڈ نہ ہوں۔۔“ انابیہ کے انداز میں سادگی تھی۔

”تو پھر درشہوار کی جانے کی کیا تُک بنتی ہے بھلا۔؟ اور بے مروتی کی انتہاء دیکھو، اس خود غرض لڑکی نے ایک دفعہ بھی ہم میں سے کسی کو جھوٹے منہ بھی ساتھ چلنے کو نہیں کہا۔۔‘ ‘نمیرہ کے اپنے ہی خود ساختہ دکھ تھے۔

”خود غرض لوگ بس اپنی ذات کے خیمے میں ہی رہتے ہیں، دوسروں کے اوپر کیا گذرتی ہے، ان کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا۔“ طوبیٰ نے بلند آواز میں تبصرہ کیا، وہ بھی آجکل درشہوار پر تپی ہوئی تھی۔۔

اسی وقت گھر کا اندرونی دروازہ کھلا اور تینوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

درشہوار ٹی پنک کلر کی اسٹائلش سی میکسی میں اپنے سارے ہتھیاروں سے لیس نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی، اس کے ساتھ براؤن کلر کے ٹو پیس سوٹ میں برہان کی تیاری بھی کسی سے کم نہیں تھی،۔

انابیہ نے نظر اٹھا کر ان دونوں بہن بھائیوں کی خصوصی تیاری کی طرف دیکھا اور اپنی چائے میں چینی ملانا بھول گئی۔

”ہائے۔۔۔“ پنسل ہیل کے ساتھ بڑی نزاکت کے ساتھ چلتی ہوئی درشہوار نے ان تینوں کو دیکھ کر زبردستی ہاتھ ہلایا پورچ میں کھڑی برہان کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

”یہ تو ایسے لگ رہا ہے جیسے کسی فیشن شو میں حصّہ لینے جا رہی ہو۔۔“ طوبیٰ نے بیزاری سے جواب دیا۔

”اور مجھے تو لگ رہا ہے جیسے دونوں بہن بھائی کسی خاص جگہ پر انوائیٹڈ ہوں، ورنہ درشہوار کہاں ڈھنگ سے ہاتھ منہ دھوتی ہے لیکن رات تو اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی بیوٹی سیلون میں بکنگ کروالے اپنی۔۔“ نمیرہ کی بات پر انابیہ کے دماغ میں خطرے کا الارم بجا۔

”بیا پتا تو کرواؤ، آخر فیکلٹی میں ایسا کون سا فنکشن ہے۔۔۔؟“ طوبیٰ کا بھی ماتھا ٹھنکا۔

”کرن سے کہتی ہوں، اسکی ایک کزن ہمارے ہی ڈیپارٹمنٹ میں وزیٹنگ پروفیسر ہے۔۔“ انابیہ نے اپنا سیل فون اٹھایا ۔اسی وقت میر ہاؤس کا دروازہ کھلا اور شاہ میر کی خاکی جیپ اندر داخل ہوئی، ان تینوں کو ایک دم دھچکا سا لگا۔ طوبیٰ نے گھبرا کر پورچ کی طرف دیکھا، داجی، تایا ابا اور بابا کی گاڑیاں غائب تھیں اسکا مطلب تھا کہ وہ بھی اپنی پوری تسلی کر کے ہی آیا تھا۔

”ہائے لیڈیز، کیا آج سے پہلے اتنا ہیڈسم اور ڈیشنگ بندہ نہیں دیکھا۔۔۔؟“ اسکی شوخی عروج پر تھی۔

”ہم نے تو بہت دیکھے ہیں، بس دعا کرو کہ داجی اور تایا ابا نہ دیکھیں۔۔۔“ جواب حسب توقع طوبیٰ کی طرف سے ہی آیا۔

”بندے کی شکل اگر پیاری ہو تو اسے بات بھی پیاری ہی کرنی چاہیے، کیوں بھاوج۔۔؟“ اس نے انابیہ کو بھاوج کہہ کر چھیڑا

تو وہ ایکدم بلش کر گئی۔

"اُف یہ لالیاں برہان بھائی دیکھ لیں تو قسم سے پاگل ہو جائیں۔۔۔" اس نے مذید مسکا لگایا۔

"دا جی کو پتا ہے کہ تم اس وقت میر ہاؤس میں موجود ہو۔۔" نمیرہ نے اسے تیکھی نظروں سے گھورا۔

"نہیں تم فون کر کے بتا دو اس کے بعد امّی کی پشاوری چپل سے بچنے کے لیے نور محل چلے جانا۔۔"

"تائی امی نے بلوایا ہے تمہیں۔۔؟"

"ظاہر ہے اس گھر میں دو ہی لوگوں کے کہنے پر میں اڑتا ہوا آ سکتا ہوں، ایک تو میری پیاری ماں ہے اور باقی دوسرے کو جاننے کے لیے تم تینوں پرچیاں ڈال لو۔ جس کا نام نکلے گا وہی ہو گی۔۔" اس نے طوبی کی پلیٹ سے دو نگٹس ایک ساتھ اٹھا کر شرارت سے منہ میں ڈالے۔

"باتیں کروا لو اس سے جتنی مرضی۔۔۔" نمیرہ نے اسکی بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

"چائے بناؤں تمہارے لیے۔۔۔؟" انابیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں، چائے تو میں اماں کی گود میں سر رکھ کر پئیوں گا، ویسے ہیں کہاں وہ اس وقت۔۔؟" شاہ میر کا موڈ خاصا خوشگوار تھا۔

"وہ تو جس دن سے تم گئے ہو اپنے کمرے سے ہی نہیں نکلیں۔۔" نمیرہ کی اطلاع پر وہ غیر سنجیدگی سے طوبی کی طرف دیکھ کر شرارت سے بولا۔ "کچھ لوگ میری محبت میں کمرے سے ہی نہیں نکلے اور کچھ نے تو پیر ہی زمین پر رکھنے سے انکار کر دیا، یا اللہ اتنی محبتیں پا کر کہیں میں مر ہی نہ جاؤں۔"

"اللہ نہ کرے۔۔۔" طوبی کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور شاہ میر اسکی بے ساختگی پر قہقہہ لگا کر ہنسا تو وہ نمیرہ اور انابیہ کی موجودگی میں ایک دم خفت کا شکار ہوئی جبکہ نمیرہ حیرانگی سے ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی کیونکہ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے درمیان کیا چل رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میریٹ کے اس ہال میں رنگ و بو اور روشنیوں کا ایک سیلاب سا آیا ہوا تھا۔

مسز عالیہ قریشی اور عبد اللہ صاحب ریسپشن پر کھڑے مسکراتے ہوئے اپنے مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔ محمد ہادی بلیک ڈنر سوٹ میں مناہل کے ساتھ وہیں موجود تھا، آج تو مناہل کی بھی تیاری دیدنی تھی سیاہ رنگ کے سوٹ میں سلیقے کے ساتھ میک اپ کیے وہ خاصی کیوٹ لگ رہی تھی۔۔

"تمہارے اسپیشل گیسٹ نہیں پہنچے ابھی تک۔۔۔" ہادی نے رسٹ واچ پر ٹائم دیکھتے ہوئے اسے چھیڑا۔

''بات ہو گئی ہے میری، ابھی دس منٹ میں پہنچنے والے ہیں۔۔'' مناہل نے مسکرا کر جواب دیا۔

وہ آج برہان کا اپنی فیملی کے ساتھ خصوصی تعارف کروانا چاہتی تھی اور ہادی کو کچھ کچھ اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ خاص مہمان، مناہل کے لیے واقعی خاص تھے کیونکہ وہ بار بار بے چینی سے ریسپشن کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

''ارے شہر زاد، تم۔۔۔؟؟؟'' مسز عالیہ قریشی کے لیے شہر زاد کی آمد بالکل غیر متوقع تھی کیونکہ انہیں امید نہیں تھی کہ ٹینا بیگم کی خراب طبعیت کی وجہ سے شہر زاد اس فنکشن کو اٹینڈ کر پائے گی۔

''بہت بہت مبارک ہو مسز قریشی۔۔۔'' شہر زاد نے بکے ان کی طرف بڑھاتے ہوئے خلوص دل سے کہا۔

''تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے مجھے۔۔۔'' انہوں نے والہانہ انداز سے شہر زاد کو اپنے گلے لگایا، یہ لڑکی انہیں پہلے دن سے اپنے دل کے بہت قریب محسوس ہوتی تھی اور اس نے بڑی جلدی محنت سے ان کے چیمبر میں اپنا ایک خاص مقام بنا لیا تھا۔۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو تم۔۔۔'' مسز قریشی نے پیار بھری نظروں سے شہر زاد کی طرف دیکھا تو وہ ہلکا سا مسکرا دی۔۔

آف وائٹ نیٹ کے سوٹ کے ساتھ اس کے گھنے بال ایک فرنچ ٹیل کی صورت میں بندھے ہوئے تھے۔ ہلکے سے میک اپ اور نفیس ڈائمنڈ جیولری میں وہ عام دنوں سے ہٹ کر بہت منفرد لگ رہی تھی، اس کی شخصیت میں ایک محسوس کیے جانے والا وقار تھا۔۔

اس فنکشن میں شہر کی پوری کریم جمع تھی اور قریشی صاحب اور انکی مسز کا حلقہ احباب خاصا وسیع تھا۔ اس کا اندازہ شہر زاد کو ہال میں پہنچتے ہی ہو گیا تھا۔ وہ ایک سائیڈ پر سب مہمانوں سے الگ تھلگ رکھے صوفے پر بیٹھی تھی جب اسکے سیل فون کی مترنم گھنٹی بجی۔ ہم زاد کا نام دیکھ کر اسکے لبوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ دوڑی۔

''فار گاڈ سیک اب یہ مت کہنا کہ تم بھی اس گیدرنگ میں موجود ہو۔۔'' شہر زاد کی بات پر ہلکا سا ہنسا اس کے سیل فون کے بیک گراؤنڈ میں چلتا ہوا دھیما دھیما سا میوزک اسے اس بات کا یقین دلا گیا تھا کہ وہ بھی کہیں آس پاس موجود ہے۔

''میرا فیورٹ کلر جہاں پہنو گی، وہاں آنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکے گا۔۔۔'' وہ قہقہ لگا کر ہنسا اور شہر زاد بلا ارادہ اٹھ کر دائیں بائیں دیکھنے لگی، ہال کافی بڑا تھا اور اس وقت سبھی مہمان سوفٹ ڈرنکس وغیرہ پینے میں مشغول تھے۔

''کہاں ہو تم۔۔۔؟'' شہر زاد کو اتنے سارے لوگوں کے ہجوم میں اسے تلاش کرنے میں دقت ہوئی۔

''تمہارے دل میں۔۔۔'' وہ شرارت سے ایک بار پھر ہنسا۔۔

''اٹس ناٹ فیئر۔۔۔!!!'' وہ ہلکا سا جھنجھلائی۔۔

''اس فنکشن میں جو سب سے ہینڈسم مرد ہو گا، سمجھ لینا میں وہ ہوں۔۔۔''اس نے ایک بار پھر شوخی سے کہا۔

''تو پھر مجھے اس ہینڈسم مرد کی تلاش آج کر ہی لینی چاہیے۔۔۔''شہر زاد فیصلہ کن انداز میں اٹھی، اسکی متلاشی نگاہیں پورے ہال میں دوڑنے لگیں۔

''صوفے پر رکھا اپنا کلچ بھی اٹھالو، کیوں میری خاطر اپنا نقصان کرواؤ گی۔۔۔''

وہ ہنس کر فون بند کر چکا تھا۔ شہر زاد کی دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں، وہ جان چکی تھی کہ وہ اس کے بالکل آس پاس ہے ورنہ صوفے پر رکھا اس کا چھوٹا سا کلچ اسے کیسے نظر آتا۔ اس نے کھوجتی نگاہوں سے اپنے اردگرد کھڑے گروپس کی شکل میں موجود لوگوں کو غور سے دیکھنا شروع کیا سبھی انجان چہرے تھے۔ وہ ہلکی سی مایوسی کا شکار ہوئی۔۔۔

دوسری طرف مناہل سیل فون کان سے لگائے ہادی کا ہاتھ پکڑے اسے ریسپشن کی طرف لے جا رہی تھی، اس کے چہرے پر موجود بے تابی نے آج ہادی کے سامنے بہت سے پردے ہٹا دیئے تھے۔۔

''اب ایسے کون سے نواب صاحب ہیں، جن کو ریسیو کرنے کے لیے پارکنگ میں جانا ضروری ہے۔۔''ہادی کو مناہل کی بے چینی اب بیزاری میں مبتلا کر رہی تھی، وہ بادل نخواستہ انداز میں اسکے ساتھ چل رہا تھا۔

''بکومت اور اپنے چہرے کے زاویئے درست کرو، سمجھے۔۔۔''مناہل نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے بُری طرح سے ڈانٹا۔

''منّو، ہم ریسپشن پر بھی تو ان کو ویلکم کہہ سکتے تھے۔۔۔''اس نے بُری سی شکل بنائی۔۔

''دو چار قدم چل لو گے تو کیا ٹانگیں ٹوٹ جائیں گی تمہاری، میری خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتے۔۔۔''وہ چلتے چلتے ناراضگی سے رکی۔

''اچھا بابا چلو، اگر تم کہتی ہو تو ان کے استقبال کے لیے سائیڈ سے کوئی گملا بھی اٹھالیتا ہوں۔۔''ہادی نے اسکی خاطر اپنا موڈ سیٹ کیا۔

''تم اپنے پھول گملے اپنے سسرال والوں کے لیے سنبھال کر رکھو، بس ان کو پورے فنکشن میں اسپیشل پروٹوکول دینا ہے۔ میرے بار بار اصرار کرنے پر آنے کے لیے راضی ہوئے ہیں وہ۔۔۔''مناہل پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے اسے ساتھ ساتھ ہدایات دے رہی تھی۔

''ایسے بھی کون سے نواب آف کالا باغ ہیں وہ۔۔۔''ہادی نے شرارتی نظروں سے مناہل کا سرخ چہرہ دیکھا۔

''بس تم نواب ہی سمجھ لو انہیں۔۔۔''

"تمہارے دل کی سرزمین کے۔۔۔؟" ہادی نے شوخ لہجے میں لقمہ دیا۔

"ہاں۔۔۔" مناہل کے جواب نے اسے ہکا بکا کر دیا۔

"اب چلو، یہ ایکٹنگ بعد میں کر لینا ڈرامے باز۔۔۔" مناہل نے اسکا بازو پکڑ کر گھسیٹا۔ وہ دونوں جیسے ہی ہوٹل کی مین ریسپشن پر پہنچے، گلاس ڈور کھلا اور برہان کے ساتھ در شہوار نے بڑے پر اعتماد انداز سے اندر قدم رکھا۔

"لو آ گئے برہان۔۔۔!!!" مناہل کے والہانہ پر جوش انداز پر ہادی نے سر اٹھا کر تجسس بھرے انداز سے سامنے دیکھا۔

اپنے سامنے میر برہان اور در شہوار کو دیکھ کر اسے ایک دم شاک لگا اور اس کے قدم سست پڑ گئے۔ وہ صدمے بھرے انداز میں در شہوار کی طرف دیکھنے لگا جس کی آنکھوں میں محبت اور چاہت کا ایک جہان آباد تھا۔

ہادی سو بار مر کر بھی دوبارہ زندہ ہوتا تو تب بھی اس بات پر یقین نہ کرتا کہ مناہل جس شخص کی اتنی بے چینی اور بے تابی سے منتظر تھی وہ میر ہاؤس کا کوئی فرد ہو سکتا ہے، لیکن تلخ حقیقت اسکے سامنے کھڑی اسکا منہ چڑا رہی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میریٹ ہوٹل میں ہونے والے مسز قریشی کے ڈنر کی رونقیں عروج پر تھیں۔۔۔

رنگ و بو اور روشنیوں کے طوفان کے پیچھے بجتا ہوا دھیمے سروں کا میوزک اب ہادی کے دماغ کو ناگواری کا احساس بخش رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ

وہ ان سب چیزوں پر لعنت بھیج کر خود کو اس منظر سے غائب کر لیتا۔

در شہوار اس کے سامنے تھی، پنک کلر کی میکسی کے ساتھ اس نے اپنے چہرے کے دلکش نقوش کو بڑی مہارت اور نفاست سے کیے جانے والے میک اپ کے ساتھ اجاگر کرنے کی شعوری کوشش کی تھی۔ آنکھیں اسکی پہلے ہی دلکش تھیں اوپر سے اس نے اپنی نوکیلی پلکوں پر مسکارے کا گہرا کوٹ لگا کر انہیں مزید جاذب نظر بنا لیا تھا۔

براؤن کلر کے ٹو پیس سوٹ میں میر برہان کی تیاری بھی کسی سے کم نہیں تھی لیکن ہادی کو ان دونوں بہن بھائیوں سے یکساں بیزاری اور کوفت محسوس ہوئی اور پریشانی کی بات یہ تھی کہ در شہوار کی نظریں مسلسل اسکے وجود کا احاطہ کیے ہوئی تھیں۔

"ارے ہادی صاحب آپ۔۔۔؟؟؟" برہان کے لہجے سے چھلکتی شناسائی پر مناہل چونکی۔۔

"آپ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں کیا۔۔۔؟" مناہل بے تابی سے گویا ہوئی۔

"مجھے ان کے پڑوسی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔۔" ہادی نے جان بوجھ کر طنزیہ انداز اختیار کیا۔

"دیٹس گریٹ، پھر مجھے تو مستقل طور پر مری میں شفٹ ہو جانا چاہیے۔۔۔" مناہل کھلکھلا کر ہنسی۔

"تم جس جگہ پر ہو، وہیں رہو تو بہتر ہو گا۔۔" ہادی نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے سمجھانے کی کوشش کی، جو اس وقت برہان کو سامنے پا کر خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی اور اسکے رنگ ڈھنگ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھے۔۔۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مناہل ہر وقت جس ہادی کا ذکر کرتی ہے وہ آپ ہو سکتے ہیں۔۔"

"جی یہ محض ایک اتفاق ہے۔۔۔" اس کے لہجے میں موجود سنجیدگی اور فراخ پیشانی پر گہرے ہوتے بل درشہوار کے اندر مایوسی کا دھواں پھیلا رہے تھے لیکن اس سے چند فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہونے کا احساس بھی فی الحال کافی تھا۔ وہ شعوری طور پر تھوڑا اس کے قریب آکر کھڑی ہوئی، اس کے لباس سے اٹھتی قیمتی کولون کی مسحور کن مہک نے درشہوار کو لمحہ بھر کے لیے بے بس کیا۔۔۔

"آئیں ناں برہان، آپکو ماموں اور ممانی جان سے ملواتی ہوں۔۔۔" مناہل کے لہجے سے چھلکتی بے چینی ہادی کو سخت بُری لگی

۔

"شیور۔۔۔!!!" برہان کی گہری نظریں مناہل کے چہرے کا حصار کیے ہوئے تھیں۔۔

"صرف ملوانا، ان سے تعارف مت کروانا۔۔۔" ہادی نے اسکے ساتھ چلتے ہوئے مناہل کے تھوڑا قریب آکر ہلکی سی سرگوشی کی۔۔۔

مناہل نے پلٹ کر پریشان نظروں سے اسکی طرف دیکھا، اور ہادی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کی، جو مناہل کو سمجھ تو نہیں آئی لیکن

اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی نے اسے لمحے بھر کو تشویش میں مبتلا ضرور کیا۔

"ایکسکیوز می برہان، ایک منٹ۔۔۔۔"

وہ پریشان انداز سے ہادی کے پاس آئی، جو اس وقت ساری دنیا ہی سے خفا خفا سا الگ رہا تھا۔ درشہوار اور برہان دونوں نے چونک کر انہیں دیکھا، لیکن ہال میں بجتے ہوئے میوزک کی وجہ سے وہ ان کی گفتگو سمجھنے سے قاصر تھے، البتہ ہادی کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کم از کم خوشگوار نہیں تھی۔۔۔

"تم بتا کیوں نہیں رہے ہو آخر پرابلم کیا ہے۔۔۔؟"

"کہا ناں ممی پاپا سے تعارف مت کروانا ان لوگوں کا، باقی ڈیٹیل بعد میں بتا دوں گا۔۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلایا۔۔

مناہل نے کچھ لمحے اسے غور سے دیکھا، اور پھر سر جھٹک کر بے نیازی کے ساتھ اپنے اسپیشل مہمانوں کی طرف بڑھ گئی، جبکہ ہادی کا تو سارا مزا ہی کرکرا ہو گیا تھا، وہ زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے جاننے والے لوگوں سے ملتا ہوا نسبتاً ایک خالی گوشے کی

طرف آ گیا، جہاں ذرا الگ تھلگ رکھے صوفے پر شہر زاد براجمان تھی۔

مناہل کی بے تابیوں اور بے چینیوں نے اسکا سکون تو برباد کیا ہی تھا لیکن اسے اس بات پر بھی حیرانگی تھی کہ میر برہان محتشم اپنی بہن کو لیے اتنے دھڑلے سے انجان لوگوں کی گیدرنگ میں کیسے آ سکتے ہیں، اور بہن بھی اس وقت سولہ سنگھار کیے کسی بھی اچھے بھلے شخص کے ہوش اڑا سکتی تھی لیکن آگے بھی ہادی تھا جو اپنے دل کے دروازے سختی سے بند کر کے چابی کہیں دُور جنگلوں میں پھینک چکا تھا۔۔

"پاگل ہیں دونوں بہن بھائی۔۔۔" وہ دل ہی دل میں ان دونوں کو کوستا ہوا غیر دانستہ طور پر شہر زاد کے عین برابر میں بیٹھ گیا۔ اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ ان دونوں کے درمیان میں بس چند انچ کا فاصلہ ہے۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے ہادی۔۔۔؟" شہر زاد اسکی غائب دماغی کو بھانپ چکی تھی۔

"اوہ آئی ایم سوری۔۔۔۔" وہ خفت زدہ انداز میں تھوڑا فاصلہ رکھ کر بیٹھا۔۔۔

"اِٹس اوکے۔۔۔ مجھے لگتا ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے شاید۔۔۔" وہ چہرے پر نرم مسکراہٹ لیے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

"جی، کچھ ایسا ہی ہے، سر میں درد ہے، لگتا ہے کوئی پین کلر لینی پڑے گی۔۔۔" ہادی نے اپنی دو انگلیوں سے ماتھے کو لاشعوری انداز میں مسلا۔

"آپ کسی ویٹر کو بلوا کر پوچھیں، مل جائے گی ادھر ہی سے۔۔۔" وہ تھوڑا فکر مند ہوئی۔

"ارے نہیں، ایسی بھی کوئی بات نہیں، آپ سنائیں کیسی ہیں اور کیا ڈر گئی ہیں میر فیملی سے، جو دوبارہ مری کا رخ ہی نہیں کیا آپ نے۔" اس نے دانستہ اپنا دھیان مناہل اور برہان سے ہٹانے کے لیے اس سے گفتگو کا آغاز کیا۔۔۔

"ایک بات یاد رکھیے گا محمد ہادی صاحب، جس دن شہر زاد نے اپنے پروفیشن سے ڈرنا شروع کیا، اسے اگلے دن وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنی مام کا سیلون سنبھال لے گی، کیونکہ اس کے لیے پھر یہی شعبہ بہتر ہو گا۔۔۔" اس کے پر اعتماد انداز پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔

"یہی اسپرٹ ہونی چاہیے زندگی کے ہر معاملے میں، اور مجھے یقین ہے کہ ایسا دن کم از کم آپکی زندگی میں کبھی نہیں آئے گا۔۔"

"اللہ کرے، میں آپ کی امیدوں پر پورا اتروں۔۔۔" شہر زاد نے ویٹر کی ٹرے سے فریش جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے مسکرا کہا۔

"مجھے تو شجاع غنی والے کیس سے بہت امیدیں تھیں کہ کم از کم میر فیملی پر ہاتھ ڈالنے کا ایک مضبوط جواز ہاتھ میں آجائے گا۔۔۔" وہ اب بہت تسلی سے اسسے گپ شپ لگانے کے موڈ میں تھا۔

"امیدیں تو مجھے بھی بہت تھیں لیکن ،وہی حضرت علی کا قول ہے ناں میں نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے خدا کو پہچانا۔۔" وہ تھوڑاافسردہ ہوئی۔

"میں آپ کی بات سے متفق ہوں، شجاع غنی کے پیچھے ہٹنے کے بعد کوئی اور مضبوط جواز بھی تو نہیں رہا تھااس کیس کو لڑنے کا، لیکن آپ کو جب موقع ملے اس کیس کا بدلہ ضرور لیجئے گا۔۔۔۔"

"میں کسی ذاتی عناد یا دشمی پر تو لوگوں پر کیس نہیں کر سکتی، لیکن جب کبھی ان کے خلاف ایسا کچھ ملا تو پیچھے نہیں ہٹوں گی ۔۔۔" شہر زاد نے اسے اپنے ارادوں سے باخبر کیا۔۔

"انشاء اللہ کچھ نہ کچھ ایسا ضرور مل جائے گا کیونکہ ،یہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز تو آنے والے ہیں نہیں۔۔" ہادی نے کافی فاصلے پر کھڑی درشہوار کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کھل کر کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ مضبوط جواز مل چکا ہو مجھے، جو ان کے پورے خاندان کی سیاست کی بنیادیں ہلا دے ۔۔۔" اسکے پر اعتماد لہجے میں کچھ تھا۔

ہادی ایک دم سنبھل کر بیٹھا گیا اور اسے اپنا سارا سر درد فضاؤں میں تحلیل ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

"آر یو شیور۔۔۔؟؟؟" اس نے شہر زاد کا چہرہ کھوجنے کی کوشش کی۔۔

"آف کورس، میں کوئی ایسی بات اندازوں پر تو کر نہیں سکتی۔۔۔" وہ ابھی بھی پر اعتماد تھی۔

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں بے چینی سے اس وقت کا منتظر ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کروائیں گی۔" ہادی کی بات پر شہر زاد کے لبوں پر ایک جاندار مسکراہٹ دوڑنے لگی۔۔

"میں نے مسز عالیہ قریشی یعنی آپ کی والدہ سے زندگی کا ایک ہی اصول سیکھا ہے ابھی۔۔۔" وہ اسکی بات پر چونکا۔۔

"کیا۔۔۔؟"

"زندگی بھی شطرنج کی بساط کی مانند ہوتی ہے جہاں درست وقت پر درست مہرے کا استعمال ہی آپکی کامیابی کی ضمانت بنتا ہے ۔۔۔" وہ مسکرائی۔

"اور یہ بات مجھ سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے کہ کسی سیاسی خاندان کے لیے الیکشن کے قریب کا وقت ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتا ہے، اس وقت پر لگنے والی چوٹ کے اثرات بہت دیر پا ہوتے ہیں۔۔۔۔" اسکی آنکھوں میں موجود چمک پر شہر زاد مسکرائی

۔

"مسز قریشی کی اولاد کو اتنا ہی ذہین ہونا چاہیے جتنا دنیا انہیں سمجھتی ہے۔۔۔"

"اس کا مطلب ہے، میرا اندازہ درست ہے، آپ بھی اسی وقت کا انتظار کر رہی ہیں۔۔۔" ہادی کی بات کو اس نے مسکرا کر ٹالا۔

اسی ہال میں کچھ فاصلے پر موجود در شہوار کی نظریں ان دونوں پر جمی ہوئیں تھیں، شہر زاد کا پر وقار انداز میں مسکرانا اور ہادی کے محویت کے ساتھ اسے غور سے دیکھتے ہوئے جواب دینا، یہ ساری تلخ چیزیں بھولنے کے لیے در شہوار کو پہاڑ جتنا حوصلہ چاہیے تھا۔۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ شہر زاد کا ہاتھ پکڑ کر اسے ہال سے کہیں دُور پھینک آتی یا ہادی کو گھسیٹتی ہوئی وہاں سے کہیں اور لے جاتی۔ اسے دنیا میں کوئی لڑکی اتنی بُری نہیں لگی تھی، جتنی اس وقت ہادی کے ساتھ بیٹھی ہوئی شہریار لگ رہی تھی۔

ہادی اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے کسی جاننے والے کے ساتھ محو گفتگو ہو گیا اور شہر زاد کی ساری توجہ اسکے سیل فون پر آنے والے ٹیکسٹ میسج نے اپنی طرف مبذول کروالی، وہ میسج کی مخصوص بپ سے جان چکی تھی کہ دوسری طرف ہم زاد ہو گا اور وہی تھا۔ اسکرین پر نظریں دہراتے ہوئے اس کے لب خود بخود مسکرائے، کیونکہ سامنے تحریر تھا۔

الٰہی کیوں نہیں اُٹھتی قیامت، ماجرا کیا ہے۔۔۔

ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

شہر زاد نے اسکرین پر جگمگاتے اسکے نام کو مسکراتے ہوئے دیکھا، ایک ساتھ کئی جگنو اسکی اپنی بھی آنکھوں میں چمکے اور اس نے شرارت سے فوراً اس کے شعر کا جواب تیزی سے ٹائپ کیا۔۔۔۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

جیسے ہی شہر زاد کا ٹیکسٹ گیا، اگلے ہی منٹ میں اسکا شاعری ہی کی زبان میں برجستہ میسج کی صورت میں فوراً جواب آیا۔۔

عشق مقتل میں کبھی ہم کو پکارے تو سہی۔۔

پا بجولاں ہی چلے آئیں گے چھم چھم کرتے۔۔

وہ بھی کون سا کسی سے کم تھی، جھٹ سے شان بے نیازی سے اسے لکھ مارا۔

انہی قدموں نے تمہارے، انہی قدموں کی قسم

خاک میں اتنے ملائے ہیں، کہ جی جانتا ہے۔

اس شعر کے بعد چند منٹوں کا سناٹا چھا گیا، اسے پتا تھا کہ یہ بات ڈاریکٹ اسکے دل کو لگی ہو گی، تبھی دو منٹ اور تیس سیکنڈ کے بعد سیل فون اسکرین پر اسکا جواب آیا۔

؎ کوئی فتنہ، تا قیامت، نہ پھر آشکار ہوتا۔۔۔

تیرے دل پہ کاش ظالم، مجھے اختیار ہوتا۔۔۔

شہر زاد جان سکتی تھی کہ اس شعر کے اندر اسکی ایک حسرتوں کا جہاں آباد ہے۔ اس نے بھی اس بار امید کی ڈور اسکے ہاتھ میں تھمائی۔۔

؎ اسی دنیا کے، اسی دور کے ہیں

ہم تو دلی میں بھی بجنور کے ہیں

شہر زاد کو اندازہ نہیں تھا کہ آگے بھی ہم زاد تھا جس سے چاہ کر بھی وہ کسی بھی معاملے میں جیت نہیں سکتی تھی۔

؎ تجھ کو دعوی ہے محبت میں گرفتاری کا۔۔

لا دیکھا، پاؤں میں زنجیر ہمارے جیسی۔۔۔

اس نے ہم زاد کے اس دعوے پر تپ کر اسے فورا لکھا۔۔۔

؎ وہ ہر ایک بات کا پہلو نکال لیتا ہے۔۔۔

میں کچھ کہوں تو، ترازو نکال لیتا ہے۔۔

شہر زاد کے اس دل جلے انداز پر اس نے ہنستے ہوئے لکھا۔۔۔

؎ آخر میں تیرے کام تو آیا، کسی طرح۔۔۔

آخر میری مثال ہی دینا پڑی تجھے۔۔۔

اسی شعر کے نیچے لکھا ہوا تھا، اب بیت بازی ختم اور جا کر کھانا کھا لیجئے، شہر زاد نے چونک کر ہال کی طرف دیکھا، ہادی پتا نہیں کب وہاں سے اٹھ کر جا چکا تھا اور اس وقت سبھی مہمان ڈنر میں مصروف تھے۔ اس نے بھی اپنا سیل فون ہینڈ بیگ میں ڈالا اور مسز قریشی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وال کلک کی سوئیاں اس وقت ایک کے ہندے پر ٹھہری ہوئیں تھیں۔۔۔

ہادی اور مناہل کے درمیان بوجھل خاموشی کا وقفہ کچھ لمحوں کے لیے آکر ٹھہر گیا، مناہل نے ہلکا سا جھنجھلا کر اپنے کزن کو دیکھا، جس کے بارے میں اسے دعویٰ تھا کہ وہ اسے ساری دنیا سے زیادہ جانتی ہے لیکن اسکا یہ روپ تو اس نے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔

"تم پوچھنا کیا چاہ رہے ہو ہادی، صاف صاف کہو۔۔؟" وہ ہلکا سا چڑ کر بولی۔

"مجھے تم صرف اتنا بتاؤ، تم میر برہان کی فیملی کے بارے میں کتنا جانتی ہو۔۔؟" اسکا سخت لہجہ مناہل کو چونکا گیا۔

"تمہارے لہجے سے تو لگ رہا ہے جیسے مجھ سے زیادہ تم ان کو جانتے ہو۔۔" وہ سیریس ہوئی۔

"اسی بات کا تو افسوس ہے، جو بات تمہیں جاننی چاہیے تھی، وہ مجھے بتانی پڑ رہی ہے۔۔" وہ جتاتے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

"ایسی کیا بات ہے جو تم اتنا زیادہ سیریس ہو رہے ہو۔۔" وہ دونوں بازو سینے پر باندھ کر اسکے عین سامنے آن کھڑی ہوئی

۔۔

"سوچ لو، شاید سن کر تمہیں اچھا نہ لگے۔۔۔۔" اسکے طنزیہ انداز پر مناہل کو جھٹکا لگا۔

"میں برہان کو بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں اور میں نے انہیں ہر لحاظ سے پرفیکٹ پایا ہے انہیں۔۔"

"اس کے خاندان کو جانتی ہو۔۔"؟ اس نے طنزیہ نگاہوں سے اسے گھورا۔

"میرا اس کے خاندان سے کیا لینا دینا۔۔" اس نے دوبدو جواب دیا۔

"مناہل صاحبہ، یہ پاکستان ہے اور یہاں لڑکی کا اپنے شوہر سے زیادہ اپنے سسرال والوں سے لینا دینا ہوتا ہے، پھر تم یہ بات کیسے بھول سکتی ہو۔۔" اسکا استہزائیہ انداز اسے اچھا نہیں لگا۔

"جو بات ہے ہادی تم صاف صاف کیوں نہیں کرتے ہو۔۔۔؟" وہ جھنجھلا کر مزید گویا ہوئی۔

"اس سے پہلے تم خود کو راضی کر لو تلخ سچائی کو ہضم کرنے کے لیے۔۔"

"میرا ہاضمہ اتنا کمزور نہیں ہے، تم جو بھی کہنا چاہتے ہو، کھل کر کہو، میرے سامنے پہلیاں مت بجھواؤ، کیونکہ مجھے سخت الجھن ہو رہی ہے۔۔" آگے بھی مناہل تھی، جس سے بحث میں جیتنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

"صرف اتنا بتا دو کہ تم برہان کے علاوہ اسکے خاندان کے کتنے لوگوں کو جانتی ہو۔۔؟" اس نے غور سے اسکے چہرے کے تاثرات جانچتے ہوئے کہا اور جواب حسب توقع وہی آیا تھا، جس کی اسے سو فیصد امید تھی۔

"اسکی بہن درشہوار سے ایک دو بار ملاقات ہوئی ہے میری، اور اچھی لگی ہے وہ مجھے۔۔" مناہل کی اس بات نے اسکا موڈ خراب کیا۔

"واہ منو صاحبہ واہ، یہ کون سی دنیا کی محبت ہے جہاں محبوب کے علاوہ کسی اور چیز کا علم نہیں اور اسکے ساتھ نئی دنیا بسانے کے

خواب دیکھے جا رہے ہیں۔" اسنے اس بار اسکی عزت افزائی کی۔

"ہادی بھول گئے ہو کیا، تم نے بھی تو محبت کرتے ہوئے ہر چیز بھلا دی تھی۔۔۔" اسکے طعنے پر وہ تڑپ اٹھا۔

"سب کچھ بھلا دیا ہوتا تو وہ اس وقت میرے گھر میں میرے ساتھ ہوتی، میں یکطرفہ محبت کی سزا نہ کاٹ رہا ہوتا۔۔۔"

"ہاں کر لو ہمت، اب بھی کیا بگڑا ہے۔۔۔۔" مناہل کا یہ وار بھی خاصا کاٹ دار تھا۔

"بگڑا تو کچھ بھی نہیں ہے، بس کسی کی دوستی کا مان ٹوٹ جائے گا، اسی چیز کی حیا مار دیتی ہے مجھے۔۔۔" وہ تلخی سے گویا ہوا۔

"جب تم خود کچھ نہیں کر سکتے تو میرے راستے کی رکاوٹ کیوں بن رہے ہو، کیا پرابلم ہے تمہارا۔۔؟" اس دفعہ وہ بھی بُرا مان گئی۔

"میرا پرابلم تم ہو مناہل، تمہیں بہن کہا ہی نہیں، ہمیشہ سمجھا بھی ہے اور میں تمہیں کسی اندھے کنوئیں میں گرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔" اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا لیکن اسکی اس بات پر مناہل نے بیزاری سے اپنے کندھے جھٹکے۔۔۔

"برہان، اندھا کنواں نہیں ہے۔۔۔" مناہل نے تصیح کرنے کی کوشش کی، جو خاصی مہنگی پڑی۔۔

"میر حاکم علی کا خاندان ایک ایسی اندھی کھائی ہے، جہاں اندر گرنے کے تو بے شمار راستے ہیں لیکن باہر نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے موت، یہ لوگ سانسوں پر پہرے لگاتے ہیں، دوسروں کی زندگیوں کا اختیار اپنی مٹھیوں میں رکھنے کے قائل ہیں۔۔" اس نے نادان لڑکی کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"تم یہ بات اتنی تفصیل سے کیسے جانتے ہو۔۔۔؟" مناہل مشکوک ہوئی۔

"میں ہی نہیں ممی، پاپا سب جانتے ہیں، پاپا کے پاس ان کی کرپشن کے ڈھیروں ثبوت ہیں، جا کر دیکھ سکتی ہو تم۔۔۔۔۔"

"سیاست سے تعلق رکھنے والے خاندانوں پر ایسے الزامات لگتے ہی رہتے ہیں، یہ کون سا نئی بات ہے۔۔۔" اس نے اس بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

"اس کا خاندان کرپشن، دھوکا دہی، قتل و غارت، اغواء اور لینڈ مافیا کے حوالے سے بھی مشہور ہے۔" وہ ہلکا سا جھنجھلا کر گویا ہوا۔

"بے شک ایسا ہو گا، لیکن برہان ایسا نہیں ہے، وہ بہت مختلف ہے۔۔۔" اس بار اسکی آواز تھوڑی مدھم ہوئی۔۔

"منو، غلط فہمی ہے تمہاری، وہ سب لوگ اوپر سے لے کر نیچے تک ایک جیسے ہیں، ہمیں ان کا خاندان بالکل بھی سوٹ نہیں کرتا، ان کے مردوں کے لیے علیحدہ اصول ہیں اور خواتین کے لیے الگ۔۔۔۔" ہادی نے تلخ انداز اپنایا۔

"اگر ایسا ہوتا تو برہان بھی پروفیسری کی بجائے اپنی فیملی کے باقی لوگوں کی طرح سیاست کر رہا ہوتا، اس نے پورے خاندان

سے بغاوت کر کے یہ پروفیشن اپنایا ہے، اسے نفرت ہے سیاست سے۔۔۔۔۔" اسکے پاس بھی دلیل تھی۔

"لیکن وہ تمہارے ساتھ سیاست کر رہا ہے، میری یہ بات لکھ لو تم۔۔۔" ہادی کے طنز پر وہ تڑپ کر بولی۔

"تم اسکی فیملی کے بارے میں غلط بات ضرور کرو لیکن برہان کے بارے میں نہیں۔۔ وہ ٹھیک ٹھاک بُرا مان گئی۔

"اس لیے کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتی ہو۔۔۔۔" اس نے غصّے سے کہا۔

"میں جاننا بھی نہیں چاہتی، وہ لوگ جو بھی ہوں، جیسے بھی ہوں، لیکن میں اور برہان ایک دوسرے کو نہیں چھوڑ سکتے۔۔۔"
مناہل نے اس بار صاف گوئی سے اپنا موقف بتایا، اور ہادی کا تو ایک بار دل چاہا کہ وہ سامنے والی دیوار سے جا کر ٹکر مار لے، کیونکہ مناہل کوئی بھی بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔۔

"کیا کوئی شخص اپنے خاندان، برادری اور رشتے داروں سے کٹ کر رہ سکتا ہے۔؟ کیا وہ ان سب لوگوں کو تمہارے لیے چھوڑ سکتا ہے کیونکہ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ میر خاندان میں پہلی بہو کا اعزاز صرف انکے اپنے خاندان کی عورت کو ہی ملتا ہے۔۔۔؟" اس نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا۔۔۔۔" مناہل بیزاری سے گویا ہوئی۔

"وہ اپنی پہلی شادی تو اپنے خاندان میں ہی کرئے گا، لکھ لو تم میری یہ بات، اور اسکے بعد تم اسکی دوسری یا تیسری بیوی بننا چاہو تو یہ الگ بات ہے۔" ہادی کے استہزائیہ انداز پر وہ جذباتی ہوئی۔۔۔۔

"برہان ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔"

"خوش فہمیوں کی ریت پر اونچے اونچے محل مت بناؤ، اور ہو سکے تو اس موضوع پر اس سے کھل کر بات کرو، تب ہی تم کسی نتیجے پر پہنچو گی۔۔" اس نے مناہل کو ایک نئی راہ دیکھائی تو وہ بھی کچھ الجھن کا شکار ہوئی۔

"بات تو میں کر لوں گی لیکن کیا ماموں اور ممانی مان جائیں گے۔۔؟" مناہم کے لہجے میں کئی اندیشوں نے ایک ساتھ سر اٹھایا۔۔

"میں ان کی گارنٹی نہیں دے سکتا، کیونکہ ممی کی اسسٹنٹ شہر زاد پر فائرنگ برہان کے دادا اور باپ نے کروائی تھی اور یہ بات وہ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں، اس لیے تمہیں اپنا مقدمہ خود لڑنا ہو گا۔۔" ہادی نے اسے کسی خوش فہمی میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔

اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے کمرے سے نکل گیا۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!! اب کیا ہو گا۔۔۔؟؟؟؟" مناہل کو قطعا بھی اس سچوئشن کا اندازہ نہیں تھا، اس نے وال کلاک پر ٹائم

دیکھا، رات کے دو بج رہے تھے اس نے کچھ سوچ کر برہان کا نمبر ڈائل کیا، چند سیکنڈ بعد پاورڈ آف کی بیل پر وہ مایوس ہوئی۔اس نے پریشانی سے سیل فون ایک سائیڈ پر رکھ دیا، ہادی سے اس ایک گھنٹے کی بحث کے بعد وہ جان چکی تھی کہ اسکے اور برہان کے راستے اتنے بھی آسان نہیں تھے جتنے اس نے سمجھ لیے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میر ہاؤس اس وقت تاریکی اور خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔

در شہوار کے کمرے کی جلتی لائیٹ دیکھ کر نمیرہ نہ چاہتے ہوئے بھی ادھر نکل آئی، اسے پتا تھا کہ وہ اور برہان بھائی فنکشن سے ابھی ابھی لوٹے ہیں اور وہ مزے کے قصّے سننے کے چکر میں اس کے پاس آئی تھی۔

اس نے ہلکا سا دروازہ کھول کر در شہوار کے کمرے میں جھانکا اسے دھچکا لگا۔۔۔

در شہوار کی ٹی پنک میکسی، جیولری، دوپٹہ اور ہار سنگھار کی ساری چیزیں بے دردی سے زمین پر پڑی ہوئیں اپنی بے وقعتی کا ماتم کر رہی تھیں اور وہ ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے کھڑی گویا اپنے حواسوں میں نہیں تھی، سفید رنگ کی ٹی شرٹ اور ٹراوزر میں وہ اپنے مخصوص نائیٹ ڈریس میں تھی۔

اسکی آنکھوں میں عجیب سی وحشت اور بے بسی کا ڈیرہ تھا، اس نے اپنے بازو کی پشت سے اپنے ہونٹوں کو رگڑ کر میرون کلر کی لپ اسٹک اتارنے کی کوشش کی اور سفید رنگ کی آستین پر میرون رنگ عجیب سا دکھائی دینے لگا، اسے اس چیز سے تسلی نہیں ہوئی تو اس نے فرش پر بیدردی سے پڑے اپنی میکسی کے ساتھ کے گلابی دوپٹے کو اٹھایا اور بیدردی سے اپنا میک اپ رگڑ کر اتارنے لگی۔ نمیرہ کو جھٹکا لگا۔۔

"کیا ہو گیا ہے در شہوار، پاگل تو نہیں ہو گئی ہو۔۔۔" نمیرہ نے بھاگ کر اسکا دوپٹہ چھینا۔۔۔

"میرا دوپٹہ واپس کرو۔۔۔" وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"پاگل لڑکی، اتنا قیمتی سوٹ برباد کرنا ہے کیا، دیکھو ذرا کتنے داغ لگ گئے ہیں اس پر۔۔۔" نمیرہ نے پریشانی سے اسکا قیمتی دوپٹہ دیکھا جو اس کے سیاہ کاجل، اور آئی شیڈز کے مختلف رنگوں کے ساتھ خاصا بدنما ہو چکا تھا۔ "کیا ہوا ہے تمہیں۔۔؟"

"دماغ خراب ہو گیا ہے میرا، دل کرتا ہے کہ پوری دنیا میں آگ لگا دو، کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑوں۔۔۔" وہ اب رونے لگی۔

"برہان بھائی نے کچھ کہا ہے تمہیں۔؟ فنکشن تو ٹھیک رہا ناں، تم تو اتنی خوش خوش گئیں تھیں۔۔" وہ پریشان ہوئی۔

"مجھے جانا ہی نہیں چاہیے تھا، خوامخواہ سے منہ اٹھا کر چلی گئی اپنی انسلٹ کروانے۔پتا نہیں عقل کس دن آئے گی مجھے۔۔۔" وہ اب بلند آواز میں خود کو کوس رہی تھی اور اسکی یہ لعن طعن کمرے میں داخل ہوتی طوبیٰ نے بقائمی ہوش و حواس سنی اور

اسکے چہرے پر ایک زہر آلود تبسم نے انگڑائی لی۔

"تمہاری انسلٹ۔۔۔؟ کس نے کی۔۔۔؟" اسکی بات پر نمیرہ بوکھلا گئی۔

"اپنی انسلٹ کروا کر کون بتاتا ہے۔۔؟" طوبیٰ نے اسکا مذاق اڑایا۔

"تم کیوں میرے ہر دکھ اور ہر تکلیف پر اتنا خوش ہوتی ہو، شرم آنی چاہیے۔۔۔" در شہوار نے اپنا غصّہ طوبی پر اتارا۔

"جو انسان خود دوسروں کے لیے بُرا سوچے وہ کیسے خوش رہ سکتا ہے۔۔۔" وہ اسکے سامنے آکر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"کس کے لیے بُرا سوچا ہے میں نے۔۔؟ کس کے ساتھ غلط کیا ہے میں نے۔۔؟" وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"یہ تم بیٹھ کر جب ایمانداری کے ساتھ اپنا احتساب کرو گی تو تمہیں خود پتا چل جائے گا۔۔" طوبی کی صاف گوئی اس کے تن بدن میں آگ لگا گئی۔

"اٹھو تم دونوں اور ابھی اور اسی وقت نکلو میرے کمرے سے، میں تم لوگوں کی منحوس شکلیں نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔" در شہوار نے دونوں کے بازو پکڑے اور گھسیٹتی ہوئی انہیں دروازے کی طرف لے گئی۔

"یار میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا تمہیں۔۔۔" نمیرہ نے بوکھلا کر صفائی دینے کی کوشش کی۔

"مجھے تم میں سے کسی سے بھی بات نہیں کرنی۔۔" در شہوار نے ان کو باقاعدہ دھکا دے کر اپنے کمرے سے نکالا۔

"اسکا تو واقعی دماغ خراب ہو گیا ہے اور عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے، بہت اچھا ہوا اس کے ساتھ، جس نے بھی کیا۔۔" نمیرہ کو اسکی بد تمیزی پر بے تحاشا غصّہ آیا۔ طوبی اسکا ہاتھ پکڑ کر سیٹنگ روم کے صوفے کی طرف لے آئی۔

"جتنی پاگل یہ ہو رہی ہے لگتا ہے اسی ہمسایوں کے لڑکے سے بے عزتی کروا کر آئی ہے کیونکہ وہی اسے اسکی اوقات یاد دلاتا ہے۔" طوبیٰ کی زبان پھسلی۔

"ہادی، وہ اسے کہاں ملا۔۔۔" نمیرہ بے اختیار چونکی اور طوبیٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"کہیں بھی مل سکتا ہے یار۔۔۔" اس نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن آج طوبی کے ساتھ ساتھ در شہوار کے بھی ستارے گردش میں تھے، برہان جو کہ خود در شہوار کے کمرے سے کوئی پین کلر ڈھونڈنے کے لیے اوپر آ رہے تھے، ان دونوں کی بات پر انکے قدم ساکت ہوئے۔۔

"در شہوار اور اس پڑوسیوں کے لڑکے ہادی کا کوئی چکر چل رہا ہے ناں۔؟ شک تو مجھے پہلے ہی تھا لیکن آج یقین آ گیا۔۔" نمیرہ پراسرار انداز میں مسکرائی۔

”وہ تو گھاس بھی نہیں ڈالتا درشہوار کو، یہ ہی پاگل ہو رہی ہے اس کے پیچھے، ورنہ میرے سامنے کئی دفعہ جھاڑا ہے اس نے، یاد نہیں ایک دفعہ شکایت لے کر بھی آگیا تھا وہ۔۔۔“ طوبیٰ کی بات پر برہان کو یوں لگا جیسے کسی نے ابلتا ہوا سیسہ ان کے کانوں میں ڈال دیا ہو۔

”ایسے ہی اپنی قیمت بڑھا رہا ہو گا، ورنہ درشہوار کو کون لڑکا انکار کر سکتا ہے۔۔“ نمیرہ کو اسکی بات کا یقین نہیں آیا جبکہ برہان کا دماغ کھولنے لگا۔

”اس چھچھوری کو عقل کرنی چاہیے جو ہر وقت اس نثار ہونے کے لیے تیار رہتی ہے، گھنٹوں اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے دیکھتی ہے اور اسکا بس نہیں چلتا کہ جا کر اس سے اپنی محبت کی بھیک مانگنے لگے۔۔۔“ اس سے زیادہ سننا برہان کے بس میں نہیں تھا، وہ تیز تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر نیچے چلے گئے۔

”ہمیں کتنے نفلوں کا ثواب مل رہا ہے ان دونوں کو آدھی رات کو ڈسکس کر کے، چلو اٹھو، تائی امّی آ گئیں تو انہیں تو پہلے ہی اعتراض ہوتا ہے کہ ہم ساری رات بدروحوں کی طرح پورے گھر میں گھومتے ہیں۔۔۔“ طوبیٰ اپنی بات مکمل کر کے کھڑی ہوئی۔

”ہم تو صرف گھومتے ہیں اور ان کی اپنی سگی بیٹی تو ڈریکولا بن چکی ہے، جسکا بس چلے تو ہمارا ہی خون پینا شروع کر دے، دیکھو ذرا کیسے دھکے مار کر نکال دیا کمرے سے، اب اس فضول لڑکی کو منہ لگانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔۔“ نمیرہ کا غصّہ ابھی بھی کم نہیں ہوا تھا، تبھی تو وہ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے مسلسل بولتی رہی، جبکہ طوبی کے پاس اب ایک بے ضرر سی مسکراہٹ کے علاوہ کوئی اور جواب نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہرزاد، میڈم عالیہ قریشی کے ڈنر سے ابھی ابھی گھر پہنچی تھی۔۔۔

اپنی گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے جیسے ہی وہ باہر نکلی، اسکی نظر لان میں اکیلے بیٹھی ہوئی سندس پر پڑی، جو کہ رشیدہ مائی کی بیٹی تھی، اس کے چہرے پر اس قدر وحشت اور اداسی تھی کہ درشہوار کے لیے اپنے قدم اٹھانا مشکل ہو گئے۔

”تم اس وقت رات کے ایک بجے یہاں بیٹھی ہوئی کیا کر رہی ہو۔۔۔“

”کچھ نہیں بی بی جی، ویسے ہی اندر دم گھٹ رہا تھا۔۔۔“ سندس نے بڑی مہارت سے اپنے آنسو خشک کیے تو شہرزاد کو حیرانگی ہوئی، جنوری کے سخت سردی کے موسم میں کسی کو اپنے سرونٹ کوارٹر میں گھٹن کا احساس بے وجہ نہیں ہو سکتا تھا، یہ بات وہ بن کہے سمجھ سکتی تھی۔

”کل جب میں آفس سے آؤں تو میرے کمرے میں آنا، اس وقت اٹھو اور جاؤ اپنے کمرے میں، باہر اچھی خاصی ٹھنڈ ہے

۔" شہر زاد اسے اٹھا کر سیٹنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر چلی آئی، سامنے ایکوریم کے پاس رکھے کاؤچ پر رومی لاپرواہی سے نیم دراز تھی اور اسکے ہاتھوں میں اسکا سیل فون تھا، جس پر وہ اس وقت کوئی ٹیکسٹ کرنے میں بزی تھی، شہر زاد نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی۔

"مام نے میڈیسن لی۔۔۔؟؟؟"

"نہیں۔۔۔" اسکے جواب پر وہ فکر مند ہوئی۔

"رومی، میں جانے سے پہلے کتنی دفعہ تمہیں یاد دلا کر گئی تھی کہ مام کو ٹائم پر میڈیسن ضرور دے دینا۔۔۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں نے ان سے نہیں پوچھا ہو گا۔۔؟ اور اصرار کرنے پر جھاڑ نہیں کھائی ہو گی۔۔۔؟" اس نے الٹا اسے لاجواب کیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ آج پھر اسٹریس کا شکار ہیں۔۔۔" وہ پریشان ہوئی۔

"یہ تو اب روز کا معمول بن چکا ہے اور میرے ساتھ تو شاید انہیں خاص پرابلم ہے، دس باتیں پوچھتی ہوں تو تب جا کر وہ کسی ایک کا ڈھنگ سے جواب دیتی ہیں، جیسے میں نے ان کا پتا نہیں کیا نقصان کر دیا ہو۔۔۔" رومیصہ کا موڈ بھی ٹھیک ٹھاک خراب تھا۔۔۔

"تم ٹینشن مت لو، ان کی ذہنی حالت ہی ایسی ہے۔۔" اس نے نرمی سے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"ابھی سیف الرحمن صاحب تشریف لے آئیں تو پھر دیکھنا کیسے ان کی ساری بیماری دو منٹ غائب ہو جاتی ہے۔۔"

"وہ ان سے ملنے اور بات کرنے سے انکار کر چکی ہیں۔۔۔"

"تمہارے سامنے ڈرامے بازی کر رہی ہیں، ورنہ مام اور سیف الرحمن کو چھوڑ دیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔" رومیصہ آج اپنی پرانی جون میں تھی۔

"تمہیں کیا پرابلم ہے سیف الرحمن سے۔۔؟ کم از کم ہارون رضا سے تو ہزار گنا بہتر ہیں وہ۔۔۔" شہر زاد نے متحمل انداز میں کہا۔

"یقیناً وہ بہتر ہونگے، لیکن مجھے اب اپنے سوشل سرکل کے اس عمر کے مردوں پر تو قطعاً بھی اعتبار نہیں رہا، جو گھروں میں اپنی بیویوں کو رکھے ہوئے دوسری عورتوں سے افیئر چلا رہے ہوتے ہیں اور اس چیز پر ان کا ضمیر بھی ان کو ملامت نہیں کرتا۔۔۔"

"میں اللہ سے دعا کروں گی کہ زندگی میں تمہیں کوئی ایسا مرد نہ ملے۔۔۔" شہر زاد نے بات کو ہلکے پھلکے انداز میں نبٹانے کی کوشش کی، اور اس کے اس جملے پر رومیصہ کے چہرے پر بڑے بے ساختہ سا گلابی رنگ چھلکا۔

اس کے اسکے ذہن کے پردے پر ارسل کا چہرہ نمودار ہوا، جو کل دھڑلے سے اس کے گھر تک پہنچ گیا تھا، اور اس منظر کو یاد کرتے ہی ایک دلکش مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا، جبکہ شہر زاد کی زیرک نگاہوں نے بھی اسکے چہرے کے تاثرات کو تیزی سے پڑھا۔

"کیا ہوا۔۔؟ کیا ایسا کوئی شخص ڈھونڈ لیا ہے تم نے۔۔۔؟" اس نے دانستہ لاپرواہی سے اسے چھیڑا۔

"نن نہیں تو، بھلا کہاں سے ڈھونڈوں گی۔۔۔" وہ صاف مکرتے ہوئے مزید بولی۔

"ویسے ہی تمہاری بات پر تھوڑا غور و فکر کیا تو قسم سے اپنے سوشل سرکل کا ایک بھی بندہ ذہن میں نہیں آیا۔" رومیصہ کے دل جلے انداز پر شہر زاد نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی۔

"اچھا تم چھوڑو ان باتوں کو، میں جا کر دیکھتی ہوں مام کو۔۔" شہر زاد مسکراتے ہوئے ٹینا بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا، سامنے ٹینا بیگم چھت پر نظریں ٹکائے بالکل ساکت و جامد لیٹی ہوئی تھیں۔ ان کا چہرہ اتنا سپاٹ تھا کہ اسے ایک لمحے کو خوف سا آیا، ایسا لگتا رہا تھا جیسے کوئی زندگی سے عاری وجود اسکے سامنے موجود ہو۔

شہر زاد کو دیکھ کر بھی ان کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی، وہ چلتے چلتے ان کے پاس پہنچ گئی، اور ہلکا سا جھک کر ان کے ماتھے کا بوسہ لیا، ٹینا بیگم کے چہرے پر ہلکا سا تغیر رونما ہوا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ان کی یہ بیٹی محبتوں کے اظہار کے معاملے میں بالکل کوڑی ہے اور رومیصہ تو اپنی بڑی بہن کے لیے اکثر مشین یا روبوٹ کا لفظ استعمال کرتی تھی۔

"مام کیسی ہیں آپ۔۔؟ آپکو پتا ہے، پی سی میں ویک اینڈ پر ایک فیشن ویک اسٹارٹ ہو رہا ہے۔۔۔" شہر زاد نے دانستہ اپنے لہجے کو ہلکا پھلکا رکھا۔ ٹینا بیگم اسکی بات پر پھیکے سے انداز میں ہلکا سا مسکرائیں۔

شہر زاد نے ان سے ہلکی پھلکی سی روٹین کی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ان کی میڈیکل فائل اٹھائی اور پھر میڈیسن پر سرسری سی نگاہ ڈال کر لاپرواہی سے پوچھا۔

"رات کی ڈوز نہیں لی ناں آپ نے۔؟ میرا انتظار کر رہی ہونگیں، پتا ہے مجھے۔۔۔" شہر زاد نے بڑی محبت سے ان کی میڈیسن انکی طرف بڑھائی۔

"میرا دل نہیں کر رہا۔۔۔" انہوں نے نظریں چرا کر آہستگی سے کہا۔۔

"آپ سے ہمیشہ میں نے ایک چیز سیکھی ہے کہ زندگی کے زیادہ فیصلے دل سے نہیں دماغ سے کرنے چاہیے۔ ہے ناں۔۔۔؟" اس نے ماں کو بولنے کے لیے اکسایا، جس کا خاصا مثبت نتیجہ نکلا تھا۔

"فیصلہ چاہے دل کا ہو یا دماغ کا، جو خواری قسمت میں لکھی ہو، انسان اس سے نہیں بچ سکتا۔۔۔" وہ افسردگی سے اٹھ کر بیٹھ

گئیں۔

"اگر خواری ہی کاٹنی ہے تو پھر مزے سے کاٹنی چاہیے مام، چلیں اٹھیں اور فٹافٹ کھائیں میڈیسن۔۔۔" وہ بڑی مہارت سے ان کو ایک ایک کر کے سب دوائیاں کھلاتی گئی۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ اچھی کاصی گپ شپ لگا کر ٹینا بیگم کے پاس سے اٹھنے لگی تو انہوں نے بے اختیار اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

اس نے حیرانگی سے اپنی ماں کا زرد چہرہ دیکھا۔۔"کیا ہوا مام۔۔؟"

"شیری، تم دنیا کی سب سے بیسٹ بیٹی ہو۔۔" ٹینا بیگم کے لہجے میں موجود محبت کو محسوس کر کے اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔

"شاید اس لیے کہ میں دنیا کی سب بیسٹ مام کی اولاد ہوں۔۔!!!" اس نے محبت سے ان کا ہاتھ دبایا۔

"میں اچھی ماں ہوتی تو رومی کے ساتھ ایسا نہ ہوتا۔۔" ان کا دماغ اسی ایک پوائنٹ پر آ کر رک گیا تھا۔ شہر زاد نے انکی آنکھ کے کونے پر اٹکے ہوئے آنسو سے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

"اگر رومی کی قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا تو میں یا آپ مل کر بھی اسے نہیں بچا سکتے تھے، اس لیے جو ہونا تھا اسے بھول جائیں اور نیکسٹ کے لیے دیکھیں، کیونکہ ہم دونوں کو آپ کی ضرورت ہے۔۔" اس کا لہجہ محبت سے بھرپور تھا۔

"میں پوری کوشش کروں گی۔۔" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائیں۔۔

"تھینک یو۔۔ ہاں انکل سیفی سے بات کر لیجیے گا، بہت اپ سیٹ ہیں وہ آپکے لیے۔۔" شہر زاد دروازے کی طرف جاتے ہوئے لاپرواہی سے گویا ہوئی اور اسکی بات پر ٹینا بیگم کے چہرے پر نمودار ہونے والی مسکراہٹ ایک پل کو غائب ہوئی اور اسکی جگہ تشکر نے لے لی تھی، وہ جانتی تھیں کہ شہر زاد کا دل بہت بڑا ہے اور وہ اپنی ماں کو انسان ہونے کا کافی مارجن دیتی تھی، ورنہ ایسی کسی بات کی توقع وہ رومیصہ سے تو ہرگز نہیں کر سکتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

برہان کا دماغ اس وقت کھولن کی زد میں تھا۔۔

شدید ٹھنڈ کے موسم میں بھی وہ رات کے اس پہر اپنے گھر کے سامنے والے لان میں مسلسل ٹہل رہے تھے۔ ٹہلتے ہوئے وہ ہادی کے گھر کی طرف غصّے سے نگاہ اٹھا کر دیکھتے اور اس کے ساتھ ہی ان کے وجود میں اٹھتا لاوہ پھٹنے کو تیار ہو جاتا۔

"طوبیٰ اور نمیرہ کی باتوں نے انہیں گویا آسمان سے زمین پر لا پٹخا، انہیں در شہوار کا مناہل کے فنکشن میں اصرار کر کے جانا اور بار بار مناہل سے شادی کے لیے اکسانے کے پیچھے موجود اصل وجہ سمجھ آ گئی تھی، جو خاصی تلخ اور دل دکھا دینے والی تھی۔

میر برہان اور انکی بہن در شہوار ایک ہی کشتی کے مسافر تھے لیکن برہان کی خاندانی روایات اور نام نہاد غیرت اپنی بہن کے

معاملے میں ان کو اپنا ظرف بڑا کرنے کی اجازت قطعاً نہیں دے رہی تھیں تبھی تو وہ اس وقت آگ بگولہ ہوئے گھوم رہے تھے، ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ در شہوار کے کمرے میں گھس کر اسکا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دیتے یا اسکی گردن تو ضرور ہی مڑوڑ دیتے۔

"واہ میر برہان واہ، اپنے لیے زندگی کے اصول الگ اور بہن کے لیے علیحدہ۔۔۔" ان کے اندر موجود ضمیر نامی چیز استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

"ہاں ہاں، میں اپنے خاندان کی کسی عورت کو اپنی روایات سے بغاوت کی اجازت نہیں دے سکتا، میں بے شک یورپ سے پڑھ کر آیا ہوں لیکن داجی بالکل ٹھیک کہتے ہیں ہماری کوئی مشرقی اور خاندانی روایات بھی ہیں۔۔۔" انہوں نے ضمیر کو پٹخا مار کر گرانے کی کوشش کی۔

اپنے کمرے کے ٹیرس میں کھڑی انابیہ نے یہ منظر انتہائی دکھی انداز سے دیکھا، اسے میر برہان کی پریشانی، بے بسی اور افسردگی کے پیچھے بس مناہل قریشی کا ہی چہرہ نظر آ رہا تھا۔ جو اسے باقی رات کے لیے دکھی کرنے کے لیے کافی تھا جبکہ برہان کا سوچتے سوچتے دماغ شل ہو گیا تو وہ فیصلہ کن انداز میں کھڑے ہوئے۔

"مجھے امی سے بات کرنی چاہیے، کیونکہ ہمارا خاندان ایسے کسی اسکینڈل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔۔" وہ تیز تیز قدموں سے لان کو عبور کر کے گھر کے اندر داخل ہوئے، جس وقت وہ تاجدار بیگم کے کمرے کا دروازہ ناک کر کے رہے تھے اس وقت میر ہاؤس کے ہال کمرے میں لگے گھڑیال پر ڈھائی بجے کا وقت تھا۔

"برہان تم۔۔؟ خیریت تو ہے ناں بیٹا۔۔۔" تاجدار بیگم اسے سامنے دیکھ کر بوکھلا گئیں، ان کی آنکھوں کی نیند ایک جھٹکے سے غائب ہوئی۔

"مجھے آپ سے انتہائی ضروری بات کرنی ہے ابھی اور اسی وقت۔۔۔" برہان جانتے تھے کہ میر محتشم اس وقت اسلام آباد والے گھر میں ہیں، اسی لیے وہ بے دھڑک ماں کے کمرے کی طرف چلے آئے۔

"سب ٹھیک تو ہے ناں۔۔۔؟" وہ پریشانی سے ان کا بازو پکڑ کر اپنے بیڈ کے پاس لے آئیں، ان کا دل انہونی کے خیال سے کانپنے لگا۔۔

"امّی جو بات میں آپ کو بتا رہا ہوں، یہ آپ کے اور میرے بیچ رہنی چاہیے، وعدہ کریں مجھ سے۔۔؟"

"ہاں ہاں بولو۔۔ کیوں پہیلیاں بجھوا رہے ہو۔۔؟" انہوں نے خوفزدہ انداز میں اپنے بیٹے کی طرف دیکھا، اتنا تو انہیں بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ رات کے اس پہر وہ کوئی بم پھوڑنے ہی آئے ہیں۔

"بولو ناں برہان، چپ کیوں ہو۔۔؟" انہیں شش و پنج میں مبتلا دیکھ کر وہ جھنجھلا گئیں تو انہوں نے دل کڑا کر کے اپنا منہ

کھول ہی لیا۔ وہ آہستگی سے انہیں در شہوار اور ہادی کے بارے میں سب بتاتے چلے گئے۔

جسے سنتے ہی تاجدار بیگم کا چہرہ بھی انڈے کی زردی کی مانند گہرا پیلا ہو گیا، وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ بمشکل انداز میں بیڈ پر بیٹھیں، ابھی تو شاہ میر کی لائی ہوئی قیامت کو وہ اپنے اوپر جھیل رہی تھیں اور اب در شہوار کے تازہ ترین کارنامے نے ان کو دہلا دیا تھا۔

''اوہ میرے خدایا، یہ میری اولاد کا باجماعت دماغ کیوں خراب ہو گیا ہے، یہ سب مجھے اباجی کی نظروں میں ذلیل کر کے ہی رہے گی، اس در شہوار کی تو میں ابھی جا کر طبعیت درست کرتی ہوں۔'' وہ جذباتی انداز میں کھڑی ہوئیں۔

''امّی خوامخواہ کی جذباتیت سے مسئلہ مت بگاڑیں، تھوڑا تحمل سے کام لیں، یہی سب کچھ کرنا ہوتا تو میں آپ سے بہتر کر سکتا تھا۔۔''برہان نے جھنجھلا کر اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا اور انہیں بیڈ پر دوبارہ بیٹھایا۔۔

''میرا تو ذہن ہی کام نہیں کر رہا، اس بے وقوف لڑکی کو نہیں پتا، ہمارے ہاں عورتیں تو دُور کی بات مردوں کی شادیاں بھی خاندان سے باہر نہیں کی جاتیں، بھول گئی وہ ماضی کا تلخ قصّہ، آدھا گاؤں جل مرا تھا جس میں۔۔'' وہ تلخ انداز سے گویا ہوئیں۔

''آپ در شہوار کی ضدی طبعیت کو اچھی طرح سے جانتی ہیں، اسے جس کام سے منع کیا جائے، وہ کرنا تو اس پر گویا فرض ہو جاتا ہے، اس لیے میرے خیال میں ہمیں عقلمندی سے اس سارے معاملے کو ہینڈل کرنا ہو گا۔۔''برہان نے اپنی ماں کو ایک نئی راہ دیکھائی۔

''اور وہ طریقہ بھی اب تم ہی بتا دو، کیونکہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔۔

''مجھے تو دا.جی سولی چڑھا ہی رہے ہیں، ساتھ میں یہ قصّہ بھی نبٹا دیں۔۔۔''ایک تلخ مسکراہٹ نے ان کے لبوں کا احاطہ کیا۔

''وہ کیسے، کھل کر بتاؤ بیٹا، میرا تو اس وقت دماغ ہی کام نہیں کر رہا۔۔؟''انہیں اپنی ماں پر بُری طرح سے ترس آیا، جنہوں نے ایک اچھی بہو بننے کے لیے

ساری زندگی داؤ پر لگا دی تھی لیکن اب ان کی اپنی ہی اولاد ان کی ساری عمر کی عزت کو داؤ پر لگانے کے لیے تلی بیٹھی تھی۔

''در شہوار اور ارسل کا نکاح کر دیں، بلکہ میری مانیں ڈاریکٹ رخصتی بھی کر دیں، کیونکہ ارسل کی ڈگری مکمل ہونے والی ہے اور بابا نے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اسکی جاب کے لیے بات بھی کر لی ہے۔۔۔''ان کے مشورے پر تاجدار بیگم کے چہرے پر تھوڑی سکون کی کیفیت پیدا ہوئی۔

''لیکن ارسل کے لیے تو ندرت، طوبیٰ کا سوچے بیٹھی ہے۔۔۔'' وہ پریشان ہوئیں۔۔

''طوبیٰ کی بعد میں دیکھی جائے گی پہلے آپ اپنے گھر میں لگی ہوئی آگ تو بجھا لیں، فوراً بات کریں دا.جی کے ساتھ، میری

مانیں بالکل بھی وقت ضائع نہ کریں، ورنہ بہت مشکل ہو جائے گی۔۔۔" برہان کی لہجے کی سنگینی نے ان کو ایک بار پھر دہلا دیا۔

ان کا ذہن تیزی سے تانے بانے بننے لگا، خاندانی سیاست اور جوڑ توڑ میں ان کا دماغ ویسے ہی بہت تیز چلتا تھا اور اسکا بات کا اعتراف تو پورا خاندان کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ برہان کو یہ تسلی تھی کہ اسکی والدہ یقیناً بہت جلد اس مسئلے کا حل نکال لیں گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کافی کا مگ لیے شہرزاد کھڑکی کے پاس اپنی مخصوص جگہ پر آن کھڑی ہوئی۔

اس کے سیل فون کی مترنم گھنٹی بجی اور اسکے ساتھ ہی اسکے دل نے بے ربط انداز میں دھڑک کر گواہی دی کہ اس وقت اسکے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ شہرزاد نے مسکراتے ہوئے سیل فون کی کال اٹینڈ کی۔

"آج آپ بتا ہی دیں، کب تک یہ آنکھ مچولی کا کھیل جاری رکھیں گے میرے ساتھ۔۔۔؟" اس نے طنز کیا۔

"جب تک آپ میرے رقیبوں کے ساتھ گھومنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا بند نہیں کریں گی۔۔۔" دوسری طرف ہم زاد بھی غیر سنجیدہ تھا۔

"آپ کو یہ کیوں لگتا ہے کہ ساری دنیا بس میرے ہی پیچھے ہے۔۔۔" وہ مسکرائی۔

"تم ساری دنیا کو چھوڑو، یہ مسز قریشی کا بیٹا، آج کس چکر میں اتنا جڑ کر بیٹھا ہوا تھا تمہارے ساتھ۔۔؟" اسکے دل جلے انداز پر وہ بے ساختہ ہنسی۔ وہ کبھی اسے انتہائی احترام سے "آپ" کہہ کر اور کبھی بے تکلفی کی ساری حدیں عبور کر کے ڈائریکٹ "تم" پر اتر آتا۔

"آپ بھی تو وہیں موجود تھے ناں، آپ وہاں آ کر بیٹھ جاتے، کس نے منع کیا تھا۔۔۔" وہ شرارتی انداز میں گویا ہوئی۔

"جس دن میں بیٹھ گیا ناں تمہارے پاس، ساری زندگی کے لیے اٹھنا بھول جاؤ گی۔۔۔" اسکے ذومعنی انداز پر شہرزاد کی دھڑکن تھمی۔

"اور میں جانتی ہوں، وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔۔۔" اس نے مسکرا کر اطلاع دینے کے انداز میں کہا۔

"وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔؟" وہ ہلکا سا بے چین ہوا۔

"نہ آپ میں اتنی ہمت ہو گی کہ اپنی نقاب کشائی کر سکیں اور نہ آپ زندگی میں کبھی میرے سامنے بیٹھنے کی جرائت کر سکیں گے، اس لیے معاملہ بیچ میں ہی اٹکا رہے گا، ویسے حد ہوتی ہے بزدلی کی بھی۔۔۔۔" وہ سراسر اسے اکسا رہی تھی اور دوسری طرف وہ اسکی بات کے اندر چھپے مفہوم کو سمجھ کر ہنسا۔

اسی وقت ہم زاد کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور سیل فون کے ریسیور سے آتی ہوئی ایک اور مردانہ بھاری آواز پر شہرزاد کے

کان کھڑے ہوئے، کوئی اسکے بہت قریب آکر انگلش میں بولا تھا۔۔

''بیٹا، یہ ٹکٹس ہیں اور صبح چھے بجے چیک ان شروع ہو جائے گا، ائیرپورٹ ٹائم سے پہنچنا ہے، اس لیے ٹائم سے سو جانا۔۔''

''ابی، چیک ان کو چھوڑیئے، میرا تازہ ترین غم سنیے، آپکا دل بھی دہل جائے گا۔۔۔''وہ شرارت سے اسے سنانے کو بلند آواز میں گویا ہوا۔

''فون پر بات کر رہے ہو تم۔۔۔''انہوں نے تصدیق چاہی۔۔

''جی ہاں، اور پتا ہے فون کے دوسری طرف موجود لڑکی آپکے بیٹے کو بزدل اور کم ہمت کہہ رہی ہے۔۔۔''اس نے اپنے باپ کو بھڑکانے کی کوشش کی۔

''اور وہ لڑکی شہزاد کے علاوہ کوئی اور ہو نہیں سکتی۔۔''اس مردانہ جملے پر وہ ساکت ہوئی۔وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہم زاد کے خاندان کا کوئی اور فرد بھی اسے جانتا ہو گا۔کافی کے مگ پر اس کی انگلیاں مضبوط ہوئیں۔جب کہ اس کا رواں رواں مجسم سماعت بن گیا۔

''میں اس کے علاوہ اور کس سے بات کرتا ہوں۔؟ابی کیوں مشکوک کر رہے ہیں آپ اسے میری طرف سے۔۔۔''وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا جبکہ شہزاد خود کو ایک عجیب سی سچویشن میں پھنسا ہوا محسوس کر رہی تھی۔۔

''اچھا نالائق انسان، میری بات کرواؤ اس سے۔۔۔''دوسری طرف سے آنے والی فرمائش پر شہزاد کا دل بُری طرح سے دھڑکا۔

''بات کرو گی میرے فادر سے۔۔۔۔؟''وہ اب اس سے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں۔۔۔!!!''یہ سنہری موقع وہ کیسے ہاتھ سے جانے دیتی۔۔

''یہ لیں ابی، پلیز میری شکایتیں مت لگائیے گا۔ایسا نہ ہو وہ پھر مجھ سے ڈر کر دوبارہ لندن بھاگ جائے۔۔۔''اس نے فون ان کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے نصیحت کی۔

''ہیلو بیٹا، ہاؤ آر یو، اس نالائق کی باتوں کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں، اسے شروع ہی سے ڈرامے بازی کرنے کی عادت ہے۔۔''وہ امریکن انگلش لہجے میں اسکے ساتھ بہت پیار اور اپنائیت سے گویا ہوئے۔۔

''ڈونٹ ووری انکل، بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں میں بھی۔۔''اس نے بھی جواباً انگلش میں ہی جواب دیا۔

''تم مجھے ابی کہو گی تو اچھا لگے گا مجھے۔۔۔''انکی اگلی فرمائش اردو میں آئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ مسکرا دی۔۔

''کیسے ہیں آپ۔۔۔؟اور کیا چل رہا ہے آجکل۔۔۔؟''اس نے فوراً ہی پوچھا۔

”لائف الحمد اللہ بہت اسٹیبل ہے، کل میں اور یہ نالائق جارہے ہیں امریکہ، شاید اس نے بتایا ہو تمہیں۔۔“ انکی اس اطلاع پر اسکا دل یکبارگی دھڑکا۔

”نہیں، میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔“ وہ زبردستی مسکرائی۔

”آپ تو زیادہ ہی فری ہو رہے ہیں، فٹافٹ فون دیں میرا اور جا کر سو جائیں۔۔۔ گڈ نائیٹ۔۔۔“ وہ ان سے اپنا فون واپس لے چکا تھا۔

”اوکے بیٹا، گڈ نائیٹ، الارم لگا لینا، ورنہ فلائیٹ نکل جائے گی۔۔۔“ وہ کمرے سے نکلتے نکلتے بولے۔۔

”کیوں، ڈر گئے، کہیں آپکی اصلیت نہ بتا دیں مجھے۔۔۔“ شہر زاد نے اسے چھیڑا۔۔۔

”تم پوچھ لیتیں تو وہ کبھی جھوٹ نہ بولتے۔۔۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔۔

”اچھا تو پھر دوبارہ بات کروائیں میری۔۔۔“ وہ بے تاب ہوئی۔۔

”کیوں، میں صبح و شام گھاس کھاتا ہوں کیا۔؟ اتنا پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے۔۔۔“ اس کا لہجہ شوخی سے لبریز تھا اس لیے اس نے بات ہی پلٹ دی۔

”اچھا پھر اپنی ممی سے بات کروا دیں۔۔؟“ اسکی بھی نئی شرارت سوجھی۔

”ضرور کروا دیتا، اگر وہ قبرستان میں دائمی نیند نہ سو رہی ہوتیں۔۔۔“

”اوہ سوری۔۔۔ مجھے پتا نہیں تھا۔۔۔“

”اٹس اوکے، ڈونٹ ووری۔۔۔۔“

”اور بہن بھائی۔۔۔؟؟؟“ اس نے محتاط انداز میں پوچھا۔

”ایک چھوٹا بھائی کراچی میں پوسٹڈ ہے ان دنوں اور سب سے چھوٹی بہن اسپیشلائزیشن کرنے امریکہ گئی ہوئی ہے۔“ اس نے پہلی دفعہ اپنی فیملی کے بارے میں اتنی ڈیٹیل سے کھل کر بتایا تھا۔

”اور آپ کیا کرتے ہیں۔۔۔؟“ وہ شرارتی انداز میں گویا ہوئی۔

”ایک معصوم سی پیاری سی لڑکی سے محبت کرتا ہوں اور دن رات اسکی جھاڑ کھاتا ہوں، اتنے سالوں سے اسے پٹانے کی کوشش کر رہا ہوں، لیکن افسوس وہ مجھے گھاس ہی نہیں ڈال رہی، دیکھا میں کتنا مشکل کام کرتا ہوں۔۔۔۔۔“ وہ پھر پٹری سے اترا۔

”آپ سے تو بات کرنا ہی بے کار ہے، انتہائی فضول انسان ہیں آپ۔۔۔“ دوسری طرف موجود شہر زاد اسکی غیر سنجیدگی پر تپ گئی، اس نے غصّے سے فون بند کیا اور اگلے ہی تیس سیکنڈ کے بعد اسکی کال دوبارہ آنے لگی، اس بار شہر زاد نے فون ہی پاور آف کر

دیا۔

"میں ہی پاگل ہوں، جو اتنے عرصے سے اسکے ہاتھوں بے وقوف بن رہی ہوں، اگر کسی کو پتا چل جائے تو یقیناً میری عقل پر ماتم ہی کرے۔۔۔" وہ غصے سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

"آخر مجھے اس سے بات کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، جو بندہ اپنی شناخت چھپا سکتا ہے وہ کیسے قابل اعتبار ہو سکتا ہے ۔۔" ایک اور سوچ نے اس کے دماغ کا احاطہ کیا، اس نے خود کو کوسنا چھوڑا اور اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا، اسکا ارادہ سنجیدگی سے اب کچھ کام کرنے کا تھا۔

اسی وقت ملازمہ ہلکا سا دروازہ کھٹکٹا کر اندر داخل ہوئی، اسکے ہاتھ میں کارڈلیس فون دیکھتے ہی وہ سمجھ گئی کہ دوسری طرف ہم زاد کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا، اس نے یقیناً اسکا سیل فون آف دیکھ کر اسکے گھر کے نمبر پر کال کر لی تھی۔۔

"بی بی جی کال ہے آپ کی۔۔۔" ملازمہ نے اسکی طرف کارڈلیس پکڑایا جو اسے نہ چاہتے ہوئے بھی پکڑنا پڑا۔

"اچھا جاؤ تم۔۔۔" اسکی تیوری کے بل گہرے ہوئے۔

ملازمہ کے کمرے سے نکلتے ہی وہ ریسیور ہاتھ میں پکڑتے ہی ناراضگی سے شروع ہو گئی۔ "ہزار دفعہ میں نے آپ سے کہا ہے ،گھر کے نمبر پر کال مت کیا کریں مجھے، لیکن آپکو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی، کیوں ہاتھ منہ دھو کر پیچھے پڑ گئے ہیں میرے۔۔۔؟"

"آئی ایم سوری، شیری یہ میں ہوں ارتضیٰ حیدر۔۔۔!!!"

ریسیور کے اندر سے نکلنے والی ارتضیٰ کی آواز سن کر اسے لگا جیسے کسی نے فریج سے ٹھنڈے یخ پانی کی بوتل نکال کر اسکے اوپر الٹ دی ہو۔ اس کے ہونٹوں پر ایلفی سی جم گئی اور کانوں میں شائیں شائیں کا شور بڑھ گیا۔۔

"اس سے پہلے تو آپ نے مجھے کبھی گھر کے نمبر پر کال کرنے سے منع نہیں کیا۔۔" اسکی خفت زدہ آواز سن کر شہر زاد کا شدت سے دل چاہا کہ وہ جا کر اس کے منہ پر مضبوطی سے اپنے دونوں ہاتھ رکھ دے، اسکا ایک ایک لفظ اسے شرمندگی کی گہری دلدل میں دھکیل رہا تھا۔۔

"اوہ آئی ایم سوری، میں کوئی اور سمجھی تھی۔۔۔!!!" اس نے پوری طاقت لگا کر چند لفظ بولے۔

"اگر آپ کو کوئی تنگ کر رہا ہے تو مجھے بتائیں، یہ تو کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں ہے، دو دن میں حل ہو جائے گا۔۔۔" دوسری طرف موجود ارتضیٰ بھی سمجھ چکا تھا کہ اسے جھاڑ کسی اور کی غلط فہمی کے نتیجے میں پڑی ہے، لیکن اس غلط فہمی نے اس کے سارے حواس چوکس کر دیئے تھے۔

"اٹس اوکے ارتضیٰ، آپ نے خیریت سے اس وقت کال کی۔۔۔؟" اس نے جان بوجھ کر موضوع گفتگو بدلا لیکن اسکا ماتھا

عرق انفعال سے تر تھا اور اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فوراً فون بند کر دے لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر بد تہذیبی ہوتی۔۔۔

''صبح رومیصہ کی پیشی ہے اور میں چاہتا ہوں آپ کچھ پوائنٹس انہیں راستے میں اچھی طرح سے سمجھا دیں۔ میں نے آپ کو ابھی ایک ای میل کی ہے، آپ ٹائم نکال کر اسے چیک کر لیجئے گا۔۔'' وہ بڑے مہذب انداز میں اسے بتا رہا تھا۔

''جی تھینک یو، میں ابھی دیکھ لیتی ہوں، صبح انشاء اللہ بات ہو گی۔۔۔''

اس نے جیسے ہی فون بند کیا، کارڈلیس کی گھنٹی ایک دفعہ پھر بج اٹھی۔ اس دفعہ اس نے ذرا محتاط انداز میں ہیلو کہا۔

''اس طرح خفا ہو کر فون بند کرو گی تو ساری رات سو نہیں پاؤں گا۔۔'' ہم زاد کا مخصوص لہجہ سن کر اسکے حلق سے ایک لمبی سانس بر آمد ہوئی۔

''اور اتنی لمبی لمبی سانسیں لو گی تو اسلام آباد کا موسم مزید سرد ہو جائے گا۔۔''

''آپ کو پتا ہے اس وقت کیا ہوا ہے۔۔؟'' وہ ناراضگی سے گویا ہوئی۔

''آپکے فون کال سے پہلے ارتضیٰ کی کال آئی تھی اور میں نے آپکے چکر میں اسے بیچارے کو بُری طرح سے جھاڑ دیا اور بعد میں پتا چلا وہ آپ نہیں تھے۔۔''

دیٹس گریٹ۔۔۔!!!'' اسکی بات سن کر وہ بے ساختہ ہنسا۔

''گندی گندی گالیاں دی تھیں ناں اس خبیث کو۔؟ پولیس یونیفارم پہن کر خود کو دبنگ والا ہیرو سلمان خان ہی سمجھنے لگتا ہے گدھا۔۔'' اسکی شوخی آج عروج پر تھی۔

''کیا چیز ہیں آپ۔۔۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی باتوں پر ہنس پڑی۔۔

''تھینک یو، آج رات بہت سکون کی نیند آئے گی مجھے، بس آپ یونہی میرے رقیبوں کو جھاڑتی رہا کریں، اب اجازت دیں، ٹیک کیئر، بائے۔۔۔'' وہ فون بند کر چکا تھا، شہرزاد نے بھی اپنی فائل اٹھائی اور اس پر نیکسٹ پیشی کے نوٹس لکھنے لگی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

''ہادی یار، بات تو خاصی پیچیدہ ہے یہ۔۔۔'' سعد نے محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔

''پیچیدہ ہی نہیں باعث رسوائی بھی۔۔۔'' ہادی نے اپنا شل ہوتا ہوا دماغ سنبھالتے ہوئے سعد کی طرف دیکھا، وہ دونوں دوست اس وقت مال روڈ کے ایک ریسٹورنٹ میں موجود تھے اور ان کے سامنے رکھی آئس کریم کافی حد تک پگھل چکی تھی۔۔

ہادی جب سے مری واپس آیا تھا۔ اس وقت سے شدید قسم کی ٹینشن کا شکار تھا، مناہل کی خود سری نے اسکے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے تھے اور اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ وہ ضدی لڑکی جس چیز کے لیے اڑ جاتی، اسے حاصل کر کے ہی دم لیتی تھی۔

اس نے کافی غور و فکر کے بعد سعد سے یہ بات شئیر کرنے کا فیصلہ کر لیا، اور اسی لیے اسے لے کر یہاں آیا تھا، راستے میں آتے ہوئے وہ اسے کافی تفصیل سے مناہل اور برہان کا قصّہ سنا چکا تھا۔

"میرے خیال میں تمہیں فوراً آنٹی سے بات کر لینی چاہیے۔۔۔" سعد نے سنجیدگی سے اسے مشورہ دیا۔

"لیکن اس سے پہلے میں میر برہان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔۔" ہادی کی بات پر وہ چونکا۔

"میرے خیال میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا، کیونکہ جب کوئی لڑکی اس حد تک خود سری اور ضد پر اتر آئے تو یقیناً اس کے پیچھے کسی مرد کی دی ہوئی شہہ ہی ہوتی ہے۔۔" سعد نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

"تمہارے خیال میں میر برہان سیریس ہے اس کے لیے۔۔؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"اس کے سیریس ہونے سے کچھ نہیں ہو گا کیونکہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہ لوگ خاندان سے باہر شادیاں نہیں کرتے اور اگر کر بھی لیں تو انہیں وہ عزت اور اہمیت نہیں دیتے جو ایک عورت کا بیوی بننے کے بعد حق ہوتی ہے۔۔۔"

"ہاں میر خاقان علی کے چٹ پٹے قصے کون نہیں جانتا، سوائے میری بے وقوف بہن کے۔۔۔" ہادی نے طنزیہ انداز میں لقمہ دیا۔۔۔

"تمہیں یہ بات تفصیل سے بتانی چاہیے مناہل کو۔۔۔"

"وہ کچھ سننے کو تیار بھی تو ہو، برہان نے اسکا دماغ کافی خراب کر رکھا ہے، اسے میر فیملی کی غلط ریپوٹیشن سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔" وہ خاصا تپا ہوا تھا۔

"مجھے لگتا ہے یہ ساری برہان کی، کی ہوئی برین واشنگ ہے، بلکہ پورا خاندان ہی اس کام میں ماہر ہے، اب اسکی بہن کو ہی دیکھ لو، کتنی کوشش کی اس نے تمہاری توجہ حاصل کرنے کی۔۔۔" سعد نے سنجیدگی سے تبصرہ کیا۔

"حالانکہ اس سے بھی آدھی کوشش تمہارے لیے کرتی تو اب تک تم دونوں بھاگ کر شادی کر چکے ہوتے۔۔۔" ہادی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بکواس بند کرو، میرا دماغ سیٹ ہو چکا ہے اب، اور ویسے بھی مجھے اتنی منہ زور لڑکیاں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔۔۔" وہ پہلی دفعہ اتنا کھل کر بولا۔

"تو صاف صاف کہو ناں اسکے خاندان کے ساتھ کوئی پنگا افورڈ نہیں کر سکتے۔۔۔" ہادی نے اسے چھیڑا۔

"اتنے بھی پھنے خان نہیں ہیں وہ، اور شاید ان کا مقابلہ کر بھی لیتا، لیکن سچ پوچھو تو درشہوار کی خود سری اور بے باکی نے دل کھٹا کر دیا ہے میرا، اور ویسے بھی اسکے تمام ترنیک جذبات اب صرف تمہارے لیے ہیں تو میں پھر اس دیوار سے سر کیوں پھوڑوں

۔۔۔"سعد کے لہجے کی سچائی گواہ تھی کہ اسے عقل آچکی ہے۔

"اسکا مطلب ہے کہ میں تمہاری طرف سے انکار سمجھوں۔۔۔؟"ہادی ہنوز شرارتی موڈ میں تھا۔۔

"ہاں۔اگر تم اس کے ساتھ بھاگنا چاہو تو میں اس کا انتظام کروا سکتا ہوں۔۔۔"سعد نے بھی اپنا حساب پورا کرنے کی کوشش کی

"شٹ اپ۔۔۔۔!!!"اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"یقین مانو میر خاندان سے بدلہ لینے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے یا گر میر برہان نے مناہل کے ساتھ کوئی زیادتی کرنے کی کوشش کی تو شطرنج کا یہ مہرہ کھیل کر تم اس خاندان کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہو۔۔۔"سعد نے اسے ایک نئی پٹی پڑھانے کی کوشش کی ۔

"یہ دیکھو۔۔۔!!!"ہادی نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے۔

"ابھی اتنا بُرا وقت نہیں آیا مجھ پر کہ میں کسی عورت کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاؤں،اگر ایسا کوئی موقع آیا بھی تو میں خود سینہ تان کر ان کے سامنے جا سکتا ہوں۔۔۔۔"اس نے بیزاری سے جواب دیا۔

"ہاں ایک بہادر ماں کے بیٹے کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔۔"سعد اسکی طرف دیکھ کر ہنسا۔

"چل اب اٹھ یہاں سے ، سردی میری رگوں میں گھسی جا رہی ہے۔۔۔"ہادی اپنی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ گھسا کر کھڑا ہوا۔وہ دونوں لمبی واک کرتے ہوئے جب مال روڈ سے نکلے تو سعد چلتے چلتے چونکا۔

"شاہ میر کا اس لڑکی کے ساتھ کوئی چکر چل رہا ہے کیا۔۔۔؟"

کے ایف سی کے عین سامنے کھڑے شاہ میر اور طوبی کو دیکھ کر سعد نے سرگوشی کے انداز میں تبصرہ کیا تو وہ تپ اٹھا۔"اس خاندان کے لڑکے لڑکیوں کو بھی لگتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے،اب اس سے سلام دعا کرنے مت کھڑے ہو جانا،بس آنکھ بچا کر نکل جاؤ۔۔۔"

ہادی اور سعد دونوں کمال کی اداکاری کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے،دوسری طرف شاہ میر بڑی دلچسپ اور شرارتی نگاہوں سے طوبی کی طرف دیکھ رہا تھا،جو اس کے دیکھنے پر تھوڑا پزل ہو رہی تھی۔

"قسم سے طوبیٰ، اس رومینس کا مزا لینے کے لیے تو مجھے کافی عرصہ پہلے ہی گھر چھوڑ دینا چاہیے تھا۔۔۔"شاہ میر نے ڈسپوزیبل گلاس میں اسٹرا گھماتے ہوئے طوبی کو جان بوجھ کر چھیڑا۔وہ دونوں آج سب سے نظر بچا کر یہاں اکٹھے تھے۔

"آج تو آ گئی ہوں،دوبارہ ہر گز نہیں آؤں گی۔۔۔"طوبیٰ نے اسے صاف ہری جھنڈی دیکھائی۔

"یہ تو وقت آنے پر ہی پتا چلے گا جناب، ویسے بھی اپنی محبت پر اتنا یقین ہے مجھے کہ کچے دھاگے سے چلے آئیں گے سرکار بندھے۔۔۔" وہ شوخی سے گویا ہوا۔

"تمہاری فضول باتیں ختم ہو گئی ہوں تو کیپٹن صاحب، مجھے گھر چھوڑ آئیں، دا جی آ گئے تو آپکا تو پتا نہیں، میرا کورٹ مارشل ضرور ہو جائے گا۔" طوبیٰ نے اپنے

ہاتھ میں پکڑا ڈسپوزیبل گلاس ڈسٹ بن میں اچھالا تو شاہ میر نے بھی رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا، شام کے پانچ بج رہے تھے اور اس سے زیادہ باہر رہنا دونوں کے لیے خطرناک تھا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"غضب خدا کا پورے میر ہاؤس کا حلیہ بگڑ چکا ہے۔۔۔!!!

میر حاکم ٹہلتے ٹہلتے رکے اور مزید گویا ہوئے۔

"جس کو دیکھو ہر کوئی اپنا اپنا قبلہ بنائے بیٹھے ہیں آجکل۔۔۔"

بہت دن بعد آج میر حاکم کے سامنے تاجدار بیگم کی پیشی تھی، اور وہ جو شاہ میر کو گھر سے نکالے جانے پر احتجاجاً سب کا واک آؤٹ کر کے خود کو اپنے کمرے تک محدود کر چکی تھیں، انہیں اندازہ نہیں تھا کہ اس بار میر حاکم ڈائریکٹ انہی کے بیڈ روم میں آ کر کچہری سجالیں گے۔

"تایا جی اس گھر میں میرے علاوہ بھی اور لوگ ہیں۔۔۔" تاجدار بیگم نے ڈھکا چھپا انداز اپنایا۔۔

"جانتا ہوں میں، تمہارا اشارہ شارقہ اور ندرت کی طرف ہے، ان میں اتنی عقل ہوتی تو مل کر خاقان کو نہ سنبھال لیتیں، وہ جگہ جگہ منہ مارتا ہوا نہ پھرتا اور نہ ہی اسکی رنگ برنگی داستانیں سننے کو ملتیں۔۔" انکا طنزیہ انداز تاجدار بیگم کے دل و دماغ پر پھوار بن کر برسا۔

انہوں نے جتاتی ہوئی نگاہوں سے اپنے سامنے خاموش بیٹھے میر محتشم کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہی ہوں کہ سن لیں اس خاندان کی واحد سمجھدار خاتون کا تاج انہی کی بیوی کے سر پر ہے، اور سونے پہ سہاگہ نام بھی تو ان کا تاجدار بیگم تھا۔

"آپ کچھ بھی کہیں تایا جی، اس گھر اور خاندان کے لیے میں نے اپنی ہڈیاں تک گلا لیں لیکن۔۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔؟

"آج تک میرا کسی نے لحاظ نہ کیا، اور پورے خاندان کے سامنے دو ٹکے کا کر دیا مجھے، آپ اپنے ایمان سے کہیں، میں کس منہ سے اپنے کمرے سے نکلوں اور اپنی دیورانیوں کے ساتھ جا کر بیٹھوں۔۔۔" انہوں نے جذباتیت کی انتہاء کرتے ہوئے آنسو تک

نکال لیے۔

”شاہ میر والی بات پر میں ہزار دفعہ معذرت کر چکا ہوں، خدا کے واسطے بس کر دو اب۔۔۔“میر محتشم اپنے والد صاحب کے سامنے دوبارا انہی باتوں پر جھنجھلا سے گئے اور میر حاکم نے اپنی سب سے لاڈلی بہو کا آنسوؤں سے بھرا ہوا چہرہ دیکھا تو ان کا دل پسیج گیا۔

”ماں ہوں میں کیسے بس کر دوں، ساری ساری رات مجھے نیند نہیں آتی، اتنے سالوں سے پوسٹنگ ہو رہی ہے اسکی، پہلی دفعہ تو اپنے گھر کے پاس پوسٹ ہوا تھا اور آپ نے نکال دیا اسے۔۔۔“وہ میر حاکم کو جذباتی کرنے کے لیے ذرا اونچی آواز میں رونے لگیں۔

”اس بے وقوف نے بھی تو ایک دفعہ بھی معافی مانگنا گوارہ نہیں کی اپنے باپ سے۔۔“میر محتشم ہلکا سا چڑ کر بولے۔

”اس سلسلے میں دو تین بار آ چکا ہے وہ، لیکن میں نے ہی بھگا دیا کہ تمہارا باپ سخت غصّے میں ہے۔۔۔“تاجدار نے آنسو پونچھتے ہوئے اپنی طرف سے آدھا جھوٹ اور آدھا سچ بولا، شاہ میر گھر آیا ضرور تھا لیکن صرف اپنی ماں سے ملنے کے لیے۔

”اچھا محتشم تم چھوڑ دو اپنا غصّہ، اولاد ہی ناہنجار ہو تو انسان کیا کر سکتا ہے، فون کر کے بتا دینا اسے، جب چاہے آ سکتا ہے۔۔۔“میر حاکم علی کی بات پر تاجدار کا چہرہ ایکدم کھل سا اٹھا، ان کے شوہر محتشم صاحب نے جھنجھلا کر انہیں دیکھا لیکن مصلحتا خاموش رہے۔۔

”تایا ابا ایک اور درخواست کرنی تھی آپ سے۔۔۔؟“تاجدار بیگم نے اس موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ایک اور کوشش کی۔۔

”ہاں ہاں بولو۔۔۔“

”مجھے نہیں پتا آپ میری اس بات کو کیسے لیتے ہیں، لیکن میری اور برہان کی دلی خواہش ہے کہ اسکی شادی کے ساتھ درشہوار اور ارسل کا قصّہ بھی نبٹا دیا جائے۔۔۔“وہ محتاط انداز میں گویا ہوئیں۔۔۔

”لیکن درشہوار ابھی تھوڑا ان میچورڈ لگتی ہے مجھے، میرا خیال ہے اسے گریجویشن کر لینی چاہیے۔۔“محتشم صاحب نے رنگ میں بھنگ ڈالا۔

”اس سے بھی تھوڑی عمر تھی میری، جب میں بیاہ کر اس گھر میں آئی تھی اور ویسے بھی دو چار سال بعد بھی درشہوار کی عقل میں اضافے کی مجھے تو قطعا بھی امید نظر نہیں آتی تو اچھا ہے لگے ہاتھوں یہ قصّہ بھی نبٹ جائے۔۔“تاجدار بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے میاں کو وہ ساری داستان سنا دیں جس نے ان کی راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔

"ویسے تاجدار کی بات میں دم تو ہے، اچھا ہے گھر کی بچیوں کے فرض سے ہم جتنی جلدی سبکدوش ہو جائیں، تم کیا کہتے ہو محتشم۔؟۔" میر حاکم آج اپنی بہو کے چینل پر ہی چل رہے تھے، ان کی بات پر تاجدار بیگم نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"دیکھ لیں بابا جان، جو بات آپ کو مناسب لگے۔۔۔"

"میری مانیں تو تایا ابا، آپ بس بسم اللہ کریں، تیاری میں ایک ہفتے میں کر لوں گی۔ اسکی فکر مت کیجئے گا۔۔" تاجدار بیگم نے بے تابی سے کہا۔

"چلیں بابا جان، اس بہانے آپکی بہو کے پیروں کی مہندی تو اترے گی ناں، ورنہ گھر کا نظام یوں ہی درہم برہم رہے گا۔۔۔" محتشم صاحب نے بھی اپنی بیگم کا موڈ بہتر کرنے کے لیے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو میر حاکم مسکرا دیئے اور انکی مسکراہٹ کے پیچھے چھپی رضامندی نے تاجدار بیگم کے سینے پر دھرا بوجھ تھوڑا کم کر دیا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جسٹس محمود کے بیٹے روحیل کے قتل کے واقعے میں ایک دلچسپ موڑ آیا تھا۔۔۔

رومیصہ کی آج صبح عدالت میں پیشی تھی اور وہ شہر زاد اور ارتضی کے ساتھ ٹائم پر وہاں موجود تھی۔۔۔

اسکے آنے سے پہلے ہی احاطہ عدالت میں مختلف چینلز کے رپورٹرز کی چہل پہل نظر آ رہی تھی، جو آج کسی خاص خبر کے منتظر تھے اور شہر زاد نے بھی ان کو مایوس نہیں کیا۔

کمرہ عدالت میں دیئے جانے والے رومیصہ کے بیان کے ساتھ روحیل محمود کے بیسٹ فرینڈ صارم خان کی گواہی نے ہر طرف ایک تھرتھلی سی مچادی تھی۔ اسکے ساتھ ہی میڈیا میں رنگ برنگی خبروں کا طوفان آ گیا۔

صارم خان، شہر زاد تک رومی کے توسط سے پہنچا تھا اور اسے یہاں تک لانے میں ساری محنت ارسل کی تھی، جو خود بھی اس وقت کمرہ عدالت میں موجود تھا لیکن اس کی پوری کوشش تھی کہ وہ میڈیا کے کسی نمائندے کے سامنے نہ آئے، بلکہ صارم اور رومیصہ کے علاوہ کوئی بھی ارسل کو نہیں جانتا تھا۔

صارم خان نے دوٹوک انداز میں کمرہ عدالت میں بتایا کہ اس رات گاڑی رومیصہ نہیں کنزہ وقار چلا رہی تھی اور چونکہ صارم بھی اپنے دوست کی مدد کے لیے اپنی گاڑی پر اسکے پیچھے تھا، چنانچہ یہ سارا منظر اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور صارم نے مزید یہ دعوی یہ بھی کیا تھا کہ یہ بات اس کلب کے چوکیدار کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ جانتے تھے کہ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر کنزہ وقار تھی۔

کورٹ سے پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے رومیصہ نے کئی دفعہ ارسل کی طرف دیکھا، جس کی آنکھوں میں اس کے لیے

ایک خاموش دلاسہ تھا، اس کے وہاں ہونے کا احساس رومیصہ کو خاصی تقویت بخش رہا تھا۔

دوسری طرف میڈیا کے نمائندے وقار درانی کے گھر کے باہر ڈیرہ جما کر بیٹھ گئے تھے، اور ان کے خاندان میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی، وقار درانی کا غصّہ اور پریشانی سے بُرا حال تھا کیونکہ شہر زاد نے ان کی کوئی بھی کال اٹینڈ نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''ہم انشاء اللہ یہ کیس جیت جائیں گے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔'' رومیصہ نے ارسل کا یہ ٹیکسٹ میسج گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پڑھا۔

''تمہاری محبت میری زندگی کے راستوں کو آسان ہی نہیں بلکہ خوبصورت بھی بنائے گی اور مجھے اس بات کا یقین ہے۔'' اس نے فوراً یہ میسج ارسل کے نمبر پر بھیج کر گاڑی کی پشت سے ٹیک لگا لی تھی۔

شہر زاد اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی مسلسل اپنی کولیگز کی کالز اٹینڈ کر رہی تھی، جو اس کیس میں اس کے ساتھ کھڑے تھے۔

''ویل ڈن شیری۔۔۔ تم وکٹری اسٹینڈ کے بہت قریب پہنچنے والی ہو۔۔'' مسز عالیہ قریشی کی کال ہمیشہ اسکا حوصلہ بڑھاتی تھی

۔

''یہ سب آپ کی وجہ سے ہے میم۔۔۔'' اس نے بھی کھلے دل سے اعتراف کیا۔

مسز عالیہ قریشی کی کال جیسے ہی بند ہوئی، انٹرنیشنل نمبر سے آنے والے اگلی فون کال نے اسکے دل کی دھڑکنوں کو بے ربط کیا، وہ لاکھوں میل کے فاصلے پر بھی اسکی ایک ایک چیز پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

''تم نے تو اس بار مجھے حیران کر دیا، کہاں سے ڈھونڈ لائی ہو تم صارم خان کو۔۔۔'' ہم زاد کے لہجے میں چھپی ستائش نے اسکے حوصلوں کو مزید بلند کیا۔

''تم ساری باتوں کو چھوڑو یہ بتاؤ میری یہ موو کیسی لگی تمہیں۔۔۔؟''

''بہت زبردست لیکن وقار درانی کے بارے میں بہت زیادہ محتاط ہو جاؤ، وہ اب تمہارے سامنے ہر قسم کا چارہ ڈالنے کی کوشش کرے گا۔۔'' وہ امریکہ میں بھی اس کے لیے فکر مند تھا اور یہ بات شہر زاد کو ہلکا پھلکا کرنے کے لیے کافی تھی۔

''آپ بس مجھے ایزی لینا چھوڑ دیں، باقی چیزیں میں خود سنبھال لوں گی۔۔۔'' شہر زاد کے لہجے کی کھنک پر رومیصہ نے چونک کر اپنی بہن کی طرف دیکھا، اور پہلی دفعہ اس کے ذہن میں بھی کوئی الارم گونجا، وہ فون بند کر چکی تھی لیکن اسکے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ ابھی بھی موجود تھی۔

دونوں بہنیں گھر پہنچیں تو ٹینا بیگم کو خلاف توقع اپنے بیڈ روم سے سیٹنگ روم میں دیکھتے ہی انہیں خوشگوار حیرت ہوئی۔ ان کی نظر ابھی سیف الرحمن پر نہیں پڑی تھی جو سیٹنگ لاؤنج کی دائیں دیوار کے پاس رکھے سنگل صوفے پر براجمان سگار پی رہے تھے

۔

"مبارک ہو شیری، درست موقعوں پر درست پتوں کا استعمال ہی کسی بیرسٹر کی کامیابی کی ضمانت ہوتا ہے۔۔" سیف الرحمن کی سنجیدہ آواز پر وہ دونوں چونکیں اور رومیصہ کا چہرہ تناؤ کا شکار ہوا۔

"تھینک یو سر۔۔" اس نے پر وقار انداز میں جواب دیا اور ٹینا بیگم کی طرف متوجہ ہوئی۔

"مام کیسی ہیں آپ۔۔۔؟"

"یہ صارم خان کہاں سے ملا تمہیں۔۔؟ وہ بے تابی سے گویا ہوئیں، بہت دن بعد انہوں نے روٹین لائف کے کسی مسئلے پر اپنی رائے کا اظہار کیا تھا اور یقیناً اس کے پیچھے سیف الرحمن کی محنت اور کاوش تھی۔

"رومیصہ کے ریفرنس سے آیا تھا وہ لڑکا۔۔۔" شہر زاد نے اپنی بہن کی طرف دیکھا، جو سیف الرحمن کو نظر انداز کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اور شہر زاد کو اسکی بد اخلاقی پر تھوڑی شرمندگی ہوئی۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر وہ روحیل کا بیسٹ فرینڈ ہے تو اس نے رومیصہ کے حق میں گواہی کیوں دی۔۔؟" سیف الرحمن کے اس سوال پر وہ ہلکا سا گڑبڑائی۔

"ہم سچائی کو زیادہ دیر تک بند کمروں یا بند ذہنوں کے پیچھے نہیں چھپا سکتے۔۔۔" وہ عین ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی اور پر اعتماد انداز میں گویا ہوئی۔

"لیکن ایسی دل دکھا دینے والی سچائی جس سے اس کے بیسٹ فرینڈ کا سارا خاندان ہرٹ ہو سکتا ہے، اس کے لیے وہ کیسے راضی ہوا۔؟ میرا یہ مطلب ہے کہ اسے اس پوائنٹ تک کون لے کر آیا اور اسکا کیا مقصد تھا۔؟ وہ کیوں رومیصہ کی ہیلپ کرنا چاہتا ہے۔؟" سیف الرحمن نے بیوروکریسی میں اتنے سال سرو کیا تھا اور ان کا چیزوں کو دیکھنے کا اپنا زاویہ نگاہ تھا۔۔

"بس کرو سیفی، اس بچے کا ضمیر جاگ گیا ہو گا۔۔۔" ٹینا بیگم کو ان کی باتیں بے وقت کی راگنی محسوس ہوئیں اور دوسری طرف انہیں اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں شہر زاد ان کی باتوں کا بُرا نہ مان جائے۔

"اٹس اوکے مام۔۔۔" شہر زاد نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بولنے سے منع کیا۔ وہ سیف الرحمن کے عین سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ کے خیال میں اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔۔؟" شہر زاد نے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھا، اس کا دماغ اسی پوائنٹ پر چلنے لگا تھا، جس پر سیف الرحمن اسے لانا چاہتے تھے۔

"بیٹا میں کوئی کنفرم بات تو نہیں کر سکتا، لیکن ان تمام چیزوں کے درمیان میں کوئی کنکشن ایسا ہے جو نظروں سے اوجھل

ہے، اور تمہیں اس کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے کیونکہ ایسا نہ ہو کل کو خدانخواستہ ساری بساط پلٹ جائے۔۔۔" انہوں نے ڈھکے چھپے انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تھینک یو انکل، تھینک یو سو مچ۔۔۔ میں آپکا پوائنٹ بالکل سمجھ چکی ہوں۔ آپ کافی حد تک ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔" وہ ایک گہرا سانس لے کر کھڑی ہوئی۔

اور ٹینا بیگم نے حیرانگی سے سیف الرحمن کی طرف دیکھا۔

"ٹینا، تمہاری بیٹی بہت لائق ہے، اور اسی رفتار سے چلتی رہی تو بڑے بڑے لوگوں کے چیمبرز بند کروا دے گی۔۔" اسکے سیٹنگ روم سے نکلتے ہی انہوں نے کھل کر شہر زاد کو سراہا اور ٹینا بیگم بے ساختہ انداز میں مسکرا دیں، کیونکہ وہ بھی اپنی بیٹی کی بھرپور ڑان سے واقف ہو چکی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

یونیورسٹی میں چاروں طرف خزاں کے زرد پتوں کا راج تھا۔۔۔

مناہل کی گاڑی کیمپس کی پارکنگ میں آن رکی اور وہاں پہلے سے موجود برہان کی گاڑی دیکھ کر اسکے دل میں طمانیت کا احساس پیدا ہوا۔ برہان پچھلے دو روز سے یونیورسٹی نہیں آرہے تھے اور مناہل نے یہ اڑتالیس گھنٹے باقاعدہ کڑھتے ہوئے گذارے تھے کیونکہ ان کا سیل فون بھی مسلسل بند تھا۔

وہ جیسے ہی اپنی گاڑی سے اتری، ٹھنڈی ہوا کے یخ جھونکے اسکے چہرے کے ساتھ ٹکرائے، زرد پتوں کو اپنے پیروں سے کچلتی ہوئی وہ اپنے آفس کی طرف بڑھ رہی تھی، ایک چھوٹی سی منڈیر پر بیٹھی ہوئی انابیہ نے حسرت بھری نگاہوں سے مناہل کی طرف دیکھا۔ وہ آج برہان کے ساتھ ہی یونیورسٹی آئی تھی اور اس وقت اپنی دوست کرن کے انتظار میں وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔

بلاشبہ انابیہ اس سے کہیں زیادہ حسین تھی اور اس کے باوجود برہان کی نظریں مناہل قریشی کے چہرے کا طواف کرتی رہتیں، تب انابیہ کو احساس ہوا کہ محبت جسمانی ساخت اور حلیے سے بے نیاز ہوتی ہے۔

مناہل نے جیسے ہی ڈیپارٹمنٹ میں قدم رکھا، پہلی کلاس کے روسٹرم کے سامنے کھڑے برہان کو دیکھ کر اس کا دل بغاوت کر گیا، وہ کچھ لمحوں کے لیے رکی اور اندر جھانک کر دیکھا، کئی اسٹوڈنٹس کی نظریں اس پر اٹھیں اور وہ ہلکی سی خفت کا شکار ہو کر تیزی سے اپنے آفس کی طرف چل پڑی۔ اپنی اس بے وقوفی پر اس نے خود کو دل ہی دل میں لتاڑا۔۔

"میم تھوڑی دیر پہلے آپ کا یہ کوریئر آیا ہے۔۔۔" پیون نے ایک خاکی لفافہ اسکی طرف بڑھایا۔

وہ لفافہ لیے اپنے چھوٹے سے آفس میں گئی، وال کلاک کی طرف دیکھا، اسکی کلاس میں دو گھنٹے کا وقفہ تھا اور وہ اسی

ڈیپارٹمنٹ میں وزیٹنگ لیکچرار تھی، اور اپنے تھیسس کے ساتھ ساتھ فرسٹ اور سیکنڈ سمسٹر کی کلاسز بھی لیتی تھی۔

اس نے کرسی پر بیٹھتے ہی احتیاط سے وہ لفافہ کھولا تو اندر سے ایک نفیس سا سلور گرے کلر کا شادی کارڈ نکلا، مناہل نے بڑی خوشگوار حیرت کے ساتھ وہ انوٹیشن کارڈ پکڑا، وہ سمجھی تھی کہ شاید کسی فرینڈ یا کلاس فیلو کی طرف سے سرپرائز ہوگا لیکن اندر کھولتے ہی جن ناموں پر اسکی نظر پڑی، ایک لمحے کو اسے پوری کائنات اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسکی آنکھوں کے سامنے سرخ رنگ کے دائرے ناچنے لگے اور دل تو گویا سینے کی ساری پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو بے تاب تھا۔ قسمت نے اس کے ساتھ کیسا ہولناک مذاق کیا تھا، وہ یہ چیز سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس نے گھبرا کر کارڈ میز پر رکھا۔ جیسے اس کے اندر کوئی آتش فشاں چھپا ہوا ہو۔ اس نے لمبے لمبے سانس لے کر خود کو سنبھالنے کی پوری کوشش کی۔

اس کے بعد اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اپنے سامنے میز پر رکھے کارڈ کو دیکھا جہاں "میر برہان محتشم" کے نام کے آگے لکھا ""انابیہ خاقان" کا نام اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ وہ لمحے کے ہزارویں حصّے میں سمجھ گئی تھی کہ یہ انابیہ کون ہے لیکن ابھی اس کا دل و دماغ اس تلخ حقیقت کو ماننے سے سخت انکاری تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یہ کیسے ممکن ہے بھلا۔۔۔؟؟؟" اس نے دوبارہ کارڈ اٹھایا اور اپنی آنکھوں کو زبردستی مسل کر دیکھا۔

برہان اور انابیہ۔۔۔۔ اس کی آنکھوں کے آگے دھند کی چادر سی تن گئی۔۔

حقیقت کو بھلا آنکھیں بند کر کے کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے تبھی تو مناہل کو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں کھولنی پڑیں۔ اب وہ دل پر جبر کر کے اس کارڈ پر لکھے اس کے باقی فیملی ممبرز کے نام دیکھ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں سے کئی آنسو ایک ساتھ بہہ نکلے۔۔۔

اتنے سالوں کی محبت کا ایک ایک لمحہ اسکا منہ چڑا رہا تھا، برہان کے کہے ہوئے ادھورے جملے، خوبصورت گفٹس اور ان گنت یادوں کا ایک جہان تھا جو باری باری فلم کی صورت میں اسکے دماغ کی اسکرین پر چل رہا تھا اور اسے اذیت کے سمندر میں دھکیل رہا تھا۔۔

مناہل نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے وہ انوٹیشن کارڈ اپنے بیگ میں ڈالا اور سائیڈ میز پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور ایک ہی گھونٹ میں پی گئی اس کے وجود کے اندر ایک ان دیکھا آلاؤ جل اٹھا، جس نے اسے باہر کے موسموں سے بے نیاز کر دیا تھا۔

"اتنا بڑا دھوکا۔۔۔۔ اتنی بڑی غلط بیانی۔۔۔" اسکا دل اس تلخ حقیقت کو قبول کرنے سے انکاری تھا۔

"برہان میرے ساتھ بھلا کیسے یہ کر سکتے ہیں۔۔۔" کمرے میں گھٹن کا احساس ایکدم بڑھ گیا۔

"تمہیں اس سے بات کرنی چاہیے اور یہ کارڈ اس کے منہ پر مارنا چاہیے۔۔" دل سرکشی پر اتر آیا۔

"اس شادی کارڈ کے بعد بھی بھلا بات کرنے کی کوئی گنجائش بنتی ہے، کیا تم اپنے آپ کو اس حد تک گرائو گی مناہل۔۔" اسکے دماغ نے اسے لتاڑا۔

"اس سے پوچھنا تو چاہیے کہ آخر اس نے یہ سب تمہارے ساتھ کیوں کیا۔؟ کیا وہ تمہارے جذبات کے ساتھ کھیل رہا تھا۔۔" دل پھر باغی ہوا۔

"اگر اس نے صاف انکار کر دیا کہ ہمارے بیچ تو ایسا کچھ تھا ہی نہیں تو بتائو، تمہاری کیا اوقات رہ جائے گی۔۔۔" دماغ نے ایکدفعہ پھر اسے پچھاڑ دیا اور مناہل کو اپنی عزت نفس تو محبت سے بھی زیادہ عزیز تھی، تبھی وہ اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکل آئی۔

ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے اسسٹنٹ کو اپنی خرابی طبعیت کا بتا کر جب وہ ڈیپارٹمنٹ سے نکلی تو اس کا سر حقیقتا چکرا رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ پورے کیمپس کو آگ لگا دیتی یا ایک دفعہ تو پوری زمین کو پلٹ کر رکھ دیتی۔

"کس منہ سے ہادی کا سامنا کروں گی۔۔؟" اس سوچ نے اسکے قدم سست کیے۔۔

"کیسے پاگلوں کی طرح وہ مجھے سمجھا رہا تھا اور میں نے ہی اس کی بات نہ ماننے کی قسم کھا رکھی تھی۔" اس نے بیدردی سے بازو کی پشت سے اپنی آنکھوں کو رگڑا، وہ یہاں پر کوئی تماشا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسی وجہ سے وہ ایک سائیڈ پر کھڑی ہو کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

پانچ منٹ کے بعد وہ جب پارکنگ کی طرف جا رہی تھی تو خود کو کافی حد تک کمپوز کر چکی تھی۔ جیسے ہی وہ پارکنگ میں پہنچی ،اس کی نظر اپنی اسٹوڈنٹس انابیہ اور کرن پر پڑی۔ وہ دونوں چھوٹی سی منڈیر پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

کرن کے ہاتھ میں پکڑا وہ سلور گرے کلر کا انوٹیشن کارڈ مناہل کو ایک دفعہ پھر اذیت میں مبتلا کر گیا۔ ان کے پاس پہنچتے ہی مناہل کے قدم کچھ سست ہوئے

"السلام علیکم میم، کیسی ہیں آپ۔۔۔؟" کرن نے بڑے بھرپور انداز سے انہیں سلام کیا۔

"فائن۔۔۔۔" مناہل نے آنسوئوں کے گولے کو پورا زور لگا کر اندر کی طرف دھکیلا۔

"میم ایک سرپرائز ہے، آپکی اسٹوڈنٹ انابیہ کی رخصتی ہے سربراہان کے ساتھ۔۔۔" کرن کی بات پر مناہل ایک دم چونکی

۔

"مبارک ہو انابیہ۔۔۔" نظریں چرا کر وہ بمشکل بولی۔

"تھینکس میم۔۔۔" انابیہ کے لہجے میں خوشی کی کھنک تھی۔۔

"کب ہوا تھا آپ کا نکاح۔۔۔؟" اس نے دانستہ اپنا لہجہ لاپرواہ بنا کر اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔۔

''جب برہان ڈاکٹریٹ کے لیے انگلینڈ جا رہے تھے۔۔۔''

انابیہ کے اس جملے پر مناہل کو لگا جیسے کسی نے مٹھی بھر سرخ مرچیں اٹھا کر ان کی آنکھوں میں ڈال دی ہوں۔اعتماد اور بھروسے کی بھاری بھر کم دیوار اسی کے نازک وجود پر آن گری جو اس نے برہان کی محبت کے ارد گرد قائم کر رکھی تھی۔۔

''میم، آپ تو آئیں گی ناں۔۔؟''کرن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ مناہل کا بازو پکڑ کر ابھی سے اسے شادی ہال میں پہنچا دیتی ۔

''کوشش کروں گی۔۔''مناہل بمشکل مسکرائی اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی اور انکی چال کی لڑکھڑاہٹ کو انابیہ نے واضح انداز میں محسوس کیا۔۔

مناہل نے بمشکل گاڑی کو ریورس کر کے تیزی سے کیمپس سے نکالا، آنکھوں کے گرد تنی آنسوئوں کی چادر کی وجہ سے اسے سامنے کا راستہ دیکھنے میں خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔وہ بار بار بازو کی پشت سے اپنی آنکھیں رگڑ رہی تھی،اور جب ضبط کرنا بس سے باہر ہو گیا تو اس نے گاڑی ایک سائیڈ پر کھڑی کی اور اسٹیرنگ پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

ڈیش بورڈ میں رکھے سیل فون پر آنے والی برہان کی کال نے اس کی اذیت میں مزید اضافہ کیا،اس نے غصے سے فون اٹھایا اور بیدردی سے اسکی کال کاٹ کر اپنا فون ہی پاورڈ آف کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

موسم کافی حد تک بدل چکا تھا۔۔۔

درختوں پر کھلنے والے شگوفے بہار کی آمد کا کھل کر اعلان کر رہے تھے لیکن شہر زاد کے سامنے بیٹھی ہوئی اس بچی کے چہرے پر خزاں کا راج تھا۔

سندس کی آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے اور چہرے پر بے بسی، غربت اور لاچارگی کے رنگ اتنے نمایاں تھے کہ شہر زاد کو مجبوراً اسکے پورے وجود سے نگاہ ہٹانی پڑی۔اس کے دل پر گویا گھونسہ ہی تو آن لگا تھا۔۔

''کیا نام بتایا تم نے۔۔۔؟؟؟''شہر زاد نے دوبارہ تصدیق کرنے کے انداز میں پوچھا۔

''وہاج محتشم۔۔۔!!!''سندس کے چہرے پر نفرت کا ایک جہان آباد ہوا۔

''تم لوگوں کے پاس اس چیز کا کیا ثبوت ہے۔۔۔؟؟''

''صندل کا لکھا ہوا آخری خط۔۔۔''سندس نے ہاتھ میں پکڑا صفحہ احتیاط سے شہر زاد کی طرف بڑھایا، جو اس نے جلدی سے تھام لیا۔۔

شہر زاد کی نظریں جوں جوں اس صفحے پر پھسل رہی تھیں، ویسے ویسے اسکے چہرے پر سنجیدگی کا تاثر بڑھتا جا رہا تھا، سندس آج وعدے کے مطابق شہر زاد کے کمرے میں موجود تھی اور تھوڑی بہت تفصیل تو شہر زاد پہلے ہی جان چکی تھی لیکن سیاق و اسباق سے بیان کیا جانے والا یہ واقعہ میر فیملی کی پوری سیاست کو ہلا دینے کے لیے کافی تھا۔۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟" رشیدہ مائی جو ٹرے میں کافی کا مگ لیے شہر زاد کے کمرے میں آئی تھی، اپنی چھوٹی بیٹی کو وہاں دیکھ کر خوفزدہ ہوئی۔

"رشیدہ آپ نے اپنی بیٹی کے قاتلوں کو اتنی آسانی سے معاف کر دیا۔۔۔؟"

شہر زاد کے لہجے میں کچھ تھا، رشیدہ مائی کے ہاتھ میں پکڑی ٹرے ہلکی سی لرزی اور اس نے گھبرا کر ٹرے میز پر رکھی، اسکے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"شیری بی بی، ہمارے اندر اتنا دم نہیں ہے کہ ان سے لڑ سکیں۔ اللہ ان سب کو غارت کرئے۔۔"

"اس لیے تم نے سوچا کہ گھر بیٹھ کر بد دعائیں دے کر اپنی بیٹی کا بدلہ لے لو گی۔۔۔"

"اللہ بہترین بدلہ لینے والا ہے بی بی، ہم بہت کمزور لوگ ہیں، اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔۔۔" رشیدہ کی آنکھوں سے صاف خوف چھلک رہا تھا۔

"اور قیامت والے دن اپنی بیٹی کو کیا جواب دو گی، کیسے سامنا کرو گی اس کا۔۔۔؟" شہر زاد کے سنجیدہ انداز پر رشیدہ کی آنکھوں سے آنسو چھلکے۔

"وہ جانتی ہے کہ اس کے والدین میں اتنی طاقت نہیں کہ ظالموں کا گریبان پکڑ سکیں۔۔۔"

"جانتی ہو رشیدہ، تم جیسے مظلوموں کا یہی رویہ، ظالموں کو مزید ظلم کرنے کے لیے اکساتا ہے، کیا تم یہ چاہتی ہو کہ کسی اور کی بیٹی کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو جو

تمہاری صندل کے ساتھ ہوا۔۔۔؟" شہر زاد نے اسکی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ نہ کرئے جی، کوئی ماں اس قیامت سے گذرے، مجھے تو صندل کی سسکیاں آج بھی سکون سے سونے نہیں دیتیں، میری راتوں کی نیند حرام ہو چکی ہے۔" رشیدہ مائی نے اس دفعہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

"سکون کی نیند سونا چاہتی ہو تو تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔۔۔۔"

"آپ اماں ابا کو چھوڑیں، میں آپکا ساتھ دوں گی، اس خبیث کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بجھوا کر ہی دم لوں گی۔۔۔" رشیدہ سے پہلے اسکی بیٹی سندس بے تابی سے گویا ہوئی تو شہر زاد نے جانچتی نگاہوں سے اس لڑکی کا چہرہ کھوجا، جس کے چہرے پر بدلہ لینے کی

دھن سوار تھی۔

''ہو سکتا ہے ہمیں صندل کی ڈیڈ باڈی کا پوسٹ مارٹم کروانا پڑے، ہو سکتا ہے ہمیں، اس کے لیے اس حد تک جانا پڑے، جو تم لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو، لیکن میرا وعدہ ہے کہ میں ہر مرحلے پر تم لوگوں کا ساتھ دوں گی۔۔۔'' شہر زاد نے انہیں مطمعن کرنے کی پوری کوشش کی۔

''میرے پاس سرکاری ہسپتال کی ڈاکٹرنی کی رپورٹ ہے، جو میں نے کسی کو نہیں بتائی تھی۔۔'' رشیدہ نے نظریں چرا کر کہا تو شہر زاد چونکی، جبکہ سندس نے گلہ آمیز نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھا، جو اتنا بڑا راز اپنے دل میں چھپائے بیٹھی تھی۔

''کہاں ہے وہ رپورٹ۔۔۔؟'' وہ بے تابی سے گویا ہوئی

''میرے ٹرنک میں، میں آپکو لا کر دیتی ہوں۔۔۔''

رشیدہ مائی دس منٹ کے بعد ایک خاکی لفافے کے ساتھ آئی تو اس میں موجود رپورٹس دیکھ کر شہر زاد کو حیرت کا دھچکا لگا، الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ کے ساتھ موجود دو تین ٹیسٹوں کی رپورٹس میر فیملی کے تابوت میں آخری کیلیں ٹھونکنے کے لیے کافی تھیں۔

ان دونوں سے تفصیلی بات چیت کرنے کے بعد شہر زاد، رومیصہ کے بیڈ روم کی طرف آ گئی، ہلکا سا دروازہ ناک کر کے وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئی، رومی نے بڑی پھرتی سے سیل فون اپنے کانوں سے ہٹا کر کال منقطع کی۔ وہ شاید نہیں یقیناً کسی سے بات کر رہی تھی، اسکے چہرے پر پھیلنے والی اس بوکھلاہٹ کو شہر زاد نے بطور خاص نوٹ کیا۔

'''' آئو شیری، مام کیسی ہیں اب۔۔۔؟'' رومیصہ نے اپنے تاثرات کو بڑی تیزی سے نارمل کیا۔

''پہلے سے کافی بہتر ہیں وہ، اور مجھے لگتا ہے دو چار دن میں اپنا سیلون بھی جوائن کر لیں گی۔۔۔''

''دیٹس گریٹ۔۔۔ کافی منگواوں تمہارے لیے۔۔۔'' رومیصہ کے اس فارمل رویئے پر وہ چونکی۔

''کم آن رومی، تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں تمہارے پاس مہمان آئی ہوں۔۔'' شہر زاد نے کھوجتی نگاہوں سے اسکے ہاتھ میں پکڑا سیل فون دیکھا، جس کی آواز سائلنٹ تھی لیکن اس پر بلنک کرنے والا نمبر وہ نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اسکی نظروں کے تعاقب میں رومیصہ نے گھبرا کر سیل فون کی طرف دیکھا اور جلدی سے فون ہی پاورڈ آف کر دیا۔

وہ جانتی تھی کہ دوسری طرف موجود ارسل اس کے اچانک کال بند کر دینے پر ٹھیک ٹھاک پریشان ہو چکا ہو گا، تبھی وہ بار بار اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور شہر زاد نے دانستہ اس بات کو نظر انداز کیا، سیف الرحمن کی باتوں نے اسکا زاویہ نگاہ بدل دیا تھا۔

''رومی، صارم خان تمہیں کہاں ملا تھا۔۔؟؟؟'' اس کی طرف سے آنے والا یہ سوال خاصا غیر متوقع تھا، اس لیے وہ ہلکا سا

بوکھلائی۔

"اس نے خود مجھ سے رابطہ کیا تھا۔۔" رومیصہ کی اطلاع پر اس نے استعجابیہ نگاہوں سے اپنی بہن کی طرف دیکھا
۔"کیسے۔۔؟

"کچھ دن پہلے اپنے گھر آیا تھا وہ۔۔۔" اس نے نظریں چرا کر جھوٹ بولا۔

"اچھا تم نے مجھ سے تو اس کا ذکر نہیں لیا، لیکن خیر وہ یہ فیور تمہیں کیوں دینا چاہتا ہے۔۔۔؟" شہرزاد نے اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھا۔

"صارم کا کہنا ہے کہ میرے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، اس لیے وہ ہر حال میں سچائی کا ساتھ دے گا۔۔"

'دیکھو رومیصہ، کوئی ایسی بات تو نہیں جو بعد میں ہمارے لیے مسئلہ کھڑا کر دے، بہتر ہو گا کہ تم اس اسٹیج پر مجھ سے کچھ بھی چھپانے کی کوشش مت کرنا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہو گا شیری، ڈونٹ ووری۔۔۔" رومیصہ نے سائیڈ میز پر رکھا چائے کا کپ اٹھایا اور گھونٹ بھرا، اور اگلے ہی لمحے اسکے چہرے کے تاثرات میں بڑا تغیر رونما ہوا اور وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر واش روم کی طرف بھاگی۔

"کیا ہوا رومی۔۔۔" شہرزاد اس کے پیچھے لپکی۔

"کچھ دن سے معدہ بہت زیادہ گڑبڑ کر رہا ہے، لگتا ہے تیزابیت ہو رہی ہے مجھے۔۔۔" وہ نڈھال انداز سے واش روم سے نکلی تو شہرزاد نے تشویش بھری

نگاہوں سے اپنی بہن کی طرف دیکھا۔

"ڈونٹ بی سلی یار، تم ڈاکٹر انکل کو فون کرو یا پہلی فرصت میں ان کے کلینک کا وزٹ کرو، اپنی صحت کے معاملے میں ایسی لاپرواہی بالکل اچھی نہیں۔"

"کل جائوں گی ڈاکٹر کے پاس۔۔۔۔" رومیصہ نے اسے صاف ٹالا۔

"اور یہ چائے کا کپ ایک سائیڈ پر رکھو، خبردار اپنا معدہ مزید جلانے کی ضرورت نہیں۔۔۔"

شہرزاد نے اسکے ہاتھ سے چائے کا کپ زبردستی پکڑ کر ایک سائیڈ پر رکھا تو وہ اسکے محبت بھرے انداز پر مسکرا دی، دونوں بہنوں کے درمیان ایسا تعلق بہت سالوں بعد قائم ہوا تھا اور رومیصہ اس کے لیے بہت زیادہ ترسی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

درشہوار نے ماں کی طرف ایسے دیکھا، جیسے وہ پاگل ہو گئی ہوں۔۔۔

"کیا کہا آپ نے۔۔؟" اسے لگا جیسے اسکی سماعتوں کو دھوکا ہوا ہو، اس نے بے یقینی سے اپنے سامنے بیٹھیں ہوئیں تاجدار بیگم کو دیکھا، جو آج بطور خاص اس کے کمرے میں موجود تھیں۔۔

"کیوں کانوں میں تیل ڈال رکھا ہے تم نے۔۔۔" وہ ہلکا سا چڑ کر مزید گویا ہوئیں۔'

'دو دفعہ بتا چکی ہوں، تمہارے داجی کا فیصلہ ہے کہ انابیہ کے ساتھ ساتھ تمہاری بھی ارسل کے ساتھ رخصتی ہو گی۔۔"

"داجی تو واقعی ہی سٹھیا گئے ہیں ان سے کہیں کہ یہ ان کا اللہ اللہ کرنے کا ٹائم ہے، اوٹ پٹانگ، فیصلے کرنے کا نہیں۔۔۔" در شہوار نے بد تمیزی کی انتہاء کر دی، تاجدار بیگم نے بوکھلا کر اس کے کمرے کا دروازہ بند کیا کہ کہیں بیٹی کی باغیانہ آواز باہر کسی کے کانوں تک نہ پہنچ جائے۔

"دماغ تو لگتا ہے تمہارا خراب ہو گیا ہے، اچھی طرح جانتی ہو، ہمارے ہاں صرف خاندانوں میں شادیوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔۔" انہوں نے دانستہ طور پر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ان فیصلوں کا اطلاق کیا صرف خاندان کی عورتوں پر ہی ہوتا ہے، خاقان چچا کی خفیہ شادیوں کی گنتی بھول گئیں آپ۔؟" اسکی خود سری سے پہلی دفعہ تاجدار بیگم کو خوف آیا اور انہیں اپنے بیٹے برہان کا فیصلہ بالکل درست محسوس ہوا۔

"ان خفیہ شادیوں کا انجام بھول گئی ہو تم۔؟ کون جانتا ہے ان عورتوں کو، آج بھی خاقان کے حوالے سے صرف شارقہ اور ندرت کا نام ہی لیا جاتا ہے۔" تاجدار بیگم نے اس خاندان کی سب سے لاڈلی اور ضدی لڑکی کو جھنجھلا کر دیکھا۔

"مجھے اس چیز سے کوئی غرض نہیں، لیکن مجھے داجی کا یہ فیصلہ بھی منظور نہیں، میں ابھی اور اسی وقت ان کو خود انکار کر کے آتی ہوں۔۔" در شہوار فیصلہ کن انداز اٹھی اور تاجدار بیگم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا، انہوں نے گھما کر ایک زناٹے دار تھپڑ در شہوار کے منہ پر دے مارا، اسے دن میں تارے نظر آ گئے۔

"اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نکالا تو زبان کاٹ کر رکھ دوں گی۔۔۔" انہوں نے انگلی اٹھا کر مشتعل انداز سے اسے وارننگ دی، در شہوار نے بے یقین نگاہوں سے اپنی ماں کا یہ روپ پہلی دفعہ دیکھا۔

"تم کس بھول میں ہو۔۔؟ اس گھر میں اگر تمہیں پلکوں پر بیٹھا رکھا جاتا ہے تو یہ مت سمجھنا کہ تم میں کوئی سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں، اس کے پیچھے تمہارے ماں باپ کی اتنے سالوں کی محنت اور ریاضت ہے، ورنہ تین بیٹوں کی ماں کو کس طرح تمہارے باپ نے پورے خاندان کے سامنے آسمان سے اٹھا کر زمین پر دے مارا تھا، یہ واقعہ اتنا پرانا نہیں۔۔۔" تاجدار بیگم کا لہجہ سرد اور کاٹ دار تھا۔

در شہوار کی آنکھیں آنسوئوں سے بھر گئیں، ابھی تو اس نے محبت کی پہلی اڑان بھری تھی اور اس کے پر کاٹ دینے کا اعلان

کر دیا گیا تھا۔

تاجدار بیگم اسے ٹھیک ٹھاک سنا کر کمرے سے نکلیں تو وہ بھی تیر کی طرح برہان کے کمرے میں پہنچی، اب اسکا آخری سہارہ اسکا یہی بھائی تھا۔ جس کی وہ آجکل خوب چہیتی تھی اور اسے یقین تھا کہ وہ اس کا ساتھ ضرور دیں گے۔۔

دوسری طرف برہان، جب سے کیمپس سے گھر آئے تھے، مناہل کا نمبر ڈائل کر کر کے ان کی انگلیاں تھک گئیں تھیں، مناہل کا سیل نمبر مسلسل پاورڈ آف جارہا تھا اور جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا، برہان کے دل میں مختلف وہم سر اٹھا رہے تھے۔۔

"آخر کیا ہوا مناہل کو جو وہ مجھ سے ملے بغیر گھر چلی گئی۔۔۔؟" وہ اپنی کلاس لے کر سیدھے اسکے آفس پہنچے تو پیون نے اطلاع دی کہ میڈم، خراب طبعیت کی وجہ سے اپنی ساری کلاسز کینسل کر کے گھر جاچکی ہیں۔

اس اطلاع نے انہیں حیران کم اور پریشان زیادہ کیا، کیونکہ آخری دفعہ مناہل نے جب نے ان کے کلاس روم میں جھانکا تھا تو اس وقت اسکا چہرہ خاصا ترو تازہ اور فریش تھا، انہیں بہت زیادہ سوچنے کے بعد بھی ایسی کوئی بیماری یا کمزوری اسکے چہرے پر محسوس نہیں ہوئی۔

وہ اپنی سوچوں سے الجھ رہے تھے اور انہیں اندازہ نہیں ہوا کہ درشہوار ان کے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر آچکی تھی، برہان نے ایک لاتعلق سی نگاہ اس پر ڈالی اور اسکے چہرے پر موجود سراسیمگی سے انہیں اندازہ ہو گیا کہ تاجدار بیگم اس پر ارسل کے نام کا بم پھوڑ چکی ہیں۔

"بھائی، مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔" وہ ان کے سامنے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹختے ہوئے ہلکا سا جھجک کر گویا ہوئی۔

"اگر ارسل والا معاملہ ہے تو آئی ایم سوری، میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا، کیونکہ میرے خیال میں یہ ایک بہترین فیصلہ ہے۔" انہوں نے اس کے بولنے سے پہلے ہی اسے ہری جھنڈی دیکھائی۔ ویسے ہی انہیں درشہوار پر بے تحاشا غصّہ تھا، جو ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتی آئی تھی۔

درشہوار نے بوکھلا کر اپنے خاندان کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے شخص کو دیکھا، ان کے چہرے پر بھی وہی سختی، رعونت اور تکبر نظر آیا جو اس گھر کے زیادہ تر مردوں کے چہروں سے چھلکتا تھا۔ اپنے بھائی کا چہرہ اسے پہلی دفعہ اجنبی سا محسوس ہوا۔

"یہ میری زندگی ہے بھائی، اور مجھے اس چیز کا اختیار ہونا چاہیے کہ میں اپنی پسند سے کوئی فیصلہ کر سکوں۔۔" درشہوار نے اپنا مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

"آج تک تم اپنے لیے کوئی ڈھنگ کے کپڑوں اور جوتوں کا انتخاب تو کر نہیں پائیں، اور زندگی کا فیصلہ خود کرو گی، درشہوار

کچھ تو عقل سے کام لو۔۔" برہان کے استہزائیہ انداز پر وہ شاکڈ نظروں سے انکی طرف دیکھنے لگی۔۔

"ارسل میں کیا برائی ہے۔؟ وہ اس خاندان کا ویل ایجوکیٹڈ اور سینس ایبل لڑکا ہے اور اسکا ساتھ کسی بھی لڑکی کے لیے فخر بن سکتا ہے۔۔۔" وہ رکھائی سے بھرپور انداز سے بولے۔

"بھائی میں میں نے ارسل کو کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا۔۔" اسکی آنکھیں آنسوئوں سے لبالب بھر گئیں۔

"ہم اپنے خاندان کی لڑکیوں کو اس بات کی قطعا اجازت نہیں دیتے کہ وہ کسی شرعی تعلق سے پہلے کسی بھی لڑکے کو اس نظر سے دیکھنے کی کوشش کریں، تم بھی اپنی حدود میں رہو تو بہتر ہو گا۔۔۔" برہان نے ایک دفعہ پھر اس کی طبعیت درست کی۔

"بھائی، آپ کسی بات پر خفا ہیں مجھ سے۔۔" درشہوار کے منہ سے نکلنے والے اس سوال پر برہان ہلکا سا جھنجھلائے۔

"میں کیوں خفا ہوں گا تم سے، اور جائو مجھے اسٹوڈنٹس کی کچھ اسائنمنٹس چیک کرنی ہیں۔۔ انہوں نے بے رخی کی انتہاء کر دی۔

درشہوار نے چند لمحے اپنے بھائی کے چہرے پر موجود بے رخی اور بیزاری کو جانچنے کی کوشش کی اور پھر اکتا کر باہر نکل آئی، سامنے سے ارسل گنگناتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والے پورشن کی طرف جا رہا تھا، درشہوار کو اسے دیکھ کر کرنٹ سا لگا۔

"ایک منٹ ارسل، میری بات سنو پلیز۔۔۔" وہ بھاگ کر سیڑھیاں چڑھی اور حیران پریشان ارسل کا بازو پکڑ کر اسے دوبارہ نیچے لان کی طرف لے آئی۔ وہ گھر میں آنے والے اس طوفان سے بالکل بے خبر تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مونیکا، لاہور میں ذوالکفل کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کر چکی تھی۔

وہ اس کے لیے اللہ کا بہترین تحفہ تھا، شادی کے بعد اس کے شوہر نے سب سے پہلے اسکے شناختی کارڈ پر نام تبدیل کر کے اسکا پاسپورٹ بنوایا تھا۔ ذوالکفل کا تعلق معاشی طور پر ایک مضبوط خاندان سے تھا۔

وہ لبرٹی میں اپنے ایک ذاتی فلیٹ میں رہتا تھا اور اس کے پاس اپنے استعمال کے لیے ایک بہترین گاڑی تھی، وہ مونیکا کو باتوں باتوں میں کئی دفعہ بتا چکا تھا کہ اس کے والدین ٹھیک ٹھاک لینڈ لارڈ ہیں لیکن مونیکا نے کبھی ان باتوں میں دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی۔

ان دونوں کے فائنل ایگزام چل رہے تھے اور گھر سے آنے والی کالز سے اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ میکائیل پاکستان آ چکا ہے اور گھر میں اسکی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں اور دوسری طرف جوزف نے اپنے مکان کے سلسلے میں پریشر ڈالنے والے لوگوں سے اپنی بیٹی کی شادی تک مہلت مانگ لی تھی۔ اس لیے وہاں بھی کافی سکون تھا۔

وہ سارا کچن سمیٹ کر عشاء کی نماز پڑھ کر کمرے میں آئی تو ذوالکفل بیڈ پر لیٹا ہوا کوئی کتاب پڑھنے میں مگن تھا، وہ اس کے

برابر میں آن کر لیٹ گئی، اور اس نے اپنے شوہر کے بازو پر بڑی مان اور چاہت کے ساتھ اپنا سر رکھا۔

"کیا بات ہے آج بہت لاڈ آ رہے ہیں۔۔" وہ کتاب کا صفحہ پلٹتے ہوئے مسکرایا۔

"مجھے اپنے گھر والوں سے کب ملوائیں گے۔۔۔؟" اس فرمائش پر وہ حیران ہوا۔

"خیریت۔؟ آج بیٹھے بیٹھائے گھر والے کہاں سے یاد آ گئے۔۔" اس نے کتاب بند کر کے سائیڈ میز پر رکھ دی۔

"ہم اپنی اس شادی کو کب تک اپنے اپنے خاندانوں سے چھپا سکتے ہیں۔۔۔؟" وہ کچھ فکر مند تھی۔

"جب تک ہم دونوں اپنے اللہ کے گھر سے حاضری دے کر واپس نہیں آ جاتے۔۔۔" ذوالکفل کی اس بات پر وہ بے چینی سے اٹھ بیٹھی۔

"کیا ہم جا رہے ہیں۔؟ اور کب۔۔۔" ایک فطری خوشی نے اس کے سارے وجود کا احاطہ کیا۔

"انشاء اللہ اسی ہفتے ویزہ لگ کر آ جائے گا اور اس کے فوراً بعد ہم نکل جائیں گے۔۔" اپنے شوہر کی اس بات پر اسکا دل تشکر کے گہرے احساس سے بھر گیا اور اسے بے اختیار ہی اپنے اللہ پر پیار آیا۔۔

اگلے دن وہ آخری پیپر دے کر گھر آئی تو مارتھا کی کال نے اسے تشویش میں مبتلا کیا، وہ اسے فوراً ملتان واپس آنے کا کہہ رہی تھیں۔

"میرے دو پیپرز ابھی رہتے ہیں، میں اتنی جلدی نہیں آ سکتی۔۔۔" اس نے دل پر جبر کر کے جھوٹ بولا، تو دوسری طرف مارتھا کو مایوسی ہوئی۔

"تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس کر دی گئی ہے۔۔۔" اس اطلاع نے اسے پریشان کیا۔

"آپ کو اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت تھی، مجھے سکون سے پیپرز تو دینے دیں۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلا گئی۔

"تمہارے پیپرز اس اتوار تک مکمل ہو جائیں گے اور تم فوراً واپس آ جانا، بیچ میں پورے ایک ہفتے کا گیپ ہے۔۔" مارتھا اپنا پورا حساب کتاب کر چکی تھی اور ویسے بھی یہ اس کے گھر کی پہلی شادی تھی اس لیے اس کے والدین کا پریشان ہونا بنتا تھا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔" مونیکا نے بیزاری سے کہہ کر فون بند کر دیا، اور خود سر پکڑ کر بیٹھ گئی، اسے اس وقت شدت سے احساس ہوا کہ اسے اپنے والدین کو اس شادی کا بتا دینا چاہیے کیونکہ اس کی شادی میں بہت کم دن رہ گئے تھے۔ سارا دن اسکا پریشانی میں گذرا۔

رات کو ذوالکفل بڑے پرجوش انداز میں گھر آیا اور اس نے اسے عمرے کا ویزہ لگنے کی خوشخبری سنا دی۔ جسے سن کر کئی سیکنڈ کے لیے اسکا منہ کھلا اور پھر بند ہونا بھول گیا، وہ اس کے اندرونی احساسات کا بہت اچھی طرح سے اندازہ کر سکتا تھا۔ مونیکا

خاموش تھی لیکن اسکی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہہ رہے تھے اور اسکا رواں رواں اپنے خدا کا مشکور تھا۔

ٹھیک پانچ دن بعد جب اسے اپنی شادی میں شرکت کرنے کے لیے ملتان جانا تھا، وہ اس وقت سعودیہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی اور مارتھا کے گھر میں ایک کہرام مچا ہوا تھا کیونکہ مونیکا کا ڈاک کے ذریعے بھیجا جانے والا خط اس کے گھر والوں کو مل چکا تھا جس میں اس نے اپنی شادی کا اعتراف کر کے نکاح نامے کی فوٹو کاپی اور ایک تصویر بھیجی تھی اور اس نے ان کے پورے گھر پر ایک قیامت برپا کر دی تھی، وہ شاید اسکی شادی کو قبول بھی کر لیتے لیکن ان کے نزدیک اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنا ایک ایسی غلطی تھی جسے وہ لوگ مر کر بھی معاف نہیں کر سکتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مری کے پہاڑوں پر جمی برف پر موسم بہار نے کوئی اثر نہیں ڈالا۔۔

البتہ دھوپ کھل کر نکلنے کی وجہ سے پہاڑیاں چمکنے لگی تھیں۔۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے قدرت نے ہر طرف سفید رنگ کا چونا پھیر دیا ہو۔

ہادی اور سعد آفس سے ابھی ابھی گھر پہنچے تو مسز قریشی کی کال نے اسے بوکھلا دیا۔

"ہادی تم فوراً گھر پہنچو، مناہل کا شاید کسی دوست سے جھگڑا ہو گیا ہے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے آج رات دوبئی جا رہی ہے اور وہاں سے پرسوں فلائیٹ ہے اسکی جدہ کی۔۔۔"

"لیکن ابھی تو اس کے تھیسس کا ڈیفنس باقی ہے، آپ نے پوچھا نہیں، کہ کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔" وہ پریشان ہوا۔

"مجھے کچھ نہیں بتا رہی وہ، بہت زیادہ ڈپریشن کا شکار ہے، اللہ جانے کیا ہوا ہے، ہادی میرا تو دل سخت گھبرا رہا ہے اور تمہارے پاپا بھی سمجھا سمجھا کر تھک گئے ہیں اسے۔۔۔" مسز قریشی کا لہجہ پریشانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"ماما پلیز ڈونٹ ووری میں، آ رہا ہوں۔۔۔" اس نے سامنے رکھی کھانے کی ٹرے سے نظریں ہٹائیں اور اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی۔ سعد نے پریشانی سے

اسکا چہرہ دیکھا۔ "کیا ہوا۔۔۔؟ سب خیریت تو ہے ناں۔۔؟"

"شاید معاملہ کچھ گڑبڑ ہے، ماما کی کال آئی ہے کہ مناہل اچانک دوبئی جا رہی ہے، اس لیے مجھے اسلام آباد جانا ہو گا۔۔۔"

"کوئی پریشانی کی بات ہے تو میں تمہارے ساتھ چلوں۔۔؟" سعد بھی فوراً کھڑا ہوا۔

"تم کیا کرنے جاؤ گے۔۔۔؟" وہ حیران ہوا۔۔

"ظاہر ہے رات کو تم واپس تو آؤ گے ناں، کل ورکنگ ڈے ہے، اچھا ہے میں بھی اسلام آباد میں ایک دو کام نبٹا لوں

گا۔۔۔"

چلو پھر کھانا بھی گھر جا کر ہی کھاتے ہیں۔۔" ہادی اپنے ملازم کو ضروری ہدایات دے کر باہر نکلا۔

اس کی گاڑی جیسے ہی میر ہائوس کے سامنے سے گذری، سامنے والے لان میں ارسل کے ساتھ بیٹھی درشہوار نے سر اٹھا کر بے تابی سے اسکی طرف دیکھا، ڈرائیونگ سیٹ پر موجود ہادی کو دیکھ کر اسکا دل بے اختیار دھڑکا۔ہادی نے کوفت بھرے انداز میں گاڑی کو اسپیڈ دی۔۔

وہ دونوں ایک گھنٹے بعد گھر پہنچے تو مناہل کا بڑا بریف کیس اور ساتھ ایک ہینڈ کیری ٹی وی لائونج میں رکھا ہوا تھا، جبکہ مسز قریشی اور عبداللہ صاحب پریشانی کے عالم میں وہیں موجود تھے، ہادی کے دوست سعد کو دیکھ کر مسز قریشی نے خود پر ضبط کیا، ورنہ وہ اسے دیکھتے ہی شروع ہو جاتیں۔۔

"کہاں ہے منو۔۔؟" اس نے بھی لاپرواہی سے پوچھا۔۔

"اپنے روم میں۔۔۔" جواب اسکے باپ کی طرف سے آیا۔۔

"سعد تم ماما، پاپا کے پاس بیٹھو، میں ذرا اس سے مل کر آتا ہوں۔۔۔" وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مناہل کے کمرے کے باہر پہنچا، ہلکا سا دروازہ ناک کر کے وہ اندر داخل ہوا، سامنے مناہل ڈریسنگ کے سامنے کھڑی لپ اسٹک لگا رہی تھی، اسے دیکھ کر وہ دانستہ ہلکا سا رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔۔۔

"ہیلو ڈرامہ کوئین، یہ کیا چل رہا ہے گھر میں۔۔۔؟"

"پتا تھا مجھے ممانی جان اب تمہیں ہی بلوائیں گی۔۔۔" اس نے آئی شیڈ اٹھا کر اپنی آنکھوں کا میک اپ گہرا کرنے کی دانستہ کوشش کی۔

ہادی کو اسکے انداز میں ایک غیر معمولی پن سا محسوس ہوا، وہ آہستگی سے اسکے پیچھے آن کھڑا ہوا، ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں مناہل کا افسردہ چہرہ، متورم آنکھیں اور نڈھال وجود صاف دیکھائی دے رہی تھیں۔۔

"آنکھوں کی سرخی اور اداسی کو دنیا کا کوئی میک اپ نہیں چھپا سکتا۔۔۔" اس نے نرمی سے آئی شیڈ اسکے ہاتھ سے پکڑ کر دوبارہ ڈریسنگ پر رکھا۔

"کیا بات ہے۔۔۔۔۔؟ وہ جانچتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"کیا چھپا رہی ہو تم مجھ سے۔۔۔؟ اس نے اگلا سوال کیا۔۔

"کچھ نہیں۔۔۔" مناہل کا چہرہ زرد ہوا۔۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔" ہادی نے زبردستی کندھے سے پکڑ کر اسکا چہرہ اپنی طرف کیا۔

مناہل کا خود پر لگایا ہوا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا، وہ جذباتی انداز میں اسکا بازو پکڑ کر بچوں کی طرح سسکنے لگی۔ چند گھنٹوں میں وہ بالکل ٹوٹ چکی تھی، برہان نے اسکا سارا مان توڑ دیا تھا۔

وہ محبت جس کے بل بوتے پر وہ ساری دنیا کو فتح کرنے کے لیے نکلی تھی، وہی محبت ایک کونے میں کھڑی اسکا منہ چڑا رہی تھی۔

"منو، میری جان کیا ہوا ہے۔۔؟" وہ ایکدم گھبرا گیا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر نرمی سے تھپکنے لگا، وہ کسی خوفزدہ بچی کی مانند اسکے چوڑے شانے سے چپکی ہوئی بے اختیار رو رہی تھی، اور اسکے آنسو، ہادی کی شرٹ کو نم کرنے کے ساتھ ساتھ اسکے دل میں طرح طرح کے خدشات ابھار رہے تھے۔

"برہان نے کچھ کہا ہے تم سے۔۔۔؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا، اس بات پر اس کے رونے کی شدت میں اضافہ ہوا تو ہادی کو اپنے سارے اندیشے سچ ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔

"کیا کہا ہے اس نے تمہیں۔۔۔؟" اسکا دل بے ہنگم انداز میں دھڑکا۔۔ "بتاؤ مجھے، ورنہ میں ابھی جا کر اسکا گریبان پکڑ لوں گا۔۔۔"

"اسے کچھ بھی مت کہنا، مجھے اس جیسے خود غرض اور جھوٹے انسان سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔ میرے لیے وہ صبح دس بج کر سولہ منٹ پر مر گیا تھا۔۔"

"اچھا تو اس کی تدفین کرنے جا رہی ہو دوبئی۔۔۔؟" اس نے ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

"بس یہی سمجھ لو، تم سچ کہتے تھے، وہ پورا خاندان ہی جھوٹوں کا ہے، لوگوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں وہ لوگ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔۔۔" وہ بُری طرح سے ٹوٹ چکی تھی۔

"لیکن پتا بھی تو چلے کہ آخر اس کی اصلیت کیسے کھل کر تمہارے سامنے آئی۔۔؟" وہ حیران ہوا۔

"مناہل نے اپنے بیگ کی زپ کھول کر اندر سے ایک انویٹیشن کارڈ نکالا اور اسکی طرف بڑھایا وہ اسے کھولے بغیر بھی جان سکتا تھا کہ یہ کس کی شادی کا کارڈ ہے، اسے مناہل کا دکھ اپنے اندر اترتا ہوا محسوس ہوا۔

"اتنے سالوں سے اسکا نکاح ہو چکا تھا اسکی کزن انابیہ کے ساتھ اور اس نے یہ بات مجھ سے چھپائے رکھی۔۔۔" وہ ایک دفعہ پھر رو دی۔

"تم نے اسے کچھ کہا نہیں۔؟ اس کا منہ نہیں توڑا، جب اس نے یہ کارڈ تمہیں دیا۔۔" ہادی کو ایکدم غصّہ آیا۔

"اسے تو علم بھی نہیں کہ میں اسکی حقیقت جان چکی ہوں۔۔۔" وہ آنکھوں میں پھیلا ہوا کاجل ٹشو سے صاف کرنے لگی۔

"تمہیں درشہوار نے بتایا ہے کیا۔۔؟"

"نام مت لو اس لڑکی کا بھی میرے سامنے، وہ بھی اپنے بھائی کی طرح خود غرض اور دو نمبر ہے، مجھ سے کئی دفعہ فون پر بات کی لیکن اس نے بھی کبھی اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا، یہ کارڈ تو شاید انابیہ نے پوسٹ کیا ہے مجھے۔۔۔"

"انابیہ۔۔۔ یہ کون ہے۔۔۔؟" وہ ہلکا سا چونکا۔

"برہان کی کزن، جو میری اسٹوڈنٹ بھی ہے اور اسی کے ساتھ نکاح ہوا ہے اس چیپ انسان کا۔۔۔" مناہل فل ٹائم اس پر تپی ہوئی تھی۔

"ادھر بیٹھو اور اب تفصیل سے بتاؤ کہ کس نے تمہیں کیا بتایا ہے۔۔۔؟"

وہ خاموشی سے مناہل کی داستان سنتا رہا، اس کے پاس بتانے کے لیے کچھ بہت زیادہ ڈیٹیل نہیں تھی لیکن محبت کے اس سفر میں اتنی بڑی بے ایمانی نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جب وہ مسلسل بیس منٹ بولنے کے بعد چپ ہوئی تو اسکا اچھا خاصا کتھارسس ہو چکا تھا۔

"منو، تم اس شخص کے لیے اپنا کیئریر تباہ کرو گی جو اتنے سال تمہیں بے وقوف بناتا رہا۔۔" ہادی نے نرمی سے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنائیت سے پوچھا۔

"میں اسکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔" وہ بچگانہ انداز میں بسوری۔۔۔

"بے وقوف لڑکی، ایسے لوگوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہونے کا ہی تو اصل لطف ہے، تم کہیں نہیں جاؤ گی، اسی کیمپس میں رہ کر اسکا سامنا کرو گی، وہ خود تم سے نظریں چھپاتا پھرے گا، کیونکہ دھوکا اس نے دیا ہے، تم نے نہیں۔۔"

"یہ بہت مشکل ہے، میں نہیں کر پاؤں گی۔۔۔" اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"یہ کوئی مشکل نہیں ہے، تم اس کو روز آئینہ دیکھاؤ گی، وہ روز مرے گا۔ تم سے چھپنے کے لیے اسے دنیا میں کوئی اوٹ نہیں ملے گی، اگر میدان چھوڑ کر بھاگ جاؤ گی تو وہ تو مزے سے اپنی نئی زندگی میں مگن ہو جائے گا۔۔۔" ہادی کی بات پر اس نے نظریں اٹھا کر اسکی طرف دیکھا۔

"تم بالکل ٹھیک کہتے ہو ہادی، میں اسے ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گی، لیکن ابھی مجھے جانے دو۔۔۔" اس نے نظریں چرائیں تو وہ جھنجھلا گیا۔

"آخر کیوں۔۔۔؟ جو کام کل کرنا ہے وہ آج کیوں نہیں۔۔"

"اسکی شادی کا ہنگامہ جیسے ہی ختم ہو گا، میں واپس آ جائوں گی، ابھی میں اتنی بہادر نہیں ہوئی ہوں، مجھے تھوڑا ٹائم دو پلیز ---"

ہادی نے کارڈ کھول کر شادی کی ڈیٹ دیکھی۔ "پھر وعدہ کرو مجھ سے، دس اپریل کو تم یہاں اپنے کمرے میں دوبارہ موجود ہو نگیں۔۔۔"

اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ پکڑ کر اس سے وعدہ لیا تو مناہل نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلکا دیا۔

ویسے بھی کتھارسس کے بعد وہ اب کافی ریلکس تھی اور اسی لیے جب وہ مسکراتی ہوئی باہر نکلی تو مسز قریشی کے ساتھ ساتھ عبداللہ صاحب نے بھی سکون کا سانس لیا۔ سامنے صوفے پر بیٹھے سعد نے چونک کر اس لڑکی کو دیکھا، اسکی آنکھیں رونے کے بعد خاصی نکھر گئی تھیں، لیکن پورے وجود پر ایک محسوس کی جانے والی سوگواریت کا راج تھا۔

سعد کی نظریں بھٹک بھٹک کر مناہل کیے چہرے کا طواف کر رہی تھیں، یہ ان دونوں کی پہلی باضابطہ ملاقات تھی اور مناہل نے اسے بالکل بھی مخاطب نہیں کیا تھا حالانکہ ہادی نے دونوں کا تعارف بھی کروایا تھا۔۔۔

"چلو بھئی سعد، اسکوائیر پورٹ پھینک کر پھر ہم مری کے لیے نکلتے ہیں۔۔۔" ہادی ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ میز پر رکھ کر کھڑا ہوا۔

"منو جلدی واپس آنا ہے بیٹا، ورنہ ہمارا گھر ویران ہو جائے گا۔۔۔" مسز قریشی نے اسکے ماتھے کا بوسہ لیا۔

"ہادی کی شادی کریں ناں، کب تک خالی ہاتھ لٹکاتا پھرے گا۔۔۔" اس نے خود کو فریش ظاہر کرنے کی دانستہ کوشش کی۔

"اگلی بار تم دونوں کو ایک ساتھ ہی نبٹائیں گے۔۔۔" عبداللہ صاحب نے محبت بھرے انداز میں کہا۔۔

"ایسی باتیں تو لازمی کریں آپ، تاکہ وہ ڈر کر واپس آنے کا ارادہ ہی ملتوی کر دے۔۔۔" ہادی نے اپنی گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا۔

"بے فکر رہو، تمہاری بہن ہوں، بزدل نہیں ہوں میں۔۔۔" مناہل نے خود کو سعد کی نظروں سے بچانے کے لیے اپنے بیگ سے گلاسز نکال کر آنکھوں پر لگائے اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

وہ گھر سے نکلتے نکلتے سعد کا سارا سکون بھی ساتھ ہی چرا کر لے گئی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارسل کو تو لگتا تھا کسی نے مسلسل چلنے کی بد دعا دے دی تھی۔۔۔

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ لگاتار اپنے ہی کمرے میں ٹہل رہا تھا، در شہوار نے جو صور اسکے کانوں میں پھونکا تھا، اسکی بازگشت

سے ابھی بھی اسے اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔۔

"ارسل، اب سوچ لو تم، کیا کرنا ہے۔۔" درشہوار تازہ دم ہو کر دوبارہ اسکے کمرے میں موجود تھی۔

"یہ شادی تو میں بالکل نہیں کر سکتا۔۔" اس نے رومیصہ کی آنے والی کال کاٹتے ہوئے اسے اطلاع دی۔

"تو میں کون سا مری جا رہی ہوں تم سے شادی کرنے کے لیے، اسی لیے تو کہہ رہی ہوں، کچھ کرو، برہان بھائی نے تو صاف ہری جھنڈی دیکھا دی ہے اور باقی کسی سے مجھے کوئی امید نہیں، اب صرف تم رہ گئے ہو۔۔۔" وہ بُری طرح چڑ کر گویا ہوئی۔۔

"لیکن مجھ سے تو ابھی تک کسی نے اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کی، نہ نانا ابا نے نہ ماموئوں میں سے کسی نے مجھ سے میری رائے مانگی، آخر میری رضامندی کے بغیر میری زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ یہ لوگ کیسے کر سکتے ہیں۔۔" وہ بُری طرح سے تپا ہوا تھا۔

"اس لیے کہ وہ تمہیں اس قابل نہیں سمجھتے کہ تم سے کچھ پوچھیں، تم تو ان کے غلام ہو، ظاہر ہے انہوں نے تمہاری پرورش کی ہے، اب اس چیز کا خراج تو تمہیں دینا ہی پڑے گا۔۔۔" درشہوار مسلسل اسے بھڑکا رہی تھی۔

"میں ان کے گائوں کا کوئی کمی کمین نہیں ہوں، جو ان کی خیرات پر پلا ہوں، میرے والدین کروڑوں کی جائیداد چھوڑ کر مرے ہیں، ان کی ایک ایک چیز میں میرا اور نمیرہ کا حصّہ نکلتا ہے۔۔" وہ آتش فشاں کی مانند پھٹا۔

"یہ باتیں مجھے نہیں، ان سب کو بتانے کی ضرورت ہے، جو بیٹھ کر دوسروں کی زندگیوں کے فیصلے کرتے ہیں۔۔" درشہوار انتہائی بدظن ہو چکی تھی اور برہان سے مایوس ہو کر اب اس نے ڈاریکٹ ارسل کی مدد لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔۔

اسی وقت ملازمہ ہلکا سا دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوئی، دونوں نے چونک کر اسکی طرف دیکھا، ارسل کا بلاوہ آچکا تھا اور درشہوار اسے کمرے سے نکلنے تک بھڑکا رہی تھی۔ یہی وجہ سے تھی کہ جب وہ میر حاکم کے خواب گاہ تک پہنچا تو اسکا دماغ اس وقت کھول رہا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اسے دھچکا لگا، سامنے اسکے دونوں ماموں، میر خاقان، میر محتشم کے ساتھ حاکم علی خود بھی موجود تھے اور پاس ہی خوشی سے بحال انداز میں بیٹھیں ہوئی ندرت بیگم موجود تھیں، جنہیں زندگی میں پہلی بار یہ اعزاز بخشا گیا تھا کہ وہ اس خاندان کے کسی فیصلے کا حصّہ بن سکیں، اس لیے ان کی یہ خوشی ان کے برابر میں بیٹھیں ہوئی انکی جیٹھانی تاجدار بیگم کو سخت ناگوار گذر رہی تھی۔

ارسل نے اندر داخل ہوتے ہی سب کو ہلکا سا گڑبڑا کر سلام کیا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت گھر کے سبھی بڑے یہاں موجود ہونگے۔ وہ خاموشی سے سامنے رکھے کائوچ پر میر خاقان سے قدرے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

میر حاکم علی اپنی چھڑی پر زور دے کر کھڑے ہوئے، وہ اپنے سارے اہم فیصلے اسی طرح کھڑے ہو کر کیا کرتے تھے۔ یہ

ان کا مخصوص انداز تھا جو اس گھر کے سبھی مکین جانتے تھے۔

"دیکھو ندرت، تمہارا تعلق ہمارے خاندان سے براہ راست تو نہیں لیکن شجرہ نسب کہیں نہ کہیں سے آپس میں جا ملتا ہے اور ہم نے تمہیں خاقان کی دوسری بیوی کے حوالے سے کھلے دل سے قبول کیا۔۔" میر حاکم کی اس غیر متعلقہ بات پر ارسل کے ساتھ ساتھ ندرت بھی چونکیں۔

"تمہیں اللہ نے اولاد نہیں دی تو ہم نے اپنا نواسہ اور نواسی دونوں تمہاری گود میں ڈال دیئے، اور مڑ کر تم سے نہیں پوچھا کہ تم نے ان کی تربیت کیسے کی۔؟ ان کو کیسے پالا، انہیں خاندانی روایات سیکھائیں یا نہیں سیکھائیں۔۔؟" میر حاکم کی اس بات پر ندرت بیگم ہلکا سا سہم گئیں۔

"آج تک اس گھر میں ہونے والے فیصلوں میں کبھی کسی کی اولاد سے یہ نہیں پوچھا گیا کہ انہیں ہمارا یہ فیصلہ منظور ہے کہ نہیں، کیونکہ ہمیں اپنی اولاد پر پورا مان اور بھروسہ ہوتا ہے۔۔" ان کی اس بات پر ارسل کے دل ودماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی۔

"ابا جی، انشاء اللہ ارسل اور نمیرہ بھی کبھی آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔۔" وہ محتاط انداز میں گویا ہوئیں۔

ندرت بیگم کی اس بات پر ارسل نے دہل کر اپنی ماں کا چہرہ دیکھا، جنہوں نے اسے جنم نہیں دیا تھا لیکن ان دونوں بہن بھائیوں کو اس وقت گود میں لیا، جب انہیں ماں کی سخت ضرورت تھی، انہوں نے اپنی راتوں کی نیندیں ان دو بچوں کے لیے حرام کیں، اور خاندانی معاملات میں ان کے لیے ویسے ہی بولیں، جیسے کہ ایک ماں اپنے بچوں کے حق میں بولتی ہیں۔

کمرے میں سناٹے کا راج تھا۔ میر حاکم علی ٹہل رہے تھے اور اسی وقت ارسل کے سیل فون کی گھنٹی نے کمرے کے ماحول میں ارتعاش برپا کیا۔۔ اس نے بوکھلا کر رومیصہ کی کال کاٹی۔ شاید دوسری طرف اس کا دل بھی کسی انہونی کے احساس کو جگا چکا تھا۔

"اب وہ وقت آچکا ہے کہ ہم اپنے ان بچوں کی زندگیوں کے بارے میں بھی کچھ فیصلے کر سکیں۔۔" وہ دوٹوک انداز میں گویا ہوئے۔

اس سے پہلے کہ ارسل میر حاکم کے لہجے کی سنگینی پر غور کرتا، اس کے سیل فون کی مترنم گھنٹی ایک دفعہ پھر گونجی اور میر حاکم کے ضبط کی دھجیاں اڑا گئی۔ ایسی گستاخی کی اجازت تو انہوں نے کبھی اپنے بیٹوں کو نہیں دی تھی، جو اپنے باپ کے پاس کسی خاص پنچایت کے دوران اپنے سیل فونز کی آوازیں بند کر کے بیٹھتے تھے۔

میر حاکم علی غصے سے آگے بڑھے، ارسل کے ہاتھ سے سیل فون چھینا اور کمرے کی کھڑی کھول کر مشتعل انداز سے باہر اچھال دیا۔ کمرے میں موجود سب لوگوں کو گویا سانپ سونگھ گیا۔ ارسل کی تو یہ حالت تھی جیسے کاٹو تو بدن سے لہو کا ایک قطرہ نہ نکلے۔۔۔

''تم نے اسے یہ تمیز سیکھائی ہے، بڑوں کی محفل میں بیٹھنے کی۔۔۔'' انہوں نے ندرت بیگم کو جھاڑا تو ندرت کا منہ سرخ ہو گیا۔

''آئی ایم سوری۔۔۔!!!'' ارسل کے سارے حوصلے پست ہو گئے۔

''آپ صرف اپنا فیصلہ سنائیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔۔'' خاقان علی نے کمرے کے ماحول کو تھوڑا ٹھنڈا کرنے کی دانستہ کوشش کی۔ ویسے بھی وہ اس وقت ارسل کے سرپرست کی حثیت سے یہاں موجود تھے۔۔

''فیصلہ یہی ہے کہ انابیہ کی رخصتی کے ساتھ درشہوار کا ارسل سے نکاح ہو گا۔۔'' ان کے اس اعلان پر ارسل کا رنگ اڑا۔

''اور اس کے ساتھ ساتھ میرا یہ فیصلہ بھی ہے کہ نمیرہ اور شاہ میر کی منگنی کا بھی اعلان کر دیا جائے۔۔''

حاکم علی کے اگلے فیصلے پر تاجدار بیگم پر تو گویا خودکش حملہ ہوا انہوں نے حواس باختہ نظروں سے اپنے سسر کو دیکھا، جنھوں نے اس فیصلے کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی، انہوں نے بے چینی سے پہلو بدلا کیونکہ وہ جانتی تھیں شاہ میر اس فیصلے پر طوفان کھڑا کر دے گا، قدرت نے ان کی اولاد کو آزمائش کی صورت میں ان کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔۔

''کسی کو میرے فیصلے پر اعتراض تو نہیں۔۔۔؟؟؟'' میر حاکم علی نے رسماً پوچھا۔

ارسل نے احتجاجی نظروں سے ندرت بیگم کی طرف دیکھا، جن کی آنکھوں میں اس وقت التجا کا ایک جہان آباد تھا بس ہاتھ جوڑنے کی کسر باقی رہ گئی تھی، حاکم علی کے اس فیصلے نے جہاں ارسل کی بتی بجھائی تھی وہاں میر خاقان کا دل بھی خاصا خراب کیا جو اپنی بیٹی طوبی کے لیے شاہ میر کا سوچے بیٹھے تھے اور چونکہ ان کے ہاں خاندان سے باہر شادیوں کا کوئی رواج نہیں تھا اس لیے انہیں ابھی سے اپنی بیٹی کسی غلط فیصلے کی بھینٹ چڑھتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔۔۔

شہر زاد کا دروازہ زور زور سے بجا، وہ گہری نیند سے بیدار ہوئی اور اس نے وال کلاک پر ٹائم دیکھا تو صبح کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔ اس نے ہڑبڑا کر دروازہ کھولا تو سامنے ملازمہ نیند بھری آنکھوں کے ساتھ موجود تھی اور اسکے ہاتھ میں کارڈلیس تھا۔

''بی بی جی، کسی صاحب کی بار بار کال آ رہی ہے اور آپ سے بات کروانے کا کہہ رہے ہیں۔۔۔''

''مجھ سے۔۔۔'' اس نے پریشانی سے ریسیور پکڑا۔۔۔

''شہر زاد اپنا سیل فون آن کرو، میں تمھیں کال کر رہا ہوں۔۔۔'' ہم زاد کے لہجے کی سنگینی پر اسکا دل دھڑکا، اس نے بے اختیار سائیڈ میز پر موجود اپنا سیل فون

چارجر سے اتارا، جسے اس نے رات سوتے وقت بے دھیانی میں پاورڈ آف کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جائو۔۔" اس نے روم کا دروازہ لاک کر کے اپنے سیل فون کو آن کیا۔۔

"میں مانتی ہوں اس وقت امریکہ میں دن ہو گا، لیکن انسان کم از کم دوسروں کی ٹائمنگز کا ہی خیال کر لیتا ہے۔۔۔" اس نے ہم زاد کی کال اٹینڈ کرتے ہی شکوہ کیا، لیکن دوسری طرف سے آنے والی اطلاع نے اسکے چودہ طبق روشن کر دیئے۔۔

"میرے پاس تمہارے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔۔"

"وہ کیا۔۔۔؟" شہر زاد کی دھڑکن بے ربط ہوئی۔

"رومیصہ کیس کے اہم گواہ، صارم خان کا مرڈر کر دیا گیا ہے۔۔" اس نے اسکی سماعتوں میں بم گرایا۔

"واٹ۔۔۔؟" وہ ایک دم چیخی۔۔۔ "کب، کس وقت۔۔۔؟"

"ابھی ایک گھنٹہ پہلے اور بظاہر یہ ڈکیتی کی واردات ہے لیکن میرے سورسز بتاتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں۔۔۔"

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!! کس نے کیا یہ سب۔۔۔؟"

"وہی جو رومیصہ سہگل کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہتے ہیں، سنو شہر زاد تم ارتضی سے کہہ کر اپنے گھر کی سیکورٹی بڑھا دو، یا مجھے بتائو، میں کچھ پرائیوٹ گارڈز کا انتظام کر دیتا ہوں۔۔۔" وہ اتنی دُور بھی اس کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔

"کیا رومی کی جان کو بھی خطرہ ہے۔۔۔؟" وہ فطری پریشانی میں مبتلا ہوئی۔

"نہیں۔۔۔" ہم زاد کی بات پر وہ چونکی۔ "تو پھر ایسی بات کیوں کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟"

"شہر زاد تمہاری جان کو خطرہ ہے اور تمہیں کچھ ہو، یہ میں ہونے نہیں دوں گا، میں کل واپس آ رہا ہوں۔۔" وہ فون بند کر چکا تھا اور شہر زاد کی آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی۔ اس نے کچھ سوچ کر ارتضی حیدر کا نمبر ملایا، گہری نیند میں ڈوبی ہوئی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"ارتضی، میں شہر زاد بات کر رہی ہوں۔۔" اس کی فون کال نے دوسری طرف موجود ارتضی کی بھی نیند غارت کی۔ "خیریت تو ہے ناں سب۔۔؟"

"صارم خان کا مرڈر ہو گیا ہے تھوڑی دیر پہلے۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟" فون کال کی دوسری جانب موجود ارتضی کو بھی دھچکا لگا۔ "ایک منٹ مجھے ٹی وی آن کرنے دیں۔۔"

کچھ ہی سیکنڈ کے بعد کمرے میں ٹی وی کی آواز گونجنے لگی، وہ تیزی سے چینلز سرچ کر رہا تھا۔ "ٹی وی پر تو ایسا کچھ نہیں چل رہا، میں اس علاقے کے پولیس اسٹیشن میں فون کر کے رپورٹ لیتا ہوں۔۔۔"

”ارتضی میں اپنے سورسز کے مطابق کہہ رہی ہوں ناں، کہ اسکا ایک ڈکیتی کے واقعے میں مرڈر کر دیا گیا ہے، تو آپکو یقین کر لینا چاہیے۔۔“ اسکا جتاتا ہوا لہجہ ارتضی کو خفت میں مبتلا کر گیا، تبھی اس نے ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔

”بہت تیز سورسز ہیں آپ کے، میڈیا سے پہلے آپکو اطلاع پہنچ گئی۔۔۔“

”میرا تو خیال ہے، اس علاقے کے تھانے میں بھی یہ خبر نہیں پہنچی ہو گی، آپ وہاں پہنچ کر اس کا کریڈٹ لے سکتے ہیں۔۔“ شہر زاد نے طنزیہ لہجے میں اپنی بات مکمل کر کے فون بند کر دیا۔ دوسری طرف وہ خاصا شرمندہ ہو چکا تھا۔

اسے اپنے کمرے میں گہری گھٹن کا احساس ہوا، اور وہ اپنے کمرے میں موجود ٹیرس کی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

اسکا کمرہ گھر کے مین گیٹ کے عین سامنے تھا، جہاں سے لان اور باہر سڑک کا منظر بھی صاف دیکھائی دیتا تھا، گیٹ پر موجود چوکیدار کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا اور سیکورٹی گارڈز اسے کہیں نظر نہیں آئے، اس نے اپنے سیل فون سے چوکیدار کا نمبر ملایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔

”فضل، سیکورٹی گارڈز کدھر ہیں دونوں۔۔۔“ شہر زاد کی آواز نے چوکیدار کو الرٹ کر دیا۔

”بی بی جی، باہر والے کیبن میں ہونگے۔۔۔“

”چیک کر کے مجھے بتائو۔۔۔“ اس نے فون کال بند نہیں کی، لیکن وہ اس سیاہ رنگ کی کار کو دیکھ کر ضرور چونکی، جو اسکی گلی سے پانچ منٹ کے وقفے کے بعد دوبارہ گذری تھی۔ چوکیدار کے ساتھ ڈھیلے ڈھالے انداز میں اندر آنے والے سیکورٹی گارڈز کو اس نے ٹیرس پر کھڑے بھانپ لیا تھا کہ وہ انہیں گہری نیند سے بیدار کر کے لایا ہے۔۔

شہر زاد تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں اتر کر اپنے سیٹنگ روم میں پہنچی اور دروازہ کھول کر جیسے ہی باہر نکلی، سیکورٹی گارڈز اسے دیکھ کر الرٹ ہو گئے۔ اگلے دس منٹ ان کی جھاڑ پٹی کر کے وہ اوپر پہنچی۔ اسے ہم زاد کی باتوں نے تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اپنے حوالے سے وہ کبھی بھی زیادہ کونشس نہیں ہوئی تھی۔

لیکن صارم خان کی موت نے اسے پھر ایسے پوائنٹ پر لا کھڑا کیا تھا، جس میں رومیصہ کو آنے والے دنوں میں کافی مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا، دور سے آنے والی فجر کی پہلی اذان پر اس نے وضو کیا اور اپنے اللہ کے سامنے گڑگڑا کر دعا کی۔

صبح وہ ناشتے کے لیے ڈائننگ ہال پہنچی تو سامنے رومیصہ اور ٹینا بیگم کو انتہائی صدمے کی کیفیت میں پایا، ٹینا بیگم ہاتھ میں چائے کا مگ پکڑے بیٹھیں تھیں اور انہیں شاید اس بات کا احساس ہی نہیں تھا تبھی چائے پر گہری ملائی کی تہہ جم چکی تھی۔۔

”شیری، تمہیں صارم کا پتا چلا۔۔۔؟“ رومی نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"ہاں، کیا بتار ہے ہیں ٹی وی پر۔۔؟ وہ خود کو کافی کمپوز کر چکی تھی، ٹینا بیگم نے انتہائی حیرانگی سے اسکا پر سکون چہرہ دیکھا۔

"ٹی وی پر تو اسے کوئی ڈکیتی کی واردات بتار ہے ہیں لیکن اسکا باپ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اسکے بیٹے کو جان بوجھ کر قتل کیا گیا ہے۔۔" ٹینا بیگم نے افسردگی سے اسے بتایا تو شہر زاد نے چونک کر رومیصہ کی طرف دیکھا، جو ہاتھ میں پکڑا ٹوسٹ کھانا بھول گئی تھی۔

"رومی۔۔۔!!!' اس نے محبت سے اپنی بہن کو پکارا، تو اس نے چونک کر دیکھا، اسکی نیلگوں آنکھیں آنسوئوں سے لبریز تھیں۔

"ڈونٹ ووری، میری جان، کچھ نہیں ہو گا۔۔" شہر زاد نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے دلاسا دیا۔

"صارم تو بہت اچھا انسان تھا شیری، ان لوگوں نے اسے کیوں مار دیا۔۔" وہ اسکے گلے لگ کر سسکنے لگی۔

"بے فکر رہو، جو کسی پر ناحق ذراسا بھی ظلم کرئے گا اسے اسی دنیا میں اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔" وہ رومی کو بہت محبت سے سمجھارہی تھی جب ہم زاد کی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"جی۔۔۔!!!" اس نے رومی کی موجودگی میں محتاط انداز اپنایا۔

"میجر توصیف، تمہارے گھر کے باہر موجود ہیں، ان کو اندر بلوالو۔۔۔"

"لیکن کیوں۔۔۔؟" وہ ہلکی سی پریشان ہوئی۔

"وہ گھر میں تمام سیکورٹی انتظامات کا جائزہ لیں گے اور جن جن جگہوں پر کیمروں کی ضرورت ہو گی، وہ لگوادیں گے، ان کے ساتھ رضا ہے، جو آج سے تمہارے ساتھ گاڑی، آفس، کورٹ بلکہ ہر جگہ موجود ہو گا۔۔۔"

"اب یہ رضا کس خوشی میں میرے ساتھ ہو گا۔۔۔؟" وہ ہلکا سا جھنجھلا کر کھڑی ہوئی۔۔

"میری خوشی کے لیے۔۔۔" اسکا دوٹوک انداز شہر زاد کو ایک دم چپ کروا گیا دوسری طرف وہ مزید پوچھ رہا تھا۔

"میری اتنی سی خوشی اگر قابل قبول نہیں ہے تو بتادو میں منع کر دیتا ہوں۔۔" وہ ضرورت سے زیادہ حساس ہوا۔

"اٹس اوکے۔۔ میں آفس کے لیے نکل رہی ہوں۔ اجازت ہے۔۔" اس کے طنزیہ انداز پر وہ مسکرایا۔

"ایسے مت پوچھا کرو، مجھے خود پر مجازی خدا کا گمان ہونے لگتا ہے۔۔" اسکی شرارت پر شہر زاد ہلکا سا مسکرائی، کیونکہ رات سے وہ پہلی دفعہ اسے تھوڑا پر سکون لگا تھا ورنہ اس کے لہجے کی سنگینی، اسے پریشان کر رہی تھی۔ وہ فون پر بات کرتے ہوئے باہر نکلی، سامنے، میجر توصیف اس کے پورچ میں کھڑے سیکورٹی گارڈز سے گفت و شنید کر رہے تھے۔

"میں بعد میں بات کرتی ہوں۔۔۔" اس نے فون بند کیا۔۔

"آپ بیرسٹر شیری ہیں شاید، مجھے اسپیشل آرڈرز کے طور پر بجھوایا گیا ہے یہاں۔۔" اس نے فوراً آگے بڑھ کر اپنا تعارف کروایا۔

"کس کو رپورٹ کریں گے آپ۔۔۔؟" شہر زاد نے انجان بن کر پوچھا۔۔

"ہیڈ کوارٹر میں لیفٹیننٹ جنرل خالد صاحب کو۔۔۔"

"اوکے، آپ آئیں، میں ممی سے ملوادوں آپ کو۔۔۔

ٹینا بیگم اور رومی، یونیفارم میں موجود اس آفیسر کو دیکھ کر ہلکی سی پریشانی میں مبتلا ہوئیں، لیکن شہر زاد نے انہیں کسی طرح مطمئن کر ہی دیا۔ صارم والے واقعے کی وجہ سے وہ دونوں کافی اپ سیٹ تھیں۔

رضا سے اس نے آفس کے راستے میں گاڑی میں بیٹھے بیٹھے انٹرویو لے لیا تھا، وہ تیس بتیس سال کا ایک دراز قد، چوڑے شانوں والا پر اعتماد سا نوجوان تھا، اور کسی پرائیوٹ سیکورٹی کمپنی سے وابستہ تھا اور اس انٹرویو سے وہ کافی حد تک مطمئن ہو گئی۔۔۔

جیسے ہی وہ آفس میں پہنچی، مسز قریشی کے آفس میں ہادی کے ساتھ ارتضیٰ حیدر کو دیکھ کر ہلکا سا چونکی، ارتضیٰ رات والی بات کی وجہ سے کچھ شرمندہ سا دکھائی دے رہا تھا، اس نے دونوں کو مشترکہ سلام کیا۔

"ہادی آپ کب آئے۔۔؟" اس نے ارتضیٰ کو نظر انداز کر کے اس سے پوچھا۔۔

"بس ایک پرانے کیس کے کچھ حوالہ جات چاہیے تھے، اس لیے صبح صبح آنا پڑا۔" وہ ایک فائل کے ڈاکومنٹس کو غور سے دیکھتا ہوا لا پرواہی سے گویا ہوا۔ اسی وقت شہر زاد کے سیل فون پر دوبارہ ہم زاد کا نمبر بلنک کیا۔

"ایکسکیوز می۔۔۔" اس نے معذرت خواہانہ نظروں سے سب کی طرف دیکھا اور کال اٹینڈ کر کے آفس سے باہر نکل آئی۔

"میں نے تمہارے گھر کے دونوں سیکورٹی گارڈز کو فارغ کر دیا ہے اور انکی جگہ پر میجر توصیف شام تک نئے لوگوں کو بجھوا دے گا۔۔" اس اطلاع پر وہ ہلکی سی کوفت کا شکار ہوئی۔۔ "آخر کیا ضرورت تھی ان کو نکالنے کی، ممی مائنڈ کریں گی۔۔"

"ایسے ڈفر لوگوں کو نکالنے پر مائنڈ نہیں کرنا چاہیے بلکہ شکریہ کہنا چاہیے، ابھی تھوڑا مصروف ہوں، شام کو تفصیل سے بات ہو گی۔"

وہ فون بند کر چکا تھا، شہر زاد بیزاری سے سر جھٹک کر اندر آئی تو ارتضیٰ حیدر مسز قریشی کے ساتھ صارم خان کے مرڈر کیس کو ہی ڈسکس کر رہا تھا اور ان دونوں کے چہروں پر تشویش کے سائے تھے۔۔

"ارتضیٰ، کچھ مزید پیش رفت ہوئی اس کیس میں۔۔۔؟" وہ ارتضیٰ کے عین سامنے آ کر بیٹھ گئی۔۔

"کیس تو واقعی مشکوک ہے، کیونکہ ڈاکو، گھر سے کوئی خاص قیمتی چیز نہیں لے کر گئے اور فیملی کے بیانات کے مطابق اس

وقت صارم اپنے کمرے میں سو رہا تھا، اور ایسی صورت میں کسی مزاحمت کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔" اس نے تفصیلا بتایا۔

،اس لیے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسے قتل کیوں کیا گیا ہے۔۔" وہ اپنے سامنے کافی کا رکھا کپ اٹھا کر سنجیدگی سے گویا ہوئی

۔

"یقیناً اس کے پیچھے رومی والا کیس ہی ہے۔۔" مسز عالیہ قریشی نے تبصرہ کیا، جبکہ ہادی ان کی گفتگو سے بے نیاز اپنے کام میں مگن تھا۔

"مجھے تو کنزہ وقار کے والد کا کارنامہ لگ رہا ہے۔۔" شہزاد نے کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"لیکن جسٹس محمود کی فیملی کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ یہ گواہی ان کے بیٹے کے خلاف جا رہی تھی، کیونکہ صارم نے اگلی پیشی میں کھل کر روحیل کی رومیصہ کے ساتھ کی جانے والی بد تمیزی کے بارے میں بھی بتایا تھا۔۔" ارتضی کی بات پر وہ چونکی اور اثبات میں سر ہلایا، ارتضی کی بات میں دم تو تھا۔

"میرے خیال میں شیری، ہمیں ان کے ہاں افسوس کے لیے جانا چاہیے۔۔۔" مسز عالیہ قریشی نے اچانک کہا۔

"جی، ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، میں بھی یہی سوچ رہی تھی لیکن بہتر ہو گا کہ ہم ایک دو دن ٹھہر جائیں۔۔۔" اس نے فورا ہی جواب دیا۔

"ہاں تھوڑا رش بھی کم ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ کچھ نئی چیزیں بھی سامنے آ جائیں گی۔۔۔" وہ فورا متفق ہوئیں۔

"مام، میں نکلتا ہوں، میرا کام ہو گیا ہے۔۔" ہادی نے جلدی جلدی اپنے سیل فون میں ڈاکومنٹس کی چند تصویریں بنا کر فائل بند کی۔

"ہادی، آپ سے مجھے بھی ایک ضروری کام تھا۔۔۔" شہزاد نے اچانک اسے مخاطب کیا۔

"خیریت۔۔۔" وہ چونکا اور ارتضی نے بطور خاص سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کا سادہ، شفاف چہرہ دیکھا، اس پر کوئی خاص تاثر نہ پا کر وہ مطمعن ہوا۔۔

"ایک دو دن میں، ارتضی کے ساتھ آپکے آفس کا چکر لگائوں گی، پھر وہاں بیٹھ کر ڈسکس کریں گے۔۔۔" اس بات نے تو ارتضی کو اور بھی ریلکس کر دیا۔

"شیور۔۔اوکے مام ٹیک کیئر۔۔۔" وہ ان سے مل کر تیزی سے آفس سے نکل گیا۔۔

"ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتا ہے یہ لڑکا۔۔۔" مسز عالیہ قریشی کے لہجے میں اپنے بیٹے کے لیے محبت ہی محبت تھی، وہ بھی مسکرا کر خاموشی سے چائے پینے لگی، ارتضی بھی اٹھ کر اپنے آفس جا چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پورے میر ہائوس میں گویا صف ماتم بچھ گئی تھی۔۔۔

ہر کوئی ایک دوسرے سے نظریں چرائے گھوم رہا تھا، حاکم صاحب کے فیصلوں نے بہت سے لوگوں کے ہونٹوں پر احتجاجی خاموشی کی مہر لگا دی تھی، ایسے عالم میں ایک صرف در شہوار تھی، جو باغیانہ انداز میں پورے گھر میں پائوں پٹختی ہوئی گھوم رہی تھی۔

شارقہ بیگم کا رو رو کر بُرا حال تھا اور انابیہ ان کو سمجھانے کے چکروں میں بے حال تھی، جبکہ نمیرہ کی گالوں پر لالیاں بکھری ہوئی تھیں، وہ شاہ میر کو دل ہی دل میں کافی پسند کرتی تھی لیکن اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ قدرت اسے اتنی آسانی سے اس کی گود میں ڈال دے گی، جبکہ طوبیٰ ابھی تک شدید صدمے کی کیفیت میں مبتلا تھی، اس نے شاہ میر کی اپنے فون پر آنے والی پچیسویں کال کو بھی اٹینڈ نہیں کیا تھا۔

شاہ میر دو دن پہلے ہی گھر شفٹ ہوا تھا اور اس وقت آتے جاتے تاجدار بیگم کو سرخ آنکھوں کے ساتھ گھور رہا تھا۔

''خدا کے لیے میرو، بس در شہوار کے نکاح تک چپ کر جائو۔۔'' انہوں نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر اسے خاموش رہنے کی تلقین کی۔

''مر جائوں گا لیکن طوبیٰ کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گا۔۔'' وہ اپنے مخصوص ہٹ دھرم انداز میں بولا۔

''میں خود تمہارا ساتھ دوں گی لیکن در شہوار کا نکاح ہونے دو۔۔۔''

''تو آپکا کیا خیال ہے ارسل بعد میں در شہوار کو معاف کر دے گا۔ جب میں اسکی بہن سے شادی سے انکار کروں گا، اس لیے بہتر ہو گا ظل الٰہی سے کہیں کہ اپنے فیصلوں پر نظر ثانی کر لیں۔۔۔'' شاہ میر نے انہیں نئی پریشانی میں مبتلا کیا۔

''تمہارے داجی، کبھی نہیں مانیں گے بیٹا۔۔'' وہ پریشانی سے گویا ہوئیں۔

''میں بھی انہی کا پوتا ہوں یہ بات یاد رکھیے گا۔۔۔'' وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گیا۔

شاہ میر غصّے سے تاجدار بیگم کے کمرے سے نکلا تو سامنے سے ارسل آ رہا تھا، اس نے ایک ناراض نگاہ اس پر ڈالی، ارسل سمجھ چکا تھا کہ وہ اس سے خفا ہے کیونکہ اس گھر میں اسکی اور طوبی کی محبت کو ارسل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

''شاہ میر، پلیز میری بات سنو۔۔'' ارسل نے پریشانی سے اسکا ہاتھ پکڑا۔

''مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔۔۔'' وہ اس وقت ساری ہی دنیا سے خفا تھا۔

''دیکھو اس سارے قصّے میں میرا کوئی قصور نہیں، اور یقین مانو، جتنا دھچکہ تمہیں لگا ہے اس سے زیادہ تکلیف مجھے ہوئی

ہے۔۔۔" اس نے جذباتی انداز سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں نمیرہ سے شادی نہیں کر سکتا۔۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے باکی سے بولا۔

"اور میں در شہوار سے۔۔۔" ارسل نے نظریں چرا کر کہا تو شاہ میر کو ایک اور دھچکہ لگا۔

"صرف اس لیے کہ میں تمہاری بہن کے لیے انکار کر رہا ہوں۔۔۔" شاہ میر بدگمان ہوا۔

"نہیں، اس لیے کہ میری زندگی میں کوئی "اور" ہے۔۔۔" اس نے اپنی زندگی کے سب سے بڑے راز میں اسے شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ شاہ میر نے ایکدم حیران ہو کر اپنے بیسٹ فرینڈ کا چہرہ دیکھا، ارسل کے چہرے پر موجود سچائی کو کسی اور گواہ کی ضرورت نہیں تھی۔

"تم میرے ساتھ آئو، میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں۔۔۔۔" ارسل اسکا بازو پکڑ کر ہال کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا، اسی وقت دروازہ کھلا اور طوبیٰ اندر داخل ہوئی، اسکی آنکھیں شدت گریہ کی وجہ سے سرخ تھیں۔ شاہ میر کے دل کو کچھ ہوا۔

"حالت دیکھی ہے تم نے اس کی۔۔؟ یہ سمجھ رہی ہے جیسے یہ سب میں نے خود کروایا ہو۔۔۔" شاہ میر، ارسل کے سامنے شکایتی انداز میں بولا۔

"طوبیٰ اتنی بے وقوف نہیں، وہ جانتی ہے اس گھر میں رہنے والے لوگوں کی ڈوریاں کسی اور کے ہاتھ میں ہیں، اس لیے ہماری ایک دوسرے سے ناراضگی تو بنتی ہی نہیں۔۔۔" ارسل نے طوبیٰ کا دل صاف کرنے کی شعوری کوشش کی۔۔۔

"لیکن اس کے باوجود اسکا سارا غصّہ میرے اوپر اترتا ہے، صبح سے پچیس کالز کر چکا ہوں، لیکن اس نے تو شاید میری آواز نہ سننے کی قسم کھا رکھی ہے۔" شاہ میر جو کہ خود اس فیصلے کی وجہ سے اچھا خاصا پریشان تھا، اوپر سے طوبیٰ کے رویئے نے اسے بُری طرح سے ہرٹ کیا تھا۔

اسی وقت ارسل کے سیل فون پر رومیصہ کی کال آنے لگی، وہ دونوں ہی صارم خان کے اچانک قتل کی وجہ سے کافی ڈسٹرب تھے، اور ارسل پر تو دہری قیامتیں ٹوٹی ہوئی تھیں، جن کو وہ چاہ کر بھی رومیصہ کے ساتھ ڈسکس نہیں کر سکتا تھا۔

"تم دونوں بات کرو، میں ایک ضروری کال اٹینڈ کر کے آتا ہوں۔۔" وہ عجلت بھرے انداز میں کال اٹینڈ کر کے باہر لان کی طرف نکل گیا۔

"تم ذرا آئو میرے ساتھ۔۔۔" شاہ میر زبردستی اسکا ہاتھ پکڑ کر پچھلے لان کی طرف لے گیا، طوبیٰ بالکل خاموش تھی، افسردگی، مایوسی اور پژمردگی اسکے سارے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔

"بے وقوف لڑکی، تمہیں خود پر یقین نہیں ہے یا میرے اوپر۔۔؟" اس نے تاسف بھری نظروں سے اپنے سامنے کھڑی

لڑکی کو دیکھا، جو اس وقت اذیت کی انتہاء پر تھی، اس نے شاہ میر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، اسکی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں طوبیٰ، کیوں ٹینشن لے رہی ہو۔۔" اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر دلاسہ دینے کی کوشش کی۔

"داجی اپنے فیصلے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔۔۔" آنسوئوں سے لبریز لہجے کے ساتھ وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

"تو بے فکر رہو، ہم بھی پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہیں، میرے اوپر کوئی زور زبردستی کریں تو دوبارہ گھر چھوڑ کر چلا جائوں گا میں۔" شاہ میر کے انداز سے ہی ہٹیلا پن چھلک رہا تھا اور طوبیٰ کا دل گویا کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔۔

"خود سے محبت کی اتنی بڑی سزا دو گے، ہمیشہ اپنے لیے ہی کیوں سوچتے ہو تم، میری ذات کی ایک لمحے میں نفی کرتے ہوئے تمہارا دل نہیں کانپتا۔۔" خود پر قابو پاتے ہوئے بھی وہ اپنی سسکی نہیں روک پائی۔

"تمہارا کیا خیال ہے ان ظالم اور بے حس لوگوں کے بیچ میں چھوڑ کر جائوں گا تمہیں۔۔؟" وہ اسکی بے وقوفی پر جھنجھلایا۔ "اس دفعہ ایسا نہیں ہو گا طوبیٰ، ہم دونوں ایک ساتھ جائیں گے بلکہ اس دفعہ کچھ ایسا کریں گے کہ یہ لوگ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے ہمارا۔۔"

"کیا کرو گے تم۔۔۔؟ بولو، جواب دو۔۔۔" وہ ترش انداز سے گویا ہوئی۔۔

"نکاح۔۔۔ تمہارا اور میرا۔۔!!!" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا، طوبیٰ نے اس کی طرف ایسے دیکھا، جیسے اس کی خرابی دماغ کا یقین آ گیا ہو۔۔

"داجی ہماری بوٹی بوٹی کر کے کتوئوں کے آگے پھینکوا دیں گے۔۔۔"

"اپنی اولاد کے ساتھ یہ سب کرنا اتنا آسان کام نہیں ہوتا۔۔۔" اس نے اسکی بات کو استہزائیہ انداز میں اڑایا۔

"تم ایک دفعہ تایا ابا سے بات کر کے دیکھو ناں شاہ میر، کیا پتا کوئی اور راستہ نکل آئے۔۔" طوبیٰ نے درمیانی راہ نکالنے کی کوشش کی۔

"خبردار منہ سے بھاپ بھی مت نکالنا، ان لوگوں کو بھنک بھی پڑ گئی تو منگنی کی بجائے ڈاریکٹ شادی کر دیں گے میری اور نمیرہ کی، میں ان کو پہلے سے ہوشیار کرنا نہیں چاہتا۔۔۔" شاہ میر نے تھوڑا ہوش سے کام لیا۔

"لیکن شاہ میر میں کوئی ایسا ویسا قدم نہیں اٹھانا چاہتی، جو کل کو ہمارے لیے طعنہ بنے، پلیز تم کچھ اور سوچو۔۔" طوبیٰ کی پریشانی پر وہ تپ اٹھا۔

"پھر ایسا کرو وہاں کمرے میں ڈھولک اٹھا کر بیٹھ جائو اور ان اوٹ پٹانگ شادیوں پر خوشی کے گانے گائو، جھومو، ناچو، اس

سے کوئی نہیں روکے گا تمہیں۔" وہ ناراضگی سے کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ہال کمرے کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا، سامنے نمیرہ کپڑوں کا بڑا سارا شاپر اٹھائے مٹکتی ہوئی اندر آ رہی تھی، خوشی اس کے انگ انگ سے عیاں تھی، شاہ میر کو دیکھ کر وہ بڑے دلکش انداز میں مسکرائی اور تخت پر بیٹھی ہوئیں تاجدار بیگم کی طرف بڑھی، جو اس وقت اپنی دیورانی ندرت بیگم کے ساتھ پردوں کا کوئی جوڑ توڑ کرنے میں مگن تھیں۔۔

"ممانی جان یہ لیں، وہ سارے پردے جو آپ نے منگوائے تھے۔۔" نمیرہ کی پر شوق نگاہیں شاہ میر پر اور قدم تاجدار بیگم کی طرف اٹھ رہے تھے، وہ راستے میں رکھے ہوئے میز سے ٹکرائی اور اس کے منہ سے سی کی آواز نکلی۔۔

"ارے میرو دیکھنا، کیا ہوا اسے۔۔؟" تاجدار بیگم بوکھلائیں۔۔

"جب اندھوں کی طرح چلے گی تو پیر ہی ٹوٹیں گے ناں۔۔" وہ زہر آلود لہجے میں کہتا ہوا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے نظر اٹھا کر بھی زمین پر بیٹھی نمیرہ کی طرف نہیں دیکھا تھا، جیسے ہی وہ پورچ میں پہنچا، سامنے ارسل اپنی گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا، شاہ میر نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

"تھوڑا مسئلہ ہو گیا ہے یار، مجھے فوراً اسلام آباد جانا ہے، کل تفصیل سے بیٹھ کر بات کریں گے۔۔" ارسل اپنی بات مکمل کر کے عجلت بھرے انداز میں گاڑی نکال کر لے گیا اور شاہ میر لان میں رکھی چیئرز کی طرف بڑھ گیا، اسے وہاں بیٹھ کر اب کافی دیر کے لیے کڑھنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"اس گھر میں ہمیشہ زیادتی ہوتی آئی ہے میری بچیوں کے ساتھ۔۔۔"

شارقہ بیگم دوپٹہ منہ پر رکھے، پچھلے ایک گھنٹے سے خاقان صاحب کے سامنے رو رہی تھیں، جو اس وقت سگار پر سگار پھونک رہے تھے۔ اچھی خاصی ٹینشن میں تو وہ بھی تھے لیکن ان کی مجبوری تھی کہ مرد ہونے کے ناطے وہ اس پر واویلہ نہیں مچا سکتے تھے۔

آج کافی دن کے بعد وہ تاجدار بیگم کے کمرے میں آئے تھے، ان کی دونوں بیویوں کے بیڈ روم علیحدہ علیحدہ تھے اور وہ اکثر ہی ندرت کے کمرے میں پائے جاتے، لیکن آج ان کا اپنا دل دکھا ہوا تھا، اس لیے شارقہ بیگم کی طرف چلے آئے، جن کی رو رو کر آنکھیں سوج چکی تھیں لیکن انہیں صبر پھر بھی نہیں آ رہا تھا اسی لیے وقفے وقفے سے ان کی سسکیاں دوبارہ گونجنے لگتیں۔

خاقان علی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ انہیں کس طرح سے تسلی دیں۔۔

"افسوس تو مجھے بھی بہت ہوا ہے اباجی کے اس فیصلے پر۔۔۔" انہوں نے ہلکا سا جھجک کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"آپ کو اسی وقت احتجاج کرنا چاہیے تھا ان کے سامنے، ہمیشہ میری ہی اولاد کو پیچھے کیوں رکھا جاتا ہے۔۔"

"جاہل عورت، ایک بیٹی کا باپ ہونے کی حثیت سے میں ایسی بات کیسے کر سکتا تھا، جب محتشم بھائی اور بھابھی بھی وہیں موجود تھے۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلائے۔

"تاجدار بھابھی نے بھی تو زبردستی اپنی بیٹی تھوپی ہے ارسل کے سر پر۔۔۔" وہ تپ کر بولیں۔

"تمہیں کس نے بتائی ہے یہ بات۔۔۔؟" وہ حیران ہوئے۔

"تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اس گھر میں کوئی بات زیادہ دیر تک چھپی رہ سکتی ہے، اسی ایک بات کو منوا کر ہی تو تاجدار بھابھی نے اپنی خود ساختہ جلاوطنی چھوڑی ہے، ورنہ وہ تو ہر چیز پر لعنت بھیج کر اپنے کمرے میں خود کو قید کر چکی تھیں۔۔۔"

"لیکن تاجدار بھابھی کو ایسا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔۔۔؟" وہ تھوڑا چونکے۔

"کیونکہ انہیں ڈر تھا کہیں ارسل کا رشتہ طوبیٰ کے ساتھ نہ ہو جائے اور درشہوار کے جوڑ کا تو اب پورے خاندان میں کوئی لڑکا بچا بھی نہیں۔۔۔" وہ غصّے سے اٹھ کر بیٹھ گئیں، ان کی بات میں دم تھا تبھی خاقان کچھ دیر کے لیے بالکل چپ ہو گئے۔۔

"لڑکا تو اب کوئی طوبیٰ کے لیے بھی نہیں رہا، اسی بات کی تو ٹیشن کھائے جا رہی ہے مجھے۔۔۔" ان کی تیوری کے بل گہرے ہوئے۔

"ایک بات کان کھول کر سن لیں خاقان صاحب، چاہے کچھ بھی ہو جائے، میں اپنی بیٹی کا گلا گھونٹ دوں گی لیکن کوئی بے جوڑ رشتہ ہونے نہیں دوں گی، جو اس خاندان کی ہمیشہ سے روایت رہی ہے۔۔۔" وہ سلگ کر بولیں۔

"بے وقوفوں جیسی باتیں مت کرو شارقہ، ہم اپنی خاندانی روایات سے ہٹ کر کچھ نہیں کر سکتے۔۔"

"یہ خاندانی روایات صرف لڑکیوں کے معاملے میں ہی کیوں آتی ہیں، مردوں کو جگہ جگہ منہ مارنے کی اجازت کیوں دے رکھی ہے انہوں نے۔" تاجدار بیگم نے طیش کے عالم میں ان کو آئینہ دیکھایا، وہ جھٹکے سے اٹھے، ان کی آنکھوں میں غیض اترا۔

"بکواس بند کرو اپنی، ورنہ منہ توڑ دوں گا میں تمہارا۔۔" وہ تلملا اٹھے اور شارقہ بیگم کو غضب ناک نگاہوں سے گھورتے ہوئے کمرے سے نکل گئے، شارقہ کو یقین تھا کہ وہ اب اگلے دس پندرہ دن تک ان کے کمرے کے قریب پھٹکیں گے بھی نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارتضی کی جیپ اس وقت مری کے بل دار راستوں پر تیزی سے گامزن تھی۔

شہر زاد اس کے ساتھ ہادی کے آفس میں جا رہی تھی اور ارتضی کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی اب پریشانی میں ڈھل چکی تھی کیونکہ وہ اسے کھل کر صندل والا قصّہ سنا چکی تھی اور چونکہ اگلے ماہ الیکشن تھے اور اس سے پہلے شہر زاد اس کیس کو میڈیا پر اچھالنے والی تھی۔

"دیکھیں شہر زاد، ویسے تو آپ خود بہت سمجھدار خاتون ہیں، لیکن میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ اس کیس میں خود کو انوالو مت کریں۔۔"

"کیوں ڈر لگ رہا ہے آپ کو۔۔۔؟" اس نے استہزائیہ انداز سے اسکا مذاق اڑایا۔

"میں ڈرنے والا ہوتا تو کبھی بھی پولیس ڈیپارٹمنٹ جوائن نہ کرتا، میں صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں کے نزدیک انسانی جان کی کوئی وقعت نہیں ہوتی اور اس چیز کو وہ آسانی سے ہضم نہیں کریں گے۔۔۔" اس نے ڈھکے چھپے انداز میں اسے معاملے کی سنگینی سے آگاہ کیا۔

"میں موت سے ڈرنے والی نہیں ہوں ارتضی۔۔۔!!!" وہ اسکی بات کا بُرا مان کر بولی۔

"لیکن جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں، ان کو ابھی ضرورت ہے آپکی۔۔" اسکے گہرے لہجے پر وہ چونکی۔

"بے فکر رہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا اور آپ ٹینشن مت لیں، مجھے اپنی حفاظت کرنا آتی ہے۔"

"آپ نے میم عالیہ سے یہ کیس ڈسکس کیا۔۔؟" وہ محتاط انداز میں گویا ہوا۔

"آپ کو پتا ہے کہ میں کسی بھی کیس پر پہلے اپنی ورکنگ کر کے اور معاملات کو تمام پہلوئوں سے دیکھ کر ہی ان کو انوالو کرتی ہوں۔۔۔"

"بہتر ہوگا، آپ صندل کا پورسٹ مارٹم کروانے سے پہلے ایک دفعہ ان سے مشورہ کر لیں، کیونکہ اتنے چھوٹے شہر میں یہ بات زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہے گی اور اس سے بعد آپ کے لیے کافی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ ارتضی کی بات کا کوئی جواب دیتی، سیل فون پر آنے والی ہم زاد کی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا، وہ شاید پاکستان واپس آچکا تھا، اس نے جیسے ہی کال اٹینڈ کی، وہ دوسری طرف ناراضگی سے گویا ہوا۔

"تم نے اپنے سیکورٹی گارڈ رضا کو آفس سے گھر کیوں بجھوادیا، اور خود کہاں ہو۔۔؟"

"مری کے راستے میں ہوں ارتضی کے ساتھ، کچھ ضروری کام تھا مجھے۔۔۔" اس نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"واٹ دا ہیل یار، میں نے تمہیں کہا تھا کہ اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھو، تمہیں میری بات ایک دفعہ کہنے سے سمجھ کیوں نہیں آتی۔" ہم زاد کا یہ انداز شہر زاد کو ہلکا سا ناگوار گذارا۔

"انسان کی اپنی کوئی پرسنل لائف بھی ہوتی ہے اور میں اسے چوبیس گھنٹے سر پر سوار نہیں کر سکتی۔ ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ مائی پوزیشن۔" شہر زاد کا انداز دھیما لیکن لہجہ خاصا تپا ہوا تھا اور ارتضی کی موجودگی میں وہ کھل کر اس کے ساتھ بحث بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔

''اچھا تو اب ارتضی حیدر کے ساتھ تمہارے پرسنل میٹرز شروع ہو گئے ہیں، ہیں ناں۔۔۔؟'' دوسری طرف وہ سلگ کر رہ گیا شہرزاد نے کنکھیوں سے ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص کو دیکھا، جسکا سارا دھیان بظاہر سڑک کی طرف تھا۔۔

''میں گھر آکر تفصیل سے بات کرتی ہوں، اس وقت تھوڑا بزی ہوں۔۔۔'' اس نے بیزاری سے کال منقطع کی تو ارتضی نے ایک جانچتی ہوئی ایک نگاہ اسکے چہرے پر ڈالی اور سرسری انداز میں پوچھا۔۔ ''گھر سے کال تھی کیا۔۔؟''

''جی، اپنے سیکورٹی گارڈ کو گھر بجھوا دیا ہے ناں اسی بات پر جھاڑ پڑ رہی تھی۔۔۔'' اس نے گول مول انداز میں جواب دیا۔۔

''ایسے محبت کرنے والے لوگوں کی کیئر کیا کریں، کسی کے دل میں ہمارے لیے کچھ ہوتا ہے تو وہ پریشان ہوتا ہے، ورنہ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہمارے لیے ٹینس ہو۔۔'' ارتضی نے اسے سمجھانے کی غرض سے نرم لہجے میں کہا تو وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ دوسری طرف موجود شخص اس وقت گرم توے پر پڑے کسی دانے کی طرح اچھل رہا ہو گا اور اس وقت تک اسے سکون نہیں آئے گا جب تک وہ اپنے اندر کی ساری بھڑاس نہیں نکال لے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارسل اور رومیصہ کے درمیان خاموشی کا مختصر وقفہ آیا۔

آج رومیصہ، ارسل کے کہنے پر اس کے ساتھ ایک ریسٹورنٹ میں موجود تھی اور دونوں کے ہی چہرے ستے ہوئے تھے، صارم خان کے اس اچانک قتل نے ان دونوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور چونکہ وہ ارسل کا بہت قریبی دوست تھا اس لیے اسکا تو صدمہ بھی گہرا تھا۔

''میری تو ہمت ہی نہیں ہوئی انکل آنٹی کا سامنا کرنے کی اور میں کیسے ان کو جا کر بتاؤں گا کہ اس نے یہ سب میرے کہنے پر کیا تھا۔۔'' وہ مضطرب انداز میں خالی گلاس اپنے دونوں ہاتھوں میں گھما رہا تھا۔

''بہت بُرا ہوا اس بیچارے کے ساتھ اور اب پتا نہیں میرے ساتھ کیا ہو گا۔۔۔'' رومیصہ کے لہجے سے خوف جھلکا۔۔

ارسل نے گہری نظروں سے اپنے سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کو دیکھا، جو اسے اب ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہو گئی تھی، اس نے ہاتھ میں پکڑا گلاس ایک سائیڈ پر رکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں اسکی بے جان انگلیوں کو تھام کر محبت کی توانائی بخشنے کی کوشش کی۔

''میں بہت زیادہ ڈر گئی ہوں، جو لوگ اسے مار سکتے ہیں، وہ مجھے کیوں چھوڑیں گے بھلا۔۔؟''

''ایسا کچھ نہیں ہو گا، تم ایسی فضول باتیں مت سوچو، میں ہوں ناں تمہارے ساتھ، تمہارا لائف پارٹنر، تمہیں کسی بھی مقام پر اکیلا تھوڑی چھوڑوں گا۔۔'' اس نے آہستگی سے اسکے ہاتھ کا بوسہ لیا تو رومیصہ نے نم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا۔

وہ اس وقت شدید کرب کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی۔ صارم کی موت نے اسے ایک دفعہ پھر ایک ایسی اندھی گلی میں لا کھڑا کیا تھا جہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ دوسری جانب ارسل کا اپنا دماغ بھی دا جی کے فیصلے میں بُری طرح الجھا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود وہ بہت محبت کے ساتھ اسے تسلی دینے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ ویٹر نے ٹیبل پر کھانا سرو کر دیا تھا۔۔

"تم کھانا کھائو، انشاء اللہ اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا، یہ بتائو تمہاری بہن کیا کہتی ہے۔۔؟" ارسل نے سر جھٹک کر اپنے ذہن سے گھر کے مسئلے کو نکالا اور رومیصہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"شیری تو بہت مطمئن ہے اور اسکا کہنا ہے کہ صارم اپنی گواہی دے چکا ہے اور اسکی موت پر عدالت یقیناً اس طرف سوچنے پر مجبور ہو گی کہ ایک بے گناہ شخص کو مارنے کے پیچھے وہی لوگ تو نہیں جو مجھے ناحق پھنسانا چاہتے ہیں۔۔" رومیصہ نے تھوڑے سے فرائیڈ رائس پلیٹ میں نکالے۔

"تمہاری بہن بہت اسٹرونگ لیڈی ہے، میں نے اسے ہمیشہ بہت تحمل کے ساتھ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔" ارسل نے ایک دو چکن ونگز رومیصہ کی پلیٹ میں ڈالیں تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا۔

"بہت کمزور لگ رہی ہو تم، کھانا دھیان سے نہیں کھاتی ہو کیا۔۔؟" وہ بہت پیار سے اسے ٹوک رہا تھا۔

"آجکل تو کچھ بھی کھانے کو دل نہیں کر رہا، طبعیت عجیب سی ہو رہی ہے۔۔"

"آج جب تک یہ سارا نہیں کھائو گی، میں تمہیں یہاں سے ملنے بھی نہیں دوں گا۔۔" اس نے مسکرا کر ایک کباب اسکی پلیٹ میں اور رکھا۔

رومیصہ نے جیسے ہی دوسرا نوالہ منہ میں ڈالا اسے ایک دم ابکائی آئی اور وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ریسٹورنٹ کے واش روم کی طرف بھاگی، ارسل نے انتہائی پریشانی سے اسکی طرف دیکھا اور لپک کر اسکے پیچھے گیا۔ وہ باہر نکلی تو کافی نڈھال لگ رہی تھی، اس وقت ریسٹورنٹ میں رش نہ ہونے کے برابر تھا، وہ

اسے تھام کر کرسی تک لایا۔ "رومیصہ کیا ہوا ہے۔؟ کوئی ٹمپریچر وغیرہ تو نہیں ہے۔۔؟"

"ڈونٹ ووری، میرا اسٹامک کا ایشو چل رہا ہے کچھ دن سے، تم ٹینشن مت لو۔۔" رومیصہ نے ٹشو سے منہ صاف کرتے ہوئے اسے تسلی دی۔

"تم چھوڑو کھانے کو اور میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلو فورا۔۔" وہ فکر مند ہوا۔

"کچھ نہیں ہوتا، ابھی تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائوں گی۔۔۔"

"رومی، فضول باتیں مت کرو، شکل دیکھی ہے تم نے اپنی، رنگ کیسے زرد ہو گیا ہے تمہارا۔ بس اٹھ جائو، یہاں پاس ہی ایک

اچھا ہو سپٹل ہے وہاں چلتے ہیں۔" وہ آج اسے بخشنے کو تیار نہیں تھا۔

"لیکن ارسل تم کھانا تو کھالو، سب کچھ ویسے کا ویسے رکھا ہے۔۔۔" رومیصہ نے کھانے کی ٹیبل کو دیکھا۔

"نہیں یار، میں نے تو صرف تمہارے لیے منگوایا تھا، میرا بالکل بھی موڈ نہیں۔۔"

اس نے ویٹر کو بلوا کر بل منگوایا اور اگلے ہی پندرہ منٹ میں وہ ایک قریبی ڈاکٹر کے کلینک میں تھے جنہوں نے اسی کلینک میں بیٹھنے والی ایک گائنا کولوجسٹ کی طرف اسے ریفر کر دیا تھا۔ ماتھا تو دونوں کا اسی وقت ٹھنکا تھا، لیکن رومی نے دل پر جبر کر کے اپنے ایک دو ٹیسٹ کروا ہی لیے۔۔۔

"کیوں ٹینشن لے رہی ہو تم۔۔۔" اس نے نرمی سے اسے ٹوکا، لیکن رومی کی چھٹی حس اب اسے کوئی اور ہی سگنل دے رہی تھی۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ارسل۔۔۔" وہ سخت گھبرائی ہوئی تھی جب ایک نرس ڈاکٹر کا بلاوہ لے کر ان کے پاس آئی، ان کی لیب رپورٹ آچکی تھی۔

"یہ آپ کے ہسبینڈ ہیں۔۔۔؟" ڈاکٹر نے مسکرا کر دونوں کو بیٹھنے کو کہا تو ارسل نے جھٹ سے ہاں میں سر ہلا دیا۔۔۔

"سب خیریت ہے ناں۔۔۔" وہ بے تابی سے گویا ہوا۔۔

"مبارک ہو، آپ دونوں کے ہاں گڈ نیوز ہے۔۔" ڈاکٹر کے منہ سے نکلنے والے ان الفاظ پر رومی کو لگا جیسے کلینک کی چھت اس پر آن گری ہو، اسکا چہرہ خوف سے سپید پڑ گیا اور وہ ہکا بکا انداز سے ارسل کی طرف دیکھنے لگی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ شدید شاک کی زد میں تھی۔۔۔۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سے خوف کی سی کیفیت تھی، وہ ارسل کا بازو، ہاتھ کی گرفت میں لے کر باقاعدہ کھینچتی ہوئی باہر آئی تو اسکی سانس پھول گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے حواسوں میں نہ ہو۔

"کیا ہو گیا ہے رومی، ایسے کیوں ری ایکٹ کر رہی ہو۔۔۔؟"

ارسل کو اسکے چہرے پر چھائے ہوئے تاثر سے خوف سا آیا اس لیے اس نے ذرا درشتی سے پوچھا، لیکن اس وقت رومیصہ جذباتیت کی انتہاء پر تھی، اس نے سر اٹھا کر ارسل کی طرف دیکھا اور اسے جھٹکا لگا کیونکہ ارسل کے چہرے پر اس وقت خوشی کا لا متناہی سمندر بہہ رہا تھا۔

"تم خوش ہو رہے ہو اس بات پر۔۔۔؟؟؟"

"اس میں نہ خوش ہونے والی کیا بات ہے رومیصہ، ہم نے نکاح کیا ہے، تم بیوی ہو میری اور تم سوچ بھی نہیں سکتی ہو کہ یہ آنے والا بچہ ہم دونوں کے رشتے کو کتنا مضبوط کر دے گا۔۔"

"لیکن میں دنیا والوں کو کیا جواب دوں گی۔۔؟ مام اور شیری تو مجھے جان سے مار دیں گی۔۔۔" وہ ایکدم رو دی۔۔۔

"اچھا تم یہاں بیٹھو۔۔۔۔" ارسل نے محبت سے اسکا ہاتھ تھام کر اسے بینچ پر بیٹھایا اور تاسف بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگا، زندگی واقعی انہیں اس مقام پر لے آئی تھی جہاں اتنی بڑی خوشی کی خبر اپنے ساتھ اندیشوں کا ایک جہاں لیے ہوئے تھی۔

"میرا کیس چل رہا ہے عدالت میں اور ساری سچوئشن تمہارے سامنے ہے، تمہیں اندازہ نہیں ہے اس موقعے پر کتنی انگلیاں میرے کردار پر اوپر اٹھیں گی، میں لوگوں کے سوالات کا جواب کیسے دوں گی۔۔؟"

"دیکھو رومی، تم اس موقعے پر صرف اور صرف اپنے آنے والے بچے کے بارے میں سوچو۔۔" ارسل نے اسکے سرد ہاتھوں کو تھام کر انہیں اپنی محبت کی حرارت دینے کی کوشش کی لیکن اسکی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے۔ وہ سر جھکائے ایسے بیٹھی تھی جیسے اپنی کسی غلطی پر بہت زیادہ نادم ہو۔

"میں ایسا نہیں سوچ سکتی ارسل، تمہیں اندازہ نہیں ہے میری پوزیشن کا۔۔۔"

"یار کچھ نہیں ہوا تمہاری پوزیشن کو، بھاڑ میں جائے ساری دنیا۔ ہمیں کسی سے کوئی لینا دینا نہیں، ہم دونوں ہی کافی ہیں ایک دوسرے کے لیے۔" وہ اسے ریلیکس کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا، لیکن رومیصہ اس وقت کچھ بھی سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔

"نہیں ارسل، ہمیں کچھ اور سوچنا ہو گا۔۔" وہ آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت لیے بولی۔

"مثلاً۔۔۔۔؟؟؟؟" اسکا ماتھا ٹھنکا۔۔۔

"ہمیں نہیں چاہیے ابھی یہ بے بی، میں ڈاکٹر سے بات کرتی ہوں۔۔" رومیصہ فیصلہ کن انداز میں کھڑی ہوئی اور وہ دنگ رہ گیا۔۔

"کیا کہا تم نے۔۔؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔؟ تم اپنے حواسوں میں تو ہو۔۔؟" ارسل بولا نہیں غرایا تھا۔

"ہاں نہیں ہوں میں اپنے حواسوں میں، کیونکہ یہ سب مجھے اکیلے کو فیس کرنا ہے، تمہارا کیا جائے گا تم تو ہاتھ جھاڑ کر ایک سائیڈ پر کھڑے ہو جاؤ گے۔" وہ مشتعل لہجے میں بولی تو ارسل کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔

"کس کے موقعے پر میں نے تمہیں اکیلا چھوڑا ہے، تم ایک بار ہاں کرو، میں ابھی لے جاتا ہوں تمہیں میرا ہاؤس۔۔"

"سوری، مجھے ضرورت نہیں ہے، اور میں واقعی فیصلہ کر چکی ہوں۔۔۔"

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گی رومیصہ، ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔" اسے طیش آیا۔

"آئی ایم سوری ارسل، تم مجھے اس بات کے لیے مجبور نہیں کر سکتے، میں اس موقعے پر یہ مصیبت اپنے گلے میں نہیں ڈال سکتی۔۔۔" رومیصہ کے منہ سے نکلنے والے لفظ "مصیبت" پر ارسل کا ہاتھ اٹھا اور چٹاخ کر کے اسکے منہ پر جا پڑا۔ وہ ششدر رہ گئی اور فق چہرے کے ساتھ اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھنے لگی جس کا آج یہ اجنبی روپ پہلی دفعہ کھل کر اسکے سامنے آیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مہندی لگا کے رکھنا۔۔۔!!!

ڈولی سجا کے رکھنا۔۔۔!!!

لینے تجھے او گوری آئیں گے تیرے سجنا۔۔۔!!!

ڈھولک کی آواز میر ہاؤس میں گونجتے ہوئے در شہوار کے ضبط کا گہرا امتحان لے رہی تھی۔۔

ارسل پچھلے دو دن سے غائب تھا اور یہ بات در شہوار کو پریشان کرنے کے لیے کافی تھی، اور سونے پہ سہاگہ وہ اسکا نمبر بھی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا، در شہوار کی امیدوں کے پل ایک ایک کر کے ٹوٹتے جا رہے تھے۔

"کہیں اس منحوس نے ہتھیار تو نہیں ڈال دیئے بزرگوں کے اس فیصلے پر۔۔۔" در شہوار کو اس سوچ نے بے چین کیا۔

"اگر اس نے ایسا کیا تو میں اپنے ساتھ ساتھ اسکی زندگی بھی حرام کر دوں گی۔۔۔" وہ مختلف قسم کی سوچوں سے نبرد آزما تھی۔

"لیکن وہ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا۔۔۔" اس نے غصّے سے اپنا سیل فون اٹھایا، ارسل کا نمبر ڈائل کیا اور دوسری طرف پھر پاورڈ آف کی ٹیپ سن کر اسکا دماغ گھوم اور اس بار اس نے سیل فون انتہائی بیدردی کے ساتھ اپنے بیڈ پر پٹخا طوبی نے چونک کر اسکی طرف دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ کے ناخن اضطراری انداز میں چبانے لگی۔ وہ خود بھی شدید ڈیپریشن کی کیفیت کا شکار تھی۔

میر ہاؤس میں شادی کی تیاریاں پورے زور و شور سے شروع ہو چکی تھیں، ویسے بھی بیچ میں صرف ایک ہفتہ ہی تو تھا، تاجدار بیگم کل ہی ندرت امی کے ساتھ رابی سینٹر کا چکر لگا کر آئی تھیں، سارا دن کپڑوں کا حساب کتاب لگایا جاتا اور ملتان سے دو خصوصی ملازمائیں اسی مقصد کے لیے بلوائی گئی تھیں جو سارا دن سلائی مشین پر بیٹھیں ہوئیں دھڑ دھڑ سلائیوں کے کام سر انجام دے رہی تھیں۔

چونکہ در شہوار اور انابیہ دونوں نے اسی گھر میں رہنا تھا اس لیے جہیز کی تو قطعا بھی ضرورت نہیں تھی، البتہ کپڑوں اور

زیورات کے معاملے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جا رہی تھی۔

آج نمیرہ نے ندرت امی سے پوچھ کر ڈھولکی بھی رکھ لی اور خوشی تو اسکے انگ انگ سے نمایاں تھی، وہ پورے گھر میں بن پیے ہی جھومتی پھر رہی تھی، اور اسکی یہ ادائیں در شہوار اور طوبی دونوں کے لیے ناقابل برداشت تھیں، جنکا غم ایک تھا۔۔

"دل کر رہا ہے جمال گھوٹا ڈال کر پلا دوں اس نمیرہ کی بچی کو کسی چیز میں، تاکہ سارا دن واش روم کے باہر کھڑی رہے۔" در شہوار نے اپنے سامنے بت بنی بیٹھی طوبی کو دیکھ کر کہا جسکے چہرے پر سوگواریت کا رنگ نمایاں تھا۔ ہال کمرے میں نمیرہ نے شوخی سے ایک نئی تان اٹھائی۔۔

میری دلاری گھونگھٹ کھول، راج دلاری گھونگھٹ کھول۔۔۔

گھونگھٹ گھونگھٹ منہ سے بول، راج دلاری گھونگھٹ کھول۔۔

باوا کی پیاری گھونگھٹ کھول، اماں کی دلاری گھونگھٹ کھول۔۔۔

اس گیت کو سنتے ہی در شہوار کا دماغ کھول اٹھا اور ضبط کی ساری طنابیں ٹوٹ گئیں، وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی اور پاؤں پٹختی ہوئی لائونج کی سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ سامنے ہال کمرے میں نمیرہ، ندرت امی اور کچھ ملازمین کے بچوں کو اپنے ساتھ بیٹھائے بڑے پرجوش انداز میں ڈھولکی بجا رہی تھی، اسے دیکھ کر اس نے شرارت سے آنکھیں مٹکائیں، کچھ بھی تھا اب در شہوار اسکی ہونے والی بھابی تھی۔ اس لیے اس نے شرارت سے فوراً گانا بدلا اور ساتھ ہی بلند آواز میں گانے لگی۔۔۔

مہندی ہے رچنے والی۔۔۔

ہاتھوں میں گہری لالی۔۔

کہے سکھیاں، اب کلیاں ہاتھوں میں کھلنے والی ہیں۔۔۔

تیرے من کو، جیون کو نئی خوشیاں ملنے والی ہیں۔۔۔

"یہ کیا بکواس ہے، اس گھر میں کیا کوئی سکون سے لیٹ بھی نہیں سکتا۔۔۔۔" وہ بولی نہیں بلکہ دھاڑی تھی۔

اسٹور روم سے شادی کے لیے سامان نکلواتے ہوئے تاجدار بیگم نے چونک کر اپنی لاڈلی بیٹی کو دیکھا، جس کے ملگجے سوٹ پر پڑی شکنوں سے زیادہ اسکے ماتھے کے بل گہرے تھے، بال بکھرے ہوئے اور چہرہ ستا ہوا۔ وہ غضب ناک آنکھوں کے ساتھ سب کو گھور رہی تھی۔

"شادی میں اتنے کم دن تو رہ گئے ہیں، اب بندہ اپنے چائو بھی پورے نہ کرے۔۔" ندرت امّی برہمی سے بولیں، ویسے بھی وہ اب در شہوار کی ساس کے رتبے پر فائز ہونے جا رہی تھیں اس لیے یہ ان کا حق بنتا تھا۔

"یہ چائو شائو اپنے کمروں میں جا کر پورے کریں، میرا دماغ مت خراب کریں۔۔۔" در شہوار نے بدتمیزی کی انتہاء کر دی۔

"آئے ہائے بھابھی، دیکھیں ذرا اس لڑکی کو۔۔۔" ندرت امّی نے تپ کر اپنی جیٹھانی کی طرف دیکھا جو خود بھی اس حملے پر ہلکا سا گڑبڑا گئیں تھیں۔

"در شہوار یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا۔۔۔" تاجدار بیگم کا لہجہ قدرے نرم ہی تھا کیونکہ وہ اپنی اولاد کے سارے ہی رنگ ڈھنگ جانتی تھیں اور در شہوار تو ویسے ہی آجکل آگ کا گولہ بنی ہوئی تھی۔

"مجھے تو بس یہی طریقہ آتا ہے، جس نے بات کرنی ہے وہ کرے، جس نے نہیں کرنی وہ مت کرے۔۔" وہ انگارے چبا کر بولی۔

"ارے چھوڑو در شہوار، آجائو شرمائو مت، اپنی شادی کے نہ سہی برہان بھائی کے لیے گانے گالو۔ مجھے پتا ہے تمہیں کتنا شوق ہے ہلہ گلہ کرنے کا۔۔" نمیرہ نے تو گویا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال لیا۔ اس کی بات سنتے ہی در شہوار کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"بے فکر رہو، ایسا طبلہ بجائوں گی، پورا خاندان یاد رکھے گا۔۔" وہ غضب ناک انداز میں نمیرہ کی طرف بڑھی، اسکے آگے رکھی ڈھولک اٹھائی اور گھما کر ہال کمرے کے دوسری طرف اچھال دی۔

وہ ڈھولک اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے محتشم صاحب کے قدموں میں جا گری اور انہوں نے تھوڑا اچھل کر خود کو اس ہتھیار سے بچایا۔ کمرے میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ تاجدار بیگم کے ساتھ ساتھ وہاں موجود سبھی لوگوں کا سانس خشک ہوا۔

محتشم صاحب نے نظر اٹھا کر اپنی صاحبزادی کی طرف دیکھا، جس کا چہرہ انار کی طرح سرخ ہو رہا تھا اور بات اسکے مشتعل ہونے کی نہیں اس کے انداز سے چھلکنے والی بغاوت کی تھی، جس نے ایک لمحے کو انہیں بھی گنگ کر دیا تھا۔۔

"یہ کیا حرکت ہے در شہوار، تمیز تمہیں چھو کر نہیں گذری کیا۔۔؟" اپنی بیٹی کے اس انداز پر وہ تو گویا انگاروں پر جا بیٹھے۔

"رات سے بخار ہے اسے، ڈھولک کی آواز سے تنگ ہو رہی تھی بیچاری، منع بھی کیا تھا میں نے نمیرہ کو۔۔" تاجدار بیگم نے معاملہ سنبھالنے کی کوشش کی۔

"بخار لگتا ہے صاحبزادی کے دماغ کو چڑھ گیا ہے، اسے تھوڑا انسانوں کی طرح رہنا سیکھائو۔۔" ان کی پر جلال آواز پر تاجدار بیگم تو بوکھلا گئیں جبکہ در شہوار پر اس لتاڑ کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا، وہ یوں کھڑی تھی جیسے میر محتشم اس سے نہیں اس کمرے کی دیواروں سے مخاطب ہوں۔

"در شہوار تم جائو اپنے کمرے میں، اور جا کر میڈیسن لو۔۔۔" تاجدار بیگم نے معاملہ فہمی کا ثبوت دیتے ہوئے سب سے پہلے

اس فساد کی جڑ کر منظر سے غائب کرنا چاہا اور ساتھ ہی آنکھ کے اشارے سے نمیرہ اور بچوں کو اٹھنے کا اشارہ کیا جو فوراً ہی کھسک گئے۔

در شہوار نے بیزاری سے سر جھٹکا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور تاجدار بیگم نے کنکھیوں سے اپنے شوہر کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو جانچا، جنکی نظریں در شہوار پر جمی ہوئی تھیں اور اتنے تو زمانہ شناس وہ بھی تھے کہ اپنی اولاد کے رنگ ڈھنگ نہ پہچان پاتے۔

''تم ذرا کمرے میں آکر میری بات سنو۔۔۔'' محتشم صاحب کے سرد لہجے نے تاجدار بیگم کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی، وہ لمحہ آچکا تھا، جسکا انہیں ڈر تھا اور ان کا دل سہم کر رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میر محتشم کے کمرے کے بھاری پردے گرے ہوئے تھے۔

وہ جانچتی ہوئی نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھی ہوئیں تاجدار بیگم کو دیکھ رہے تھے اور تاجدار بیگم کو ان کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔ انہیں ان کے کمرے میں آئے ہوئے پورے پانچ منٹ گذر چکے تھے انہوں نے سامنے وال کلاک پر لگے گھڑیال کو دیکھ کر اندازہ لگایا اور ابھی تک محتشم صاحب نے اپنی گفتگو کا آغاز نہیں کیا تھا۔

''کیا چل رہا ہے تمہاری صاحبزادی کے دماغ میں۔۔۔؟؟؟'' لہجے کی کاٹ فطرت ثانیہ تھی اور بغیر طنز کے ان کی گفتگو کبھی مکمل نہیں ہوتی تھی۔

''میری صاحبزادی تو یوں کہہ رہے ہیں جیسے میں جہیز میں ساتھ لائی تھی۔۔۔'' تاجدار بیگم نے دانستہ تلخ انداز اپنایا کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتی تھیں کہ اس موقعے پر نرمی کا مظاہرہ کرنا خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

''لیکن بچوں کی تربیت تو ماں ہی کی ذمے داری ہوتی ہے ہمارے خاندان میں اور اس حوالے سے پوچھ رہا ہوں تم سے۔۔۔'' آگے بھی محتشم تھے، جن کے پاس ہر سوال کا جواب موجود تھا۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، آخرت میں پوچھا تو ماں باپ دونوں سے ہی جائے گا، اور جہاں تک بات در شہوار کی ہے تو پورا خاندان جانتا ہے کہ وہ مزاجاً اپنے دادا پر گئی ہے۔۔'' تاجدار بیگم نے بھی سارا الزام اپنے سسر کے مزاج پر رکھ دیا۔

''لیکن اب کیا مسئلہ ہے اسے۔؟ ان ساری چیزوں کا مقصد کیا ہے آخر۔۔۔؟ وہ ہلکا سا جھنجھلا کر گویا ہوئے۔

''کوئی بھی مقصد نہیں ہے، بتا تو رہی ہوں، اسکی طبعیت خراب ہے اور نمیرہ بھی تو بار بار اسے چڑانے سے باز نہیں آرہی تھی۔'' تاجدار بیگم نے اپنے لہجے کو دانستہ لاپرواہ بنا کر سارا الزام نمیرہ کے سر پر رکھ دیا اتنا تو انہیں بھی پتا تھا کہ وہ کون سا تصدیق کرنے کے لیے جائیں گے۔۔

"دیکھ لو تاجدار بیگم، کوئی بات چھپا تو نہیں رہی ہو مجھ سے۔۔۔؟" انہوں نے کھوجتی ہوئی نظروں سے اپنی بیگم کی طرف دیکھا تو انہوں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "کمال کرتے ہیں آپ بھی، ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا کر رکھ دیا، ایسی بھلا کون سی بات ہونی ہے۔ اچھا خاصا پتا بھی ہے درشہوار کے مزاج کا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپے سے باہر ہو جاتی ہے وہ۔" انہوں نے نظریں چرا کر حتی الامکان اپنے میاں کو مطمعن کرنے کی کوشش کی اور دل ہی دل میں درشہوار کو دو چار صلواتیں بھی سنائیں جس نے انہیں آج کٹہرے میں لا کھڑا کیا تھا۔۔۔

"ایک بات اپنے دماغ میں بیٹھالو، تمہاری اولاد جو بھی غلط قدم اٹھائے گی، اسکی باز پرس تم سے ہی کی جائے گی، اس لیے اپنی زبان میں سمجھا دو اس کو۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ رکے نہیں اور لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے کمرے سے نکل گئے، تاجدار بیگم کو تو لگتا تھا جیسے سانپ ہی سونگھ گیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ جب سے گھر واپس آئی تھی اسکے کمرے کا دروازہ بند تھا۔۔۔!!!

ارسل کے ہاتھ اٹھانے والے واقعے نے اسے بہت زیادہ ہرٹ کیا تھا، حالانکہ وہ بار بار اس سے راستے میں معذرت کرتا آیا تھا لیکن رومیصہ کے دل میں گرہ پڑ گئی تھی۔ وہ تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ارسل اس طرح بھی آپے سے باہر بھی ہو سکتا ہے۔ اس چیز نے اسے کافی خوفزدہ کر دیا تھا۔

"آئی ایم سوری یار، تم نے اتنی غلط بات کی، مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا۔۔"

وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے بار بار پریشانی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جسکی آنکھوں سے ابھی تک بے آواز آنسو بہہ رہے تھے اور وہ ارسل کو ندامت میں مبتلا کر رہے تھے۔

"تم نے سوچا بھی کیسے کہ ہم اپنے ہونے والے بچے کو خود اپنے ہاتھوں سے ختم کر دیں، کم از کم میں تو اتنا ظالم نہیں ہو سکتا اور تمہیں بھی میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھانے دوں گا، تم مجھ پر اعتماد رکھو، میں انشاء اللہ بہت جلد چیزوں کو ہینڈل کر دوں گا، تم میری محبت ہی نہیں اب عزت بھی ہو۔۔" ارسل اسے سارا راستہ تسلیاں دیتا آیا تھا لیکن رومیصہ کے ہونٹوں پر ایک جامد خاموشی کی مہر ثبت ہو چکی تھی۔

"اگر تم اسی طرح سے خاموش رہو گی تو میں گاڑی نہیں چلاؤں گا۔۔۔" ارسل نے سچ مچ گاڑی سڑک کے کنارے پر کھڑی کر دی اور بیچارگی سے اپنے ساتھ بیٹھی اس لڑکی کو دیکھا، جو اب اسے اپنی زندگی سے بھی پیاری تھی۔

"کیسے ہینڈل کرو گے تم چیزوں کو۔۔؟ مجھے صرف اتنا بتا دو۔۔؟" وہ روتے روتے ایک دم پھٹ پڑی۔

"تم نیکسٹ ٹائم میرے ساتھ چلو، پہلے نادرا کا آئی ڈی کارڈ بننے دیں گے اور جیسے ہی تمہارا کارڈ آجائے گا میں ارجنٹ پاسپورٹ بنوالوں گا۔۔" ارسل کی اس بات نے اسے چونکا دیا۔"تم کیا کرنا چاہ رہے ہو۔۔۔؟

"میں نے باہر ایک دو جگہوں پر اپلائی کیا ہے، انشاء اللہ کہیں نہ کہیں سے پوزیٹو جواب آجائے گا، بس ہم دونوں خاموشی سے نکل جائیں گے۔۔۔" اس نے رومیصہ کو اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔ اس نے سخت بے یقینی سے اسکی طرف دیکھا۔

ارسل نے استحقاق بھرے انداز سے اپنا بازو آگے بڑھا کر اسے اپنے ساتھ لگایا اور وہ جذباتی ہو کر رو دی، ارسل کا بھی دل بھر آیا، قسمت نے ان دونوں کو ایک عجیب سے دوراہے پر کھڑا کر دیا تھا۔

"تم مجھ سے وعدہ کرو رومی، تم خود کو اور اس بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔۔" ارسل نے اسکے ماتھے کا بوسہ لیا، اور وہ اسکی محبت کے آگے ہار گئی، اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے وہ وعدہ کرنا پڑا، جو اس کے لیے کسی پل صراط سے کم نہیں تھا۔

گھر آ کر اس نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا اور ٹینا بیگم نے جب تیسری بار ملازمہ کو اسکے کمرے میں بجھوایا تو اسکے صبر کی انتہا ہو گئی، وہ جو خود اکیلے بیٹھ کر اپنے لیے کچھ سوچنا چاہ رہی تھی، کمرے کے دروازے پر ہونے والی بار بار کی دستک اسے بُری طرح سے ڈسٹرب کر رہی تھی، تبھی تو اس نے دروازہ کھول کر سامنے کھڑی سندس کو بُری طرح سے لتاڑا۔۔ اور پھر دروازہ پوری قوت سے بند کر دیا۔۔۔

سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتی ہوئی شہر زاد نے سندس کا تاریک ہوتا چہرہ غور سے دیکھا اور ایک لمحے میں اسے اسکا پس منظر معلوم ہو گیا تھا۔ سندس اسے دیکھ کر خفت زدہ انداز میں مسکرائی۔۔۔

"کیا ہوا۔۔؟ رومی نے ڈانٹا ہے کیا۔۔۔؟" شہر زاد کے نرم انداز پر سندس نے شرمندگی سے وضاحت دی۔'

'بڑی بیگم صاحبہ ان کو کھانے پر بلا رہی ہیں، لیکن وہ شاید غصّے میں ہیں۔۔ "

"ٹھیک ہے تم جاؤ، میں بات کرتی ہوں اس سے۔۔" شہر زاد نے ہلکا سا دروازہ ناک کیا۔

دوسری طرف رومیصہ سمجھی کہ شاید سندس دوبارہ اسے بلانے کے لیے آگئی ہے۔ تبھی وہ دروازہ کھولتے ہی دھاڑی ۔۔۔"کیا تکلیف ہے۔؟ ایک دفعہ کی کہی ہوئی بات سمجھ نہیں آتی کیا۔۔؟"

"کیا ہوا ہے رومیصہ۔۔۔؟" اپنے سامنے شہر زاد کو دیکھ کر رومیصہ کے چہرے پر غصّے کی جگہ جھنجھلاہٹ نے لے لی۔

"اس گھر کے ملازموں کو ذرا بھی تمیز نہیں ہے، ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ کہہ چکی ہوں کہ مجھے بھوک نہیں ہے لیکن بار بار بلانے آرہے ہیں۔"

"اس میں سندس بیچاری کا کوئی قصور نہیں، مام بجھوا رہی ہیں اسے۔۔"

"مام بھی حد ہی کر دیتی ہیں، اب کیا زبردستی منہ کھول کر ڈالیں گی کھانا۔۔" وہ بُری طرح سے چڑ کر بولی۔۔

"اٹس اوکے۔۔۔ ٹیک اٹ ایزی۔۔" شہرزاد کو لگا وہ اچھے ذہنی خلجان کا شکار ہے۔۔۔

"ذہن پہلے ہی اتنا الجھا ہوا ہے، اوپر سے ان کی ٹھک ٹھک ہی ختم نہیں ہو رہی۔۔۔" وہ اپنے بکھرے بالوں کا جوڑا بنانے لگی۔

"صارم خان کی ڈیتھ کی وجہ سے ڈسٹرب ہو گیا۔۔۔؟" شہرزاد نے اسکی متورم آنکھوں کو دیکھ کر آہستگی سے پوچھا۔

"تو کیا نہیں ہونا چاہیے۔۔؟" رومیصہ کو اسکی پریشانی کا بھرپور جواز اس نے خود ہی فراہم کر دیا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس سے استفادہ نہ کرتی۔

"میری راتوں کی نیندیں اور دن کا سکون خراب ہو چکا ہے۔۔۔" وہ جھنجھلا کر اسکے سامنے بیٹھ گئی۔

"ٹینشن مت لو، صارم خان کی موت زیادہ دیر تک معمہ نہیں رہے گی اور پولیس بہت جلد ملزموں تک پہنچ جائے گی۔۔"

"ہونہہ۔۔۔ پولیس پہنچ ہی نہ جائے کہیں۔۔۔" رومیصہ نے استہزائیہ انداز اپنایا۔

"ہر بار ایسا نہیں ہوتا رومی، بعض دفعہ انجانے میں ملزم خود کوئی نہ کوئی ایسا ثبوت چھوڑ جاتے ہیں اور صارم کے کمرے سے ان لوگوں کا گرا ہوا ایک سیل فون ملا ہے اور پولیس اسکا سارا ڈیٹا نکلوا رہی ہے۔۔" اس کی اس بات پر رومیصہ بُری طرح سے چونکی۔ اسکی آنکھوں میں حیرانگی در آئی۔

"تم ساری باتوں کو چھوڑو، ڈاکٹر کے پاس گئیں تھیں کہ نہیں۔۔۔؟" شہرزاد نے انجانے میں اسکی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تو اسکا رنگ اڑا۔

"مجھے پتا تھا اس معاملے میں تم انتہائی سست ہو، اس لیے میں نے ڈاکٹر سہیل سے آج شام کی اپائنمنٹ لے لی تھی۔۔"

"نن نہیں، میں گئی تھی آج ڈاکٹر کے پاس۔۔۔" رومیصہ نے بوکھلا کر کہا تو اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

"بس اسٹامک تھوڑی گڑبڑ کر رہا ہے، اس کے لیے انہوں نے میڈیسن دے دی ہے، اب جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"چلو یہ تو بہت اچھا ہو گیا، میں بھی تھوڑا فریش ہو جاؤں، پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں۔۔۔" شہرزاد اب مطمئن ہو کر کمرے سے نکل گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

برہان کسی زندہ لاش کی طرح پورے گھر میں گھوم رہے تھے۔۔۔

مناہل کا پاورڈ آف نمبر انہیں وہ ان کہی داستانیں سنا رہا تھا، جو وہ سننا نہیں چاہتے تھے، ان کی چھٹی حس چیخ چیخ کر انہیں کسی

انہونی کا احساس دلا رہی تھی اور یہ بات ان کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کے مترادف تھی کہ ان کی شادی کی خبر کسی اور کے ذریعے مناہل تک پہنچتی۔

مختلف قسم کی سوچوں نے ان کا دماغ شل کر دیا اور وہ کچھ سوچ کر پچھلے لان کے برآمدے سے نکلے، ان کا ارادہ ہادی کے گھر جانے کا تھا، آخر کار انہوں نے ڈھیٹ بننے کا ارادہ کر ہی لیا۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے تاجدار بیگم ان کی طرف دیکھ کر لپک کر آئیں۔

"برہان تم انابیہ اور در شہوار کو شاپنگ کے لیے اسلام آباد تو لے جاؤ انہوں نے برائیڈل ڈریس لینے ہیں۔۔۔" ان کی فرمائش سن کر ان کا دماغ گھوم گیا۔

"امی، مجھے کیا پتا ان چیزوں کا، آپ ندرت چچی سے کہیں۔۔۔" وہ ہلکا سا چڑ گئے۔

"اب کیا اکیلی لڑکیوں کو بجھوا دوں، شاہ میر کو چھٹی نہیں ملی اور ارسل خود اسلام آباد گیا ہوا ہے۔۔۔" وہ بُرا مان گئیں۔۔۔

"ڈرائیور کو بجھوا دیں ساتھ۔۔۔" اس نے اپنی طرف سے مسئلے کا حل بتایا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا، در شہوار کی طرف سے دل ڈرا ہوا میرا اور اسے تو کسی صورت نہیں بجھواؤں گی میں اکیلے۔۔" تاجدار بیگم نے ان کو جھاڑا۔

"اچھا ٹھیک ہے، آپ ان کو ریڈی کروائیں، میں ذرا ایک کام نبٹا کر آتا ہوں۔۔۔"

وہ جیسے ہی میر ہاوس سے باہر نکلے، سامنے ہی سعد پیدل چلتا ہوا ہادی کے گھر کی طرف آ رہا تھا، برہان اسکی طرف دیکھ کر پھیکے سے انداز میں مسکرائے لیکن سعد نے تو مروتا بھی ایسا کوئی مظاہرہ نہیں کیا، مناہل والے قصے کے بعد تو اسے بھی برہان سے شدید قسم کی چڑ سی ہو گئی تھی لیکن پڑوسی ہونے کے ناطے اب وہ بالکل ہی بے مروتی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا تبھی تو ان کے سلام کا جواب دے دیا۔

"کیسے ہو سعد، ہادی نظر نہیں آ رہا تمہارے ساتھ۔۔۔" وہ انجان بن کر بولے۔

"وہ اسلام آباد گیا ہوا ہے اپنے گھر، آپ سنائیں۔ سنا ہے شادی ہو رہی ہے آپکی، پیشگی مبارکباد قبول کریں۔۔" سعد نے ان پر بم گرایا۔۔

"آپ کو کس نے بتایا۔۔؟" برہان ایکدم بوکھلائے، ان کے خیال کے مطابق تو یہ بات ابھی میر ہاؤس تک ہی محدود تھی۔۔

"آپ کیوں اتنے حیران ہو رہے ہیں۔۔۔؟" سعد نے کمینگی کا مظاہرہ کیا۔

"ایکچوئلی ابھی کارڈز وغیرہ زیادہ نہیں دیئے تو اس لیے تھوڑی حیرانگی ہوئی۔۔۔" برہان نے خود کو سنبھالا۔ "ویسے کس نے بتایا۔۔؟" ان کی سوئی اسی بات پر اٹکی ہوئی تھی۔

''ہادی ذکر کر رہا تھا کچھ ایسا۔۔''سعد دل ہی دل میں ان کی حالت سے محظوظ ہوا۔

''لیکن ہادی کو کیسے پتا چلا، میں نے تو ایسا کوئی ذکر نہیں کیا تھا اسکے سامنے۔۔۔''ان کا چہرہ دھواں دھواں سا ہوا۔

''شاید اسکی سسٹر مناہل کو لیگ ہے آپکی۔۔۔''سعد نے انکی چہرے پر پھیلی سراسمگی کو غور سے دیکھتے ہوئے مزید کہا۔'' مناہل ہی نے ذکر کیا ہوگا، آپ نے بلایا تو ہوگا اپنے ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں کو۔۔''سعد نے ان کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی۔ برہان کو اپنی سانس سینے میں اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنے دماغ میں کڑیاں جوڑنے کی ناکام کوشش کی اور پھر تھک ہار کر گویا ہوئے۔۔

''ہاں شاید۔۔۔ اینی ہاؤ، آپ کا اور ہادی کا انویٹیشن کارڈ میرے پاس پڑا ہے۔ ٹائم ملے تو ضرور آیئے گا۔۔''

''آف کورس۔۔۔!!!''سعد کو اپنے اندر ٹھنڈک سی اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔

برہان نے اپنا سر دھوتا ہوا ہاتھ بمشکل سعد سے ملایا اور بوجھل قدموں کے ساتھ اپنے گھر کی طرف بڑھ گئے، ان کے دماغ میں بہت دنوں سے الجھی ہوئی گتھی سلجھ تو گئی تھی لیکن کچھ اس طرح سے سلجھی تھی کہ اس نے ان کی پوری زندگی کو الجھا کر رکھ دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد نے ساتویں دفعہ ہم زاد کا نمبر ڈائل کرنے کے بعد سیل فون مایوسی سے میز پر رکھ دیا۔

اسکا نمبر مسلسل پاورڈ آف جا رہا تھا۔۔۔

اس وقت وہ ٹینا ہاؤس کے خوبصورت لان میں ٹہل رہی تھی اور پچھلے دو دن کی مصروفیت میں اسے ایک پل کو بھی ہم زاد کا خیال نہیں آیا، صندل کی پورسٹ مارٹم رپورٹ اور اس کے کیس کے ساتھ ساتھ رومیصہ کی چیزوں نے اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر رکھا تھا۔ آج اسے تھوڑی فراغت محسوس ہوئی تو ساتھ ہی اسے کسی چیز کی کمی کا احساس بھی پوری شدت سے جاگا۔۔۔

''اوہ شٹ۔۔۔!!!اکافی سوچنے کے بعد اسے یاد آیا کہ ہم زاد کی آخری کال اسے مری جاتے ہوئے راستے میں آئی تھی جس کا اختتام قطعاً بھی خوشگوار نہیں تھا، تبھی تو اس نے دوبارہ اس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔

''عجیب شخص ہے، بات بات میں بچوں کی طرح خفا ہو جاتا ہے۔۔''وہ ہلکی سی کوفت کا شکار ہوئی۔

''سونے پہ سہاگہ نمبر بھی مسلسل آف کر رکھا ہے، آن کرنے کے بعد نوٹیفیکشن تو ملے ہی ہونگے اسے۔۔''

وہ آسٹریلین گھاس پر ٹہلتے ہوئے مسلسل کڑھ رہی تھی جب اسکی نظر سیکورٹی گارڈ کے کیبن میں بیٹھے ہوئے اپنے باڈی گارڈ رضا پر پڑی، جو سیل فون پر کوئی ٹیکسٹ کرنے میں بزی تھا، شہر زاد کچھ سوچ کر اس کیبن کی طرف بڑھی اور رضا اسکی طرف دیکھ کر

جلدی سے کھڑا ہوا۔۔

"رضا، میجر توصیف کو کیسے جانتے ہیں آپ۔۔۔؟ وہ ملازمین کے ساتھ بھی احترام سے بات کرنے کی قائل تھی۔

"توصیف صاحب ہماری کمپنی کے پرانے کلائنٹ ہیں اور اکثر اسپیشل لوگوں کے لیے مجھے ہی ہائر کرتے ہیں۔۔" اس نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"ان کا نمبر ہے آپ کے پاس، ذرا دیں مجھے۔۔۔" اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

رضا نے اپنے سیل فون سے ایک نمبر اسے جلدی سے لکھوایا، وہ نمبر ڈائل کر کے لان کی دوسری طرف آ گئی، میجر توصیف نے چوتھی بیل پر فون اٹھا لیا تھا۔

السلام علیکم، شہرزاد کیسی ہیں آپ۔۔۔؟" میجر توصیف کے پہچاننے پر وہ مسکرائی، یقیناً اس کا نمبر اس کے پاس محفوظ تھا۔

"میں ٹھیک ہوں میجر توصیف، آپ سے کچھ ایک دو باتیں کرنا تھیں مجھے۔۔۔" وہ محتاط انداز میں گویا ہوئی۔۔

"آف کورس، کیوں نہیں۔۔۔"

"کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کو میرے سلسلے میں آفیشلی آرڈرز کس نے دیئے تھے۔۔؟"

"دیکھیں میم، آفیشلی تو ایسے آرڈرز ممکن نہیں لیکن جیسا کہ آپکو علم ہے کہ ہم اپنے کولیگز کے لیے بہت سی چیزیں ان آفیشلی بھی کر رہے ہوتے ہیں اور آپکے معاملے میں بھی بالکل ایسا ہوا تھا، مجھے کرنل طاہر نے کہا تھا اور انہیں شاید لیفٹیننٹ جنرل خالد صاحب نے۔۔"

"اور یقیناً انہیں کسی اور نے کہا ہو گا۔۔۔" شہرزاد کے لہجے میں چھپے طنز کو بھانپ کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔۔

"اس بات سے اندازہ لگا لینا چاہیے کہ ہماری آرمی کا شمار دنیا کی بہترین افواج میں کیوں ہوتا ہے۔۔؟" وہ مسکرایا۔

"جی اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔۔۔" شہرزاد ہلکا سا بیزار ہوئی۔

"آپ کہیں تو میں آپکو کرنل طاہر کا نمبر دے سکتا ہوں۔۔۔" اس نے ہلکا سا سوچ کر آفر کی۔

"تھینک یو۔۔۔ اسکی ضرورت نہیں۔۔۔ "!!!

وہ میجر توصیف کے ساتھ بات کر رہی تھی جب اسے کال ویٹنگ میں ہم زاد کی کال کا نوٹیفکیشن ملنے لگا، شہرزاد کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ یقیناً اس کے سورسز اسے الرٹ کر چکے تھے۔ شہرزاد نے عجلت بھرے انداز میں اسے خدا حافظ کر کے ہم زاد کی کال لی تو دوسری طرف سے ایک ٹھنڈی آہ بھری گئی۔

"یقیناً آپ کو علم ہو گیا ہو گا کہ میں اس وقت میجر توصیف سے بات کر رہی ہوں۔۔۔"

"اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اسکی آواز مجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتی۔۔" اسکے بے ساختہ انداز پر شہر زاد مسکرائی۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ آپ سے زیادہ ہینڈ سم بھی نہیں ہو گا لیکن آپکو پتا ہے ناں کہ مجھے مردوں میں ہمیشہ ذہانت اٹریکٹ کرتی ہے۔"

"پھر تو میں تسلی رکھوں کہ مجھ سے کوئی نہیں جیت سکتا۔۔۔" خلاف توقع اسکا موڈ خاصا خوشگوار تھا۔

"اللہ آپکی خوش فہمیوں میں مزید اضافہ کرئے، لگتا ہے آپ پاکستان میں قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔۔" شہر زاد نے بالکل درست اندازہ لگایا۔

"آجائیں، آپکو "چائے خانہ" میں چائے پلواتا ہوں۔۔" وہ شرارتی انداز سے گویا ہوا۔

"اور میں آ بھی جائوں گی، اس بات کا بھی آپکو علم ہے۔۔۔" وہ مسکرائی۔

"آتو میں بھی گیا تھا پچھلی بار، لیکن آپ ہی فائرنگ کی آواز سن کر بھاگ گئیں تھیں۔۔" وہ دامن کوہ والے واقعے کی طرف ہنستے ہوئے اشارہ کر رہا تھا۔

"بے فکر رہیں اس بار میدان آپ ہی چھوڑ کر بھاگیں گے۔۔۔" وہ پروقار انداز میں مسکرائی۔

"چلیں پھر آجائیں، بیٹھ کر اپنی زندگیوں کے مسائل کا حل نکالتے ہیں۔۔۔" اسکی سنجیدگی پر وہ ہلکا سا چونکی جبکہ وہ مزید کہہ رہا تھا۔ "لیکن شرط یہ ہے کہ سیاہ رنگ کا سوٹ پہن کر آئیں گی آپ۔۔" اسکی اگلی فرمائش پر وہ بدکی۔

"آپ کو یہ غلط فہمی کب سے ہو گی کہ آپ ایسی کوئی بے تکی فرمائش کریں گے اور میں ٹین ایجز لڑکیوں کی طرح پوری کر کے بھاگتی ہوئی آئوں گی۔" شہر زاد نے اپنے بلیک کلر کے سوٹ سے دانستہ نظریں چرائیں کیونکہ وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بتا سکتی کہ وہ اس وقت یہی رنگ پہنے ہوئے ہے۔

"جن سے ہم محبت کرتے ہوں انکی فرمائش پوری کرنا آپکی نزدیک امیچورٹی ہے کیا۔۔؟" وہ سنجیدہ ہوا۔

"فرمائش بھی تو کوئی ڈھنگ کی ہو۔۔" اس نے بھی منہ بنا کر کہا۔

"اب آپ سے میں کوئی ایٹمی دھماکہ کرنے یا تازہ بجٹ بنانے کی فرمائش تو نہیں کر سکتا۔۔" وہ ہلکا سا چڑ کر گویا ہوا۔

"مجھے اچھا لگے گا اگر آپ عام لڑکیوں کی طرح ٹریٹ نہیں کریں گے مجھے۔۔۔۔"

"یاد رکھیے گا شہر زاد، ہم سب اس دنیا میں عام لوگ ہی ہیں، ہم سے محبت کرنے والوں کی نظریں ہی ہمیں "خاص" بناتی ہیں۔" وہ بھی باقاعدہ بحث کرنے پر اتر آیا۔

"بے شک ایسا ہو گا، لیکن مجھے ذاتی طور پر ایسی چیزیں پسند نہیں۔۔۔" وہ بیزاری سے گویا ہوئی۔

"اور آپ میری ایک بات آج لکھ لیجئے گا کہیں، جب انسان محبت کو اوڑھ لیتا ہے تو پھر وہ سب کچھ کرنے لگتا ہے جو عام دنوں میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا، اور ایک دن آپ بھی وہ سب کچھ کریں گی اور بہت دل سے کریں گی۔۔۔" اسکا لہجہ یقین میں ڈوبا ہوا تھا۔

"یہ تو آنے والا وقت ثابت کرے گا، اس لیے بہتر ہو گا کہ ہم ایسی بحث ابھی مت کریں۔" وہ اسکے لہجے اور انداز میں چھپی ہلکی سی ناگواری کو بھانپ کر بولا۔

"چلیں پھر کام کی بات کرتے ہیں میڈم، صارم خان کے قاتلوں کا سراغ تقریباً مل چکا ہے۔۔۔" ہم زاد تھوڑا فارمل ہوا۔

"یقیناً اسکے ڈانڈے جسٹس محمود یا بریگیڈئیر وقار کے خاندان سے ملتے ہونگے کہیں نہ کہیں سے۔۔۔" اُس نے آہستگی سے لقمہ دیا۔۔

"لڑکی حسین ہی نہیں ذہین بھی ہیں آپ، ویسے بتا سکتی ہیں کہ یہ اندازہ کیسے لگایا آپ نے۔۔؟" دوسری طرف وہ حیران ہوا۔

"سیدھی سی بات ہے کہ بریگیڈئیر وقار اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے اور جسٹس محمود اپنی نیک نامی پر دھبہ نہ لگانے کے لیے ہی کوئی انتہائی قدم اٹھا سکتے ہیں اور صارم کی گواہی ان کے بیٹے کے کریکٹر پر ایک سوالیہ نشان ہی تو ہے۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہاں اس دفعہ یہ بے وقوفی واقعی جسٹس محمود کی طرف سے ہوئی ہے جو کم از کم رومیصہ کے حق میں بہتر ثابت ہو گی۔۔۔" وہ خاصا مطمئن تھا۔

"لیکن مجھے صارم خان کی موت کا بہت دکھ ہے، اور کم از کم اس حد تک ان لوگوں کو نہیں جانا چاہیے تھا۔۔"

"ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے، آپ بھی تھوڑا احتیاط کریں، کیونکہ آپ نے بھی اپنے دشمنوں کی لسٹ میں خاصا اضافہ کر لیا ہے۔" وہ فکرمند ہوا۔

"جب تک آپ جیسے دوستوں کی دعائیں میرے ساتھ شامل ہیں، مجھے کسی چیز کا خوف نہیں۔۔" وہ اسکے بے خوف لہجے پر ہلکا سا جھنجھلایا۔

"ان ساری باتوں کے ساتھ آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ آپ ایک عورت بھی ہیں اور کسی عورت کے لیے سب سے قیمتی چیز اسکی عزت ہوتی ہے۔"

"تو اس عزت کی حفاظت کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے۔۔؟" وہ ہلکے پھلکے لہجے میں گویا ہوئی۔۔

''مجھ سے شادی۔۔۔'' جواب انتہائی برجستہ انداز میں آیا اور شہر زاد کے دل کی دھڑکن بے ربط ہوئی۔ اس کا سفید اجلا چہرہ گویا خون کی حدت سے دہک اٹھا، اور قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔ ہم زاد کو کچھ لمحوں کی غیر معمولی خاموشی کے بعد اندازہ ہوا کہ کال منقطع کی جاچکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

برہان شدید قسم کے ڈیپریشن کا شکار تھا۔۔۔

اس کے باوجود وہ ندرت چچی کے ساتھ جناح سپر مارکیٹ آ گیا تھا اور انابیہ اور در شہوار بھی اسکے ساتھ تھیں، وہ چاروں اس وقت محسن سنز پر برائیڈل ڈریسز کھلوا کر دیکھ رہے تھے اور جو سچ بات تھی کہ برہان ذہنی طور پر کہیں اور تھا اور در شہوار کو بھی اپنے سامنے رکھے قیمتی لہنگوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

انابیہ کنکھیوں سے اسکے چہرے پر پھیلی پریشانی کا دل ہی دل میں اندازہ لگا چکی تھی کیونکہ اسکی فرینڈ کرن کے مطابق میم مناہل ایکس پاکستان لیو پر ایک ماہ کے لیے جاچکیں تھیں اور انابیہ نے یہ سن کر سکون کا سانس لیا تھا۔

''برہان یہ فان کلر کیسا ہے۔۔۔؟'' ندرت چچی نے اسکی بیزاری کو بھانپ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''مجھے کیا پتا، میں نے کون سا کلرز پر ریسرچ کر رکھی ہے۔'' وہ دکاندار کا لحاظ کیے بغیر تپ کر بولے۔

''جب کچھ بتانا ہی نہیں تھا تو دونوں بہن بھائی کرنے کیا آئے تھے یہاں۔۔۔''

انہوں نے نسبتاً دھیمی آواز میں دونوں کو جھاڑا تو برہان نے چونک کر در شہوار کی طرف دیکھا، جس کے چہرے پر کوفت ،بیزاری اور جھلاہٹ ایک ایک نقش سے نمایاں تھی، وہ اسٹول پر اس طرح سے بیٹھی تھی جیسے ان لوگوں کے ساتھ نہ آئی ہو۔

''در شہوار، تم بتاؤ یہ لہنگا کیسا ہے۔۔۔؟'' ندرت چچی نے بادل نخواستہ در شہوار کا کندھا ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''ٹھیک ہے۔۔۔'' اس نے نظر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

''تمہارے لیے پیک کروالوں۔۔۔'' وہ جھنجھلا کر گویا ہوئیں۔

''مرضی ہے آپ کی۔۔۔'' در شہوار نے ان کو مزید تپایا۔

''باجی آپ یہ دوپٹہ لے کر پلیز مرر میں چیک کریں، بہت زبردست چیز ہے یہ۔۔'' سیلز مین نے در شہوار کو مشورہ دیا جو اسے سخت ناگوار گذرا۔

''یہ مشورے آپ ان لوگوں کو دیں، جو دیکھ رہی ہیں۔ میرے ساتھ باجی شاجی کہہ کر رشتے داریاں گانٹھنے کی ضرورت نہیں۔۔'' اسکے نخوت زدہ انداز پر سیلز مین ہلکی سی خفت کا شکار ہوا۔ اسے اندازہ ہوا کہ باجی اس وقت خاصی مرچیں چبا کر بیٹھی ہوئی

ہیں۔

"میں انابیہ کے لیے پیک کروا چکی ہوں، اب تم بھی دیکھنے کی تھوڑی زحمت کر لو ورنہ بعد میں گھر جا کر شور مچاؤ گی۔۔"

ندرت چچی نے دبے دبے انداز میں اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کی، لیکن در شہوار کی دل کی دنیا میں تو اس وقت طلاطم برپا ہو چکا تھا، ہادی اپنی والدہ مسز عالیہ قریشی کے ساتھ اسی شاپ میں داخل ہو رہا تھا اور اس کی نظر بھی در شہوار اور برہان پر پڑ چکی تھی۔۔

"آئیں آئیں مسز قریشی، آپکا آرڈر بالکل ریڈی ہے۔۔۔" ایک سیلز مین پر جوش انداز میں انکی طرف بڑھا۔

جب کہ برہان اور ہادی دونوں کے لیے یہ انتہائی آکورڈ پوزیشن تھی اور اتفاق سے مسز قریشی بھی برہان اور در شہوار کو پہچان چکی تھیں جنہیں مناہل نے انکی پارٹی میں بطور خاص ان سے ملوایا تھا۔ برہان خفت زدہ انداز میں ان سے اٹھ کر ملا اور در شہوار کی آنکھوں میں بھی چمک در آئی۔

"السلام علیکم آنٹی، کیسی ہیں آپ۔۔۔" در شہوار کا گمشدہ اخلاق واپس لوٹ چکا تھا اور وہ بظاہر مسز قریشی سے مخاطب تھی لیکن اسکی نظریں بھٹک بھٹک کر ہادی کے بیزار چہرے کی طرف جا رہی تھیں جو برہان سے بہت سرد انداز میں ملا تھا اور مجبوراً انہیں بھی اپنے ساتھ آئی ہوئیں اپنی چچی اور کزن انابیہ کا تعارف کروانا پڑا، مسز عالیہ قریشی ان سب سے بڑے پر جوش انداز میں ملیں۔

"لگتا ہے آپکے ہاں کسی کی شادی کا فنکشن ہے۔۔۔" انہوں نے سامنے رکھے لہنگے کو دیکھ کر مسکرا کر اندازہ لگایا۔

"ایک نہیں، ماشاء اللہ دو دو شادیاں ہیں، ایک تو برہان کی اور دوسری اسکی بہن در شہوار کی۔۔۔" ندرت چچی کی بات پر در شہوار نے بے چینی سے کھڑے کھڑے پہلو بدلا، جبکہ ہادی کے چہرے پر بھی تھوڑے سکون کے تاثرات نمودار ہوئے اور اس نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔

"ماشاءاللہ، اللہ پاک قسمت بہت اچھی کرے۔۔۔" مسز قریشی نے کھلے دل سے دعا دی۔

"ویسے مسز قریشی کی پسند بھی بڑی لاجواب ہے، ہماری بہت پرانی کسٹمر ہیں آپ ان سے بھی مشورہ لے سکتی ہیں۔۔۔" سیلز مین نے مزید خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔۔۔

"جی جی آنٹی بتائیں، ان سب میں کون سا بیسٹ ہے۔؟" در شہوار کے لہجے میں چھپی بے تابی برہان کو سخت زہر لگی جبکہ مسز قریشی کی نظریں سامنے کھلے ہوئے نفیس اور خوبصورت دوپٹوں پر تھیں اور ہادی مسلسل اپنے سیل فون پر کوئی ٹیکسٹ کرنے میں مصروف تھا۔

"بیٹا، آپ خود دیکھیں ناں، آپکی تو شادی ہے۔۔۔" مسز قریشی نے مسکرا کر ٹالنے کی کوشش کی۔

"نہیں آنٹی، آپ بتائیں پلیز۔ مجھے خوشی ہوگی۔" درشہوار مچلی تو انہوں نے مجبوراً، دو تین دوپٹوں کو اٹھا کر دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ فان اور ڈیپ ریڈ بہت اچھا لگے گا فرسٹ ڈے کے لیے۔۔۔" ان کے منہ سے نکلنے کی دیر تھی اور درشہوار جھٹ سے بولی۔

"بس یہی پیک کر دیں۔۔" ندرت چچی اور انابیہ نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا، جس نے ڈیڑھ لاکھ کا لہنگا لینے کے لیے ڈیڑھ منٹ بھی نہیں سوچا تھا اور کھڑے کھڑے پیک کروانے کا حکم دے دیا، لیکن ندرت چچی اس وقت کڑوا گھونٹ پینے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتیں تھیں، اتنا تو انہیں بھی اندازہ تھا کہ وہ اگر دو لاکھ کے ڈریس پر بھی ہاتھ رکھ دیتی تو تاجدار بیگم بھی اپنی لاڈلی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے دو منٹ بھی نہ سوچتیں۔

مسز عالیہ قریشی، اپنا آرڈر اٹھا کر ان سے مل کر جا چکیں تھیں لیکن ہادی کے لباس سے اٹھنے والی قیمتی کولون کی مہک درشہوار کو مدہوش کیے جا رہی تھی، وہ لاشعوری طور پر اسی جگہ پر آکر کھڑی ہو گئی تھی جہاں کچھ دیر پہلے ہادی کھڑا تھا جبکہ برہان کا موڈ مزید آف ہو چکا تھا، ہادی کے تاثرات سے انہیں بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ مناہل کے غائب ہونے کی اصل وجہ صرف اور صرف ان کی شادی ہی ہے اور اس سوچ نے انہیں مزید انابیہ سے بیزار کر دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"شیری سچ سچ بتاؤ، آج مجھے کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟"

وہ ابھی ابھی آفس سے گھر آئی تھی، سامنے ٹینا بیگم بالوں میں کرل ڈالے، ماسک لگائے سیٹنگ روم کے کاؤچ پر نیم دراز تھی، اسے دیکھتے ہی انہوں نے جلدی اسے اپنا ماسک اتارا، اور اس کے سامنے آن کھڑی ہوئیں۔ ان کے چہرے پر تشویش کے رنگ غالب تھے۔

"کیوں، کیا ہوا۔۔؟" شہرزاد کو آج اتنے عرصے بعد انہیں پرانے روپ میں دیکھ کر خاصی خوشی ہوئی۔

"یہ میجر توصیف آج پھر پورے گھر میں گھسا ہوا تھا، ایک ایک روم کی سیکورٹی کے حوالے سے علیحدہ علیحدہ چیزیں گنوا رہا تھا وہ۔۔" وہ ہلکا سا تپ کر بولیں۔

"مام وہ قابل اعتبار بندہ ہے، جو کر رہا ہے اسے کرنے دیں۔۔" شہرزاد نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"بات اعتبار کی نہیں ہے شیری۔۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلائیں۔۔ "بات اس خطرے اور پریشانی کی ہے، جس کی وجہ سے یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے، تم مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تمہاری جان کو خطرہ ہے یا رومی کی، یا اصل بات کیا ہے۔۔۔"

"مام ایسا کچھ نہیں ہے، آپکو پتا ہے ناں مسز قریشی میرے حوالے سے کتنی کونشس رہتی ہیں، اور میجر توصیف ان کے بیٹے

ہادی کا دوست ہے اور اسی وجہ سے وہ یہ سب کر رہا ہے، ورنہ آفیشلی تو ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔" شہر زاد نے انہیں مطمعن کرنے کے لیے مسز قریشی کے خاندان کا حوالہ دیا۔

"آپ بس اپنا بیوٹی سیلون دیکھیں اور باقی معاملات میرے اوپر چھوڑ دیں، یہ بتائیں انکل سیفی نہیں آئے کافی دن سے۔۔"

شہر زاد نے دانستہ سیف الرحمن کا نام لیا کیونکہ اسے یقین واثق تھا کہ اس نام کو سننے کے بعد ٹینا بیگم باقی ساری چیزوں کو بھلا دیں گی، اور وہی ہوا، وہ یہ موضوع بھلا کر وہ اسے سیف الرحمن کے کوریا کے تازہ ترین وزٹ کے بارے میں بتانے لگیں، ان کے ساتھ ایک گھنٹہ گپ شپ لگانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھا، ایک جانی پہچانی سحر انگیز کولون کی خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔۔

شہر زاد کے پاؤں زمین پر جم گئے، وہ خاموش و ساکت کھڑے کھڑے ایک دم چونک گئی۔۔۔

دل حلق کے راستے باہر آنے کے جتن کرنے لگا۔۔۔

ہم زاد جس مخصوص کولون کا استعمال بیدردی سے کرتا تھا اسکی خوشبو اس کے بیڈ روم میں رقص کر رہی تھی۔۔۔

وہ حواس باختہ انداز میں پلٹی اور تیز تیز سیڑھیاں اترتی ہوئی سیٹنگ روم میں پہنچی، ٹینا بیگم نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔ وہ ہاتھ میں ٹی وی کا ریموٹ کنٹرول پکڑے بیٹھی ہوئیں چینل سرچنگ میں مصروف تھیں۔

"مام، میجر توصیف کے ساتھ کون آیا تھا آج گھر میں۔۔۔؟" اسکا لہجہ تجسس کا لبادہ اوڑھ چکا تھا۔

"آئی ڈونٹ نو۔۔۔ مجھے تو رشیدہ نے بتایا تھا، یہ آرہی ہے اس سے پوچھ لو۔۔۔" ٹینا بیگم نے کمرے میں داخل ہوتی ہوئی رشیدہ کی طرف اشارہ کیا، جس نے ٹرے میں کافی کا بڑا مگ رکھا ہوا تھا۔

"رشیدہ، آج میجر توصیف کے ساتھ کون آیا تھا گھر میں اور میرے کمرے میں کون گیا تھا۔۔۔؟"

"چار لوگ تھے جی، اور وہ تو سبھی کمروں میں گئے تھے۔۔۔"

"آرمی کے یونیفارم میں تھے کیا۔۔۔؟"

"نہیں جی، ایک ہی تھا یونیفارم میں، جو پہلے بھی آیا تھا اپنے گھر میں۔۔۔" رشیدہ کا اشارہ میجر توصیف کی طرف تھا۔ وہ کوئی بھی جواب دیئے بغیر پلٹی اور سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ہم زاد کا نمبر ڈائل کر چکی تھی۔

"زہے نصیب۔۔۔" دوسری طرف وہ چہکا۔۔۔

"ہم تو نظر تک چاہتے تھے، آپ جان تک آ گئے۔۔۔" اس نے طنزیہ انداز اپنایا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں دوبارہ پہنچ گئی تھی۔۔

"بائے گاڈ، آپکی خواب گاہ سے کچھ نہیں چرایا سوائے ایک خوشبو کے۔۔۔" دوسری طرف وہ شرارت سے ہنسا تو وہ چونک

گئی، ڈریسنگ ٹیبل سے اسکی پسندیدہ خوشبو کی بوتل غائب تھی۔

"دوسروں کی خوشبوئیں چراتے چراتے اپنے خوشبو کو وہیں چھوڑ آئے۔ بہت خوب۔۔۔ ایسے لٹیرے پہلی دفعہ دیکھے ہیں زندگی میں۔" وہ ہلکا سا تپ کر بولی۔

"ہم کچھ لو اور کچھ دو کے اصولوں پر چلتے ہیں جناب، اپنی سائیڈ میز کی دراز کھولیے، ایک چھوٹا سا نذرانہ چھوڑ آئے ہیں وہاں، دل چاہے تو قبول کر لیجئے گا یا پھر واش روم کے دروازے کے پاس رکھے نیلے رنگ کی ڈسٹ بن میں ڈال دیجئے گا۔۔

وہ اس کے کمرے کا خاصی گہری نظروں سے جائزہ لے کے کر گیا تھا اور اسکا ثبوت وہ ہر بات میں دے رہا تھا، جبکہ شہر زاد کی سوئی تو ایک ہی پوائنٹ پر اٹکی ہوئی تھی تبھی وہ جتاتے ہوئے انداز میں بولی۔۔ "میجر توصیف دوستی کا حق خوب نبھا رہے ہیں۔۔۔"

"شکر ہے آپ نے مجھ پر میجر توصیف ہونے کا ہی دعوی نہیں کر دیا، قسم سے اس بار تو میں شرم سے مر ہی جاتا۔۔۔" اسکا مزاج خاصا خوشگوار تھا۔

"شاید اس طرف بھی سوچ لیتی، اگر پہلے دن اسکے سامنے کھڑے ہو کر آپ سے بات نہ کی ہوتی۔۔۔" وہ مسکرائی۔

"بہت مہربانی آپکی، ورنہ یہ صدمہ تو واقعی مجھے لے ڈوبتا۔۔۔" وہ شرارتی انداز سے گویا ہوا۔

"اینی ہائو، اس ہنگامی وزٹ کی وجہ پوچھ سکتی ہوں میں۔۔۔؟"

"کچھ دن میں جسٹس محمود، صارم خان کی فیملی اور بریگیڈیر وقار کے خاندانوں کے درمیان ایک عظیم دنگل شروع ہونے والا ہے، اس لیے سوچا کہ اس سلسلے میں ہم بھی اپنے انتظامات کر لیں۔۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے۔۔۔؟" شہر زاد نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

"پہلی فرصت میں اپنا بیڈ روم چینج کر لیں، کیونکہ وہاں پر رسائی سب سے زیادہ آسان ہے۔۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آپ میرے بیڈ روم میں پہنچ گئے تو کوئی بھی منہ اٹھا کر آ سکتا ہے۔۔؟" وہ ہلکا سا بُرا مان گئی۔

"اگر کوئی میری زندگی میں ایسا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے کم از کم میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکتا، اتنا اپنی صلاحیتوں پر ٹرسٹ ہے مجھے۔۔"

"تو ٹھیک ہے جب تک آپ زندہ ہیں تب تک تو کھل کر جی لینے دیں۔۔۔" اس نے مذاق میں بات اڑانی چاہی۔

"چلیں جناب، ہم آپ کی خاطر اپنی نیندیں قربان کر دیں گے، اگر اتنی بھاری ذمے داری مجھ پر ڈال ہی دی ہے تو۔۔" ہم زاد کا قہقہہ فضائوں میں گونجا اور اس سے بات کرتے کرتے شہر زاد نے اپنی سائیڈ میز کی دراز کھول کر دیکھی، اس میں رائل بلیو کلر کی ویلوٹ کی چھوٹی سی تھیلی تھی، اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے کھولو تو وائٹ گولڈ میں ایک دلکش سا بریسلیٹ اسکے ہاتھ میں

آ گیا۔

"یہ گفٹ کس خوشی میں دیا گیا ہے مجھے۔۔؟" وہ اتنا قیمتی تحفہ دیکھ کر تھوڑا سنجیدہ ہوئی۔

"بے فکر رہیں، میں اپنا گفٹ اتنے ان رومینٹک طریقے سے نہیں دوں گا، یہ آپ کے لیے گڑیا نے بجھوایا ہے امریکہ سے۔" اس نے اپنی چھوٹی بہن کا نام لیا تو وہ کچھ مطمئن ہوئی، اس کے والد سے بات کر کے اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسکی ساری فیملی اچھی طرح سے شہر زاد سے واقف ہے۔

"میری طرف سے تھینکس کہہ دیجئے گا اسے۔۔" شہر زاد مسکرائی اور اس کے بعد ان دونوں کے درمیان رومیصہ کے کیس پر جو ڈسکشن اسٹارٹ ہوئی، وہ ارتضی پر آکر ختم ہوئی۔

"احمد عباسی کرپشن کیس، ارتضی کے گلے پڑ جائے گا۔ اس بے وقوف کو سمجھائو کہ ذرا طریقے سے چیزوں کو ہینڈل کرنا سیکھے۔۔" ہم زاد کی بات پر وہ چونکی، آج کل احمد عباسی کرپشن کیس میں اخبارات میں خاصا ان تھا، ارتضی حیدر نے کئی کامیاب چھاپوں کے ذریعے بہت سے ثبوت اکھٹے کر لیے تھے اور اپنا کام وہ بہت دیانت داری سے کرنے کا قائل تھا۔

"ہاں میں اسے اکثر کہتی ہوں، لیکن وہ اپنے اصولوں پر کوئی کمپرومائز کرنے کو تیار نہیں۔۔"

"دیٹس گریٹ۔۔۔ لیکن زندگی کے بعض معاملات میں تھوڑا بیک فٹ پر بھی کھیلنا پڑتا ہے۔۔" ہم زاد خاصا سنجیدہ تھا۔

"چلیں میں بات کروں گی اس سے، اب تھوڑا مجھے رومیصہ کو بھی ٹائم دینا ہے، وہ خاصی ڈسٹرب ہے ان دنوں۔۔" شہر زاد اس سے الوداعی سلام دعا کے بعد فون بند کر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"قسم سے خود کو بڑا ہی ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں میں آج۔۔"

ہادی کافی کا مگ پکڑے سعد کے ساتھ ٹیرس پر کھڑا تھا اور ان دونوں کی نظریں میر ہائوس پر لگے ہوئے برقی قمقموں پر تھیں، جو شاید نہیں یقینا برہان کی شادی کی خوشی میں لگائے گئے تھے اور اس گھر کی روشنیاں پہلی بار ہادی کو اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"کیا واقعی درشہوار کی بھی شادی ہو رہی ہے۔۔۔؟" سعد کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

"کیوں دکھ ہو رہا ہے تمہیں۔۔۔؟" ہادی نے اسے چھیڑا۔

"میری بلا سے بلکہ خس کم جہاں پاک۔۔۔" وہ ہلکا سا چڑ کر بولا۔

"تمہاری محبت تو پانی کے بلبلے سے بھی کم مدت کی نکلی ٹھاکر۔۔۔" ہادی کا موڈ آج بڑا فریش تھا۔

"ہزار دفعہ بتا چکا ہوں کہ اسکی شوخی اور شرارتیں اچھی لگی تھیں شروع شروع میں، لیکن بعد میں تو سخت چھچھوری لگنے لگی تھی وہ مجھے۔ بائی داوے تمہیں کیوں اتنی خوشی ہو رہی ہے۔۔۔؟" سعد نے حیرانگی سے اسکا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھا۔

"ویسے ہے تو یہ بہت گھٹیا بات لیکن سچ پوچھو تو در شہوار سے زیادہ مجھے برہان کی شادی کی خوشی ہے۔۔۔" اسکی بات پر سعد چونکا۔

"میں سمجھا نہیں تمہاری بات۔۔۔"

"کم از کم منو کی تو جان چھوٹ گئی ان گھٹیا لوگوں سے اور اب تو یہ میر برہان سونے کا بھی بن کر آجائے تو وہ تھوکے گی بھی نہیں اس پر۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں اس کے مزاج کو۔۔" ہادی نے لاشعوری طور پر وہ ذکر چھیڑ دیا جس کو سننے کے لیے آجکل سعد کی سماعتیں بے تاب تھیں۔۔

"تمہارا کیا خیال ہے، مناہل آسانی سے بھول جائے گی اس شخص کو۔۔؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر ہادی سے پوچھا۔

"اگر اسکی زندگی میں کوئی بہت مخلص اور ٹوٹ کر چاہنے والا کوئی بندے کا پتر آ گیا تو یقینا بھول جائے گی، لڑکیوں کے لیے ان کی محبت سے زیادہ ان کی عزت نفس اہم ہوتی ہے، یا کم از کم مناہل کے لیے تو ایسا ہی ہے۔۔۔" وہ شرارتی انداز میں گویا ہوا۔

"اور بندے کے پتر ہی تو ملنا مشکل ہیں آج کے دور میں۔۔۔" سعد بھی غیر سنجیدہ ہوا۔

"ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ منو کی قسمت میں کوئی بہت محبت کرنے والا انسان ضرور آئے گا۔" اسکے سنجیدہ انداز پر سعد نے کنکھیوں سے اسکی طرف دیکھا، جو میر ہاؤس پر نظریں جمائے اس وقت خاصا خوش و خرم تھا۔ سعد نے دانستہ انداز میں موضوع گفتگو بدلا۔

"ہمسایوں کے ہاں سے شادی کارڈ آ چکا ہے، کیا تم جاؤ گے۔۔۔؟" وہ شرارتی انداز سے گویا ہوا۔

"میرا دماغ خراب ہے، تم جاتے رہنا۔۔۔"

"میں تو اس ویک اینڈ پر گھر جا رہا ہوں امّی سے ملنے، وہ بھائی کے پاس سے واپس آ رہی ہیں پاکستان۔۔" سعد نے اپنی والدہ کا بتایا جو اسکے بڑے بھائی کے پاس پچھلے دو سال سے قطر کے شہر دوہا میں مقیم تھیں۔

"میرے تو خود کانوینٹ دور کے کچھ فرینڈز دو دن کے لیے اکھٹے ہو رہے ہیں بھوربن میں، بس وہیں انجوائے کروں گا اس ویک اینڈ پر۔" ہادی نے بھی اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارسل کے کمرے کا دروازہ پوری قوت سے کھلا۔۔۔!!!

اس نے ناگواری سے اپنے جوگرز کے تسمے کھولتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا۔۔

سامنے درشہوار خطرناک عزائم کے ساتھ اسے گھور رہی تھی، اسے یقیناً اسکی آمد کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ اس کے انداز دیکھ کر وہ بُری طرح سے ٹھٹکا، وہ شاید اسٹریس لے لے کر پاگل پن کی سرحدوں پر پہنچ چکی تھی۔

"ہاں درشہوار کیسی ہو۔۔۔؟" اس نے ایک گہرا سانس بھر کر اسے مخاطب کیا جبکہ وہ توکسی پریشر ککر کی طرح پھٹی۔۔

"میرا حال احوال چھوڑو، تم بتاؤ مجھے، تمہارے ارادے کیا ہیں آخر۔۔۔؟ اس کے انداز میں جھلاہٹ نمایاں تھی۔

"اپنے ارادوں کا میں تمہیں پہلے دن سے بتا چکا ہوں۔۔۔" وہ خشک انداز میں کہہ کر کھڑا ہوا۔

"ایک بات یاد رکھنا ارسل، میرے ساتھ اگر تم نے کچھ غلط کرنے کی کوشش کی تو بہت بُرا حشر کروں گی میں، کیونکہ جس طرح کا رویہ تم نے آجکل اپنا رکھا ہے وہ چیخ چیخ کر بتا رہا ہے تمہارے عزائم۔۔۔" وہ بازو چڑھا کر اسکے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"مثلاً کیا ہیں میرے عزائم، مجھے بھی تو پتا چلیں۔۔۔۔؟" ارسل کو اسکا انداز سخت ناگوار گذرا۔

"تم جس طرح سے گھر سے غائب ہو رہے ہو، میرا فون سننے سے گریزاں ہو، مجھے لگ رہا ہے تم نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔"

وہ جارحانہ انداز سے گویا ہوئی کیونکہ پچھلے چار دن سے ارسل کی غیر موجودگی نے اسے انگاروں پر لا کھڑا کیا تھا۔۔

"ہاں ڈال دیئے ہیں اب بولو۔۔۔؟" ارسل اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرد انداز میں بولا، اسے درشہوار کا اسٹائل سخت بُرا لگا تھا، تبھی تو وہ بھی جواباً بدتمیزی پر اتر آیا، ورنہ اس کا کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا۔

"تم۔۔۔" درشہوار کے منہ سے چند لمحوں کے صبر آزما مراحل کے بعد طیش کے عالم میں اتنا ہی نکل سکا۔

"ہاں۔۔۔۔میں۔۔۔" ارسل بھی بے حد کوشش کے بعد اپنا ضبط کھو بیٹھا۔

"اس کا مطلب ہے شروع دن سے تمہاری نیت خراب تھی اور تم صرف اور صرف مجھے دھوکا دینے کے لیے ایکٹینگ کر رہے تھے، اسی لیے تم نے اپنا نمبر بند کیا اور اسلام آباد بھاگ گئے، تم کیا سمجھتے ہو پاگل بنا لوگے مجھے۔۔۔" وہ بے قابو ہو کر چیخنے لگی۔

"تم جیسی پاگل کو مزید پاگل بنانے کی ضرورت کیا ہے اور تم ہو کس خوش فہمی میں۔۔؟ کبھی آئینے میں شکل دیکھی ہے اپنی ۔؟ ہر کسی کو اپنا ذاتی ملازم سمجھ رکھا ہے تم نے کیا۔۔۔؟ نکل جاؤ میرے کمرے سے۔۔۔۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"تم ابھی اور اسی وقت داجی کو انکار کر کے آؤ۔۔۔" درشہوار کے اگلے حکم پر اسکا دماغ الٹ گیا۔

"تمہاری منہ پر تالے لگے ہوئے ہیں کیا، جو بکواس تم اس وقت میرے سامنے کر رہی ہو جا کر کرو اپنے باپ اور دادا کے سامنے۔" وہ سلگ کر رہ گیا۔ ویسے بھی وہ پچھلے کئی دن سے رومیصہ کی وجہ سے ٹینشن میں تھا اور رہی سہی کسر آج درشہوار کی فضول باتوں نے پوری کر دی، تبھی وہ اسی لہجے میں اس سے بات کرنے لگا جس میں وہ اس سے مخاطب تھی۔۔

"گھٹیا انسان میں چھوڑوں گی نہیں تمہیں۔ تم نے سمجھ کیا رکھا ہے مجھے۔۔" اس نے سائیڈ میز پر رکھا سنگ مرمر کا گلدان اٹھا کر پوری قوت سے ڈریسنگ کے شیشے پر دے مارا، اور چھناکے کی آواز پورے گھر میں گونجی۔

وہ طیش کے عالم میں آگے بڑھ کر اس کے پرفیوم اور مختلف چیزوں کو اٹھا اٹھا کر دیوار میں مارنے لگی، اس وقت وہ بالکل بھی ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ وہ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر زور زور سے چیخ رہی تھی۔۔

"جاہل لڑکی، دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔۔۔" اس نے رومیصہ کا دیا ہوا پرفیوم جب دیوار پر مارا تو اسکے ضبط کا بندھن مزید ٹوٹا۔

"میں مر جائوں گی لیکن تم سے شادی نہیں کروں گی، جا کر بتا دو یہ بات جس کو بھی بتانی ہے، میں کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتی۔ جس نے میری زبان کاٹنی ہے آکر کاٹ لے، جس نے میری ٹانگیں توڑنی ہے آکر توڑ لے۔۔۔۔" وہ بول نہیں رہی تھی بلکہ چنگھاڑ رہی تھی۔

ارسل نے اسکا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا، وہ آگے بڑھا اور اس نے کھینچ کر ایک زناٹے دار تھپڑ اسکے منہ پر دے مارا، جو اسے ہوش کی دنیا میں لے آیا اور اب وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی، اسکے نچلے ہونٹ کے دائیں کنارے سے ہلکا سا خون بہنے لگا۔

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور شاہ میر کے ساتھ تاجدار بیگم حواس باختہ انداز میں اندر داخل ہوئے، سامنے کا منظر دیکھ کر دونوں بُری طرح سے ٹھٹکے۔ ارسل کی ڈریسنگ کے شیشے کی کرچیاں ٹوٹ کر فرش پر پھیلی ہوئی تھیں اور کمرے کی حالت دیکھ کر شاہ میر نے الجھن بھری نگاہوں سے ارسل کی طرف دیکھا۔ کمرے کی حالت چیخ چیخ کر کوئی اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔

"اب بتائو ان لوگوں کو، تم نہیں کرنا چاہتی ہو مجھ سے شادی اور اب چپ کیوں کر گئی ہو۔۔؟' ارسل کے مشتعل انداز پر دونوں ماں بیٹے کو دھچکا لگا انہوں نے بوکھلا کر درشہوار کی طرف دیکھا جو اسے متنفر نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کمرے سے نکلی۔

"ساری دنیا کو بتائوں گی کہ مجھے نہیں کرنی تم سے شادی، دیکھتی ہوں کون روکتا ہے مجھے۔۔" درشہوار کے باغیانہ انداز پر شاہ میر نے پریشانی سے اپنی ماں کا ہراساں چہرہ دیکھا، اسے کسی بڑی گڑبڑ کا احساس ہوا۔

"خدا کے واسطے ارسل، آہستہ بولو، اباجی گھر پر ہیں۔۔۔" تاجدار بیگم نے بوکھلا کر اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔

"جب وہ نہیں کرنا چاہتی مجھ سے شادی تو آپ لوگ کیوں زبردستی کر رہے ہیں۔۔" وہ ترشی سے گویا ہوا۔

"امّی آپ جائیں مجھے اکیلے میں بات کرنے دیں ارسل سے۔۔۔" شاہ میر نے اپنی ماں کا بازو نرمی سے پکڑ کر کمرے سے نکالا اور پھر جانچتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے عین اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

''تم بھی تو اس سے شادی کرنا نہیں چاہتے۔۔۔'' وہ شاہ میر کے غیر معمولی انداز پر ٹھٹکا۔

''بے شک ایسا ہی ہے لیکن جہاں پر بات خاندان کی عزت اور وقار کی ہو گی تم مجھے کسی سے بھی کم نہیں پاؤ گے اور میں نے تو بزرگوں کے فیصلے پر سر جھکا دیا ہے اور یہ میرے کندھوں پر بندوق رکھ کر چلانا چاہتی ہے، اور ایسا میں ہرگز نہیں کروں گا۔۔'' ارسل نے مصلحتاً جھوٹ بولا، اسے درشہوار کے آج کے رویئے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ لاٹھی توڑے بغیر اس نے سانپ کیسے مارنا ہے۔ اس کے رویئے پر شاہ میر الجھ کر رہ گیا۔

''لیکن درشہوار کے آج کے جارحانہ رویئے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ اس کے پیچھے ایک مضبوط وجہ ہے، وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے یا اس سے محبت کرتی ہے اس کا مجھے علم نہیں، لیکن اگر ایسا کچھ ہوا تو یہ میرے ساتھ اس گھر میں ہونے والی سب سے بڑی زیادتی ہو گی۔۔۔'' ارسل کی بات پر شاہ میر کا چہرہ تاریک ہوا، کیونکہ ارسل اپنے کورٹ سے گیند نکال چکا تھا۔

''تمہارے خیال میں وہ کون ہو سکتا ہے۔۔۔؟'' شاہ میر نے دل پر جبر کر کے وہ سوال کیا، جو شاید وہ اپنی بہن کے حوالے سے سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

''ظاہر ہے خاندان کا تو کوئی فرد ہو ہی نہیں سکتا، یقیناً کوئی ایسا ہے، جس کے لیے میر خاندان کے بزرگ کبھی نہیں مانیں گے تبھی تو درشہوار ڈیپریشن کی اس انتہا پر پہنچی ہوئی ہے، جہاں وہ اپنی خاندانی روایات کی دھجیاں کسی بھی وقت اڑا سکتی ہے۔ ''

ارسل کی بات سن کر شاہ میر کا منہ سرخ ہوا اور اسے اپنے اندر ایک آلائو سا بھڑکتا ہوا محسوس ہوا، وہ اپنے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بڑھتا ہوا اس کے کمرے سے نکلا تو ارسل نے سکون کا سانس لیا۔ اپنے پاس رکھا ہوا اس نے ڈاکومنٹس کا لفافہ ایک سائیڈ پر رکھا جس میں رومیصہ کا اس کے نام کے ساتھ بننے والا آئی کارڈ اور نکاح نامہ تھا، اب اسے ارجنٹ بنیادوں پر اسکا اپنے نام کے ساتھ پاسپورٹ بنوانا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

طوبیٰ ہراساں نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے شاہ میر کے سنجیدہ چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

وہ دونوں اس وقت سامنے والے لان میں موجود تھے اور شاہ میر خصوصی طور پر اسے درشہوار کے متعلق بات کرنے کے لیے یہاں لایا تھا۔ طوبی کا چہرہ سوگواری میں ڈوبا ہوا تھا لیکن شاہ میر کے اس اچانک سوال نے اسکے دماغ کی ساری بند کھڑکیاں کھول دیں۔ وہ بالکل چونکی ہو گئی۔

''کیا، کہا تم نے۔۔۔؟'' طوبیٰ نے دوبارہ تصدیق چاہی۔

''مجھے سچ سچ بتاؤ طوبیٰ، درشہوار کس میں انٹرسٹڈ ہے۔؟ کون ہے وہ، جس نے اسے اتنی جرائت عطا کی ہے۔؟؟؟ ''

''مجھے کیا پتا میرو۔۔۔''اس نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا، وہ کیوں پرائی آگ میں کودتی۔

''تمہیں میری قسم طوبی، اور اس محبت کی قسم جو تم مجھ سے کرتی ہو۔۔''شاہ میر کی اس بات پر وہ ایکدم بوکھلائی۔

''تم جا کر ڈاریکٹ درشہوار سے پوچھوناں، وہ بتادے گی تمہیں۔۔۔''اس نے اپنی جان چھڑانی چاہی۔۔۔

''میں مانتا ہوں کہ اس کی میرے ساتھ بہت زیادہ بے تکلفی ہے، لیکن بہن بھائیوں کے رشتے کے درمیان موجود فطری جھجک کو ختم کرنا ہم دونوں کے لیے ہی آسان نہیں ہوگا، اس لیے میں نے سوچا کہ تم سے پوچھ لوں، کیونکہ میں خود کو یا درشہوار کو کسی امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا۔۔''شاہ میر نے اسے اپنی مجبوری بتائی، ویسے بھی ارسل کی باتوں نے اسکو گہری تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔

''دیکھو میرو، اب باتوں کا اب کوئی فائدہ نہیں اور ویسے بھی یکطرفہ چیزیں زیادہ دیر تک نہیں چلتیں۔۔''وہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

''کون ہے وہ۔۔۔؟ جس کے ساتھ یکطرفہ امیدوں کے پل کھڑے کر رکھے ہیں اس نے۔۔''شاہ میر کے لہجے کی شکستگی اب صاف عیاں تھی، اور ویسے بھی

اپنی سگی بہن کے حوالے سے اس قسم کی کوئی بات سننا اتنا بھی آسان مرحلہ نہیں تھا۔شاہ میر خود کو پل صراط پر کھڑا محسوس کر رہا تھا۔

''میں بتا تو دوں گی لیکن یہ بات پہلے کلیئر کر دوں کہ دوسری پارٹی کی طرف سے درشہوار کو کبھی بھی پوزیٹو رسپانس نہیں ملا، اس لیے وہ زیادہ اذیت کا شکار ہے اور شاید وہ شخص اسے پسند بھی نہیں کرتا۔۔''طوبیٰ نے ہلکا سا جھجک کر تمہید باندھی۔

''فار فاڈ سیک طوبیٰ، جو بھی ہے صاف صاف بتائو، تمہیں اچھی طرح سے پتا ہے کہ میں میر ہاوس کے باقی مردوں کی طرح نہیں ہوں اور لڑکیوں کو بھی جینے کا حق دینے کا قائل ہوں۔۔۔''شاہ میر کے لہجے کی سچائی پر طوبی کو کبھی بھی شک نہیں ہوا تھا۔

''تو پھر سنو، اُس گھر میں رہتا ہے وہ۔۔۔''طوبیٰ نے ہادی کے گھر کی طرف اشارہ کیا، شاہ میر نے جیسے ہی اس کے اشارے کو سمجھا، اسکا چہرہ ضبط کی کوشش میں لال ہوا۔

''کیا سعد کو پسند کرتی ہے وہ۔۔۔؟''اس کے حلق سے پھنسی ہوئی آواز نکلی۔

''نہیں۔۔۔ہادی کو۔۔۔۔!!!''طوبی کی اس بات پر دونوں کے درمیان ایک مہیب قسم کا سکوت طاری ہو گیا۔

اس نے کنکھیوں سے شاہ میر کے چہرے پر موجود مبہم تاثرات پڑھنے کی ناکام کوشش کی، اسکا چہرہ اس وقت اتنا سپاٹ اور پتھریلا تھا کہ طوبیٰ کو اس سے خوف محسوس ہوا۔ وہ کچھ لمحے کسی گہری سوچ میں غرق رہا اور پھر جھٹکے سے اٹھا اور اندر کی جانب چل

پڑا، لیکن اسکی چال کی لڑکھڑاہٹ وہ وہاں بیٹھے ہوئے بھی محسوس کر سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارسل نے اپنی طرف سے جوا کھیلا تھا۔۔۔!!!

"وہ تو در شہوار کے کورٹ میں گیند پھینک کر اپنی تئیں ریلکس ہو گیا تھا۔۔۔

لیکن جیسے جیسے دن گذر رہے تھے، ارسل کے دل میں بھی طرح طرح کے اندیشے اور وہم اب سر اٹھانے لگے تھے۔ در شہوار اس کے ساتھ بالکل وہی کر رہی تھی جو اس نے کچھ دن پہلے اس کے ساتھ کیا تھا۔" اب تو کل اس کی اور برہان کی مہندی کا فنکشن بھی آن پہنچا تھا اور پرسوں برات تھی۔

وہ جو در شہوار کی طرف سے گھر میں کسی بڑے ہنگامے کا منتظر تھا، وہاں اب طوفان سے پہلے والی خاموشی کا راج تھا، نہ جانے در شہوار میر ہائوس کے کس کونے کھدرے میں جا کر چھپ گئی تھی اور تاجدار بیگم آتے جاتے ہوئے ارسل کو التجائیہ نظروں سے ضرور دیکھتیں اور وہ نظریں چرا کر رہ جاتا، کیونکہ قسمت نے ان سب کو عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔

وہ شام کو اپنے کمرے سے باہر نکلا تو ہال کمرے میں نمیرہ ڈھولک لے کر بیٹھی ہوئی بڑے پر جوش انداز میں مہندی کے گیت گا رہی تھی، سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے ایک نظر سامنے صوفے پر بیٹھی در شہوار کی طرف دیکھا، جو کم از کم اسے تو خاصی فریش لگی تھی۔ در شہوار نے نظریں اٹھا کر اسکی طرف دیکھا، اسکی آنکھوں میں ارسل کو ایک عجیب سی سرد مہری نظر آئی، وہ سر جھٹک کر باہر نکل گیا۔

"آخر در شہوار کے دل میں کیا چل رہا ہے، اس نے کیا ٹھان رکھا ہے۔" اس سوچ نے اسے بے چین کیا۔

سامنے لان میں برہان ہاتھ میں سگریٹ پکڑے کسی گہری سوچ میں گم تھے، ارسل کو تھوڑی حیرانگی ہوئی کیونکہ اس نے اس سے پہلے انہیں کبھی اسموکنگ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ان کے چہرے پر اس وقت اس قدر وحشت اور ویرانی تھی کہ ارسل گھبرا کر گھر سے باہر نکل آیا۔

وہ پیدل چلتا ہوا کشمیر پوائنٹ کی طرف چل نکلا، راستے میں اس نے پورا آدھا گھنٹہ رومیصہ کے ساتھ بات کی۔ جو آئی ڈی کارڈ بننے کے بعد خاصی ریلکس تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لے گا۔

جبکہ ارسل دل ہی دل میں اپنا اگلا لائحہ عمل طے کر چکا تھا، اس کی برونائی دارالسلام کی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب ہو گئی تھی جس کا انٹرویو اسکائپ پر ہوا تھا، اسے اب کمپنی کی طرف سے فیملی ویزے کا انتظار تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر گھر والے در شہوار کے نام کی کوئی زنجیر اس کے پیروں میں ڈالیں گے تو وہ خاموشی سے یہ کڑوا

گھونٹ پی لے گا کیونکہ مصلحت کا یہی تقاضا تھا کہ وہ کسی کو بھی اپنے ارادوں کی بھنک بھی نہ پڑنے دے کیونکہ اس خاندان کی پہنچ اور اختیارات کو اس سے زیادہ کون جانتا تھا۔ وہ انہیں وقت سے پہلے اپنی طرف سے خبر دار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے رومیصہ کے پیپرز بنوانے کا کام بہت تیزی سے شروع کرر کھا تھا اور جیسے ہی رومیصہ کے پیپرز مکمل ہوتے وہ چپ چپاتے اسکے ساتھ ملک سے باہر نکل جاتا اور باہر جاتے ہی اسکے ذہن میں تھا کہ وہ در شہوار کو طلاق کے کاغذات بجھوادے گا، لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ کاتب تقدیر اس سے پہلے ہی میر ہاؤس کے مکینوں کے لیے کچھ اور لکھ چکا ہے جو آنے والے دنوں میں اس گھر کی بنیادوں کو ہلانے والا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ویک اینڈ پر ہادی اپنے گھر سے نکل رہا تھا جب اسے در شہوار کی کال آئی۔۔۔

مری کے پر پیچ راستوں پر گاڑی چلاتے ہوئے اس نے کال اٹینڈ کی اور دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر اسکا پیر خود بخود بریک پر جا پڑا، وہ اب شاہ بلوط کے درخت کے پاس اپنی گاڑی روک چکا تھا۔

اسے اندازہ تھا کہ دوسری طرف موجود محترمہ اپنی باتوں سے کسی کا بھی دماغ گھما دینے میں ماہر ہیں اور وہ اس وقت سڑک پر کوئی بھی حادثہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے سوچا کہ خاموشی سے اسکی بات سن لی جائے۔

"جی فرمایئے، کس لیے کال کرنے کی زحمت کی آپ نے۔۔۔؟" ہادی نے دانستہ اپنا لہجہ تھوڑا سخت رکھا۔

"مجھے آپ سے ابھی اور اسی وقت ملنا ہے۔۔۔" وہ مایوں کے زرد جوڑے میں کسی اور کے نام کی مہندی ہاتھوں پر لگائے اس سے فرمائش کر رہی تھی۔

"آر یو ان یور سینسز۔۔۔؟" ہادی ہلکا سا جھنجھلایا۔ "محترمہ آج رات آپکی مہندی اور کل شادی ہے۔۔۔" اس نے غصّے سے یاد دلایا۔

"اس لیے تو کہہ رہی ہوں کہ مجھے آپ سے ملنا ہے، میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔" در شہوار دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر رو دی۔

"سو واٹ۔۔۔؟ مجھے اس چیز میں کوئی انٹرسٹ نہیں کہ آپ یہ شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں، یا کہاں کرنا چاہتی ہیں کیونکہ یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے، اس لیے

براہ مہربانی مجھے دوبارہ۔ کال مت کیجئے گا۔۔۔" ہادی نے بے رخی کے ساتھ اسکی طبعیت صاف کرنے کی کوشش کی۔

"اگر آپ میری بات نہیں سنیں گے تو میں خودکشی کر لوں گی۔۔۔" اس کے لہجے میں کچھ تھا جو ہادی کا کال کاٹتا ہوا ہاتھ فضا

میں معلق ہوا۔

"آپ مجھے ایموشنل بلیک میل کر رہی ہیں۔۔۔؟ وہ سلگ کر رہ گیا۔

"آپ مرد لوگ کتنے ظالم اور منافق ہوتے ہیں، جب کسی لڑکی سے خود محبت کرتے ہیں تو بڑے فخر سے اس کے سامنے اظہار کرتے ہیں اور اگر کوئی لڑکی ایسا کرنا چاہے تو اس پر ہزاروں فتوے لگا دیتے ہیں، اسے بد کردار گردانتے ہیں، کیا جذبات اور احساسات صرف ایک مرد کی پراپرٹی ہوتے ہیں۔؟" دوسری جانب وہ گویا پھٹ ہی پڑی۔

"محترمہ مجھے آپ کے ان فضول قسم کے دلائل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، آپکو یہ بات سمجھ کیوں نہیں آ رہی۔۔" وہ ایکدم تپ اٹھا۔

"آخر پرابلم کیا ہے آپ کے ساتھ۔۔؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہیں آپ۔۔۔؟ "

"آپ مجھ سے آخری بار مل لیں ہمارے گھر کے پچھلے لان میں، اس کے بعد میرا وعدہ ہے کہ آپکو کبھی بھی تنگ نہیں کروں گی۔۔" وہ منتوں پر اتر آئی۔

"پلیز میری یہ آخری بات مان لیں۔۔۔" وہ ایک دفعہ پھر رو دی۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔" ہادی نے صاف انکار کیا۔ ویسے بھی اسے دو گھنٹے کے بعد اپنے فرینڈز کے ساتھ پی سی بھوربن میں ایک محفل موسیقی کو اٹینڈ کرنا تھا اور اس کے دوست بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔

"آپ کو مجھ سے ہر حال میں اور ہر قیمت پر ملنا ہو گا۔۔۔" وہ بھی ضد پر اتر آئی۔۔۔

"اچھا۔۔؟؟؟" اس نے استہزائیہ انداز اپنایا۔۔ "اگر نہ ملوں تو کیا کر لیں گی آپ۔۔۔"؟

"میں پھر کچھ ایسا کروں گی کہ ساری زندگی کا عذاب آپکو بھگتنا پڑے گا۔۔۔" وہ بھی باقاعدہ دھمکیوں پر اتر آئی۔

"پھر آپ، اب آپ کچھ کر ہی لیں کیونکہ میں کسی کی دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں۔۔" ہادی نے بھی غصّے سے کہہ کر اپنا سیل فون پاورڈ آف کر دیا، درشہوار نے اسکے دماغ کا میٹر گھما دیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی لڑکی اس حد تک بلیک میلینگ اور دھمکیوں پر بھی اتر سکتی ہے۔

درشہوار نے فون تو بند کر دیا تھا لیکن اس کے دل و دماغ میں ایک جنگ سی جاری تھی، اپنی ذات اور اپنی محبت کی توہین اسے بالکل برداشت نہیں ہو رہی تھی، پورے گھر میں ڈیک کی آواز گونج رہی تھی، اسکی مہندی کا فنکشن بھی ایک گھنٹے بعد پی سی بھوربن کے ہال میں ہی تھا۔

وہ ایک گھنٹہ تک اپنے کمرے میں ٹہلتی رہی، اس دوران کئی لوگوں نے اسکے کمرے کا دروازہ ناک کیا لیکن اس نے کسی کو

بھی لفٹ نہیں کروائی اور جب اسکا دماغ سوچ سوچ کر شل ہو گیا تو وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔

تاجدار بیگم کے کہنے پر وہ خاموشی سے انابیہ کے ساتھ پارلر چلی گئی اور وہیں سے اسے طوبیٰ اور نمیرہ ہال تک لائیں تھیں، اسکی خاموشی سب کو وہم میں ڈال رہی تھی، اس نے مہندی کے فنکشن میں ساری رسمیں چپ چاپ کروالی تھیں۔ اپنی کزنز کی چھیڑ چھاڑ کا بھی بُرا نہیں مانا تھا۔ نمیرہ اس سارے فنکشن میں سب سے زیادہ نمایاں تھی، ایک تو وہ دلہا کی بہن تھی اور دوسرے وہ ہر رسم کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی تھی۔

"وہاج بھائی پلیز میری ایک فٹ قسم کی تصویر تو بنایئے گا۔۔۔" نمیرہ نے پاس سے گذرتے ہوئے وہاج کو روکا، سنہری رنگ کے شرارے میں اسکا ان چھوا۔

حسن وہاج کو چونکا گیا۔ وہ آج دل لگا کر تیار ہوئی تھی، نفاست سے کیا ہوا میک اپ اور ماتھے پر جھومتی ہلکی سی بندیا کے ساتھ وہ خوب بجلیاں گرا رہی تھی۔

"ادھر دیکھائیں مجھے، کیسی تصویر آئی ہے۔۔۔؟" وہ وہاج کے ہاتھ میں موجود سیل فون پر جھکی ہوئی انجانے میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو مزید ہوا دے گئی۔ ویسے بھی اب وہ صندل والے صدمے سے باہر آ چکے تھے اس لیے انہیں بھی ہری ہری ہی سوجھ رہی تھی۔ نمیرہ کی اس درجہ قربت نے انہیں گویا مفلوج کیا۔ انہوں نے اس کی روشن پیشانی پر جھولتی ہوئی لٹ کو چھونے سے خود کو بمشکل روکا۔

"یہاں پر کھڑی رہو، میں بناتا ہوں تمہاری تصویریں۔۔۔" انہوں نے جان بوجھ کر اسکا بازو پکڑ کر ایک کونے میں کھڑا کیا اور پھر کیمرے کی آنکھ سے اپنے اندر کی ہوس کو تسکین دینے لگے۔ نمیرہ کو شدید قسم کی الجھن کا احساس ہوا۔

"بس کر دیں وہاج بھائی، اتنی ہی تصویریں بہت ہیں۔۔" وہ اپنا سیل فون لے کر زبردستی اسٹیج کی طرف آ گئی لیکن وہاج کی گرم نظریں اسکے چہرے کا حصار کیے ہوئے تھیں اور اب اسے کوفت میں مبتلا کر رہی تھیں، اتنی تو بچی وہ بھی نہیں تھی کہ ان کی نظر کے زاویے کو نہ سمجھتی۔۔۔

درشہوار کے برابر میں جب ارسل کو اور انابیہ کے ساتھ برہان کو لا کر بیٹھایا گیا تو دونوں دلہا حضرات کے چہروں پر غیر معمولی سنجیدگی تھی، ایسے لگ رہا تھا جیسے یہ شادی نہیں کوئی ماتم گاہ ہو، ہر چہرہ افسردگی کا اشتہار تھا۔

تاجدار بیگم کے ساتھ ساتھ شاہ میر بھی درشہوار کو خاموش دیکھ کر تھوڑا پرسکون تھا، کیونکہ انہیں لمحہ لمحہ یہ خوف کھا رہا تھا کہ وہ اٹھ کر ایک دم کوئی ہنگامہ نہ شروع کر دے، لیکن درشہوار تو شاید دل میں کچھ اور ہی ٹھان کر بیٹھی تھی کیونکہ وہ بھی اپنی ضد کی غلام تھی اور آج تو ہادی نے باقاعدہ اسے للکارہ تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اسکا جواب نہ دیتی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نمیرہ نیند میں جھومتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔۔

مہندی کا فنکشن رات بارہ بجے ختم ہوا تھا اور اس کے بعد ندرت امّی نے نمیرہ کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ ملتان سے آئے ہوئے مہمانوں کے سب بستر لگوا کر ہی اپنے کمرے میں جائے گی، ملازمین کی ایک فوج اسکے ہمراہ تھی، ان سب کاموں سے فارغ ہو کر وہ تھک کر چور ہو چکی تھی، جب تاجدار بیگم کے کمرے سے آتی ہوئی دبی دبی سی آوازوں پر اسکے کان کھڑے ہوئے۔۔۔

فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ تاجدار بیگم کے کمرے کی طرف چلی آئی، دروازہ ہلکا سا کھلا ہوا تھا، اور اندر وہاج اپنی والدہ کے ساتھ با قاعدہ بحث کر رہے تھے اور ان کی آوازیں بحث کے دوران اتنی بلند ضرور ہو چکی تھی کہ دروازے میں کھڑے کسی بھی انسان کو صاف سنائی دیتی۔

"یہ دوسری شادی کا بھوت کہاں سے تمہارے دماغ پر سوار ہو گیا ہے۔۔" تاجدار بیگم جھنجھلا کر بولیں۔

آجکل وہاج اور فارحہ بھابھی نے شادیوں کے فنکشن کے لیے میر ہاؤس میں ہی ڈیرے ڈال رکھے تھے اور برہان کے ولیمے پر تو میر حاکم نے سیاست سے تعلق رکھنے والے کافی لوگوں کو مدعو کر رکھا تھا، اور پرنٹ میڈیا بھی اس شادی کو خاصی کوریج دے رہا تھا۔

"اچھی خاصی تو ہے فارحہ۔۔؟ وہ بیزاری سے گویا ہوئیں۔

"اتنی ٹھنڈی عورت کے ساتھ اب میرا گذارا نہیں ہے، آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں بھی خاقان چچا کی طرح باہر منہ مارنا شروع کر دوں۔" وہ متنفر لہجے میں گویا ہوئے اور باہر کھڑی نمیرہ کو دھچکا سا لگا۔

"تمہیں پتا ہے ناں، ہمارے ہاں خاندان سے باہر شادی کرنے کا رواج نہیں ہے تو کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں کوئی لڑکی۔۔" تاجدار بیگم اکتا کر بولیں۔

"لڑکی میں آپکو بتا دوں گا لیکن آپ بابا سے بات کریں اس حوالے سے۔۔" وہاج کی بات پر تاجدار بیگم کے کان کھڑے ہوئے۔

"اگر تو طوبی کی بات کر رہے ہو تو صاف بتا دوں شاہ میر قتل کر دے گا تمہارا، وہ ویسے بھی اٹھتے بیٹھتے دھمکیاں دے رہا ہے مجھے کہ طوبی کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرے گا۔۔" ان کا پہلا دھیان طوبی کی طرف ہی گیا کیونکہ اب وہی ایک تو بچتی تھی پورے خاندان میں۔ اس لیے انہوں نے صاف صاف اپنے بیٹے کو بتایا اور باہر کھڑی نمیرہ نے دیوار کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے بچایا۔۔

”جب وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو آپ لوگ نمیرہ کے نام کا ہار کیوں ڈال رہے ہیں اس کے گلے میں۔۔؟“ وہ ہلکا چڑ کر بولے۔

”کیوں وہ ہار تم نے ڈالنا ہے اپنے گلے میں۔۔۔“ انہوں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں تو ہرج ہی کیا ہے اس میں۔۔۔؟“ وہاج کی بات سن کر نمیرہ کو زوردار شاک لگا، اور وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر خوفزدہ انداز سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی، اسے وہاج سے پہلی دفعہ گھن سی محسوس ہوئی اور ان کی گرم نظروں کے پیچھے چھپی خواہش اب مجسم صورت میں اسکے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد آج سارا دن آفس میں مصروف رہی۔۔۔!!!

رومیصہ کے کیس کے سلسلے میں خاصی مثبت پیش رفت ہو رہی تھی پولیس صارم خان کے قاتلوں تک تقریباً پہنچ چکی تھی۔

جسٹس محمود کی فیملی کو اب رومیصہ کی بجائے اپنی جان بچانے کی لگ گئی تھی۔ وہ اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں بُری طرح سے پھنسنے کو تیار تھے اور اس کے پیچھے ان کے اکلوتے بھتیجے سلمان کا ہاتھ تھا جو کہ صارم اور روحیل کا بیسٹ فرینڈ بھی تھا اور اس نے رومی کے حق میں گواہی دینے پر صارم کے ساتھ نہ صرف اچھا خاصا جھگڑا بھی کیا تھا بلکہ کچھ لوگوں کے سامنے اسے جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی تھی۔۔

”مجھے لگتا ہے کہ جسٹس محمود کی فیملی اب رومیصہ کے کیس سے جان چھڑانے کی کوشش کرے گی۔۔“ ارتضیٰ اسکے آفس میں موجود تھا، اور وہ اسکی بات پر مسکرائی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب ایسا ہی ہو گا۔

”رومیصہ کا کیس جیسے ہی ختم ہو گا میں صندل کا کیس فائل کر دوں گی۔۔۔“ شہر زاد نے اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا، ویسے بھی اب اسکی ارتضیٰ کے ساتھ اچھی خاصی دوستی ہو چکی تھی اور وہ بھی اپنے کام کے سلسلے میں اس کے مشوروں کو خاصی اہمیت دیتا تھا۔

”یعنی کہ آپ نے قسم کھالی ہے کہ نہ تو سکون سے آپ خود بیٹھیں گی اور نہ ہی کسی اور کو بیٹھنے دیں گی۔۔۔“ ارتضیٰ مسکرایا۔

”نہیں صندل کے کیس کے بعد میں تھوڑی بریک لوں گی، ماما اور رومیصہ کے ساتھ کچھ باہر کے وزٹ پلان کرنے ہیں۔۔“

”ان دونوں کے ساتھ کیوں، اپنے لائف پارٹنر کے ساتھ جائیں، زندگی میں کچھ فیصلے وقت پر کر لینے چاہیے۔۔۔“ ارتضیٰ کی بے تکلفی پر وہ کچھ چونکی اور اسکا دھیان ایک دم ہمزاد کی طرف گیا، جس نے اس دن شادی کی بات اچانک ہی چھیڑ دی تھی اور پھر دوبارہ اس کا ذکر نہیں کیا۔

"شادی ابھی دو سال تک میری پلاننگ میں نہیں ہے، رومی کو سیٹ کرنے کے بعد ایسا کچھ سوچوں گی۔۔" شہر زاد نے اپنی میز پر رکھی فائلوں کو ترتیب سے رکھتے ہوئے انتہائی سرسری انداز سے جواب دیا اور ساتھ ہی بڑی مہارت کے ساتھ موضوع گفتگو بدل دیا۔

"میرا خیال ہے ہمیں نکلنا چاہیے، آج صارم کے والد کے ساتھ میٹنگ بھی تو ہے ہماری۔۔" شہر زاد نے اسے یاد دلایا تو ارتضی اسے کچھ کہتے کہتے رک سا گیا، شاید ابھی یہ مناسب وقت نہیں تھا۔

"لیٹس موو۔۔۔" وہ اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے مسکراتا ہوا کھڑا ہوا، صارم کے والد کے ساتھ ہونے والی میٹنگ خاصی حوصلہ افزا تھی، اور جیسے ہی

وہ دونوں ان کے گھر سے نکلے، اس وقت مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں، اور ہلکا ہلکا سا ملگجا اندھیرا چاروں طرف پھیل چکا تھا، ایک سیاہ رنگ کی کار ان کے تعاقب میں آئی اور ارتضی نے بہت جلد اسے نوٹ کر لیا تھا، جبکہ شہر زاد نے اس بار بھی رضا کو اپنی گاڑی کے ساتھ آفس میں ہی چھوڑ دیا تھا۔

"ہماری گاڑی کا تعاقب ہو رہا ہے۔۔۔" ارتضی کے لہجے کی سنگینی پر وہ تھوڑا الرٹ ہوئی۔

"اپنا روٹ چینج کر لیں آپ۔۔۔" شہر زاد کے مشورے پر اس نے گاڑی تھوڑا رش والے ایریا میں ڈال دی تھی اور شاید دوسری طرف ان لوگوں کو بھی اندازہ ہو چکا تھا اس لیے اگلے چوک پر اس گاڑی کے ساتھ ایک اور سفید رنگ کی کرولا بھی شامل ہو چکی تھی۔

ارتضی بہت تیزی کے ساتھ سیل فون پر اپنے ماتحتوں کو مسلسل ہدایات دینے میں مگن تھا جبکہ شہر زاد پر سکون انداز میں اسکے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جب اسے ہم زاد کی کال آئی، وہ تھوڑا بے چین لگ رہا تھا۔

"سنو شہر زاد، آغا شاہی ایونیو کے سگنل پر تمہاری گاڑی کے عین برابر میں میری جیپ آئے گی، یہ سگنل تھوڑا لمبا ہوتا ہے، تم اس گاڑی سے نکل کر میری جیپ میں آجائو۔۔۔" اسکے مشورے پر شہر زاد کا دماغ بھک کر کے اڑا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے، میں کیسے آجائوں۔۔۔؟" وہ اس بات پر تھوڑا جھنجھلائی۔

"احمق لڑکی، ان لوگوں کا تم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، تم کیوں پرائی آگ میں کود رہی ہو، یہ ارتضی کے پیچھے ہیں، تم اس کے ساتھ مفت میں ماری جائو گی۔۔۔ میری بات تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہی تمہیں۔" وہ ایکدم غصّے میں آیا۔

"آئی ایم سوری میں ارتضی کو اکیلا چھوڑ کر نہیں آسکتی۔۔" اس کی بات پر ارتضی نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا۔ بات دل کو خوش کرنے والی تھی لیکن یہ موقع ایسا نہیں تھا۔

"فار گاڈ سیک شہر زاد، ان لوگوں کا تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، وہ تمہیں نہیں جانتے۔۔" وہ جھنجھلایا۔

"جب ان کا مجھ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے تو بے فکر رہو، وہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔" شہر زاد نے غصّے سے فون بند کر دیا

۔

"کیا ہوا، میرے بارے میں کون بات کر رہا ہے۔۔؟" اس نے تشویش زدہ انداز میں پوچھا۔

"میرے سیکورٹی گارڈ رضا کی کال تھی۔۔۔۔" شہر زاد نے مصلحتا جھوٹ بولا۔ "ہمارے پیچھے ایک جیپ میں ہے وہ۔ اور اسکا کہنا ہے کہ اگلے سگنل پر میں اس کی گاڑی میں آ جائوں کیونکہ وہ لوگ آپکے پیچھے ہیں۔۔۔۔"

"وہ ٹھیک کہہ رہا ہے، آپ کو اس کی بات مان لینی چاہیے۔۔" ارتضیٰ نے سنجیدگی سے کہا، وہ اس وقت شہر زاد کی وجہ سے خود بھی ٹینشن میں تھا۔

"لیکن ارتضیٰ، میں آپکو اکیلے کیسے چھوڑ دوں۔۔"؟

"ڈونٹ ووری ان کی گاڑی کے پیچھے بھی دو گاڑیاں سادہ کپڑوں میں موجود اہلکاروں کی ہیں، آپ ٹینشن مت لیں۔ بس اگلے سگنل پر اتریں، میں بھی آپ کی وجہ سے ہی ٹینس ہو رہا ہوں۔۔۔۔" ارتضیٰ مسلسل بیک مرر سے اپنے پیچھے کھڑی گاڑی پر نظر رکھے ہوا تھا۔

آغا شاہی ایونیو کا اشارہ آ چکا تھا، اور گاڑی جیسے ہی سگنل پر رکی، شہر زاد نے ہلکا سا جھک کر ارتضیٰ کی سائیڈ پر دیکھا، اس کی گاڑی کے برابر میں ایک جیپ آ کر رکی تھی، اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا ہم زاد اس کے برابر میں بیٹھے ہوئے ایک آرمی آفیسر کی اوٹ میں تقریبا چھپا ہوا تھا، اس نے چہرے پر گلاسز لگا رکھے تھے۔

شہر زاد کے سیل فون کی گھنٹی بجی، اس کا دل بے اختیار دھڑکا، اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کال اٹینڈ کی۔

"کم آن شہر زاد۔۔۔۔ تھوڑا گھوم کر آنا پڑے گا، میں تمہاری رائٹ سائیڈ پر ہوں۔ پلیز آ جائو میری جیپ میں۔" اسکے لہجے کی سنجیدگی سے اسے معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔

"اوکے میں ٹرائی کرتی ہوں۔۔؟" زندگی میں پہلی دفعہ اس کے ہاتھ پیر پھولے، کیونکہ ارتضیٰ اسے مسلسل گاڑی سے اترنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"بات کروائو میری تم ارتضیٰ کے ساتھ۔۔۔" ہم زاد کی اگلی بات نے اسے حیران کیا۔

اس نے خاموشی سے سیل فون ارتضیٰ کی طرف بڑھایا، اتنا تو اسے بھی پتا تھا کہ اس مصروف شاہراہ پر ان کے تعاقب میں آنے والے لوگ ابھی کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے آگے اور پیچھے گاڑیوں کی لمبی قطاریں تھیں۔ ہم زاد نے ارتضیٰ سے صرف

تیس سیکنڈ بات کی تھی۔

"آپ پلیز اتریں اور پیچھے سے گھوم کر جانے کی بجائے آگے سے جائیں۔۔۔" ارتضی اپنے حواسوں میں تھا اور اسے بھی اس وقت صرف اسی کی ٹینشن تھی۔

شہرزاد نے ہلکا سا جھجک کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسی وقت برابر والی جیپ کا بھی دروازہ کھلا اور ہم زاد نیچے اترا۔۔۔

"پلیز شیری، جلدی جائیں، سگنل کھل جائے گا۔۔۔" ارتضی ایکدم چیخا۔۔

"ہاں، ہاں جا رہی ہوں۔۔۔۔" شہرزاد نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنا پہلا قدم نیچے رکھا۔۔

"فار گاڈ سیک، جلدی کریں، ٹائم نہیں ہے۔۔" شہرزاد نے جیسے ہی زمین پر دوسرا قدم رکھا، پچھلی گاڑی میں موجود لوگ یہ سمجھے کہ شاید ارتضی بھی اسکے ساتھ

اتر رہا ہے ان گاڑیوں کے دروازے جھٹکے سے کھلے اور تین چار لمبے تڑنگے نوجوان بڑی سرعت کے ساتھ کلاشنکوف لیے نیچے اترے۔

شہرزاد نے خوفزدہ انداز سے ان سب کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اسے لگا جیسے موت اسکے تعاقب میں آ رہی ہو، ان لوگوں کی آنکھوں میں اس قدر اشتعال، غصّہ اور وحشت تھی کہ وہ خوفزدہ انداز سے وہیں کھڑی ہو گئی۔۔۔۔

"شہرزاد۔۔۔۔لیٹس موو۔۔۔۔!!!!" ہم زاد اپنی جیپ سے نکلتے ہوئے بلند آواز میں چیخا۔ "گاڑی کے سامنے سے آئو، پیچھے سے نہیں۔۔"

لیکن اس کے قدم زمین پر جم چکے تھے، اس نے رائفلوں کا رخ اپنی جانب دیکھا اور اسے لگا کہ ہم زاد کو غلط فہمی ہوئی ہے وہ لوگ ارتضی کے نہیں شاید اسی کے پیچھے آئے تھے اور اس سوچ نے اس کی روح فنا کر دی تھی۔۔

اس کے ساتھ وہ ہوا، جس کا کسی نے سوچا ہی نہیں تھا۔ فضا ایک دم گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور انسانی چیخوں کی آوازوں سے گونج اٹھی، ارد گرد کے ماحول میں سراسیمگی سی پھیل گئی۔ شہرزاد اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر بے اختیار زمین پر بیٹھتی گئی اس کے قدموں میں خون کی ایک لکیر تیزی سے بہتی ہوئی آ رہی تھی جب اس نے ایک مضبوط انسانی ہاتھ اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے